[illegible]

ایک دراز دست شخص کی سرگزشت۔ ایک فسوں کار کا قصہ، جس کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ اس شورہ پشت، شوریدہ سر کا احوال، ایک عالم جس کے خون کا پیاسا تھا۔

بہرام گنگولی کا اصل نام رام گنگولی تھا۔ وہ کالا علم جاننے والے روایتی جادوگروں کی طرح کوئی جاہل گنوار آدمی نہیں تھا۔ اس نے کلکتہ یونیورسٹی سے ایم اے کیا تھا۔ تعلیم کے دوران پہلوانی بھی کرتا رہا تھا اور کسرت کے ذریعے اپنے جسم کو بناتا سنوارتا اور نکھارتا رہا تھا، جس کے باعث آج وہ پہاڑ جیسا قد آور دیو نما انسان دکھائی دیتا تھا۔

وہ بچپن سے کالی ماتا کی بھگتی کرتا آرہا تھا۔ طرح طرح کا کالا علم جاننے والوں کی خدمت کرتا رہتا تھا۔ ان سے کچھ نہ کچھ سیکھتا رہتا تھا۔ انھی چکروں میں رہ کر اس نے جانوروں کا تازہ خون پینا اور کچا گوشت کھانا سیکھ لیا تھا۔ کالا علم سیکھنے کے لیے ایسے ایسے گھناؤنے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے جنھیں دیکھ کر، پڑھ کر یا سن کر کراہیت سی محسوس ہوتی ہے۔

وہ کالی مائی کے قدموں میں اب تک دو درجن کنواری لڑکیوں اور لڑکوں کی گردنیں کاٹ چکا تھا۔ کالا علم جاننے والے عام طور پر گند ذہن ہوتے ہیں۔ دماغ سے کام لینا نہیں جانتے۔ اگر ان کے پاس ذہانت ہوتی تو ایسا علم سیکھنے کے بجائے انسانیت کی خدمت کے لیے اچھے سے اچھا علم و ہنر سیکھتے۔ بہرام گنگولی خلاف توقع بہت ذہین اور چالاک تھا۔ وقت آنے پر عقل سے کام لیتا تھا اور بھرپور ذہانت سے کام لیتا تھا۔

یہ ذہانت علم سے حاصل ہو رہی تھی۔ اسکول کی تعلیم مکمل ہونے تک وہ کالے علوم کے کتنے ہی پُراسرار منتر سیکھ چکا تھا۔ وہ محض عامل، پروفیسر بن کر زندگی گزارنا نہیں چاہتا تھا بلکہ بہت کچھ سیکھنا چاہتا تھا۔ کالج میں داخل ہونے کے بعد اس پر تنویمی عمل سیکھنے کا جنون سوار ہوگیا۔ وہ اسی دُھن میں رہا۔ تقریباً ایک برس چار ماہ کے اندر اس نے یہ علم بھی سیکھ لیا۔ پھر اس میں اتنی ریاضت کی کہ ہپناٹزم جاننے والے بڑے بڑے ماہرین کو پیچھے چھوڑ گیا۔ اس نے ایم اے کرنے کے بعد بڑے مہذب انداز میں زندگی گزاری۔ وہ اچھے لباس پہنتا تھا۔ اچھی سوسائٹی میں رہتا تھا۔ وہاں کی اونچی سوسائٹی میں بڑے بڑے سرمایہ داروں کو دیکھ کر سوچتا تھا، اسے بے انتہا دولت حاصل کرنا چاہیے۔ یوں کہنا چاہیے کہ اسے بچپن ہی سے طاقت اور دولت حاصل کرنے کا جنون تھا، اسی لیے یہ سب کچھ سیکھتا آیا تھا مگر اس کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

ان دنوں ٹیلی پیتھی کا خوب چرچا ہو رہا تھا۔ میں اور میری ساتھی عورتیں دنیا کے ہر ملک اور ہر شہر، ہر محفل میں گفتگو کا موضوع بنتے رہتے تھے۔ وہ سوچتا تھا کسی طرح ٹیلی پیتھی کا علم بھی سیکھ لے تو ساری دنیا پر حکومت کر سکے گا۔

اس ارادے کو پورا کرنے کے لیے وہ کالے علم کا سہارا لینے

لگا۔ اپنے مختلف علوم کے ذریعے معلوم کرتا تھا کہ فرہاد علی تیمور اور سونتی ان دنوں کس ملک اور کس شہر میں ہیں۔ پھر اسی جگہ پہنچ جاتا تھا لیکن جب تک وہ پہنچتا، ہم دوسری جگہ پہنچ چکے ہوتے تھے۔ اس نے کئی بار مجھے اور سونتی کو دور ہی سے دیکھا تھا لیکن چھیڑنے کی حماقت نہیں کرتا تھا بہت سمجھ دار تھا۔ پہلے خود کو ہر پہلو سے مضبوط اور مستحکم کر لینا چاہتا تھا۔ اس نے کئی بار سوچا، ایک معصوم اجنبی بن کر ہم سے دوستی کرے پھر خیال آتا تھا، سونتی اور فرہاد خیال خوانی کے ذریعے چور خیالات پڑھ کر اصلیت معلوم کر لیں گے۔ جو جانوروں کا خون پیتا تھا اور کچا گوشت کھاتا تھا، کالی ماتا کے قدموں میں انسانوں کی گردنیں اڑاتا تھا، وہ کس قدر سنگدل اور سفاک ہوگا اُس کا صرف اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس نے کبھی یوگا کی مشق نہیں کی تھی لیکن پہلوانی کے سلسلے میں اتنا دم تھا کہ کئی منٹ تک سانس روک کر کسی سے بھی مقابلہ کر سکتا تھا اور اسے پچھاڑ سکتا تھا۔ ایسے میں خیال خوانی کی لہریں اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی تھیں ــــ اگر پہنچتیں تو وہ بے اختیار سانس روک لیتا۔

اس قدر شہ زور اور ناقابلِ شکست ہونے کے باوجود وہ ہم سے خوف کھاتا تھا۔ اس نے ہمارے متعلق سنا بھی تھا اور پڑھا بھی تھا۔ اب تک ہمارے مقابلے پر یوگا کے کئی ماہر آئے جو کئی کئی منٹ تک سانس روک لیتے تھے۔ ہم نے ایسے سانس روکنے والوں کو سانس کی بیماریوں میں مبتلا کر، یا تھا یا ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔

میں ایک بات بتانا بھول گیا۔ اس نے ایران کے ایک بہت بڑے عامل سے تنویمی عمل سیکھا تھا جس کا نام بہرام تھا۔ وہ اپنے ایرانی استاد سے بہت متاثر تھا۔ اُس نے اپنے نام کے ساتھ استاد بہرام کا نام شامل کر لیا تھا۔ اپنے اصل نام رام کے آگے اس نے 'ب' اور 'ہ' کا اضافہ کر کے 'بہ' بڑھا دیا تھا اور اس طرح بہرام گنگولی بن گیا تھا۔

تعلیم نے اسے سکھایا تھا کہ جاہل اور گنوار جادوگروں کی طرح کنوئیں کا مینڈک بن کر ایک ہی ملک یا ایک ہی شہر میں نہیں رہنا چاہیے ساری دنیا میں پھیل جانا چاہیے۔ ویسے بھی ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے لیے وہ ہمارے تعاقب میں رہتا تھا۔ جب سے میری ساتھی عورتیں کوما میں گرفتار ہوئی تھیں، تب سے میری جدوجہد کا مرکز امریکا تھا۔ وہاں کسی نہ کسی ریاست یا کسی شہر میں میری کسی ساتھی کی موجودگی کا سراغ ملتا تھا۔ بہرام گنگولی نے بھی امریکا میں مستقل رہنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ پہلے وہ نیویارک میں تھا۔ پھر شکاگو چلا آیا تھا۔

ہندوستان سے عام طور پر جو سادھو مہاتما، یدراج یا دوسرے روحانی عمل کرنے والے یورپ یا امریکا آتے ہیں تو دھوتی، کرتے یا گیروے رنگ کی چادر میں ملبوس رہتے ہیں تاکہ ان کی علیحدہ شناخت رہے اور مغربی ملکوں کی بھٹکنے اور بھٹکنے والی نسل روحانی تسکین حاصل کرنے کی خاطر ان کے پیچھے چل پڑے۔ بہرام گنگولی نے بھی یہی طریقۂ کار اپنایا تھا۔

اس نے چھوٹی سی داڑھی رکھی تھی۔ سر کے بال شانوں تک بڑھا لیے تھے گیروے رنگ کی چادر شانوں پر پڑی رہتی تھی۔ وہ دھوتی کرتے میں کوئی مہاتما دکھائی دینا چاہتا تھا لیکن آنکھیں اتنی خطرناک تھیں کہ دیکھتے ہی ڈر لگتا تھا۔ جو شخص تازہ خون پیتا ہو، کچا گوشت کھاتا ہو اور انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیتا ہو، اس کے چہرے سے قدرتی طور پر سفاکی اور درندگی جھلکتی رہتی ہے۔

مغرب کی اونچی سوسائٹی میں امیر غریب اور مہذب لوگ اس سے کتراتے تھے۔ محض رسمی گفتگو کرتے تھے اور کسی بہانے اس سے دور ہو جاتے تھے لیکن عورتیں ایک بار نظریں ملانے کے بعد اسیر ہو جاتی تھیں۔ اس سے ڈرتی تھیں۔ اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھیں لیکن اس کی طرف کھنچی آتی تھیں۔

اس نے ایک ملک سے دوسرے ملک جانے، وہاں رہنے اور دولت کمانے کے سلسلے میں کبھی اپنا کالا علم استعمال کیا تھا اور کبھی تنویمی عمل سے کام نکالا تھا۔ جو کام کا آدمی ہوتا، اس پر کالا علم کرتا تھا۔ جب وہ اس کے تابع فرمان ہو جاتا تو اسے کسی خفیہ اڈے میں لے جا کر اس پر تنویمی عمل کرتا تھا۔ اسے آلۂ کار بنا لیتا تھا۔ اگر وہ سرکاری افسر ہوتا تو اس کے ذریعے اس ملک میں مستقل رہنے کا اجازت نامہ حاصل کر لیتا تھا۔ اگر وہ کوئی بے انتہا دولت مند ہوتا تو اس کی تجوری خالی کر دیتا تھا۔ اگر کوئی حسین ترین عورت ہوتی تو اسے سحر زدہ کر کے اپنا اسیر کر لیتا تھا۔

اس نے اب تک اپنے پُراسرار علوم اور پُراسرار قوتوں کو دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ جس ملک اور جس شہر میں رہتا وہاں خود کو ایک معزز شہری اور بے انتہا دولت مند کی حیثیت سے متعارف کراتا تھا۔ لوگ اسے مان لیتے تھے۔ کیونکہ اس کے پاس کسی چیز کی کمی نہ ہوتی تھی۔ بعض اوقات وہ اپنے مقابلے میں اونچی سوسائٹی کے لوگوں کو کسی نہ کسی کمی کا احساس دلا کر احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ اس سے خائف ہونے کے باوجود اسے مانتے تھے اور خود سے برتر تسلیم کرتے تھے۔

دوسروں کو کمی کا احساس دلانے والا خود ایک کمی کے احساس میں مبتلا رہتا تھا اور وہ ٹیلی پیتھی کی کمی تھی۔ اس نے بہت سے دشوار علوم سیکھے تھے۔ ہر دشوار علم سیکھنے کے دوران عزم مصمم کیا تھا کہ اسے سیکھ کر رہے گا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ وہ ٹیلی پیتھی کا علم کیوں نہ سیکھ سکا۔ جبکہ تمام طریقے، تمام مراحل درجہ بدرجہ کتابوں میں بتائے گئے تھے۔ استادوں سے بھی رہنمائی حاصل کی جا سکتی تھی۔ بہرام گنگولی نے یہ سب کیا تھا۔ اس کے باوجود ناکام رہا تھا۔ بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں حالانکہ وہ اپنے متعلق پورے یقین سے کہتے ہیں کہ مستقل مزاج ہیں اور مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہیں۔ اس کے باوجود یہ علم سیکھ نہیں پاتے۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس کی وضاحت ضروری ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ آدمی اپنے متعلق جو رائے قائم کرتا ہے، وہ سو فیصد درست نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنی ذات میں بہت زیادہ خوش فہم ہوتا ہے۔ اپنے اندر چھپی ہوئی کمزوری کو سمجھ نہیں پاتا۔ ایک رائے قائم کر لیتا ہے کہ مستقل مزاج ہے۔ دوسری رائے قائم کر لیتا ہے مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہے۔ حقیقت کیا ہوتی ہے، یہ خدا جانتا ہے یا وہ ماہرِ نفسیات جان سکتا ہے جو اس کا نفسیاتی تجزیہ کر سکے۔

اس طرح ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ سمجھنا چاہے کہ یہ علم کیوں نہیں سیکھ پاتا تو اسے سیکھنے کا جو طریقۂ کار ہے، وہ اپنے آپ کو سمجھنے کی ایک بہترین کسوٹی ہو سکتا ہے، یعنی اگر سیکھنے والا اس علم کو سیکھنے کی کسی حد تک پہنچ سکے اور اپنے اندر روحانی پختگی محسوس کر سکے تو اس کا مطلب یہ ہے، وہ مستقل مزاجی اور قوتِ ارادی کے معاملے میں صرف تیس فیصد کامیاب رہا ہے۔ باقی ستر فیصد کامیابی مولا کے کرم سے ہوتی ہے۔ جو بات خدا کو منظور ہو، وہ ہوتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔

میرے بعض پڑھنے والے صرف داستان کے ٹیمپو کو دیکھتے ہیں کہ اس میں کتنا ایکشن ہے، کتنا تجسس ہے، کتنا رومانس ہے اور اب یہ داستان کسی موڑ پر پہنچ کر چونکانے والی ہے لیکن میرا مقصد صرف داستان گوئی نہیں ہے۔ ان حقائق کو بھی پیشِ نظر رکھنا ہے جو میری نظر میں ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں، میری نئی نسل کے کچے ذہن رکھنے والے نوجوان ایک موم بتی روشن کر کے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں اور اس پر نظریں مرکوز کر کے اپنے ذہن کو اس پر مرکوز کرنے کی حماقت کرتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان کی عمر کیا ہے؟ ان کی تعلیم کیا ہے؟ ان کا ماحول کیا ہے؟ ان کا مزاج کیا ہے؟ ان کی روح، ان کی طبیعت اور ان کے قدرتی حالات اس عمل سے میل کھاتے ہیں یا نہیں؟ جو وہ کرنے جا رہے ہیں۔

میں اپنی داستان کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اگلے ماہ سے اس داستان کا بارھواں سال شروع ہو رہا ہے۔ اگر اس کی کھٹی میٹھی گولیوں میں حقیقت کی چاشنی نہ ہوتی تو یہ بارھویں سال میں قدم نہ رکھتی۔ دنیا کی کوئی بھی سچائی ہو وہ قیامت تک چلتی ہے اور جھوٹ چند قدم چل کر فنا ہو جاتا ہے۔

جس وقت یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا ۱۹۸۸ء کا سال شروع ہونے ہی والا ہوگا۔ آپ حساب لگائیں تو بیسویں صدی کو ختم ہونے میں صرف تیرہ برس رہ گئے ہیں۔ انشاء اللہ ان تیرہ برسوں میں ٹیلی پیتھی کے متعلق سائنٹفک ریسرچ بڑی کامیابی سے آگے بڑھ چکی ہوگی۔ اس صدی کے اختتام تک ہمارے عالم، ہمارے سائنسدان اس نتیجے تک پہنچ چکے ہوں گے کہ ٹیلی پیتھی کا علم کس قدر آسان طریقوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور اس کی دشواریوں کو کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آج جو مشین شار پر اور اس کے بھائیوں نے ایجاد کی ہے، وہ اس صدی کے اختتام تک عام ہو جائے یا اس کی کوئی اور شکل سامنے آ جائے۔ آپ اپنی آنکھوں سے سائنسی ترقیوں کو دیکھ رہے ہیں۔ آئے دن نئی نئی سائنسی ایجادات ہو رہی ہیں، اُن میں ایسی سائنسی ایجادات بھی ہیں جو عام لوگوں سے چھپائی جاتی ہیں۔ ان چھپا کر رکھی جانے والی چیزوں میں ایک ٹیلی پیتھی کا علم بھی ہے۔ میں تمام ناخواندہ اور پسماندہ ممالک کی طرف سے اپیل کروں گا کہ اس علم کی تحقیقات کو اور اس کے کامیاب نتائج کو عوام سے نہ چھپایا جائے۔

ان حقائق کو بیان کرنے کے بعد اصل داستان کی طرف آ رہا ہوں۔ ایک زمانہ تھا جب کالا علم سیکھنے والے یا اس میں مہارت رکھنے والے شمشان گھاٹ یا کسی قبرستان کے آس پاس رہتے تھے۔ لوگ ان کی طرزِ رہائش اور حلیہ دیکھ کر دہشت میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ انھیں نذرانے پیش کرتے تھے۔ ان سے کسی طرح کی عداوت مول لینے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ آج کے دور میں وہی کالا عمل کرنے والے

جادوگر، عامل اور پروفیسر بن کر کاروباری مرکز میں اپنے دفاتر قائم کرتے ہیں۔ اخبارات میں بڑے بڑے اشتہارات دیتے ہیں۔ جگہ جگہ دیوار پران کے نام لکھے ہوتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ سنگدل محبوبہ کو قدموں میں جھکا سکتے ہیں۔ بے روزگار کو روزگار دلاسکتے ہیں۔ برسوں سے چلنے والے فوجداری مقدمات کو ایک پل میں ختم کر کے مخالف پارٹی کو خون تھوکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

کالے علوم کے سلسلے میں بہرام گنگولی ایک کامل جادوگر تھا۔ تنویمی عمل میں اتنی مہارت رکھتا تھا کہ اپنی آنکھوں سے ایک بارکسی کو دیکھ لیتا تو اس کا دل اپنی مٹھی میں کر لیتا۔ آواز ایسی بھاری بھرکم اور گونجتی ہوئی سی تھی کہ سامنے والا اپنی بات بھول جاتا تھا۔ اس کے گھٹنے کانپنے لگتے تھے۔ تنویمی عمل کے لیے آواز اور آنکھیں بہت اہمیت رکھتی ہیں اور یہ دونوں ہی خوبیاں اس میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ اس کے باوجود اس نے عامل یا پروفیسر بن کر سستی شہرت حاصل نہیں کی وہ پچیس برس کی عمر سے جرائم کی دنیا میں آہستہ آہستہ اپنا مقام بناتے ہوئے اس سطح تک پہنچ گیا تھا جہاں دنیا کی خطرناک تنظیموں سے ٹکرا سکتا تھا۔ وہ اس سے بھی آگے جانا چاہتا تھا۔ دنیا کے بڑے بڑے ممالک کو سپر طاقتوں کو اپنے قدموں میں جھکانا چاہتا تھا یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے سامنے بے بس کرنا چاہتا تھا۔ ایسے ہی وقت اس کے شاگرد ڈان فریزر نے بتایا "گرو مہاراج ایک پُراسرار شخص نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا، مجھ سے کہہ رہا تھا، میں اس کے ایک آلۂ کار پر تنویمی عمل کروں۔"

بہرام گنگولی کے لیے یہ چونکا دینے والی اطلاع تھی۔ اس نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کس پر تنویمی عمل کرانا چاہتا ہے اور وہ عمل کس نوعیت کا ہوگا۔ اس نے کہا "ڈان! تم نے اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کا راز مجھے بتایا ہے۔ اس نے آئندہ تمہارے دماغ کو پڑھا تو معلوم ہو جائے گا تم نے یہ بات مجھے بتائی ہے۔ لہٰذا تمہارے دماغ کو لاک کیا جانا چاہیے۔"

اس نے اپنے شاگرد ڈان فریزر پر تنویمی عمل کیا تھا اس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی تھی کہ ڈان فریزر کا دماغ اس پُراسرار ٹیلی پیتھی جاننے والے شخص کے لیے کھلا ہے گا لیکن اس چور خیال پر گرہ پڑی رہے گی کہ فریزر اپنے کسی استاد سے رابطہ قائم رکھتا ہے اور اسے ٹیلی پیتھی جاننے والے کے متعلق اطلاع فراہم کرتا ہے۔

گرو گھنٹال کے اس تنویمی عمل کے بعد شارپر یہ معلوم نہیں کر سکا تھا کہ فریزر کا کوئی استاد ہے اور وہ درپردہ کسی سازش میں مصروف ہے۔ اس نے پچھلی رات اپنے غلام کو تنویمی عمل کے لیے بھیجا تھا۔ وہ فریزر سے مطمئن تھا۔ اس کے خیالات پڑھتا رہا تھا۔ اسے کوئی شبہ نہیں ہوا تھا۔ دوسری طرف فریزر نے غلام باقی پر تنویمی عمل کرنے کے دوران ایک خامی چھوڑ دی تھی اور شارپر کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے غلام باقی کو تنویمی نیند سونے کا حکم دے دیا تھا۔ جب وہ سو گیا تو شارپر مطمئن ہو گیا تھا۔

اگر اسے شبہ ہوتا اور وہ تھوڑی دیر تک غلام باقی کے دماغ میں موجود رہتا تو پتا چل جاتا کہ فریزر کے بعد اس کا استاد بہرام گنگولی غلام باقی پر تنویمی عمل کر رہا ہے اور اس خامی سے فائدہ اٹھا رہا ہے جو اس کا شاگرد چھوڑ گیا ہے لیکن شارپر کو اس حد تک معلومات حاصل کرنے کی فرصت نہیں تھی۔ وہ دوسرے مسائل میں اُلجھا ہوا تھا اور سب سے اہم مسئلہ مورینا تھی جو اس کے قریب رہ کر اسے دیوانہ بنا رہی تھی اور اب جنون میں مبتلا کرتی جا رہی تھی۔

بہرام گنگولی نے غلام باقی پر آخری تنویمی عمل کرتے ہوئے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے آقا مسٹر کارنیل کے متعلق پوری تفصیلات بیان کرے اور غلام معمول بننے کے بعد شارپر کے متعلق ایک ایک بات بتاتا چلا گیا تھا چونکہ وہ خود شارپر کو اس کے اصل نام کے ساتھ نہیں جانتا تھا اس لیے نام نہ بتا سکا۔

بہرام گنگولی نے اسے حکم دیا "یہاں سے جانے کے بعد وہ اپنے مالک کے ساتھ رہے گا وہاں جو کچھ دیکھے گا اسے اپنے دماغ کے چور خانے میں محفوظ رکھے گا۔ ڈان فریزر کے تنویمی عمل کے مطابق بظاہر وہ سب کچھ بھولا رہے گا لیکن جب بہرام اس پر دوبارہ تنویمی عمل کرے گا تو وہ سارے راز بیان کر دے گا۔

مختصر یہ کہ حادثے کے بعد اسی لیے غلام باقی کو وہاں لایا گیا تھا۔ اس پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ اس کے دماغ کو لاک کر دیا گیا تھا تاکہ شارپر کو بہرام کی سازش کا علم نہ ہو سکے۔ دوسری بار تنویمی عمل کے دوران غلام باقی نے بتا دیا تھا کہ وہ کس طرح تہ خانے میں گیا تھا۔ وہاں دو بستروں پر مورینا اور شارپر لیٹ گئے تھے اور اس نے اپنے آقا کی ہدایت کے مطابق ڈائری کی مدد سے مشین کو آپریٹ کیا تھا۔

غلام باقی نے یہ بھی بتا دیا کہ وہ دوسری بار تہ خانے میں گیا تھا اس وقت مورینا نے مشین کو آپریٹ کیا تھا۔ وہ سمجھ نہ سکا کہ اس آپریشن کا مطلب کیا ہے لیکن چند گھنٹوں بعد اس نے دیکھا کہ اس کا آقا بالکل غلاموں کے سے انداز میں مورینا کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔

بہرام گنگولی نے پوچھا "اس تہ خانے کا راستہ کس طرح کھلتا ہے؟"

اس نے جواب دیا "مجھے نہیں معلوم۔ میں جب بھی تہ خانے میں گیا تو دروازے کو کھلا ہوا پایا۔"

بہرام گنگولی بہت خوش تھا۔ اسے تہ خانے کا پتا چل گیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا راستہ شارپر کے بیڈ روم کے ساتھ والے اسٹور روم سے جاتا ہے اور اسی تہ خانے میں وہ حیرت انگیز مشین رکھی ہوئی ہے جس کے لیے ساری دنیا دیوانی ہے۔

اب ایک مسئلہ رہ گیا تھا۔ اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ تہ خانے کا راستہ کس طرح کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لیے وہ زیادہ وقت برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی تھی شارپر اور مورینا اپنے غلام کے سامنے کبھی تہ خانے کا راستہ نہیں کھولیں گے۔ اسے کھولنے کے لیے عقل سے نہیں، طاقت سے کام لینا ہوگا۔

آپریشن مکمل ہو چکا تھا۔ تنانہ بستر پر ساکت پڑی ہوئی تھی مورینا بڑے پیار سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین تھا، ہوش میں آنے کے بعد وہ بھی اس کی طرح خیال خوانی کرنے لگے گی۔

شارپر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا، اپنے بستر پر بیٹھے بیٹھے کبھی مورینا کو اور کبھی تنانہ کو دیکھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا "میرے دماغ سے ایک بار بڑی بہن نے، دوسری بار چھوٹی بہن نے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرائی ہیں۔ یہ آئندہ حکم دے سکتی ہے کہ اس کے بوڑھے ماں باپ کے دماغوں میں بھی خیال خوانی کی صلاحیتیں منتقل کرا دی جائیں، یہ تو کھیل ہو گیا۔ اس مشین نے مجھے اس کا غلام بنا کر رکھ دیا ہے۔ میں اس سے کیسے نجات حاصل کروں؟

مورینا نے کہا "شارپر! اٹھو، میری بہن کو اٹھا کر تہ خانے سے باہر لے چلو۔"

وہ کبھی چھوٹی سی اٹیچی اٹھا کر اِدھر سے اُدھر نہیں لے جاتا تھا۔ کجا یہ کہ ایک جوان دوشیزہ کو اٹھانے کے لیے کہا جا رہا تھا۔ ایک تو وہ غلام بننے کے بعد انکار نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرے سامنے پڑا ہوا بوجھ نہایت ہی خوبصورت تھا۔

وہ بستر سے اتر کر تنانہ کے قریب آیا۔ اسی وقت گلے میں پڑے ہوئے لاکٹ سے اشارہ موصول ہونے لگا۔ اس نے لاکٹ کو کان سے لگا کر سنا پھر مورینا سے کہا "ایک اہم مسئلہ ہے۔ پہلے معلوم کر لوں، اس کے بعد اسے لے جاؤں گا۔"

"جو کرنا ہے جلدی کرو، میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ غلام باقی کئی گھنٹوں سے غیر حاضر ہے۔ ہم کسی ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ میں اس سے پہلے اپنی بہن کے ساتھ یہاں سے نکل جانا چاہتی ہوں۔"

"کیا مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہو؟"

"ہرگز نہیں، تمھیں چھوڑنے کا مطلب ہے، ٹرانسفارمر مشین کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ میں ابھی واپس آؤں گی پھر ہم مشین کو کسی دوسری جگہ منتقل کریں گے۔"

شارپر کو ایک بہت ہی اہم مسئلہ درپیش تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے وہاں پہنچ گیا۔ مورینا نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا، معلوم کرنا چاہا، آخر وہ کن مسائل سے دوچار رہتا ہے۔

وہ اسرائیل حکومت کے ایک سینئر آفیسر کیری ہام کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ وہاں کے حکام سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ہمیشہ کیری ہام کو اپنا ذریعہ بناتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "شارپر! ایک اہم اطلاع ہے، سونیا استنبول کے جنوب مشرق میں سمندر کے ساحل پر ہمارے ایک خفیہ اڈے میں پہنچ گئی ہے۔ میں تمھیں وہاں کے انچارج مسٹر میک گونل موس کی آواز سنا رہا ہوں۔ تم اس کے پاس پہنچ کر سونیا پر نظر رکھ سکتے ہو۔"

"مجھے وہاں کیا کرنا ہوگا؟ تم کیا چاہتے ہو؟"

کیری ہام نے کہا "سونیا کو ختم کرنا ہے۔ اس نے ہمارے اڈے کے کتنے ہی اہم آدمیوں کو ایک دوسرے کے ذریعے ہلاک کرا دیا ہے۔ تم اسے زندہ نہ جانے دو۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ ریکارڈر آن ہو گیا تھا، وہاں سے میک گونل موس کی آواز ابھر رہی تھی۔ شارپر وہ آواز سنتے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا یہ وہ وقت تھا، جب سونیا اس خفیہ اڈے میں آہنی سلاخوں کے پیچھے تھی اور اس کے ہاتھ ایک اسٹین گن لگ گئی تھی۔ سلاخوں کے باہر میک گونل موس اس کا دیوانہ بنا ہوا تھا اور اپنے ہی ساتھیوں سے نجات حاصل کر کے کسی طرح سونیا کی قربت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

شارپر کے لیے یہ اچھا موقع تھا۔ وہ موس کے دماغ میں رہ کر سونیا کو کسی وقت بھی دھوکے سے ہلاک کر سکتا تھا لیکن مورینا کی آواز نے خیال خوانی کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اس نے چونک کر دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی "تم کسی میک گونل موس کے دماغ میں پہنچ چکے ہو۔ سونیا وہاں موجود ہے۔ تم تھوڑی دیر بعد بھی اس عورت کو ٹریپ کر سکتے ہو۔ ابھی میرا کام کرو، فوراً تنانہ کو اٹھاؤ۔"
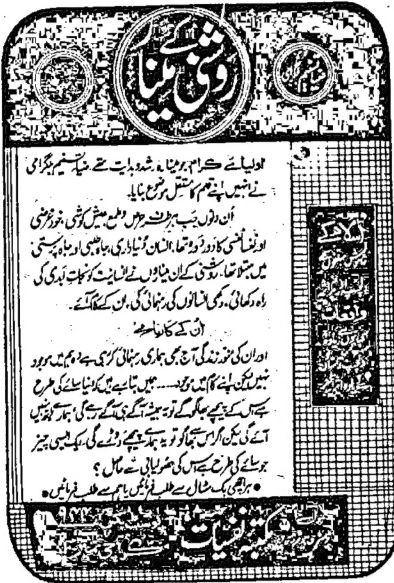
غلام شار پر نے حکم کی تعمیل کی، آگے بڑھ کر دونوں بازوؤں میں خوبصورت سے پھول جیسے بدن کو اُٹھا لیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا زینے کی طرف جانے لگا۔

وہ سحر زدہ سا اسے اُٹھائے ہوئے تہ خانے سے باہر آیا۔ پھر کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا پورچ میں آیا۔ وہاں کار کھڑی ہوئی تھی۔ مورینا نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ اس نے تنانہ کو وہاں لٹا دیا۔ پھر دروازے کو بند کر دیا۔ مورینا نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا، اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا: "میں جب تک واپس نہ آؤں، تم مشین کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔"

"میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

"فوراً جاؤ اور تہ خانے کے دروازے کو بند کر دو۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔"

وہ پلٹ کر چلا گیا۔ مورینا چابی گھما کر کار اسٹارٹ کرنا چاہتی تھی۔ پتا چلا، وہ چابی کو پکڑ نہیں سکتی ہے۔ پکڑنا چاہتی ہے تو ہاتھ دوسری طرف چلا جاتا ہے۔ اس نے حیرانی سے سوچا: "کوئی میرے دماغ میں موجود ہے!"

اس نے فوراً ہی شار پر کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ پتا چلا، وہ حکم کا بندہ تہ خانے کے دروازے کو بند کرنے کے لیے اس پنکھے کو چلا رہا ہے اور ابھی خیال خوانی نہیں کر رہا ہے۔

وہ بڑی حیرانی سے سوچنے لگی: "فرہاد یا اس کی کسی ساتھی عورت نے میری آواز کبھی نہیں سنی۔ وہ بھلا میرے دماغ میں کیسے آ سکتے ہیں؟"

وہ سوچتے سوچتے چونک گئی۔ یکبارگی پلٹ کر پچھلی سیٹ پر دیکھا۔ تنانہ بیٹھی ہنس رہی تھی۔ پھر آگے بڑھ کر اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر چومتے ہوئے بولی: "میری جان، میری بہن! تم نے تو کمال کر دیا۔ مجھے بھی ٹیلی پیتھی سکھا دی۔ اب کار اسٹارٹ کر سکتی ہو۔"

مورینا نے اس کے کان پکڑتے ہوئے کہا: "میری بلی، مجھ سے میاؤں! ٹیلی پیتھی کا پہلا تماشا میرے ہی ساتھ کر رہی تھیں۔ چلو سیدھی طرح بیٹھو۔ میں ضروری ہدایات دینا چاہتی ہوں۔"

وہ پچھلی سیٹ سے اتر کر اگلی سیٹ پر آئی۔ مورینا نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ مین روڈ پر پہنچ کر بولی: "میری چند باتیں اچھی طرح گرہ میں باندھ لو اور ان پر سختی سے عمل کرتی رہو۔"

تنانہ توجہ سے سن رہی تھی۔ مورینا نے کہا: "خود کو زیادہ سے زیادہ ریزرو رکھا کرو۔ جب تک کسی سے ملنا بے حد ضروری نہ ہو جائے اس وقت تک ملاقات نہ کرو۔ اس طرح کم سے کم لوگ تمہاری آواز سنیں گے۔"

تنانہ نے کہا: "میں نے فرہاد، سونیا اور رسونتی کی ہسٹری پڑھی ہے۔ میں سمجھ رہی ہوں، تم کیوں محتاط رہنے کے لیے کہہ رہی ہو۔ میں ضرور ایسا کروں گی۔"

"دوسری بات یہ کہ آج سے ہم بہنیں ایک دوسرے سے دور رہیں گی۔ ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کریں گی، ہمارے درمیان صرف خیال خوانی کے ذریعے رابطہ قائم ہوگا۔"

چھوٹی بہن نے پوچھا: "ہم ایک دوسرے کے دماغ میں باتیں کریں گے تو کیا دوسرا خیال خوانی کرنے والا ہمیں گرفت میں نہیں لے سکے گا؟"

"اس کی بھی ایک تدبیر ہے۔ شار پر ہمیشہ اپنے بھائی آرمر کا لب و لہجہ اختیار کر کے کسی کے دماغ میں پہنچتا ہے۔ ہم دونوں کو ٹی وی اسٹار مارتھا اسمتھ بہت پسند ہے۔ ہم ہمیشہ اس کے ڈرامے دیکھتے ہیں۔ لہٰذا جب بھی ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنا ہوگا، ہم مارتھا اسمتھ کے لہجے میں باتیں کریں گے۔ اس طرح کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا ہمارے اصل لہجے کو گرفت میں لے کر ہم تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

چھوٹی بہن نے پوچھا: "مورینا! کیا خیال خوانی کرنے والا ہماری لاعلمی میں ہمارا لہجہ معلوم نہیں کر سکتا یا ہمیں اسی لہجے میں بولنے پر مجبور نہیں کر سکتا؟"

"اکثر نیند کی حالت میں ٹریپ کیا جاتا ہے اور خوابیدہ دماغ کو مجبور کیا جاتا ہے کہ سونے والا اسی لہجے میں بولے۔ کوئی ہم میں سے کسی ایک کو ٹریپ کر کے دوسرے تک پہنچ سکتا ہے۔"

"کیا ہم کسی طرح بچاؤ نہیں کر سکتے؟"

"اگرچہ وہ ٹرانسفارمر مشین بہت ضروری ہے لیکن اس سے پہلے اپنا تحفظ لازمی ہے۔ میں ایک ہپناٹزم کے ماہر کو جانتی ہوں۔۔۔ ہم خیال خوانی کے ذریعے اسے مجبور کریں گے کہ وہ ہم پر باری باری تنویمی عمل کرے۔"

"کیا وہ تنویمی عمل کے ذریعے ہمیں بے بس نہیں کرے گا؟"

"اس کا باپ بھی نہیں کر سکے گا۔ جب وہ تم پر عمل کرے گا تو میں اس کے پاس کھڑی رہوں گی اور اس کے دماغ میں موجود رہوں گی۔ اسے غلط عمل کرنے نہیں دوں گی۔ جب تم تنویمی نیند سے بیدار ہو جاؤ گی اور وہ مجھ پر عمل کرے گا تو تم اس کے دماغ میں موجود رہو گی۔"

تنانہ نے خوش ہو کر کہا: "واٹ اے فنٹاسٹک آئیڈیا۔ مورینا! تم تو بالکل سونیا کے انداز میں ضروری اقدامات کرتی جا رہی ہو۔"

"تمہیں فرہاد، رسونتی اور سونیا وغیرہ کی ہسٹری اور زیادہ توجہ سے پڑھنا چاہیے اور ان کے انداز پر عمل کرنا چاہیے۔"

"اچھا یہ بتاؤ، جب میں تمہارے لب و لہجے کو بھول جاؤں گی تو کس طرح تمہارے دماغ میں آؤں گی؟"

"یہ ایک مسئلہ ہے، بعد میں اس کا حل تلاش کیا جائے گا، فی الحال ایک دوسرے کے دماغ میں نہیں آنا چاہیے۔ کوئی ضروری بات ہوئی تو ٹیلیفون پر گفتگو ہوگی لیکن گفتگو کے دوران اسی مارتھا اسمتھ کا لہجہ اختیار کریں گے۔"

اس نے ایک عمارت کے سامنے کار روک دی۔ وہاں کے ایک اپارٹمنٹ میں برنارڈ سلیبری نامی ایک عامل رہتا تھا۔ دونوں بہنیں اس کے دروازے پر پہنچ گئیں۔ کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ خود برنارڈ سلیبری نظر آ رہا تھا۔ وہ مورینا کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ خوشی سے باچھیں کھل گئیں۔ اس نے کہا: "اوہ مائی لک! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ مس امریکا میرے دروازے پر؟ آؤ، اندر آ جاؤ۔"

دونوں اندر آئیں۔ دروازہ بند ہو گیا۔ اس نے پوچھا: "میں کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

مورینا نے پوچھا: "کیا تم تنویمی عمل کرنے کے موڈ میں ہو؟"

"موڈ نہ بھی ہو تو تمہارے حکم سے کون کافر انکار کرے گا۔ بولو، کس پر عمل کرنا ہے اور کس مقصد سے کرنا ہے؟"

"یہ میری چھوٹی بہن تنانہ ہے۔ اس پر عمل کرو اور اس کے دماغ سے میری آواز اور لب و لہجے کو بھلا دو۔"

"بس اتنی سی بات؟ لیکن ایسا کیوں چاہتی ہو؟"

"مسٹر برنارڈ! میں تم سے درخواست کروں گی کہ اس سلسلے میں کوئی سوال نہ کرو۔ میں اس کام کا منہ مانگا معاوضہ دوں گی۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولا: "تمہارا یہاں آنا کسی معاوضے سے کم نہیں ہے۔ میرے ساتھ ایک تصویر اتروا لو۔ یہ تصویر تمام اخبارات اور رسائل میں شائع ہوگی، طرح طرح کے اسکینڈل کھڑے ہوں گے، میری شہرت میں اضافہ ہوگا، پھر میرے گاہکوں میں اضافہ ہوگا۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے دوسرے کمرے میں آئے، وہ کمرہ خالی تھا۔ صرف ایک بستر نظر آ رہا تھا۔ برنارڈ سلیبری نے کہا: "میں یہاں اپنے مؤکلوں کو لاتا ہوں، ان کی مرضی کے مطابق تنویمی عمل کرتا ہوں۔ مس تنانہ، آپ آرام سے بستر پر لیٹ جائیں۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیں اور ذہنی طور پر خود کو آمادہ کریں کہ آپ جلد ہی ٹرانس میں آ کر میری معمولہ بن جائیں گی۔"

پھر یہی ہونے لگا۔ دس منٹ کے اندر عمل شروع ہو گیا۔ اگر کوئی معمول راضی خوشی خود کو عامل کے حوالے کر دے تو عمل کرنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا۔ وہ ٹرانس میں آ گئی۔ برنارڈ سلیبری نے اپنے بھاری بھرکم لہجے میں حکم دیا: "تنانہ! تم تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد اپنی بہن مورینا کی آواز اور اس کے لب و لہجے کو بھول جاؤ گی۔"

تنانہ نے وعدہ کیا۔ اس دوران مورینا، برنارڈ سلیبری کے دماغ میں چپ چاپ موجود تھی۔ تنویمی عمل کرنے والے کو پتا ہی نہیں تھا کہ کوئی خیال خوانی کرنے والا اس کے خیالات پڑھ رہا ہے۔ وہ اندر ہی اندر سوچ رہا تھا: "آخر مورینا ایسا کیوں چاہتی ہے۔ اپنی بہن پر یہ عمل کیوں کرا رہی ہے؟"

بہرحال، اس نے تنویمی عمل مکمل کیا۔ پھر اسے حکم دیا کہ "وہ ایک گھنٹے تک سوتی رہے گی۔" اس نے مورینا کو وہاں سے چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ کمرے سے باہر آ گئے۔ دوسرے کمرے میں بیٹھ کر برنارڈ نے کہا: "مس مورینا! تم نے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔ میں اس دنیا میں آدھی صدی گزار چکا ہوں۔ پچیس برس سے تنویمی عمل کر رہا ہوں، آج تک کوئی ایسا مؤکل نہیں آیا جس نے یہ کہا ہو کہ اس کے دماغ سے کسی کا لب و لہجہ بھلا دیا جائے۔ آخر بات کیا ہے؟"

"میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ سب کچھ بتا دوں گی مگر ایک کام اور کرنا ہوگا۔"

"تم حکم دو، میں کرتا جاؤں گا۔"

"جب تنانہ تنویمی نیند سے بیدار ہو جائے تو یہی عمل مجھ پر بھی کرنا اور میرے دماغ سے تنانہ کی آواز اور لب و لہجہ بھلا دینا۔"

وہ شدید حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولا: "آخر یہ چکر کیا ہے؟"

"میں نے کہا نا، سب کچھ بتا دوں گی۔ پہلے میرا کام کر دو۔"

ایک گھنٹے بعد تنانہ بیدار ہو گئی۔ اسے کھانے کے لیے ایک سیب اور پینے کے لیے ایک گلاس دودھ دیا گیا تاکہ وہ توانائی محسوس کرے۔ اس کے بعد وہی عمل مورینا کے ساتھ کیا گیا۔ اسے بھی ایک گھنٹا تنویمی نیند کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ برنارڈ سلیبری، تنانہ کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔ اس کے سامنے بھی اس نے اُلجھن ظاہر کی۔ تنانہ نے کہا: "جب میری بہن نے سب کچھ بتانے کا وعدہ کیا ہے تو پھر انتظار کرو۔"

اسے مزید ایک گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا۔ مورینا نیند سے بیدار ہوئی۔ اسے بھی ایک سیب کھانے کے لیے اور ایک گلاس دودھ پینے کے لیے دیا گیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں آ کر مارتھا اسمتھ کے لہجے میں بولی: "مسٹر برنارڈ! کیا ہم بہنوں کو پندرہ منٹ کے لیے تنہا چھوڑنا پسند کرو گے؟"

برنارڈ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر حیرانی سے پوچھا: "یہ تمہاری آواز اور لہجہ کیسے بدل گیا! تم اپنی آواز میں کیوں نہیں بول رہی ہو؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا، تھوڑی دیر کے لیے دوسرے کمرے میں چلے جاؤ۔"

وہ حیران و پریشان کمرے سے چلا گیا۔ مورینا نے دروازے کو بند کیا۔ پھر اپنی بہن کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ کر آہستگی سے بولی: "کیا تم میرے دماغ میں پہنچ سکتی ہو؟"

تنانہ نے آنکھیں بند کیں۔ مورینا کے لب و لہجے کو یاد کرنا چاہا مگر یاد نہیں آ رہا تھا۔ وہ تو مارتھا کے لہجے میں بول رہی تھی لہٰذا وہ مارتھا کے لہجے کو گرفت میں لے کر پرواز کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ہنسنے لگی۔ مورینا نے پوچھا: "کیوں ہنس رہی ہو؟"

وہ بھی مارتھا اسمتھ کے لب و لہجے میں بولی: "ابھی میں خیال خوانی

کرتے کرتے مارتھا کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ تمھارا لب و لہجہ یاد نہیں آ رہا ہے۔"

مورینا نے کہا۔"میں بھی کوشش کر چکی ہوں۔ مجھے بھی تمھارا لب و لہجہ یاد نہیں آ رہا ہے۔"

"یعنی ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

وہ مارتھا کے لہجے میں بول رہی تھیں۔ مورینا نے کہا۔"اب ہمیں ایک دوسرے سے بچھڑنا ہے۔ ہماری ملاقات ہر رات تین بجے مارتھا اسمتھ کے دماغ میں ہوا کرے گی۔ ہم مارتھا کی آواز میں بولنے کے باوجود ایک دوسرے کو پہچان لیا کریں گی اور یقین کر لیں گی کہ ہم بہنیں ہی آپس میں بول رہی ہیں۔"

تنانہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر مورینا کے سامنے فرش پر گھٹنے ٹیک دیئے، بہن کے ہاتھوں کو تھام کر کہا۔"میں تم سے جدا نہیں ہونا چاہتی مگر حالات مجبور کر رہے ہیں۔ آج سے میں اپنی زندگی کا نیا سفر شروع کر رہی ہوں اور وہ بھی بالکل تنہا۔"

"میری جان! خیال خوانی کرتے وقت بہت محتاط رہنا۔ کسی کو شبہ نہ ہونے دینا کہ وہ ٹیلی پیتھی کا شکار ہو رہا ہے۔ جب وہ حیران و پریشان ہو کر یہ بات دوسروں کو بتائے گا تو بات دور تک پھیلتی جائے گی۔ فرہاد کو اس کی ساتھی عورتیں، شاریر اور دوسرے بے شمار انجانے دشمن ہمارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ ہمیں تلاش کرتے رہیں گے لہٰذا ہمیں ہر حال میں چھپ کر رہنا ہے۔"

"آخر ہم کب تک چھپ کر رہیں گی؟"

"جب تک ہم ہر طرح سے مضبوط نہ ہو جائیں۔ تم نے جمناسٹک کی تربیت مکمل کر لی ہے۔ تم سانسوں پر قابو پانا جانتی ہو۔ بہت جلد یوگا میں مہارت حاصل کر سکتی ہو۔ مجھے اس میں وقت لگے گا۔ پھر بھی کوشش کروں گی یا کسی تنویمی عمل کرنے والے کا سہارا لے کر اپنے دماغ کو لاک کر لوں گی تاکہ پرائی سوچ کی لہریں ٹریپ نہ کر سکیں۔"

وہ تنانہ کا ہاتھ تھام کر صوفے سے اٹھ گئی۔ اسے گلے سے لگا لیا۔ بہنوں کی دھڑکنیں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ پھر اس نے بہن کی پیشانی کو چوم کر کہا۔"میری جان! اب جاؤ۔ ہم بہت جلد اپنی اپنی ذات کو ایک بہت مضبوط قلعہ بنانے کے بعد ملاقات کریں گی، تب تک یہ یاد رکھنا۔ ہر رات تین بجے مارتھا اسمتھ کا دماغ، ٹھیک ہے؟"

تنانہ نے اسے محبت سے دیکھا۔ اس کے گالوں کو چوما۔ اُلٹے پاؤں دروازے کی طرف جاتے ہوئے اسے دیکھتی رہی۔ پھر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ کھلے ہوئے دروازے سے برنارڈ سلیری نے آ کر پوچھا۔"یہ کہاں گئی ہے؟"

"تم دروازہ بند کرو اور میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ۔"

برنارڈ نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر سامنے والے صوفے پر بیٹھ کر کہا۔"میں اب تک تمھیں حسن کی دیوی مس امریکا سمجھتا تھا۔ تم اس سے بھی زیادہ بہت کچھ ہو۔ بہت پُراسرار ہو۔"

"تم ٹیلی پیتھی کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

آج کل اس کا بڑا چرچا ہے۔ فرہاد علی تیمور نے اچھے خاصے سنجیدہ لوگوں کے دماغ خراب کر دیئے ہیں۔ جسے دیکھو ٹیلی پیتھی کے متعلق تجسس میں مبتلا نظر آتا ہے۔"

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔ تم کیا جانتے ہو؟"

"سچ پوچھو تو مجھے بہت دلچسپی ہے۔ میں نے کوشش بھی کی مگر سیکھ نہ سکا۔ ویسے فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کے متعلق پڑھتا رہتا ہوں، سنتا رہتا ہوں اور کسی نہ کسی ذریعے سے معلومات حاصل کرتا ہوں۔ اب تو ٹرانسفارمر مشین ایجاد کرنے والے بہن بھائی پیدا ہو گئے ہیں جو ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور دوسروں کو بھی ٹیلی پیتھی سکھا سکتے ہیں لیکن وہ پُراسرار مشین کہاں ہے، اس کا علم کسی کو نہیں ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دنیا کی خطرناک تنظیمیں اس مشین کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔"

"تم بہت کچھ جانتے ہو۔ اب یہ بتاؤ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تمھارے دماغ میں آئے تو اسے کیسے روک سکو گے؟"

"میں مجبور ہو جاؤں گا۔"

"کیا تمھارا تنویمی عمل کسی کام نہیں آ سکتا؟"

"میں نے اس پہلو پر غور کیا ہے ـــــ اگر کوئی تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ کو حساس بنا دے تو پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لوں گا اور وہ لہریں واپس چلی جائیں گی۔"

"کیا اس عمل کے ذریعے تم میرے دماغ کو لاک کر سکتے ہو؟"

"ضرور کر سکتا ہوں لیکن ایک عمل کر چکا ہوں۔ اب چوبیس گھنٹے بعد مناسب ہو گا۔"

"میں چوبیس گھنٹے بعد ہی تمھارے پاس آؤں گی۔"

"تم اپنے سوالات میں اُلجھا لیتی ہو۔ میرے سوال کا بھی جواب دو۔ تم نے ٹیلی پیتھی کے متعلق کیوں پوچھا؟"

"میں تمھیں اپنا راز دار بنانا چاہتی ہوں۔"

"پھر دیر نہ کرو۔ میں تمھارا سچا راز دار ثابت ہو سکتا ہوں۔"

"میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں اور تمھارے دماغ میں پہنچ سکتی ہوں۔"

وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ شدید حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولا۔"ایک تو یہ خداداد حسن، اس پر ٹیلی پیتھی کا علم، مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے سینٹر ٹیبل پر سے سگریٹ کا پیکٹ اٹھانا چاہا۔ مورینا نے کہا۔"تم سگریٹ پینا چاہتے ہو مگر نہیں پی سکو گے۔

میں خیال خوانی کے ذریعے تمھیں اس عمل سے روکوں گی۔"

"میں ضرور پیوں گا۔ دیکھتا ہوں، تم کیسے روکو گی۔"

اس نے پیکٹ سے ایک سگریٹ نکالا۔ اُسے ہونٹوں کے درمیان رکھنا چاہتا تھا لیکن سگریٹ ناک کے سوراخ میں چلا گیا۔ اس نے جھینپ کر مورینا کو دیکھا۔ پھر مصمم ارادہ کیا، سگریٹ کو ہونٹوں کے درمیان دبانے کے بعد لائٹر سے سلگائے گا۔

لیکن دوسری بار وہ ناک کے دوسرے نتھنے میں چلا گیا۔ اس نے جلدی سے سگریٹ کو ناک سے نکال کر دیکھا۔ وہ گندا ہو چکا تھا۔ اس نے ایش ٹرے میں اسے مسل دیا۔ پھر پیکٹ سے دوسرا سگریٹ نکالا۔ اس کی حیرانی کی انتہا نہیں تھی۔ وہ بار بار اسے ہونٹوں کے درمیان لانا چاہتا تھا لیکن ہاتھ بہک جاتا تھا۔ وہ بڑی بے یقینی سے بولا۔"کیا یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہو رہا ہے؟"

مورینا نے جواب نہیں دیا۔ صرف مسکراتی رہی۔ وہ ایک گہری سانس لے کر اسے حسرت سے دیکھتے ہوئے بولا۔"میں تمھارے حسن کا شیدائی ہوں۔ تمھیں حاصل تو نہیں کر سکتا۔ کم از کم تمھارا ہاتھ تھامنا چاہتا ہوں۔"

اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ وہ خوش ہو کر اپنی جگہ سے اٹھا، سگریٹ کو ایک طرف پھینک دیا۔ پھر آگے بڑھ کر اس کے سامنے فرش پر گھٹنے ٹیک کر ہاتھ کو تھامنا چاہا لیکن جھکتا ہوا قدموں میں پہنچ کر اس کے پاؤں کو چومنے لگا۔

اس نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر اس کے پاؤں کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگا۔"میں یہاں کیسے آ گیا؟"

پھر اس نے سر اُٹھا کر مورینا کو دیکھا۔ وہ ایک شانِ بے نیازی سے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔"میں نے اپنے حسن و شباب کو شیطانوں سے محفوظ رکھنے کا علم سیکھا ہے۔ جو میرا ہاتھ تھامنا چاہے گا، وہ قدموں میں پہنچ کر پیر چاٹنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

اس نے پھر ایک گہری سانس لی۔ اسے حسرت سے دیکھا پھر کہا۔"یہ خوش نصیبی کیا کم ہے کہ پاؤں ہی چھونے کو ملے۔ لوگ تو تمھارے دیدار کو ترستے ہیں۔"

"میں تھوڑی دیر تنہا رہنا چاہتی ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔"میں باہر جا رہا ہوں۔ کیا آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھانا پسند کرو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی۔"تم ڈنر کی بات کر رہے ہو۔ ہو سکتا ہے، مجھے اس اپارٹمنٹ میں رات بھی گزارنا پڑے۔"

وہ خوشی سے ڈگمگا گیا۔ پھر ایک مسرت بھرا نعرہ لگاتے ہوئے بولا۔"ہاہی آ، آ، آ، ہا۔ آج میں دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان ہوں۔"

"اے خوش نصیب انسان! باہر کسی سے جا کر میرا ذکر نہ کرنا۔ اگر تم اپنی پبلسٹی چاہو گے تو میں چلی جاؤں گی۔"

وہ پیچھے ہٹ کر ایک ہاتھ سے کان پکڑ کر بولا۔"میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ کسی سے تمھارا ذکر نہیں کروں گا۔ تم دروازہ بند کر لو۔"

وہ چلا گیا۔ مورینا نے اُٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ واپس صوفے پر آ کر بیٹھ گئی۔ اب وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے شاریر کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ سامنے سینٹر ٹیبل پر سگریٹ کا پیکٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے ایک سگریٹ نکالا پھر لائٹر سے سلگایا۔ اس کے کش لیتے ہوئے ٹرانسفارمر مشین کے متعلق سوچنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی مسکرانے لگی کیونکہ وہ اہم ڈائری اپنے ساتھ لے آئی تھی جس کی رہنمائی میں ٹرانسفارمر مشین کو آپریٹ کیا جا سکتا تھا۔

مورینا زیادہ سے زیادہ سونیا کی طرح چالاک بننے کی مشق کر رہی تھی۔ وہ ہر پہلو پر نظر رکھتی تھی۔ جب اپنی بہن تنانہ کو تہ خانے سے لے کر نکلی تو اس کے آگے آگے شاریر تھا جو تنانہ کو اُٹھا کے چل رہا تھا۔ اس نے چپکے سے وہ ڈائری اٹھا کر رکھ لی تھی۔ یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ کسی نے شاریر کو ٹریپ کیا۔ اُسے مجبور کیا کہ وہ مشین کو آپریٹ کرنا سکھا دے تو یہ خیال خوانی کے ذریعے اسے سکھانے نہیں دے گی پھر وہ غلام تھا، حکم کا بندہ تھا۔ اپنی مالکہ کی اجازت کے بغیر کسی کو ٹرانسفارمر مشین کے متعلق کوئی بات نہیں بتا سکتا تھا۔

اب وہ ڈائری اس کی گاڑی کے ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں رکھی ہوئی تھی۔ غلام باقی تقریباً چھ گھنٹے سے غائب تھا۔ اس کی عدم موجودگی نے خطرے کا احساس پیدا کیا تھا۔ اسی لیے وہ ڈائری چرا کر لے آئی تھی۔ اپنی بہن کی حفاظت کا سامان بھی کر دیا تھا۔ ہر طرف سے مطمئن ہونے کے بعد وہ خیال خوانی کی پرواز کر کے شاریر کے پاس پہنچ گئی۔

اب اُدھر کی سنیے۔ جب مورینا اپنی بہن کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرانے کے بعد اسے کار میں لے گئی تو شاریر کوٹھی کے اندر گیا۔ سب سے پہلے اپنے بیڈ روم میں گیا۔ پھر اسٹور روم میں پہنچ کر دیوار سے لگے ہوئے پنکھے کو سیدھا چلایا۔ اسے اُلٹا چلانے سے تہ خانے کا خفیہ راستہ کھل جاتا تھا۔ سیدھا چلانے پر بند ہو جاتا تھا۔ اس نے سیدھا چلا کر فرش کی طرف دیکھا، راستہ بند ہو چکا تھا۔ اس نے وہاں کے قالین کو برابر کیا پھر بیڈ روم میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ پریشانی سے سوچنے لگا۔"آخر میں ایک حسینہ کا غلام کب تک بنا رہوں گا۔ اس نے کہہ دیا ہے کہ جب تک واپس نہیں آئے گی، میں ٹرانسفارمر مشین کو ہاتھ نہ لگاؤں اور میرا دل نہیں چاہتا کہ اسے ہاتھ لگاؤں۔ میرا دل تو مورینا کو ہاتھ لگانا چاہتا ہے۔"

اس کی دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ وہ مورینا کے متعلق سوچتا تھا تو سوچتا ہی چلا جاتا تھا اور وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ آج

اس کی سوچ میں اور اس کی دیوانگی میں ذرا سی تبدیلی واقع ہوئی تھی اور وہ یہ کہ مورینا کے ساتھ ساتھ تنانہ بھی اس کی سوچ میں داخل ہو گئی تھی۔

اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھایا تھا۔ تہ خانے سے لے کر باہر پورچ تک گیا تھا اور بڑی دور تک خیالوں میں تنانہ کے حسن و شباب تک پہنچتا رہا تھا۔ ان لمحات میں مورینا دور ہو گئی تھی۔ تنانہ دھڑکنوں کے قریب آگئی تھی۔ اب وہ بڑی حسرت سے سوچ رہا تھا: کاش میں ایک گدھا ہوتا اور ساری عمر اسے بیٹھ پر اٹھائے پھرتا۔

وہ سوچنے کے دوران چونک گیا۔ اسے کمرے کے باہر آہٹ سی محسوس ہوئی تھی۔ مورینا نے کہا "میں تمہارے دماغ میں ہوں اور میں بھی یہ آہٹ سن چکی ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک سنائی دی۔ شار پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے؟"

"میں ہوں غلام باقی۔"

مورینا اور شار پر دونوں نے خیال خوانی کی چھلانگ لگائی، ملازم کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر ناکام واپس آگئے۔ مورینا نے کہا۔ "اس کا دماغ ابھی تک مقفل ہے۔"

شار پر نے کہا "تعجب تو یہ ہے کہ میں بھی اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکا۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے قریب آیا۔ پھر بولا "غلام باقی! اپنے دماغ میں آنے کا راستہ دو یا سچ سچ بتاؤ۔ اب تک کہاں تھے اور کس نے تمہارے دماغ کو لاک کیا ہے؟"

غلام باقی کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اچانک ہی ایک دھماکا سا ہوا۔ دروازے میں ایک شگاف سا پڑ گیا۔ اس شگاف سے ایک ہاتھ اندر آگیا تھا۔ وہ اتنا مضبوط اور ایسا بھاری بھرکم ہاتھ تھا، جسے دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ اس ہاتھ نے دروازے میں صرف ایک مکا مار کر شگاف پیدا کیا اور چٹخنی تک پہنچ گیا۔

شار پر پہلے تو حیران رہ گیا۔ پھر اس نے جلدی سے جا کر دونوں ہاتھوں سے اس ایک ہاتھ کو پکڑ لیا تاکہ وہ چٹخنی نہ کھول سکے۔ چٹخنی دروازے کے اوپری حصے میں تھی۔ وہ ہاتھ اوپر اٹھ رہا تھا اور اس کے ساتھ شار پر بھی اوپر اٹھتا جا رہا تھا۔ اس نے فوراً اسے چھوڑ دیا۔ گھبرا کر پیچھے چلا گیا۔ یہ بات سمجھ میں آگئی کہ جب ایک ہاتھ اسے اوپر اٹھا سکتا ہے تو وہ ہاتھ والا کتنا زور آور ہو گا۔

مورینا نے حیرانی سے پوچھا "شار پر! یہ کون سی بلا آگئی ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "معلوم ہوتا ہے میرا وقت پورا ہو چکا ہے شاید فرہاد نے غلام باقی کے ذریعے مجھ تک پہنچنے کا راستہ بنالیا ہے۔"

مورینا پوچھنا چاہتی تھی۔ کیا فرہاد جسمانی طور پر اتنا شہ زور ہے کہ ایک گھونسا مار کر مضبوط دروازے میں شگاف ڈال سکے؟

وہ ایسے سوالات کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "شار پر! میری بات توجہ سے سنو۔ اگر کوئی تم پر زور زبردستی کرے، اس ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرنا چاہے تو وہاں کا راستہ کبھی نہ بتانا اگر وہ وہاں تک پہنچ جائے تو اس مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ کبھی نہ بتانا۔"

"میں کبھی نہیں بتاؤں گا۔ میں کسی کو ٹیلی پیتھی کے میدان میں اپنا مقابل بنانا نہیں چاہتا۔"

"تم چاہو یا نہ چاہو، اسے میری وارننگ سمجھو۔ تم میرے غلام بن چکے ہو۔ میرے دماغ میں اجازت کے بغیر نہیں آسکو گے۔ میں کسی وقت بھی تمہارے دماغ میں پہنچ کر اتنے جھٹکے پہنچاؤں گی کہ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہو گے صرف پاگل کہلاؤ گے۔"

ان کی باتوں کے دوران چٹخنی نیچے آگئی تھی۔ دروازہ کھل گیا تھا۔ کھلے ہوئے دروازے پر ایک لحیم شحیم قد آور شخص نظر آرہا تھا اس کا سر دروازے کی اوپری چوکھٹ سے لگ رہا تھا۔ وہ اور غلام باقی قد میں برابر تھے مگر جسامت میں وہ اجنبی پھیلا ہوا تھا۔ سر کے بال شانوں تک بڑھے ہوئے تھے۔ وہ دھوتی کرتے اور گیروے رنگ کی چادر میں ملبوس تھا۔ اس نے دروازہ کھولتے ہی اپنی بھاری بھرکم گرجدار آواز میں کہا "جے مہا کالی! تو اپنے داس کو اس کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ جو سامنے کھڑا ہے، یہی مجھے ٹرانسفارمر مشین تک پہنچائے گا۔ تو میری سہائتا کر، جے مہا کالی ....!"

اس کے پیچھے غلام باقی ہاتھ میں کدال لیے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ڈان فریزر بھی تھا۔ شار پر آنکھیں پھاڑے بہرام گنگولی کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے آج تک اتنا لحیم شحیم اور ہیبت ناک آدمی نہیں دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں دیکھتے ہی نظریں جھک گئی تھیں۔ وہ خود کو کمتر محسوس کر رہا تھا۔ اس کے باوجود اس نے ذرا حوصلے سے پوچھا "کون ہو تم؟"

آنے والے نے کہا "میرا نام بہرام ہے۔ باقی تعارف تہ خانے میں ہو جائے گا۔"

شار پر نے پیچھے ہٹ کر پوچھا "تہ خانہ؟ کیسا تہ خانہ؟"

"زیادہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ تمہارے اسٹور روم سے ایک چور دروازہ تہ خانے کی طرف جاتا ہے۔ وہاں کئی طرح کی مشینیں رکھی ہوئی ہیں، مجھے صرف ٹرانسفارمر مشین چاہیے۔"

شار پر نے غصے سے غلام باقی کو دیکھتے ہوئے کہا "تو تم انہیں لائے ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا تمہارے جیسا وفادار غلام مجھ سے غداری کرے گا۔"

غلام باقی نے کہا "مسٹر جارج کارنیل! میں جو پہلے سے آپ کا غلام تھا، اب کیوں نہیں ہوں، یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ مجھے افسوس ہے میں وفادار ہونے کے باوجود وفاداری نہیں کر سکتا اور بحیثیت مسلمان قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو تہ خانے کے متعلق کچھ نہیں بتایا ہے۔"

"پھر کدال لیے وہاں کیوں کھڑے ہو؟ میرے پاس آؤ۔ میرے لیے ڈھال بن جاؤ۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے کام نہیں آسکتا۔ میں ان لوگوں کا ساتھ دینے پر مجبور ہوں۔ شاید مجھ پر کچھ عمل کیا گیا ہے۔"

شار پر نے تائید میں سر ہلا کر ڈان فریزر کو دیکھا۔ پھر کہا "جب بھی اپنا آلۂ کار بنا کر بھیجتا تھا، تمہیں اتنی زیادہ رقم دیتا تھا جس کی تم توقع نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی کوئی اتنی بڑی رقم تمہیں ادا کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود تم اس شیطان نما انسان کو میرے مقابل لے آئے ہو۔ کیا سمجھتے ہو وہ ٹرانسفارمر مشین اتنی آسانی سے ہاتھ آجائے گی؟"

بہرام گنگولی نے قہقہہ لگایا۔ اس کا قہقہہ بڑا ہی ہیبت ناک تھا۔ پورے کمرے میں ایسے گونج رہا تھا جیسے موت کا فرشتہ اپنی آمد کی خبر دے رہا ہو۔ پھر اس نے کہا "ابے او شار پر! میں بھی تجھے جارج کارنیل سمجھتا رہا لیکن تیرے غلام پر تنویمی عمل کرنے کے بعد پتا چلا کہ تیرے پاس کوئی ٹرانسفارمر مشین ہے اور تو نے غلام کے ذریعے اسے آپریٹ کرایا تھا۔ تب میں نے سمجھ لیا تو جارج کارنیل نہیں بلکہ شار پر ہے۔"

"بہرام گنگولی! آخر معلوم تو ہو تم کیا چیز ہو؟"

بہرام نے چاروں طرف گھوم کر بڑے سے بیڈ روم کو دیکھا دیوار کے ساتھ لکڑی کی بہت بڑی بڑی الماریاں اور ریکس وغیرہ نظر آرہے تھے۔ یہ تمام بھاری بھرکم اشیا دیواروں سے بریکٹ اور کیلوں کے ذریعے مضبوطی سے جڑی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا "تم دیکھو، میں کیا چیز ہوں۔"

اس نے ایک بڑی سی الماری کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر جھٹکا دیا۔ وہ دیوار سے الگ ہو گئی۔ پھر اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھایا۔ شار پر شدید حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ مورینا اس کے ذریعے معلوم کر رہی تھی کہ وہ کتنا شہ زور ہے اور کہہ رہی تھی "یہ تو کوئی شیطان ہے انسان اتنا طاقتور نہیں ہو سکتا۔"

بہرام اس بھاری بھرکم الماری کو دونوں ہاتھوں میں اٹھائے اپنے سر کے اوپر لے آیا تھا پھر اسے اپنے سر پر مار رہا تھا۔ صرف چند سیکنڈ میں وہ الماری ٹوٹنے لگی۔ اس کا سر الماری کے اندر گھسنے لگا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور اس الماری کو جگہ جگہ سے توڑتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے اسے فرش پر پھینک دیا۔

الماری کا ٹوٹا ہوا حصہ نیچے چلا گیا تھا، سالم حصہ اوپر نظر آرہا تھا۔ بہرام گنگولی نے اس پر زور سے پاؤں مارا۔ اس کا پاؤں اسی سالم حصے کے اندر دھنس گیا۔ اس نے دوسرا پاؤں بڑھا کر دوسری طرف زور سے مارا۔ اس کا دوسرا پاؤں بھی دھنس گیا۔ پھر اس نے پہلا پاؤں نکال کر دوسری طرف مارا۔ اس طرح وہ الماری کے اندر یوں چل رہا تھا جیسے ملائم کیچڑ میں پاؤں دھنس رہے ہوں اور نکل رہے ہوں۔ وہ نکلتا ہوا الماری کے اس پار چلا گیا۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر، سینہ تان کر، گردن کو اکڑاتے ہوئے بولا "سمجھ میں آیا، میں کیا چیز ہوں؟"

شار پر کے ہوش اڑ گئے تھے۔ وہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ مورینا نے کہا "حقیقت میں، میں نے ایسا انسان آج تک دیکھا نہ سنا۔ چونکہ تمہارے ذریعے دیکھ رہی ہوں، اسی لیے یقین کرنا پڑتا ہے۔ اب کیا کرو گے؟"

"میں مر جاؤں گا مگر ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے نہیں دوں گا۔"

"شاباش! یہی حوصلہ رکھو، تم نہیں مرو گے۔ جب تک ٹرانسفارمر مشین حاصل نہیں ہو گی، وہ تمہیں زندہ رکھے گا۔"

بہرام گنگولی نے ہاتھ نچاتے ہوئے پوچھا "ابے دیدے پھاڑ کر دیکھتا کیا ہے۔ بول، تہ خانے کا راستہ دکھاتا ہے یا نہیں؟"

شار پر نے کہا "تیری قوت کا مظاہرہ دیکھ کر میں نے یقین کر لیا کہ اتنی بڑی دنیا میں تو ایک ہی گینڈا ہے جس سے کوئی جسمانی طور پر ٹکرا نہیں سکتا مگر ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے لیے عقل کی ضرورت ہو گی۔"

بہرام نے اپنے چٹان جیسے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "تو کیا سمجھتا ہے کہ میرے پاس عقل نہیں ہے؟"

"اگر ہوتی تو مجھے جان سے مار ڈالنے کی دھمکی نہ دیتا۔ میں تیرے ہاتھوں مر جانا پسند کروں گا لیکن زور زبردستی سے وہ ٹرانسفارمر مشین تیرے حوالے نہیں کروں گا۔"

"ارے جا رے جا۔ میں سوچ سمجھ کر آیا ہوں۔ اسی لیے کدال ساتھ لایا ہوں۔ تیرا ہی غلام اس اسٹور روم کے فرش کو توڑے گا اور ہمیں تہ خانے تک لے جائے گا۔"

شار پر نے کہا "خفیہ تہ خانے کا جو میکنزم ہے، وہ صرف ایک ہی طرح دروازہ کھولے گا۔ کسی اور طرح سے اس میکنزم کو استعمال کیا جائے یا فرش کو توڑا جائے تو اچانک تہ خانے میں دھماکا ہو گا اور ٹرانسفارمر مشین [illegible] ہی مشینوں کے ساتھ تباہ ہو جائے گی، فرش توڑنے یا میکنزم کو غلط طور پر است[illegible]ال کرنے والا بھی زندہ نہیں بچے گا۔ اس دھماکے میں ختم ہو جائے گا۔"

بہرام گنگولی نے کہا "میرے پاس عقل ہے اور میں سمجھ سکتا ہوں، تم یہ جھوٹی [illegible] سنا رہے ہو۔ میکنزم کے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔"

"تم بہت زیادہ عقلمند ہو تو ایک مشورہ دوں گا۔ اس پہاڑ

جیسے جسم کے پرخچے اُڑانے کے لیے خود اسٹور روم میں نہ جانا۔ اپنے ان دو گدھوں میں سے کسی ایک کو بھیج دینا۔ وہ فرش توڑیں یا کسی میکنزم کو غلط طور سے استعمال کریں نتیجہ تمہارے سامنے آجائے گا۔"

بہرام گنگولی جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا' شارپر نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔"ہاں' ایک بات اور' جب دھماکا ہوگا تو وہ صرف اس کمرے تک محدود نہیں ہوگا۔ اس کی آواز دور دور تک پہنچے گی۔ پھر سرکاری آدمی یہاں پہنچ جائیں گے' اس کے بعد تم سمجھ سکتے ہو' ہمارے ساتھ کیا ہوگا۔"

بہرام گنگولی بڑی توجہ سے سُن رہا تھا۔ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔"میں جس سے آنکھیں ملاتا ہوں' وہ میرے آگے جھوٹ نہیں بولتا۔ تیری بات سچ ہو سکتی ہے۔"

"اتنی سی عقل تو ضرور ہوگی کہ جس ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرنے کے لیے تمام سپر طاقتیں اپنا زور صرف کر رہی ہیں' اس کی حفاظت کے لیے میں نے کیسے پیچیدہ انتظامات کیے ہوں گے۔"

بہرام گنگولی نے اپنے شاگرد ڈان فریزر کی طرف دیکھا۔ ڈان فریزر نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر بہرام نے کہا۔"شارپر! تیری بات سمجھ میں آتی ہے' تو نے ضرور کچھ گھپلا کیا ہے۔ اس ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا میں سمجھ کر آیا ہوں۔"

اس نے الماری کو ایک ہاتھ سے اُٹھا کر کھڑا کیا۔ پھر شارپر کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔"مگر میں کالی ماتا کا داس ہوں۔ خالی ہاتھ واپس نہیں جاؤں گا۔ وہ مشین نہ ملی تو تجھے لے جاؤں گا۔"

شارپر نے گھبرا کر پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔"کیا کہہ رہے ہو' تم' تم مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔"

"ابے جا' ایک ہاتھ سر پر رکھوں گا تو تُو زمین میں دھنس جائے گا۔ سُنا ہے' تُو نے مس امریکا کو اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی سکھائی ہے۔ اگر وہ مشین تیرے پاس رہی تو تُو دنیا کی تمام حسیناؤں کو یہ علم سکھائے گا اور مردوں کو ان کا غلام بنا کر رکھ دے گا۔"

مورینا نے کہا۔"شارپر! یہ شخص بہت ہی خطرناک ہے۔ ہم پہلی بار اس کے سامنے آئے اور اس قدر متاثر ہوگئے' خیال خوانی بھول گئے۔ تم اس کے دماغ میں پہنچو۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی' اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو وہ قہقہے لگانے لگا۔ مورینا نے کہا۔"یہ سانس روکنا جانتا ہے۔ اس کا دماغ بہت حساس ہے۔"

بہرام نے قہقہہ لگانے کے دوران کہا۔"یہ اُلو کا پٹھا میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔"

شارپر نے سہمے ہوئے انداز میں غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔"بینگو بیچ بلیز' خبردار' مجھے اُلو کا پٹھا نہ کہنا۔ میں نازیبا کلمات برداشت نہیں کروں گا۔"

"جب ایک ہاتھ پڑے گا تو تیرا باپ بھی برداشت کرے گا۔"

"تم کہتے ہو' تمہاری آنکھوں کے سامنے کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ سچ مچ تمہاری آنکھیں غضب ناک ہیں۔ اگر سمجھ سکتے ہو تو میرے حوصلے کو سمجھ لو۔ مر جاؤں گا مگر ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے نہیں دوں گا لہٰذا دوست بن کر ہی کوئی فائدہ اُٹھا سکتے ہو۔ دشمن بنو گے تو صرف میری جان لے سکو گے۔"

بہرام گنگولی نے اسے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا' پھر کہا۔ "میرا کالا علم جھوٹ نہیں کہتا۔ مجھے کالی ماتا کی طرف سے یہ گیان حاصل ہوا تھا کہ میں وہ مشین آسانی سے حاصل نہیں کر سکوں گا اور تجھ سے دشمنی نہیں کر سکوں گا۔ یہ بات سچ ہو رہی ہے' بہرحال جلدی سے بتا' ہم دوست کس طرح بن سکتے ہیں؟"

شارپر نے کہا۔"تم کسی کالی مائی کے پجاری ہو' یہ سمجھ چکے تھے کہ مشین تک نہیں پہنچ سکو گے پھر میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"کالی ماتا کی طرف سے گیان حاصل ہوا تھا کہ میں آسانی سے مشین تک نہیں پہنچ سکوں گا مگر دوستی اور صلح صفائی سے حاصل کر سکوں گا لہٰذا دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ میرے جیسا شہ زور تجھے ساری دنیا میں نہیں ملے گا۔ تو مجھے دوست سمجھ لے یا باڈی گارڈ مگر میرا بن جا۔"

شارپر ذرا شیر اور دلیر ہوگیا لیکن مغرور نہیں ہوا' وہ سمجھ رہا تھا کہ سامنے جو شخص کھڑا ہے' وہ نہایت ہی غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے۔ اسے دوست بنا کر رکھنا چاہیے۔ ایک دن وہ صرف باڈی گارڈ بن کر رہ جائے گا اور اسے فرہاد اور اس کی ٹیم سے محفوظ رکھے گا۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر اس نے کہا۔"بہرام! انسان چاہے دوستی کرے یا رشتے داری' ہر معاملے میں برتری ہوتی ہے۔ تم جواب دو' ہم میں سے کون برتر ہے؟"

"میں جسمانی اعتبار سے برتر ہوں اور تم خیال خوانی کے اعتبار سے۔"

"تم مجھے تسخیر کرنے اور مشین حاصل کرنے آئے تھے مگر ناکام ہو رہے ہو۔ میں اپنی ذہانت سے تمہیں دوست بننے پر مجبور کر رہا ہوں۔ بتاؤ کون برتر ہے؟"

"فی الحال تم برتر ہو۔"

"اور جب تک رہوں گا' تم میرے لیے کبھی نازیبا الفاظ استعمال نہیں کرو گے۔ میرے حکم کی تعمیل بھی کرو گے۔"

"تم بہت آسان شرائط منوا رہے ہو۔ میں ایسی شرائط بھی تسلیم کرنے کو تیار رہوں جس سے مجھے گالی پڑتی ہو لیکن میں وہ مشین حاصل کرنا چاہتا ہوں' کم از کم اپنی حد تک ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے۔"

مورینا اس کے دماغ میں موجود تھی۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق

بولنے لگا۔"میں نے ایک حسینہ کو ٹیلی پیتھی سکھا کر مصیبت مول لی ہے۔ اس کا غلام بن گیا ہوں لہٰذا آئندہ کسی کو یہ علم اس وقت تک نہیں سکھاؤں گا جب تک اپنے تحفظ کا یقین نہ ہو جائے۔"

"تمہیں کیسے یقین ہوگا؟"

"میں نے یوگا کی مشقیں کیں۔ ہمیشہ سانس روکنے کی کوشش کرتا تھا لیکن میں ان مشقوں میں ناکام رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں سانس کیوں نہیں روک سکتا۔ کیوں پرائی سوچ کی لہروں کو روک نہیں سکتا۔ تم کسی کالی ماتا کے پجاری ہو۔ سیاہ علم جانتے ہو۔ مجھے اس قابل بنا سکتے ہو کہ میں فرہاد علی تیمور کا راستہ روک سکوں۔"

"اگر میں تمہیں ایسا بنا دوں تو؟"

"میں تمہارے دماغ میں مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم بھر دوں گا۔"

بہرام گنگولی نے خوشی کا ایک نعرہ لگایا' مستی میں جھوم کر شارپر کو اُٹھا لیا۔ اسے چھت کی طرف اچھال کر پھر کیچ کر لیا۔ وہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا اور شارپر دہشت زدہ ہو کر چیخ رہا تھا۔"کیا مجھے مار ڈالو گے! چھوڑو' مجھے چھوڑ دو۔"

اس نے چھوڑ دیا۔ وہ دھپ سے قالین پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اپنی کمر کو سہلاتے ہوئے بولا۔"تمہاری خوشی کی ایسی کی تیسی' تم تو دوست بن کر بھی مار ڈالو گے۔"

بہرام نے کہا۔"میں شرمندہ ہوں۔ آئندہ اتنی خوشی کا اظہار نہیں کروں گا۔ اب ہم دوست بن گئے ہیں۔ تہ خانے میں چلو۔"

"کیا مجھے اتنا احمق سمجھتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"پہلے تم مجھے اس قابل بناؤ گے کہ میں فرہاد علی تیمور کا راستہ روک سکوں۔ اس کے بعد تمہیں ٹیلی پیتھی سکھاؤں گا۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس نے سوچنے کے لیے ایک صوفے پر بیٹھنا چاہا لیکن سنگل صوفے میں اس کی جسامت سما نہ سکی۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر بستر پر بیٹھ گیا۔ ڈان فریزر کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "ابے او شاگرد کے بچے۔ کچھ تو ہی عقل سے مشورہ دے۔ میں یہ مان گیا ہوں صرف طاقت سے کام نہیں چلتا' عقل کی ضرورت ہوتی ہے' اسی لیے عقل والے طاقت والوں کو غلام بنا کر رکھتے ہیں۔"

فریزر نے کہا۔"میری عقل کہتی ہے' جب تک شارپر کو وہ دماغی توانائی حاصل نہ ہو کہ وہ فرہاد وغیرہ کا راستہ روک سکے اور جب تک تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہ ہو' اس وقت تک دونوں کو ایک دوسرے پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔"

"واہ میرے شاگرد' تُو نے کمال کی بات کہہ دی۔ میرے حق میں کوئی اچھا مشورہ دینے میں تجھے ایک کالا علم سکھا دوں گا۔"

"اچھا مشورہ یہ ہے کہ شارپر پر اعتماد نہ کیا جائے۔ جب تک دونوں کو اپنے اپنے مطلب کا علم حاصل نہ ہو' اس وقت تک دونوں کو ساتھ رہنا ہوگا۔ تم شارپر کے ساتھ رہو یا یہ ہمارے ساتھ چل کر رہے۔"

"مجھے دونوں ہی شرائط نامنظور ہیں۔ میں تنہا رہنے کا عادی ہوں۔ یہ میری بہت ہی خفیہ رہائش گاہ ہے۔ میں تم لوگوں کی حکمت عملی کو مانتا ہوں کہ یہاں تک پہنچ گئے لیکن میں یہاں رہنے کی اجازت نہیں دوں گا اور نہ ہی تم لوگوں کے ساتھ کہیں جا کر رہنا پسند کروں گا۔" شارپر نے کہا۔

فریزر نے کہا۔"میرے گرو گھنشال' دیکھ لیا' میں نے کتنا مفید مشورہ دیا تھا' ہمیں اس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ابھی سے اپنی حکمرانی جتا رہا ہے' ہمارا کوئی ایسا مشورہ ماننا نہیں چاہتا جس سے دونوں کا بھلا ہو۔"

بہرام نے کہا۔"مسٹر شارپر! ہمارے ساتھ چلو۔ تم نہیں جانتے میں کس غضب کا تنویمی عامل ہوں۔ اگر میں ایک بار تم پر عمل کروں گا تو تم چھ ماہ تک دماغی طور پر توانا اور حساس رہو گے۔ فرہاد جیسے لوگ تمہارے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

وہ آنکھیں بند کر کے مورینا سے بولا۔"میری جان' میری مالکہ' تم کیا کہتی ہو؟"

"یہ جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ جسمانی طور پر ناقابلِ شکست ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے' یہ کالے علم میں کہاں تک پہنچ رکھتا ہے۔ اگر اس نے تمہیں دماغی طور پر توانا اور حساس بنا دیا تو ہمارا کام بن جائے گا۔ میں بھی اسی طرح بننا چاہوں گی لیکن یہ کیسے ہوگا' بعد میں بتاؤں گی۔ ابھی اس کی بات مان لو۔"

"یعنی میں اس کے ساتھ کہیں چلا جاؤں!"

"کیا ہرج ہے۔ تمہاری ٹرانسفارمر مشین یہاں محفوظ ہے۔ میں بھی اس کی نگرانی کرتی رہوں گی۔ کوئی تمہاری خفیہ رہائش گاہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ تین شخص جو تمہارے سامنے موجود ہیں' یہ بھی کسی کو یہاں تک پہنچنے نہیں دیں گے یعنی تمہیں یہ تین پہرے دار مل گئے ہیں۔ تم ہر طرح سے محفوظ ہو۔ ان کے ساتھ چلے جاؤ' یہ میرا حکم ہے۔"

جب حکم تھا تو پھر حکم کا بندہ اس پر عمل کیسے نہ کرتا۔ اس نے کہا۔"بہرام! مجھے منظور ہے۔ میں تمہارے ساتھ چل کے رہ سکتا ہوں۔ یا تم میرے ساتھ یہاں رہ سکتے ہو۔ اگر میرے ساتھ رہنا چاہو گے تو تنہا رہو گے۔ میں کسی تیسرے کو برداشت نہیں کروں گا۔"

بہرام گنگولی نے غلام باقی اور ڈان فریزر کو دیکھا۔ پھر ہنستے ہوئے کہا۔"مجھے یہاں رہنا منظور ہے' اس طرح میں ٹرانسفارمر مشین کے قریب رہوں گا۔ یہ دونوں ابھی جائیں گے۔ فریزر...!"

فریزر نے الرٹ ہو کر کہا۔"گرو گھنشال' کیا حکم ہے؟"

"تم غلام باقی کے ساتھ جاؤ۔"

موریِنا نے کہا۔" شارپر! میرا حکم ہے' غلام باقی تمھارے پاس رہے گا۔ تمھارے پاس رہے گا تو میں اسے اپنے پاس محسوس کروں گی لہٰذا وہ نہیں جائے گا۔"

اس نے بہرام گنگولی سے کہا۔" تمھارا شاگرد فریزر جا سکتا ہے لیکن غلام باقی یہاں رہے گا۔"

بہرام گنگولی اپنی طاقت کے ذریعے ہر بات منوا سکتا تھا لیکن کوئی مستقل مزاج ہو اور مرنے کے لیے تیار ہو تو اس پر طاقت اثر انداز نہیں ہوتی۔ اسے ذہانت سے مارنا پڑتا ہے۔ وہ بہت زیادہ سمجھ دار نہیں تھا لیکن اتنا ضرور سمجھتا تھا کہ اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم بھرنے کے لیے شارپر کو دوست بنا کر رکھنا ہے اور دوست بنا کر رکھنے کے لیے اس کی ہر جائز اور ناجائز بات کو تسلیم کرنا ہے۔

اس نے اپنے شاگرد ڈان فریزر کو حکم دیا' وہاں سے چلا جائے اور غلام باقی سے کدال بھی لے جائے۔ اب اسٹور روم کے فرش کو کھودنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ میکنیزم کا بہت ہی پیچیدہ نظام تھا جو شہ زور بہرام گنگولی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا۔ اسے عقل یا سمجھ بوجھ کی کدال سے ہی کھود کر وہاں تک پہنچا جا سکتا تھا۔

☆

موریِنا شارپر کے دماغ میں پہنچی ہوئی تھی۔ وہاں پیش آنے والے واقعات کو پوری طرح سمجھ رہی تھی۔ بہرام گنگولی کے ساتھ طے ہو چکا تھا کہ غلام باقی بھی شارپر کے ساتھ رہے گا یعنی اب اس خفیہ رہائش گاہ میں تین آدمی رہنے والے تھے۔ ایک شارپر تھا جو ہر حال میں ٹرانسفارمر مشین کو دوسروں کی دسترس سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ دوسرا بہرام گنگولی تھا جو اس مشین سے استفادہ کر کے اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم بھرنا چاہتا تھا۔ تیسرا غلام باقی تھا جو حکم کا بندہ تھا۔ ابھی اس کی پوزیشن واضح نہیں تھی کہ وہ کیا سے کیا ہونے والا ہے۔

ابھی موریِنا کی دیوانگی کو کوئی سمجھ نہیں پا رہا تھا اور وہ چاہتی تھی' جب تک کوئی سمجھ نہ پائے' وہ غلام باقی کو اپنے لیے کچھ سے کچھ بنا ڈالے۔

شارپر بہت پریشان تھا' کہنے لگا۔" میں بہت اُلجھن میں ہوں۔ صحیح طور سے خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ کروں گا تو اپنے مسائل سے نمٹ نہیں پاؤں گا۔ میں جانتا ہوں' تم نے چپ چاپ میرے دماغ میں رہ کر میرے بہت سے مسائل کو سمجھا ہے۔"

" تم درست سمجھتے ہو۔ یہ بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

" ترکی کے جنوب مشرق میں اسرائیل کی خفیہ تنظیم کا ایک بہت ہی اہم اڈا ہے جہاں سونیا پہنچ گئی تھی۔ اس اڈے کا انچارج میک گونل موس ہے۔ تم موس کے دماغ میں جاؤ' کسی طرح اُسے بچاؤ' ہم اس خفیہ اڈے کو نہیں بچا سکے لیکن اسرائیلی حکمرانوں کا کہنا ہے' موس ان کے لیے بہت اہم ہے' اسے بچا لو۔"

شارپر کی فرمائش پر موریِنا نے خیال خوانی کی پرواز کی اور موس کے دماغ میں اس وقت پہنچی جب سونیا اس کے ساتھ غار کے دہانے سے نکل آئی تھی اور اس پہاڑی سے اتر کر وہاں سے خاصی دور پہنچ گئی تھی تاکہ دھماکوں کا اثر نہ ہو سکے۔

ایسا ہی ہوا۔ موریِنا نے شارپر کا لہجہ اختیار کیا تھا اور موس کے دماغ میں پہنچ گئی تھی۔ قارئین کو یاد ہو گا' ایسے ہی وقت میں دوبارہ موس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی خیال خوانی کو سمجھ رہا تھا جب اسے کھانسی کا جھٹکا پہنچا اور مجھے معلوم ہوا کہ خیال خوانی کرنے والا شارپر نہیں' کوئی عورت ہے تو میں اس کے لب و لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔

موریِنا سگریٹ کی عادی نہیں تھی جب کبھی مسائل میں اُلجھنے لگتی تو ایک آدھ کش لگا لیا کرتی تھی۔ اس نے موس کے دماغ میں جانے سے پہلے سگریٹ کو ہونٹوں کے درمیان دبایا' لائٹر کے ذریعے سلگایا' ایک گہرا کش لیا۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ ایک آدھ بات اس کے دماغ میں کہنے کے بعد اسے کھانسی آنے لگی۔

سگریٹ کا کش لگانے کے باعث ایسا ہوا تھا اور یہ میرے لیے فائدہ مند ثابت ہوا۔ میں نسوانی کھانسی سن کر چونک گیا تھا پھر اس کی باتیں سن کر محتاط ہو گیا۔ سوچنے لگا۔ کیا ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والی پیدا ہو گئی ہے؟

مگر کیسے؟ کیا یہ علم ایک مذاق بن گیا ہے۔ کیا جو چاہے' وہ خیال خوانی کر سکتا ہے؟

پھر بات سمجھ میں آنے لگی تھی۔ اسے پوری تفصیل کے ساتھ سمجھنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی اور بولنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ وہ کھانسی پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک رومال سے آنکھیں پونچھ رہی تھی۔ ناک صاف کر رہی تھی۔ میں بڑے اطمینان سے اس کے دماغ میں ذکر وہ تمام باتیں معلوم کرتا رہا جو ابھی بیان کر چکا ہوں۔ یہ تمام معلومات حاصل کرنے میں تقریباً دو گھنٹے لگ گئے۔ اب تک شارپر ہمارے لیے ایک فولادی قلعہ بنا ہوا تھا جس کی دیواریں توڑ کر ہم اس کی آواز تک نہیں سن سکتے تھے' اب اس فولادی قلعے کا دروازہ موریِنا کھولنے والی تھی۔

میں نے اسے خیال خوانی کی طرف مائل کیا۔ وہ پرواز کرتی ہوئی شارپر کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تھی۔ پھر ناکام ہو کر واپس آ گئی۔ وہ حیران ہوئی' حیران تو میں بھی ہوا مگر بات سمجھ میں آنے لگی۔

شارپر نے بہرام گنگولی کو پہلی شرط یہی پیش کی تھی کہ اسے فرہاد اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ساتھیوں سے محفوظ رکھا جائے' یقیناً ہم سے بچائے رکھنے کے لیے اس کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے

لاک کر دیا' یا ہو گا۔ میں نے موریِنا کی سوچ میں پوچھا۔" کیا شارپر کوئی چالاکی دکھا رہا ہے؟"

اس کی سوچ نے جواب دیا۔" نہیں' میں نے اس کے دماغ میں غلامی کے جذبات بھر دیے ہیں۔ وہ مجھ سے دغا نہیں کرے گا۔ یقیناً بہرام نے اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے قابو میں رکھا ہے اور میرے پہنچنے کا راستہ بند کر چکا ہے۔"

" کیا میں بہرام گنگولی کی آواز اور اس کا لب و لہجہ یاد کر سکتی ہوں؟"

وہ آنکھیں بند کر کے سوچنے لگی۔ دماغ پر زور دے کر بہرام کی آواز اور لہجہ یاد کرنے لگی۔ پھر اس نے یاد کرتے کرتے پرواز کی۔ بہرام گنگولی کے دماغ تک پہنچی مگر وہ قہقہہ لگانے لگا۔ میں بھی اس کے ذریعے سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔" شارپر! کوئی میرے دماغ تک آنا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے' تمھاری محبوبہ ہو' ہو سکتا ہے' فرہاد کو ہماری سُن گُن مل گئی ہو مگر جو بھی ہے' وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جائے گا۔ میرا دماغ فولاد کا ہے۔"

اس کے بولنے کے دوران ہمیں دماغ میں رہنے کی جگہ مل گئی تھی۔ اس کے ذریعے معلوم کرنا چاہتا تھا' وہ کہاں ہے' اس کے آس پاس جو لوگ ہیں اور جو چیزیں ہیں' کیا ان کے ذریعے میں ان لوگوں تک پہنچ سکتا ہوں؟

اس نے قہقہہ لگانے کے دوران چند فقرے کہے تھے' ذرا ڈینگیں ماری تھیں کہ اس کے فولادی دماغ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا پھر شاید اسے اپنی حماقت کا احساس ہو گیا۔ اس نے سانس روک لی اور ہمیں باہر نکال دیا۔ اتنی سی دیر میں پتا چلا' وہ ایک ایسی گاڑی میں سفر کر رہے ہیں جس کے پیچھے ٹرائلر بندھا ہوا ہے۔ وہ ٹرائلر کمرہ نما تھا۔ وہاں بہرام گنگولی' شارپر' ڈان فریزر اور غلام باقی موجود تھے۔ وہ کہاں جا رہے تھے' یہ معلوم نہ ہو سکا۔ موریِنا نے بھی انھیں کسی ٹرائلر میں محسوس کیا تھا۔ وہ بھی سوچ رہی تھی۔ یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔" کیا یہ لوگ ٹرانسفارمر مشین اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں؟"

وہ ایک دم سے چونک کر کھڑی ہو گئی۔ وہ ڈائری اپنے ساتھ لے آئی تھی' جس کے بغیر کوئی اس مشین کو آپریٹ نہیں کر سکتا تھا اور شارپر اتنی آسانی سے انھیں اس کے متعلق تفصیلات بتانے والا نہیں تھا۔

میں نے موریِنا کی سوچ میں کہا۔" بہرام گنگولی اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ شارپر کی شرائط کے مطابق اس نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہے' یقیناً اب شارپر بھی اپنا وعدہ پورا کرے گا اور مشین کو آپریٹ کرنا سکھائے گا۔ اس سے پہلے مجھے اس مشین تک پہنچنا چاہیے۔"

سوال یہ پیدا ہوتا تھا' وہ کس طرح پہنچے گی کیونکہ اس نے ایسی جہاتی زندگی نہیں گزاری۔ کسی دشمن کے ساتھ نفرت سے تو کیا' کسی دوست کے ساتھ محبت سے بھی نہیں ٹکرائی تھی اور ہم جس انداز میں ٹکراتے ہیں' وہ دیکھ لیتی تو چکرا کر رہ جاتی۔ ابھی تو اس نے صرف ہماری ہسٹری شیٹ پڑھی تھی۔ عملی میدان میں قدم رکھ کر نہ ہمیں دیکھا تھا اور نہ ہی کسی معاملے میں خود کسی سے نمٹنے کی نوبت آئی تھی۔

اُدھر وہ بھی مشین کو کسی طرح روکنے کے متعلق سوچ رہی تھی لیکن کوئی معقول تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔" مجھے فوراً برنارڈ سلیری کو ساتھ لے کر نکلنا چاہیے' دو ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرانا چاہیے۔ ایک میں برنارڈ جائے گا' دوسرے میں میں سفر کروں گی۔ شکاگو سے جتنی شاہراہیں مختلف سمتوں میں جاتی ہیں' ہم ان شاہراہوں پر پرواز کریں گے اور دیکھیں گے' ایسی کتنی گاڑیاں ہیں جو اپنے پیچھے ٹرائلر کو کھینچتی لے جا رہی ہیں۔"

اس نے اپنی سوچ میں کہا۔" لیکن اس سے فائدہ کیا ہو گا؟"

میں نے اس کی سوچ میں پھر اسے قائل کیا۔" جب یہ پتا چلے گا کہ ٹرائلر والی گاڑی کہاں جا رہی ہے تو یہ معلوم ہو گا کہ اس مشین کو کس مقام تک لے جایا جا رہا ہے۔"

" لیکن میں ان کا مقابلہ کیسے کروں گی۔ وہ مشین کیسے واپس لاؤں گی؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔" میں تو خواہ مخواہ سوچنے میں وقت ضائع کر رہی ہوں۔ کیا میں ہیلی کاپٹر میں پرواز کرنے کے دوران

مزید تدابیر نہیں سوچ سکتی ؟"

وہ قائل ہو گئی۔ فوراً ہی اُٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے برنارڈ ڈیلیر کو مخاطب کیا۔ "میری گاڑی میں آ ڈیئر تم سے ایک ضروری کام لینا چاہتی ہوں۔"

وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلی، وہ بھی باہر آ رہا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "میرے لائق کوئی خدمت ہے ؟"

"زبان سے نہ بولو سوچ کے ذریعے باتیں کرو۔ میں تمھارے دماغ میں ہوں۔"

وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ برنارڈ نے اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔ "کہاں چلنا ہے ؟"

"تم پھر زبان سے بول رہے ہو۔"

"سوری۔"

"ہم ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرائیں گے۔ میری بات توجہ سے سنو۔ وہ ٹرانسفارمر مشین جس کے ذریعے میں نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے، اسے کچھ لوگ چرا کر لے جا رہے ہیں۔"

برنارڈ نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا ہم ان کا مقابلہ کریں گے ؟"

"احمقانہ باتیں نہ کرو، وہ بہت ہی خطرناک ہیں۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ مشین کہاں لے جا کر رکھی جائے گی۔"

"ہم ہیلی کاپٹر میں کیا کریں گے ؟"

"پرواز کرنے کے دوران تمھیں یہ دیکھتے رہنا ہے کہ ایسی کتنی گاڑیاں ہیں جن کے پیچھے ٹرائلر بندھے ہوئے ہیں اور وہ کہاں جا رہی ہیں۔"

"ایسی کئی گاڑیاں ہو سکتی ہیں۔ میں کس گاڑی کا پیچھا کر دں گا ؟"

"تم شکاگو سے جانے والی ہائی وے پر نظر رکھو گے۔ جتنی گاڑیاں نظر آئیں، اُن کی طرف باری باری جاتے رہو گے۔ ہر گاڑی پر نظر رکھو گے خواہ وہ مختلف سمت کیوں نہ جا رہی ہوں۔ ہیلی کاپٹر کے ذریعے تم منٹوں میں ایک گاڑی سے دوسری گاڑی تک پہنچ سکو گے۔"

اس نے کار کے ڈیش بورڈ کو کھول کر نوٹوں کی گڈیاں نکالیں۔ دو گڈیاں اسے دیتے ہوئے کہا۔ "اسے رکھو۔ اتنی رقم میں تم ہیلی کاپٹر میں بارہ گھنٹے تک پرواز کر سکتے ہو۔ میں تم سے دماغی رابطہ قائم کرتی رہوں گی۔"

"مس مورینا! ہیلی کاپٹر کا پائلٹ شک کرے گا ... [illegible] ... بار بار پوچھے گا میں ٹرائلر والی گاڑیوں کا تعاقب کیوں کر رہا ہوں ؟"

"اول تو وہ تمھارے ذاتی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔ دوم یہ کہ اس کی جیب گرم کر دینا۔"

وہ میٹرو فلائنگ کلب پہنچ گئے۔ وہاں انھوں نے اپنے لیے ایک ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرایا۔ پندرہ منٹ کے اندر ہی وہ وہاں سے پرواز کر رہے تھے۔ مختلف شاہراہوں پر نظر دوڑ رہے تھے۔ مورینا سوچ رہی تھی، خاصی دیر ہو چکی ہے۔

میں اس کی سوچ میں کہہ رہا تھا۔ "کوئی بات نہیں، اگر وہ ٹرائلر والی گاڑی شکاگو سے باہر جا رہی ہے تو ان کا سفر طویل ہو گا۔ ہو سکتا ہے، وہ گاڑی صبح تک چلتی رہے۔ کہیں نہ کہیں ضرور نظر آئے گی۔"

آدھے گھنٹے کے اندر مورینا نے تین ٹرائلر والی گاڑیاں دیکھیں۔ برنارڈ نے دو گاڑیوں کو ڈھونڈ نکالا۔ اس کا پائلٹ پوچھ رہا تھا۔ "جناب کوئی پیچیدہ معاملہ ہے ؟ آپ کیوں ہیلی کاپٹر کے ذریعے ان گاڑیوں کو فالو کر رہے ہیں ؟"

"ہاں، معاملہ پیچیدہ ہے۔ مجھے اپنی بیوی پر شبہ ہے۔ وہ کسی ٹرائلر میں اپنے عاشق کے ساتھ جا رہی ہے۔ میں اسے رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتا ہوں۔"

پائلٹ نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "شبہ تو مجھے بھی اپنی بیوی پر ہے مگر میں جاسوسی نہیں کر سکتا۔ یہ کتنے افسوس کا مقام ہے، ہم دن رات اپنی عورت کو خوش رکھنے کے لیے محنت کریں اور اس سے ہمیں وفا نہ ملے۔"

دوسری طرف پائلٹ بار بار کن انکھیوں سے مورینا کو دیکھتا تھا اور خوش ہو کر کہتا تھا۔ "میں خوش نصیب ہوں، آج مس امریکا میرے ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں۔"

مورینا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے پوچھا۔ "بائی دی وے آپ کسی ٹرائلر کا تعاقب کیوں کر رہی ہیں ؟"

"میرے ہزاروں، لاکھوں عاشق ہیں۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنی تمام دولت میرے نام کرنا چاہتے ہیں لیکن ایک شخص میرا دل چرا کر لے گیا ہے۔"

اس نے ایک سرد آہ بھر کر پوچھا۔ "وہ خوش نصیب کون ہے ؟"

"وہ بہت ہرجائی ہے، کسی دولت مند لڑکی کے ساتھ ایک ٹرائلر میں جا رہا ہے۔ میں اسے رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتی ہوں۔"

وہ پھر سرد آہ بھر کر بولا۔ "قدرت عجیب تماشے کرتی ہے۔ ہم جیسے وفا کرنے والے تمھاری جیسی حسیناؤں کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں اور ہیں نفرت نہیں ملتی اور تم ذرا ذرا سی بات کے پیچھے بھاگتے ہیں، تم اُن کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔"

وہ ایک کان سے اس کی باتیں سن رہی تھی، دوسرے کان سے نکال رہی تھی۔ دوربینی میں نظر آنے والی گاڑیوں کو دیکھتی جا رہی تھی۔ پھر پائلٹ سے کہتی تھی۔ "ذرا ٹرائلر پر سرچ لائٹ کی روشنی ڈالو۔"

وہ اس کی ہدایت پر عمل کرتا تھا۔ سرچ لائٹ کے ذریعے گاڑی کو صاف طور پر دکھاتا تھا۔ پھر پرواز ذرا اونچی کر لیتا تھا۔ مورینا نے پوچھا۔ "کیا ٹرائلر والی گاڑیوں کو شبہ ہو سکتا ہے کہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے تعاقب کیا جا رہا ہے ؟"

پائلٹ نے کہا۔ "ہاں، شبہ ہو سکتا ہے مگر جس پر تم جان دیتی ہو، وہ تم پر شبہ نہیں کرے گا۔ اکثر پولیس والے مجرموں کو تلاش کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر استعمال کرتے ہیں۔ کیا تمھارا محبوب مجرم بھی ہے ؟"

وہ گھور کر بولی۔ "کیا تم سمجھتے ہو، میں ایک مجرم سے عشق کروں گی ؟"

"مس مورینا! دل کسی پر بھی آ سکتا ہے۔ وہ دولت مند، غریب یا مجرم میں تمیز نہیں کرتا۔"

وہ اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔ "اب دوسری شاہراہ پر چلو جہاں ہم نے دو ٹرائلر دیکھے تھے۔"

وہ حکم کی تعمیل کرتا ہوا دوسری شاہراہ پر جانے لگا۔ میں نے جناب شیخ صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے پوچھا۔ "خیریت تو ہے ؟"

میں نے انھیں مختصر طور پر ٹرانسفارمر مشین کی موجودہ پوزیشن بتائی پھر کہا۔ "پومی کو امریکا روانہ کریں۔ میں بعد میں آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر انکل دلپت رائے کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کیا اور کہا۔ "میں پہلی فلائٹ سے امریکا جانا چاہتا ہوں۔"

انھوں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا اتنی جلدی اجازت مل جائے گی ؟"

"میں مانتا ہوں، شام ہو رہی ہے، تمام دفاتر بند ہو چکے ہیں لیکن دفتر میں ضروری کام کرنے والے بیٹھے رہتے ہیں۔ آپ کار میں بیٹھ کر روانہ ہو جائیں، میں خیال خوانی کے ذریعے کام بناتا جاؤں گا۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق گھر سے چل پڑے۔ ساتھ میں نوٹوں کی بڑی بڑی گڈیاں رکھ لیں۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "تم انکل دلپت رائے کے دماغ میں رہو۔ وہ پاسپورٹ اور ویزا کے جن دفاتر میں جا رہے ہیں، وہاں خیال خوانی کے ذریعے کام بناتی رہو۔ مجھے پہلی فرصت میں امریکا جانا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین ہماری نظروں میں آ گئی ہے۔ میں اسے دوبارہ گم نہیں ہونے دینا چاہتا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی۔ "فرہاد! تم ہندوستان سے چلے جاؤ گے تو میرے بیٹے کا کیا ہو گا ؟"

"میں جسمانی طور پر جاؤں گا مگر دماغی طور پر بیٹے کے پاس ہی رہوں گا۔ یہاں اعلیٰ بی بی موجود ہے، تم بھی اس کے پاس ہمیشہ موجود رہتی ہو۔ پھر فکر کی کیا بات ہے ؟"

وہ تھوڑی دیر چپ رہی۔ پھر بولی۔ "وہ ٹرانسفارمر مشین بہت اہم ہے۔ ایسے وقت بحث کرنا نہیں چاہتی۔ پتا نہیں اُن کمبختوں نے ایسی مشین کیوں ایجاد کی۔ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے مقابلے میں خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوتے رہیں۔ بہرحال، تم جاؤ۔ میں یہاں کے معاملات سمجھ لوں گی مگر یاد رکھو، زیادہ دیر میرے بیٹے سے غافل نہ رہنا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں غافل نہیں رہوں گا۔ اگر بہت زیادہ مصروف ہو جاؤں تو کسی بھی مشکل میں تم مجھے بلا سکتی ہو۔"

وہ انکل دلپت رائے کے پاس چلی گئی۔ میں نے پومی کے دماغ پر دستک دی۔ پہلے تو اس نے سانس روک لی۔ پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے بولی۔ "کون ہے ؟"

میں نے کوڈ ورڈ دہرائے۔ "فرہاد آن زیرو چینل۔"

وہ خوشی سے کھل گئی۔ میں نے کہا۔ "انشاء اللہ اب ہماری ملاقات جلد ہو گی۔"

"کیا واقعی ؟"

"ہاں، شیخ صاحب نے تم سے کچھ کہا ہے ؟"

"دیکھ لو، سفر کی تیاری کر رہی ہوں۔"

اگرچہ میری کسی ساتھی کو سفر کی تیاریاں کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ جس لباس میں ہوتی ہیں، اسی میں چل پڑتی ہیں۔ ضرورت کے وقت دنیا کے کسی بھی بازار سے اپنے مطلب کی چیزیں حاصل کر لیتی ہیں لیکن دنیا والوں کو دکھانے کے لیے ایک سفری بیگ اور اٹیچی کی ضرورت تھی للٰہذا وہ رسمی تیاریاں کر رہی تھی۔ مجھ سے پوچھ رہی تھی۔ "کیا تم بھی آ رہے ہو ؟"

"ہماری ملاقات نیویارک میں ہو گی لیکن تمھارا دھیان میری طرف ہے، ان معاملات کی طرف نہیں ہے جن کے لیے یہاں سے روانہ ہو رہی ہو۔"

"میں ان معاملات کو پوری تفصیل سے سمجھ لوں گی۔ بس اتنا کہ دو، مجھ سے مل رہے ہو۔ پھر میں پل صراط سے بھی گزر جاؤں گی۔ تم مجھ سے جتنی توقع کر رہے ہو، میں کسی بھی معاملے میں اس سے زیادہ کر دکھاؤں گی۔"

یہ تو میں بھی سمجھتا تھا۔ اگر شا ریڈ، ڈان فریزر، غلام باقی اور بہرام گنگولی میں سے کوئی بھی نظر آئے گا تو وہ قبر تک ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ ایک کے ذریعے دوسرے کو، دوسرے کے ذریعے تیسرے کو، تیسرے کے ذریعے چوتھے کو ڈھونڈ نکالے گی۔ وہ دشمنوں کو توبہ کرنا سکھا دیتی تھی۔ مجھے پورا یقین تھا، وہ ضرور مشین تک پہنچے گی اور اسے لے آئے گی۔

میں اسے مشین کے متعلق بتانا چاہتا تھا لیکن خیال خوانی کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ میں نے اُٹھ کر اسے کھولا۔ سامنے اعلیٰ بی بی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اداس نظر آ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "ابھی رسونتی نے بتایا ہے، تم جا رہے ہو۔"

"ہاں! اس نے یہ بھی بتایا ہوگا، کیوں جا رہا ہوں!"

"انکل دلیپ رائے کے ہاں بڑے سکون سے ہو۔ یہاں ہر طرح محفوظ ہو۔ یونہی تو یہ جگہ چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ ضرور کوئی اہم کام ہوگا۔"

میں نے ٹرانسفارمر مشین کا ذکر چھیڑنا چاہا، وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "بس کرو، میں پریشان ہوگئی ہوں۔ تم پریشان نہیں ہوتے۔ دن رات بھلگتے رہتے ہو۔ ہر لمحہ خیال خوانی کرتے ہو، تم کبھی نہیں تھکتے مگر میں تمھیں کھو کر اتنی تھکن محسوس کر رہی ہوں جیسے وقت سے پہلے بوڑھی ہو چلی ہوں۔"

لیلیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "تم نے پہلی ملاقات میں خوف کا اظہار کیا تھا، پتا نہیں کب بچھڑ جائیں گے اور اب بچھڑنے کی گھڑی آگئی ہے۔"

میں نے دروازے کو اندر سے بند کر دیا۔ رسونتی بڑی فراخدل ہوگئی تھی۔ اس نے خود ہی اسے اطلاع دی تھی کہ میں جا رہا ہوں تاکہ وہ آخری بار مجھ سے ملاقات کے لیے پہنچ جائے۔ اس کا دل دُکھ رہا تھا مگر وہ مسکرا رہی تھی۔ میری قربت سے نہال ہو رہی تھی اور نڈھال ہو رہی تھی۔ بار بار کہہ رہی تھی۔ "فرہاد! کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو کہ مہینے میں ایک بار تو ملاقات ہو سکے۔ کیا تمھیں میری یاد بالکل نہیں آتی یا مجھے نظر انداز کرنے کے لیے اس قدر مصروف ہو جاتے ہو کہ میں حرفِ شکایت بھی زبان پر نہیں لا سکتی!"

"تم سمجھتی ہو، میں تمھیں نظر انداز کرتا ہوں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ دراصل میں اتنا مصروف رہتا ہوں اور پھر اتنا تھک جاتا ہوں کہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو جاتا ہوں۔ تم سب مجھے یاد آتی ہو مگر طویل فاصلے مجبور کر دیتے ہیں۔"

"اسی لیے تو کہتی ہوں، فاصلے کم کرنے کا راستہ اختیار کرو۔ تم مجھے بلا سکتے ہو۔ تم جب چاہو گے، میں چلی آؤں گی۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ انکل کے دماغ میں پہنچا تو پتا چلا، وہ واپس آگئے ہیں۔ میں نے بلند آواز میں کہا۔ "میں ابھی آتا ہوں!"

اعلیٰ بی بی نے بڑی مضبوطی سے جکڑ لیا، جیسے کبھی چھوڑنے کا ارادہ نہ ہو۔ وہ اپنی ذہانت اور حاضر دماغی سے ناممکن کو ممکن بنا دیتی تھی۔ شاید تقدیر کو یہی منظور ہوتا تھا اور جب تقدیر کو کوئی بات منظور نہ ہو تو تدبیر کام نہیں آتی۔ کم از کم میرے معاملے میں تو اس کی تدبیر اور حاضر دماغی کسی کام نہیں آرہی تھی۔

وہ باتھ روم میں چلی گئی تو میں دروازہ کھول کر باہر آیا۔ انکل دلیپ رائے ڈرائنگ روم میں انتظار کر رہے تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "آج رات ایک طیارہ لندن تک جا رہا ہے۔ میری بہو رسونتی نے کہا تھا، میں اس میں سیٹ ریزرو کرا دوں۔ وہاں سے آگے جانے کے سلسلے میں تمھارے شیخ صاحب مدد کریں گے۔"

"اچھی بات ہے انکل۔ میں رات کے دس بجے روانہ ہو جاؤں گا۔"

وہ اُٹھ کر کھڑے ہوگئے۔ میرے پاس آکر دونوں شانوں کو تھامتے ہوئے کہا۔ "میں بہت بدنصیب ہوں۔ میری بیوی کو ایک ظالم نے مار ڈالا۔ دوسری شادی کی تو وہ بدترین مجرمہ ثابت ہوئی۔ تم نے مجھے تباہ ہونے سے بچایا۔ میری کوئی اولاد نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو آج تمھاری طرح جوان ہوتی۔ بیٹے! یہاں سے جانے کے بعد مجھے بھول تو نہیں جاؤ گے؟"

میں نے انھیں گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "انکل! میں آپ کو کبھی نہیں بھول سکتا۔"

"مجھے ایک بات کا دُکھ ہے کیا تم بتا سکتے ہو؟"

میں نے ان کی سوچ کو پڑھا پھر کہا۔ "ہاں، آپ مجھے بیٹا کہتے ہیں اور میں آپ کو انکل کہتا ہوں۔ آئندہ نہیں کہوں گا۔ میں نے آپ کا دُکھ سمجھ لیا ہے۔ میں آپ کو ڈیڈی کہوں گا۔"

وہ مجھ سے الگ ہو کر مجھے چومنے لگے۔ اس وقت ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ رہی تھیں۔ پچ ہے، محبت کا کوئی مذہب اور دھرم نہیں ہوتا۔ محبت کسی ملک کی سرحد پر رک نہیں سکتی۔ کوئی پہرے دار اسے روک نہیں سکتا۔ میں نے ان کے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے کہا۔ "میں کبھی آپ کو نہیں بھلاؤں گا۔ جب بھی ادھر کا رُخ کروں گا، سیدھا آپ کے پاس آؤں گا اور آپ جب بھی ملک سے باہر جائیں گے، میرے ہی ساتھ رہیں گے۔"

میں نے شیخ صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ رسونتی نے انھیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ جس طیارے سے آرہا ہوں، وہ لندن تک جانے والا ہے لہٰذا پیرس یا لندن سے دوسرے طیارے میں امریکا تک جانے کا انتظام کر دیا جائے۔

میں نے کہا۔ "میں پیرس میں دوسری فلائٹ ملنے تک قیام کروں گا اور رسونتی کے ساتھ وقت گزاروں گا۔"

میں نے رسونتی کے پاس پہنچ کر کہا۔ "تم چاہو تو پیرس واپس جاؤ، میں وہاں پہنچ رہا ہوں۔"

میں اس دوران مورینا اور برنارڈ سلیری کے دماغ میں پہنچتا رہا تھا۔ ان دونوں کی نظروں میں پانچ ٹرائلر تھے جو مختلف راستوں سے گزر رہے تھے۔ پہلا ٹرائلر مشی گن جھیل کے کنارے والی شاہراہ پر چلتا ہوا ایک چھوٹے سے شہر ملبرگ میں رک گیا تھا۔ وہ چھوٹا سا شہر تھا۔ وہاں آسانی سے معلوم کیا جا سکتا تھا کہ فلاں دن، فلاں تاریخ کو، فلاں وقت کون سا ٹرائلر کہاں آکر رُکا تھا۔

دوسرا ٹرائلر کلازیو سے ہوتا ہوا جیٹل کر یک پہنچ گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر مورینا نے پائلٹ سے کہا۔ "یہاں ذرا دیر رُک جاؤ اور معلوم کرو کہ ٹرائلر کس جگہ پہنچا ہے اور وہاں کیسا مال اتارا جا رہا ہے؟"

یہ معلوم کرنے میں تقریباً آدھا گھنٹا گزر گیا۔ مورینا نے پھر پرواز کی۔ پائلٹ اس کا دیوانہ تھا۔ اس کے اشاروں پر چل رہا تھا۔ وہ جہاں کہتی تھی، وہاں پرواز شروع کر دیتا تھا۔ تیسرا ٹرائلر انڈیانا کی طرف جاتا ہوا پٹون کے چھوٹے سے شہر میں رک گیا تھا۔ وہ بھی چھوٹا سا شہر تھا، وہاں بھی آسانی سے ٹرائلر کے متعلق معلوم کیا جا سکتا تھا لہٰذا مورینا اس طرف چل پڑی جدھر برنارڈ سلیری پرواز کر رہا تھا۔ چوتھا ٹرائلر شکاگو کے شمال مغرب میں میڈیسن شہر میں رک گیا تھا۔ وہ شہر بڑا تھا۔ مورینا نے کہا۔ "یہاں تھوڑی دیر رُک جاؤ، معلوم کرو، ٹرائلر کہاں گیا ہے اور اس کا سامان کہاں پہنچایا جا رہا ہے؟"

پانچواں ٹرائلر گرین بے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ شمال کی طرف تھا اور کافی طویل سفر تھا چنانچہ برنارڈ سلیری میڈیسن سٹی پہنچ کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت تک مورینا گرین بے کی طرف جانے والے ٹرائلر کا تعاقب کرتی رہی۔ اس نے صبح چھ بجے تک پانچوں ٹرائلرز کی منزلِ مقصود کا پتا چلا لیا۔ وہ بہت خوش تھی۔ زندگی میں پہلی بار جاسوسی کی تھی اور کامیابی سے ہر ایک کی منزل اور صحیح مقام کا پتا چلایا تھا۔ اس نے برنارڈ سلیری سے کہہ دیا تھا۔ "تم واپس چلو۔ میں تمھارے اپارٹمنٹ میں آرہی ہوں!"

برنارڈ سلیری بھی بہت خوش تھا۔ اتنی دیر تک اس کے کام آرہا تھا۔ اس کی ہدایات کے مطابق تنویمی عمل کرتا رہا تھا۔ وہ ہر ایسا کام کرنا چاہتا تھا جس سے خوش ہو کر مورینا اسے کم از کم اپنا ہاتھ تھامنے کا ہی موقع دے دے۔

وہ وعدے کے مطابق اس کے اپارٹمنٹ میں واپس نہیں آئی۔ ادھر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی نیت خراب ہوگئی تھی۔ اس نے مورینا کی ہدایت کے مطابق گرین بے کے ایک فلائنگ کلب میں اس ہیلی کاپٹر کو اتارا تھا۔ مورینا معلوم کرنا چاہتی تھی، وہ ٹرائلر کس جگہ رکا ہے اور اس کا مال کہاں منتقل کیا جا رہا ہے۔

وہ پائلٹ کے ساتھ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اس مقام پر پہنچی جہاں اس نے ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس ٹرائلر کو رُکتے دیکھا تھا۔ اس جگہ کا اچھی طرح مشاہدہ کرنے کے بعد جب یقین ہو گیا کہ ٹرائلر والے اس کے قریب ہی ایک چھوٹے سے بنگلے میں پہنچ گئے ہیں تو اس نے کہا "اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔"

پائلٹ نے کہا۔ "یہاں میری ایک کزن رہتی ہے۔ پلیز کچھ دیر کے لیے چلو، میں تمھیں جلد ہی واپس شکاگو پہنچا دوں گا۔"

مورینا اپنی کامیابی پر اتنی خوش تھی کہ اس نے پائلٹ کے دماغ کو پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ وہ سوچ رہی تھی، ان پانچوں مقامات میں سے کہیں نہ کہیں ثنار پر بھی مل جائے گا اور مشین بھی لیکن وہ پریشان تھی کہ وہاں پہنچ کر کیا کرے گی، کس طرح مشین حاصل کرے گی؟

وہ اپنی فکر میں تھی۔ پائلٹ اپنی فکر میں تھا۔ اس نے ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ کے سامنے ٹیکسی رکوا دی۔ پھر کہا۔ "آؤ۔ تم بھی میری کزن سے مل لو۔"

وہ دونوں اس اپارٹمنٹ کے دروازے پر پہنچے۔ دستک دی تو ایک نوجوان نے دروازہ کھولا۔ اس نے مس امریکا کو اپنے دروازے پر دیکھ کر خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔ "اوہ مائی گاڈ! کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں، مس امریکا اور میرے دروازے پر؟"

پائلٹ نے یکبارگی اپنی جیب سے چاقو نکالا۔ پھر اسے کھول کر مورینا کو اندر دھکا دیتے ہوئے بولا۔ "میرے دوست! دروازے کو بند کر دو، یہ موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"

اس کے دوست نے دروازے کو بند کر دیا۔ وہ دونوں اُسے للچائی ہوئی اور ہوس بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے زندگی میں پہلی بار کسی عورت کو دیکھ رہے ہوں حالانکہ انھوں نے بچپن سے اپنی ماں اور بہنوں کو دیکھا ہوگا لیکن مرد کی ظالمانہ فطرت کی ایک بنیاد کی اور سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ ایسے وقت وہ اپنی ماں بہنوں کو بھلا دیتا ہے، یہ کبھی یاد نہیں کرتا کہ وہ بھی کبھی کسی کے شکنجے میں آسکتی ہیں۔

وہ دو کمروں کا اپارٹمنٹ تھا۔ وہ اسے کھینچتے ہوئے دوسرے

کمرے میں لے گئے۔ اس کی دیواروں پر مورینا کی بڑی بڑی تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ انھوں نے ان تصویروں کو یوں ترتیب دیا تھا کہ مورینا کا چہرہ گردن تک تھا' باقی تصویریں کسی اور کی تھیں۔ اس طرح انھوں نے دونوں کے گٹھ جوڑ سے مورینا کی اپنی مرضی کی تصویریں بنا ڈالی تھیں۔ انھیں اپنے خواب گاہ کی دیواروں پر چسپاں کر دیا تھا' وہ شاید ان تصویروں کو دیکھتے ہوئے سو جاتے تھے۔

وہ تصویریں نشہ تھیں' اب وہی نشہ جیتا جاگتا ان کے سامنے' ان کے بالکل قریب' ان کے ہاتھوں کی پہنچ تک آگیا تھا پھر بھلا وہ اسے کیسے چھوڑ سکتے تھے؟

مورینا نے ایک بے بس اور مجبور عورت کی طرح پریشان ہو کر کہا، "دیکھو' میں مس امریکا ہوں' تمھارے ملک کی عزت ہوں۔ ساری دنیا میں میرے حسن کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اس طرح امریکا کا نام ہو رہا ہے' کیا تم مجھے برباد کر دوگے؟"

"ساری دنیا میں ڈنکا پیٹنے والے یہ سمجھ نہیں پائیں گے کہ دو جوانوں نے مس امریکا کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ لہٰذا پریشان ہونا چھوڑ دو اور گلے لگ جاؤ ورنہ دیکھ رہی ہو۔ ایک کے ہاتھ میں چاقو ہے۔ اس کے بعد پھر دوسرے کے ہاتھ میں چاقو ہوگا اور تم پھر بے بس رہ جاؤ گی۔"

میں نے مورینا کے دماغ میں کہا، "یہ اچھا موقع ہے' انھیں آپس میں لڑا دو۔"

میری آواز اور لب و لہجہ سن کر وہ چونک گئی۔ اس نے پوچھا، "میرے دماغ میں کون بول رہا ہے؟"

"میں کوئی بھی ہوں، وقت ضائع مت کرو۔ انھیں آپس میں لڑاؤ۔"

مگر وہ تجسس میں مبتلا ہو گئی تھی۔ پوچھ رہی تھی، "کیا تم شارپر ہو' لہجہ بدل کر بول رہے ہو؟"

میں سمجھ گیا جب تک اس کا تجسس ختم نہیں ہوگا' وہ کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکے گی۔ میں نے کہا، "میں فرہاد ہوں' بہت دیر سے تمھارے دماغ میں ہوں۔ میں نے ہی تمھیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے دشمنوں کا تعاقب کرنے پر مجبور کیا تھا۔ تم اتنی تیز طرار نہیں ہو کہ پانچوں ٹرائمنڈ کے متعلق کامیابی سے سراغ لگا لیتیں۔ یہ سب میری بدولت ہوا ہے۔"

وہ حیران اور پریشان تھی۔ پوچھ رہی تھی، "کیا واقعی تم فرہاد ہو؟"

"میں ابھی یقین دلاتا ہوں۔ دیکھوں تم ان دو ہٹے کٹے نوجوانوں سے کس طرح نمٹ سکتی ہو۔"

وہ بولی، "یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے انھیں فنا کر دوں گی۔"

"تم زیادہ سے زیادہ ان کے دماغ کو جھٹکے پہنچاؤ گی۔"

"کیا یہ سزا کم ہوگی؟"

"ان کے لیے بہت بڑی سزا ہوگی لیکن تمھاری ٹیلی پیتھی کا علم ظاہر ہو جائے گا۔ ایسا کام کرو کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ تمھیں اپنے اس علم کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔"

"پھر بتاؤ، کیا کروں؟"

"تم دونوں کے خیالات پڑھتی جاؤ اور دیکھتی جاؤ' وہ کس طرح تمھیں گھیرنا چاہتے ہیں۔ تم خیال خوانی کے ذریعے صرف اتنا ہی کام کرو۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔"

اسے باقی کام کے متعلق پوچھنے کی مہلت نہیں ملی۔ وہ دونوں اس کے قریب آچکے تھے۔ اس نے فوراً ہی پائلٹ کے دماغ کو پڑھا پھر اچانک ہی بیٹھ گئی۔ دونوں نے ایک ساتھ آگے ہاتھ بڑھایا تھا' نتیجے کے طور پر دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ میں اس کے اندر تھا۔ اس نے میری مرضی کے مطابق وہاں سے اٹھتے ہوئے دونوں کے پیٹ میں گھنیاں ماریں۔ وہ بلبلا کر رہ گئے۔ اگر وہ تنہا ہوتی تو شاید اس کا یہ حملہ اتنا زوردار نہ ہوتا۔ جب وہ پیٹ پکڑ کر جھکے تو اس نے دو گھونسے دونوں کے منہ پر جما دیے۔ وہ اُلٹ کر پیچھے کی طرف چلے گئے۔

اب وہ حیران حیران سی تھی۔ دونوں کو دیکھ کر سوچ رہی تھی۔ کیا اس کے اندر اتنی جسمانی قوت آگئی ہے کہ وہ دو جوانوں کا مقابلہ تنہا کر سکتی ہے؟ تب اسے محسوس ہوا جیسے اس کے اندر سونیا سما گئی ہے۔ وہ خود سونیا بن گئی ہے' اب ان کی ایسی مرمت کرے گی کہ ساری دنیا میں اس کا نام ہو جائے گا۔

دوسری طرف وہ دونوں بھی حیران تھے' کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مقابلۂ حسن میں اوّل آنے والی نازک اندام دوشیزہ اس طرح ان کی پٹائی کر سکتی ہے۔ وہ دونوں جھنجلا گئے۔ انھوں نے بیک وقت اس کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ ایک کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ اس سے بچنے کے لیے ایک طرف ہٹ گئی۔ میں نے اسے گھوم کر ایک لات مارنے پر مجبور کیا۔ وہ لات دوسرے کے منہ پر پڑی۔ وہ ایک طرف اُلٹ گیا۔ پہلا تو اوندھے منہ فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے فرش سے اٹھنے کے دوران جیب سے چاقو نکال لیا۔ اسے ایک کھٹاکے سے کھولا۔ مورینا کی جان نکل گئی۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹنے لگی۔ میں نے پوچھا، "کیا ہوا؟ ابھی تو تم سونیا بن رہی تھیں۔ صرف ایک چاقو دیکھ کر سہم گئی ہو؟"

اسے حوصلہ ہوا۔ وہ تن کر بولی، "میں مقابلہ کروں گی مگر سمجھ میں نہیں آتا' کس طرح بچنا چاہیے؟"

"فکر نہ کرو' صرف ان کے خیالات پڑھتی رہو۔"

میں نے اسے حوصلہ دیا مگر اس پر بھروسا نہیں تھا۔ لہٰذا میں چاقو والے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس بار وہ تیزی سے مورینا پر حملہ کرنے آیا' اسی وقت اس کا ساتھی اسے دبوچنے آرہا تھا' نتیجہ یہ ہوا کہ مورینا چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی اور وہ چاقو اس کے ساتھی کے سینے میں پیوست ہو گیا۔

وہ چاقو پائلٹ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کبھی اپنے ساتھی کو فرش پر تڑپتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور کبھی وحشت زدہ نظروں سے مورینا کو تک رہا تھا۔ اسے غصہ آرہا تھا۔ ایک تو وہ ہاتھ نہیں آئی۔ دوسرے اس کا ساتھی جان سے جا رہا تھا۔ اس نے غصے سے ایک چیخ ماری۔ پھر چاقو اٹھا کر مورینا کی طرف لپکا۔ بے چاری مس امریکا نے آج تک ایسا خون خرابا نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو صرف حسن' موسیقی' گیت' پھول اور شاعری کو سمجھتی تھی۔ پہلی بار اپنی آنکھوں سے ایک شخص کو چاقو کھا کے' فرش پر گرتے' تڑپتے اور دم توڑتے دیکھ رہی تھی۔

جب پائلٹ نے خون آلود چاقو سے اس پر حملہ کرنا چاہا تو اس کی گھگی بندھ گئی۔ وہ ایک دم سے دیوار کے ساتھ جا کر ٹکرائی۔ پھر آہستہ آہستہ بیٹھتے ہوئے فرش پر گر پڑی۔ وہ سمجھ گئی تھی' اب زندہ نہیں بچے گی۔ قاتل اس کے سینے میں چاقو اتار دے گا لہٰذا مرنے سے پہلے بے ہوش ہو گئی۔

اگر میں پائلٹ کے دماغ میں نہ ہوتا تو وہ سچ مچ اسے ختم کر دیتا۔ حسن جب ہاتھ نہ آئے تو ہوس پرست جنون میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ سوچتا ہے جو چیز اس کے ہاتھ نہ آسکی' کسی کے ہاتھ نہ آئے لہٰذا اسے کچل دینا چاہیے' مسل دینا چاہیے' ختم کر دینا چاہیے۔

میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ اس کے ہاتھ سے چاقو گرا دیا' اسے یہ سوچنے پر مجبور کیا۔ شاید وہ شکست تسلیم کر رہی ہے' اسی لیے فرش پر گر پڑی ہے' کہیں بے ہوش نہ ہو گئی ہو۔ اسے دیکھنا چاہیے۔

وہ اس کے قریب آیا۔ اس پر جھک کر دل کی دھڑکنوں کو سمجھنے لگا۔ پھر یقین ہو گیا' وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ اس نے اسے دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اسے بستر پر لا کر ڈال دیا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ ہوس ناک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف فرش پر دوست کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ دوسری طرف حسن مجسم بستر پر بچھا ہوا تھا۔ ایک طرف ماتم تھا۔ دوسری طرف مس امریکا کو حاصل کرنے کا اعزاز اسے ملنے والا تھا اور وہ حسینہ جیسے بے ہوشی کی حالت میں بھی دعوت کر رہی تھی۔ اُدھر جاتا ہے دیکھو یا اِدھر پروانہ آتا ہے۔

اس نے دوست کی لاش کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ دونوں بہت ہی گہرے دوست تھے اور ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے لیکن وہ مر چکا تھا۔ اب اس سے دوستی نبھانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس جو زندہ تھی' اس سے فائدے حاصل کیے جا سکتے تھے۔ وہ بستر کی طرف بڑھنے لگا۔ اسی لمحے اسے دوست کی آواز سنائی دی۔ وہ ہڑبڑا کر رک گیا۔ "کیا مردہ زندہ ہو گیا ہے؟"

اس نے پلٹ کر دوست کی لاش کو دیکھا۔ وہ چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں' منہ بھی کھلا ہوا تھا جیسے ابھی دوست کو پکارتے پکارتے رک گیا ہو۔

پائلٹ کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ اگرچہ وہ مر چکا تھا۔ سینے میں جہاں خنجر پیوست ہوا تھا' وہاں سے خون اب بھی بہہ رہا تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک ساکت تھا۔ وہ ہل نہیں سکتا تھا پھر بول کیسے سکتا تھا۔ وہ تو مر چکا تھا' سچ مچ مر چکا تھا۔

پائلٹ نے اطمینان کی سانس لی۔ سوچا' یہ اُس کا وہم تھا۔ وہ خواہ مخواہ خوفزدہ ہو رہا تھا۔ یہ سوچ کر وہ پھر مورینا کی طرف بڑھا۔ اسی وقت پھر آواز آئی، "دوست! کیا مجھے چھوڑ کر عیش کرو گے؟"

اس بار وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے دوست کو دیکھا' وہ جوں کا توں پڑا ہوا تھا۔ اس بار وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ یہ وہم نہیں ہے۔ اس نے صاف طور سے اپنے مقتول دوست کی آواز سنی ہے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں' اس کے دوست کے لہجے میں بول رہا ہوں۔

اگر وہ غور کرتا تو محسوس کر لیتا' یہ آواز اس کے دماغ کے اندر ہے' باہر نہیں ہے لیکن وہ خوفزدہ تھا۔ ایک تو اس نے قتل کیا تھا۔ مجرمانہ احساس اس پر حاوی تھا۔ پھر ہوس غالب آرہی تھی۔ وہ کسی طرح اپنی ہوس پوری کر کے جلد سے جلد وہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا تاکہ قتل کا الزام عائد نہ ہو۔ ایسے میں اسی مقتول دوست کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ ان حالات میں وہ ٹیلی پیتھی کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے اندر کا مجرم بُری طرح دہشت زدہ تھا۔

اسے شبہ ہوا۔ شاید دوسرے کمرے میں کوئی چھپا ہوا ہے۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے میں آیا۔ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ اس نے بیرونی دروازے کو کھولا۔ باہر بھی کوئی نہیں تھا۔ کسی نے اسے قتل کرتے نہیں دیکھا تھا اور اب بھی اسے کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔

وہ مطمئن ہو کر پھر واپس آیا۔ جیسے ہی بستر پر جا کر بیٹھا' مس امریکا کو چھونے کی حسرت رہ گئی۔ اچانک اس کی پیٹھ پر کوئی چیز آکر لگی۔ وہ ایک دم سے چیخ مار کر پلٹ گیا۔

کمرے میں چھت کی طرف ایک چھوٹی سی مچان بنی ہوئی تھی۔ جس پر فالتو سامان رکھا ہوا تھا' وہیں سے بیئر کا ایک خالی ٹن جانے کیسے گر پڑا تھا اور اسے لگتا ہوا فرش پر آگیا تھا۔ پائلٹ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے دوست نے کوئی چیز پھینک کر ماری ہو اور پوچھ رہا ہو، "کیا تنہا عیش کرو گے؟"

وہ دہشت زدہ ہو کر پلنگ سے دور ہو گیا۔ دوست سے بھی دور ہو گیا' حسینہ سے بھی دور ہو گیا۔ اب اس میں ہمت نہیں تھی کہ مورینا کو ہاتھ لگاتا۔ میں اس کے اندر کہہ رہا تھا، "تم نے مجھے مار ڈالا' جسم کو مارنے سے کیا ہوتا ہے' روح تو زندہ ہے اور یہ روح تمھارے اندر ہے اور یہ تمھارے اندر بول رہی ہے اور تم اچھی طرح سن رہے ہو۔ یاد رکھو' ہم ہمیشہ مل بانٹ کر کھایا کرتے تھے۔ تم تنہا رہ گئے

ہو۔ تنہا کبھی نہیں کھاؤ گے۔ اگر دوستی نبھانا ہے تو میرے پاس چلے آؤ۔ چاقو فرش پر پڑا ہے۔ اسے سینے میں اتار دو۔ پھر میری روح تمھاری روح کو گلے لگائے گی۔ اس طرح ہم دوستی کی ایک عجیب و غریب مثال قائم کریں گے۔ دنیا کو بتائیں گے کہ مرنے کے بعد بھی دوستوں کی روحیں کس طرح گلے ملتی ہیں۔"

پائلٹ نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ "یو شٹ اپ، یو ڈرٹی ڈسول، کیپ یور سیلف کوائیٹ۔ میں پوچھتا ہوں، تم کیسے دوست ہو، مرنے کے بعد میرے اعصاب پر سوار ہو گئے ہو۔ تم کتنے خود غرض ہو، خود مر گئے اور مجھ جیسے زندہ انسان کو زندگی کا لطف اٹھانے نہیں دیتے۔ اگر تمھاری روح اب بھی دیکھ سکتی ہے تو دیکھے۔ امریکا کی حسین ترین عورت میرے سامنے سیج پر پڑی ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے لوگ اپنے چھوٹے بڑے جزیرے اس کے نام لکھ دینے کو تیار ہیں۔ اپنی ساری دولت اس کے نام کرنے کو تیار ہیں اس کی ایک ایک تصویر ایک ایک رسالے میں دس ہزار ڈالر کے عوض چھپتی ہے۔ اس کی تصویریں ہر نوجوان کے بیڈ روم میں سجی ہوتی ہیں اور یہ سراپا میرے سامنے موجود ہے اور تم مجھ سے دوستی کے بجائے دشمنی کر رہے ہو۔ خدا کے لیے چلے جاؤ، میرے اندر سے چلے جاؤ، مجھے مخاطب نہ کرو۔"

میں نے ایک بھیانک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "نہیں میرے دوست! ہم نے اس دنیا میں بڑی بدمعاشیاں کی ہیں، نہ جانے کتنی مظلوم اور معصوم لڑکیوں کی زندگیاں تباہ کی ہیں۔ اب میں جہنم میں پہنچ چکا ہوں۔ تمھیں بھی اپنے پاس بلا رہا ہوں۔ اگر تم عیش کرو گے تو میرے ساتھ ورنہ کچھ نہیں کر سکو گے۔ میں تمھیں مس امریکا تک پہنچنے نہیں دوں گا۔"

اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ "تمھارا باپ بھی پہنچنے دے گا۔ اگر تمھاری روح نے میرا راستہ روکا تو میں تمھاری دوستی پر تھوک دوں گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ موریناکی طرف بڑھنا چاہتا تھا مگر دوست کی لاش کے پاس لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس کا منہ ٹھیک دوست کے منہ کے پاس پہنچا تھا اسے یوں لگا جیسے دوست کی روح نے اپنے پاس بلا لیا ہے۔ وہ یکبارگی چیخ کر دوسری طرف کروٹ بدلتے ہوئے لڑھکتے ہوئے دور چلا گیا۔

مورینا کو ہوش آ گیا، وہ آنکھیں کھول کر سوچنے لگی۔ "میں کہاں ہوں؟"

میں نے کہا۔ "تم پائلٹ کے ساتھ یہاں آئی تھیں، دو نوجوان تمھاری عزت کی دھجیاں اڑانا چاہتے تھے اور تم سونیلے پنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گئی تھیں۔ خدا کے لیے ہوش میں آؤ اور دیکھو میں نے اب تک کس طرح تمھاری عزت بچائی ہے، اسے تم سے دور رکھ رہا ہوں۔"

وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی، پائلٹ فرش پر پڑا ہوا تھا، لڑھکتا ہوا ایک دیوار سے جا کر لگ گیا تھا۔ اس نے مایوس ہو کر پوچھا۔

"اوہ تم تو ہوش میں آ گئی ہو؟ میں کتنی دیر سے تمھارے قریب آنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر یہ لاش مجھے آنے نہیں دیتی۔ میرا مردہ دوست میرے اندر بول رہا ہے، اس کی روح مجھے اپنی طرف بلا رہی ہے مگر میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں، میں قاتل ہوں، مجھے پھانسی ہو جائے کوئی بات نہیں، میں گنہگار بن جاؤں، مجھے سزا دی جائے کوئی بات نہیں لیکن میں فخر سے کہہ سکوں گا کہ میں نے تمھارے حسن و شباب کو حاصل کیا ہے۔"

وہ حقارت سے بولی۔ "تم میری بے ہوشی میں میرے قریب نہ آ سکے تو اب کیسے آ سکو گے؟"

وہ جھنجلا کر رینگتا ہوا خون آلود چاقو کے پاس گیا۔ پھر اسے اٹھا کر بولا۔ "اگر میں تمھیں حاصل نہ کر سکا تو ہمیشہ کے لیے مٹا کر رکھ دوں گا کہ کوئی دوسرا تمھیں حاصل نہیں کر سکے گا۔"

میں نے اس کے اندر بھیانک قہقہہ لگایا اس کے دوست کی آواز میں کہا۔ "تم نے چاقو پکڑ لیا ہے اب یہ تمھارے ہاتھ سے نہیں چھوٹے گا، تمھارا دوست تمھیں بلا رہا ہے، اسے اپنے سینے میں اتار لو۔"

وہ چیخ مار کر چاقو کو چھوڑنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے چھوڑنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ اس کی اپنی ہی مٹھی میں تھا، اس کی نوک لمحہ بہ لمحہ اس کے سینے کی طرف چلی آ رہی تھی، وہ روکنا چاہتا تھا مگر ناکام ہو رہا تھا، گھبرا کر کہہ رہا تھا۔ "نہیں، نہیں میرے دوست میں مرنا نہیں چاہتا مجھے زندہ رہنے دو، میں تمھارے بغیر کچھ نہیں کروں گا، میں اسے ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا، مجھے زندہ رہنے دو۔"

اس کا ہاتھ رک گیا مگر چاقو اب تک مٹھی میں تھا، میں کہہ رہا تھا۔ "تم نے وعدہ کیا ہے میرے بغیر کچھ نہیں کرو گے، جب تک زندہ رہو گے میرے پاس آنے کا انتظار کرتے رہو گے۔ پھر ہم یہاں جہنم میں عیش کریں گے۔"

اس نے جھنجلا کر چاقو کو ایک طرف پھینک دیا۔ دونوں ہاتھ سر پر مارتے ہوئے کہنے لگا۔ "میری بھی کیا قسمت ہے میں تو اس لومڑی کی طرح ہوں جس کے سامنے انگور ہیں اور وہ انگوروں تک پہنچ نہیں سکتی، جب پہنچ نہیں سکتی تو کہتی ہے یہ کھٹے ہیں۔ مورینا! تم جیسی خوبصورت ہو، تم بدمزاج ہو، تم ایسی گری پڑی دوشیزہ ہو جسے میں دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ آہ! ابھی میں زندہ رہنا

چاہتا ہوں۔"

"اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو مجھے واپس نشاگو لے چلو۔"

وہ بستر سے اٹھ کر وہاں سے چلتی ہوئی کمرے سے نکلی۔ پھر دوسرے کمرے سے گزر کر باہر آ گئی، پائلٹ کا انتظار کرنے لگی۔ میں نے کہا۔ "تم خیال خوانی کرنا بھول گئی ہو۔ اگر یاد ہے تو دیکھو پائلٹ کیا کر رہا ہے۔"

اس نے دیکھا، پائلٹ باتھ روم میں گیا تھا، خون آلود ہاتھوں کو اور کپڑوں پر لگے ہوئے خون کے دھبوں کو دھو رہا تھا۔ پھر وہ سر جھکا کر اس کے پاس آیا۔ وہ بولی۔ "اس طرح مسکین بنے کیوں کھڑے ہو، آگے بڑھ کر کسی ٹیکسی کو روکو اور فلائنگ کلب چلو۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا، وہ آدھے گھنٹے کے اندر فلائنگ کلب پہنچنے کے بعد ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہے تھے۔ مورینا سیاہ رنگ کا اسکرٹ اور سرخ رنگ کا بلاؤز پہنے ہوئے تھی۔ پائلٹ بڑی حسرت سے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اس کی حالت پر یہی کہا جا سکتا تھا ؎

سرخ پوشے کہ لب بام نظر می آید
نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید

وہ سرخ لباس میں جو حسینہ بام پر نظر آ رہی ہے وہ نہ تو طاقت سے حاصل ہو سکتی ہے، نہ آہ و زاری سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی دھن دولت سے اسے اپنایا جا سکتا ہے۔ بس اسے دیکھ کر صرف آہیں بھری جا سکتی ہیں۔

مورینا نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! کیا تم موجود ہو؟"

"تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

"جب دماغ میں موجود ہو تو میری سوچیں بھی پڑھ سکتے ہو، میرے خیالات سمجھ سکتے ہو۔"

"سمجھ رہا ہوں، تم مجھ سے خوف زدہ ہو لیکن میں صاف طور پر کہہ دوں، مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تم مجھے جو سمجھتی ہو سمجھتی رہو، میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"سبھی مرد ایسی بے نیازی دکھاتے ہیں، اگر تمھارے لیے کوئی فرق نہیں پڑے گا تو میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"تم خوش فہمی میں مبتلا ہو۔ میں تمھارے پاس ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لیے آیا ہوں۔"

"کیا وہ مشین تم لے جاؤ گے؟"

"کیا میں اسے تمھارے پاس چھوڑ دوں گا؟ کیا تم بندر کے متعلق جانتی ہو؟ وہ ناریل کھانا نہیں جانتا جب ایک ناریل اس کے ہاتھ میں آتا ہے تو وہ سمجھ نہیں پاتا کہ اس کے ہاتھ میں ناریل ہے۔ وہ اس سے گیند کی طرح کھیلتا ہے اور کھیلتا ہی رہ جاتا ہے۔ ایک غذا سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسی طرح تم اس مشین کے متعلق کچھ نہیں جانتی ہو کہ وہ کتنی دور تک تباہی پھیلا سکتی ہے، لہٰذا اس کا خیال دماغ سے نکال دو۔"

اسے توہین کا احساس ہوا۔ میں مشین کو اہمیت دے رہا تھا اور اسے نظر انداز کر رہا تھا، اس نے بڑے فخر سے کہا۔ "ابھی تم نے مجھے دیکھا نہیں ہے۔ صرف دماغ میں آ کر محسوس کر رہے ہو۔"

"خدا نہ کرے جو تمھیں کبھی دیکھوں۔"

وہ بھڑک کر بولی۔ "تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔"

"انسلٹ برداشت کر لو۔ ورنہ میں نے تمھیں دیکھ کر بھی گھاس نہیں ڈالی تو تم توہین کے احساس سے مر جاؤ گی۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "تم میرے متعلق کچھ نہیں جانتے۔"

"میں نے بہت گہرائی تک دماغ کے تہ خانے میں اتر کر بہت کچھ معلوم کر لیا ہے، یہ تمھاری فطرت کا ایک حصہ ہے۔ تم چاہتی ہو سب تمھیں چاہتے رہیں اور تم انھیں دھتکارتی رہو۔ تم نے اب تک صرف ایک شخص کو پسند کیا ہے اور وہ ہے غلام باقی، تم اس کی دیوانی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "اوہ گاڈ! تم کتنی گہرائی تک معلومات حاصل کر لیتے ہو۔ پلیز مجھے یہ طریقہ بتاؤ۔"

"خیال خوانی کرتے کرتے بہت سے تجربات ہوں گے، تم خود سیکھ لو گی۔"

"کیا تم مانتے ہو کہ میں صرف اس کی دیوانی ہوں؟"

"میں اچھی طرح سمجھتا ہوں، تم غلام باقی کی امانت ہو۔ میں تمھیں وہاں تک پہنچاؤں گا بشرطیکہ تم مجھ سے تعاون کرو۔"

"میں دل و جان سے تعاون کروں گی۔ کیا تم غلام کو ابھی میرے پاس پہنچا سکتے ہو؟"

"میں کوئی جادوگر نہیں ہوں۔ وہ جن لوگوں کے درمیان ہے، وہاں سے نکالنے میں وقت لگے گا۔"

"کوئی وقت نہیں لگے گا۔ میں ان کے اڈے معلوم کر چکی ہوں۔ پانچ ٹرائلر پانچ مختلف مقامات پر ہیں۔ میں وہاں باری باری جاؤں گی تو غلام تک پہنچ جاؤں گی مگر اس کے ساتھ بڑے خطرناک لوگ ہیں، اگر تم میرے ساتھ رہو تو میں ان سے بھی نمٹ لوں گی۔"

میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "میں تمھارے نمٹنے کا انداز دیکھ چکا ہوں، جب پائلٹ خون آلود چاقو لے کر تمھاری طرف بڑھا تو تم بے ہوش ہو گئی تھیں یہی حال رہا تو بہرام گنگولی ہوشیار ہو جائے گا، ہماری نظروں میں آتے آتے کہیں گم ہو جائے گا۔ میں بہت محتاط رہ کر ان پانچوں اڈوں تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"وہاں تک میں ہی پہنچا سکتی ہوں۔"

"میں نے تمہارے دماغ میں رہ کر پانچوں اڈوں کے متعلق تمام تفصیلات معلوم کرلی ہیں۔"

وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی، خود کو بہت زیادہ کمتر محسوس کرتی رہی۔ عورت جب اپنے حسن سے شکار نہیں کرسکتی، اپنے شباب سے شب خون نہیں مار سکتی۔ جب اپنی غیر معمولی صلاحیتوں سے متاثر نہیں کرسکتی تو خود کو کمتر محسوس کرتی ہے اور سوچتی ہے، ایسا کون ساحربہ استعمال کیا جائے کہ سامنے والے کو بالکل ہی بے دست و پا کردے، اس کے آگے خود کو منوالے لیکن ایسی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

وہ مجبور ہو کر بولی "میں جانتی ہوں، تم ساری دنیا پر چھائے ہوئے ہو، میرے حواس پر بھی چھا رہے ہو لیکن کبھی مجھے حاصل نہیں کرسکو گے۔ کیا یہ تمہاری کمتری نہیں ہے کہ میں تمہارے مقابلے میں غلام باقی کو ترجیح دے رہی ہوں۔"

"تم ایسا کہتے وقت مقدر کو بھول رہی ہو۔ جس کے نصیب میں جو ہوتا ہے اسے وہی ملتا ہے۔"

وہ میرے اس طنز پر تلملا گئی۔ اس کے نصیب میں فرہاد علی تیمور نہیں، ایک حبشی غلام تھا۔ وہ جھنجلاہٹ میں خیال خوانی بھول گئی، چیخ کر کہنے لگی "تم خود کو کیا سمجھتے ہو، یہ میری اپنی پسند ہے، میں جسے چاہوں اُسے اپنے سر کا تاج بناؤں اور جسے چاہوں، پاؤں کی جوتی بھی نہ بناؤں اور تم وہ ہو جسے میں جوتی بھی نہیں بنانا چاہتی۔"

پائلٹ نے کہا "مس مورینا! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، کس سے کہہ رہی ہیں، کیوں غصہ دکھا رہی ہیں؟"

وہ چونک گئی۔ اسے احساس ہوا، وہ جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو کر بڑبڑانے لگی تھی۔ میں نے کہا "تمہارے بڑے عزائم ہیں، تم سونیا کی طرح ذہین اور مکار بننا چاہتی ہو مگر کبھی نہیں بن سکو گی، تم ذرا سی بات پر جھنجلا جاتی ہو جب کہ سونیا کبھی ایسا نہیں کرتی۔"

"تم چلے جاؤ، میرے دماغ سے چلے جاؤ۔"

"مجھے جانے میں کتنی دیر لگے گی لیکن سوچ لو، میں چلا گیا اور پائلٹ کی نیت بدل گئی تب کیا ہوگا؟"

"اس کا مطلب ہے، تم مجھ پر خصوصی توجہ دے رہے ہو اور مجھ میں دلچسپی لے رہے ہو۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے تم سے نہیں، غلام باقی سے دلچسپی ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں اپنے ایک مسلمان بھائی کی امانت کی حفاظت کردوں، سو کر رہا ہوں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "ایک غلام اور تمہارا بھائی؟"

میں نے جواب دیا "یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

پھر میں نے اُسے انگریزی میں ترجمہ سنایا۔ وہ تھوڑی دیر تک چپ رہی پھر بولی "اس مشین تک کیسے پہنچ گئے؟"

"میں اپنا طریقۂ کار کسی کو نہیں بتاتا۔"

"تم مجھ سے معلومات حاصل کرنے کے بعد خود غرض بن گئے ہو۔"

"میں نے وعدہ کیا ہے، تمہیں غلام باقی تک پہنچاؤں گا یا اسے تمہارے پاس لے آؤں گا۔ میں نے تمہارے ذریعے بہتیری معلومات حاصل کی ہیں، تمہیں اس کا انعام ضرور دوں گا۔"

مجھے دماغی طور پر حاضر ہونا پڑا۔ ہندوستان سے روانہ ہونے کے لیے صرف تین گھنٹے رہ گئے تھے، کچھ تیاریاں کرنا تھیں اس دوران میں بار بار مورینا کے پاس جاتا رہا تاکہ پائلٹ کوئی دھاندلی نہ کرے۔ اعلیٰ بی بی مجھے ایئر پورٹ تک الوداع کہنے آئی۔ انکل دلپت رائے بھی تھے جنھیں اب میں ڈیڈی کہتا تھا۔ میں نے اُن کے گلے لگ کر وعدہ کیا، انھیں کبھی نہیں بھلاؤں گا، جب بھی موقع ملا ان کے پاس ضرور آؤں گا۔

انھوں نے مجھے اعلیٰ بی بی سے تنہائی میں ملنے کا موقع دیا۔ وہ بہت اُداس تھی۔ میں نے اُسے تسلیاں دیں "ہم بہت جلد ملیں گے، میں وعدہ کرتا ہوں، اب ہماری جُدائی کا اتنا طویل عرصہ کبھی نہیں ہوگا۔ میں تمہاری فرمائش کے مطابق ہر ماہ ایک بار تم سے ملنے کی کوشش کروں گا۔"

اگر وہ پیرس یا لندن ہوتا تو وہ فوراً ہی گلے لگ جاتی لیکن ایشیائی ملکوں میں ایسا نہیں ہوتا، وہ جبر کرتی رہی اور مجھ سے دور کھڑی رہی۔ میں نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا پھر رخصت ہوگیا۔ ٹھیک دس بجے طیارے نے پرواز کی۔ اب میں پیرس پہنچنے والا تھا، وہاں رسونتی میرا انتظار کررہی ہوگی۔ پیرس سے پھر کون سی فلائٹ امریکا جانے کے لیے ملے گی، اس کے متعلق شیخ صاحب بتانے والے تھے۔

میں بعض اوقات کچھ اہم باتیں کہنے سے رہ جاتا ہوں۔ مورینا اور تنانہ نے آپس میں فیصلہ کیا تھا کہ وہ ہر رات تین بجے مارتھا سمتھ کے دماغ میں آکر اُس کے لب و لہجے میں باتیں کریں گی لیکن مورینا پچھلی رات اُن پانچ ٹرائلروں کا تعاقب کرنے میں اس قدر مصروف رہی تھی کہ وعدے کے باوجود مارتھا سمتھ کے دماغ میں پہنچ کر اپنی بہن تنانہ سے ملاقات نہ کرسکی۔

اُدھر تنانہ پریشان تھی۔ مارتھا کے دماغ میں آکر گھنٹوں اپنی بہن کا انتظار کرتی رہی تھی۔ کبھی کبھی اس کے دماغ میں مخاطب بھی کیا تھا چوں کہ وہ مارتھا کی آواز اور لب و لہجے میں مخاطب کررہی تھی، اس لیے مارتھا حیران تھی کہ وہ خود ایسا کیوں سوچ رہی ہے اور کسے مخاطب کررہی ہے؟ یہ باتیں اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں اور وہ پریشان ہوتی جارہی تھی۔

دونوں بہنوں نے ٹی وی کی سپر اسٹار کا انتخاب کیا تھا۔ اتفاق سے وہ اس رات شوٹنگ میں مصروف تھی اور جاگ رہی تھی، اس لیے تنانہ اس کی سوچ میں بولتی ہوئی سنائی دے رہی تھی۔ اگر وہ نیند میں ہوتی تو شاید کبھی محسوس نہ کرتی۔ بہرحال، دونوں بہنیں اپنے منصوبے کے مطابق پہلی بار ملاقات نہ کرسکیں۔

تنانہ نے دماغ پر زور دے کر مورینا کے لب و لہجے کو یاد کرنا چاہا مگر ناکام رہی۔ پھر اُس نے برنارڈ سلیری کے اپارٹمنٹ میں فون کیا۔ برنارڈ اس وقت پہنچ گیا تھا، اس نے ریسیور اٹھا کر جب تنانہ کی آواز سنی تو کہا "تمہاری بہن مورینا ابھی آنے والی ہے۔"

تنانہ نے پوچھا "اگر میں اپنی بہن سے بات کروں اور فون پر اُس کا لب و لہجہ سنوں تو کیا تنویمی عمل کے خلاف اس کی آواز اور لب و لہجہ یاد آجائے گا؟"

برنارڈ سلیری نے کہا "ظاہر ہے، جب تم جاگتی آنکھوں سے، جاگتے ذہن سے اپنی بہن کے ساتھ فون پر گفتگو کرو گی۔ اس کی آواز اور اس کا لب و لہجہ سنو گی تو سب کچھ یاد آجائے گا۔ تنویمی عمل کی شرط یہی ہے کہ اپنی بہن کی آواز اور اس کے لب و لہجے سے دور رہو۔ اس طرح دونوں بہنیں ایک دوسرے کے لیے اجنبی رہیں گی۔"

"اچھا مسٹر برنارڈ، جب میری بہن آجائے تو تم مجھے اس نمبر پر فون کرنا۔"

اس نے ایک فون نمبر بتایا پھر کہا "میں تمہارے دماغ کو ملاقات کا مرکز بنارہی ہوں۔ ہم بہنیں تمہارے لب و لہجے میں باتیں کریں گی۔ میں رابطہ ختم کررہی ہوں۔ یاد رکھو، اسی نمبر پر انتظار کروں گی۔"

میں طیارے میں سفر کرنے کے دوران کبھی مورینا اور کبھی برنارڈ سلیری کے دماغ میں جاتا رہتا تھا۔ اگر میں ایسے وقت برنارڈ کے دماغ میں پہنچتا جب تنانہ فون پر گفتگو کررہی تھی تو بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا۔ اب بھی مورینا کا انتظار کیے بغیر برنارڈ کو اس نمبر پر فون کرنے پر مائل کرسکتا تھا لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ مجھے مورینا کا انتظار تھا۔

آخر وہ آگئی۔ برنارڈ نے کہا "تمہاری بہن نے فون کیا تھا۔ ابھی میں فون کے ذریعے رابطہ قائم کرتا ہوں، تم میرے دماغ میں رہو جب میں تمہارے آنے کی اطلاع دوں گا تو وہ میرے دماغ میں آکر میرے لب و لہجے میں گفتگو کرے گی۔"

اُس نے ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کیے، ذرا دیر میں ہی رابطہ قائم ہوگیا۔ برنارڈ سلیری نے کہا "مورینا آچکی ہے۔ تم آسکتی ہو۔"

دوسرے ہی لمحے تنانہ نے برنارڈ کے لب و لہجے میں مخاطب کیا "ہیلو مورینا، میں تنانہ تم سے مخاطب ہوں۔"

مجھے اس کا لب و لہجہ سن کر مایوسی ہوئی، میں نے سوچا تھا، جب برنارڈ اسے فون پر مخاطب کرے گا تو وہ بے اختیار اپنے لہجے میں کچھ نہ کچھ ضرور بولے گی لیکن وہ لہجہ بدل کر بہن سے باتیں کرنے لگی تھی۔ میں تھوڑی دیر تک باتیں سنتا رہا۔ مورینا اُسے بتا رہی تھی کہ کس طرح اُس نے پانچ ٹرائلروں کا تعاقب کیا اور کس طرح فرہاد نے دو بدمعاشوں سے اس کی عزت بچائی ہے۔ تنانہ نے کہا "پھر تو ہمیں فرہاد کا احسان مند ہونا چاہیے۔"

مورینا نے پوچھا "کس بات کی احسان مندی؟ بھول کر بھی اس کے احسانوں کے فریب میں نہ آنا۔ وہ اسی طرح پھانستا ہے پھر عزت سے کھیل کر احسان ماننے والی کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔"

مجھے مورینا پر طیش آرہا تھا۔ ایک بدنام شخص کی نیکی بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔ میں چپ چاپ سنتا رہا۔ وہ کہہ رہی تھی "تنانہ! تم یہ شہر چھوڑ دو، بہت دور چلی جاؤ۔ تمہاری آواز اور لب و لہجہ فرہاد تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ پتا نہیں، وہ کتنے ہتھکنڈوں سے میرے دماغ میں پہنچ گیا ہے لیکن تم ہوشیار رہو گی، اس کے فریب میں نہیں آؤ گی۔"

"میں تو لہجہ بدل کر بول رہی ہوں۔ تم مجھے فرہاد سے دور رہنے کا مشورہ دے رہی ہو۔ میں تمہیں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دور رہنے کا مشورہ دیتی ہوں۔ تم بھی شکاگو چھوڑ دو۔ ہم دونوں بہنیں کسی خوبصورت سے شہر کے خوبصورت سے علاقے میں رہیں گی اور گمنامی کی زندگی گزاریں گی۔ ٹیلی پیتھی کے ذریعے صرف اپنی ضروری خواہش پوری کیا کریں گی۔"

"میری بھی یہی خواہش ہے مگر سوچتی ہوں، تمہارے ساتھ رہوں گی تو میری وجہ سے تم مصیبتوں میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ شارپر کو چند خطرناک دشمن لے گئے ہیں، وہ اُس کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھیں گے اور اسے خوش کرنے کے لیے مجھے اس کے پاس پہنچائیں گے۔ میں ان معاملات میں اُلجھ گئی ہوں، کوشش کروں گی، وہ ٹرانسفارمر مشین میرے ہاتھ لگ جائے اور شارپر

ہمیشہ میرا غلام بنا رہے۔ اس طرح میں محفوظ رہ سکتی ہوں۔"

"میں تم سے عمر میں بھی چھوٹی ہوں اور عقل میں بھی۔ میں نے فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کے ریکارڈ پڑھے ہیں تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ فرہاد کا ساتھ دو۔ ہم دونوں کو اس کی ٹیم میں شامل ہو جانا چاہیے۔"

وہ ناگواری سے بولی: "اور اس کے ہاتھوں میں کھلونا بن جانا چاہیے۔ جیسے اس کی تمام عورتیں بنی ہوئی ہیں۔ ہم نے اس کا ریکارڈ پڑھا ہے۔ اسے پڑھنے کے باوجود بھی سمجھنے کے لیے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔ کوئی کسی کے تمام رازوں سے واقف نہیں ہوتا، پتا نہیں اس میں کیا بات ہے کہ عورتیں اس کی ہوتی ہیں تو اسی کی ہو کر رہ جاتی ہیں جیسے اس نے سحر زدہ کر دیا ہو، انھیں قیدی بنا کر رکھا ہو۔ میں ایسی زندگی کبھی پسند نہیں کروں گی اور نہ ہی تمھیں اس کا مشورہ دوں گی۔"

"بہن مورینا! ٹیلی پیتھی کا علم سیکھ کر جتنی خوشی ہو رہی ہے اتنی ہی پریشانیاں بھی بڑھتی جا رہی ہیں۔ یوں لگتا ہے، جیسے چاروں طرف سے ناگہانی بلائیں گھیرتی چلی آ رہی ہوں اور ہم بڑی مصیبتوں میں پھنسنے والی ہوں۔"

"میں چاہتی ہوں تم عزت آبرو سے زندگی گزارو۔ کوئی تمھاری طرف ہاتھ نہ بڑھا سکے۔ میں نے اس حد تک تمھیں قابل بنا دیا۔ اب تمھاری سوجھ بوجھ اور مصلحت اندیشی پر ہے کہ تم کس طرح زندگی گزارتی ہو۔ میں چاہتی ہوں مجھ سے کسی طرح بھی رابطہ قائم نہ کرو۔ فرہاد بہت چالاک ہے۔ شکر ہے، ابھی تم محفوظ ہو۔ میں چاہتی ہوں اسی طرح محفوظ رہو اور اس سے دور رہو۔ بلکہ مجھ سے بھی دور رہو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

"تمھاری سلامتی، تحفظ اور تمھاری آزادانہ زندگی کی خاطر کہہ رہی ہوں۔ آئندہ مجھ سے رابطہ قائم نہ کرنا۔ میں رات کے تین بجے مارتھا اسمتھ کے دماغ میں تم سے تہیں ملوں گی۔ ہمیشہ کے لیے یہ سلسلہ ختم سمجھو۔ اگر تقدیر کو منظور ہوا تو دونوں بہنیں زندگی کے کسی موڑ پر پھر ملیں گی۔"

وہ بہنیں ایک دوسرے سے نامعلوم مدت کے لیے بچھڑنے والی تھیں۔ میں نے سوچا اگر ایسا ہوا تو میں تنانہ تک نہیں پہنچ سکوں گا جب کہ کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے تک پہنچنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ وہ نیا خیال خوانی کرنے والا یا والی ہمارے دشمنوں کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔

میں کبھی ان بہنوں کی باتیں سن رہا تھا، کبھی سوچ رہا تھا کہ کسی طرح دوسرے ذرائع سے تنانہ تک پہنچنا چاہیے، پھر میں نے نیو یارک میں ریڈ پاور کے باس سے رابطہ قائم کیا۔ اس نے اپنے دماغ میں میری آواز سن کر حیرانی سے پوچھا: "جناب! کیا آپ مخاطب کر رہے ہیں؟"

"ہاں، میں فرہاد ہوں۔ شکاگو کا ایک نمبر نوٹ کرو اور فوراً اس نمبر پر فون کر کے رابطہ قائم کرو۔"

میں نے اسے نمبر بتایا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرتے ہوئے پوچھا: "جناب! کس سے رابطہ قائم ہوگا۔ مجھے کیا کہنا ہے؟"

"میں دوسری طرف سے بولنے والی کی آواز سننا چاہتا ہوں۔ تم فون پر کچھ بھی کہہ سکتے ہو۔"

فوراً ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی: "ہیلو۔"

میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ریڈ پاور کے باس نے پوچھا: "کیا مس میری سے بات کر سکتا ہوں؟"

دوسری طرف سے جواب ملا: "یہاں اس نام کی کوئی لڑکی نہیں ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو یہاں آ کر دوسری لڑکیاں دیکھ سکتے ہیں، آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔"

باس نے رابطہ ختم کرتے ہوئے کہا: "جناب فرہاد صاحب! یہ تو لڑکیوں کی دلالی کرنے والی عورت کا نمبر ہے، کیا میں اس سلسلے میں کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟"

"تمھارا شکریہ، کام ہو چکا ہے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر تک اس عورت کے لب و لہجے کو یاد کرتا رہا پھر اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ بڑبڑاتے ہوئے دوسرے کمرے میں جا رہی تھی۔ اس کمرے میں تین لڑکیاں باہر جانے کے لیے میک اپ کر رہی تھیں۔ اس عورت نے پوچھا: "آخر وہ لڑکی کہاں مر گئی؟ سمجھ میں نہیں آتا، اس کا نام تنانہ ہے یا میری؟ ایک بار فون آیا تھا۔ تنانہ سے بات کرنا چاہتے ہیں، دوسری بار فون آیا، مس میری کہاں ہے؟ آخر وہ کیا بلا تھی؟"

اس کی باتوں سے پتا چلا، ہم سے پہلے بھی کسی نے فون پر تنانہ کو تلاش کیا ہے۔ آخر وہ کون ہو سکتا ہے؟ اور یہ کوئی پیچیدہ بات نہیں تھی۔ تنانہ کو اس کی بہن مورینا، شارپر اور غلام باقی جانتے تھے۔ اس کے بعد میں نے اس کا نام سنا تھا اور اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتا تھا لیکن مجھ سے پہلے شارپر پہنچنے کی کوشش کر چکا تھا۔

کیا شارپر نے تنانہ کی آواز پہلے نہیں سنی تھی، کیا اس کا لب و لہجہ اسے یاد نہیں رہا تھا؟ بات کچھ ایسی ہی تھی، وہ اپنی خفیہ رہائش گاہ میں بہت دیر تک تنانہ کے ساتھ رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کی گئی تھی۔ اس دوران اس نے کئی بار تنانہ کی آواز سنی ہوگی، اس سے گفت گو بھی کی ہوگی لیکن اس کے لب و لہجے کو یاد نہ رکھ سکا۔

یہ بات یوں سمجھ میں آتی ہے کہ وہ مورینا کا بندۂ بے دام بن چکا تھا۔ اس سے وعدہ کر چکا تھا کہ کبھی تنانہ کے دماغ میں نہیں جائے گا لہٰذا اس نے اس کی آواز اور لب و لہجے کو ذہن سے نکال دیا تھا۔ شارپر کا دماغ یا تو غلامی سے متاثر تھا اور وہ تنانہ کو بھلا چکا تھا یا پھر اس کا لب و لہجہ یاد نہیں رہا تھا۔ ایسی کوئی بات ضرور تھی جس کی وجہ سے وہ بھی کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کر کے تنانہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔

دوسرا ذریعہ مورینا ہی تھی۔ جس وقت میں برنارڈ سلیری کے دماغ میں رہ کر دونوں بہنوں کی گفت گو سن رہا تھا۔ وہ گفت گو برنارڈ کے لہجے میں ہی ہو رہی تھی۔ ایسے ہی وقت شارپر بھی چپ چاپ وہاں موجود رہا ہوگا تب ہی اسے پتا چلا تھا کہ برنارڈ نے کس نمبر پر فون کرنے کے بعد تنانہ سے رابطہ قائم کیا ہے۔ اس طرح اس نے بھی فون کر کے اس کی آواز سننے کی کوشش کی ہوگی اور ناکام رہا ہوگا۔

وہ تینوں لڑکیاں جو میک اپ کر کے باہر جانا چاہتی تھیں، ان میں سے ایک نے کہا: "وہ تنانہ تھی یا میری، مگر بہت پراسرار تھی۔ ہم سمجھ رہی تھیں، وہ دوسرے کمرے میں گئی ہے۔ تم سمجھ رہی تھیں وہ ہمارے پاس ہے۔ اس طرح اس نے ہم سب کو چکر دیا پھر اپنے کسی دوست سے فون پر ضروری باتیں کرنے کے بعد چلی گئی۔"

اس عورت نے پوچھا: "کیا وہ کسی بوتھ سے اپنے دوست کو فون نہیں کر سکتی تھی؟"

ایک لڑکی نے کہا: "تم بوڑھی ہوتی جا رہی ہو، عقل بھی بوڑھی ہو گئی ہے۔ اس نے اپنے دوست کو یہاں کا ٹیلیفون نمبر بتایا تھا۔ اسی لیے دوسری بار کسی نے اسے فون کیا تھا۔"

"کسی ایک نے نہیں تین نے کیا تھا۔ پتا نہیں، وہ تینوں ایک ہی تھے یا الگ الگ تھے۔"

وہ عورت سمجھ نہیں سکتی تھی کہ تین بار کیوں فون آیا تھا۔ پہلی بار تو برنارڈ سلیری نے تنانہ کو اطلاع دی تھی کہ اس کی بہن مورینا آ گئی ہے، وہ اس کے دماغ میں آ کر باتیں کر سکتی ہے۔ دوسری بار شارپر نے اور تیسری بار میں نے فون کرایا تھا لیکن تنانہ ہم سب کی توقع سے زیادہ چالاک نکلی جب برنارڈ سلیری نے اسے بتایا کہ اس کی بہن مورینا آ گئی ہے تو وہ ریسیور رکھ کر فوراً ہی اس مکان سے نکل گئی تھی کیوں کہ اب فون پر بات کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے برنارڈ کے دماغ میں رہ کر بہن سے باتیں کر رہی تھی اور یہ باتیں کسی ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر بھی کی جا سکتی تھیں۔ اس نے اس مکان سے دور چلے جانے کے لیے یہ طریقہ کار استعمال کیا تھا اور وہ سو فیصد کامیاب رہی تھی ہم اس کے پاس پہنچتے پہنچتے رہ گئے تھے۔

میں نے مورینا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "تمھارے لیے خوشخبری ہے، تمھیں شارپر سے نجات مل گئی ہے۔"

اس نے تعجب سے پوچھا: "کیا وہ مر گیا ہے؟"

"میرے دشمن بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں، جلدی نہیں مرتے۔"

"پھر مجھے نجات کیسے مل گئی ہے؟"

"اسے معلوم ہو گیا ہے کہ میں تمھارے دماغ میں آنے لگا ہوں، لہٰذا وہ تمھارے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔"

"میں اس کی زندگی میں آنے والی پہلی عورت ہوں، وہ میرا دیوانہ ہے، مجھے بھول نہیں سکے گا، میرا پیچھا ضرور کرے گا، چوری سے سہی مگر میرے دماغ میں ضرور آئے گا۔"

"چوری چھپے آنے کی بات نہیں کہہ سکتا، وہ تو اس وقت بھی تمھارے دماغ میں تھا جب تم اپنی بہن سے برنارڈ کے لہجے میں گفت گو کر رہی تھیں اور میرے متعلق بتا رہی تھیں۔ اسی وقت اسے علم ہوا کہ میں تم دونوں کے درمیان آ چکا ہوں۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی، وہ میرا غلام بنا ہوا تھا۔ میری اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آ سکتا تھا پھر کیسے آیا؟"

"غلام باقی بھی شارپر کا وفادار غلام تھا لیکن بہرام گنگولی اور ڈان فریزر کے ہتھے چڑھ کر باغی ہو گیا۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بہرام گنگولی نے تنویمی عمل کے ذریعے شارپر کو میرے دماغ میں آنے پر مجبور کیا؟"

"یہی بات ہو سکتی ہے۔"

"اب میں چین سے نہیں رہوں گی، یہی سوچ کر پریشان ہوتی رہوں گی کہ شارپر میرے دماغ میں چپ چاپ بیٹھا ہوا ہے۔ میرے چور خیالات پڑھ رہا ہے۔ اوہ گاڈ! میں اسے کس طرح روکوں؟"

"دو ہی طریقے ہیں اسے مستقل طور پر روکنا چاہتی ہو تو یوگا کی مشقیں کرو۔ سانس روکنے میں مہارت حاصل کر لو گی تو کوئی تمھارے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

"یہ بہت مشکل کام ہے، ویسے کوشش کروں گی لیکن جب تک کامیاب نہ ہو جاؤں بے چینی رہے گی۔"

"وہ تنویمی عمل کرنے والا برنارڈ سلیری تمھارا دیوانہ ہے۔ اس سے کہو تمھارے دماغ کو لاک کر دے۔"

وہ اپنے طور پر سوچ رہی تھی: "ہاں، میں ایسا ضرور کروں گی، صرف شارپر سے نہیں، فرہاد سے بھی اپنے چور خیالات کو چھپائے رکھنا ہے، میں کسی کو دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔"

ایسا سوچتے وقت وہ بھول گئی تھی کہ میں اس کے دماغ کی یہ سوچ بھی پڑھ سکتا ہوں۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "جب میں چلا

جاؤں تو میرے خلاف سوچنا۔"
وہ چونک گئی، پھر بولی "تم میرے دماغ میں کیوں ہو؟"
"ایک اور خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔"
"جلدی سناؤ اور یہاں سے جاؤ۔"
"تمھاری بہن تنانہ..."

میں نے بات ادھوری چھوڑ دی، وہ ایک دم سے پریشان ہو کر بولی "کیا ہوا تنانہ کو؟ تم اُس کے متعلق کیا جانتے ہو؟ کیا تم اس کے دماغ تک پہنچ گئے ہو؟"

"وہ ہماری خیال خوانی سے دُور نکل گئی ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "او تھینکس گاڈ" پھر چونک کر بولی "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں، پہلے شارپر نے اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کی، برنارڈ سلیری نے جس فون پر رابطہ قائم کیا تھا شارپر اور میں نے اس کے نمبر نوٹ کر لیے تھے لیکن ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی تنانہ جا چکی تھی۔ کہاں گئی؟ کچھ پتا نہیں چل سکا۔"

وہ فخر سے بولی "میری بہن نے جمناسٹک کی تربیت حاصل کی ہے، ہمیشہ چاق و چوبند رہتی ہے۔ کبھی تم لوگوں کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ اب میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"تم نہ کہو تب بھی مجھے عورت کے پیچھے پھرنا پسند نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

وہ ذرا چپ رہی پھر اُس نے مخاطب کیا "فرہاد! ایک ضروری بات رہ گئی ہے۔"

میں نے جواب نہیں دیا۔ اس نے پھر پکارا "پلیز فرہاد! میری بات سنو۔ میں غلام باقی کے سلسلے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں، مجھے جواب دو، پلیز۔"

میں پھر بھی خاموش رہا۔ اس کے چور خیالات پڑھ چکا تھا۔ وہ آزمانا چاہتی تھی کہ موجود ہوں یا جا چکا ہوں۔ اس لیے باتیں بنا کر بولنے پر مجبور کرنا چاہتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے یقین ہو گیا۔ اس نے اپارٹمنٹ کے دوسرے کمرے میں جا کر دیکھا۔ برنارڈ سلیری سو رہا تھا، پچھلی رات سے جاگا ہوا تھا، کافی بھاگ دوڑ کی تھی۔ اس لیے تھک کر نیند میں ڈوب گیا تھا۔ مورینا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ اس کا ارادہ تھا ابھی برنارڈ سلیری کو تنویمی عمل کے لیے کہے گی تاکہ وہ اس کے دماغ کو لاک کر دے۔ پھر اس نے سوچا "بے چارہ تھک ہار کر سو رہا ہے۔ میں نے بھی نیند پوری نہیں کی ہے، تھوڑی دیر سو جاؤں پھر تنویمی عمل مناسب رہے گا۔ ہو سکتا ہے اس وقت تک فرہاد اپنے مسائل میں مصروف ہو جائے۔ میری طرف دھیان نہ دے سکے اور میں تنویمی عمل سے گزر جاؤں۔"

میں اسے چھوڑ کر برنارڈ سلیری کے خوابیدہ دماغ میں گیا۔ بڑے ہی مناسب وقت پر پہنچا تھا مجھے وہاں شارپر کی آواز سنائی دی۔ میں نے پہلے کبھی اس کی آواز نہیں سنی تھی۔ چوں کہ برنارڈ کے دماغ میں وہ آ سکتا تھا یا میں، لہٰذا وہی تھا اور میں اسے سن رہا تھا۔

وہ اسے نیند کی حالت میں ٹریپ کر رہا تھا۔ اس کے دماغ میں خیال خوانی کے ذریعے یہ بات نقش کر رہا تھا کہ وہ مورینا کے دماغ کو لاک کرنے کے لیے اس پر تنویمی عمل کرے گا۔ اس کے دماغ کو حساس بنا دے گا۔ وہ کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی لیکن رات کے ایک بجے سے دو بجے تک صرف ایک گھنٹے کے لیے اس کا دماغ بے حس رہے گا۔ پرائی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کر سکے گا۔

میں نے یہ بات نقش ہونے نہیں دی۔ چپ چاپ برنارڈ سلیری کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ اس کے خوابیدہ ذہن سے کہنے لگا۔ "میں یہ بات یاد رکھوں گا مورینا پر ایسا عمل کروں گا کہ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا کرے گی۔ صرف رات کے ایک بجے سے ایک گھنٹے تک بے حس رہا کرے گی۔"

شارپر اور بہرام گنگولی نے یہ چال چلی ہو گی۔ بڑی کامیاب چال ہوتی۔ ایک گھنٹے کے لیے وہ بے حس ہو جاتی تو اتنی دیر میں شارپر اس کے دماغ سے بہت سی معلومات حاصل کر کے بہرام گنگولی کو بتا دیتا کیوں کہ وہ اس کا تابعدار بنا ہوا تھا۔

پہلی بار شارپر کی آواز سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی جی چاہتا تھا فوراً ہی خیال خوانی کی پرواز کر کے اس کے پاس پہنچ جاؤں تاکہ وہ پھر کبھی پُراسرار بن کر نہ رہ سکے لیکن فوراً ہی عقل آ گئی۔ بہرام گنگولی نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کیا ہو گا یہی وجہ تھی کہ مورینا خیال خوانی کر کے اس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتی تھی، پھر بھلا میں کیسے پہنچ سکتا تھا؟

یوں دیکھا جائے تو شارپر اب بھی پہلے کی طرح پُراسرار تھا۔ کالا عمل اور تنویمی عمل کرنے والے کا تابعدار بن کر پہلے سے زیادہ طاقت ور ہو گیا تھا۔ بہرام گنگولی کے سامنے اس کی حیثیت ثانوی تھی۔ وہ اس کا محتاج تھا اور یہی اُس کی شہ زوری تھی۔ دُنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں اور سُپر طاقتیں فی الحال اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں۔

ہمارے لیے یہ بات تشویشناک تھی کہ وہ بہرام گنگولی کا تابعدار بن گیا تھا۔ یقیناً اُسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے والا تھا یا اب تک موقع ملا ہو تو شاید گزار چکا ہو۔

رسونتی نے مجھے مخاطب کیا "جناب شیخ صاحب کے پاس پہنچو۔"
میں نے ان کے پاس پہنچ کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

انھوں نے کہا "ہمارے ادارے سے تعلق رکھنے والے جتنے افراد شکاگو اور اس کے قریبی شہروں میں موجود ہیں ان سے کام لے سکتے ہو۔ میں ان کی آوازیں سنا رہا ہوں۔"

پھر انھوں نے ایک ریکارڈر کو آن کیا۔ اس کے ذریعے ہمیں مختلف افراد کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کچھ آوازوں کو میں ذہن نشین کر رہا تھا اور کچھ کو رسونتی کرتی جا رہی تھی۔ تمام آوازوں کو سننے کے بعد وہ بولی "اب ٹرانسفارمر مشین کی موجودہ پوزیشن بتاؤ۔"

"پانچ مقامات ایسے ہیں جن میں سے کسی ایک جگہ وہ مشین ہے اور مشین کی حفاظت کرنے والے بھی وہیں پائے جا سکتے ہیں۔"

"تم مجھے دو جگہ کا نام بتاؤ میں ادارے کے افراد کو وہاں روانہ کر دوں گی، تم جن کی آوازیں سن چکے ہو انھیں باقی تین مقامات کی طرف روانہ کرو۔"

پھر ہم نے یہی کیا۔ مختلف افراد کے دماغ میں پہنچ کر اپنا تعارف کرایا، وہ ہمارا نام سنتے ہی اٹینشن ہو گئے۔ فوراً عملی اقدامات کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے لگے۔ میں ان مقامات کے متعلق بتانے لگا۔ جو مقام قریب تر تھا، وہاں تک وہ اپنی کاروں میں جا سکتے تھے۔ ہمارے چاروں افراد نے گرین بے تک جانے کے لیے فوراً ٹیلیفون کے ذریعے ایک ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرایا، پھر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

رسونتی نے کہا "ہمارے یہ افراد زیادہ سے زیادہ ان کا سُراغ لگا سکیں گے لیکن وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے شارپر اور کالا عمل جاننے والے بہرام گنگولی کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ انھوں نے اپنی حفاظت کے لیے بھرپور انتظامات کیے ہوں گے۔"

میں نے کہا "پہلے ان کا پتا چلنے دو۔ جہاں بھی ان کا سُراغ ملے گا ہم وہاں پہنچنے والے افراد کے دماغوں میں رہیں گے اور دیکھیں گے کہ انھوں نے اپنی حفاظت کے سلسلے میں کیسے انتظامات کیے ہیں۔"

"لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی ہو گی، وہ اپنی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بہرام کے دماغ میں منتقل کر چکا ہو گا۔"

"اگر وہ ایسا کر چکا ہے تو ہم صرف افسوس ہی کر سکیں گے۔ بہرام گنگولی کی صورت میں ایک بہت ہی خطرناک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے مقابل آ جائے گا۔ اس کے باوجود وہ مشین اہمیت رکھتی ہے۔ ہم اسے ہر حال میں حاصل کریں گے تاکہ اور کوئی بہرام گنگولی یہ علم حاصل نہ کر سکے۔"

"ان کا سُراغ ملنے کے بعد ہی ہم کچھ کر سکیں گے، تم چار گھنٹے بعد پیرس پہنچ جاؤ۔ میرا مشورہ ہے تھوڑی نیند پوری کر لو۔"

"میں سونا چاہتا ہوں لیکن ایک ضروری کام رہ گیا ہے۔"

"آدمی سوتا رہتا ہے۔ دُنیا کے ضروری کام ہوتے رہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کاموں کے لیے آدمی سونا چھوڑ دے۔"

"ابھی مورینا نیند سے بیدار ہو گی تو برنارڈ کو تنویمی عمل کے لیے کہے گی۔"

"تم وہاں کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"شارپر نے برنارڈ کے خوابیدہ دماغ کو ٹریپ کرنا چاہا تھا۔ میں نے اُسے ناکام بنا دیا ہے، اب میں چاہتا ہوں مورینا کا دماغ صبح چار بجے سے پانچ بجے تک بے حس رہے، وہ ہماری خیال خوانی کی لہروں کو محسوس نہ کر سکے۔ باقی ہر روز تیئس گھنٹے تک حساس بنی رہے۔"

رسونتی نے کہا "تم آرام سے نیند پوری کر لو۔ میں اس دوران مورینا کا خیال رکھوں گی۔ تم جو چاہتے ہو وہی ہو گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے سیٹ کی پُشت سے ٹیک لگا لی۔ پھر سیفٹی بیلٹ باندھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ رسونتی نے میرے دماغ کو ہدایت دی کہ میں دو گھنٹے تک سکون سے سوتا رہوں۔ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔ اس کے بعد وہ خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ کو تھپکتی رہی۔ میں ایک منٹ کے اندر ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔

مجھے سُلانے کے بعد وہ اپنے بیٹے کے پاس آ گئی۔ شنکر وہاں موجود تھا، پارس سے کہہ رہا تھا "چھوٹے مالک! اگر آپ کی ماما یا پاپا آئیں تو مجھ سے رابطہ کرا دیں۔"

رسونتی نے کہا "بیٹے! اس سے کہہ دو میں موجود ہوں۔"

پارس نے شنکر سے پوچھا "کیا تم میری ماما سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں، انھوں نے کہا تھا ہم آپ کی ماں چمپا کے لیے ایسے انتظامات کر دیں کہ وہ آپ کے یہاں سے جانے کے بعد کسی کی محتاج نہ رہے۔"

رسونتی نے شنکر کے دماغ میں پہنچ کر کہا "مجھے یاد ہے مگر میں دوسرے معاملات میں مصروف ہو گئی۔ میں نے کہا تھا دو گھنٹے بعد اس اسمگلر کی کوٹھی میں پہنچنا ہے جہاں سے ہم کروڑوں روپے نقد لا سکتے ہیں۔ چمپا کے لیے کسی ایسی انڈسٹری کا سودا کر سکتے ہیں جو اُسے ماہانہ پچاس ہزار روپے کا منافع دے سکے۔ بہرحال یہ کام اب ہو سکتا ہے۔"

اس اسمگلر کا نام مراد والٹن تھا۔ نام کے اعتبار سے آدھا مسلمان اور آدھا عیسائی تھا۔ عمل کے اعتبار سے بھی مکمل انسان نہیں تھا۔ وہ چرس سے لے کر ہیرے جواہرات تک کی اسمگلنگ کرتا تھا۔ اس کی دولت کا شمار نہیں تھا۔ حکومت کے کارندے

اسے اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے۔ شمالی ہندوستان کے ایک بہت بڑے علاقے میں وہ سخی داتا کی حیثیت سے مشہور تھا۔ مسجدیں، مندر اور گرجا گھر بنواتا تھا۔ یتیم خانے اور آشرم کو لاکھوں روپے چندے کے طور پہ دیتا تھا۔ الیکشن کے زمانے میں غریبوں کے لیے تجوری کا منہ کھول دیتا تھا۔ وہ جس پارٹی کی حمایت کرتا تھا، ووٹ اسی کی جھولی میں گرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر آنے والی حکومت اس کے اسمگلنگ کے دھندے کو نظرانداز کرتی تھی۔

وہ کبھی ہندوستان اور کبھی یورپی ممالک میں رہتا تھا۔ اس کی بیوی مستقل پیرس میں رہا کرتی تھی۔ بچہ امریکا میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ بچے کی عمر پانچ برس تھی۔ قد اور جسامت میں تقریباً پارس جیسا تھا۔ اس کا نام ٹیپو تھا۔ وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے پہلے پیرس اپنی ماں کے پاس جانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد تعلیم کی غرض سے امریکا روانہ ہو جاتا۔

رسونتی نے کہا "شنکر! ایک تیر سے دو شکار ہوں گے، ہمارا بیٹا ٹیپو کی جگہ جائے گا۔ تم ٹیلیفون کے ذریعے مراد دانش کی کوٹھی میں کسی سے بھی رابطہ قائم کر دیں۔ اس کوٹھی کے اندر تمام لوگوں تک پہنچ جاؤں گی۔"

شنکر نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ اپنے طریقۂ کار کے مطابق مراد دانش کی پرسنل سیکریٹری کے دماغ تک پہنچی پھر اس کے ذریعے مراد تک پہنچ گئی۔ جس طرح گوتم کی تصویریں مختلف زاویوں سے حاصل کی گئی تھیں، اسی طرح اس نے ٹیپو کی تصویریں بھی شنکر تک پہنچا دیں۔ شنکر نے وہ تصویریں ڈاکٹر ددیا ساگر کے حوالے کر دیں۔ رسونتی نے کہا "ڈاکٹر! میرا بیٹا اس بچے کی جگہ یہاں سے جائے گا۔ کیا پارس اس سے مطابقت رکھتا ہے؟"

ڈاکٹر ددیا ساگر غور سے تصویروں کا مطالعہ کر رہا تھا۔ پھر اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "کچھ فرق ہے، میں کوشش کروں گا، وہ فرق نہ رہے۔ اپنے بیٹے کو میرے پاس بھیج دو۔"

پارس کو وہاں بھیج دیا گیا۔ رسونتی نے اعلیٰ بی بی کو ساری باتیں بتائیں۔ اس نے کہا "تم زیادہ سے زیادہ ٹیپو کے دماغ میں رہو، اس کی باتوں کو، اس کی چال ڈھال کو اور اس کی سنجیدگی یا شرارت کو اچھی طرح دیکھو اور سمجھو۔ اس طرح تم پارس کو ہر پہلو سے ٹیپو بنا کر پیش کر سکو گی۔"

ابھی ٹیپو کی اسٹڈی کرنے کے لیے کافی وقت تھا۔ وہ دوسرے دن روانہ ہونے والا تھا۔ رسونتی مورینا کے پاس پہنچ گئی۔ اس کا دیوانہ برنارڈ سلیری تنویمی عمل کی تیاریاں کر رہا تھا۔ وہ بستر پر چاروں شانے چت لیٹی تھی۔ رسونتی تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی۔ برنارڈ اس پر تنویمی عمل کی مشق کرتا رہا۔ اسے ٹرانس میں لا کر اپنی معمولہ بناتا رہا۔ پھر اس کے دماغ کو لاک کرنے کے سلسلے میں ہدایت دینے لگا۔ ایسے ہی وقت رسونتی نے مداخلت کی۔ برنارڈ سلیری کی اپنی سوچ میں کہا "مورینا! تمہارا دماغ صبح چار بجے سے پانچ بجے تک بے حس رہے گا۔ تم کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کر سکو گی۔ باقی ہر روز تیئیس گھنٹے حساس رہو گی، کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرو گی۔"

برنارڈ سلیری یہ باتیں اپنی زبان سے کہہ رہا تھا اور سوچ رہا تھا، وہ ایسا کیوں کہہ رہا ہے۔ چار بجے سے لے کر پانچ بجے تک اس کے دماغ کو بے حس کیوں بنا رہا ہے؟

رسونتی نے پھر اس کی سوچ میں کہا "مجھے ایسا کرنا چاہیے۔ اس حسینہ کو مکمل طور پر ہر طرح سے محفوظ نہیں رکھنا چاہیے۔ یہ ایک گھنٹے کے لیے کمزور ہو گی تو ہو سکتا ہے کبھی کمزور ہو کر میری ہو جائے۔ عورت کو تھوڑا سا محتاج بنا کر رکھنا چاہیے۔"

برنارڈ سلیری اس بات سے قائل ہو گیا۔ اسی کے مطابق تنویمی عمل کرتا رہا، پھر اسے ایک گھنٹے تک سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ رسونتی میرے پاس آ گئی۔ میں نیند پوری کر چکا تھا بلکہ تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ اس نے کہا "تم انشاء اللہ ایک گھنٹے بعد میرے پاس رہو گے۔ فی الحال میں ٹیپو کے پاس جا رہی ہوں۔ اس کی اسٹڈی کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے پومی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ نیویارک پہنچ گئی تھی۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "ذرا ٹھہرو، میں ابھی تم سے رابطہ قائم کروں گا۔"

میں بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے ان افراد سے رابطہ قائم کرنے لگا جو شاریہ اور بہرام کو تلاش کر رہے تھے۔ گرین بے میں ہمارے چار سراغ رساں تھے، ان میں سے ایک نے کہا "جناب! آپ نے گرین بے میں جس جگہ کی نشاندہی کی تھی، وہاں وہ ٹرائیڈ کھڑا ہے۔ اس سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر ایک بڑا سا بنگلا ہے، وہاں ہم نے ایک بہت ہی قد آور پہلوان نما شخص کو دیکھا ہے، وہ ایشیائی ہے۔ اس کے بال شانوں تک بڑھے ہوئے ہیں۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں بہت ہی غضبناک ہیں۔ اگرچہ ہم نے دور سے دیکھا ہے لیکن وہ بہت ہی خطرناک شخص دکھائی دیتا ہے، آپ کے بتائے ہوئے حلیے سے مشابہت رکھتا ہے۔"

"اس بنگلے کی نشاندہی کرتے رہو۔ پومی وہاں پہنچنے والی ہے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس نے چونک کر کہا "جناب! اس بنگلے سے ایک نیگرو باہر آ رہا ہے۔ وہ بھی قد اور جسامت میں

پہلے والے شخص کے جیسا ہے۔"

میں نے کہا "وہ یقیناً غلام باقی ہو گا۔ اس پر نظر رکھو۔ اگر وہ کہیں جا رہا ہے تو تعاقب کرو۔"

"جی ہاں، وہ جا رہا ہے۔ ایک جیپ کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ رہا ہے۔"

اس سراغ رساں کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی نے اپنی کار اسٹارٹ کی۔ مجھ سے بات کرنے والے نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے دوسرے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنا شروع کیا۔ میں نے کہا "اگر یہاں تمہارے کئی ساتھی ہیں اور کوئی خاص اڈا ہے تو اس نیگرو کو اغوا کر لو، اسے چھپا کر رکھو کوئی اس کے سائے تک بھی نہ پہنچ سکے۔"

"جناب! آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہو گی۔ ہم یہی کوشش کریں گے۔"

"اس نیگرو سے مقابلہ نہ کرنا۔ وہ تنہا، چار چھ پر بھاری پڑے گا۔ بہتر ہے اغوا کرنے کے لیے ذہانت استعمال کرو۔"

میں نے پومی کو مخاطب کیا "ان کا سراغ مل گیا ہے۔ وہ گرین بے کے ساحلی شہر میں ہیں۔ تمہیں وہاں پہنچنا ہے۔ اب اپنی پوزیشن بتاؤ کس نام سے، کس روپ میں آئی ہو۔ تمہارے پاس کرنسی ہے یا میں بندوبست کر دوں؟"

"میں فرضی نام سے عارضی میک اپ میں آئی ہوں۔ وہ نام، وہ میک اپ، پاسپورٹ وغیرہ ختم کر چکی ہوں۔ جناب شیخ صاحب نے ہمارے ادارے کے ایک پرانے انجینئر کا پتا دیا تھا۔ میں یہاں ان کی چھوٹی دلہن کی حیثیت سے ہوں۔ مجھے کرنسی کی ضرورت نہیں ہے لیکن فوراً وہاں پہنچنے کے لیے ہیلی کاپٹر لازمی ہے۔ اس کے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

"میں اس سلسلے میں ریڈیا در والوں سے مدد لینا نہیں چاہتا، انہیں معلوم ہو گا کہ نیویارک سے ایک لڑکی ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتی ہوئی گرین بے پہنچی ہے تو سبھی تجسس میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اپنے جاسوس تمہارے پیچھے لگا دیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی بھی تنظیم کو ابھی اس مشین کا علم ہو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں اپنے موجودہ انجینئر بھائی کے ذریعے ہیلی کاپٹر چارٹرڈ کرانے جا رہی ہوں۔ میرے پاس رہو۔ کوئی قانونی رکاوٹ ہو تو خیال خوانی کے ذریعے اسے دور کر دینا۔"

میں اس کے پاس موجود رہا۔ وہ انجینئر کے ساتھ کار میں بیٹھ کر فلائنگ کلب پہنچی۔ وہاں نقد رقم ادا کی ــ انجینئر نے اپنا نام، پتا اور عہدہ لکھوایا۔ اپنا شناختی کارڈ دکھایا۔ انہیں ہر طرح مطمئن کیا۔ میں بھی خیال خوانی کے ذریعے انہیں مطمئن کرتا رہا۔ آخر ہیلی کاپٹر کا...

انتظام ہو گیا۔ وہ نیویارک سے روانہ ہو گئی۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے پاس رہا۔ پھر ان آدمیوں کے پاس پہنچ گیا جو غلام باقی کو اغوا کرنے والے تھے۔

غلام جیپ میں بیٹھ کر ایک ایسے اسٹور میں پہنچا تھا جہاں مشینوں کے کل پرزے فروخت ہوتے تھے۔ وہ جیپ کو ایک طرف پارک کر کے اسٹور کی طرف چلا گیا۔ مجھ سے رابطہ رکھنے والے سراغ رساں کے دوسرے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہیں پہلے ہی ٹرانسمیٹر کے ذریعے بتا دیا گیا تھا کہ میں غلام باقی کو بڑی سہولت سے اغوا کرنا چاہتا ہوں۔

ان میں سے ایک نے جیپ کے ایک پہیے کی ہوا نکال دی۔ ان کا ایک ساتھی اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ آیا تھا، کچھ سوچ سمجھ کر ہی اسے ساتھ لایا تھا۔ غلام باقی سامان خرید کر جیپ کے پاس آیا۔ پچھلی سیٹ پر سامان رکھا، پھر بیٹھ کر اسٹارٹ کرنا چاہتا تھا مگر پتا چلا، ایک پہیہ بے کار ہو چکا ہے، وہ اتر گیا۔ پریشان ہو کر پہیے کو دیکھنے لگا۔ فاضل پہیہ بھی نہیں تھا۔ اب وہ کسی ٹیکسی میں جانے پر مجبور تھا۔ اسی وقت ہمارا ایک آدمی چھوٹی سی پرچی لے کر اس کے پاس آیا پھر کہنے لگا "مسٹر! کیا بتا سکتے ہو، یہ بنگلا کس جگہ ہے؟"

غلام باقی پریشان تھا۔ کچھ جھنجلایا ہوا تھا لیکن اخلاقی تقاضے کو پورا کرنے کے لیے اس سے پرچی لی۔ اس پر ایڈریس پڑھا تو چونک کر بولا "ارے یہ تو ہمارے بنگلے کے قریب ہے۔ مجھے وہیں جانا ہے لیکن پہیہ بے کار ہو گیا ہے۔"

ہمارے سراغ رساں نے کہا "اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے، میری کار موجود ہے۔ میں وائف کے ساتھ جا رہا ہوں۔ تم پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ، اس طرح میری رہنمائی بھی کر سکو گے اور اپنی منزل تک بھی پہنچ جاؤ گے۔"

غلام باقی کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ شاید وہ اپنے آقاؤں کے حکم کے مطابق جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ سامان اٹھا کر پچھلی سیٹ پر آ گیا۔ کار اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ غلام نے کہا "ساتویں شاہراہ تک چلو، میں اس کے بعد رہنمائی کروں گا۔"

کار کے شیشے کلرڈ تھے۔ باہر سے اندر بیٹھنے والے نظر نہیں آتے تھے، اندر والوں کو باہر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ وہ آرام سے پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا پھر چونک پڑا۔ ایک کھٹکے کی آواز کے ساتھ اگلی اور پچھلی سیٹ کے درمیان شیشے کی دیوار ابھرتی ہوئی چھت تک چلی گئی تھی ـــ وہ شیشہ بہت ہی مضبوط، دبیز اور ناقابلِ شکست تھا۔ اس نے ہاتھ مارتے ہوئے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟"

اسے عجیب سی بو کا احساس ہوا۔ وہ نہ خوشبو تھی نہ بدبو۔ اس نے گہری سانس لے کر محسوس کرنے کی کوشش کی۔ آخر وہ کیسی بو ہے،

سانس لیتے ہی ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ اُس نے گھبرا کر دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسے کھولنے کی کوشش کی۔ پتا چلا اُسے لاک کر دیا گیا ہے اور ان مقفل دروازوں کو اگلی سیٹ والا ہی کھول سکتا ہے۔

کوئی دوسرا ہوتا تو فوراً ہی ہاتھ پاؤں چھوڑ دیتا۔ وہ بہت ہی مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف پہنچ کر اسے کھولنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے نصف مُردہ ہے اور نصف زندہ ہے اور تھوڑی دیر میں مرنے ہی والا ہے۔ ایسے وقت آدمی خود کو قابو میں رکھ نہیں سکتا جب دماغ کمزور ہو رہا ہو تو جسمانی قوت کام نہیں آتی، وہ تو دماغ کے تابع فرمان رہتی ہے۔

ایسے وقت آدمی یوگا کا ماہر ہو تو سانس نہیں روک سکتا تنویمی عمل کے ذریعے دماغ کو لاک کیا گیا ہو تو وہ عمل بے اثر ہو جاتا ہے۔ لاک کرنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ دماغ پوری طرح حساس رہے اور پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے جبکہ غلام باقی کا دم گھٹ رہا تھا۔ ان لمحات میں اس کا دماغ ایک کتاب کی طرح ورق ورق کھلنے لگا۔

میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہ نڈھال ہو رہا تھا، ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ رہے تھے۔ اس نے آخری بار خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ پھر جھٹکے جھٹکے اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان لڑھک گیا، وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ ایسی حالت میں مزید معلومات حاصل نہیں کی جا سکتی تھیں۔

میں نے کار ڈرائیو کرنے والے سے کہا: ”اسے خفیہ اڈے میں پہنچانے کے بعد اچھی طرح باندھ کر رکھنا ورنہ ہوش میں آنے کے بعد زخمی شیر کی طرح لپکے گا۔“

”آپ اطمینان رکھیں، نہ تو ہم اسے قید سے نکلنے دیں گے اور نہ ہی اس پر کسی کی نظر پڑنے دیں گے۔“

”ایسی دوائیں تیار رکھو جو اعصاب کو یا دماغ کو کمزور بناتی ہیں۔“

میں سوچنے لگا اُس کے اغوا کا ردِ عمل کیا ہو سکتا ہے۔ پھر میں نے کار ڈرائیو کرنے والے سے کہا: ”اب یہ ہوش میں آئے تو اس کے سامنے کوئی اپنی آواز نہیں سنائے گا۔ سب گونگے بن کر رہیں گے۔“

میں ہر بات اچھی طرح سمجھا کر واپس پومی کے پاس آ گیا۔ اس دوران ایک گھنٹا گزر چکا تھا۔ اِدھر میں پیرس پہنچ رہا تھا، اُدھر وہ گرین بے کے ساحلی علاقے میں قدم رکھ چکی تھی۔ میں نے کہا: ”ہم نے غلام کو قابو میں کر لیا ہے۔ ابھی وہ بے ہوش ہے۔ میں نے کچھ معلومات حاصل کی ہیں، انھیں غور سے سنو۔“

وہ سننے لگی، میں کہنے لگا: ”نثار پرا اور بہرام گنت گولی نے ٹرانسفارمر مشین کو اسی بنگلے میں چھپا کر رکھا ہے، جہاں تم پہنچنے والی ہو۔ وہ مشین دستور کے مطابق دو بستروں کے سرہانے نصب کی جانے والی ہے۔ اس سلسلے میں نثار پرا کو اوزاروں اور چند کل پرزوں کی ضرورت تھی، اس نے ایک فہرست بنا کر غلام باقی کو دی۔ وہ سامان خریدنے اسٹور تک آیا، ایسے ہی وقت اُسے اغوا کر لیا گیا ہے، یعنی ابھی وہ مشین استعمال نہیں ہوئی ہے۔“

پومی نے پوچھا: ”اس بنگلے میں کتنے افراد ہیں؟“

”وہاں نثار پرا، بہرام گنت گولی اور ڈان فریزر رہ گئے ہیں۔“

”بہرام گنت گولی ایک عرصے سے مجرمانہ زندگی گزار رہا ہے۔ اس کے بے شمار جاں نثار ہوں گے۔ کیا اس نے اپنی حفاظت کے لیے کسی کو نہیں بلایا ہے؟“

”غلام باقی کے ڈوبتے ہوئے ذہن نے مجھے بتایا ہے، وہاں کوئی غیر ضروری آدمی نہیں ہے اور یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ بہرام جب تک اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم منتقل نہیں کرائے گا، اپنے کسی جاں نثار کی نظروں میں اس مشین کو نہیں آنے دے گا۔“

”خدا کا شکر ہے، ابھی وہ علمِ شیطان گنت گولی کے دماغ تک نہیں پہنچا ہے اور اب میں پہنچنے بھی نہیں دوں گی۔“

”پومی تھوڑی دیر کے لیے رابطہ ختم کر رہا ہوں۔ میں پیرس پہنچ چکا ہوں۔ شیخ صاحب اور رسونتی سے معلوم کر دوں گا، اگلی فلائیٹ کون سی ہے، اس کے مطابق تمہارے پاس پہنچوں گا۔“

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ تمام مسافر جہاز سے اُترنے کے لیے اپنا سامان اُٹھا رہے تھے۔ میں نے باتھ رُوم میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر میک اپ صاف کرنے لگا۔ فرانسیسی حکومت کے اعلیٰ افسران رسونتی کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ انھیں معلوم تھا، میں پہنچنے والا ہوں لہٰذا میک اپ تو کیا، کسی پاسپورٹ اور ویزا کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

جب میں باتھ روم سے باہر آیا تو مسافر جا چکے تھے۔ ایک ایئر ہوسٹس مجھے تعجب سے دیکھنے لگی۔ میں اپنا بیگ اُٹھا کر جانے لگا، اس نے پوچھا: ”مسٹر! کیا آپ وہی ہیں جو اس سیٹ پر تھے؟“

میں نے اپنا پاسپورٹ اسے دیتے ہوئے کہا: ”دیکھ لو، میں وہی ہوں۔“

پاسپورٹ پر میری وہ تصویر تھی جس کا میک اپ اُتار چکا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا: ”ایئرپورٹ میں انٹیلی جنس کے آدمی ضرور ہوں گے، تم چاہو تو میرے خلاف رپورٹ کر سکتی ہو۔“

اس نے پاسپورٹ واپس کرتے ہوئے کہا: ”تم خود پھنسو گے، یہاں تصویر کچھ اور ہے تم کچھ اور ہو۔“

”کیا میرے پھنسنے کا تماشا نہیں دیکھو گی۔ چلو ساتھ چلتے ہیں۔“

وہ میرے ساتھ ہو گئی، ہم طیارے سے باہر آئے، اس نے کہا: ”میں نے ایسا دلیر مجرم نہیں دیکھا۔ اب تمہارا انجام دیکھوں گی۔“

جب ہم عمارت کے اُس حصے میں آئے جہاں داخل ہونے سے پہلے ہر مسافر کو چیک کیا جاتا تھا تو وہ ٹھٹک گئی۔ وہاں فرانسیسی حکومت کے بڑے بڑے افسران کھڑے ہوئے تھے۔ رسونتی مجھے دیکھتے ہی دوڑتی ہوئی آئی۔ دوسرے افسران میرے پاس آ کر مجھ سے مصافحہ کر رہے تھے۔ ائیر ہوسٹس حیرانی سے منہ کھولے مجھے تک رہی تھی۔ دوسروں کی زبان سے فرہاد علی تیمور کا نام سن کر پیچھے ہٹ گئی تھی، چپ چاپ وہاں سے جا رہی تھی۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا: ”جناب! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے، آپ اپنے اصل روپ میں تشریف لائیں گے۔ ہم نے آپ کی آمد کو راز میں رکھنے کا مکمل انتظام کر رکھا ہے۔“

بابا فرید واسطی مرحوم کے ادارے کو فرانسیسی حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔ پھر میں نے اپنی خیال خوانی کے ذریعے اس حکومت کے ساتھ اس قدر تعاون کیا تھا کہ سب مجھے چاہتے تھے اور دل سے مانتے تھے۔ ان کی نظروں میں یہ حقیقت بھی تھی کہ بابا صاحب کے ادارے میں ایک نہیں، تین تین ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں جن کی موجودگی میں ان کی حکومت پر کبھی آنچ نہیں آئے گی۔

مجھے اور رسونتی کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ سرکاری گیسٹ ہاؤس میں پہنچایا گیا۔ اس گیسٹ ہاؤس کے چاروں طرف دُور دور تک مسلح فوجیوں کا پہرا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے تک مجھے رسونتی سے ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہیں ملا۔ تمام افسران کی یہی فرمائش تھی کہ میں اصل رُوپ میں رہوں۔ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اس لیے وہ میرے اور رسونتی کے ساتھ باری باری تصویریں اُترواتے جا رہے تھے۔ یہ بھی غنیمت تھا، تصویریں اتروانے کے بعد مجھ سے گرمجوشی سے مصافحہ کرنے کے بعد رخصت ہو جاتے تھے۔ اتنا تو جانتے تھے کہ برسوں بعد بیوی سے مل رہا ہوں لہٰذا تنہائی کا موقع دینا چاہیے۔

سب رخصت ہو گئے، آخر میں شیخ صاحب رہ گئے۔ وہ آدھے گھنٹے تک موجودہ مسائل پر گفتگو کرتے رہے پھر یہ کہہ کر چلے گئے کہ مجھے رات دس بجے والی فلائیٹ سے جانا ہے۔ دوبارہ ایک گھنٹا پہلے آئیں گے پھر ضروری مسائل پر گفتگو کریں گے۔

ان کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر پلٹ کر دیکھا تو رسونتی سر پر آنچل رکھے، سر جھکائے شرما رہی تھی۔ میں اس کے پاس آ گیا۔ اس کے بازوؤں کو تھام کر مسکراتے ہوئے اُسے دیکھا۔ وہ بدستور شرما رہی تھی اور منہ چھپا رہی تھی۔ میں نے اُس کے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں میں سجا کر پوچھا: ”جانتی ہو، پچھلی بار ہم کب ملے تھے؟“

وہ چپ رہی، میں نے کہا: ”ہم اس وقت ملے تھے جب تم ننھی سی بچی تھیں اور فیڈر سے دُودھ پیا کرتی تھیں۔“

وہ منہ چھپا کر ہنسنے لگی۔ بات سچ تھی۔ دشمنوں نے پہلے کوما میں رکھا تھا۔ پھر کوما سے نکال کر اس کا برین واش کیا تھا۔ اسے ایک ننھی سی بچی بنا دیا تھا۔ وہ عجیب و غریب حالات تھے میرے سامنے میری بھرپور جوان بیوی تھی مگر ذہنی طور پر ننھی سی بچی تھی۔ میں اسے ساتھ لیے برازیل کے جنگلوں میں بھٹکتا رہا تھا۔ بڑے متضاد حالات تھے کبھی شوہر کی حیثیت سے اسے دیکھتا تھا اور کبھی ننھی سی بچی کو آغوش میں لے کر تھپک تھپک کر سُلا دیتا تھا۔

میں نے اس کے چہرے کو ہتھیلیوں کے گلدان میں سجا کر کہا: ”اب تم بچی نہیں ہو لیکن یہ تمہارے ساتھ بڑی ٹریجڈی رہی، ان دنوں تم اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھیں۔ ایک بچی کی طرح زندگی گزار رہی تھیں۔ ان حالات میں ماں بننے والی تھیں یہ کتنا بڑا المیہ تھا، تم شوہر کی محبت کو، اس کے رشتے کو، اس کے تعلق کو نہ سمجھ سکیں۔ تم ماں بن رہی تھیں۔ تب بھی تمہیں اس بات کا ہوش نہیں تھا کہ ماں کیا ہوتی ہے؟ اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والا بچہ کیسا ہوتا ہے؟“

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے اُسے محبت بھرے بازوؤں میں چھپا لیا۔ وہ کہنے لگی: ”میں جانتی ہوں، منجانی جب سے تمہاری زندگی میں آئی ہے تم زہر بن گئے ہو، آئندہ کبھی باپ نہیں بن سکو گے۔ میں اس لیے دُوسری بار ماں نہ بن سکی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتی ہوں، ہمارا ایک ہی بیٹا کافی ہے، اس پر کوئی آنچ نہ آئے۔“

میں نے کہا: ”اللہ نے چاہا تو کل ہمارا پارس تمہاری گود میں ہوگا۔ جب میں امریکا سے واپس آؤں گا تو ہم میاں بیوی اپنے بچے کے ساتھ بہت اچھا وقت گزاریں گے۔ خواہ وہ اچھا وقت کچھ دنوں کے لیے ہی سہی۔ مگر وعدہ کرتا ہوں، ہم کچھ دنوں تک ساتھ رہیں گے۔ اپنے بچے کو بھرپور محبت دیتے رہیں گے اور ساری مصروفیات کو بھلا دیں گے۔“

ہم نے ان لمحات میں خود کو بھلا دیا۔ ان لمحات میں انکشاف ہوتا ہے کہ بیوی کیا ہے؟

بیوی ہماری نسل کا بوجھ اُٹھانے والی ایک عظیم بار بردار عورت ہوتی ہے۔

موت ہمیں مار ڈالتی ہے۔ بیوی ہمارے بچے کو جنم دے

کر موت کے بعد بھی ہمیں زندہ رکھتی ہے۔ یہ موت کی شکست ہے کہ وہ ہماری بیوی کے سامنے ہمیں مار نہیں سکتی۔

خون سے زیادہ دُودھ کی اہمیت ہے۔ خون تو عورت میں بھی ہوتا ہے مرد میں بھی ہوتا ہے۔ دینا تو وہ چاہیے جو کوئی نہ دے سکے اور بیوی ہمارے بچوں کو یہی نایاب دُودھ دیتی ہے جو بازار میں نہیں ملتا۔ اور اگر ملتا ہے تو آئندہ نسلوں کی جسمانی اور دماغی صحت مشکوک کر دیتا ہے۔

بیوی وہ ہے جو رسونتی کی طرح اپنے دھرم کے لیے لڑتی ہے اور لڑتے لڑتے ہمارے مذہب کی طرف جُھک جاتی ہے۔ قدرت نے تمام عورتوں کے رشتوں کے مقابلے میں بیوی کو زیادہ جُھکنا سکھایا ہے اس لیے وہ جُھکتے جُھکتے ایمان کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔

وہ نہیں سوچتی اس کا دھرم کیا تھا۔ وہ نہیں سوچتی اس کی اَنا اور خود داری کیا تھی۔ وہ نہیں سوچتی سماج میں اُس کا مان مرتبہ کیا تھا۔ وہ صرف اپنے مرد کے لیے فنا ہو جانا جانتی ہے بعد میں انکشاف ہوتا ہے کہ فنا ہونے کے بعد بھی زندہ ہے۔ اولاد جوان ہو کر باپ کا صرف نام لیتی ہے مگر ماں کی عظمت کو سلام کرتی ہے۔ اس کا جیتا جاگتا ثبوت یہ ہے کہ آپ کسی بھی شہر کے رکشے اور ٹیکسیوں کے پیچھے دیکھ لیں، وہاں لکھا ہوا ہو گا ”ماں کی دُعا“ کبھی آپ نے باپ کی دُعا لکھا ہوا نہیں دیکھا ہو گا۔

گویا عورت بیوی بن کر فنا ہوتی ہے اور ماں بن کر اَمر ہو جاتی ہے۔

رسونتی میرے سامنے سب کچھ بھُول گئی تھی، جیسے ہوش و حواس سے بیگانی ہو گئی تھی۔ اس نے ان لمحات میں پارس کو بھی یاد نہیں کیا۔ عورت شاید اس لیے اولاد کو یاد نہیں کرتی کہ اولاد والا پاس ہی ہوتا ہے وہ پھر پُورا اعتماد کرتی ہے جب تک تقدیر مہربان ہے جب تک باپ اپنے بچّے کا نگہبان ہے، تب تک بچّے کا نصیب اپنے تیور نہیں بدلے گا۔

وہ پارس کے سلسلے میں مطمئن تھی۔ اس وقت تک اس کی پلاسٹک سرجری ہو چکی تھی۔ اس نے ٹیپو کا روپ اختیار کر لیا تھا پھر اعلیٰ بی بی اس کی حفاظت کے لیے موجود تھی اور کسی بھی لمحے ہم دونوں اپنے بچّے کے پاس پہنچ سکتے تھے۔ اسی لیے رسونتی صرف میری ذات میں گم ہو گئی تھی۔

رات کے آٹھ بجنے لگے۔ رسونتی اُداس ہونے لگی میری روانگی کا وقت قریب آ رہا تھا۔ ہم نے غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا، اسی وقت جناب شیخ الفارس تشریف لے آئے۔ ہم نے سرکاری گیسٹ ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں آ کر دیکھا، وہ ایک قاضی صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے کہا: ”میرا خیال ہے تم دونوں پاک صاف ہو۔ وضو کر سکتے ہو اور سجدۂ شکر ادا کر سکتے ہو، لہٰذا میں قاضی صاحب کو لے آیا ہوں۔ رسونتی نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تم دونوں کا دوبارہ نکاح پڑھایا جائے گا۔“

رسونتی مارے خوشی کے بے حال ہو گئی۔ فوراً ہی پلٹ کر تیزی سے چلتی ہوئی باتھ روم میں گئی اور وضو کرنے لگی۔ میں نے بھی جا کر وضو کیا پھر پانچ منٹ کے بعد ہم دونوں قاضی صاحب کے سامنے سر جُھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ رسونتی گھونگھٹ میں چھُپی ہوئی تھی۔ وہ نکاح پڑھا رہے تھے اور ہم نکاح قبول کر رہے تھے۔

ساڑھے آٹھ بجے ہم مذہبی اور قانونی طور پر از سرِ نو میاں بیوی بن گئے۔ قاضی صاحب رخصت ہو گئے۔ جناب شیخ الفارس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: ”فرہاد! میں نے کہا تھا فلائٹ سے ایک گھنٹا پہلے آؤں گا اور ضروری مسائل پر گفتگو کروں گا۔ مسائل کچھ نہیں ہیں۔ تم سب اپنے اپنے مسائل سے بخوبی نمٹ سکتے ہو۔ میرا مقصد یہی تھا کہ میں تم دونوں کا باقاعدہ نکاح پڑھوا دوں۔ تاکہ روزِ محشر خدا کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے تو مجھے شرمندگی نہ ہو۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ میری تمام دُعائیں تم دونوں کے ساتھ ہیں۔“

وہ ہم سے رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ رسونتی دونوں ہاتھوں سے مُنہ ڈھانپ کر رونے لگی۔ میں نے حیرانی سے پوچھا: ”کیا بات ہے؟“

”آج صحیح معنوں میں ہمارا نکاح ہوا ہے۔ آج ہم ایک دوسرے کے شریکِ حیات ہیں لیکن یہ کیسی شادی ہے، کیسا نکاح ہے کہ ہم سُہاگ رات نہیں گزار سکتے۔ تمھاری روانگی کا وقت ہو چکا ہے۔“

اس کی آنسو بھری فریاد سُن کر میرا دل دُکھنے لگا۔ میں نے کہا: ”نہیں میری جان! ہم سہاگ رات گزاریں گے۔ خواہ قیامت آ جائے۔ جس شریکِ حیات نے مجھے پارس جیسا بیٹا دیا ہے، میں اس کے دل میں کوئی حسرت رہنے نہیں دُوں گا۔ بس چند لمحوں تک انتظار کرو۔“

میں نے فرانسیسی حکمرانوں سے باری باری رابطہ قائم کیا، ان سے کہا: ”میں فرہاد علی تیمور آپ لوگوں سے مخاطب ہوں اور پوچھ رہا ہوں اگر میری خاطر طیارہ دو چار گھنٹے لیٹ ہو جائے تو کیا فرق پڑے گا؟“

ہر عہدے دار نے یہی جواب دیا: ”کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ کے لیے تو جان حاضر ہے۔ آپ جس طیارے میں سفر کرنے والے ہیں، وہ ہمارا اپنا طیارہ ہے۔ ہم اعلان کر دیں گے، اس میں کوئی خامی پیدا ہو گئی ہے، اسے درست کیا جا رہا ہے تاکہ مسافروں کو سفر کے دوران کوئی نقصان نہ پہنچے۔“

تمام افسروں نے یہی جواب دیا: ”کوئی مسافر اعتراض نہیں کرے گا۔ ہر مسافر کو اپنی زندگی عزیز ہوتی ہے۔ وہ یہی چاہے گا کہ سفر سے پہلے ہی طیارے کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا جائے۔“

رسونتی میرے دماغ میں تھی میرے ذریعے ان تمام افسران کے جوابات سنتی جا رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا: ”کیا مسافروں کو غلط اطلاع دی جائے گی کہ طیارے میں خرابی پیدا ہو گئی۔ خدانخواستہ تم سفر کرتے رہتے اور طیارے میں خرابی پیدا ہو جاتی تو کیا ہوتا؟“

میں اس منطق پر حیران ہو کر اسے تکنے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ لیے۔ پھر چیختے ہوئے بولی: ”نہیں، یہ نہیں ہو سکتا، خدایا! مجھے معاف کر دے اگر میرا جیون ساتھی سفر کرتا اور اس طیارے میں سچ مچ خرابی پیدا ہو جاتی تب کیا ہوتا؟“

میں اس کی یہ بات سُن کر جانے کیوں لرز گیا۔ وہ پھر چیخ کر بولی: ”نہیں فرہاد! نہیں، ہرگز نہیں۔ طیارے میں جھُوٹی یا سچی خرابی پیدا نہیں ہو گی، کبھی پیدا نہیں ہو گی۔ تم سفر کرنے والے ہو، لعنت ہے ایسی سُہاگ رات پر جو ایک رات کی خوشی کے لیے اس سے اس کا شوہر چھین لے جس طیارے میں وہ سفر کر رہا ہو اس طیارے میں جانی انجانی خرابی پیدا ہو جائے۔ نہیں، یہ کفر ہے، یہ مذاق ہے جو قدرت سے کیا جاتا ہے اور میں ایسا مذاق کر کے اپنی ازدواجی زندگی کو داؤ پر نہیں لگاؤں گی۔ تم یہاں نہیں رُکو گے۔ میں اپنی سُہاگ رات کو تمھاری سلامتی پر قربان کرتی ہوں، تم وقت پر جاؤ گے۔“

اور میں وقت پر روانہ ہو گیا۔ طیارے میں پرواز کرنے کے دوران رسونتی کا چہرہ سامنے تھا۔ اس کی بھیگی ہوئی آنکھیں نظر آ رہی تھیں عورت اپنا سب کچھ قربان کر سکتی ہے مگر سہاگ رات کی قربانی نہیں دے سکتی کیوں کہ یہ اس کی جوانی کی پہلی اور آخری خوشی ہوتی ہے وہ بڑھاپے کی آخری سانس میں بھی جب اس رات کو یاد کرتی ہے تو نوخیز دُلھن کی طرح شرمانے لگتی ہے۔ جس طرح زندگی ایک بار ملتی ہے اسی طرح یہ رات بھی ایک بار آتی ہے۔ رسونتی میری شریکِ حیات تھی میرے بچّے کی ماں تھی لیکن اس کے نصیب میں آج تک وہ رات نہیں آئی تھی۔ آج آنے والی تھی مگر اس نے میری سلامتی کے لیے اتنی بڑی خوشی کو قربان کر دیا تھا۔ وہ آخری سانسوں تک میری شریکِ حیات رہے گی۔ لیکن یہ رات اب اس کی زندگی میں کبھی نہیں آئے گی۔

میں تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اپنے دل اور دماغ سے تمام جذبات کو نکالنے کی کوشش کرتا رہا۔ کیوں کہ اندر جذبات بھرے ہوں تو جیسے غبار بھرا ہوتا ہے ایسے میں آدمی نہ تو کام کی بات سوچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کام پوری توجہ سے کر سکتا ہے۔

پھر میں نے پومی سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے کہا: ”تم چھ گھنٹے سے غائب ہو مگر شکایت نہیں کروں گی۔ بہت عرصے بعد رسونتی سے ملاقات ہوئی ہے۔“

”ہاں، میں چھ گھنٹے تک ساری دُنیا کو بھُول گیا تھا، تم بتاؤ، کیا کرتی رہیں؟“

”اس بنگلے کے قریب ان کی نگرانی کرتی رہی۔ وہاں سے کبھی بہرام گنگولی اور کبھی ایک انگریز باہر آتا تھا، وہ لوگ برآمدے میں کھڑے ہو کر دُور دُور تک دیکھتے تھے پھر پریشان ہو کر چلے جاتے تھے یقیناً انھیں غلام باقی کا انتظار تھا۔“

پومی کے بیان کے مطابق وہ لوگ دو گھنٹے تک پریشان رہے پھر ڈان فریزر باہر آیا۔ بنگلے کے احاطے میں دو گاڑیاں تھیں، ایک تو غلام باقی لے گیا تھا دوسری کار موجود تھی۔ ڈان فریزر نے اس کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر ڈرائیو کرتا ہوا سڑک پر آیا۔ پومی دُور ہی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سڑک کے کنارے آ کر کھڑی ہو گئی پھر ایک انگوٹھے سے لفٹ حاصل کرنے کا اشارہ کرنے لگی۔ اس نے دیکھ لیا تھا کچھ اور لوگ فریزر کا تعاقب کر رہے تھے اور وہ یقیناً ہمارے ہی آدمی تھے۔

ڈان فریزر نے دیکھا، ایک حسین نوخیز دوشیزہ سڑک کے کنارے لفٹ مانگ رہی ہے۔ کوئی اور وقت ہوتا تو شاید وہ گاڑی روک دیتا فی الوقت وہ سب پریشان تھے۔ غلام باقی کی گمشدگی نے انھیں خطرے کا احساس دلایا تھا۔ پھر وہ اپنے استاد بہرام گنگولی سے ڈرتا تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے دوران کسی حسینہ میں دلچسپی نہیں لینا چاہتا تھا۔ بہرحال اس نے گاڑی نہیں روکی۔ پومی کے قریب سے تیز رفتاری کے ساتھ گزر گیا۔ پیچھے آنے والی گاڑی بھی اسی طرح گزر گئی.......... اس کے پیچھے ایک اور گاڑی آ رہی تھی۔ وہ رُک گئی۔ ایک نوجوان نے دروازہ کھول کر باہر آتے ہوئے کہا: ”مس پومی! میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھتا ہوں۔ کم آن ہری اپ، ورنہ وہ نکل جائے گا۔“

وہ جلدی سے آ کر بیٹھ گئی پھر بولی: ”یہ ڈان فریزر بھی کسی اسٹور میں جائے گا اور مشین کے کل پُرزے خریدے گا۔“

گاڑی ڈرائیو کرنے والے نوجوان نے چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کیا، انھیں بتایا: ”پومی میرے ساتھ ہے۔ اگر ڈان فریزر بھی کسی اسٹور میں جا کر کل پُرزے خریدے تو اس کا مطلب ہے وہ کل پُرزے نہایت اہم ہیں۔“

دوسری طرف سے جواب ملا: ”ہم اس کی اہمیت سمجھ رہے

ہیں۔ ہماری کوشش یہی ہوگی کہ ڈان فریزر بھی واپس نہ جاسکے۔"

پومی نے اس کے ہاتھ سے ٹرانسمیٹر لے کر کہا "میں پومی بول رہی ہوں۔ ڈان کو اغوا کرکے کسی دوسری جگہ پہنچایا جائے۔ اُسے غلام باقی کے پاس ہرگز نہ لے جانا۔"

میں پومی کو ان کے متعلق اچھی خاصی تفصیلات بتا چکا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی‘ فریزر نے تنویمی عمل کے ذریعے غلام باقی کو اپنا تابعدار بنایا تھا۔ اگر اغوا کرنے کے بعد دونوں کو ایک جگہ رکھا جاتا تو غلام ضرور اپنے تنویمی عمل کرنے والے سے متاثر ہوتا۔

پومی یہ بھی سمجھتی تھی‘ میں نے غلام باقی کے بے ہوش ہونے کے دوران اس کے دماغ سے کچھ معلومات حاصل کی تھیں‘ اگر اُسے علیحدہ رکھ کر اس کے دماغ کو اسی طرح کمزور رکھا جاتا تو مزید معلومات حاصل ہوسکتی تھیں‘ اس لیے اس نے ہمارے آدمیوں سے کہہ دیا تھا‘ ڈان فریزر کو اس سے دُور رکھا جائے۔

ہمیں اس بات کا اطمینان تھا‘ وہ ٹرانسفارمر مشین ابھی اُن کے کسی کام نہیں آئے گی۔ اسے دوبارہ نصب کرنے اور آپریٹ کرنے کے سلسلے میں جن چیزوں کی کمی تھی‘ وہ ان کے پاس نہیں پہنچ رہی تھیں بلکہ ہم پہنچنے نہیں دے رہے تھے ــــ بہرام گنگولی کو ٹیلی پیتھی کے علم سے محروم رکھنے کا فی الحال یہی ایک طریقہ تھا۔

ڈان فریزر نے ایک اسٹور کے سامنے جاکر گاڑی روکی پھر گاڑی سے اُتر کر اسٹور کی طرف جانا چاہتا تھا‘ اسی وقت تعاقب کرنے والوں میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا "ہیلو، مسٹر! تم جو سامان خریدنے جارہے ہو‘ وہ ہمارے پاس موجود ہے۔"

فریزر نے اُسے گھور کر پوچھا "کیا مطلب؟ تم کیسے جانتے ہو‘ میں کیا خریدنے جارہا ہوں؟"

"تم سے پہلے بھی ایک خریدار آیا تھا ہم نے اس کی جیب کے پہیئے سے ہوا نکال دی۔ اُسے اپنے ساتھ جانے پر مجبور کردیا۔"

فریزر نے پریشان ہوکر پوچھا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم مجھے بھی مجبور کروگے؟"

"راضی خوشی چلوگے تو مجبور نہیں کیا جائے گا تم دیکھ رہے ہو‘ میرا ہاتھ کوٹ کی جیب میں ہے حالاں کہ اتنی سردی نہیں پڑ رہی ہے پھر بھی ریوالور کو چھپا کر رکھنے کے لیے ہاتھ کو جیب میں رکھنا ہی پڑتا ہے۔"

وہ سہم کر کوٹ کی جیب کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے مجبور کرنے والا کہہ رہا تھا "کیا یہ بتانا ہوگا کہ ریوالور کا رُخ تمہاری طرف ہے؟"

وہ تھوک نگلنے لگا۔ آس پاس دیکھتا بھی جارہا تھا۔ فٹ پاتھ پر اکا دُکا راہگیر نظر آرہے تھے‘ ایک آدھ قریب سے بھی گزر رہا تھا مگر گزرنے والا یہ کیسے جان سکتا تھا کہ کس کی جیب میں ریوالور ہے۔ اور تنویمی عمل جاننے والا ڈان فریزر موت کے سامنے کھڑا ہے۔

وہ مجبور ہوگیا۔ اس کے اشارے پر آگے بڑھتا ہوا ایک کار کے پاس پہنچا۔ اس کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا گیا۔ سیٹ پر پہلے ہی ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ لیا۔ ریوالور والا بھی اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہوا پھر گاڑی آگے چل پڑی اُسے آبادی سے ذرا دُور ایک چھوٹے سے مکان میں لایا گیا۔ ایک کمرے میں تنہا چھوڑ دیا گیا۔ وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ فرار کا راستہ نہیں تھا۔ ایک ہی دروازہ تھا جو اب کھل رہا تھا۔ وہ دروازے پر پومی کو دیکھتے ہی چونک گیا۔ یاد آیا‘ اس لڑکی نے لفٹ مانگی تھی۔

اس نے پیچھے ہٹ کر پوچھا "تم کون ہو؟ کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہو؟ دیکھو‘ میرے گرودیو کے بارے میں تمہیں کچھ معلوم نہیں‘ وہ بہت خطرناک ہے۔ ابھی کالے علم کے ذریعے مجھے یہاں سے نکال لے جائے گا۔"

پومی نے کمرے میں آکر کہا "تمہیں گرودیو پر یقین ہے‘ پھر بھی خوف سے مرے جارہے ہو‘ آرام سے بیٹھو۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "کیا تم نے غلام باقی کو اغوا کیا ہے؟"

وہ دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی "تم سوال نہیں کروگے‘ صرف جواب دوگے۔ اس بنگلے میں شارپرا اور بہرام گنگولی کے علاوہ اور کون ہے؟"

"میں تمہارے سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

پومی نے ایک جوان کو بلا کر کہا "ریوالور کی نال کنپٹی سے لگا دو۔ یہ جواب دینے میں ایک لمحے کی بھی دیر کرے تو گولی ماردینا۔"

نوجوان نے ریوالور نکال کر ڈان فریزر کی کنپٹی سے لگادیا وہ خوف سے لرزنے لگا پھر بولا "وہاں صرف شارپرا اور میرے گرودیو ہیں۔ وہ کسی اور کو اس راز میں شریک نہیں کرنا چاہتے۔"

"کیا اس بنگلے میں ٹیلیفون ہے؟"

"نہیں ہے۔"

"میں نے ٹیلیفون کا تار اس بنگلے کی طرف جاتے دیکھا ہے۔"

وہ بے بسی سے بولا "جب تم نے دیکھا ہے تو پوچھتی کیوں ہو؟"

"اب اس نے غلط جواب دیا تو گولی چلا دینا۔ ہاں تو مسٹر فریزر! جواب دو کیا شارپرا نے تمہیں اس مشین کو آپریٹ کرنا سکھایا ہے؟"

"نہیں‘ شارپرا کہہ رہا تھا‘ غلام باقی ایک بار مشین آپریٹ کرچکا ہے۔ اگرچہ وہ تنویمی عمل کے زیرِ اثر تھا‘ اسے اچھی طرح یاد نہیں

ہے لیکن دوبارہ بتایا جائے گا تو یاد آجائے گا۔"

"اب غلام باقی وہاں نہیں رہا؟"

"میرا اُستاد بہرام گنگولی کہہ رہا تھا مجھے آپریٹ کرنا سکھایا جائے گا لیکن پہلے سامان ضروری تھا‘ اس لیے میں خریداری کے لیے آیا تھا۔ میں کہتا ہوں‘ میرا اُستاد بہت خطرناک ہے‘ وہ کالے منتروں کا جاپ کرے گا تو ریوالور کی گولیاں پگھل جائیں گی۔ تم سب کے ہاتھ پاؤں شل ہوجائیں گے۔ کوئی میرے سامنے آنکھ اُٹھا کر دیکھ بھی نہیں سکے گا اور میں تم سب کے سامنے سے گزرتا ہوا چلا جاؤں گا۔"

وہ بولی "ہم یہ دلچسپ تماشا ضرور دیکھیں گے‘ فی الحال ٹیلیفون لے آؤ۔"

دوسرے جوان نے ٹیلیفون لاکر سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ "فریزر! تم چاہو تو اپنے گرو گھنٹال سے بات کرسکتے ہو۔"

وہ بے یقینی سے ایک ایک کا منہ تکنے لگا۔ پومی نے نوجوان سے ریوالور لیا پھر پوچھا "کیا تم بات کرنا نہیں چاہتے؟"

وہ جلدی سے کرسی کھسکا کر سینٹر ٹیبل کے قریب آیا۔ پھر ریسیور اُٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا جب ڈائلنگ ختم ہوگئی‘ رابطہ قائم ہوگیا‘ دوسری طرف سے آواز سنائی دی تو ڈان نے چاہا کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا‘ اسی لمحے پومی نے ریوالور کی نال اس کے منہ میں گھسیڑ دی۔ اس کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا۔ اپنے کان سے لگا کر سُنا۔ دُوسری طرف سے بہرام کی آواز سنائی دے رہی تھی "ہیلو، ہیلو، ہُوا ٹر دیٹ‘ ڈان فریزر! کیا تم ہو؟"

پومی نے کہا "تمہارے شاگرد کے منہ میں ریوالور کی نال گھسی ہوئی ہے‘ کمبخت نکل نہیں رہی ہے۔"

بہرام گنگولی نے گرج کر پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں موت ہوں اور تمہارے کان میں سرگوشی کررہی ہوں‘ غور سے سنو۔ اس بنگلے میں تم دو رہ گئے ہو اور دونوں کی زندگی تھوڑی سی رہ گئی ہے‘ جب تک باہر نہیں نکلوگے‘ زندہ رہوگے‘ باہر نکلتے ہی اپنے غلام اور شاگرد کی طرح لاپتا ہوجاؤگے اور لاپتا اُسے کہتے ہیں جس کا اس دُنیا میں پتا نہ چلے۔"

دوسری طرف سے غرا کر پوچھا گیا "کیا تم کسی تنظیم سے تعلق رکھتی ہو‘ کیا تمہاری تنظیم میں کوئی مرد نہیں ہے؟"

"سُنا ہے‘ تم پاؤں زمین پر مارتے ہو تو زمین دھنس جاتی ہے‘ میری تنظیم میں جو مرد ہے‘ اس کا نام سنوگے تو پاؤں مارنے سے پہلے ہی دھنس جاؤگے۔"

"کیوں ڈینگیں مار رہی ہو‘ بتاؤ تم کون ہو‘ تمہارا سرغنہ کون ہے؟"

"یہ کوئی بدمعاشوں کی ٹولی نہیں ہے کہ سرغنہ کا لفظ استعمال کیا جائے۔ باقی رہی دوسری بات تم مجبور ہو اور مجبور سوال نہیں کرتے صرف جواب دیتے ہیں۔ بولو، مشین کے سلسلے میں کیا سمجھوتا کرتے ہو؟"

"کیسی مشین؟ تم کس مشین کی بات کررہی ہو؟"

"خواہ مخواہ انجان بن کر وقت ضائع مت کرو۔"

"اس مشین پر تم لوگوں کا سایہ بھی نہیں پڑسکے گا تم سمجھتی ہو‘ میرے دو آدمیوں کو یرغمال بناکر مجبور کردوگی۔ میں انہیں کتوں کی موت مرنے کے لیے چھوڑ دوں گا۔ یہ مشین میری جان ہے‘ میری زندگی ہے۔"

"تم اپنی جان کو تنہا استعمال نہیں کرسکوگے۔ شارپرا بھی کچھ نہیں کرسکے گا۔ اسے آپریٹ کرنے کے لیے ایک تیسرے آدمی کی ضرورت پڑے گی اور وہ تیسرا آدمی اب تمہارے پاس نہیں رہا۔"

"تم کیا سمجھتی ہو‘ میرے پاس غلاموں اور جاں نثاروں کی کمی ہے؟"

"جو بھی غلام یا جاں نثار مشین سے تعلق رکھنے والے کل پرزے خریدنے آئے گا‘ زندہ واپس نہیں جائے گا۔ اور تم دونوں کے متعلق میں پہلے ہی پیش گوئی کرچکی ہوں۔ زندگی سے بیزار ہونے کے بعد ہی باہر قدم نکالوگے۔"

تھوڑی دیر تک دوسری طرف خاموشی رہی۔ پومی نے کہا۔ "میں جواب کا انتظار کررہی ہوں۔"

بہرام گنگولی کی گونجتی ہوئی آواز سنائی دی "میں تھوڑی مہلت چاہتا ہوں‘ سوچنے کا موقع دو۔"

"بے شک موقع دوں گی‘ جب تک کالے منتر پڑھ سکتے ہو‘ پڑھتے رہو۔ میں نے جادو کے متعلق بہت کچھ سُنا ہے‘ کبھی آنکھوں سے دیکھا نہیں ہے‘ آج دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"میں ڈان فریزر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اس سے بھی بات ہوجائے گی لیکن میری ایک بات اچھی طرح یاد رکھنا‘ غلام باقی اور ڈان فریزر سے ہمیں خطرہ نہیں تھا‘ اس لیے ہم نے ان دونوں کو اغوا کیا‘ تمہیں نہیں کریں گے۔ جیسے ہی باہر نکلوگے‘ چاروں طرف سے گولیاں برسنا شروع ہوجائیں گی تاکہ تم غیر معمولی جسمانی قوتوں کا مظاہرہ نہ کرسکو اور نہ ہی کسی اور علم کے سہارے وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوسکو۔ میں ٹھیک چار گھنٹے بعد فون کروں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ ڈان فریزر کے منہ سے ریوالور کی نال نکال لی۔ تقریباً دو گھنٹے بعد ادارے کے ایک جوان نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کیا۔ اس نے کہا "مس پومی! اگر آپ بنگلے کے قریب موجود رہیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

پومی نے پوچھا "کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں، ہم جو کچھ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اس پر یقین نہیں کرسکتے۔ پھر بھلا آپ کیسے یقین کریں گی۔"

"پہیلیاں نہ بجھواؤ، سیدھی طرح جواب دو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "ہم تقریباً دس منٹ سے عجیب و غریب تماشا دیکھ رہے ہیں۔ اس بنگلے کے اگلے اور پچھلے دروازے سے بہرام گنگولی نکلتا ہے اور چند قدم چلنے کے بعد ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے، جیسے غائب ہو گیا ہو یا کسی درخت کے پیچھے چھپ گیا ہو۔ دس منٹ کے اندر تقریباً چھ بہرام گنگولی اس بنگلے سے نکل چکے ہیں اور اسی طرح ہماری نظروں سے اوجھل ہوتے رہے ہیں۔"

یومی نے پوچھا: "کیا میں اس بکواس پر یقین کر لوں؟"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا آپ یقین نہیں کریں گی۔ میں بنگلے کے اگلے حصے کی طرف ہوں۔ میں نے اس دروازے سے تین بہرام گنگولی کو نکلتے دیکھا ہے جو ساتھی بنگلے کے پچھلے حصے کی طرف نگرانی کر رہے ہیں، ان کا بھی یہی بیان ہے انھوں نے تین بہرام گنگولی کو نکلتے دیکھا ہے۔ اس طرح اب تک چھ بہرام نکل چکے ہیں۔"

"چلو میں مان لیتی ہوں مگر چھ میں سے کوئی تو کہیں جاتا ہوا نظر آیا ہو گا؟"

"یہی تو حیرانی کی بات ہے۔ ہم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں اور بنگلے سے نکلنے والا بہرام چند قدم چلنے کے بعد گم ہو جاتا ہے۔"

"میں ابھی آ رہی ہوں۔ ٹرانسمیٹر پر بدستور رابطہ قائم کرتے رہو۔"

اس نے ڈان فریزر کو دو جوانوں کے حوالے کیا۔ پھر وہاں سے کار میں بیٹھ کر تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس بنگلے کی طرف جانے لگی۔ راستے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم ہوتا جا رہا تھا۔ بنگلے کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی محسوس ہوا جیسے موسم اچانک بدل گیا ہے، تیز ہوائیں چلنے لگی ہیں۔ ٹرانسمیٹر پر کہا جا رہا تھا: "مس یومی! یہاں اچانک آندھیاں چلنے لگی ہیں۔ درخت یوں لرز رہے ہیں جیسے جڑ سے اکھڑنے والے ہوں، گرد کا ایک طوفان ہے۔ بنگلے کے آس پاس کچھ نظر نہیں آ رہا ہے، صرف ایک آواز سنائی دے رہی ہے کیا آپ ٹرانسمیٹر کے ذریعے کچھ سن سکتی ہیں؟"

یومی نے اس ٹرانسمیٹر کو کان سے لگا لیا۔ وہاں سے آواز آ رہی تھی "جے مہا کالی! تیرا درشن نہ جائے خالی۔"

ٹرانسمیٹر سے بات کرنے والا خوف زدہ ہو کر کہہ رہا تھا۔ "مس یومی! وہ ننگی تلوار لے کر میری طرف بڑھ رہا ہے۔ پتا نہیں یہ حقیقت ہے یا وہم ہے مگر وہ میری طرف بڑھا آ رہا ہے۔"

ٹرانسمیٹر سے بات کرنے والے کی آواز کے ساتھ ساتھ بہرام گنگولی کا بھنگی نعرہ بھی سنائی دے رہا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: "جے مہا کالی، تیرا درشن نہ جائے خالی۔ تو نے اپنے داس کو ٹرانسفارمر مشین کی بھینٹ دی ہے۔ میں تیرے چرنوں میں انسانوں کی بلی دے رہا ہوں اسے قبول کر۔۔۔"

اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے والے کی ایک آخری چیخ سنائی دی۔ یومی نے تصور میں دیکھا۔ بہرام گنگولی نے ننگی تلوار اس جوان کی گردن میں اتار دی تھی اور اس کے سر کو تن سے جدا کر دیا تھا۔ ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا تھا۔ یومی ہیلو ہیلو کہہ کر اسے مخاطب کر رہی تھی مگر جواب نہیں مل رہا تھا، پھر اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کر دیا۔ کار کی رفتار بڑھا دی۔

یہ جو کچھ ہو رہا تھا آج کے سائنسی دور میں نئی نسل کے جوان اس پر یقین نہیں کریں گے اور یقین کرنا بھی نہیں چاہیے کیوں کہ جادو سوڈا واٹر گیس کی طرح ہوتا ہے۔ بوتل کھلتے ہی تیزی سے جھاگ نکلتا ہے پھر وہ بوتل ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔

ہمارے جن پیغمبروں پر آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان پر ایمان رکھنے والے تسلیم کرتے ہیں کہ جادو اس دنیا میں ہے۔ اسی لیے حضرت موسیٰ کے مقابلے میں کتنے ہی خطرناک جادوگر آئے اور اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ یہ آسمانی کتابیں ہمیں سمجھاتی ہیں کہ ایمان مضبوط ہو، انسان راستی پر چل رہا ہو تو اس پر جادو اثر نہیں کر سکتا۔

آج بھی ہماری دنیا میں بڑے بڑے جادوگر ہیں جو مسمریزم جاننے والے باکمال پروفیسر کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ وہ سیکڑوں حاضرین کے سامنے کھڑے ہو کر سب کی گھڑیوں کا وقت روک دیتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق وقت بدل دیتے ہیں۔ حاضرین کو اپنی خالی ٹوپی دکھا کر سر پر رکھتے ہیں پھر اسے سر سے اتارتے ہیں تو ٹوپی کے اندر سے کبوتر پرواز کرتے ہیں۔ یہ جادو یا نظر بندی کا کمال ہے۔ ایسی ہی نظر بندی کا کمال بہرام گنگولی کو آتا تھا۔ اس نے جادو کے عجیب تماشے دکھلائے۔ اس بنگلے سے یکے بعد دیگرے کئی بہرام گنگولی کو نکالا۔ جب اصل بہرام گنگولی نکلا تو آندھیاں سی چلنے لگیں۔ ہر طرف گرد و غبار چھا گیا اور وہ ننگی تلوا لیے نظر آیا جس نے ٹرانسمیٹر پر گفتگو کرنے والے کی گردن اڑا دی۔

یومی کا جی چاہتا تھا خیالِ خوانی کی پرواز کی طرح پلک جھپکتے ہی بہرام تک پہنچ جائے مگر یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ رفتار بڑھا کر اس بنگلے کے قریب پہنچتی جا رہی تھی قریب پہنچتے ہی اس نے بریک لگانے شروع کیے۔ تھوڑی دور جا کر

رک گئی۔ کار رکتے رکتے دوسری طرف گھوم گئی۔ اچھا ہوا کہ گھوم گئی۔ گرد و غبار کے طوفان کے باوجود بنگلے سے ایک گاڑی نکلتی ہوئی نظر آئی تھی جو اسی رخ پر جا رہی تھی اور بڑی تیز رفتاری سے جا رہی تھی۔ یومی نے اپنی گاڑی اس کے پیچھے لگا دی۔

اس نے دیکھا جو گاڑی آگے جا رہی تھی، اس کی چھت پر اچھا خاصا سامان بندھا ہوا تھا۔ وہ کیا تھا؟ دور سے سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا مگر یومی سمجھ سکتی تھی۔ وہ یقیناً ٹرانسفارمر مشین ہو گی۔ اس کے بغیر بہرام گنگولی فرار ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

پتا نہیں، یہ کالے عمل کا نتیجہ تھا یا سچ مچ آندھی چلنے لگی تھی۔ کالے جادو پر یقین رکھنے والے اسے بہرام گنگولی کا کمال سمجھ سکتے تھے اور نہ سمجھنے والوں کے لیے یہ قدرتی حالات تھے جو بہرام کے حسبِ حال تھے۔ ہر طرف گرد و غبار کا ایک طوفان تھا۔ آگے جانے والی گاڑی دھندلی سی نظر آ رہی تھی۔ وہ ہائی وے پر جا رہے تھے۔ اس راستے پر شاذ و نادر ہی گاڑیاں نظر آتی تھیں۔ یومی خطرناک حد تک رفتار بڑھا رہی تھی۔ اس کے باوجود بہرام گنگولی کی گاڑی تک پہنچ نہیں پا رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا، وہ بھی آندھی طوفان کی رفتار سے جا رہا ہے۔ بلکہ اس سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ وہ گاڑی کبھی دکھائی دیتی تھی اور کبھی دھند میں چھپ جاتی تھی۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک تعاقب کرتے رہنے کے بعد پتا چلا، آگے جانے والی گاڑی وہ نہیں ہے جس کا وہ پیچھا کرتی آ رہی ہے۔ اگرچہ اس گاڑی کی چھت پر بھی سامان تھا مگر وہ سامان کچھ اور تھا۔ بہرام گنگولی کی گاڑی یا تو دوسرے راستوں میں سے کسی پر مڑ گئی تھی یا اسی ہائی وے پر میلوں دور نکل گئی تھی۔ یومی نے رفتار اور بڑھا دی۔ گرد و غبار کے طوفان نے الجھا دیا تھا بلکہ بھٹکا دیا تھا اور بہرام کو نکل جانے کا موقع دیا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم کیا۔ انھیں ہدایت دی "فوراً ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسے تلاش کیا جائے۔ وہ ہائی وے سے جانے والی مختلف سڑکوں میں سے کسی پر ضرور نظر آئے گا۔ اس کی کار کا رنگ نیلا ہے۔ چھت پر سامان بندھا ہوا ہے۔"

وہ تھک ہار کر ہائی وے کے ایک ریستوران میں پہنچ گئی۔ وہاں ہلکا سا ناشتا کرنے کے بعد کافی پی رہی تھی۔ ایسے ہی وقت میں اس کے پاس پہنچا، وہ تمام روداد سنانے لگی۔ اس کی روداد یکطرفہ تھی۔ ہم نہیں جانتے تھے، دوسری طرف بہرام گنگولی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور وہ کیا کر رہا ہے۔

ایک واقعے کا ہر پہلو سامنے ہو تو بات پوری طرح سمجھ میں آتی ہے۔ ہمیں بعد میں معلوم ہوا، بہرام گنگولی کن مسائل کا سامنا کر رہا تھا لہٰذا جو معلومات بعد میں حاصل ہوئیں، میں ان کا ذکر ابھی کر رہا ہوں۔

اپنی تدبیروں سے کامیاب ہونے والے اکثر ایسے واقعات سے دوچار ہوتے ہیں کہ تقدیر کے قائل ہو جاتے ہیں۔ بہرام نے اپنی تدبیروں سے اور اپنی کوششوں سے دنیا کے خطرناک علوم سیکھے۔ ٹیلی پیتھی سیکھنے کی ہزار کوششیں کیں۔ کتنی ہی تدبیریں آزمائیں لیکن تقدیر نے ساتھ نہیں دیا۔ آخر پچھلے دن اسے ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ شارپر بھی ہاتھ لگ گیا۔ وہ چاہتا تو پچھلی رات ہی مشین کے ذریعے اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کا علم بھر سکتا تھا لیکن اس کی بدقسمتی تھی، ناکامی کا پہلا سبب شارپر تھا، وہ اچانک ہی بیمار پڑ گیا تھا۔ دوسرا سبب وہ مشین تھی۔ خفیہ تہ خانے سے مشین کو بڑی عجلت میں کھول کر گاڑی میں رکھا گیا تھا۔ اسے اندیشہ تھا، کسی خفیہ تنظیم کے افراد آ سکتے تھے اور مشین کا راز فاش ہو سکتا تھا۔

بہرحال عجلت میں مشین کو منتقل کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے کچھ پرزے تہ خانے میں رہ گئے یا تہ خانے سے گاڑی تک لانے کے دوران کہیں گر پڑے جس کی وجہ سے وہ مشین فی الحال ناکارہ ہو گئی تھی۔

بہرام کی ناکامی کا تیسرا سبب وہ ڈائری تھی جسے موریناے گئی تھی۔ اب شارپر ہی اس مشین کو آپریٹ کرنا سکھا سکتا تھا۔ بہرام گنگولی نے کہا: "تم کاغذ پر اس مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ پوری تفصیل سے لکھ دو تاکہ غلام باقی اسے پڑھتا رہے اور آپریٹ کرتا رہے۔"

شارپر گرین بے پہنچ کر لکھنے والا تھا مگر شدید بخار میں مبتلا ہو گیا تھا۔ بہرام علاج کے لیے اسے بنگلے سے باہر لے جانا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی کسی ڈاکٹر کو بلانا چاہتا تھا۔ دوا کی دکانوں پر بخار کم کرنے کی مخصوص دوائیں مل جاتی ہیں۔ اس نے وہی دوائیں منگوا کر اسے پلائیں جس کے نتیجے میں وہ چار گھنٹے تک سوتا رہا۔ جب بیدار ہوا تو اسے کچھ کھلایا پلایا گیا۔ وہ بہت ہی نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ بہرام نے کہا: "تمھاری حالت بہت خراب ہے، کم از کم مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھ دو۔"

"جب وہ مشین مکمل نہیں ہو سکے گی تو آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھوا کر کیا کرو گے۔ اس میں جن پرزوں کی کمی ہے، وہ میں لکھ رہا ہوں، پہلے انھیں منگواؤ۔"

اس نے ان چیزوں کی فہرست تیار کر دی۔ یہ وہی وقت تھا جب غلام باقی پرزے خریدنے جا رہا تھا اور ہمارے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ بہرام گنگولی شدید اضطراب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ وہ بار بار شارپر کے پاس آ کر اسے چھو کر دیکھتا تھا۔ بخار تیز ہو گیا تھا۔ اس پر نیم بے ہوشی کی حالت طاری تھی۔ ایسے میں وہ کچھ لکھ نہیں سکتا تھا۔

اس کے لیے نئی پریشانی یہ تھی کہ غلام باقی باہر جانے کے بعد واپس نہیں آیا تھا۔ اس کا ایک گھنٹے تک انتظار ہوتا رہا۔ اس نے سوچا تھا، جب ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اس کے دماغ میں منتقل کرے

جائیں گی تو ایک بیڈ پر وہ لیٹے گا، دوسرے پر شارپر اور غلام باقی مشین کو آپریٹ کرے گا لیکن وہ مُہرہ بھی ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اب لے دے کر ڈان فریزر اس کے پاس رہ گیا تھا۔

وہ شدید اضطراب کے عالم میں منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ غلام باقی کہاں رہ گیا ہے۔ وہ ڈان کو شارپر کے پاس چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے ایک بڑا سا خنجر نکالا پھر دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "جے مہا کالی، تیرا ادھن نہ جائے خالی۔ میں تجھے رام کرنے کے لیے منتر پڑھتا جا رہا ہوں۔ اب اپنا خون دے رہا ہوں۔ مجھے بتاؤ، مجھ پر آفت آنے والی ہے یا میں کامیاب ہونے والا ہوں؟"

اس نے سامنے والی دیوار سے الماری کو اٹھا کر دوسری طرف رکھ دیا۔ اب دیوار خالی تھی۔ اس نے ایک ایش ٹرے کو اٹھایا۔ پھر اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو خنجر سے زخمی کر دیا۔ لہو کی دھار نکلی اور ایش ٹرے پر گرنے لگی۔ جب وہ ایش ٹرے لہو سے بھرنے لگا تو اس نے اپنی جیب سے کوئی سفوف نکالا اور زخم پر رکھ دیا۔ خون رِسنا بند ہو گیا۔ اس نے ایش ٹرے کو اٹھایا۔ دیوار کے پاس آیا پھر لہو میں انگلی ڈبو ڈبو کر دیوار پر کالی ماں کی تصویر بنانے لگا۔

وہ عجیب وحشی اور درندہ صفت پجاری تھا۔ جنون کی حالت میں کانپ رہا تھا۔ گونجتی اور گرجتی ہوئی غضب ناک آواز میں جے مہا کالی کا جاپ کرتا جا رہا تھا۔ غضب کی دیوی کو خوش کرنے کے لیے اپنے لہو سے اس کی تصویر بنا رہا تھا۔ آخر اس نے سر سے پاؤں تک اس کی بڑی ہی بھیانک تصویر مکمل کر لی۔

اس نے ذرا پیچھے ہٹ کر کالی ماں کو دیکھا۔ پھر نعرہ لگاتے ہوئے بولا۔ "جے مہا کالی تیرا ادھن نہ جائے خالی تیرا داس تیرے قدموں میں آیا ہے۔ اسے گیان دے۔"

وہ کبھی اونچی آواز میں بول رہا تھا، کبھی نیچی آواز میں منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ پھر ایک دم سے چپ ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ غلام کو شکنجے میں دیکھ رہا تھا۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس نے اغوا کیا ہے اور اسے کہاں باندھ کر رکھا گیا ہے لیکن اس کے آس پاس خون بہتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ غلام کو واپس لانے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ خواہ مخواہ خون خرابا ہو گا اور اسے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔

پھر اس نے مہا کالی کا نعرہ لگاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں ڈان فریزر کو پُرزے لانے کے لیے بھیج سکتا ہوں؟"

اسے اپنی بند آنکھوں میں ڈان فریزر دکھائی دیا۔ اب وہ شکنجے میں تھا۔ اس کے آس پاس خون بہتا ہوا دکھائی دے رہا تھا لیکن کامیابی کے آثار بھی نظر آ رہے تھے۔ وہ ٹرانسفارمر مشین بہت چھوٹی .... ہو گئی تھی اور بہرام گنگولی کو اپنی گود میں نظر آ رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا، مشین حاصل ہو جائے گی۔

اس نے پھر پوچھا۔ "مشین حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا۔ میری ماں، مجھے بتا۔ میں تیرا داس ہوں۔ تیرے سامنے اپنی گردن کاٹ کر رکھ سکتا ہوں۔"

اس نے اپنی بند آنکھوں میں خود کو دیکھا۔ وہ کالی ماں کے سامنے پاؤں کے صرف ایک انگوٹھے کے بل کھڑا ہوا تھا۔ وہ خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے، آنکھیں کھولتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "جے مہا کالی، میں سمجھ گیا۔ میں تپسیا کروں گا۔ کامیابی میرے قدموں میں ہو گی۔"

وہ اور پیچھے ہٹ کر کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا۔ بلند آواز سے ڈان فریزر کو پکارا۔ چند لمحوں کے بعد ہی بند کمرے کے باہر اس کی آواز سنائی دی۔ "گرو دیو! کیا حکم ہے؟"

"تم ان پُرزوں کی فہرست لے کر جاؤ اور انھیں خرید کر لاؤ۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لیے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بہرام نے کالی ماں کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ آنکھیں بند کیں۔ پھر دائیں ٹانگ پیچھے کی طرف موڑ لی۔ اب وہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہوا تھا۔ زیرِ لب منتر پڑھتا ہوا پنجے کے بل اٹھنے لگا۔ اب وہ پنجے کے بل تھا۔ پھر اس نے منتر کا جاپ شروع کیا۔ اب اس نے چار انگلیاں موڑ لی تھیں۔ بائیں پاؤں کے صرف ایک انگوٹھے کے بل پر اپنے پورے جسم کا بوجھ ڈالے کھڑا ہوا تھا۔

یہ بظاہر ایک کرتب تھا لیکن اس کا جسم پتا نہیں کتنے من کا ہو گا۔ اتنے وزن کو صرف ایک انگوٹھے سے اٹھائے رکھنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ محض ایک انگوٹھے پر خود کو اٹھائے رکھنے میں کتنی تکلیفیں برداشت کر رہا تھا، یہ وہی سمجھتا ہو گا۔ وہ عجیب دہشت ناک پجاری تھا۔ کالی ماں کو خوش کرنے کے لیے منتروں کا جاپ کرتا جا رہا تھا۔

وقت گزر رہا تھا۔ منتروں کا جاپ کرنے کے دوران اسے پتا چل رہا تھا، ڈان فریزر کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ بنگلے کے آس پاس صرف دو چار دشمن رہ گئے ہیں۔ اس نے پھر نعرہ لگاتے ہوئے کہا۔ "جے مہا کالی۔ میں تیرے قدموں میں انسان کی بلی دوں گا۔ باہر نکلتے ہی کسی کا سر تیرے نام سے کاٹوں گا۔"

وہ پھر منتروں کا جاپ کرنے لگا۔ تب اسے محسوس ہوا جیسے اس کے اندر سے وہ خود نکل رہا ہے اور کمرے کے باہر جا رہا ہے۔ شاید اس کا ہمزاد ہو گا۔ وہ ٹرانسفارمر مشین کی ایک اٹیچی اٹھا کر لے جا رہا تھا اور باہر کھڑی ہوئی ایک گاڑی کی چھت پر رکھ رہا تھا۔ پھر اس نے محسوس کیا، اس کے اندر سے دوسرا بہرام گنگولی نکل رہا ہے۔ وہ بھی ٹرانسفارمر مشین کی دوسری اٹیچی اٹھا کر لے جا رہا تھا اور گاڑی کی چھت پر رکھ رہا تھا۔ یہ وہی وقت تھا جب ہمارے ایک آدمی نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے پوجی کو اطلاع دی تھی کہ یکے بعد دیگرے چھ بہرام گنگولی اس بنگلے سے نکل چکے ہیں اور نظروں سے اوجھل ہوتے جا رہے ہیں۔

بے شک، ہماری دنیا میں جادو ہے لیکن جادو ایک غبارے کی مانند ہے۔ انسانی حوصلے اور ذہانت کے آگے اس غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے۔ پوجی یہ سنتے ہی چل پڑی تھی۔ اس کا ایمان تھا کہ وہ اپنے حوصلوں سے اس جادوگر کو منہ توڑ جواب دے گی اور اسے بھاگنے کا موقع نہیں دے گی۔

فی الحال وہ فرار ہونے میں کسی حد تک کامیاب ہو چکا تھا۔ شارپر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ اسے بخار نہیں تھا لیکن کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ بہرام گنگولی ڈرائیو کرتا ہوا اگلے حصے میں بڑبڑا رہا تھا۔ "آخر کب تک بیمار پڑا رہے گا۔ میں جان پر کھیل کر مشین لے آیا ہوں۔ ہمارے دو آدمی ہاتھ سے نکل گئے۔ مشین کو آپریٹ کرنے والا کوئی تیسرا آدمی نہیں ہے۔ کم از کم مجھے آپریٹ کرنے کا طریقہ سمجھا دے۔ ایک کاغذ پر لکھ کر دے دے۔ کیا تیرے ہاتھوں میں اتنا بھی دم نہیں ہے؟"

شارپر بڑی مشکل سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا۔ "کسی محفوظ جگہ چلو۔ میں لکھنے کی کوشش کروں گا۔"

اس نے گالی دیتے ہوئے کہا۔ "کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے۔ یہیں لکھو۔"

"تمھارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اوّل تو چلتی گاڑی میں لکھ نہیں سکتا۔ دوسرے لکھنے کے لیے ذہنی یکسوئی کی ضرورت ہے۔ خوب سوچ سمجھ کر وہ طریقہ لکھنا ہو گا۔ ذرا سی بھی غلطی ہو جائے گی تو تمھیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

وہ غراتے ہوئے بولا۔ "تو مجھے نقصان سے ڈرا رہا ہے۔ اپنا کام نکال چکا ہے۔ میں نے تیرے دماغ کو فولاد بنا دیا ہے۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا تیرے اندر نہیں آ سکتا لیکن تو میرے لیے کیا کر رہا ہے؟"

"تم میری حالت دیکھ رہے ہو۔ جب بھی ذرا توانائی محسوس کروں گا، سب سے پہلے تمھارا کام کروں گا۔"

مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ شارپر اس حد تک بیمار ہے۔ بہرام گنگولی نے تنویمی عمل کے ذریعے اسے بہت زیادہ حساس بنا دیا تھا یعنی اپنی زبان میں اس کے دماغ کو فولاد کہتا تھا۔ میری خیال خوانی کی لہریں وہاں تک پہنچ نہیں سکتی تھیں لیکن بیماری اچھے سے اچھے انسان کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ میں ایسی حالت میں اس کی سوچ پڑھ سکتا تھا لیکن میں تو یہی سمجھتا رہا کہ وہ صحت مند ہے اور میں اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکوں گا۔

یوں بھی میں مختلف مسائل میں بُری طرح اُلجھ جاتا ہوں۔ جس معاملے میں ایک بار ناکام ہوتا ہوں، اسے وقتی طور پر نظر انداز کر دیتا ہوں، سوچتا ہوں، بعد میں دیکھا جائے گا لیکن بعد میں فرصت نہیں ملتی۔ اب بھی یہی ہو رہا تھا۔ پوجی نے اپنی تمام روداد سُنا دی تھی۔ اگر اس روداد کا دوسرا حصہ معلوم ہوتا تو شارپر اس وقت میری خیال خوانی کی مٹھی میں ہوتا۔

پوجی نے کافی کا آخری گھونٹ حلق سے اتارنے کے بعد پوچھا۔ "تم کتنی دیر میں پہنچ رہے ہو؟"

"انشاء اللہ تین گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گا۔"

اسی وقت ٹرانسمیٹر کے ذریعے اشارہ موصول ہونے لگا۔ پوجی فوراً ہی اٹھ کر ریستوران کے باتھ روم میں چلی گئی۔ دروازے کو بند کر کے اسے آن کیا۔ دوسری طرف کی آواز سنائی دینے لگی۔ ہمارا ایک جوان ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "وہ گاڑی میری نظروں میں آ گئی ہے۔ وہ جیکسن پورٹ جانے والی شاہراہ پر ہے۔"

پوجی نے کہا۔ "اس کا تعاقب کرتے رہو۔ میں آ رہی ہوں۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کو آف کیا۔ باتھ روم سے نکلی۔ میں نے کہا۔ "جیکسن پورٹ کی طرف جانے کا مطلب ہے، وہ مشی گن جھیل کے کنارے سفر کرے گا۔ ہو سکتا ہے، اس نے کسی ساحلی شہر میں خفیہ اڈا بنا رکھا ہو۔"

پوجی کار میں آ کر بیٹھ گئی تھی۔ اسے اسٹارٹ کر کے تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ واپس اسی راستے پر جا رہی تھی کیونکہ آگے جا کر جیکسن پورٹ جانے والی شاہراہ پر مڑنا تھا۔ اس نے کہا۔ "فرہاد! ہم نے بہرام گنگولی کو ہر طرح مجبور کیا ہے۔ وہ مشین استعمال نہیں کر سکے گا۔ مورینا کے پاس جو ڈائری ہے، اسے غائب کر دینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے، ہم سے مات کھانے کے بعد وہ مورینا کی طرف رُخ کرے۔"

"مجھے یہ کام بہت پہلے کرنا چاہیے تھا لیکن میں دوسرے معاملات میں اُلجھ جاتا ہوں۔ اب بھی یہ معاملہ ایسا ہے کہ تمھیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

"اس ڈائری کی خاطر تھوڑی دیر کے لیے چلے جاؤ۔"

"یہی تو بات ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے کہیں جاتا ہوں اور وہ معاملہ طول پکڑ جاتا ہے۔ بظاہر اس سے ڈائری حاصل کرنا معمولی سی بات نظر آتی ہے لیکن معمولی سی بات میں معاملہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ بہرحال میں رسونتی سے کہتا ہوں۔"

میں دماغی طور پر طیارے میں حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک اس ڈائری کے متعلق سوچتا رہا۔ پھر رسونتی کو مخاطب کیا۔ وہ ٹیوٹ کے

متعلق اسٹڈی کر رہی تھی اور پارس کو سمجھاتی جا رہی تھی کہ کس طرح لہجہ بدل کر بولنا ہے۔ وہ بہت ہی اہم کام میں مصروف تھی۔ میں اپنے بیٹے کو وہاں سے نکال لانے کے سلسلے میں کوئی کوتاہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی ماں کو غیر حاضر نہیں رہنا چاہیے تھا۔ رسونتی نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں، مورینا سے وہ ڈائری حاصل کرنا ہے۔ تم سے یہ کام لینا چاہتا تھا لیکن پارس کے پاس رہنا بہت ضروری ہے۔ میں خود نمٹ لوں گا۔ تم اپنا کام کرو۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے مورینا کا تصور کیا۔ اس کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کی، دوسرے ہی لمحے میں واپس آ گیا۔ تب یاد آیا، برنارڈ سلیر نے اس کے دماغ کو لاک کر دیا تھا۔ میں صرف صبح چار بجے سے پانچ بجے تک اس کی سوچیں پڑھ سکتا تھا۔ اس سے پہلے ممکن نہیں تھا۔

میں نے یوحی کے پاس آ کر اسے مورینا پر ہونے والے تنویمی عمل کے بارے میں بتایا۔ وہ بولی "تم نے چپ چاپ اس کے دماغ سے معلومات حاصل کرنے کے لیے ایک گھنٹے کا وقفہ رکھا۔ اب اس وقت کا خاص خیال رکھنا ہوگا لیکن ایسا نہ ہو اس سے پہلے ہی وہ ڈائری کسی اور کے ہاتھ لگ جائے۔"

"میرا خیال ہے ایسا نہیں ہوگا۔ اس ڈائری کے متعلق صرف بہرام گنگولی اور شار پر جانتے ہیں۔ ہم ان دونوں کو مورینا کی طرف رُخ کرنے نہیں دیں گے۔"

یوحی اب جیکسن پورٹ جانے والی شاہراہ پر تھی۔ تیزی سے کار ڈرائیو کرتی جا رہی تھی۔ میں نے سوچا۔ اگر غلام باقی کو مورینا کے پاس پہنچا دوں تو اس نیگرو کی دیوانی خوشی سے اور دیوانی ہو جائے گی۔ پھر میں غلام باقی کے ذریعے اس ڈائری کو غائب کر سکوں گا۔

یہ سوچ کر میں نے پھر رسونتی کو مخاطب کیا۔ وہ بولی "تم کچھ زیادہ ہی پریشان لگتے ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل میں غلام باقی اور مورینا کو ٹریپ کرنا چاہتا ہوں۔ تم تھوڑے تھوڑے وقفے سے یوحی کے دماغ میں پہنچتی رہو۔ جیسے ہی وہ بہرام گنگولی کے قریب پہنچے، مجھے اطلاع دے دینا۔ بس اتنا ہی کام ہے۔ باقی تم اپنے بیٹے پر توجہ دیتی رہو۔"

میں غلام باقی کے پاس آ گیا۔ وہ اپنے اندر بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اس کی دماغی توانائی بحال نہیں ہوئی تھی مگر تنویمی عمل کے زیرِ اثر پرائی سوچ کی لہر کو محسوس کر رہا تھا۔ بے چینی اسی بات کی تھی کہ کمزوری کے باعث سانس روک کر اس سوچ کی لہر کو دماغ کے باہر دھکیل نہیں سکتا تھا۔ اسے جس خفیہ اڈے میں چھپا کر اور باندھ کر رکھا گیا تھا، وہاں ہمارے دو مسلح جوان تھے۔ میں نے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس کی دماغی توانائی بحال ہونے والی ہے۔ ایک انجکشن لگاؤ تاکہ اور کچھ دیر کمزور رہے۔"

پھر میں نے غلام کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیا میرے لب و لہجے سے مجھے پہچان سکتے ہو؟"

وہ سوچنے لگا۔ میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور ہوں۔"

وہ لیٹا ہوا تھا۔ ذرا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ آخر مسلمان تھا۔ اس نے بے اختیار سلام کیا حالانکہ میں اس کے آقا کا دشمن تھا، وہ بھی یہ جانتا تھا، اس کے باوجود اس نے ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کیا۔ میں نے اسے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا "ہمارے مذہب میں کوئی کسی کا غلام نہیں ہوتا۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتے ہو۔"

"بے شک، جانتا ہوں مگر ہماری قوم ہمیشہ غلام رہی ہے۔"

"دنیا کی کوئی شے ہمیشہ یکساں حالت میں نہیں رہتی۔ نظامِ قدرت کے مطابق ذرے ذرے میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ تم تو بہت ہی سلیم شمیم ہو، تمہارے اندر تبدیلی کیوں نہیں آتی؟"

"جناب! میں نے آپ کا بہت نام سنا ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ کی بہت عزت کرتا ہوں لیکن آپ میرے آقا کے خلاف مجھے بہکا نہیں سکیں گے۔"

"میں جانتا ہوں، تمہاری رگ رگ میں غلامی کا زہر بھرا ہوا ہے۔ تم بہت کام کے آدمی ہو مگر غلامی نے تمہیں کسی کام کا نہیں چھوڑا۔ اب میں تمہیں بہت ہی کار آمد بناؤں گا۔"

ہمارا وہ مسلح جوان ہاتھ میں سرنج لیے کمرے میں داخل ہوا۔ غلام اسے دیکھتے ہی مچلنے اور تڑپنے لگا۔ اسے اس بُری طرح رسیوں سے باندھا گیا تھا کہ وہ نجات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! یہ کیا ہے؟"

"کالی مائی کے داس، شیطان کے چیلے نے تم پر تنویمی عمل کے ذریعے غلامی کا زہر بھر دیا ہے۔ میں یہ زہر تمہارے دماغ سے نکال دوں گا۔ تنویمی عمل کے جواب میں تنویمی عمل کروں گا۔"

میرے اشارے پر اس جوان نے غلام باقی کے بازو میں سرنج کی سوئی پیوست کر دی۔ وہ انکار کر رہا تھا۔ سر اِدھر سے اُدھر ہلا رہا تھا مگر باقی جسم اس طرح رسیوں سے بندھا ہوا تھا کہ وہ ہل نہیں سکتا تھا۔

چند ساعتوں کے بعد ہی وہ مچلنا اور تڑپنا بھول گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ وہ سامنے والی دیوار کو تکنے لگا۔ میری سوچ کی لہروں کو سننے لگا۔ وہ مضبوطی سے بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ میں نے کہا "آرام سے لیٹ جاؤ۔"

وہ میرا حکم شاید نہ مانتا لیکن ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ وہ خود ہی لیٹنا چاہتا تھا۔ اس لیے لیٹ گیا۔ میں نے کہا "اپنے دماغ کو میرے حوالے کر دو۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

"کیا خاک ڈھیلا چھوڑ دوں۔ ہر طرف سے تو بندھا ہوا ہوں۔"

"تم میری بات مانتے رہو، میں رسیاں کھلوا رہا ہوں۔"

وہ جوان میرے حکم کے مطابق اس کی رسیاں کھولنے لگے۔ اب وہ اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے اعصاب کمزور ہو رہے تھے۔ دماغ شل ہو رہا تھا۔ میں نے کہا "آنکھیں بند کر لو، جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔"

وہ میری ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ "تمہارا دماغ بہت کمزور ہو چکا ہے۔ اس وقت صرف میری آواز سن رہا ہے اور رفتہ رفتہ دنیا کی تمام آوازوں سے غافل ہو رہا ہے۔"

اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ اس کی سماعت محدود ہوتے ہوئے صرف میری آواز سن رہی تھی۔ میں تنویمی عمل کے اصولوں کے مطابق اسے ٹرانس میں لا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کی جدوجہد کے بعد وہ میرا معمول بن گیا۔ میں نے کہا "غلام باقی! تم جس سے متاثر ہو، اس کا نام لو۔"

وہ خوابیدہ لہجے میں بولا "بہرام گنگولی۔"

"اس نے تم پر تنویمی عمل کیا ہے؟"

"جی ہاں، کیا ہے۔"

"اس نے تمہارے دماغ کو بہت زیادہ حساس بنایا ہے؟"

"جی ہاں، بہت زیادہ حساس بنایا ہے۔"

"میں تم سے پوچھتا ہوں، تم کون ہو؟"

"احمد الباقی۔"

"میں کون ہوں؟"

"میرے عامل، فرہاد علی تیمور۔"

"کیا تم معمول کی حیثیت سے اپنے عامل کی ہر بات پر عمل کرو گے؟"

"جی ہاں، میں آپ کی ہر بات پر عمل کروں گا۔"

"میرا پہلا حکم ہے، تم بہرام گنگولی سے متاثر ہونا بھول جاؤ۔"

"میں بہرام گنگولی سے متاثر ہونا بھول جاؤں گا۔"

"تم بہرام گنگولی کے تنویمی عمل سے نکل چکے ہو۔"

"میں بہرام گنگولی کے تنویمی عمل سے نکل چکا ہوں۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں، تم آئندہ کسی کے غلام نہیں بنو گے۔ کسی کی غلامی نہیں کرو گے۔"

وہ میری باتیں دہرانے لگا۔ میں نے کہا "تم آئندہ فرہاد علی تیمور کے جاں نثار دوست بن کر رہو گے۔"

اس نے کہا "میں آئندہ فرہاد علی تیمور کا جاں نثار دوست بن کر رہوں گا۔"

"آئندہ تمہارا دماغ اس قدر حساس ہوگا کہ پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی سانس روک لو گے۔ کسی کو اپنے دماغ میں بولنے نہیں دو گے۔"

وہ پھر میری باتیں دہرانے لگا۔ میں نے کہا "جب تمہارے حساس دماغ کو پرائی سوچ کی لہر محسوس ہو تو اس سے کوڈ ورڈ پوچھ لینا۔ اگر وہ کہے فرہاد آن زیرو چینل تو اس کے لیے دماغ کے دروازے کھول دینا۔"

وہ میرے احکامات دہراتا جا رہا تھا اور عہد کرتا جا رہا تھا۔ میرے ایک ایک حکم کی تعمیل کرتا رہے گا۔ میں نے آخر میں کہا "میں تمہیں سختی سے حکم دیتا ہوں، اپنے دل و دماغ سے غلامی کو بالکل نکال دو۔"

اس نے کہا "میں سختی سے عہد کرتا ہوں کہ غلامی کو یکسر بھلا دوں گا۔"

میں نے پوچھا "میں نے اس عمل کے دوران جتنے احکامات تمہیں دیے، کیا سب یاد ہیں؟"

"جی ہاں، سب یاد ہیں۔"

"اس میں سب سے اہم حکم کون سا ہے؟"

وہ چند ساعتوں کے لیے خاموش رہا۔ پھر بولا "سب سے اہم حکم یہ ہے کہ میں غلامی کو یکسر بھلا دوں اور آپ کا جاں نثار دوست بن کر رہوں۔"

"شاباش! اب تم جاں نثاری اور دوستی کا ثبوت دو اور بتاؤ، بہرام گنگولی اور شار پر کی کمزوری کیا ہو سکتی ہے۔ تم نے کچھ دیکھا ہے، کچھ سمجھا ہے؟"

وہ چند لمحوں تک خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا "میری عقل زیادہ کام نہیں کرتی لیکن میں نے بہرام گنگولی کو پریشان دیکھا ہے۔ وہ ایک بار بڑبڑا رہا تھا کہ شار پر بُری طرح بیمار ہے۔ اگر ایسے میں کوئی دشمن اس کے دماغ میں پہنچنا چاہے تو آسانی سے پہنچ جائے گا اور یہ بات بہرام گنگولی کے لیے پریشان کن ہوگی۔"

غلام باقی نے یہ معلومات فراہم کر کے دل خوش کر دیا۔ ہمارا سب سے بڑا دشمن شار پر تھا اور میں ابھی چند لمحوں میں اس کے دماغ تک پہنچ سکتا تھا۔ یقیناً وہ بیمار تھا اور اب بیمار نہیں ہے تب بھی اس کا دماغ کمزور ہوگا۔ میری خیال خوانی کی لہروں کو روک نہیں سکے گا۔ میں نے کہا "باقی! تم نے واقعی وفاداری کا ثبوت دیا ہے۔ اب تم آرام سے دو گھنٹے تک سوتے رہو گے۔ جب نیند سے بیدار ہو گے تو تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے۔"

اس نے وعدہ کیا اور رفتہ رفتہ گہری نیند میں ڈوب گیا۔ میں تھوڑی دیر تک اس کے دماغ میں موجود رہا۔ پھر میں نے ایک جوان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "کیا تمہارے پاس ٹرانسمیٹر ہے؟"

"جی ہاں جناب!"

"تم اپنے کسی ایسے ساتھی سے رابطہ قائم کرو جو ہیلی کاپٹر کا انتظام کر سکتا ہو۔ غلام باقی دو گھنٹے بعد بیدار ہو گا۔ اسے یہاں سے شنگاگو روانہ کر دینا۔ اس کے ساتھ کسی کو جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں نے سوچا۔ اور کوئی خاص بات تو نہیں رہ گئی ہے! پھر مجھے یاد آیا، میں نے اسی جوان سے کہا۔ "اگر ہیلی کاپٹر حاصل کرنے اور غلام کو شنگاگو روانہ کرنے میں دشواری پیش آئے تو پومی سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کرنا۔"

میں یہ تمام باتیں سمجھانے کے بعد پومی کے پاس آ گیا۔ اسے خوشخبری سنانا چاہتا تھا کہ میں چشم زدن میں شارپر کے پاس پہنچنے والا ہوں۔ اس وقت تک وہ بہرام گنگولی کے پاس پہنچ چکی تھی۔ میری باتیں سننے کے بعد اس نے کہا۔ "فرہاد اب تم سی جسی نے اس پر اسرار شخص کے اندر پہنچ سکتے ہو جو خود کو فولادی قلعہ ثابت کر تا رہا تھا لیکن تمہیں میرے پاس موجود رہنا چاہیے۔ بہرام گنگولی زیادہ سے زیادہ پچیس یا تیس گز کے فاصلے پر ہے۔ وہ ایک کھنڈر نما مکان کے سامنے گاڑی روک کر اتر رہا ہے۔ شاید یہ اس کا خفیہ اڈا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پومی! جو معلومات تم فراہم کر رہی ہو، میں اس سے زیادہ بتا سکتا ہوں۔ ابھی میں شارپر کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ وہاں رہ کر تمہاری رہنمائی کرتا رہوں گا۔ میرا انتظار کرو۔"

وہ ان میں سے نہیں تھی جو ایک جگہ بت بن کر انتظار کرتے رہ جاتے ہیں، وہ کار سے اتر کر تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی اس کھنڈر نما مکان کے پچھلے حصے میں جا رہی تھی۔ میں شارپر کے دماغ میں ایسی سہولت سے اتر گیا جیسے مکھن پر انگلی کا نشان اتر جاتا ہے۔

خدایا تو کیا ہے؟ تیری خدائی کیا ہے؟

تیرے جیسا نہ کوئی پر اسرار ہو سکتا ہے نہ کوئی بر سر عام ہو سکتا ہے تو باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے۔ تو مخفی بھی ہے منکشف بھی ہے۔

لیکن ہم انسان تھوڑی سی قوت حاصل کرنے کے بعد فرعون اور نمرود بن جاتے ہیں، خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تیری طرح پر اسرار رہنا چاہتے ہیں پھر اپنے منہ کی کھاتے ہیں۔

اس شارپر نے کتنا پریشان کیا تھا۔ ساری دنیا کو حیران کر دیا تھا۔ ساری دنیا کے جرائم پیشہ افراد، خطرناک تنظیمیں، سپر طاقتیں اس ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرنے کے لیے اسے تلاش کرتی پھر رہی تھیں اور اب وہ میری مٹھی میں تھا۔ یا خدا! میں تیرا جتنا شکر ادا کروں، کم ہے۔

میں نے اس کے دماغ میں پہنچنے کے بعد خود کو ظاہر نہیں کیا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ بہرام آخر کرنا کیا چاہتا ہے۔ کس طرح خود کو اور مشین کو چھپا کر رکھے گا اور کس طرح پومی کو ڈاج دینے کی کوشش کرے گا۔

وہ ایک کھنڈر نما مکان کے سامنے گاڑی روک کر اتر گیا تھا۔ اس کے سامنے شارپر سے زیادہ مشین اہم تھی۔ مشین کے کئی حصے الگ الگ اٹیچی میں بند کر دیے گئے تھے۔ گاڑی رکتے ہی بہرام گنگولی کے جاں نثار وہاں پہنچ گئے تھے۔ اس کے حکم کے مطابق ایک ایک اٹیچی اٹھا کر اس مکان کے اندر لے جا رہے تھے۔

میں نے شارپر کی سوچ میں کہا۔ "انسان اپنے اقتدار کو حاصل کرنے کے لیے کتنے ہتھکنڈے آزماتا ہے۔ طرح طرح کی چالبازیوں سے کام لیتا ہے۔ پھر بھی وہ ساری زندگی حکومت نہیں کر سکتا۔ اقتدار قائم نہیں رکھ سکتا۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگا۔ "میں ایسا کیوں سوچ رہا ہوں؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ "شاید میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ مجھے اپنی ساری زندگی کو یاد کرنا چاہیے اور اپنے اعمال کا حساب کرنا چاہیے کیا میں نے کسی کو ایک پیسے کا فائدہ پہنچایا۔ کیا میں نے اپنے دوستوں کو نقصانات سے بچایا ہے؟

کیا میں نے اپنے خون کے رشتوں کے ساتھ انصاف کیا ہے؟ فرہاد اور اس کی ساتھی عورتیں اور اس کی ٹیلی پیتھی جاننے والی عورتیں تو دور کی بات ہیں۔ میں نے تو اپنے ہی خون سے بنے ہوئے بھائی اور بہن کو ہلاک کر دیا۔ بہن کی گردن اڑا کر ایک قبر میں پہنچا دی اور اس قبر سے بھائی کا حصہ غائب کر دیا۔"

وہ ان باتوں کو یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں یاد کرا رہا تھا۔ اب وہ خود ہی سوچنے لگا کہ کس طرح اس نے بہن کا سر کاٹ کر قبر میں پہنچا دیا تھا۔ کس طرح بھائی ہارپر کو اتنی پلائی تھی کہ وہ دم گھٹنے کے بعد مر گیا تھا اور اب کس طرح اپنے بڑے بھائی آمر اور سب سے چھوٹی بہن جوجو کو راستے سے ہٹا دینا چاہتا تھا لیکن فی الحال مجبور تھا۔

وہ ایسی سوچوں میں گھر کر پریشان ہو گیا تھا بلکہ بوکھلا گیا تھا۔ اس نے ایک دم سے بدحواس ہو کر چیختے ہوئے کہا۔ "بہرام گنگولی! اِدھر آؤ، میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔ میرا ضمیر مجھے بیدار کرنا چاہتا ہے۔ میں اپنے ضمیر کی بات نہیں مان سکتا۔ میں نے بہت گناہ اور جرائم کیے ہیں، پتا نہیں کیوں مجھے ان سب کا احساس ہو رہا ہے۔ پلیز، مجھے اپنے کالے عمل سے بچاؤ، مجھے ضمیر کی بیداری سے دور، بہت دور لے جاؤ۔"

بہرام گنگولی نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "تم میری زندگی میں بہت اہمیت رکھتے ہو۔ میں نہ تو تمہیں مرنے دوں گا نہ ہی تمہارے ضمیر کو بیدار رہنے دوں گا۔ آؤ، میرے ساتھ۔"

اس نے ہاتھ تھام لیا۔ شارپر اس کا سہارا لے کر گاڑی سے باہر آ گیا۔ بہرام گنگولی اپنے جاں نثاروں سے کہہ رہا تھا۔ "گاڑی سے اتارا ہوا تمام سامان جھیل کے کنارے رکھ دو۔"

میں نے پومی کے پاس پہنچ کر اسے بتایا۔ "تمام سامان جھیل کے کنارے ...کھا جا رہا ہے۔"

...ـ پوچھا۔ "کیا تم شارپر کے پاس پہنچ گئے ہو؟"

"بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں جا سکتا ہوں۔"

"پھر تو بہرام گنگولی کا باپ بھی اس مشین کو نہیں لے جا سکے گا۔"

شارپر اس کے ساتھ چلتا ہوا اس مکان کے اندر آیا۔ مکان واقعی کھنڈر تھا۔ جگہ جگہ چمگادڑیں اور مکڑی کے جالے تنے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ رات کا اندھیرا چھا گیا تھا۔ بہرام کے جاں نثار ٹارچ کے ذریعے راستہ دکھا رہے تھے۔ شاید اس مکان کا ایک آدھ کمرہ رہنے کے قابل ہو، فی الحال تو رہنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بہرام گنگولی اس مشین کی حفاظت کے سلسلے میں بہت پریشان تھا۔ اس نے سمجھ لیا تھا، کوئی لڑکی اس کا پیچھا کرتی ہوئی وہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اگر وہ تنہا ہے تو اسے چٹکی میں مسل دے گا لیکن اس کے پیچھے کوئی خطرناک تنظیم ہے تو وہ مصیبت بن جائے گی لہٰذا اب وہ مشین کو اپنے کالے عمل کے ذریعے کہیں چھپا دینا چاہتا تھا تاکہ کوئی انسانی آنکھ اسے دیکھ نہ سکے۔

شارپر بیماری کے باعث کمزور ہو چکا تھا۔ خیال خوانی نہیں کر سکتا تھا۔ بہرام گنگولی نے اس پر جو تنویمی عمل کیا تھا، فی الحال وہ بے کار ہو چکا تھا۔ میں دماغ کی کمزوری کے باعث کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا اور اس وقت بھی پہنچا ہوا تھا۔

ہر ذی شعور یہ تسلیم کرتا ہے کہ قدرت اور مشین میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ قدرت جو صلاحیتیں ہمیں عطا کرتی ہے، وہ پائیدار ہوتی ہیں۔ مشین کے ذریعے ٹانک تیار کیا جائے یا اناج اگایا جائے، ان سے قدرتی توانائی کبھی نہیں مل سکتی۔ یہی وجہ تھی کہ جب روزانہ کے چہرے کو بگاڑا گیا اور اسے بدصورتی کا احساس ہوا اور اسے دماغی جھٹکا پہنچا تو اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں مٹ گئیں۔ شارپر کے ساتھ دو بار ایسا ہوا کہ وہ خیال خوانی نہ کر سکا۔ ایک تو اس وقت جب ٹرانسفارمر مشین سے اس کے دماغ کو منسلک کیا گیا تھا اور اس کی صلاحیتیں مورینا کے دماغ میں منتقل کی گئی تھیں تو وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد چند گھنٹوں تک خیال خوانی نہیں کر سکا تھا۔ دوسری بار آج بیماری کے باعث خیال خوانی کرنے کے قابل نہیں رہا تھا لیکن ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کسی وقت بھی بحال ہو سکتی تھیں کیونکہ ابھی تک اسے اپنی بہن روزانہ کی طرح دماغی جھٹکا نہیں پہنچا تھا۔ جس وقت بھی ایسا شاک پہنچتا، یہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اس کے دماغ سے مٹ جاتیں۔

بہرام گنگولی اس مشین کو ایسی جگہ چھپا دینا چاہتا تھا جہاں ہم پہنچ نہ سکیں۔ پومی کسی بھی لمحے اس خطرناک جادوگر سے ٹکرانے والی تھی۔ ایسے میں اس کے پاس موجود رہنا لازمی تھا۔ شارپر اپنے تنویمی عامل کے ساتھ اس کھنڈر سے گزرتا ہوا ایک ایسے کمرے میں آیا جو نسبتاً صاف ستھرا تھا۔ وہاں وہ آرام سے لیٹ سکتا تھا۔ بہرام گنگولی نے کہا۔ "تم آرام کرو۔ جیسے ہی میں کامیابی حاصل کر دوں گا، میرے آدمی تمہیں میرے پاس پہنچا دیں گے۔"

میں نے شارپر کی زبان سے کہا۔ "میں کمزوری محسوس کر رہا ہوں، کیا سو جاؤں؟"

"بے شک، سو جاؤ۔ اگر تم گہری نیند میں رہو گے تو میرے آدمی تمہیں کاندھے پر اٹھا کر میرے پاس پہنچا دیں گے۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں تمہیں اور مشین کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

میں نے پومی کے پاس آ کر دیکھا۔ وہ دور ہی دور سے ایک لمبا چکر کاٹ کر اس کھنڈر نما مکان کے پچھلے حصے میں پہنچ گئی تھی۔ اس مکان سے تقریباً پچیس گز کے فاصلے پر جھیل کا کنارا تھا۔ کنارے پر ایک بڑی سی موٹر بوٹ نظر آ رہی تھی۔ پومی نے سمجھا، شاید سامان اسی موٹر بوٹ پر لادا جائے گا لیکن وہ تمام سامان یعنی تمام اٹیچی اور بڑے بڑے سوٹ کیس جن میں وہ مشینیں رکھی ہوئی تھیں، میدان میں لا کر رکھ دیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بہرام گنگولی آ گیا۔ اس کے جاں نثار وہاں سے چلے گئے تھے۔ اس کے پاس ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ اس نے بیگ کھول کر ایک چھوٹا سا ڈبا نکالا۔ پھر اس میں سے سرخ سفوف نکال کر اس سامان کے چاروں طرف ڈالنے لگا گویا اس نے سرخ سفوف کا ایک دائرہ بنایا۔ اس دائرے کے اندر وہ ٹرانسفارمر مشین تھی یعنی وہ کوئی عمل بندی کر رہا تھا۔

پومی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اور اسے یاد آ رہا تھا۔ بابا صاحب کے ادارے میں جناب شیخ الفارس نے اسے سمجھایا تھا۔ بیٹی! جادو ایک حقیقت ہے۔ ایک ایسی حقیقت جسے ہم جھوٹ کہہ سکتے ہیں۔ جھوٹ شیطان سے تعلق رکھتا ہے اور شیطان سے تعلق رکھنے والی ہر بات عارضی اور ناپائیدار ہوتی ہے۔ کسی وقت بھی فنا ہو جاتی ہے لہٰذا جھوٹ سے، شیطان سے اور جادو سے کبھی مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔

جھیل کے کنارے گہری تاریکی تھی۔ کبھی کبھی ٹارچ کی روشنی میں نظر آتا تھا، بہرام وہاں کیا کر رہا ہے پھر ٹارچ بجھ گئی۔ ساحل اور کھنڈر کے سناٹے میں اس کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ چیخ چیخ کر منتر پڑھ رہا تھا۔ ایک منٹ کے اندر ہی اچانک روشنی کا جھماکا سا ہوا۔ پومی نے حیرانی سے دیکھا۔ اس مشین کے چاروں طرف اس نے سرخ سفوف کا جو چھڑکاؤ کیا تھا، وہ دائرے کی صورت میں الاؤ

کی طرح روشن ہو گیا تھا۔ وہ سفوف سُرخ شعلوں میں بدل گیا تھا اور وہ شعلے زیادہ سے زیادہ بلندی کی طرف بڑھتے جا رہے تھے۔ ان کے درمیان بہرام گنگولی گم ہو گیا تھا، نہ وہ نظر آ رہا تھا اور نہ اٹیچی کیس اور سوٹ کیس دکھائی دے رہے تھے۔ شعلوں کے اس پار ساحل پر کھڑی ہوئی موٹر بوٹ بھی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔

تب پومی کی سمجھ میں آیا، یہ چالبازی ہے وہ اپنی جنتر منتر سے نظر بندی کرنا چاہتا ہے۔ دیکھنے والے کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس مشین کو لے کر بھاگنا چاہتا ہے۔ تب اس نے للکارتے ہوئے کہا: "بہرام گنگولی! میں تمہارے مقابلے پر تنہا آئی ہوں۔ ان شعلوں کو پردہ بنا کر چھپنے کی کوشش نہ کرو۔ سامنے آؤ۔"

شعلے دھیمے پڑنے لگے۔ اُن کی بلندی ذرا کم ہوئی تو بہرام نظر آنے لگا۔ وہ بڑی بڑی سُرخ آنکھوں سے گھور کر دیکھ رہا تھا پھر اس نے پوچھا: "تو کون ہے؟"

جواب سُنائی دیا: "ہا ہپ ہپ۔" اس کے ساتھ ہی وہ فضا میں اُچھلتے ہوئے کبھی ہاتھوں کے بل، کبھی پاؤں کے بل قلابازیاں کھاتی ہوئی دائیں سے بائیں دور تک گئی۔ پھر "ہا ہپ ہپ" کی آواز کے ساتھ فضا میں اُچھلی۔ خلا میں ایک قلابازی کھائی، اس کے بعد زمین پر آ کر دونوں پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لیے۔ اس کی تنی ہوئی گردن پوچھ رہی تھی: "کیا اب بھی جواب دینا ضروری ہے؟"

وہ غرا کر بولا: "اری تو فرہاد کی جمنا سٹک والی ہے۔"

وہ بھیانک انداز میں قہقہہ لگانے لگا۔ پھر بولا: "میرے سامنے یہ اُچھل کود کام نہیں آئے گی۔ یہ جادو ہے۔ سیاہ جادو۔ میری طرف چھلانگ لگا کر آئے گی تو مُنہ کے بل گرے گی۔"

اس نے "ہا ہپ ہپ" کا نعرہ لگاتے ہوئے پھر فضا میں چھلانگ لگائی۔ اس کی طرف لپکی۔ اس نے "جے مہا کالی" کا نعرہ لگاتے ہوئے اس کی طرف ایک پھونک ماری۔ وہ یکبارگی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح نیچے آ کر زمین پر اوندھے مُنہ گر پڑی۔

شدید تکلیف کا احساس ہوا۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "میں نہ کہتا تھا مُنہ کے بل گرے گی۔"

وہ سوچ رہی تھی، کیسے گر پڑی۔ آج تک جمنا سٹک کے خطرناک کرتب دکھانے کے دوران اس سے بھول چوک نہیں ہوئی تھی۔ ایک بار وہ ایسے تنے ہوئے تار پر کرتب دکھا چکی تھی جہاں اوپر نیچے سانپ ہی سانپ دکھائی دے رہے تھے۔ ایسے زہریلے غار میں تنے ہوئے آہنی تاروں پر چلنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ ذرا سی لغزش اسے زہریلے سانپوں کے درمیان پہنچا سکتی تھی۔ بہر حال، اس نے سمجھ لیا کہ خود سے نہیں گری۔ نہ ہی اس سے کوئی غلطی ہوئی۔ اسے شیطانی عمل نے گرایا تھا۔

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر گھورتے ہوئے بہرام کو دیکھنے لگی۔ وہ قہقہہ لگانے کے بعد پھر منتر پڑھ رہا تھا۔ انداز بتا رہا تھا، منتر پڑھتے ہی پھر اس کی طرف پھونک مارے گا۔ پومی تیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے پھونک مارنے کی کوشش کی، وہ "ہا ہپ ہپ" کرتی ہوئی قلابازی کھاتی ہوئی ایک طرف سے دوسری طرف گئی۔ ایسا کرنے سے پہلے جہاں کھڑی ہوئی تھی، وہاں آگ کے شعلے لپکتے ہوئے آئے تھے۔ پھر بجھ گئے تھے۔ یعنی اس نے پھونک مار کر اسے شعلوں میں لپیٹنا چاہا تھا اور ناکام رہا تھا۔

وہ اُدھر گھوم گیا جدھر وہ کرتب دکھاتی ہوئی گئی تھی۔ اُدھر مُنہ کر کے منتر پڑھنے کے بعد پھونک ماری مگر وہ "ہا ہپ ہپ" کرتی ہوئی دوسری جگہ پہنچ گئی تھی۔ بہرام نے اپنے کالے عمل سے چاروں طرف شعلے بھڑکا دیے تھے۔ وہ دائرہ نما شعلوں کے باہر چکر کاٹ رہی تھی کبھی ادھر کبھی اُدھر بجلی کی طرح لپک رہی تھی۔ بہرام گنگولی ایک جگہ کھڑا نہیں ہو پاتا تھا کہ دوسری طرف پلٹ کر اسے دیکھنا پڑتا تھا۔

اگر وہ تمام رات اِدھر سے اُدھر پلٹ کر اسے دیکھتا رہتا تب بھی پریشان نہ ہوتا اور نہ ہی تھکن محسوس کرتا۔ پریشانی کی بات یہ تھی کہ وہ منتر پڑھتے پڑھتے بھول جاتا تھا۔ دھیان بٹ جاتا تھا۔ وہ بجلی کی طرح لپکتی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے ابھی آگ کے شعلوں کو پار کر کے اس کے سر پر پہنچ جائے گی۔

اس کی عقل میں یہ بات آئی کہ پومی کی طرف پھونکیں مارنے کے بجائے آگ کے شعلوں کو بلند کرنا چاہیے تاکہ وہ دائرے کے اندر نہ آ سکے۔ پھر اس نے یہی کیا، زور زور سے منتر پڑھتے ہوئے آگ کے شعلوں کو ہوا دینے لگا۔ انھی لمحات میں اسے ایسا لگا جیسے سر کے پچھلے حصے میں کسی نے لوہے کی سلاخ دے ماری ہو۔ وہ ایک ٹانگ پر کھڑا منتر کا جاپ کر رہا تھا۔ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ سنبھلتے سنبھلتے بھی مُنہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ اسے پومی کی آواز سنائی دی: "میں نے بھی مٹی چٹا دی۔ حساب برابر ہوا۔ اب نیا حساب شروع ہو گا۔"

وہ پھرتی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ سر کے پچھلے حصے کو سہلاتے ہوئے پومی کو حیرانی سے خالی ہاتھ دیکھ کر بولا: "تم نے کس چیز سے حملہ کیا تھا؟"

وہ پینترا بدلتے ہوئے بولی: "جنگ جاری رہی تو تجھے ابھی یقین ہو جائے گا کہ میرے ہاتھ پاؤں بھی کسی ہتھیار سے کم نہیں ہیں۔"

"تو میری غفلت سے فائدہ اُٹھا کر اندر آ گئی مگر اب تیرے بدن کی راکھ باہر جائے گی۔"

وہ چاروں طرف گھوم گھوم کر شعلوں پر پھونکیں مارنے لگا شعلے دائرے کی صورت میں بھڑک بھڑک کر بلند ہوتے جا رہے تھے۔ اب اس دائرے کے باہر سے کوئی اندر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ میں پومی

کے پاس رہ کر خیال خوانی کی آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ مختلف اٹیچی اور وٹ کیس میں ٹرانسفارمر مشین کے حصے رکھے ہوئے تھے۔ ان کے طراف پومی اور بہرام گنگولی پینترے بدل رہے تھے۔ وہ کہہ رہا فا: "مجھے یاد آیا، تیری ویڈیو فلم دیکھنے والے تجھے فولادی دوشیزہ لیتے ہیں۔ یہ میرے لیے شرم کی بات ہو گی اگر میں تجھے بائیں ہاتھ سے نہ ماروں۔"

وہ بے شک و شبہ غیر معمولی قوتوں کا حامل تھا۔ اس کا دعویٰ ضا، وہ ہاتھوں سے ہاتھی کی سونڈ مروڑ دیتا ہے۔ اور نہتا شیر سے لڑتا ہے۔ وہ شیر کی طرح غراتا ہوا آگے بڑھا۔ اسے لڑنے کا فن آتا تھا۔ ں نے اپنی دانست میں بڑا کامیاب حملہ کیا تھا لیکن پومی وہاں نہیں می۔ "ہا ہپ ہپ" کی آواز کے ساتھ ہی فضا میں پرواز کرتی اس کے ر کے اوپر سے گزر گئی تھی۔ جب اس نے ناکام حملے کے بعد پلٹ کر دیکھا تو مُنہ پر زبردست ٹھوکر پڑی۔ وہ تلملا کر رہ گیا۔ اسے تسلیم رنا پڑا، وہ گوشت پوست کی ہے مگر استاد دانشوروں کی نے اسے ولاد بنا دیا ہے۔

بہرام گنگولی نے کئی حملے کیے لیکن وہ بجلی کی طرح اِدھر سے دھر لپکتی تھی۔ وہ ایک بار اسے گرفت میں لے کر ثابت کرنا چاہتا تھا کہ دمی اس کے شکنجے سے نہیں نکل سکے گی، چیونٹی کی طرح مسلی جائے لیکن وہ ایک بار بھی ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔ آخر وہ غصے سے دہاڑتے وئے بولا: "عورت آخر عورت ہوتی ہے۔ مرد کی طرح لڑنا نہیں انتی۔ اگر مرد کی بچی ہے تو ایک جگہ کیوں نہیں لڑتی؟ بندریا کی رح اُچھلتی کیوں جا رہی ہے؟ میں ایک بار..."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ پومی پانچویں بار اُس کے سر کو ٹوکر مارتی ہوئی گزر گئی تھی۔ ہر بار یہی محسوس ہوتا تھا جیسے لوہے کی لاخیں پڑ رہی ہیں۔ وہ غیر معمولی قوتِ برداشت کا مظاہرہ کر رہا ہا۔ کوئی اور ہوتا تو سر پر اتنی سلاخیں کھانے کے بعد گر پڑتا۔

تب اس نے چونک کر سوچا: "ارے! مجھے مردانگی دکھانا ہے شین حاصل کرنا ہے۔ یہ چھوکری کرتب دکھا کر اُلجھا رہی ہے۔ ے مشین کی فکر کرنا چاہیے۔ اس سے بعد میں نمٹ لوں گا۔"

اس نے یکبارگی دونوں ہاتھ اُٹھا کر "جے مہا کالی" کا نعرہ لگایا۔ ر دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ اس کے جُڑے ہوئے ہاتھوں میں وہ تلوار ا گئی جس سے وہ کالی ماں کے چرنوں میں انسانی گردنیں کاٹ کر بلی ھاتا تھا۔ پومی کی نظریں اس کے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ ملوں کی روشنی میں دائیں بائیں، اوپر نیچے تلوار چلاتا ہوا اس کی ستادانہ دکھا رہا تھا۔ پھر اُس نے یکبارگی حملہ کیا۔

"ہا ہپ ہپ" وہ تلوار کی کاٹ سے نکل گئی۔ اُس کی دھار سوٹ کیس پر پڑی اور اوپر کا چرمی خول کٹ گیا۔ اندر لوہے کی مشین تھی، تلوار رک گئی ورنہ سوٹ کیس دو حصوں میں تقسیم ہو کر بتاتا کہ پومی تقسیم ہوتے ہوتے رہ گئی ہے۔

بہرام گنگولی سمجھ رہا تھا، وہ لڑکی اس کا وقت ضائع کر رہی ہے۔ شاید اس کے حمایتی پہنچنے والے ہیں۔ پھر مشین کا حصول دشوار ہو جائے گا۔ یہ سوچ کر اُس نے پھر کالا عمل کیا، منتر پڑھتے پڑھتے بائیں پاؤں کے انگوٹھے پر کھڑا ہو گیا۔

پومی نے حیرانی سے دیکھا۔ ایک انگوٹھے پر تمام جسم کا بوجھ اٹھا کر کھڑے رہنا حیرت انگیز کمال تھا۔ یہ حیرانی اور بڑھ گئی جب اس نے بہرام گنگولی کے وجود سے ایک اور بہرام گنگولی کو نکلتے دیکھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں بھی تلوار تھی۔

اب مقابلے پر دو تھے۔ مگر حیرانی اور بڑھ گئی۔ بہرام کے وجود سے تیسرا بہرام تلوار لیے نکلا۔ پھر چوتھا پھر پانچواں اس طرح چھ بہرام گنگولی اسے چاروں طرف سے گھیرنے لگے۔ اُسے اپنے دماغ میں شیخ الفارس کی آواز سُنائی دے رہی تھی: "یہ حقیقت نہیں ہے، وجود صرف ایک بہرام گنگولی کا ہے۔ باقی نظر کا دھوکا ہیں۔ پانچ تلواریں نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ صرف دہشت زدہ کریں گی۔ محض ایک تلوار سے نقصان پہنچے گا۔"

پومی اُلجھ کر رہ گئی تھی۔ چاروں طرف سے گھیرنے والے بہراموں میں سے اصلی بہرام کی شناخت مشکل ہو گئی تھی۔ اس کی سلامتی اسی میں تھی کہ وہ اصلی تلوار کو پہچانتی رہے۔ اُسے زیادہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ سب کے سب اچانک حملے کرنے لگے۔ اس نے ایک آدھ حملے سے بچنے کی کوشش کی۔ پھر اسی میں خیریت نظر آئی کہ آگ کے دائرے سے نکل آئے پھر وہ ایک بہرام کے اوپر سے چھلانگ لگاتی، فضا میں قلابازی کھاتی ہوئی آگ کے دائرے سے باہر آئی لیکن نجات نہیں ملی۔ وہ تمام تلوار بردار بھی باہر چلے آئے۔

وہ عجب مشکل میں تھی۔ اصل اور نقل کی پہچان نہیں ہو رہی تھی۔ وہ متواتر حملے کر رہے تھے۔ پومی بچاؤ کرنے کے دوران ایک تلوار کی زد میں آ گئی۔ وہ تلوار اس کے بازو پر آئی پھر بازو اور سینے کو کاٹتی ہوئی گزر گئی۔

ایک لمحے کو یوں لگا جیسے اس کے دو ٹکڑے ہو گئے ہوں لیکن وہ ثابت و سالم تھی۔ خون کی ایک بُوند نہیں نکلی تھی۔ یعنی وہ فریبِ نظر تھا۔ اس پر حملہ کرنے والا اصل نہیں تھا۔ وہ پھر تازہ دم ہو کر جمناسٹک کے کرتب دکھانے لگی۔ آئندہ لگنے والی دوسری تلوار اصل ہو سکتی تھی۔ مصیبت یہی تھی، نقل کو بھی اصل سمجھ کر بچاؤ کرنا پڑ رہا تھا۔

تب وہ چونک گئی۔ موٹر بوٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے بھی چونک کر کہا: "پومی! تمہارے ساتھ دھوکا ہو رہا ہے۔ فوراً گنتی کرو۔ تمہارے آس پاس کتنے بہرام ہیں؟"

گننے پر پانچ نظر آئے یعنی پانچوں فریب نظر تھے۔ اصل بہرام گنگولی ٹرانسفارمر مشین لے جا رہا تھا۔ وہ فوراً چھلانگیں لگاتی ہوئی آگ کے دائرے میں پہنچی۔ شعلے سرد پڑ رہے تھے۔ دائرے میں رکھا ہوا سامان غائب تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی ساحل پر آئی۔ تاریکی میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ رات کے سناٹے میں دور جاتی ہوئی موٹر بوٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

کوئی جادو نہیں تھا یہ محض نظر بندی کا ہنر تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ نظر بندی کا ہنر بھی جادو کے خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ بہرحال وہ مشین ہاتھ سے نکل چکی تھی۔

تاریکی میں موٹر بوٹ کی آواز ڈوبتی جا رہی تھی۔

دور

یومی مٹھیاں بھینچے زور زور سے ہانپ رہی تھی۔ وہ ہمیشہ کامیاب ہوتی آئی تھی کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ کبھی شکست نہیں کھائی تھی۔ اس لیے اپنی انسلٹ محسوس کر رہی تھی۔ میں نے کہا "ناکام ہونا اور شکست کھانا بھی سیکھو۔ اس طرح انسان مغرور نہیں ہو پاتا۔ خدا کو ماننا رہتا ہے۔"

اس نے بڑی بے بسی سے تائید میں سر ہلایا۔ پھر پلٹ کر اُدھر دیکھا جدھر دائرہ نما آگ روشن تھی مگر اب کچھ نہیں تھا۔ وہ دائرہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین بہرام گنگولی لے جا چکا تھا۔ وہ جو پانچ عدد بہرام گنگولی تھے، ان میں سے کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے کہا "سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا تماشا تھا۔ میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سب کچھ میرے سامنے پیش آتا رہا پھر بھی یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"ہم سائنسی دور میں سانس لے رہے ہیں۔ یہ کالا عمل آج کے دور میں محدود ہو گیا ہے۔ یہ کبھی کبھی کسی کے سامنے آتا ہے یا کوئی اس کا ذکر کرتا ہے تو دوسرے یقین نہیں کرتے۔ تم بڑے حوصلے سے کالے جادو کو ناکام بناتی رہی ہو۔ بہرام گنگولی تمھیں بھلا نہیں سکے گا۔"

"اسے تو میں بھی نہیں بھلاؤں گی۔ وہ مشین لے کر ہی آؤں گی۔ کیا فوری طور پر ہیلی کاپٹر کا انتظام نہیں ہو سکتا؟"

وہ دوڑتی ہوئی کار کے پاس آئی۔ اس کے ڈیش بورڈ سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ پھر رابطہ قائم کرنے لگی۔ میں شارپر کے پاس آ گیا۔ وہ آرام سے آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا لیکن جاگ رہا تھا۔ اس کے ذریعے میں نے کسی کی آواز سنی۔ پتا چلا، وہ شخص بھی ٹرانسمیٹر کے ذریعے باتیں کر رہا ہے۔ دوسری طرف سے جواب دینے والا بہرام گنگولی ہے۔ وہ حکم دے رہا تھا "شارپر کو فوراً وہاں سے اُٹھا کر لے جاؤ۔ وہ فرہاد کی جماعت والی بہت خطرناک ہے، اس سے مقابلہ کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ وہ راستے میں آئے تو فوراً گولی مار دینا۔ شارپر کو کسی خفیہ اڈے میں لے جاؤ۔ میں اس سلسلے میں ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔ اوور اینڈ آل۔"

ٹرانسمیٹر کے ذریعے بات کرنے والے نے اپنے ساتھی کو بہرام کا حکم سنایا۔ دوسرے نے کہا "میں گاڑی اس مکان کے قریب لے آتا ہوں۔"

وہ باہر گیا۔ وہاں تین شخص پہرہ دے رہے تھے تاکہ یومی ادھر کا رُخ نہ کرے۔ میں انھیں آپس میں بات کرنے پر مجبور کرتا رہا اور ان سب کی آوازیں سنتا رہا۔ پھر یومی کے پاس آ گیا۔ وہ بولی "اس وقت ہیلی کاپٹر کا حصول مشکل ہے۔ مشی گن جھیل اور گرین بے کے ساحل پر سختی سے چیکنگ ہوتی ہے۔ رات کے وقت ان اطراف میں صرف سرکاری ہیلی کاپٹر پرواز کر سکتے ہیں، ہمیں پرواز کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"پروا نہ کرو۔ گاڑی میں بیٹھو اور یہاں سے نکل جاؤ۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا شارپر کو چھوڑ دوں؟"

"تم یہاں سے چلو۔ میں بتا رہا ہوں۔"

اس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بولی "اب بتاؤ اسے کیوں چھوڑنا چاہتے ہو؟"

"ہم اسے پکڑ کر کیا کریں گے؟"

"کیسی باتیں کرتے ہو؟ یہ شخص اتنے دنوں تک پُراسرار بنا رہا۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اسرائیلی ایجنٹوں کو بابا صاحب کے ادارے میں گھسنے کا موقع دیا۔ ہماری راتوں کی نیندیں خراب کرتا رہا اور تم اسے چھوڑ دینا چاہتے ہو؟"

"وہ ہم سے نجات حاصل نہیں کر سکے گا۔ میں نے اس کے دماغ میں جگہ بنا لی ہے۔ اس کے آس پاس جتنے لوگ ہیں، ان سب کی آوازوں اور لب و لہجے کو یاد کر چکا ہوں۔"

"اس کے پاس معمولی آلۂ کار ہیں۔ وہ کسی وقت بھی اپنی جگہ بدل سکتے ہیں۔ ان کی جگہ نئے آ سکتے ہیں۔ شارپر کے دماغ کو پھر تنویمی عمل کے ذریعے لاک کیا جا سکتا ہے۔ تب کیا کرو گے؟"

"جب ایسا ہو گا تب دیکھا جائے گا۔ بہرام مشین لے گیا لیکن وہ شارپر کے بغیر بے کار ہے۔ اسے ہر حال میں اپنے پاس بلائے گا۔ ہم شارپر کے ذریعے ہی بہرام تک پہنچ سکتے ہیں۔"

وہ ڈرائیو کرتی رہی۔ کچھ سوچتی رہی۔ پھر بولی "ابھی شارپر کا دماغ فری پورٹ بنا ہوا ہے۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والا وہاں آ جاتا ہے۔ یہ اچھا موقع ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے بہرام گنگولی کا طلسم توڑ دو تاکہ اس کا دماغ مقفل نہ رہ سکے۔"

"میں ایسا کرنے والا ہوں۔ اس کے لیے مناسب موقع دیکھ رہا ہوں۔ جب تک شارپر کہیں آرام سے جا کر نہیں لیٹے گا، میں اس پر یہ عمل نہیں کر سکوں گا۔"

"جب میں بہرام سے مقابلہ کر رہی تھی، تب موقع تھا۔"

"تمھارا مقابلہ بڑا سنسنی خیز تھا۔ وہ کمبخت بار بار کالے عمل کا تماشا دکھا رہا تھا۔ میں یہ سوچ کر تمھارے دماغ میں موجود تھا کہ کسی بھی مصیبت کی گھڑی میں اچانک خود کو ظاہر کر دوں گا۔"

"اگر وہ اپنے کسی عمل سے مجھے مار ڈالتا تو؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کالے عمل سے کوئی کسی کو مار نہیں سکتا۔ اگر ایسی کوئی مثال ملتی ہے تو مرنے والا نہایت بزدل اور پست ہمت ہوتا ہے۔ وہ دہشت زدہ ہو جاتا ہے کہ بعض حالات میں خون کی قے کرتا ہوا مر جاتا ہے۔ جو لوگ غیر متزلزل ایمان رکھتے ہیں، مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوتے ہیں اور حوصلہ مند ہوتے ہیں، ان پر آج تک کالا جادو اثر نہ کر سکا۔ تازہ ترین مثال خود تمھاری ہے۔ وہ تمھیں ایک نہیں، چھ بہرام گنگولی کے ذریعے دہشت زدہ کرتا رہا، اُلجھاتا رہا لیکن تمھیں جان سے نہ مار سکا۔"

"جب وہ مشین لے کر فرار ہو رہا تھا تو تم نے خود کو ظاہر کیوں نہیں کیا؟"

"اس نے کالے عمل کے ذریعے صرف تمھیں نہیں، مجھے بھی اُلجھا دیا تھا۔ میں حیران تھا کہ اصل بہرام گنگولی کون ہے اور اصلی تلوار کون سی ہے۔ بعد میں انکشاف ہوا، تم پانچ کے درمیان گھری ہوئی تھیں۔ چھٹا جو اصلی تھا، وہ مشین لے کر فرار ہو رہا تھا۔ موٹر بوٹ کی آواز سن کر ہمیں اپنی غلطی کا اور اُلجھنے کا احساس ہوا لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔"

"مجھے اب کہاں جانا ہے؟"

"شکاگو پہنچو۔ میں آ رہا ہوں۔"

"بہرام گنگولی کسی زیرِ زمین اڈے میں پناہ لے گا۔ جب تک ٹیلی پیتھی کا علم اپنے دماغ میں منتقل نہیں کرالے گا خود کو اور مشین کو کسی کی نظروں میں نہیں آنے دے گا۔"

"وہ کہیں بھی روپوش رہے، ہم شارپر کے ذریعے اس تک پہنچ ہی جائیں گے۔ میں جا رہا ہوں۔ مجھے شارپر کے پاس رہنا چاہیے۔ دیکھتا ہوں اسے کہاں پہنچایا جا رہا ہے۔"

وہ ایک گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ اگلی دو سیٹوں پر بہرام کے پانچ آلۂ کار تھے۔ اسے کہیں لے جا رہے تھے۔ میں نے ان کے دماغ کو پڑھ کر معلوم کر لیا اسے کہاں پہنچایا جائے گا۔ پھر میں نے بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والے جوان کو مخاطب کیا۔ اس سے کہا "میں چند ضروری باتیں کر رہا ہوں۔ انھیں نوٹ کرو۔"

وہ کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "بہرام گنگولی کے تین اڈوں کا پتا ملا ہے۔ ابھی یہ لوگ شارپر کو مشی گن جھیل کے ساحلی راستے پر لے جا رہے ہیں۔ شمالی حصے میں پہنچ کر جھیل کو پار کریں گے پھر اوٹاوا شہر پہنچیں گے۔ وہاں لنکن اسکوائر سے بیس میل دور چھوٹی سی بستی ہے جہاں میکسیکو کے لوگ زیادہ آباد ہیں۔"

"جناب! میں سمجھ گیا۔ اوٹاوا میں ہمارے جوان موجود ہیں۔ میں ان سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔"

"بہرام گنگولی کا دوسرا اڈا خلیج ہڈسن کے انتہائی جنوب میں ہے۔ وہاں ایک ساحلی شہر موسونی میں ایک آبشار کے سامنے میں غار ہے۔ اس غار میں سانپوں کی بہتات ہے لہٰذا لوگ اس طرف نہیں جاتے ہیں۔"

"کیا وہ سانپ زہریلے ہیں؟"

"ان میں سے چند زہریلے ہیں۔ وہ سب بہرام گنگولی کے پروردہ ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ زہر کن میں ہے اور کس طرح ان کو اپنے قابو میں کرنا چاہیے۔"

"پھر تو وہ اسی اڈے میں ٹرانسفارمر مشین لے جائے گا۔"

تم سب کو محتاط رہ کر دور ہی دور سے تمام اڈوں کی نگرانی کرنا ہے۔ بہرام کو کسی طرح شبہ نہ ہونے پائے۔"

"جناب! اطمینان رکھیں۔ بہرام کبھی ہماری آہٹ بھی نہیں پا سکے گا۔"

"تیسرا اڈا آبنائے ہڈسن کی شمال مشرقی ساحلی بستی میں ہے، یہاں ایک قلعہ نما رہائش گاہ ہے۔"

وہ میرے بتائے ہوئے پتے نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ بہرام گنگولی کے یہ تینوں اڈے کینیڈا میں تھے۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر جناب شیخ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "مجھے کم از کم دو ہیلی کاپٹرز کی سخت ضرورت ہے۔ یہاں فلائنگ کلب سے حاصل کرنے میں خاصی دشواری پیش آتی ہے۔"

"میں ابھی فرانسیسی حکمرانوں سے رابطہ قائم کرتا ہوں۔ ان کا سفیر تمھارے لیے آسانیاں فراہم کرے گا۔ تم تھوڑی دیر بعد مجھ سے رابطہ قائم کرو۔"

میں غلام کے پاس آ گیا۔ ہمارے آدمیوں نے اسے شکاگو پہنچا دیا تھا۔ اس کا حلیہ بھی بدل دیا تھا۔ اب وہ بہترین سوٹ میں نظر آ رہا تھا۔ اس کے پاس ہزاروں ڈالر تھے۔ ضرورت پڑنے پر اور مل سکتے تھے۔ وہ ایک بہت ہی مہنگے ہوٹل کے کمرے میں قیام کر رہا تھا۔ بنیادی بات یہ تھی کہ میں نے اس کے دماغ سے غلامی کے جراثیم ختم کر دیے تھے۔ اب وہ ایک آزاد انسان تھا اور آئندہ کسی کی غلامی قبول کرنا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہیلو احمد الباقی! میں فرہاد بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے اُٹھ کر اٹینشن ہو گیا۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر بولا "آپ کا غلام حاضر ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ابھی تمھارا دماغ پڑھ رہا تھا۔ تم غلامی کو اپنی توہین سمجھتے ہو پھر خود کو غلام کیوں کہہ رہے ہو؟"

"میرے آقا! ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا غلام نہیں ہوتا لیکن تابعدار ہوتا ہے۔ آپ کی ذات سے مجھے آزادی نصیب ہوئی، ہمیشہ کی غلامی سے نجات مل گئی۔ میرا دماغ ہمیشہ ایک آزاد انسان

کی طرح سوچے گا مگر اپنے محسن کے کام آنا اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض ہوگا۔ میں غلام نہ سہی لیکن آپ سے درخواست کرتا ہوں، مجھے غلام باقی ہی کہہ کر مخاطب کریں۔ آپ صلاحیتوں کے اعتبار سے اعلیٰ ہیں، میں ادنیٰ ہوں۔ اس لحاظ سے آپ کو آقا کہا کروں گا۔"

"اچھی بات ہے، یہ بتاؤ مورینا سے رابطہ قائم کیا؟"

وہ ذرا ہچکچانے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

"بلا جھجک کہو ورنہ میں تمھارے خیالات پڑھ لوں گا۔"

وہ اٹک اٹک کر بولنے لگا "دراصل وہ اچھی لگتی ہے۔ کئی بار مجھے بہکانے کی کوشش کرتی رہی لیکن میں دامن بچاتا رہا۔ سوچتا ہوں، اس سے رابطہ قائم کروں گا تو وہ پھر وہی حرکتیں کرے گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں۔ وہ خود غرض ہوگی۔ صرف تم سے اپنا کام نکالنے کے لیے محبت کرے گی تو تم بھی خود غرض بن جانا۔ اگر وہ دل سے تمھیں چاہے گی تو تم بھی اس سے وفا کروگے۔"

میں نے برنارڈ سلیری کے دماغ میں پہنچ کر اس کے اپارٹمنٹ کا فون نمبر معلوم کیا۔ پھر غلام کو بتاتے ہوئے کہا "فون پر رابطہ قائم کرو۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

میں نے پھر شیخ صاحب کو مخاطب کیا۔ انھوں نے کہا۔ "واشنگٹن میں فرانسیسی سفیر سے رابطہ قائم کرسکتے ہو۔ میں اس کی آواز سنا رہا ہوں۔"

انھوں نے ریکارڈر آن کیا۔ مجھے ایک شخص کی آواز سنائی دی۔ میں نے چند فقرے سننے کے بعد کہا "کافی ہے، آپ اسے بند کردیں۔"

میں سفیر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جب اسے مخاطب کیا تو اس نے مسکرا کر جواب دیا "مجھے فون پر پتا چلا کہ زیرو چینل پر گفتگو ہونے والی ہے۔ آپ میرے دماغ میں آئے ہیں۔ میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور اپنی بے پناہ مسرتوں کا اظہار کرتا ہوں۔"

میں نے بھی اسے رسمی سا جواب دیا۔ پھر کہا "مجھے یہاں دو ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے۔ یہ دن رات میرے استعمال میں رہیں گے۔"

وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا "ہمارا ایک بے انتہا دولت مند شخص یہاں موجود ہے۔ اس کے پاس ذاتی ہیلی کاپٹر ہیں۔ وہ تمھیں مل سکتے ہیں۔"

فرانس کے اس بے انتہا دولت مند کا نام فرانسس فرنانڈو تھا۔ چونکہ دولت کا شمار نہیں تھا، اس لیے عرفِ عام میں کنگ فرنانڈو کہلاتا تھا۔ سفیر نے ٹیلیفون کے ذریعے اس سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "میں ابھی تمھارے پاس آرہا ہوں۔ ایک نہایت اہم مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"تمھارا آنا سر آنکھوں پر۔ کیا دو گھنٹے بعد نہیں آسکتے۔ میں بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگ اٹینڈ کرنے جارہا ہوں۔ یہ میٹنگ ضروری ہے۔"

"تم چاہو تو دو گھنٹے کے لیے میٹنگ ملتوی کرسکتے ہو۔"

"میرے علاوہ کمپنی کے پانچ ڈائریکٹرز ہیں۔ دو گھنٹے بعد میٹنگ کرنے کے لیے ہر ایک کو قائل کرنا ممکن نہیں ہے۔"

میں نے سفیر سے کہا "آپ بحث نہ کریں۔ اس کے پاس پہنچ جائیں۔ وہ آپ کا انتظار کرے گا۔"

میں کنگ فرنانڈو کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ریسیور رکھنے کے لیے اٹھنا چاہتا تھا، میں نے اس کی سوچ میں کہا "کیا حرج ہے، اگر میں تمام ڈائریکٹرز سے دو گھنٹے بعد کا وقت طے کرلوں۔ شاید وہ راضی ہوجائیں۔"

وہ اس بات کو مانتا نہیں تھا۔ میں نے اسے ماننے پر مجبور کیا۔ وہ ایک ایک ڈائریکٹر کو باری باری فون پر مخاطب کرنے لگا۔ ادھر کے مخاطب جواب میں کچھ کہتے تھے۔ میں ان کے دماغ میں پہنچ کر انھیں راضی ہونے پر مجبور کردیتا تھا۔ اس طرح وہ پانچوں ڈائریکٹرز دو گھنٹے بعد ملنے کے لیے راضی ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد سفیر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا، تم میٹنگ میں نہیں گئے؟"

"تمھیں ناراض نہیں کرسکتا تھا۔ پانچوں ڈائریکٹرز کو راضی کرلیا ہے۔ بتاؤ کون سا اہم مسئلہ ہے جس پر گفتگو کرنا چاہتے ہو؟"

اس نے فرنانڈو کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مسکرا کر کہا "اس وقت ہمارا پاکستانی اور فرانسیسی ہیرو ہمارے درمیان موجود ہے۔"

وہ ذرا سیدھا ہوکر بیٹھ گیا۔ حیرانی سے بولا "کیا تم کہنا چاہتے ہو فرہاد صاحب ہمارے درمیان ہیں؟"

"ہاں، تم میٹنگ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ فرہاد صاحب نے کہا، میں تمھارے پاس چلا آؤں۔ تم کہیں نہیں جاؤگے۔ یہاں آکر دیکھ رہا ہوں تو واقعی میرا انتظار کررہے ہو۔"

وہ سر کھجا کر سوچنے لگا۔ میں نے مخاطب کیا "مسٹر فرنانڈو! میں تمھارے دماغ میں بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ خوش ہوکر بولا "کیا آپ بول رہے ہیں؟"

"بھئی، اب تک میرے متعلق سفیر صاحب بول رہے تھے۔ میں یقین دلانے کے لیے تمھارے اندر بول رہا ہوں۔"

"فرہاد صاحب! یہ ہمارے سفیر صاحب معمّا بن کر آئے۔ اگر سیدھی طرح آپ کا نام لیتے تو میں دنیا کے سارے کام چھوڑ دیتا۔"

"میں آپ کا نقصان نہیں چاہتا، اسی لیے آپ کے دماغ میں رہ کر فون کرنے پر مجبور کرتا رہا اور آپ پانچوں ڈائریکٹرز سے دو گھنٹے بعد کا وقت لیتے رہے۔"

"او مائی گاڈ! کیا یہ تم فون کروا رہے تھے؟"

سفیر نے کہا "بھئی تم لوگ دماغ میں چپ چاپ باتیں کررہے ہو اور میں احمقوں کی طرح منہ تک رہا ہوں۔"

میں نے سفیر کے دماغ میں آکر کہا "اب میں آپ کے ذریعے گفتگو کروں گا۔ آپ کی زبان میری مرضی کے مطابق بولے گی۔"

پھر وہ بولنے لگا "مسٹر فرنانڈو! اس وقت فرہاد علی تیمور سفیر صاحب کی زبان سے بول رہا ہے۔ مجھے دو ہیلی کاپٹرز کی ضرورت ہے۔"

"جب چاہو مل جائیں گے۔"

"وہ دن رات میرے استعمال میں رہیں گے۔"

"ساری زندگی اپنے استعمال میں رکھو۔ کہو تو تمھارے لیے یہاں دو چار فلائنگ کلب کھول دوں۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "ضرورت ہوئی تو تمھیں بھی اٹھا کر لے جاؤں گا۔ فی الحال دو ہیلی کاپٹرز کافی ہیں۔"

"تم کہاں ہو؟"

"نیویارک پہنچ گیا ہوں۔ اب شکاگو جانا چاہتا ہوں۔"

"مجھے پتا بتاؤ، میں ہیلی کاپٹر لے کر پہنچ رہا ہوں۔ پھر ہم ساتھ ہی شکاگو جائیں گے۔"

"دو گھنٹے بعد تمھاری میٹنگ ہے۔"

"وہ کل بھی ہوسکتی ہے۔"

"تمھیں لاکھوں ڈالر کا نقصان ہوگا۔"

"تمھارے لیے جان دے سکتا ہوں۔ لاکھوں ڈالر کیا چیز ہیں۔"

"خوشی کے مارے کسی کو یہ نہ بتا دینا کہ میں یہاں موجود ہوں۔"

"مجھ سے حماقت کی توقع نہ کرو۔ بس میں آرہا ہوں۔"

وہ روانگی کے لیے اٹھ گیا۔ میں سفیر صاحب کا شکریہ ادا کرکے دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ ابھی یہاں مصروفیات کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا۔ یومی سے ملاقات ہونے والی تھی۔ ادھر غلام باقی بھی مورینا کے پاس پہنچ گیا ہوگا۔ پھر ہم سب کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے بہرام گنگولی کے مختلف اڈوں تک پہنچنا تھا۔ میں داستان کے اس حصے کی طرف تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔ ابھی آپ کو سونیا، ثنیا، پارس، جوجو، رسونتی اور پارس دوم کے متعلق بتانا بھی ضروری ہے۔

ٹیپو اپنے باپ مراد والسن کے ساتھ شاپنگ کررہا تھا۔ اب سے چار گھنٹے بعد اسے ایک طیارے میں پیرس کے لیے روانہ ہونا تھا۔ تیاریاں مکمل تھیں مگر بیٹے نے باپ سے کچھ اور چیزوں کی فرمائش کی تو وہ خریدنے چلا آیا۔

اسی شاپنگ سینٹر کے باہر ایک کار میں دوسرا ٹیپو بیٹھا ہوا تھا اور وہ ہمارا پارس تھا۔ اس کے ساتھ شنکر، رانی سردار اور ہمارے دو آدمی تھے۔ رسونتی نے شنکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "یہ اچھا موقع ہے۔ مراد والسن ایک جگہ کھڑا ہوا رومانی ناولوں کا انتخاب کررہا ہے اس سے بہت دور ٹیپو اپنے لیے چیزیں پسند کررہا ہے۔ میں ٹیپو کو یہاں لارہی ہوں۔ تم ہمارے پارس کو وہاں پہنچا دو۔"

پھر اس نے پارس کے پاس آکر کہا "بیٹے! تمھارا امتحان شروع ہورہا ہے۔ نیکسٹ ٹیپو بننے کے لیے تیار رہو۔"

وہ شنکر کے ساتھ کار سے باہر نکلا۔ اُدھر رسونتی نے ٹیپو کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ پھر اسے آہستہ آہستہ چلاتی ہوئی اسٹور سے باہر لے آئی۔ شنکر دوسرے دروازے سے پارس کو اسی اسٹور میں اندر لے گیا۔ اصلی ٹیپو کار کے پچھلے دروازے پر آگیا۔ پھر اندر بیٹھی ہوئی رانی سردار نے اسے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔ اتنے میں شنکر بھی پہنچ گیا۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ بند ہوا۔ کار اسٹارٹ ہوئی۔ پھر وہاں سے آگے چل پڑی۔ رسونتی نے ٹیپو کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑا تو وہ ایک دم سے گھبرا کر آس پاس دیکھنے لگا۔ رانی سردار نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "بیٹے! گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ ہم تمھیں اچھی جگہ لے جارہے ہیں۔ صرف چھ سات گھنٹے اپنے پاس رکھیں گے۔ پھر تمھارے ڈیڈی کے پاس بھیج دیں گے۔"

وہ چیخ کر بولا "نہیں، میں نہیں جاؤں گا۔ تم لوگ کون ہو۔ مجھے کہاں لے جارہے ہو؟"

رسونتی نے کہا "شنکر! اسے سنبھالو۔ چیخنے نہ دو لیکن کوئی زیادتی نہ کرنا۔ میں ابھی اپنے بیٹے کی خبر لے کر آتی ہوں۔"

پارس اپنے لیے کھلونے پسند کرچکا تھا۔ مراد والسن نے پاس آکر کہا "ارے تم نے یہ ہوائی جہاز پسند کیا ہے۔ تم تو کہتے تھے، پائلٹ نہیں، ڈاکٹر بنوگے۔"

پارس نے جواب دیا "ڈیڈی! یہ کھلونا ہوائی جہاز ہے۔ کیا آدمی ڈاکٹر بننے کے بعد ہوائی جہاز میں بیٹھتا نہیں ہے؟ کیا جو بچے پائلٹ بننا نہیں چاہتے، وہ ہوائی جہاز سے نہیں کھیلتے؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "تم بہت شریر ہوگئے ہو۔"

اس نے بل ادا کیا۔ پھر کھلونے اٹھا کر پارس کے ساتھ چلتا ہوا اسٹور سے باہر جانے لگا۔ اسٹور کی سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کی نظر پارس کے پاؤں پر پڑی۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولا "تم تو سفید کینوس شوز پہن کر آئے تھے۔ یہ کالے جوتے کہاں سے آگئے؟"

رسونتی سے ایک غلطی ہوگئی تھی۔ آخر بے چاری کتنی باتوں پر دھیان دے سکتی تھی۔ جب ٹیپو اپنے باپ کے ساتھ شاپنگ

کے لیے گھر سے نکلا تو اس نے شنکر سے کہا تھا۔ فوراً فلاں رنگ کے کپڑے اور جوتے پہناؤ۔ وہ شاید یہ کہنا بھول گئی تھی کہ پارس کو سفید کینوس کے شوز پہننے چاہئیں۔ شاید اسی لیے یہ غلطی ہو گئی تھی۔

اس نے پارس کے دماغ میں رہ کر کہا۔ "اوہ ڈیڈ! میں نے چلتے وقت سفید جوتے پہنے تھے لیکن آپ کار کی چابی بھول گئے تھے۔ آپ چابی لینے اپنے کمرے میں گئے تو میں نے اپنے کمرے میں جا کر جوتے بدل لیے۔"

اس نے سوچا۔ شاید ایسی ہی بات ہو۔ وہ اتنی سی بات پر بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گویا کسی حد تک قائل ہو گیا تھا۔ رسونتی ذرا دیر کے لیے پارس کو چھوڑ کر ٹیپو کے پاس آئی۔ وہ چپ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ بعض بچے سہم کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ بعض بے باک ہو جاتے ہیں یا پھر اغوا کرنے والوں کے مقاصد کو نہیں سمجھتے' اپنی آزادی کے لیے مچلتے ہیں۔ وہ بھی مچل رہا تھا۔ شنکر نے مجبور ہو کر اس کے منہ پر ٹیپ لگا دیا تھا۔ ایک طرف سے رانی سردار نے اور ایک طرف سے شنکر نے ہاتھ پکڑ لیے تھے۔ بار بار سمجھاتے جا رہے تھے۔ "دیکھو بیٹا! ہم تم پر ظلم یا زیادتی نہیں کرنا چاہتے۔ صرف چھ سات گھنٹے کی بات ہے۔ تمھیں آرام سے رکھیں گے پھر تمھارے ڈیڈی کے پاس پہنچا دیں گے۔"

رسونتی نے سوچا' جب یہ لوگ ٹیپو کو لے کر کوٹھی میں پہنچیں گے تو میں ٹیپو کے دماغ پر قابض ہو جاؤں گی تاکہ یہ گاڑی سے اتر کر کوٹھی کے اندر جانے تک جدوجہد نہ کرے۔ اس پر دوسری کوٹھی والوں کی نظر نہ پڑے' وہ پارس کے پاس آ گئی۔ مراد واٹسن نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے پاس بیٹھے ہوئے پارس کو یعنی اپنے بیٹے ٹیپو کو دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تمھیں ہندوستان اچھا لگتا ہے یا امریکا؟"

وہ اپنے ایک کھلونے کو دیکھ رہا تھا۔ بے دھیانی میں بول گیا۔ "میں نے تو کبھی امریکا کی صورت ہی نہیں دیکھی۔"

باپ نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر ناگواری سے بولا۔۔۔ "وھاٹ نان سنس' تم امریکا میں پڑھتے ہو اور کہتے ہو امریکا کی صورت نہیں دیکھی۔"

رسونتی پریشان ہو گئی۔ اس غلطی کو کیسے درست کرے؟ اس کے سوچنے کے دوران ہی پارس نے جلدی سے کہا۔ "اوہ ڈیڈ! میں اسے امریکا نہیں سمجھتا۔ اتنی ساری ریاستوں کو ملا کر ایک ملک بنایا گیا ہے' اسے کہتے ہیں' یونائٹڈ اسٹیٹس آف امریکا۔ آپ کا سوال غلط ہے۔ آپ کو یہ پوچھنا چاہیے کہ مجھے ہندوستان اچھا لگتا ہے یا اسٹیٹ؟ کیونکہ میں کنیڈا میں رہتا ہوں جسے آپ شمالی امریکا کہہ سکتے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ تم خاموش رہا کرتے تھے۔ کبھی اتنی باتیں نہیں کرتے تھے۔ کیا مجھ سے بچھڑتے وقت تمھارے اندر چابی بھر گئی ہے؟"

پارس نے ذرا سنجیدہ ہو کر جواب دیا۔ "میں خاموش رہنے کا عادی نہیں ہوں' جب آپ لوگوں کے بارے میں سوچتا ہوں تو چپ سی لگ جاتی ہے۔ سوچتا ہوں' یہ کوئی زندگی ہے۔ ڈیڈی ہندوستان میں' ممی پیرس میں اور میں کنیڈا میں۔"

"تمھاری ممی بار بار کہتی ہیں' میں پیرس آ جاؤں اور میں سوچتا ہوں' ابھی زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کی عمر ہے۔ جب بوڑھا ہو جاؤں گا' تھک جاؤں گا تو پیرس چلا جاؤں گا۔ یہ ایشیائی ملک صرف کمانے کے لیے ہوتے ہیں۔ رہنے اور عیش کرنے کے لیے یورپ کا دوف ملک بہتر ہوتا ہے۔ تمھاری ممی نے پہلے ہی وہاں ٹھکانا بنا لیا ہے۔"

پارس نے رسونتی کا تصور کیا حالانکہ ابھی تک اس کی صورت نہیں دیکھی تھی لیکن ماں کا تصور ایک نورانی ہیولا ہوتا ہے جسے ماں سے محروم بچے دیکھتے ہیں۔ اس نے بھی نورانی ہیولے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "پتا نہیں میں کب پیرس پہنچوں گا۔ ماما بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

مراد واٹسن نے پھر حیرانی سے کہا۔ "تم اپنی ممی کو ماما کہہ رہے ہو؟"

پارس نے چونک کر کہا۔ "ڈیڈ! اگر میں ماما کہا کروں تو کتنا اچھا لگے گا۔"

"اوہ نو' تمھاری ممی نے ممی کہنا سکھایا ہے۔ وہ یہی اندازِ تخاطب پسند کریں گی۔"

رسونتی نے چپکے سے پوچھا۔ "میرے بچے! تم کیوں غلطیاں کر رہے ہو؟"

"میں نے کون سی غلطی کی ہے؟"

"تم نے وہ کالے جوتے کب پہنے تھے؟"

"کسی نے مجھے سفید جوتے پہننے کے لیے نہیں کہا تھا۔"

"چلو' یہ شنکر کی یا میری غلطی تھی۔ ابھی تم امریکا کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟"

"میں نے کھیلنے کے دھیان میں اُلٹی بات کہہ دی تھی۔ اسے پھر الٹا سیدھا سمجھا دیا۔"

"یہ ٹیپو کی ممی کو ماما کیوں کہہ رہے تھے؟"

"میں آپ کا تصور کر رہا تھا۔ منہ سے ماما نکل گیا۔"

"بیٹے' یہ بہت اہم موقع ہے۔ آج تمھیں ہر حال میں یہاں سے نکل جانا ہے' حاضر دماغ رہا کرو۔ کھیل کی طرف دھیان نہ دو اور میرا تصور بھی نہ کرو۔"

"اگر یہی بات ایک ماں سے کہوں کہ وہ بیٹے کا تصور نہ کرے؟"

"ایک تو تمھیں اتنی سی عمر میں بڑی بڑی کتابیں پڑھا کر پریشان

ہو گئی ہوں' ہر بات کا جواب دیتے ہو۔ کوئی بات تو خالی جانے دیا کرو۔ میں ٹیپو کے پاس جا رہی ہوں' سنبھل کر رہنا' ابھی آ جاؤں گی۔"

وہ ٹیپو کے پاس پہنچی تو دیر ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے ہی شنکر اور رانی سردار اسے لے کر کوٹھی میں پہنچ گئے۔ اس کے منہ پر ٹیپ لگا ہوا تھا۔ وہ آواز نہیں نکال سکتا تھا مگر ہاتھ پاؤں سے جدوجہد کر رہا تھا۔ کار سے نکال کر شنکر نے اُسے دونوں بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔ اُسے کوٹھی میں لے جانا چاہتا تھا۔ اُسی وقت جانے کہاں سے منگل پانڈے پہنچ گیا۔

اُسے تو پہنچنا ہی تھا۔ اس کی بیوی چمپا انیکسی میں رہتی تھی۔ پھر وہ پارس کا شکریہ ادا کرنے آیا تھا۔ پچھلے دن وہ بچہ اسے لات نہ مارتا۔ وہ سوئمنگ پول میں نہ گرتا۔ گرتم کو دشمن کے ہاتھوں سے نہ بچاتا تو نہ اسے دس ہزار ملتے اور نہ ترقی ہوتی۔ وہ خوشخبری سنانے آیا تھا کہ اسے ایس پی یعنی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس بنا دیا گیا ہے۔ جیسے ہی وہ احاطے میں داخل ہوا' اس کی نظر پورچ کی طرف گئی۔ شنکر کسی بچے کو دونوں بازوؤں میں جکڑ کر زبردستی کوٹھی کے اندر لے جا رہا تھا۔ رانی سردار دو آدمیوں کے ساتھ کار سے نکل کر بڑی عجلت میں جا رہی تھی۔ ان کے انداز سے پتا چل رہا تھا' وہ گھبرائے ہوئے ہیں یا جلدی میں ہیں۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ایسے میں کیا کرنا چاہیے۔ اتنا سمجھتا تھا کہ اس کوٹھی میں رہنے والوں کا تعلق فرہاد سے ہے۔ وہ سوچتا ہوا انیکسی میں آیا۔ وہاں چمپا فرش پر بیٹھی رو رہی تھی۔ اس نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کیوں رو رہی ہو؟"

"میرے نصیب کھوٹے ہیں۔ ایک بیٹا ملا تھا' وہ بھی بچھڑ گیا۔"

اس نے کوٹھی کے پورچ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اچھا' اب سمجھا۔ وہ لوگ جے کشن کو چھین کر لے گئے ہیں۔"

چمپا نے حیرانی سے پوچھا۔ "کون لوگ؟"

"وہی جو اس کوٹھی میں رہتے ہیں۔ میں نے ابھی دیکھا ہے' وہ زبردستی جے کشن کو اُٹھا کر لے جا رہے تھے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "میرے جے کشن کو کسی نے زبردستی نہیں چھینا۔ اس کی رخصتی کا وقت آ گیا تھا۔ اب وہ اپنی ماں کے پاس جا رہا ہے۔ پھر بھلا میں کیسے روک سکتی تھی۔ وہ میرے گلے لگ کر مجھے پیار کرتا رہا۔ پھر میرے آنسو پونچھ کر رخصت ہو گیا۔"

"وہ کہاں گیا ہے؟"

"پتا نہیں' شنکر وغیرہ اُسے لے گئے تھے۔"

"ارے یہی تو کہہ رہا ہوں۔ شنکر اس بچے کو زبردستی کوٹھی کے اندر لے گیا ہے' ذرا میں دیکھوں تو سہی کیا بات ہے؟"

وہ تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے پورچ میں آیا۔ پھر برآمدے میں پہنچ کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ ذرا سی دیر میں دروازہ کھل گیا۔ شنکر کے ایک آدمی نے دروازہ کھولا پھر ایس پی کی وردی میں منگل پانڈے کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ دروازہ بند کرنا چاہتا تھا' پانڈے نے اپنی ایک ٹانگ اڑا کر کہا۔ "خبردار' میرا نام منگل پانڈے ہے۔ کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کر سکتا۔"

وہ دروازہ کھولنے والے کو دھکا دیتے ہوئے اندر آیا پھر تیزی سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا۔ وہاں ایک بچے کے منہ پر ٹیپ لگا ہوا تھا اور رانی سردار اسے گود میں لے کر پچکار رہی تھی۔ شنکر اسے دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔ لوگ مجھے تھانیدار وغیرہ کہتے تھے۔ ہا ہا ہا۔ پھر مجھے ڈی ایس پی کہنے لگے۔ ہا ہا ہا۔ آج میں ایس پی بن گیا ہوں کل ڈی آئی جی اور پھر آئی جی بن جاؤں گا اور پھر دیکھتے رہنا۔ ایک دن اس ملک کا پردھان منتری بن جاؤں گا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اندر آیا۔ پھر اپنی ناک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "تم کیا سمجھتے ہو' یہ میری ناک ہے۔ نہیں' ہرگز نہیں' یہ کتے کی ناک ہے۔ دور سے مجرموں کی بو سونگھ لیتی ہے۔ میں تو دور ہی سے سونگھ کر سمجھ گیا تھا' یہاں کسی بچے کو اغوا کر کے لایا گیا ہے۔ ہا ہا ہا۔۔۔"

شنکر نے ذرا قریب آ کر کہا۔ "پانڈے صاحب! ذرا دوسرے کمرے میں تشریف لے چلیں۔ میں۔۔۔"

وہ اس کی بات کاٹ کر گرجتے ہوئے بولا۔ "خبردار' پانڈے نہیں' کوئی میرا نام لینے کی جرات نہیں کر سکتا۔ میں ایس پی بن گیا ہوں۔"

شنکر نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "ایس پی صاحب' ذرا دوسرے کمرے میں چل کر باتیں کریں۔"

"کیوں؟ دوسرے کمرے میں کیوں چلوں' چوری کا مال یہاں ہے' یہیں بات ہو گی۔"

"ہم نے اسے کہیں سے چرایا نہیں ہے۔ کسی سے چھین کر نہیں لائے ہیں' یہ فرہاد صاحب کا بیٹا پارس ہے۔"

"مجھے الو بناتے ہو۔ اگر یہ پارس ہے تو اس طرح کیوں مچل رہا ہے۔ اس کے منہ پر ٹیپ کیوں لگا ہوا ہے؟"

"اس کے دماغ پر دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ اسے پریشان کر رہا ہے اور ہم اسے قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"میں نہیں مان سکتا۔ فرہاد کے سامنے بھلا اور کون ٹیلی پیتھی جاننے والا پریشان کرے گا۔ تم لوگ گہری چالیں چل رہے ہو۔ معلوم ہے' آج سے تمام طیاروں میں جانے والے بچوں کو سختی سے چیک کیا جائے گا اور ہر طیارے میں ہمارے ملک کا جاسوس سفر کرے گا تاکہ وہ بچے

اپنی اپنی منزلوں تک بخیریت پہنچ سکیں۔ سرکار نے میری بہادری سے خوش ہو کر مجھے امریکا تک سفر کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں بھی یہاں کے جاسوسوں کی ٹیم میں موجود ہوں۔ ڈھائی گھنٹے بعد یہاں سے پرواز کرنے والا ہوں لیکن اچھا ہوا۔ جاتے جاتے ایک کارنامہ دکھا کر جاؤں گا۔ اس کے منہ سے ٹیپ کھولو۔ اس کے دماغ پر کسی نے قبضہ نہیں جمایا ہے۔"

اسی وقت رسونتی پہنچ گئی تھی۔ پانڈے کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے دماغ پر قبضہ جما کر اسے چیخنے چلانے اور اچھلنے کودنے پر مجبور کیا۔ پھر شنکر سے کہا "اس کے منہ پر ٹیپ لگا دو۔"

شنکر نے حکم کی تعمیل کی اور ایک ٹیپ لے کر پانڈے کے منہ پر لگا دیا۔ وہ اس کے دماغ میں قہقہہ لگاتے ہوئے بولی "میں بول دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا میں اس بچے کے دماغ میں تھا۔ اب تیرے دماغ میں ہوں۔"

وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر منہ سے ٹیپ ہٹانا چاہتا تھا مگر رسونتی نے ہٹانے نہیں دیا۔ اس کا ہاتھ ادھر سے ادھر بھٹکنے لگا۔ شنکر نے ہنستے ہوئے پوچھا "پانڈے جی! کیا اب بھی یقین نہیں آیا؟"

اس نے منہ سے ٹیپ ہٹا دیا۔ پھر کہا "دوسرے کمرے میں تشریف لے چلیے۔"

منگل پانڈے نے دوسرے کمرے میں آکر بے بسی سے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا، کیا کروں، ہمارے ملک کے تمام سراغرساں، تمام پولیس والے اور تمام ملٹری انٹیلی جنس والے پارس کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں اور وہ میری نظروں کے سامنے ہے۔ میرا بیٹا بنا ہوا ہے۔ میرے سینے پر مونگ دل رہا ہے اور میں کچھ کر نہیں سکتا۔ اس پر یہ کہ آج میں جاسوسوں کی ٹیم میں شریک ہو کر جا رہا ہوں اور یہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ آج ہی کی فلائٹ سے پارس کو بھی روانہ کیا جا رہا ہے۔"

"تو پھر جاؤ اور اپنی سرکار کو رپورٹ دے دو، پارس کو گرفتار کرا دو۔" شنکر نے کہا۔

"اگر ایسا کر سکتا تو میرا نام بین الاقوامی جاسوسوں میں شامل ہو جاتا مگر میں جانتا ہوں، فرہاد میری کھوپڑی گھما کر رکھ دے گا۔ میرا منہ سامنے سے پیچھے ہو جائے گا۔"

"جب تم جانتے ہو کہ پارس کے خلاف کچھ کر نہیں سکتے۔ پھر جاسوسوں کی ٹیم میں کیوں جا رہے ہو؟"

"اس بہانے امریکا تک گھوم کر تو آ جاؤں گا۔"

"تو پھر گھومنے جاؤ۔ اگر تم نے پارس کے خلاف زبان کھولی تو اڑتے ہوئے جہاز سے نیچے ٹپکا دیے جاؤ گے۔"

وہ بے بسی سے بولا "میری کیا مجال ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، یہ چکر کب تک چلے گا۔ پہلے وہ مجھے ملا تو فرہاد کا بیٹا پارس تھا۔ پھر میرا بیٹا بے کشن بن گیا۔ اب میں ایئر پورٹ جاؤں گا تو وہاں کچھ اور بن کر ملے گا۔ ہمارے دھرم میں مرنے کے بعد جنم بدلتے ہیں۔ یہ لڑکا اپنی زندگی میں جنم بدلتا جا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو طیارے میں سفر کرتے کرتے میرا باپ بن جائے۔"

وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ رسونتی پھر اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گئی۔

وہ مراد واسٹن کے ساتھ کوٹھی میں آ گیا تھا۔ اس نے ڈرائنگ روم میں پہنچ کر دیکھا۔ ایک خوبصورت سی عورت کی بڑی سی تصویر دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ اس نے تصویر کو دیکھتے ہی ایک فضائی بوسہ اچھال کر کہا "اوہ ممی! مائی سوئٹ ممی! آپ کتنی خوبصورت لگتی ہیں۔"

مراد واسٹن ایک دم سے ٹھٹک گیا۔ شدید حیرانی سے بولا "کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ میری ماں کو اپنی ماں بول رہے ہو!"

پارس ذرا سٹپٹا کر رہ گیا۔ مراد واسٹن اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سنجیدگی سے پوچھا "تم کون ہو؟"

پارس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا "ڈیڈی! آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ میں آپ کا ٹیپو ہوں۔"

"یو شٹ اپ۔ تم میرے بیٹے ہو تو کیا اپنی دادی کی تصویر کو نہیں پہچان سکے؟"

"اوہ کم آن ڈیڈی! میں تو مذاق کر رہا تھا۔ آپ سیریس ہو رہے ہیں۔"

وہ پارس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا اپنے بیڈ روم میں آیا۔ پھر اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ جلدی سے الماری کھولی۔ اس کی دراز کو کھولا۔ پھر اس میں سے ایک ریوالور نکال کر نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "سچ سچ بتاؤ کون ہو تم؟"

"اس ریوالور کا لائسنس بیٹے کو مارنے کے لیے نہیں ملا ہے۔ اسے رکھ لیجیے۔"

وہ جھنجلا کر بولا "تم کون ہو۔ میرے ٹیپو کی گفتگو کا انداز بھی ایسا نہیں ہے۔ دیکھو بچے! تم میرے نشانے پر ہو۔ میں کیا پورا ملک جانتا ہے فرہاد علی تیمور اپنے بیٹے کو یہاں سے لے جانا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ ہم میں سے کسی کے بیٹے کو اغوا کرے گا اور اس کی جگہ اپنے بیٹے کو پہنچائے گا۔ کیا ایسا نہیں ہے؟"

پارس نے انکار میں سر ہلا کر کہا "ایسا نہیں ہے۔ میں ٹیپو ہوں اور آپ کا بیٹا ہوں۔"

وہ ٹیلیفون کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تم میرے نشانے پر رہو گے۔ میں فون کروں گا۔ اس دوران تم نے کوئی چالاکی دکھائی یا تمہارے باپ نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں چشم زدن میں گولی مار دوں گا۔"

اس نے ریوالور کا رخ پارس کی طرف رکھا۔ ریسیور کو اپنے ایک کان اور شانے کے درمیان دبایا۔ دوسرے ہاتھ سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پھر نمبر ڈائل

کرتا ہی چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد احساس ہوا کہ وہ خواہ مخواہ ڈائل کرتا جا رہا ہے۔ اس نے پھر کریڈل پر ہاتھ رکھا۔ پھر سوچ سمجھ کر نمبر ڈائل کیے۔ کسی سے رابطہ قائم ہوا۔ کوئی غصے میں کہہ رہا تھا "الو کے پٹھے، کمینے! کیا تو ہی میری بیوی کو فون کرتا ہے؟"

مراد واسٹن نے جلدی سے کریڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر اس نے نمبر ڈائل کرنے کے لیے انگلی رکھی تو انگلی پھسل گئی۔ دوبارہ رکھی تو پھر پھسل گئی۔ اب وہ جلدی جلدی ڈائل کرنے کے لیے انگلی رکھنا چاہتا تھا مگر رکھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ جھنجلا کر ریوالور کو ایک طرف رکھ کے دوسرے ہاتھ کی انگلی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ساتویں بار احساس ہوا کہ وہ بہت زیادہ نمبر ڈائل کر چکا ہے۔ اس نے پھر کریڈل پر ہاتھ رکھا۔ پھر نمبر ڈائل کرنا چاہا۔ اسی وقت محسوس ہوا جیسے ریسیور سے آواز سنائی دے رہی ہے "ہیلو ہیلو۔"

اس نے ریسیور کو غور سے دیکھا۔ پھر اچھی طرح کان سے لگا کر سنا۔ آواز آ رہی تھی "ہیلو ہیلو، میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا مگر آواز ابھی تک آ رہی تھی۔ وہ آواز پوچھ رہی تھی "کیا تم میرے بیٹے کو قانون کے حوالے کرنا چاہتے ہو؟"

اس نے جلدی سے پلٹ کر ریوالور اٹھایا۔ پھر پارس کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "فرہاد! میں کہتا ہوں، میرا بیٹا واپس کر دو ورنہ ابھی اسے گولی مار دوں گا۔"

"تمہیں اجازت ہے۔ لڑکا سامنے کھڑا ہے گولی مار دو۔"

"تم اسے مذاق سمجھ رہے ہو۔ میں تمہاری چال کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فوراً ٹرائیگر پر انگلی دبائی۔ کھٹ کھٹاکھٹ کی آواز کے ساتھ ٹرائیگر دبتا گیا مگر نہ آواز ہوئی، نہ گولی نکلی۔ پارس نے مسکراتے ہوئے جیب سے ہاتھ نکالا۔ اس کی مٹھی بند تھی، جب اس نے کھولی تو اس میں ریوالور کی گولیاں تھیں۔ جب وہ فون کرنے میں مصروف تھا تب ہی رسونتی نے پارس سے کہہ دیا تھا کہ وہ گولیاں نکال لے۔

وہ پھر میرے لب و لہجے میں بولی "اگر اس میں گولیاں ہوتیں تو تم میرے بیٹے کو قتل کر چکے ہوتے۔ اب جواب دو۔ کیا اس حرکت کے بعد تمہارا بیٹا زندہ واپس مل سکتا ہے؟"

وہ چیخ کر بولا "نہیں نہیں، مجھے میرا بیٹا چاہیے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ میں تمہارے بیٹے کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"پھر جیسا کہتا ہوں، ویسا کرتے جاؤ۔ تمہارا بیٹا کسی دوسرے دن کی فلائٹ سے جا سکتا ہے۔ آج ہر حال میں میرے پارس کو جانا چاہیے۔"

"یہ ظلم ہے، میرے بچے پر ظلم ہے۔"

"تمہارا بچہ تمہیں واپس ملے گا تو اس کے بدن پر ایک ہلکا سا نشان بھی نہیں ہو گا۔ کسی نے اسے پھول کی چھڑی سے بھی نہیں مارا ہے۔ وہ بخیریت ہے۔ جب طیارہ پرواز کر کے اس ملک کی سرحد سے نکل جائے گا تو اسے تمہارے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ سمجھ رہا تھا۔ ان حالات میں سمجھوتا کرنا ہو گا ورنہ بیٹا زندہ نہیں ملے گا لیکن یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسے زندہ واپس کیا جائے گا۔ رسونتی نے کہا "بے وقوف! تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا ہم تمہارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے؟ تم نے بین الاقوامی اسمگلروں سے معاہدوں کے کاغذات جو اس خواب گاہ کے ایک چور خانے میں رکھے تھے، انھیں میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے غائب کر دیا۔ یقین نہیں ہے تو دیکھ لو۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ایک تصویر کے پاس گیا۔ اسے ہٹا کر دیکھا۔ وہاں چھوٹی سی آہنی کل لگی ہوئی تھی۔ اسے گھماتے ہی ایک چور خانہ کھلنے لگا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ تمام خانے خالی تھے۔ بریف کیس بھی نہیں تھا اور نوٹوں کی بڑی بڑی گڈیاں بھی غائب تھیں۔ وہ تقریباً دو کروڑ روپے تھے۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر پارس کو دیکھا۔ پھر پوچھا "میرا بریف کیس کہاں ہے؟"

رسونتی اس کے دماغ میں تھی۔ کہنے لگی "ہم نے پہلے تمہارے غائب کر دیا تھا۔ اگر چاہتے تو تمہارا پول کھول دیتے۔ ذرا سوچو، اس کے بعد کیا ہوتا۔ تمہیں کسی ملک میں رہنے کی اجازت نہیں مل سکتی تھی۔ جہاں بھی جاتے جیل میں زندگی گزارتے۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولا "اس کا مطلب ہے تم مجھے ہر طرف سے ننگا کر دینا چاہتے ہو، ہر طرف سے مار ڈالنا چاہتے ہو۔ پہلے میرا بریف کیس اور نقدی غائب کی۔ پھر میرے بیٹے کو غائب کیا۔ مجھے لاولد بنانا چاہتے ہو۔ مجھے کنگال بنانا چاہتے ہو۔ مجھے مجرم ثابت کر کے جیل بھیجنا چاہتے ہو۔"

"اچھی طرح سوچ لو۔ اگر ان مصیبتوں سے بچنا چاہتے ہو تو جیسا

کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔"

وہ سمندر کی طرح بپھر رہا تھا مگر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اس کے آگے کوئی راستہ نہیں تھا۔ اسے ہمارے ہر حکم پر عمل کرنا تھا۔ وہ پارس کو لے کر ائیرپورٹ پہنچ گیا۔ وہاں کتنے ہی بچے نظر آئے۔ فوج کا سخت پہرا تھا۔ یقیناً جاسوس بھی سادہ لباس میں گھوم رہے ہوں گے۔ رسونتی مراد واٹسن کے دماغ میں جم کر بیٹھ گئی تھی۔ تاکہ وہ کوئی چالاکی نہ دکھا سکے۔

ایک طرف بچوں کے سامان کی چیکنگ ہو رہی تھی۔ دوسری طرف تمام بچوں کو ایک قطار میں کھڑا کرنے کے بعد اینٹی میک اپ کیمرے کے سامنے سے گزارا جا رہا تھا۔ چند افسران ٹی وی اسکرین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور گزرنے والے بچوں کے چہروں کو ہر زاویے سے دیکھتے اور پرکھتے جا رہے تھے۔ ڈاکٹر دیا ساگر نے بڑی مہارت سے پارس کے چہرے پر سرجری کی تھی۔ وہ بخیریت اس کیمرے کے سامنے سے گزر گیا۔ کسی کو شبہ تک نہیں ہوا۔

طیارہ اپنے وقت پر پرواز کرنے لگا۔ اس میں تقریباً پندرہ مسافر بچے تھے وہ پانچ برس کی عمر سے پندرہ برس کی عمر تک کے تھے۔ ان میں سات بچے ایسے تھے جو پانچ برس سے لے کر آٹھ برس تک تھے لیکن عمروں کا فرق ہونے کے باوجود وہ ایک جیسا قد رکھتے تھے۔ انھیں اگر ایک قطار میں کھڑا کیا جاتا تو ان کے قد اور جسامت میں اُنیس بیس کا فرق ہوتا۔ بہرحال ہمارا پارس ان کے درمیان بخیریت سفر کر رہا تھا۔ اِدھر مراد واٹسن بے قرار تھا۔ جلد سے جلد اپنے بیٹے کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پارس کو رخصت کرنے کے بعد وہ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ سوچ کے ذریعے آواز دینے لگا۔ "فرہاد! تم کہاں ہو؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔ مجھے میرا بیٹا اور اہم دستاویزات چاہئیں۔"

رسونتی اپنے بیٹے کے پاس تھی۔ وہ اس وقت تک ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی جب تک سرحد پار نہ ہو جائے لیکن مراد واٹسن کا بھی خیال رکھنا لازمی تھا۔ وہ کوئی شرارت کر سکتا تھا۔

رسونتی نے مجھے مخاطب کیا۔ "فرہاد! میرا دل گھبرا رہا ہے۔"

"کیا بات ہے؟ تم کیوں پریشان ہو؟"

"کچھ عجیب طرح کی بے چینی ہے۔ میری بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے۔"

"کیا ضعیف الاعتقادی کی باتیں کر رہی ہو۔ ہمارا بیٹا مزے سے سفر کر رہا ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی سرحد پار کر لے گا۔"

"میں مراد واٹسن کے دماغ میں جا رہی ہوں۔ میرے ساتھ آؤ اور اسے کنٹرول کرتے رہو۔ میں اپنے بیٹے کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔"

اس نے بتایا کہ کس طرح مراد واٹسن کو شبہ ہو گیا تھا۔ اس نے پارس کو ریوالور کی زد پر رکھا تھا اور کس طرح اس نے بیٹے کی جان بچائی اور اہم دستاویزات کے معاملے میں بلیک میل کرتی رہی۔ میں تمام باتیں معلوم کرنے کے بعد مراد واٹسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ رہ رہ کر سوچ کے ذریعے پکارتا جا رہا تھا۔ "مسٹر فرہاد! تم کہاں ہو؟ اپنا وعدہ پورا کرو۔"

"میں موجود ہوں۔ تمھاری جان کیوں نکلی جا رہی ہے؟"

وہ غصے سے بولا۔ "اپنا وعدہ پورا کرو۔"

"ابھی انتظار کرو۔ پہلے اس طیارے کو سرحد پار کرنے دو اور تم ابھی تک یہاں کیوں ہو؟ کیا ائیرپورٹ میں رہنے کا ارادہ ہے؟"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا، مجھے کیا کرنا ہے، کہاں جانا ہے۔ میرا سب کچھ لُٹ چکا ہے۔"

"تمھارا بیٹا واپس مل جائے گا۔"

"اور وہ دستاویزات؟"

"وہ تمھارا اعمال نامہ ہیں۔ تم نے کوئی نیک کام نہیں کیا ہے! اسے بھول جاؤ۔"

"اس کا مطلب ہے تم ان کے ذریعے کسی وقت بھی مجھے بلیک میل کر سکتے ہو۔"

"مجھے بلیک میل کرنے کے لیے کسی دستاویز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جس وقت چاہوں گا تمھاری کھوپڑی میں بیٹھ کر تمھارے جرائم تمھاری زبان سے اگلوا دوں گا۔ تم گھر جا کر آرام سے رہو۔ میرا انتظار کرو۔ میں ابھی آؤں گا۔"

پارس طیارے میں منگل پانڈے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پانڈے اُسے ائیرپورٹ پر دیکھتے ہی چونک گیا تھا مگر سمجھ نہیں پایا تھا۔ یہ وہی ٹیپو ہے جسے شنکر کے ساتھ کوٹھی میں دیکھا تھا اور جس کے منہ پر ٹیپ لگا ہوا تھا یا یہ پارس ہے جو ٹیپو کے روپ میں جا رہا ہے۔

اگر وہ سمجھ بھی لیتا تو کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ بے چارہ بین الاقوامی سطح پر جاسوس بننے جا رہا تھا۔ جسے پکڑنا تھا وہ پاس بیٹھا ہوا تھا اور اسے پکڑ نہیں سکتا تھا لیکن یہ تجسس تھا کہ اس کے پاس بیٹھا ہوا بچہ پارس ہے یا ٹیپو۔ اس نے قریب جھک کر بڑی رازداری سے پوچھا۔ "کیا تم وہ ہو؟"

پارس نے بھی بڑی رازداری سے کہا۔ "میں وہ ہوں۔"

پانڈے نے اور گہری سرگوشی میں پوچھا۔ "کون ہو؟"

وہ جواباً گہری سرگوشی میں بولا۔ "میں وہ ہوں جو تم نہیں جانتے اور جو جانتے ہو وہ نہیں ہوں۔"

پانڈے نے جھنجلا کر کہا۔ "دیکھو، میرا نام منگل پانڈے ہے۔ کوئی میرا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا۔"

پارس نے کہا۔ "عورتیں نام نہیں لیتیں، تھپڑ مار دیتی ہیں۔"

وہ ایک دم سے چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ پھر اس کی طرف جھک کر بولا۔ "ہاں، ہاں سمجھ گیا۔ میں اچھی طرح سمجھ گیا۔ تم ... سینے پر مونگ دلنے پہنچ گئے ہو۔"

طیارے کی محدود فضا میں اسپیکر کے ذریعے آواز سنائی دی۔ "لیڈیز اینڈ جنٹلمین! ہمارا طیارہ پینتیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا ہے۔ اب ہم بھارت کی سرزمین چھوڑ کر اپنے پڑوسی ملک پاکستان کی فضا میں پرواز کر رہے ہیں۔"

رسونتی نے خوش ہو کر کہا۔ "اوہ فرہاد! خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ ہمارا بیٹا اس ملک کی سرحد سے نکل چکا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں، تقریباً چھ گھنٹے بعد وہ تمھاری آغوش میں ہو گا۔"

"تم جاؤ اور ٹیپو کو اس کے باپ کے حوالے کر دو۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ ذرا اور انتظار کر لو۔"

"نہیں فرہاد! کسی کی گود سے اس کا بچہ نہیں چھیننا چاہیے۔ میں نے بہت مجبوری کی حالت میں ایسا کیا۔ خدا سے دعا ہے آئندہ ایسا نہ کرنا پڑے۔"

میں نے اس کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے شنکر سے کہا۔ "ٹیپو کو فوراً اس کی کوٹھی کے سامنے پہنچا دو۔ تم میں سے کوئی مراد واٹسن کی نظروں میں نہ آئے۔"

وہ فوراً ہی میرے حکم کی تعمیل کے لیے ٹیپو کو لے کر چل پڑے۔ جب میں آدھے گھنٹے بعد مراد واٹسن کے پاس پہنچا تو بیٹا باپ سے مل گیا تھا اور وہ ٹیلیفون کا ریسیور کان سے لگائے بڑے بڑے پولیس اور فوجی افسران کو اطلاع دے رہا تھا۔ "میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ میرے بیٹے کو اغوا کیا گیا تھا۔ اس کی جگہ فرہاد اپنے بیٹے پارس کو لے گیا ہے۔"

میں نے رسونتی کے پاس آ کر اسے بتایا کس طرح مراد واٹسن تمام اعلیٰ افسران کو اس فراڈ کی اطلاع دے رہا ہے۔ رسونتی نے پوچھا۔ "فرہاد! میرا بیٹا خیریت سے میرے پاس پہنچ جائے گا نا؟"

"انشاء اللہ ضرور پہنچے گا۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی۔ "خواتین و حضرات! ہم آپ کو خوفزدہ نہیں کرنا چاہتے لیکن حقیقت چھپائی نہیں جا سکتی۔ ہمارا یہ طیارہ مشکلات میں گھرا ہوا ہے۔ چند نامعلوم افراد نے پائلٹ روم کو اندر سے لاک کر دیا ہے اور پائلٹ کو اپنی مرضی کے مطابق پرواز کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔"

یہ سنتے ہی تمام مسافروں میں کھلبلی مچ گئی۔ سب پریشان ہو کر ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ کہنے لگے۔ کچھ تو گھبرا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ائیرہوسٹس اور اسٹیورڈ ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر انھیں تسلیاں دے رہے تھے۔ آرام سے بیٹھنے کے لیے کہہ رہے تھے۔ اسپیکر سے بھی کہا جا رہا تھا۔ "ہم آپ سے حوصلے کی توقع کرتے ہیں۔ انشاء اللہ ہمارا طیارہ بخیریت زمین پر اُترے گا اور کسی کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

رسونتی نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں نہ کہتی تھی، میری بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے۔"

"حوصلہ کرو۔ ہمارا بیٹا خیریت سے رہے گا، اسے کچھ نہیں ہو گا۔"

اسپیکر سے کہا جا رہا تھا۔ "خواتین و حضرات، تھوڑی دیر پہلے ہم نے غلط اعلان کیا تھا کہ ہمارا طیارہ بھارت کی سرحد سے نکل چکا ہے۔ ہمیں ایسا اعلان کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ حالانکہ یہ طیارہ بھارت کے اندر ہی پرواز کر رہا ہے۔ ہم ایک گھنٹے کے اندر واپس دہلی ائیرپورٹ پہنچ جائیں گے۔"

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کہا۔ "اوہ رسونتی! ہم زبردست دھوکا کھا گئے۔"

وہ بُری طرح بدحواس ہو کر بولی۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"وہی جو تم سمجھ رہی ہو۔ تم ماں ہو، سمجھ کر بھی یقین نہیں کرنا چاہو گی لیکن حقیقت نہیں بدلے گی۔ ہمارے بیٹے پارس کو گھیرنے اور گرفتار کرنے کے لیے یہ چال چلی گئی ہے۔"

میں دوسرے ہی لمحے اس بولنے والی کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایئر ہوسٹس کے کیبن میں مائک کے پاس بیٹھی بول رہی تھی۔ اس کے سامنے ایک اسٹین گن تنی ہوئی تھی۔ میں اسٹین گن والے سے نمٹ سکتا تھا مگر کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ ان کا تعلق پائلٹ کیبن سے نہیں تھا۔ میں کسی طرح بھی ان لوگوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا جو پائلٹ کو مجبور کرکے دہلی ایئر پورٹ لے جارہے تھے۔

رسونتی بھاگی بھاگی پھر رہی تھی۔ کبھی اعلیٰ بی بی کو اطلاع دے رہی تھی۔ کبھی سونیا کے پاس پہنچ رہی تھی۔ کبھی شیبا کو بلا رہی تھی کبھی شیخ صاحب کے پاس پہنچ کر پوچھ رہی تھی "میں اپنے بچے کو کس طرح ان سے محفوظ رکھوں؟ وہ خطرے میں ہے۔ وہ گرفتار ہوجائے گا۔ پھر وہاں سے نکال لانا بہت مشکل ہوگا۔"

وہ اسے سمجھا رہے تھے "صبر اور حوصلے سے کام لو بیٹی! میں دعا بھی کرتا ہوں اور دوا بھی کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تمھارا پارس صحیح سلامت تمھارے پاس آئے گا۔"

اس کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ پومی کے پاس بھی پہنچ گئی تھی۔ کہہ رہی تھی "مشین کو جہنم میں ڈالو۔ میرے بیٹے کے پاس آؤ۔ خدانخواستہ اسے کچھ ہوگیا تو میں تم میں سے کسی کو منہ نہیں دکھاؤں گی۔ اپنی جان دے دوں گی۔"

میں نے ڈانٹ کر کہا "رسونتی! ہوش میں آؤ۔ تمھاری یہ دیوانگی ہم میں سے کسی کو سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دے گی۔"

وہ غصے سے بولی "تم کب تک سمجھتے رہو گے۔ وہ طیارہ دہلی پہنچنے والا ہے۔ تم ایسے چپ ہو جیسے سانپ سونگھ گیا ہے۔ تم نے ابھی تک کسی کو دھمکی بھی نہیں دی ہے۔ کیا پارس کو گرفتار کیا گیا تو ہم انھیں بڑے سے بڑا نقصان نہیں پہنچا سکتے؟"

"تم صبر اور سکون سے میری بات سنو گی تو کچھ سمجھ میں آئے گا۔ ہم نے ابھی تک یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ پارس اس طیارے میں ہے۔ اگر اس طیارے میں ہوتا تو ہم بے چین ہوجاتے۔ اسے بچانے کے لیے دھمکیاں دیتے پھرتے۔ اسے بچانے کے لیے بڑے بڑے ذرائع اختیار کرتے لیکن ہماری طرف سے خاموشی ہے۔ ہماری خاموشی انھیں تذبذب میں مبتلا کر رہی ہے۔ تم اب تک جتنے فوجی افسران کے دماغ میں پہنچ چکی ہو، وہاں جاکر دیکھو۔ کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ تمھاری بدحواسی سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔"

یہ بات کچھ سمجھ میں آئی۔ وہ فوجی افسران کے دماغوں کو پڑھنے کے لیے چلی گئی۔ مجھے بھی جتنی آوازیں اور لب و لہجے یاد تھے، میں ان کے پاس جاکر دیکھنے لگا آخر پارس کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے، اور دہلی ایئر پورٹ پر کیسے سخت انتظامات کیے جارہے ہیں؟ میں نے ایک اندازے کے مطابق رسونتی سے درست کہا تھا۔ وہ سبھی اس بات سے پریشان تھے کہ ہم میں سے کوئی اس بات کا نوٹس کیوں نہیں لے رہا ہے؟

دوسری پریشانی کی بات یہ تھی کہ وہ وائرلیس ریڈیو کے ذریعے اپنے ان سراغرسانوں سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھے جنھوں نے پائلٹ کو ریوالور اور اسٹین گنوں سے گھیر رکھا تھا۔ اسے راستہ بدلنے پر مجبور کر رہے تھے۔ انھوں نے جھوٹ کہا تھا کہ وہ طیارہ بھارت کی حدود میں ہی پرواز کر رہا ہے جبکہ وہ بھارت کی ہی نہیں، پاکستان کی سرحدیں بھی پار کرچکا تھا۔ یہ ان کے لیے زیادہ پریشانی کی بات تھی۔

پائلٹ اس بات پر بضد تھا کہ وہ طیارے کو واپس نہیں لے جائے گا۔ یہ بین الاقوامی ایئر لائنز کے اصولوں کے خلاف ہے۔ اگر اسے مجبور کیا گیا تو بھارتی حکومت کے خلاف سخت اقدامات کیے جائیں گے۔

اُدھر بہت کچھ ہو رہا تھا لیکن اچانک ہمارے حق میں پانسا پلٹ گیا تھا۔ رسونتی خوش ہوکر قہقہے لگانے لگی۔ جو فوجی افسر وائرلیس ریڈیو کے ذریعے اپنے سراغرسانوں سے گفتگو کر رہے تھے، ان کے ذریعے ہم ان کے پاس پہنچ گئے تھے جنھوں نے پائلٹ کیبن کے دروازے کو اندر سے بند کر دیا تھا اور اپنی دانست میں ہر طرح سے محفوظ ہوگئے تھے۔

ان کے لیے مشکل یہ تھی کہ وہ کوئی ہائی جیک کرنے والی خطرناک تنظیم کے لوگ نہیں تھے۔ وہ بھارتی سرکار سے تعلق رکھتے تھے اور کسی بھی طیارے کو ہائی جیک نہیں کرسکتے تھے۔ پائلٹ کو محض دھمکی دے رہے تھے لیکن اسے قتل نہیں کرسکتے تھے — اس کی جگہ سنبھال نہیں سکتے تھے یا کسی بھی مسافر کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔

وہ تعداد میں تین تھے۔ میں نے رسونتی سے کہا "تم ریوالور والے کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔ میں ایک اسٹین گن والے کے پاس رہوں گا۔ تیسرا جو بچے گا وہ ہم دونوں کے نشانے پر رہے گا۔"

ہم اس حساب سے پائلٹ کیبن کے اندر پہنچ گئے۔ رسونتی نے ریوالور والے کے ذریعے اسٹین گن والے کو دیکھا، پھر کہا "میں رسونتی بول رہی ہوں۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو دو میں سے ایک کام کرو، مجھے مار ڈالو یا ہتھیار پھینک دو۔"

وہ حیرانی سے ریوالور والے کو دیکھتے ہوئے بولا "یہ کیا بکواس کر رہے ہو؟"

میں نے اسٹین گن والے کی زبان سے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔ رسونتی نے جو کہا اس پر عمل کرو۔ ہم دونوں کو مار ڈالو۔ تم اکیلے بچو گے تو تمھارے دماغ پر قبضہ جمالیں گے۔ اب چت بھی ہماری رہے گی، پٹ بھی ہماری۔"

وہ پریشان ہوکر اپنے ساتھیوں کو باری باری دیکھنے لگا۔ پائلٹ بھی بار بار سر گھما کر دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ہے۔ ہتھیار ڈال دو۔ دروازہ کھولو اور مسافروں کے پاس چلے جاؤ۔"

وہ ہچکچا رہا تھا۔ رسونتی نے کہا "تمھیں ہتھیار ڈالنا نہیں آتا تو میں سکھا دیتی ہوں۔"

وہ چشم زدن میں اس کے پاس آئی۔ اس کے دماغ پر قبضہ کیا۔ اس کے ہاتھ سے ہتھیار گرائے اور پھر ریوالور والے کے دماغ میں پہنچ کر بولی "اب دروازہ کھول کر جاؤ ورنہ تمھیں جانے کا ڈھنگ بھی سکھایا جائے گا۔"

وہ دروازہ کھول کر جانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "ٹھہرو، ابھی تم یہیں رہو۔ رسونتی ہمیں ایک دوسرے کی جگہ لینا ہوگی۔ میں ریوالور والے کے دماغ میں آرہا ہوں، تم اِدھر آجاؤ۔"

ہم نے دونوں کو ایک ساعت کے لیے چھوڑا پھر جگہ بدل کر ان کے دماغوں پر قبضہ جمالیا۔ اب میں ریوالور والا تھا اور وہ اسٹین گن والی تھی جس نے ہتھیار پھینکا تھا۔ میں نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "رسونتی! اسے نشانے پر رکھو اور اسی کیبن میں رہو۔ میں ایئر ہوسٹس کے کیبن میں جارہا ہوں۔ وہاں چوتھا شکار رہے۔"

میں کیبن کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر کتنی ہی عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ بچے اور زیادہ سہم گئے۔ میں نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا "آپ لوگوں کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ طیارہ خطرے سے باہر ہے۔ آپ تمام مسافر بخیریت اپنی اپنی منزل تک پہنچیں گے۔"

میں ان کے درمیان سے گزرتا ہوا ایئر ہوسٹس کے کیبن میں پہنچا۔ وہ اسٹین گن والا وہاں موجود تھا۔ میں نے جاتے ہی کہا "دوست، گڑبڑ ہوگئی۔ ہم ٹیلی پیتھی کے شکنجے میں آچکے ہیں لہٰذا تم اپنی آواز سنا دو۔"

وہ مجھے گھور کر دیکھنے لگا۔ گویا اپنے ساتھی کو دیکھ رہا تھا اور انکار میں سر ہلا رہا تھا۔ میں نے کہا "اگر بولنے سے انکار کر رہے ہو تو ہمیشہ کے لیے خاموش ہوجاؤ۔"

یہ کہتے ہی میں نے گولی چلا دی۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھا۔ اسے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ گولی ٹھیک پیشانی میں جاکر پیوست ہوئی اور وہ دھم سے کیبن کی دیوار سے ٹکراتا ہوا کتنی ہی چیزوں کو لیے فرش پر گر پڑا۔ ایئر ہوسٹس کے حلق سے ایک تیز چیخ نکل گئی۔ اُدھر طیارے کے اندر فائرنگ کی آواز سن کر عورتیں اور بچے چیخنے اور رونے لگے تھے۔

میں نے کیبن سے باہر آکر ریوالور دکھاتے ہوئے کہا "خاموش ہوجاؤ۔"

ریوالور کو دیکھتے ہی سب کو چپ سی لگ گئی۔ وہ دہشت زدہ

سے ہو کر مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور ہوں کسی کا دشمن نہیں ہوں۔ چار خطرناک قسم کے لوگ اس طیارے کو اغوا کرنا چاہتے تھے۔ میں ان میں سے ایک کے دماغ پر قبضہ جما چکا ہوں۔ میری بات کا یقین کرو۔ کیبن میں میری بیوی رسونتی نے دوسرے ہتھیار والے کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔"

اسی وقت رسونتی اسٹین گن کے ذریعے اس شخص کو دھکا دیتی ہوئی باہر لائی جس کے ہاتھ سے ہتھیار گرایا تھا۔ اُدھر سے وہ بولی۔ "میری بہنو اور بھائیو! میں ایک بیوی ہوں، ایک ماں ہوں، اس طیارے میں میرا معصوم بچہ سفر کر رہا ہے۔ یہ بدمعاش اسے اغوا کرنا چاہتے تھے، اس کے لیے تم سب کو پریشان کر رہے تھے۔ ہم نے ان پر قابو پا لیا ہے۔ اب پریشانی کی بات نہیں ہے۔ آپ لوگ آرام سے سفر کریں اور ہنستے بولتے کھاتے پیتے رہیں۔"

جس کے ہاتھ سے ہتھیار گرایا گیا تھا، میں نے اس کے ہاتھ کو پیچھے کی طرف موڑ کر رسی سے باندھ دیا۔ جس کیبن میں اس کے ساتھی کی لاش پڑی تھی، وہاں اسے دھکیل دیا۔ پھر میں نے رسونتی کو پاس بلا کر اس کے ہاتھ پیچھے سے باندھ دیے۔ اس کے بعد میں نے دو ہٹے کٹے مسافروں کو بلا کر کہا "میں بھی کیبن میں جا رہا ہوں۔ میرے ہاتھ پاؤں باندھ دو اور اس کیبن کو باہر سے بند کر دو۔ اس کا دروازہ ہرگز نہ کھولنا۔"

انھوں نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ان تینوں کو کیبن میں بند کر دیا۔ ایئر ہوسٹس نے دروازے کو لاک کر دیا۔ ان کے تمام ہتھیار اسٹیورڈ کو دے دیے۔ ہمارے ایسا کرنے سے تمام مسافروں کو اطمینان ہو گیا تھا۔ ایئر ہوسٹس کھانے پینے کی ٹرالی لے کر ان کے درمیان سے گزرنے لگی۔ سب خوش ہو گئے تھے اور ہنسنے بولنے لگے تھے۔

میں نے رسونتی سے کہا "اگر تم میرے پاس ہوتیں تو میں تمھارے دونوں کان پکڑتا اور پوچھتا۔ کیا بدحواسی سے مسئلہ حل ہوتا ہے۔ تمھاری کیا حالت ہو گئی تھی۔ تمھیں کچھ احساس ہے؟"

وہ شرمندہ سی ہو کر بولی "میں کیا کروں۔ خدا نے ایک ہی بیٹا دیا ہے، جب سے وہ پیدا ہوا ہے، مجھ سے بچھڑتا رہتا ہے۔ آج بھی ایسا لگا جیسے میری گود اُجڑنے والی ہے اور کسی لمحے بھی میرا دم نکل جائے گا۔ بہرحال، جو ہوا سو ہوا، مجھے شرمندہ نہ کرو۔"

"جتنے ساتھیوں کو پریشان کیا ہے، تم انھیں تو خوشخبری سُنا دو۔"

"میں اپنے بیٹے کے پاس رہوں گی۔ پلیز، تم چلے جاؤ۔"

میں نے سونیا، لومی اور شیخ صاحب وغیرہ کو بتا دیا۔ پارس خیریت سے ہے۔ انشاء اللہ وہ صحیح سلامت پیرس پہنچ جائے گا۔

سونیا نے پوچھا "وہ طیارہ استنبول ہو کر جائے گا؟"

"ہاں، تم ایئر پورٹ آ رہی ہو؟"

"میں کیا شیبا وغیرہ بھی پہنچیں گے۔ ہم دوسرے پارس کو دیکھنا چاہتی ہیں۔"

"کوئی نئی مصیبت کھڑی کرنا چاہتی ہو؟"

"اس میں نئی مصیبت کی کیا بات ہے؟"

"ذرا سوچو تو سہی۔ وہ دونوں پارس استنبول میں ایک جگہ ہوں گے۔ تم ہو گی، آمنہ ہو گی، شیبا ہو گی۔ دشمنوں کے لیے آسانیاں ہی آسانیاں ہوں گی۔"

"کیا دشمنوں کے ڈر سے ہم آپس میں ملنا چھوڑ دیں؟"

"ملنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پورا خاندان ایک ہی جگہ جمع ہو جائے۔ ہم محتاط ہو کر فرداً فرداً ملاقات کر سکتے ہیں۔ کیا تم نے اس بات کو نوٹ کیا ہے کہ پچھلے کئی دنوں سے تمام خطرناک تنظیمیں خاموش ہیں۔ کوئی ہمارا نوٹس نہیں لے رہی ہے۔ میں نے کتنی آزادی سے پیرس میں رسونتی کے ساتھ ملاقات کی۔ اس کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارا اور آرام سے امریکا پہنچ گیا لیکن کسی دشمن نے ہمارے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کی۔ آخر بات کیا ہے؟"

"تم ایسے پوچھ رہے ہو جیسے میں بھی دشمنوں میں سے ایک ہوں۔ ویسے یہ بات قابلِ غور ہے۔ طوفان آٹھنے سے پہلے سمندر پُرسکون ہو جاتا ہے۔ یہی سکون تمام تنظیموں نے اختیار کیا ہے۔ پتا نہیں، یہ سب کی سب کیا طوفان لے کر اُٹھنے والی ہیں؟"

"اور تم ان کے لیے راستہ ہموار کرنا چاہتی ہو۔"

"تمھیں اعتراض ہے تو پارس، جوجو اور شیبا نہیں آئیں گی۔ چلو میں بھی نہیں آؤں گی۔ ذرا رسونتی سے پوچھ کر دیکھو۔ کیا وہ اپنے دوسرے بیٹے سے ملنا نہیں چاہتی؟"

رسونتی سے ملانا ہے تو پارس اوّل کو پیرس پہنچا دو۔ دونوں بیٹے ایک ساتھ ماں کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

"کل رسونتی، پارس سے ملنے کے لیے قاہرہ گئی تھی۔ تم نے اسے پیرس بلا لیا تھا۔ جب وہ ایک بیٹے سے ملنے کے لیے پیرس چھوڑ سکتی ہے تو کیا پارس اوّل سے ملنے کے لیے استنبول نہیں آ سکتی؟"

"یہ کیا بحث لے بیٹھی ہو؟"

"رسونتی سے کہو، مجھ سے بات کرے۔"

میں نے رسونتی سے کہا "جاؤ سونیا بلا رہی ہے۔"

اس نے سونیا سے پوچھا "کیا بات ہے؟"

سونیا نے کہا "فرہاد صاحب نے حکم دیا ہے، پارس دوم پر تمھارے حقوق ہیں اور اوّل پر ہمارے۔"

رسونتی نے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہی بات ہو رہی ہے۔ فرہاد نے منع کر دیا ہے کہ ہم استنبول ایئر پورٹ میں آ کر پارس دوم کو نہیں دیکھ سکتے۔ بات سچ بھی ہے۔

جب تم نے ماں بن کر پارس اوّل سے ملنے کی کبھی خواہش ظاہر نہیں کی تو پھر ہمیں بھی پارس دوم سے نہیں ملنا چاہیے۔"

"سونیا کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں خدا کے بعد تم پر بھروسا کرتی ہوں۔ جب میں نے دیکھ لیا کہ تم میرے پارس اوّل کی محافظ ہو اور شیبا کی ٹیلی پیتھی میرے بچے کے لیے زبردست ہتھیار بنی ہوئی ہے تو میں مطمئن ہو گئی۔ تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں پارس دوم کے سلسلے میں کتنے دنوں سے پریشان ہوں۔ کیسی کیسی تدبیریں آزما رہی ہوں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم کیا ہے۔ میرا بیٹا میرے پاس آ رہا ہے۔ جب وہ آ جائے گا تو میں اسے بابا صاحب کے ادارے میں چھوڑ کر پہلی فرصت میں تمھارے پاس آؤں گی اور اپنے بیٹے پارس اوّل سے ملوں گی۔ تم عورت ہو۔ ماں کی ممتا سمجھ سکتی ہو۔ میں پارس اوّل کے لیے کتنی ممتا رکھتی ہوں، اسے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے۔"

"کیا یہ کہنا ضروری ہے کہ ہم پارس دوم کے لیے کتنی ممتا رکھتی ہیں؟"

"تم فرہاد کو کہنے دو۔ ایئر پورٹ پر ضرور آؤ۔ پارس دوم سے ضرور ملاقات کرو۔"

"اگر میں پارس دوم کو کچھ روز کے لیے اپنے پاس رکھ لوں تو؟"

"آں؟" رسونتی ہچکچانے لگی۔ پھر جلدی سے مسکرا کر بولی "کیوں ایک ماں کا امتحان لے رہی ہو؟"

"امتحان کی کیا بات ہے۔ پارس دوم کو میں رکھ لوں گی، پارس اوّل کو تمھارے پاس بھیج دوں گی۔"

"سونیا! خدا کے لیے ایسی چکرانے والی باتیں نہ کرو۔ میں کوئی معقول جواب نہیں دے سکوں گی۔"

"اس میں جواب دینے یا نہ دینے کی کیا بات ہے۔ بھئی، دونوں تمھارے بیٹے ہیں۔ یہ نہ سہی، وہ سہی۔ تمھارے پاس ایک بیٹا آنا چاہیے۔ کیا پارس اوّل کو تمھارے پاس نہیں آنا چاہیے؟"

"میں کب انکار کرتی ہوں، لیکن میری تڑپ کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں بہت عرصے سے پارس دوم کے ساتھ وابستہ رہی ہوں۔ اس کے لیے جدوجہد کرتی رہی ہوں۔ اس کے لیے راتیں جاگتی رہی ہوں۔ اگر میں اندھی ہوتی اور مجھے آنکھیں ملتیں تو سب سے پہلے پارس دوم کو دیکھنے کی خواہش کرتی۔"

"اگر میں یہی ممتا اور تڑپ پارس اوّل کے لیے تمھارے دل میں پیدا کر دوں تو؟"

"آخر تمھارے ارادے کیا ہیں؟ تم کیا چکر چلانا چاہتی ہو؟ خدا کے لیے پارس دوم کو میرے پاس رہنے دو۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "میں اور زیادہ چھیڑوں گی تو رونا شروع کر دو گی۔ ویسے یہ ثابت ہو گیا کہ پارس دوم کے لیے تمھاری چاہت بہت زیادہ ہے۔ اگر کبھی یہ ثابت ہو گیا کہ پارس اوّل تمھارا اپنا بیٹا ہے تب کیا ہو گا؟"

"تب بھی پارس دوم کے لیے میری ممتا میں ایک ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی۔"

"رسونتی! میری جان! چھوٹے منہ اتنا تو پوچھ لو کہ پارس اوّل کیسا ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

رسونتی نے رونے کا منہ بنا کر کہا "فرہاد! یہ سونیا مجھے پریشان کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ میرا بیٹا کیسا ہو گا۔ میں جانتی ہوں، بہت اچھا ہو گا۔ بہت آرام سے ہو گا اور بڑی شان سے ہو گا اور بڑی ہی مردانہ وار زندگی کی ابتدا کر رہا ہو گا۔"

پارس نے فلائنگ کک مارنے سے پہلے ایک عجیب سا "یاہو" کا نعرہ لگایا۔ پھر دوڑتے ہوئے آکر فضا میں چھلانگ لگائی۔ آمنہ کی آواز آئی "فوراً قلابازی کھاؤ۔"

اس نے فضا میں قلابازی کھانے کی کوشش کی مگر دھپ سے زمین پر آ گرا۔ بڑی سخت چوٹ آئی تھی۔ وہ حساب نہیں کر سکتا تھا کہ جسم کہاں کہاں سے دُکھ رہا ہے لیکن وہ ہائے نہیں کر سکتا تھا۔ آمنہ سر پر سوار تھی۔ منہ سے ہائے نکلتے ہی ایک ہاتھ جماتی اور کہتی "مرد کے بچے ہو کر ہائے کہتے ہو۔ میں تمھارا منہ توڑ دوں گی۔"

یہ روز کا معمول تھا۔ پارس اور جوجو کو صبح چار بجے اُٹھایا جاتا تھا۔ ان سے ورزش کرائی جاتی تھی۔ دوڑ لگوائی جاتی تھی۔ جب آمنہ کا یہ کام ختم ہو جاتا تو صبح چھ بجے پارس اور جوجو شمال کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ پلتھی مارتے تھے اور دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے۔ آنکھیں بند کر کے سانس زیادہ سے زیادہ روکنے کی مشقیں کرتے تھے۔ شیبا باری باری ان دونوں کے دماغوں میں پہنچتی رہتی تھی اور سانس روکنے کے سلسلے میں انھیں سہارا دیتی رہتی تھی۔ وہ صرف آدھا گھنٹہ پلتھی مار کر یوگا کی مشقیں کرتے ہوئے سانس روکتے تھے۔ اس کے بعد یوگا کے مختلف آسن اختیار کرتے تھے۔ اس دوران پارس سے کوئی بھول ہو جاتی تو جوجو کھلکھلا کر ہنسنے لگتی تھی اور تالی بجا بجا کر کہتی تھی "میں جیت گئی، میں جیت گئی، تم ہار گئے۔"

پارس پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے شیبا سے کہتا تھا "ممی! اس کے اندر سے بچپنا تو نکالیے۔ ایسا نہ ہو، سانس روکتے روکتے بچپنا رہ جائے، سانس نکل جائے۔"

جوجو معصومیت سے بولتی تھی "نہیں ممی! سانس رہنے دیجیے، بچپنا نکال دیجیے۔ ان صاحب کو تو میرے بچپنے سے چڑ ہو گئی ہے۔"

شیبا اسے سمجھاتی تھی "بیٹی! جو ہمیشہ بچے اور معصوم بن کر رہتے ہیں، انھیں دنیا والے دھوکا دیتے ہیں۔ نقصان پہنچاتے ہیں۔ ہمیشہ

چالاک اور تیز و طرار بننے کی کوشش کرو۔ دنیا میں کسی شخص کو معصوم نہ سمجھو۔ ہر شخص اپنی معصومیت کے پیچھے مکاری چھپا کر رکھتا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "اس کا مطلب ہے پارس بھی مکار ہے!"

"ہو سکتا ہے اس عمر میں مکاری ظاہر نہیں ہوتی۔ بڑا ہو گا تو ضرور اپنے باپ کی اصلیت دکھائے گا۔"

جوجو نے پوچھا: "آپ کیوں اس پر بھروسا کرتی ہیں؟ کیوں اتنی اچھی ٹریننگ دے رہی ہیں؟ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ میں آپ کی بیٹی ہوں، مجھے اتنی مضبوط بنا دیجیے کہ میں ایک گھونسے میں اس کی ناک توڑ دوں۔"

"جوجو بیگم! میں تیمور خاندان کی ناک ہوں۔ توڑنا آسان نہ ہوگا۔"

شیبا نے ڈانٹ کر کہا: "تم دونوں آپس میں جھگڑا کرتے رہو گے تو کیا خاک سیکھ سکو گے۔ اب خاموش رہو۔ جیسا کہہ رہی ہوں ویسا کرتے جاؤ۔"

وہ ایک گھنٹے تک انھیں یوگا کی مشقیں کراتی رہتی تھی۔ اس کے بعد وہ ناشتا کر کے کچھ دیر آرام کرتے تھے۔ پھر انھیں پڑھانے والا استاد پہنچ جاتا تھا۔ شیبا نے بہت چھان پھٹک کے بعد ایک ایسے عالم فاضل کا انتخاب کیا تھا جو اردو، انگریزی، فرانسیسی، فارسی، عربی اور جرمنی زبانیں بڑی روانی سے بولتا تھا، لکھتا تھا، پڑھتا تھا، سمجھتا تھا اور سمجھا سکتا تھا۔ اسی طرح تاریخ، جغرافیہ، فلسفہ، علم ریاضی اور سائنسی علوم کے ماہرین کی خدمات حاصل کی تھیں۔ ان تمام استادوں کو پانچ سال کے معاہدے کے مطابق اپنے قیصری قلعے کے اندر رکھا تھا۔ معاہدے کے مطابق یہ تمام استاد قلعے سے باہر نہیں جا سکتے تھے، نہ ہی کسی سے مل سکتے تھے۔ شیبا نے ہر استاد کو پچاس ہزار ڈالر پیشگی کے طور پر ادا کیے تھے۔ تعلیم مکمل ہونے کے بعد مزید پچاس ہزار ڈالر ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ وعدہ کیا تھا کہ یہ تمام استاد دنیا کے جس حصے میں جا کر رہنا چاہیں گے، وہاں ان کے لیے مکان تعمیر کروائے گی، ان کے لیے روزگار مہیا کرے گی۔ جب اتنی بڑی بڑی سہولتیں حاصل ہوں تو بھلا کون پابند ہونا نہ چاہے گا۔ یہ تمام استاد اس قلعے میں رہ کر پارس اور جوجو کو تعلیم دے رہے تھے۔

وہ دن کے بارہ بجے تک تعلیم حاصل کرتے تھے اور جو کچھ حاصل کرتے تھے، وہ ان کے دماغوں میں اس طرح نقش ہو جاتا تھا کہ استاد بھی حیران رہ جاتے تھے۔ وہ کبھی سمجھ نہیں پاتے تھے کہ یہ ٹیلی پیتھی کا کمال ہے۔ استاد انھیں جو کچھ سکھاتے تھے، شیبا چپ چاپ خیال خوانی کے ذریعے سیکھتی رہتی تھی۔ جوجو اور پارس گہری نیند میں ہوتے تو وہ ان کے دماغوں میں پہنچ کر وہی سبق نقش کر دیتی تھی۔ اس کے بعد بھولنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

شیبا کا یہ عمل صرف لکھنے پڑھنے تک محدود نہیں تھا۔ آمنہ جو کچھ سکھاتی تھی، اس وقت بھی وہ دونوں کے دماغوں میں باری باری رہتی تھی اور وہ سب ان کے دماغوں میں نقش کرنے کی کوششیں کرتی رہتی تھی۔

سونیا ہفتے میں دو دن کے لیے قیصری قلعے میں آتی تھی۔ وہ دو دن جوجو اور پارس پر بڑے بھاری ہوتے تھے کیونکہ وہ چکرا دینے والے سوالات کرتی تھی۔ ایسے کھیل کھیلتی تھی جس میں صرف ذہانت اور مکاری کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہ انھیں سمجھاتی تھی۔ یوں تو ہر تصویر کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ آگے اور پیچھے لیکن چار پہلو بھی ہوتے ہیں۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں۔ جو زیادہ ذہانت سے کام لیتے ہیں، وہ چھ پہلوؤں پر نظر رکھتے ہیں۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر اور نیچے۔ چونکہ پارس اور جوجو ابھی بچے تھے، اس لیے انھیں بڑی تفصیل سے گویا کہ ہجے کر کے سمجھاتی تھی۔ "دیکھو پیچھے کا مطلب ہے: ماضی جو زندگی گزر گئی اور جو کچھ کیا اس کی آئندہ تلافی کی جائے۔ آگے کا مطلب ہے مستقبل، مستقبل کے لیے آج اچھے کام کرنے ہیں۔ دائیں کا مطلب ہے راستی یعنی سیدھا راستہ یعنی ہر کام سیدھا کرنا چاہیے۔ کوئی ٹیڑھا کام نہ ہو۔ بائیں کا مطلب ہے گمراہی۔ نیچے کا مطلب ہے پاؤں تلے زمین یعنی دنیا۔ اوپر کا مطلب ہے آسمان یعنی عاقبت یعنی مرنے کے بعد کی دنیا۔ چونکہ تم چھ پہلوؤں سے واقف رہو گے اس لیے دشمنوں کے چھ طرفہ حملوں سے ہوشیار رہو گے اور ہمیشہ اپنے بچاؤ کی تدبیر کرتے وقت چھ طرفہ پہلوؤں کو اپنی نظروں میں رکھو گے۔ ان چھ کے علاوہ اور بہت کچھ سمجھنے کے لیے رہ جاتا ہے۔ ذرا عمر گزرنے دو، میں تمھیں سمجھاؤں گی۔"

سونیا اسی انداز میں سمجھاتی رہتی تھی۔ وہ بعض اوقات ان کی نگاہوں کے سامنے چھوٹی چھوٹی اتنی گیندیں اچھالتی تھی کہ آنکھیں نہیں ٹھہرتی تھیں۔ وہ ہر رنگ کی گیندیں ہوا کرتی تھیں اور وہ کہتی تھی۔ اس میں سے سرخ رنگ کی گیند کو پکڑو۔

پھر وہ کیسٹ ریکارڈر کو آن کرتی تھی۔ ریکارڈر سے آواز ابھرتی تھی اور کوئی شخص یا کوئی عورت تیزی سے بولتی جاتی تھی۔ سونیا پہلے کہہ دیتی تھی: "دیکھو پانچ منٹ تک ریکارڈر آن رہے گا۔ اس میں سے کتنی باتیں تم سن سکتے ہو اور ذہن میں محفوظ رکھ سکتے ہو، مجھے فوراً سناؤ۔"

پھر پارس اور جوجو کے سامنے ایک بڑا سا گلوب رکھا جاتا تھا جس میں کئی خانے ہوتے تھے اور ان خانوں سے مختلف بُو ابھرتی تھی۔ کسی میں خوشبو ہوتی تھی، کسی میں بدبو۔ کسی خانے سے انڈے کی بساند آتی تھی۔ کسی خانے سے گوشت کی بُو ابھرتی تھی۔ اگر ایک خانے سے چنبیلی کی خوشبو آتی تو دوسرے خانے سے گلاب کی۔ وہ گلوب تیزی سے گھومتا رہتا تھا اور وہ کہتی تھی: "جلدی جلدی بتاؤ کیسی کیسی خوشبوئیں محسوس کر رہے ہو۔ اب کون سی خوشبو ہے۔ اب کون سی بدبو ہے، اب کس چیز کی بساند ہے؟"

ان دونوں کو پلک جھپکنے سے پہلے ہی جواب دینا پڑتا تھا۔ جواب دینے میں ذرا سی تاخیر ہوتی تو گلوب گھوم جاتا تھا۔ خانے بدل جاتے تھے اور بُو بھی بدل جاتی تھی۔

وہ سونیا کو ممّا کہتے تھے۔ بہت پیار کرتے تھے۔ وہ بھی ان سے پیار کرتی تھی لیکن اس کی ٹریننگ سے بے چارے پریشان ہو جاتے تھے۔ بار بار غلطیاں ہوتی تھیں لیکن وہ محبت سے سمجھاتی تھی۔ دس بار غلطیاں کرنے کے باوجود اسے غصہ نہیں آتا تھا۔ وہ مسکراتی رہتی تھی۔ اس طرح دونوں کا حوصلہ بڑھتا رہتا تھا۔

وہ ان کی قوتِ سماعت کو بڑھانے کے لیے کہتی تھی —

"اوندھے منہ لیٹ جاؤ۔ زمین سے کان لگاؤ اور سنو۔ کیسی آواز آ رہی ہے؟"

دور کہیں سے آمنہ دوڑتی ہوئی آتی تھی۔ پارس کہتا تھا۔

"دھپ دھپ کی آواز آ رہی ہے۔" جوجو کہتی تھی: "ہاں، مجھے بھی کچھ ایسی ہی آواز سنائی دی ہے۔"

سونیا انھیں سمجھاتی تھی: "جب دھپ دھپ کی آواز آئے تو اندازہ کرو، وہ کتنی دور ہے۔"

پھر وہ اندازہ کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ بتانے لگے کہ یہ آواز کتنے فاصلے پر ہے اور ان کا جواب تقریباً درست ہوتا تھا۔ پھر سونیا نے سمجھایا: "جب دھپ دھپ کی آواز آئے تو سمجھو کوئی ہری بھری گھاس پر دوڑتا آ رہا ہے۔ اگر اس دھپ کی آواز میں ذرا سی کرختگی ہو تو سمجھو گھاس نہیں ہے، سوکھی زمین پر دوڑتا آ رہا ہے۔ اگر اس میں تھوڑی سی چرمر کی آواز ہو تو سمجھو سوکھے پتوں پر آ رہا ہے۔ اگر اس چرمر کی آواز میں ذرا سی نرمی ہو تو سمجھو، پتے سوکھے نہیں ہیں بلکہ تازہ ہیں یا پھر سوکھے پتے سرسبز و شاداب گھاس میں گڈمڈ ہو گئے ہیں۔"

پھر وہ انھیں چکھنے کی حس بتاتی تھی۔ میٹھا، نمکین، کھارا، کھٹا۔ اس قسم کے ذائقوں کو سبھی سمجھ لیتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ تیز تر اور کم تر ذائقے ہوتے ہیں جنھیں حساس لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں۔ اگر کسی میں چکھنے کی حس بہت زیادہ ہو تو اسے کوئی زہر یا بے ہوشی کی دوا نہیں پلا سکتا اور نہ ہی کھلا سکتا ہے۔ سونیا ٹریننگ کے دوران دونوں کو ایسی ایسی چیزیں چکھنے پر مجبور کرتی تھی کہ وہ پریشان ہو جاتے تھے لیکن چکھتے تھے اور سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔

وہ صبح بیدار ہونے سے لے کر رات سونے تک تربیت حاصل کرتے رہتے تھے۔ تعلیم اور ہنر سکھانے کے لیے مختلف استاد تھے۔ جنگجو بننے کی تربیت آمنہ دیتی تھی۔ سونیا ان کی ذہانت کو تیز تر کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ ان سب کے مقابلے میں شیبا زیادہ محنت کرتی تھی۔ وہ صبح سے لے کر رات سونے تک ان کے ساتھ لگی رہتی تھی۔ کبھی دوسری مصروفیات میں الجھنا پڑتا تو یہ الگ سی بات ہوتی ورنہ وہ جوجو اور پارس کو چھوڑتی نہیں تھی۔ جو سبق اور جو تربیت وہ حاصل کرتے وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دماغوں میں نقش کرتی جاتی تھی۔ جس چیز کا سیکھنا زیادہ دشوار ہوتا اُسے وہ رات کے لیے چھوڑ دیتی تھی۔ جب وہ نیند میں ہوتے تو ان کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول بناتی تھی۔ پھر کسی دشوار سبق کو یا ہنر کو ہمیشہ کے لیے ان کے ذہنوں میں نقش کر دیتی تھی۔

قلعے کے اندر ایک محل نما کوٹھی تھی۔ اس کے علاوہ دور تک چھوٹے چھوٹے بنگلے تھے۔ ایک وسیع میدان بھی تھا۔ شیبا اپنی کوٹھی میں رہتی تھی۔ بہت کم باہر نکلتی تھی۔ قلعے کی حفاظت کے لیے ایسے پچیس جوانوں کا انتخاب کیا تھا جو ہمیشہ جاں نثار بن کر رہ سکتے تھے۔ شیبا نے ان کے خیالات پڑھ کر اطمینان کیا تھا۔ ان پچیس جوانوں کا انچارج ایک باڈی بلڈر تھا۔ بڑے ہی خوبصورت کسرتی جسم کا مالک تھا۔ اچھا قد آور تھا۔ شہ زور تھا۔ رائفل شوٹنگ میں کمال حاصل تھا۔ شیبا ابتدا میں اس سے چھپ کر رہتی تھی اور اس کے خیالات پڑھتی تھی۔ پھر مطمئن ہو گئی کہ یہ بھی وفادار رہے گا۔

وقت اور حالات کے ساتھ انسان بدل جاتا ہے، انسان اس لیے بدلتا ہے کہ خیالات بدلتے ہیں۔ خیالات اس لیے بدلتے ہیں کہ نظریہ بدلتا ہے، ارادے بدلتے ہیں۔ نیت بدلتی ہے۔ اس باڈی بلڈر ہمت ہادی نے جب ایک آدھ بار شیبا کی جھلک دیکھی تو نیت بدلنے لگی۔

پہلے وہ قلعے میں ایک سپاہی کی حیثیت سے آیا تھا۔ اُسے اچھا خاصا معاوضہ مل رہا تھا۔ اس لیے وہ اپنے کام سے کام رکھتا تھا۔ اس نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ قلعے کی مالکہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے اور اس کے پاس اتنی دولت کہاں سے آ گئی ہے؟ اور یہ ایک ملکہ کی طرح اس قلعے کی چار دیواری میں کیوں زندگی گزار رہی ہے، باہر کیوں نہیں جاتی اور جب جاتی بھی ہے تو بڑے پُراسرار طریقے سے گزرتی ہے۔ اس کے جانے اور آنے کا علم نہیں ہوتا۔ بعد میں پتا چلتا ہے، وہ کہیں گئی تھی۔

جب سے اس نے شیبا کو دیکھا تھا، اس کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ اب تجسس پیدا ہو رہا تھا کس طرح مالکہ پر جال پھینکنا چاہیے۔ محبت سے یا طاقت سے کسی طرح یہ اپنی ہو جائے گی تو وہ اس قلعے کا مالک بن جائے گا۔

وہ آہستہ آہستہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے حیرانی تھی: "یہ دو بچے کہاں سے آئے ہیں۔ انھیں ایسی ٹریننگ کیوں دی جا رہی ہے، جو عام طور پر بچوں کو نہیں دی جاتی۔"

جس کوٹھی میں شیبا' آمنہ' پارس اور جوجو کی رہائش تھی، وہاں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ رات آٹھ بجے کے بعد خادم اور کنیزیں بھی باہر نکل آتی تھیں اور اپنے کوارٹر میں چلی جاتی تھیں۔ نہمت ہادی کی دانست میں یہ سراسر حماقت تھی۔ رات کو حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں کوئی بھی مسلح جوان آس پاس نہیں ہوتا' ایسے میں کوئی بھی اس محل نما کوٹھی کے اندر گھس سکتا تھا لہٰذا وہ ایک رات اندر گھس آیا۔

اُس نے سوچا۔ اندر صرف آمنہ ہے۔ وہ خواہ کتنی ہی جنگجو ہو لیکن عورت ہے۔ دو چار ہاتھ کھانے گی تو فرار کا راستہ ڈھونڈے گی۔ اس کا خیال تھا کہ رات کو کوٹھی کے دروازے اندر سے بند رہتے ہیں لیکن اس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی جب اس نے دروازے کو کھولنا چاہا تو وہ کھل گیا۔

شیبا دن بھر کی خیال خوانی سے تھک گئی تھی۔ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو رہی تھی۔ اس کی ہدایت ہوتی تھی کہ پوری کوٹھی کے اندر کوئی غیر معمولی بات ہو یا آمنہ' جوجو اور پارس کے علاوہ کوئی قدم رکھے تو اس کی آنکھ کھل جائے' اسی کے مطابق اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے حیرانی سے سوچا آخر کیا بات ہو سکتی ہے؟ سامنے بڑا سا ٹی وی اسکرین تھا۔ اس نے سرہانے بنے ہوئے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن کو دبایا۔ اسکرین آن ہو گیا۔ وہاں کوٹھی کے مختلف حصے نظر آنے لگے۔ ایک جگہ نہمت ہادی بھی نظر آ گیا۔ اس نے حیرانی سے زیرِ لب کہا۔ "اوہ گاڈ! میں اپنے محافظوں کے خیالات پڑھنا بھول جاتی ہوں۔ مجھے وقت بھی نہیں ملتا اور اسے دیکھو کیسے دندناتا چلا آ رہا ہے جیسے اس کے باپ کا گھر ہے۔"

اس نے آمنہ سے رابطہ قائم کیا۔ وہ بولی۔ "کیا بات ہے؟"

"نہمت ہادی ہماری کوٹھی میں گھس آیا ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ کمرے سے نکلنے لگی۔ شیبا نے کہا۔ "ذرا آرام سے آؤ۔ میں ذرا پڑھ لوں' وہ کیسی نیت سے آ رہا ہے؟"

"چوری کی نیت سے آیا ہو گا اور کس لیے آ سکتا ہے؟"

شیبا تھوڑی دیر تک اس کے خیالات پڑھتی رہی۔ پھر آمنہ سے بولی۔ "وہ کمبخت میرا دیوانہ ہے۔ میری خواب گاہ تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ تم اس کے سامنے نہ جاؤ۔"

شیبا نے پارس کے دماغ میں جا کر دیکھا۔ اُسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ رات کے دس بجتے ہی بستر پر پہنچ جانا چاہیے۔ خود ہی اپنے دماغ کو ہدایت دینی چاہیے کہ صبح چار بجے آنکھ کھل جایا کرے۔ اب گیارہ بج رہے تھے اور وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔ پلنگ کے ایک سرے پر کھڑا ہوا جوجو سے کہہ رہا تھا۔ "اگر تم مجھے پکڑ لو گی تو میں تمھیں انعام دوں گا۔"

"کیا انعام دو گے؟"

"جو مانگو گی' وہ ملے گا۔"

شیبا نے پوچھا۔ "پارس یہ کیا ہو رہا ہے۔ گھڑی دیکھو گیارہ بج چکے ہیں کیا اسی طرح میری ہدایت پر عمل کرتے ہو؟"

"اوہ ممی! کبھی تو کھیلنے کا موقع دیا کریں۔"

"اگر موقع دوں تو کھیلنے کے بعد فوراً سو جاؤ گے؟"

"جی ہاں' ہم دونوں سو جائیں گے۔"

اس نے جوجو سے پوچھا۔ "تمھارا بیڈ روم الگ ہے۔ تم پارس کے پاس کیوں آئی ہو؟"

"اسی نے مجھے بلایا تھا۔ کہہ رہا تھا' ایک اچھی کہانی سنائے گا۔"

"ممی! یہ جھوٹ بولتی ہے۔"

آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ میں ایک دلچسپ کھیل بتا رہی ہوں مگر کھیل کر سو جانا۔"

دونوں نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیسا کھیل ہے؟"

"ایک شیطان تمھاری ماں کی خواب گاہ میں آنا چاہتا ہے۔ میں اجازت دیتی ہوں' تم اس کے ساتھ کھیلو۔"

پارس اچھل کر جوجو کے پاس آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر دوڑتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔ کوٹھی بہت بڑی تھی۔ کتنے ہی کمرے' کوریڈور' ڈرائنگ روم' ڈائننگ روم' ٹی وی لاؤنج پتا نہیں کیا کچھ تھا۔ آمنہ' شیبا کے بیڈ روم میں آ گئی تھی۔ وہ اسکرین پر دیکھتے ہوئے پارس کو بتا رہی تھی۔ اسے کس راستے سے گزر کر شیطان سے ملاقات کرنا ہے۔

پھر ملاقات ہو گئی نہمت ہادی اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر بچوں کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ جھینپ کر مسکرانے لگا۔ پارس نے پوچھا۔ "تم اندر کیسے آ گئے؟"

وہ ذرا آگے بڑھ کر بولا۔ "پارس بابا! میں تمھاری ممی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں ملاقات کرنا چاہتے ہو؟"

"تم بچے ہو' یہ تمھارے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ اچھا ایک بات بتاؤ۔ کیا تمھاری ممی کی شادی ہو گئی ہے؟"

"کیا تم نے یہ سوال اپنی ماں سے کیا تھا؟"

وہ جھینپ گیا۔ ذرا پیچھے ہٹ کر غصے سے دیکھنے لگا۔ پھر خیال آیا' وہ قلعے کے ننھے مالک کے سامنے ہے۔ اتنے میں شیبا آمنہ کے ساتھ آ گئی۔ وہ ان دونوں کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اس کا خیال تھا' شیبا سے تنہا ملاقات ہو گی تو حالِ دل بیان کرے گا۔ اس نے پوچھا۔ "تم کس کی اجازت سے آئے ہو؟"

"میں' میں آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"وہ بات سب کے سامنے کہو۔"

وہ سوچتے ہوئے ایک ایک کا منہ تکنے لگا۔ شیبا نے کہا۔ "تم تو باڈی بلڈر ہو۔ شہ زور بھی ہو۔ پھر بات کرنے سے ڈرتے کیوں ہو؟"

"جب آپ حوصلہ دے رہی ہیں تو کہتا ہوں کیونکہ یہ بات کل سب کی زبان پر آ سکتی ہے۔"

"تمہید نہ باندھو۔ صاف صاف کہو۔"

"میں آپ کو چاہتا ہوں۔"

وہ سمجھ رہا تھا' یہ بات سن کر شیبا کی پیشانی پر بل پڑ جائیں گے۔ آمنہ غصے سے بپھر جائے گی اور بچے بھی بُرا منائیں گے لیکن سب مسکرانے لگے۔ شیبا نے پوچھا۔ "کیا مجھ سے شادی کرو گے؟"

وہ جلدی سے بولا۔ "جی' جی ہاں میں ساری عمر آپ کا محافظ بن کر رہ سکتا ہوں۔ صورت شکل کا بھی بُرا نہیں ہوں۔"

"میری ایک شرط ہے۔ وہ پوری کر دو۔ تم سے شادی کر لوں گی۔"

اس نے جلدی سے پوچھا۔ "کیا شرط ہے۔ میں اپنی جان دے کر بھی پوری کر دوں گا۔"

شیبا آمنہ کے ساتھ چلتی ہوئی ایک بڑے سے صوفے پر آرام سے بیٹھ گئی۔ پھر ایک ہاتھ سے پارس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا بیٹا ہے جب تک اس کی ماں رہوں گی' تمھاری بیوی نہیں بن سکوں گی۔ اگر بنانا چاہتے ہو تو اس بچے کی گردن مروڑ دو۔"

وہ شدید حیرانی سے بولا۔ "یہ آپ کیا فرما رہی ہیں؟"

"وہی جو تم سن رہے ہو۔ میری یہ شرط پوری کر دو پھر میں تمھیں قبول کر لوں گی۔"

وہ بے یقینی سے کبھی شیبا کو اور کبھی پارس کو دیکھتا رہا۔ پھر ایک دم سے ہنستے ہوئے بولا۔ "سمجھ گیا۔ میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا' یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے۔ بھلا کوئی ماں اپنے بیٹے کے لیے ایسا کہہ سکتی ہے۔ آپ اسے راستے سے ہٹانا چاہتی ہیں تو یہ بہت ہی چھوٹا سا کام ہے۔ میں تو بائیں ہاتھ سے گردن مروڑ کر ایک طرف پھینک دوں گا لیکن یہ یقین کرنا چاہتا ہوں کہ آپ واقعی سنجیدہ ہیں اور اس کے بعد ہماری شادی ہو سکے گی۔"

آمنہ نے کہا۔ "میں اس بات کی گواہ ہوں اور یقین دلاتی ہوں۔ تم اس بچے کے سامنے سے گزر کر آ جاؤ۔ پھر تمھارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔"

"مادام آمنہ! اس کا مطلب ہے' تم بچے کی حفاظت کے لیے میرا مقابلہ کرو گی اور مجھے اپنی مالکہ شیبا تک پہنچنے نہیں دو گی۔"

"میں تمھارے سامنے صوفے پر بیٹھی ہوں۔ اسی طرح بیٹھی رہوں گی۔"

وہ اُلجھن میں پڑ گیا تھا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک بچے کو مارنے کے بعد اتنی دولت مند عورت حاصل ہو جائے گی۔ اس نے پارس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھو پارس بابا! میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے میں تم پر ہاتھ اُٹھانا اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ تم اپنے کمرے میں چلے جاؤ۔"

"جب ممی نے کہہ دیا ہے کہ تمھیں میرے سامنے سے گزرنا ہو گا تو میں کمرے میں کیسے جا سکتا ہوں؟"

جوجو اس کے پیچھے پہنچ گئی تھی۔ اس نے دو انگلیوں سے اس کی پیٹھ پر دستک دی۔ ہادی نے یکبارگی پلٹ کر دیکھا تو اس نازک اندام لڑکی کا ایک گھونسا منہ پر پڑا۔ وہ بھی پارس کے ساتھ ٹریننگ حاصل کرتی تھی تاہم کسی شہ زور کے مقابلے پر آنے کے قابل نہیں تھی لیکن نہمت ہادی کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک نازک اندام کا گھونسا اتنا زبردست ہو گا۔ اس کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچا تھا۔ یہ بات اس کا باپ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ گھونسا جوجو کا تھا اور جھٹکا ٹیلی پیتھی کا۔

پارس بھی حملہ کرنا چاہتا تھا۔ شیبا نے کہا۔ "رُک جاؤ۔ جوجو نے پہلا حملہ کیا ہے' اس لیے اب یہی باڈی بلڈر سے مقابلہ کرے گی۔ پارس تم مداخلت نہ کرنا۔"

آمنہ نے ہادی کو طیش دلاتے ہوئے کہا۔ "ایک لڑکی تمھاری پٹائی کر رہی ہے۔"

اس دوران شیبا نے جوجو کے دماغ میں پہنچ کر اُسے سمجھا دیا تھا۔ "خیال خوانی کرتی رہو۔ اپنے مقابل کے دماغ کو پڑھتی رہو۔ تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انداز سے حملہ کر رہا ہے۔"

اِدھر ہادی نے آمنہ کی بات سنتے ہی طیش میں آ کر جوجو کو پکڑنا چاہا جیسے ہی وہ اس کی طرف لپکا' جوجو ایک طرف ہو گئی۔ وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ پلٹتا' پیچھے کمر پر ایک لات پڑی۔ وہ آگے والی دیوار سے جا کر ٹکرایا پھر آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ دماغ جھنجنا اُٹھا تھا۔ شیبا نے کہا۔ "آج تمھیں معلوم ہو گا کہ میں اپنی کوٹھی کے اندر کوئی پہرے دار کیوں نہیں رکھتی۔ مجھے اپنی حفاظت کی ضرورت کیوں نہیں ہے۔ یہ بچے میرے سپاہی ہیں لیکن افسوس یہ باتیں تم دنیا والوں کو بتانے کے قابل نہیں رہو گے۔"

ہادی نے یکبارگی پلٹ کر غراتے ہوئے جوجو کی طرف دیکھا' اب وہ سمجھ گیا تھا' وہ محض نازک اندام لڑکی نہیں ہے۔ یہ اندر سے فولاد ہے۔ تبھی اس کا ہاتھ پڑتے ہی دماغ تک چوٹ پہنچتی ہے۔ ابھی یہ سوچنے کا موقع نہیں تھا کہ ہاتھ جسم پر پڑتا ہے اور چوٹ دماغ تک کیوں پہنچتی ہے؟

اس نے یکبارگی پینترا بدل کر جوجو کے منہ پر گھونسا مارنا چاہا۔ اس نے اپنا سر ایک طرف جھکا لیا۔ وار خالی گیا۔ اس نے دوسرا گھونسا اس کے پیٹ پر مارنا چاہا۔ وہ اچھل کر پیچھے ہو گئی۔ اس نے جھنجلا کر لات مارنا چاہی۔ لات ایک طرف گئی۔ جوجو دوسری طرف گئی۔ نہ ہاتھ کام آ رہا تھا' نہ لات کام آ رہی تھی۔ آخر اس نے سر سے پاؤں

تک نجو کو استعمال کیا۔ یکبارگی اس پر چھلانگ لگائی۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ جوجو اس کے دماغ کو پڑھ رہی تھی کہ وہ کیا کرنے آرہا ہے۔ وہ ایک طرف ہوگئی۔ ہادی منہ کے بل گر پڑا تھا۔

اس بار اس نے اُٹھنے میں جلدی نہیں کی۔ اوندھے منہ پڑا شرم سے سوچنے لگا۔"یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں اچھے اچھے فائٹروں کو شکست دیتا ہوں۔ کوئی پہلوان میرے داؤ میں آنے کے بعد بچ نہیں سکتا اور یہ چھپکلی جیسی لڑکی مجھے نیچا دکھا رہی ہے۔ میں کیا کروں۔ کس طرح اسے پکڑوں؟ کمبخت ہاتھ نہیں آرہی۔ یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ میں اب تک اسے ایک ہاتھ بھی نہ مار سکا۔"

شیبلا نے پوچھا:"کیا زمین پر پڑے رہوگے؟"

وہ فرش پر گھونسا مارتے ہوئے بولا:"میں تمھیں حاصل کرکے رہوں گا۔ تمھارا یہ حسن، تمھاری یہ جوانی صرف میرے لیے ہے۔"

وہ اُٹھنا چاہتا تھا۔ جوجو نے اس کے منہ پر ایک زور کی ٹھوکر ماری۔ وہ دوسری طرف اُلٹ گیا۔ وہ کہہ رہی تھی:"میری ممی کو ایسا بولے گا تو ایک لات ماروں گی ہاں۔"

پارس نے ہنستے ہوئے پوچھا:"کیا ابھی نہیں مار رہی ہو۔ لوگ پہلے دھمکی دیتے ہیں پھر مارتے ہیں۔ یہ اُلٹی کھوپڑی پہلے مارتی ہے۔ پھر دھمکی دیتی ہے۔"

ہادی نے سمجھا دونوں بچے ایک دوسرے کو چھیڑنے میں مصروف ہیں۔ اس بار حملہ کامیاب ہوگا۔ بے شک وہ بچے ہی تھے۔ اُنھیں آپس کی چھیڑ چھاڑ اچھی لگتی تھی اور اس چھیڑ چھاڑ کے باعث دشمن سے غافل بھی ہوگئے تھے لیکن شیبا تو ہوشیار تھی۔ جیسے ہی اس نے جوجو پر حملہ کرنا چاہا، اس نے جوجو کو ایک طرف ہٹا دیا۔ وہ شیشے کی سینٹر ٹیبل پر جاکر گرا۔ شیشہ چکنا چور ہوا۔ اس کی کراہیں سُنائی دیں۔ جب اس نے اپنا سر اُٹھایا تو لہولہان ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر جابجا شیشے کی کرچیاں چبھی ہوئی تھیں۔ اس کا منہ کھل گیا تھا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ دیدے ایسے پھٹے ہوئے تھے جیسے کچھ نظر نہ آرہا ہو۔

پھر وہ ڈگمگاتا ہوا اُٹھ گیا۔ پیچھے ہٹتا ہوا دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہوا بولا:"میں نہیں جاؤں گا۔"

"کیا اتنی جلدی دنیا سے جاؤ گے؟"

"یہ، یہ لڑکی نہیں چڑیل ہے۔ میں انسان سے مقابلہ کرسکتا ہوں۔ کسی چڑیل سے نہیں۔"

شیبا نے پوچھا:"پھر تم لوگ اتنی طاقت کیوں حاصل کرتے ہو؟ کیا عورت کو مارنے اور اسے کچلنے کے لیے؟ تم کیا سمجھ کر میرے پاس آئے تھے؟"

آمنہ نے کہا:"یہ سوچ کر کہ یہاں صرف دو عورتیں رہتی ہیں۔"

پارس نے کہا:"اور دو بچے رہتے ہیں۔"

شیبلا نے کہا:"اور تمھیں یقین ہوگیا تھا کہ ہم دوسری عورتوں کی طرح کمزور ہیں، تم ہمیں لوٹتے کھسوٹتے رہوگے اور ہمارے بچے روتے رہ جائیں گے۔"

وہ پلٹ کر جانا چاہتا تھا مگر جوجو نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری۔ وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ شیبلا نے کہا:"جب ایک کمزور نظر آنے والی عورت ہاتھ نہیں آتی۔ جوجو کی طرح جوتے مارتی ہے تو تمھاری زبان میں چڑیل کہلاتی ہے۔ آمنہ اسے لے جاؤ، ہمارے قلعے کا ایک چور دروازہ اسے دکھا دو۔ کسی کو پتا نہ چلے کہ ہادی اس کوٹھی میں داخل ہوا تھا اور چور دروازے سے باہر چلا گیا۔"

آمنہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر بولی:"چلو ہادی! میں تمھیں یہاں سے ہمیشہ کے لیے نکال دوں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریوالور نکالا۔ ہادی ایک دم سے گڑبڑا کر پیچھے ہٹا اور دیوار سے جاکر لگ گیا۔ وہ بولی:"تم لوگ ناکام ہونے کے بعد کتنے بزدل ہوجاتے ہو۔ میں تمھیں گولی نہیں ماروں گی۔"

وہ سہما ہوا بے یقینی سے ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ آمنہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اسے ریوالور دیتے ہوئے کہا:"یہ تمھارے لیے ہے۔"

ہادی کا سر چکرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے شیبلا نے کہا تھا، بچے کی گردن مروڑ دی جائے۔ یہ بالکل ہی ناقابل یقین بات تھی۔ اس کے باوجود اس نے بچے سے مقابلہ کرنا چاہا تو ایک لڑکی نے اُسے عشق کرنے کے قابل تو کیا منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں چھوڑا تھا۔ اب اتنا کچھ ہونے کے بعد آمنہ اسے ریوالور پیش کر رہی تھی۔

اس نے ایک دم سے ریوالور کو جھپٹ لیا۔ جلدی سے اس کے چیمبر کو دیکھا، پوری چھ گولیاں تھیں۔ اس نے گولیاں نکال کر یقین کیا، وہ کھلونا نہیں تھیں۔ سچ مچ کی گولیاں تھیں۔ اس نے پھر گولیوں کو چیمبر میں بھر دیا۔ جلدی سے پینترا بدلتے ہوئے دور گیا۔ اس کے بعد جوجو کو نشانے پر رکھتے ہوئے بولا:"اُلو کی پٹھی! میں سب سے پہلے تجھے ختم کروں گا۔"

بات ختم ہوتے ہی ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ فضا میں اُچھلتا ہوا جوجو کے پاس آیا۔ جوجو نے اسے کیچ کیا۔ پھر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی:"مجھے گالی دے رہے تھے۔ تم بہت گندے بچے ہو۔"

پارس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا:"اس بچی کو یہ ہاتھی بھی بچہ نظر آرہا ہے۔ سسٹر جوجو! ریوالور ہاتھ میں لے کر کچھ تو سمجھ دار بن جایا کرو۔"

آمنہ نے کہا:"گولی نہ چلانا۔ ریوالور اسے واپس کردو۔"

جوجو نے بُرا سا منہ بنا کر ریوالور اس کی طرف بڑھا دیا۔ ہادی

کی کھوپڑی چکرا رہی تھی۔ اس نے جھنجلا کر پوچھا:"میرے ہاتھ سے ریوالور کیسے نکل گیا تھا؟"

آمنہ نے کہا:"چپ چاپ اسے لو اور میرے ساتھ چلو۔"

ہادی نے اسے لے لیا۔ اس بار کسی پر گولی چلانے کا دعویٰ نہیں کیا۔ آمنہ کے ساتھ چلتا ہوا ایک طرف جانے لگا۔ اس کے پیچھے شیبا اور دونوں بچے تھے۔ وہ کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے شیبا کی خواب گاہ میں پہنچے۔ شیبا نے ایک جگہ دیوار پر لگے ہوئے بٹنوں میں سے ایک بٹن کو دبایا۔ اس کا شاہی طرز کا پلنگ اپنی جگہ سے حرکت کرنے لگا۔ وہ ایک طرف ہٹ رہا تھا اور پلنگ کے سائے میں چھپے ہوئے فرش میں خلا دکھائی دے رہا تھا۔

آمنہ نے کہا:"یہ چور راستہ ہے۔ اس تہ خانے میں اتر کر تم ایک سرنگ سے گزرتے ہوئے اس قلعے کے باہر پہنچ جاؤ گے۔"

پھر اس کی ذہنی رو بہک گئی۔ اس نے یکبارگی اچھل کر دور جاتے ہوئے ان سب کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا:"میں نہیں جاؤں گا۔ میں اس راستے سے نہیں جاؤں گا۔ تم لوگ مجھے تہ خانے میں بند کردو گے۔ میں وہاں بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔ میں وہاں نہیں جاؤں گا۔"

شیبا اس کے دماغ پر قابض ہوگئی۔ وہ بولتے بولتے چپ ہوگیا۔ سر جھکا کر آگے بڑھا اور خلا کے زینے پر قدم رکھتے ہوئے نیچے جانے لگا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا تو شیبا نے دوسرے بٹن کو دبایا۔ پلنگ سرکتا ہوا پھر اپنی جگہ آگیا۔ اس نے کہا:"آمنہ! میں ہادی کے ساتھ رہوں گی۔ تم ان بچوں کو سونے کے لیے کہو۔"

وہ ایک صوفے پر آرام سے جاکر بیٹھ گئی۔ آمنہ، پارس اور جوجو کے ساتھ ان کی خواب گاہ میں آئی۔ پھر کہا:"تم نے ممی سے وعدہ کیا تھا، ایک اچھا کھیل کھیلنے کے بعد سو جاؤ گے لہٰذا اب سو جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ پارس اور جوجو دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے۔ ایک دروازے کے پیچھے جوجو کی خواب گاہ تھی۔ دوسرے کے پیچھے پارس کی۔ انھوں نے رخصت ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو بڑے پیار سے دیکھا۔ پارس نے کہا۔"شب بخیر۔"

جوجو نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پارس نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ پھر جھک کر ہتھیلی کی پشت کو آنکھوں سے لگایا۔ وہ خوش ہوکر پلٹ گئی۔ دروازہ کھول کر اندر آگئی۔ پھر بستر پر گرتے ہی ہتھیلی کی پشت کو دیکھا۔ اُسے اپنے گال سے لگایا۔ آنکھیں بند کرلیں۔ پھر دماغ کو ہدایت دینے لگی۔

ہادی تہ خانے میں پہنچ کر چاروں طرف گھوم گھوم کر حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہاں ... ... کے بورے رکھے ہوئے تھے۔ ٹین کے ڈبوں میں پیک کیے ہوئے اعلیٰ قسم کے کھانے بھی رکھے تھے۔ یعنی اگر شیبا قلعے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھ ماہ تک بند رہتی تو کھانے پینے کی فکر نہ ہوتی۔

وہ آگے بڑھتا ہوا تہ خانے کے دوسرے ہال میں پہنچا، آنکھیں حیرانی سے کھلی رہ گئیں۔ وہاں جدید قسم کا اسلحہ رکھا ہوا تھا۔ کارتوس کی بھری ہوئی پیٹیاں فرش سے لے کر چھت تک نظر آرہی تھیں۔ اگر دشمن قلعے پر حملہ کرے تو شیبا اپنے آدمیوں کے ساتھ کم از کم ایک ہفتے تک بیرونی امداد کے بغیر جنگ جاری رکھ سکتی تھی۔

اس نے ایک دروازے کو کھول کر دیکھا۔ آگے سرنگ نما راستہ تھا۔ آمنہ نے بتایا تھا، اس راستے سے گزر کر وہ قلعے کے باہر پہنچ جائے گا۔ اس نے سوچا، ان عورتوں نے مجھے زندہ کیوں چھوڑ دیا؟ کیا یہ اتنی احمق ہیں؟ کیا یہ سمجھ نہیں سکتیں کہ میں یہاں سے نکلنے کے بعد اس چور راستے کا ذکر دوسروں سے کروں گا؟ یہ بات راز میں نہیں رہے گی۔ نہیں، نہیں یہ کوئی چال ہے۔ یہ مجھے یہاں سے زندہ نکلنے نہیں دیں گی۔ شاید آگے جاکر راستہ بند ہوجائے گا۔"

شیبلا نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جما لیا۔ وہ بے اختیار اس راستے پر دوڑتا ہوا جانے لگا۔ اسے پتا نہ چلا، وہ کتنی دور تک دوڑتا جا رہا ہے۔ کتنا فاصلہ طے کر رہا ہے۔ آخر اسے ایک چھوٹا سا ہال نظر آیا۔ وہاں سے ایک زینہ اوپر کی طرف جا رہا تھا۔ وہ زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر ایک خالی کمرے میں پہنچا، اس کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا............ وہ دروازے سے نکل کر ایک کوریڈور سے گزرتا ہوا دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہ ایک بیڈروم تھا۔ وہاں شیبا کا پرسنل سیکریٹری ہاشم بیگ آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ اس نے سر گھما کر اسے دیکھا۔ پھر کہا:"ہادی! یہاں سے فوراً بھاگ جاؤ۔ موت تمھارا پیچھا کر رہی ہے۔"

اس نے اپنے ریوالور کو دیکھا۔ پھر پوچھا:"یہ کیسی بے تکی بات ہے۔ میں جسے چاہوں، اُسے مار سکتا ہوں لیکن اس ریوالور نے کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور تم کہتے ہو، موت پیچھا کر رہی ہے۔"

"کیا اب تک تمھاری سمجھ میں نہیں آیا کہ تمھارے پاس صرف چند سانسیں رہ گئی ہیں؟"

شیبا نے پھر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ پلٹ کر وہاں سے چلتا ہوا بنگلے سے باہر آگیا۔ اسی طرح تیزی سے دوڑتا چلا گیا۔ شیبلا نے اسے تقریباً دو میل تک دوڑایا۔ پھر دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک درخت سے ٹیک لگا کر ہانپنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور کانپ رہا تھا۔ وہ اس قدر تھک گیا تھا کہ اچھی طرح ریوالور کو پکڑ نہیں سکتا تھا۔

شیبا نے پوچھا:"تمھارے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ تم خودکشی

کیسے کرو گے؟ اپنے آپ پر گولی کس طرح چلاؤ گے؟"
وہ اپنے سر کو تھام کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر رات کی تاریکی میں اِدھر اُدھر تکنے لگا۔ سوچنے لگا "یہ آواز کہیں قریب سے آ رہی ہے یا میرے اندر سے اُبھر رہی ہے؟"
وہ ہانپتے ہوئے بولا "میں سمجھ گیا۔ میں سمجھ گیا۔ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ اب ساری بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ ایک نازک اندام لڑکی نے کس طرح مجھے شکست دی تھی۔ میں کمزور نہیں ہوں، شہ زور ہوں۔ میں چیلنج کرتا ہوں، دماغ سے نکل جاؤ اور میرے مقابلے پر کسی شہ زور کو بھیجو۔"
"مجھے اتنی فرصت نہیں ہے۔ آخری بات کہنے آئی ہوں۔ اس قلعے کو بڑے ہنر سے حاصل کیا ہے اور بڑی لگن سے ایسے انتظامات کر رہی ہوں کہ یہ قلعہ فولادی قلعہ بن جائے، کوئی اس میں داخل نہ ہو سکے۔ تم لوگوں کو اپنے ہاں ملازمت دینے سے پہلے میں نے سوچ لیا تھا کہ تم میں سے کوئی باہر جائے گا تو دنیا سے چلا جائے گا۔"
ہادی نے فوراً ہی ریوالور کو پھینک دیا لیکن دوسرے ہی لمحے پھر دوڑتا ہوا ریوالور کے پاس گیا اور اسے اٹھا لیا۔ شیبا نے کہا "اب رخصت ہو جاؤ۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"
اس نے بڑی فرماں برداری سے ریوالور کی نال کو پیشانی سے لگا لیا۔ پھر جیسے ہی ٹھائیں کی آواز رات کے سناٹے میں گونجی، وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ کسی کو جان سے گزارنے کے بعد اس کا چہرہ جوش اور جذبے سے تمتما رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک خلا میں تکتی رہی۔ پھر اٹھ کر بستر پر آئی۔ آمنہ کے ساتھ ایک نئی زندگی گزارنے سے پہلے وہ کبھی اس انداز میں دشمنوں سے نمٹنا نہیں جانتی تھی۔ رفتہ رفتہ بہت کچھ سیکھ گئی تھی لیکن ابھی ابتدا تھی۔ وہ ایسا کرتے وقت اندر ہی اندر لرزنے لگتی تھی۔
وہ بستر پر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کر کے خود کو قابو میں رکھنا جانتی تھی۔ ایسے میں ناکام ہوتی تو بے اختیار بند آنکھوں کے پیچھے مجھے دیکھنے لگتی تھی۔ یہ باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں، بعض اوقات مجھے تصور میں دیکھتے دیکھتے وہ دماغ کو ہدایات دینا بھول جاتی تھی اور یونہی سو جاتی تھی۔
پھر وہ مجھے بند آنکھوں میں چھپا کر سو گئی۔

ایک بار شیکھر نے میرا رول ادا کیا تھا۔ میں نے ہندوستانی فوج اور انتظامیہ کے دوسرے شعبوں کو یہ تاثر دیا تھا کہ فرہاد ہندوستان سے نکل چکا ہے۔ میں نے یہ ثابت کرنے کے لیے شیکھر کو اپنا رول ادا کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔ وہ خود ہمارے جاننے والوں میں سے تھا۔ اس کی بڑی خواہش تھی کہ ہمارے ساتھ رہ کر کچھ کام کرے۔ کچھ دولت کمائے۔ کچھ شہرت حاصل کرے۔ تب سے وہ استنبول میں سونیا کے ساتھ تھا۔
وہ طیارے کی آمد سے ایک گھنٹا پہلے سونیا کے ساتھ ایئرپورٹ پہنچ گیا تھا۔ شیکھر کو میک اپ کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ابھی کسی قابلِ ذکر ہنگامے میں ملوث نہیں ہوا تھا۔ ہمارے کسی دشمن سے ٹکرانے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ لہٰذا اسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ سونیا نے اپنے موجودہ چہرے کی مناسبت سے ایک گھنٹے کے اندر پاسپورٹ تیار کروایا تھا۔ اگر وہ ناکام ہوتی تو ٹیلی پیتھی کے سہارے ایسا کر سکتی تھی۔ بہرحال اس معاملے میں شیبا کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ شیکھر نے پوچھا۔
"مادام! آپ کب تک واپس آئیں گی؟"
"ہو سکتا ہے کل ہی واپس چلی آؤں۔"
"آپ نے اچانک ہی پارس کے ساتھ پیرس جانے کا فیصلہ کیوں کیا؟"
"تم مجھ سے بہت کچھ سیکھنا چاہتے ہو۔ خود اس بات کا جواب دو۔"
"میں سمجھتا ہوں، آپ اس کے لیے خطرہ محسوس کر رہی ہیں۔"
"یہی بات ہے۔"
"یہی تو جاننا چاہتا ہوں۔ آپ کو خطرے کا احساس کیسے ہو جاتا ہے؟"
"آنکھیں کھلی رکھو۔ ذہن کھلا رکھو۔ ہمیشہ ہر پہلو پر نظر رکھو تو بات سمجھ میں آ جائے گی۔ دنیا کی کئی خطرناک تنظیمیں خاموش بیٹھی ہیں۔ پارس نے سفر کی ابتدا کی تو اس پر آفت آنے لگی۔ خدا کا شکر ہے، وہ اس مصیبت سے نکل آیا لیکن آئندہ بھی اسے گھیرا جا سکتا ہے۔ کسی کہانی کا آخری سین بہت ہی سنسنی خیز ہوتا ہے۔ کسی راستے کی آخری منزل کا آخری مرحلہ بڑا دشوار گزار ہوتا ہے۔ اسی طرح پیرس شہر سے لے کر بابا صاحب کے ادارے تک جو طویل راستہ ہے، وہ پارس اور رسونتی کے لیے انتہائی خطرناک ہو گا۔ میرا وہاں موجود رہنا ضروری ہے۔"
"ایسے کسی مرحلے پر آپ کے ساتھ رہنے کو جی چاہتا ہے۔"
"میں ضرور ساتھ رکھوں گی۔ جو ٹریننگ حاصل کر رہے ہو، کرتے رہو۔"
ایئرپورٹ کی عمارت میں کافی بھیڑ تھی۔ یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جو طیارہ پہنچنے والا ہے، اسے ہائی جیک کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اب وہ بخیریت استنبول پہنچ رہا ہے۔ سونیا عورتوں اور مردوں کو گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھتی جا رہی تھی۔ کئی افراد پر شبہ ہوا تھا۔ اس نے شیکھر کو چپکے سے بتایا تھا کہ اسے کن لوگوں پر کڑی نظر رکھنا چاہیے۔
میں نے اسے مخاطب کیا "سونیا! پائلٹ کا دماغ کہہ رہا ہے، وہ کچھ نروس ہے۔ استنبول میں میڈیکل چیک اپ کے لیے رک جائے گا۔ اس کی جگہ کوئی دوسرا پائلٹ آنے والا ہے۔ وہاں

سے جو ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ سفر کریں گے، ان میں سے تم کسی ایک کو مخاطب کرو۔"
"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی، پائلٹ تبدیل ہو جائے گا لیکن ان حالات میں ایسا ممکن ہے۔"
اس نے شیکھر سے کہا "تم فوراً ہماری رہائش گاہ میں جاؤ۔ وہاں میرا میک اپ بکس رکھا ہوا ہے، اسے اٹھا کر لے آؤ۔ شاید مجھے اپنے چہرے پر تبدیلی کرنا پڑے۔"
شیکھر وہاں سے چلا گیا۔ سونیا اُس ریٹائرنگ روم کی طرف آئی جہاں ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ وغیرہ طیارے کے انتظار میں آرام کرتے تھے۔ اُسے روم میں جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اسی وقت دروازہ کھلا تھا۔ ایک ایئر ہوسٹس باہر نکل رہی تھی۔ سونیا نے آگے بڑھ کر کہا "ایکسکیوزمی، طیارہ کب تک پہنچ رہا ہے؟"
سونیا کے قد، جسامت اور حسن میں ایسی قدرتی دلکشی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ سولہ یا سترہ برس کی نوخیز دوشیزہ لگتی تھی۔ ایئر ہوسٹس جلدی میں تھی۔ کہیں جا رہی تھی۔ یہ سوال بُرا لگا لیکن سونیا پر نظر پڑتے ہی وہ نرم پڑ گئی۔ جو بھی اسے دیکھتا تھا، اس سے ملتا تھا، اس سے باتیں کرتا تھا، اسی کا ہو کر رہ جاتا تھا۔ اس نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا "کیا تم پہلی بار سفر کرنے جا رہی ہو؟ کیا تمہیں یہ پتا نہیں، فلائنگ چارٹ پر بڑے بڑے حروف سے لکھا ہوتا ہے کون سا طیارہ کس وقت پہنچے گا۔ پھر ٹی وی اسکرین پر بھی دکھایا جاتا ہے۔ بہرحال، پانچ بجے تک میں طیارے کے اندر تم سے ملاقات کروں گی۔"
وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ جانے لگا۔ اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ ابتدائی سوچ کے ذریعے ہی پتا چل گیا کہ جہاز کے پائلٹ سے اس کا رومانس چل رہا ہے۔ دونوں ہی امریکی ہیں۔ اس کا نام سیلی اینڈرسن تھا۔ وہ ایک بہت بڑی فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔ اپنا شوق پورا کرنے کے لیے ایئر ہوسٹس بن گئی تھی۔
پائلٹ کا نام جیکب ہیریسن تھا۔ وہ پچھلے پانچ برس سے امریکی ایئرلائن میں کام کر رہا تھا۔ بھروسے کا آدمی تھا۔ کوئی غلط صحبت نہیں تھی۔ اس کا ریکارڈ اچھا تھا۔ یہ سب کچھ مجھے سیلی اینڈرسن کے دماغ سے معلوم ہوا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی بار میں آئی۔ وہاں جیکب بیٹھا پی رہا تھا۔ اس نے ہاتھ سے جام کو چھینتے ہوئے کہا "میں نے کئی بار سمجھایا ہے، فلائٹ سے پہلے اتنی نہ پیا کرو۔"
وہ بڑی محبت سے اسے دیکھتے ہوئے پھر ہنستے ہوئے بولا "میری جان! دو گھونٹ رہ گئے ہیں۔ اسے تو پی لینے دو۔"
سیلی نے جام کی باقی شراب کو ایش ٹرے میں انڈیل کر کہا۔ "ہرگز نہیں، چلو اٹھو۔"
میں جیکب کے خیالات پڑھنے لگا۔ سیلی اس کے متعلق درست سوچ رہی تھی۔ وہ اچھے عزائم رکھنے والا جوان تھا۔ زندگی میں کچھ کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے غلط صحبت سے پرہیز کرتا تھا۔ میں نے سونیا کے پاس آ کر بتایا "دونوں ہی اچھے کردار کے مالک ہیں۔ ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے ہیں، عنقریب شادی کرنے والے ہیں۔ ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"
اس نے کہا "جب طیارہ یہاں پہنچے گا تو اسے پوری طرح چیک کیا جائے گا۔ طیارے کے مسافر کچھ دیر کے لیے اتریں گے۔ تم ان کے ذریعے وہاں کے اسٹاف تک پہنچو گے۔ پھر چیک کرنے والوں تک بھی پہنچ جاؤ گے۔ رسونتی کو بھی یہی کرنا ہے۔"
میں اور رسونتی برابر پارس کے پاس موجود رہتے تھے اور اس طیارے کے ذمے دار لوگوں تک بھی پہنچتے رہتے تھے۔ آخر وہ ٹھیک وقت پر استنبول کے رن وے پر دوڑتا ہوا ایک جگہ رک گیا۔ جن مسافروں کا سفر ختم ہو چکا تھا، وہ وہاں اتر رہے تھے۔ طیارے کے باہر ایئرپورٹ کا عملہ موجود تھا۔ ہم ان مسافروں کے ذریعے اس عملے کے انچارج تک پہنچ گئے۔ پھر رفتہ رفتہ ہر اس شخص کے دماغ میں جانے لگے جو اس طیارے کو اندر اور باہر سے چیک کر رہے تھے۔ اس میں اچھا خاصا وقت صرف ہو رہا تھا۔ آخر پرواز کا وقت آ گیا۔ سونیا طیارے میں پہنچ گئی تھی۔ اس کی سیٹ پارس سے دو قطار پیچھے تھی۔ میں نے کہا "ہم نے ہر پہلو پر نظر رکھی۔ کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی جس کے لیے بعد میں پچھتانا ہو۔ اتنی جدوجہد اور جانچ پڑتال کے بعد ہمیں مطمئن ہو جانا چاہیے۔"
رسونتی نے کہا "میں سونیا کی موجودگی سے بالکل مطمئن ہوں۔"
وہ بولی "میں کسی پُراسرار قوت کی مالک نہیں ہوں۔ اگر کچھ ہونا ہے تو وہ ہو گا اور ہونی کو انسان ٹال نہیں سکتا۔"
رسونتی نے پریشان ہو کر پوچھا "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"
"سیدھی سی بات کہہ رہی ہوں۔ ہم تدبیریں کرتے ہیں اور کبھی تقدیر سے مار کھا جاتے ہیں۔ ایسے وقت سونیا بھی کچھ نہیں کر سکے گی۔"
رسونتی کے دل کو ممتا نے کمزور بنا دیا تھا۔ وہ پھر پریشان ہو گئی، کہنے لگی "شیبا سے کہو، وہ بھی یہاں موجود رہے۔"
شیبا کی سوچ سنائی دی "رسونتی! تم مجھے بے حس اور غیر ذمے دار نہ سمجھو۔ میں بہت دیر سے موجود ہوں۔ تمہارے ساتھ رہ کر ان لوگوں کے دماغوں میں پہنچتی رہی ہوں جنھوں نے جہاز کو اچھی طرح چیک کیا ہے۔ میں بھی مطمئن ہوں۔ فی الحال کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ آئندہ خدا مالک ہے۔"
پارس بہت خوش تھا۔ جن لوگوں نے طیارے کو ہائی جیک کرنے کی کوشش کی تھی، ان سب کو ایئرپورٹ کی سیکیورٹی فورس نے

حوالے کردیا گیا تھا۔ باقاعدہ کاغذی کارروائی ہوئی تھی تاکہ ان کا قانونی طور پر محاسبہ ہو سکے۔ پارس نے منگل پانڈے سے پوچھا۔ "کیا تم اپنے جاسوسوں کے ساتھ نہیں جاؤ گے؟"

"نہ میں کسی کے ساتھ آیا ہوں اور نہ ہی تمھیں اغوا کرنے کا مجرم ہوں۔ میں ایک عام مسافر کی حیثیت سے امریکا تک سفر کر رہا ہوں۔ آہ ..."

پارس نے پوچھا "اس آہ کا مطلب کیا ہوا؟"

"مجھے وہ مہا جوتشی دھن راج یاد آرہا ہے۔"

"کیوں یاد آرہا ہے؟"

"میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، یہاں سے امریکا تک جانے اور واپس آنے کے دوران کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکوں گا یا نہیں؟ اگر میں نے کوئی بڑا کام کر دکھایا تو ساری دنیا میں واہ واہ ہوگی لیکن وہ جوتشی جانے کہاں ہے۔ ابھی ہوتا تو میرے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر پیشگوئی کرتا۔"

پارس نے کہا "تم نے کہا تھا جب وہ لکیریں دیکھ کر کوئی خوشخبری سناتا ہے تو اس کے پیچھے عورت کا ایک تھپڑ ہوتا ہے۔"

"اسی لیے میں آہیں بھر رہا ہوں۔ وہ کمبخت جوتشی بڑی بڑی خوشخبریاں سناتا ہے لیکن شرط یہی ہوتی ہے کہ وہ ساتھ رہے گا تو کوئی نہ کوئی عورت مجھے تھپڑ مارے گی بھلا یہ بھی کوئی تک ہے۔ میں مرد ہوں مگر میرے مقدر میں مردانگی نہیں ہے۔ اسی لیے یہ مقدر صاحب مجھے عورتوں سے مار کھلاتے ہیں۔"

اسی وقت سونیا اپنی جگہ سے اٹھ کر منگل پانڈے کے پاس پہنچ گئی۔ پہلے تو اس نے پیار سے پارس کی طرف دیکھا منگل پانڈے نے پوچھا "مس کیا بات ہے؟"

سونیا نے اپنا دایاں ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا "پتا نہیں کیوں، میری ہتھیلی کھجا رہی ہے۔ جی چاہتا ہے کسی کو ایک زوردار ..."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ منگل پانڈے ایک دم سے گھبرا کر اٹھ گیا۔ پھر بولا "کک کیا مطلب ہے۔ تمھارے ہاتھ میں کھجلی ہو رہی ہے تو میں کیا کروں؟"

سونیا نے کہا "پتا نہیں کیوں مجھ پر عجیب سا دورہ پڑتا ہے، جی چاہتا ہے کسی کو چھیڑ کر جھگڑا شروع کر دوں اور نتیجے میں ایک تھپڑ مار دوں۔"

"مم... میں تم سے جھگڑا نہیں کروں گا۔"

"میری سیٹ وہ پیچھے ہے نمبر ہے سی ٹو تھیلو۔ میں سوچ کر آئی ہوں، تم سے اپنی سیٹ پر جانے کے لیے کہوں گی۔ تم انکار کرو گے تو جھگڑا شروع ہو جائے گا۔ پھر میری خواہش پوری ہو جائے گی۔"

پانڈے فوراً ہی اپنی سیٹ سے دور ہو گیا۔ پھر بولا "میں نے کہا نا جھگڑا نہیں کروں گا۔ میں تمھاری سیٹ پر جا کر بیٹھ رہا ہوں۔"

وہ جلدی سے چلتا ہوا سونیا کی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا۔

وہ مسکراتے ہوئے پارس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر کہا "ہیلو ممّا آپ سے مل کر بے حد خوشی ہو رہی ہے۔"

سونیا نے کہا "اچھا تو رسونتی نے تمھیں بتا دیا ہے۔"

"ہاں اور یہ بھی بتایا ہے کہ پہلا پارس آپ کو ممّا کہتا ہے لہٰذا مجھے بھی یہی کہنا چاہیے۔"

"اگر تمھاری ماما یہ بات نہ سمجھاتی تو مجھے کیا کہتے؟"

"میں خواہ کچھ ہی کہوں، ماں آخر ماں ہوتی ہے اور آپ تو میری پیدا کرنے والی ماں سے زیادہ عظیم ہیں۔ انھوں نے مجھے آپ کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے۔ مجھے رشتوں کے متعلق جو سب سے پہلا سبق ملا وہ یہ ہے کہ ایک طرف میری ماما کو خون کی ضرورت ہو اور دوسری طرف آپ کو ضرورت ہو تو میں پہلے آپ کو خون دوں گا۔"

سونیا اس پر جھک گئی۔ ایک بازو سے اسے سمیٹا۔ دوسرے ہاتھ سے اس کے چہرے کو تھام لیا۔ پھر چہرے کے ایک ایک حصے کو چومتی چلی گئی۔ پھر اسے آواز سنائی دی "کیا یہ تمھارا بیٹا ہے؟"

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ ایئر ہوسٹس سیلی کھڑی ہوئی کہہ رہی تھی "تمھیں دیکھنے سے پتا ہی نہیں چلتا کہ شادی شدہ ہو اور ایک بچے کی ماں ہو۔"

"میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ یہ بچہ بہت پیاری پیاری باتیں کر رہا ہے۔ میں جواب میں اسے پیار کر رہی ہوں۔"

"یاد ہے، میں نے کہا تھا طیارے میں ملاقات ہوگی۔ بولو کیا کھانا پینا چاہتی ہو۔ کیوں ماسٹر تم آئسکریم کھاؤ گے؟"

پارس نے کہا "آئسکریم بچے کھاتے ہیں۔"

سیلی نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "اچھا تو تم جوان ہو گئے ہو کیا وھسکی پیش کروں؟"

پارس نے افسوس ظاہر کرنے کے انداز میں کہا "پتا نہیں تم جیسی بچیوں کو ایئر ہوسٹس کیوں بنا دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی بچہ شوخی میں آ کر بچہ کہلانے اور آئسکریم کھانے سے انکار کرے تو کیا اسے وھسکی پیش کی جاتی ہے؟"

سیلی دم بخود رہ گئی۔ معذرت چاہتے ہوئے بولی "مجھے افسوس ہے۔ مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن تم واقعی بچے نہیں لگتے۔ بزرگوں کی طرح بولتے ہو۔ کیا میں کوک پیش کروں؟"

اس نے پارس اور سونیا کو کوکا کولا کے دو کین پیش کیے۔ پھر ٹرالی لے کر آگے بڑھ گئی۔ سونیا نے کہا "میری بڑی خواہش تھی کہ تم سے ملوں۔ ملاقات تو ہو گئی لیکن اصلی صورت نہیں دیکھ سکتی۔"

"جب پیرس میں ماما دیکھیں گی تو وہ بھی یہی شکایت کریں گی۔

اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

سونیا چپ ہو کر سوچنے لگی۔ بیٹا اپنی پیدا کرنے والی ماما کے پاس پہنچ نہیں سکے گا۔ اسے روحانی طور پر آگہی ملتی تھی کہ مصیبت آنے والی ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا، مصیبت کیسے آئے گی؟ کس کی طرف سے آئے گی؟ لیکن سمجھ میں نہ آنے کے باوجود بڑا حوصلہ ملتا تھا۔ اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس پر خدا کی خاص رحمت تھی۔ وقت سے پہلے آگہی ملتی تھی۔

ایک گھنٹا گزر گیا۔ رسونتی نے کہا "میں ذرا پائلٹ کے دماغ سے ہو کر آتی ہوں، معلوم کروں، طیارہ یہاں کس وقت پہنچے گا۔"

وہ گئی مگر چند لمحوں بعد گھبرائی ہوئی سی واپس آئی "سونیا، غضب ہو گیا۔ میں پائلٹ کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی۔ فرہاد تم پہنچ کر دیکھو۔"

میں نے بھی پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے سانس روک لی۔ بڑی حیرانی کی بات تھی۔ جب میں نے پہلی بار اس کے دماغ میں جگہ بنائی تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اسے پرائی سوچ کی لہروں کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا تھا۔ اب اچانک کیسے ہونے لگا!

ظاہر ہے، ہر داؤ کا ایک توڑ ہوتا ہے۔ جب سے ہم نے ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال کیا ہے، دشمن اس سے بچاؤ کے نت نئے طریقے اختیار کرتے جاتے ہیں اور یہ طریقہ سبھی نے اختیار کر لیا تھا۔ جو یوگا میں مہارت نہیں رکھتا تھا، سانس روکنے کی عادت نہیں تھی، اس کے دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے ایک گھنٹے کے لیے یا ایک ہفتے کے لیے لاک کر دیا جاتا تھا۔

اس پائلٹ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ اس پر تنویمی عمل کیا گیا ہوگا اور یہ ہدایت کی گئی ہوگی کہ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد وہ عمل کو بھول جائے گا۔ صرف وہ باتیں ذہن میں رہیں گی جو نقش کر دی گئی تھیں یعنی اس کے دماغ میں کہہ دیا گیا ہوگا کہ جب تک وہ طیارے میں نہ جائے، وہاں کی ذمے داریاں نہ سنبھالے، اس وقت تک وہ عام حالت میں رہے گا۔ اس کا دماغ کسی بھی پرائی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کرے گا لیکن طیارے کے پرواز کرتے ہی وہ چند گھنٹوں کے لیے یا چند دنوں کے لیے حساس ہو جائے گا۔ کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گا۔ اپنی سوچ کے مطابق پرواز نہیں کرے گا۔ اس کے دماغ میں یہ نقش کر دیا گیا ہوگا کہ طیارے کو کدھر لے جانا ہے اور وہ اُدھر لے جا رہا ہوگا۔

سونیا دوڑتی ہوئی پائلٹ کیبن کے دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولنے کی کوشش کی پتا چلا وہ اندر سے لاک ہے۔ ایک اسٹیورڈ نے آ کر پوچھا "مس آپ دروازہ کیوں کھولنا چاہتی ہیں؟"

"میں پائلٹ سے دو باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"سوری، پرواز کے دوران یہ ممکن نہیں ہے۔ آپ پیرس یا نیویارک پہنچ کر ان سے بات کر سکیں گی۔"

سونیا سوچتی ہوئی پارس کی طرف آنے لگی۔ رسونتی پھر رونے لگی تھی۔ میں نے ڈانٹ کر کہا "یہ تم نے کیا لگا رکھا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہو جاتی ہو، دوسروں کو بھی پریشان کر دیتی ہو۔ خاموش رہو۔ اگر خیال خوانی نہیں کرنا ہے تو اپنی جگہ موجود رہو۔ ہم پارس کی حفاظت کے لیے کچھ کرتے ہیں۔"

وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی "مجھ سے بھول ہو گئی۔ اب نہیں روؤں گی، مجھے خیال خوانی سے نہ روکو۔ میں اپنے بیٹے کے پاس رہوں گی۔"

"بے شک رہو لیکن ہمیں پریشان نہ کرو، سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔"

ہماری یہ باتیں سونیا کے دماغ میں ہو رہی تھیں۔ اس نے کہا "فرہاد اور رسونتی غور سے سنو، جو کہہ رہی ہوں، اس پر عمل کرتے رہنا۔ شیبا! کیا تم بھی موجود ہو؟"

شیبا نے اپنی موجودگی کا یقین دلایا۔ سونیا نے کہا "میں ایئر ہوسٹس سیلی کو لے کر ایک باتھ روم میں بند ہو جاؤں گی۔ اس باتھ روم کے پاس کوئی بھی آئے تو شیبا تم وہاں موجود رہنا اور اسے دوسرے باتھ روم کی طرف روانہ کر دینا۔ دوسرے یا تیسرے باتھ روم میں کوئی موجود ہو تو اسے جلدی نکلنے پر مجبور کرنا۔"

اس نے رسونتی سے کہا "تم سیلی کے دماغ پر قابض رہو گی تاکہ وہ کسی بات پر اعتراض نہ کر سکے۔"

اس نے مجھ سے کہا "تم یہاں کی دوسری ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ کے دماغ میں آتے جاتے رہو گے۔ انھیں سیلی کی عدم موجودگی محسوس نہیں ہونے دو گے۔"

اس نے میک اپ بکس اٹھا کر چلتے ہوئے کہا "شیبا! تم سیلی کو میرے پاس لے آؤ۔"

ہم سب اس کے مشورے پر عمل کرنے لگے۔ اس کے ریکارڈ فائل میں یہ درست لکھا ہوا تھا کہ یہ ایسی ذہین ترین عورت ہے کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی اس کے محتاج رہتے ہیں۔ وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد سیلی وہاں پہنچ گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی مرضی سے آئی ہے۔ اس کے آتے ہی سونیا نے دروازے کو اندر سے لاک کر دیا۔ سیلی کو آئینے کے پاس اپنے سامنے کھڑے ہونے کے لیے کہا پھر میک اپ بکس کھول کر اپنے کام میں لگ گئی۔

پتا نہیں، وہ طیارہ کس طرف پرواز کر رہا تھا اور پارس کو لے کر کہاں پہنچانے والا تھا۔ پائلٹ کے دماغ کو لاک کرنے کا مطلب یہی تھا کہ ہمیں پرواز کی سمت معلوم نہ ہو۔ اگر ہم استنبول، پیرس یا

نیویارک کے ذمے دار افسران کو قانون کی دہائی دیتے تو کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ طیارے کے پائلٹ کو زیادہ سے زیادہ دھمکیاں دی جاتیں۔ یہ کوئی جنگی طیارہ نہیں تھا جسے ہر طرف سے گھیر کر کسی خاص جگہ اترنے پر مجبور کیا جاتا۔ یہ مسافر بردار طیارہ تھا، اسے دھمکی نہیں دی جا سکتی تھی اور دھمکیوں پر عمل کرتے ہوئے اس طیارے کو مار کر گرایا نہیں جا سکتا تھا اور جو لوگ پارس کو اغوا کر رہے تھے، انھیں طیارے کی تباہی سے کون سا صدمہ پہنچنے والا تھا۔ پارس اگر انھیں زندہ سلامت مل جاتا تو اچھی بات تھی۔ نہ ملتا تو ان کا کچھ نہ بگڑتا۔ ہماری دنیا اجڑ جاتی۔

تقریباً چالیس منٹ میں میک اپ مکمل ہو گیا۔ اب سیلی کے سامنے دوسری سیلی کھڑی ہوئی تھی۔ سونیا آئینے میں خود کو اور سیلی کو دیکھ دیکھ کر میک اپ کی خامیاں درست کر رہی تھی۔ ہر طرح سے مطمئن ہونے میں اور دس منٹ گزر گئے۔ پھر اس نے اپنا پاسپورٹ نکالا۔ اس کی تصویر کو سامنے رکھا۔ پھر اس کے مطابق سیلی کے چہرے پر میک اپ کرنے لگی۔ اس کے میک اپ میں زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سونیا جس لڑکی کے میک اپ میں سفر کر رہی تھی، اس کا نام میری تھا۔ اس نے آدھے گھنٹے میں سیلی کو میری بنا دیا۔ کوئی بہت غور سے دیکھتا تب اسے شبہ ہوتا ورنہ میک اپ بڑی حد تک کامیاب رہا تھا۔

ان کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اس نے میک اپ بکس کو بند کیا۔ پھر پوچھا "رسونتی! تم چند لمحوں کے لیے اس کے دماغ کو چھوڑ دو اور شیبا سے کہو میرے پاس آئے۔"

رسونتی نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تو سیلی ایک دم سے چونک گئی۔ پہلے اس نے سر جھکا کر سوچا، باتھ روم میں کیسے آ گئی ہے؟ پھر سر اٹھا کر سونیا کو دیکھا تو ایک دم سے پریشان ہو گئی۔ اس کی ہمشکل سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے پتا نہیں تھا کہ اس کی شکل مٹ چکی ہے، وہ کچھ اور نظر آنے لگی ہے۔

وہ حیرت سے چیخنا چاہتی تھی۔ اول تو سونیا اسے چیخنے کا موقع نہ دیتی۔ دوم یہ کہ رسونتی اس وقت تک دماغ پر قابض ہو گئی تھی۔ شیبا آ کر پوچھ رہی تھی "سونیا کیا بات ہے؟"

اس نے کہا "رسونتی، سیلی کے دماغ میں قبضہ جمائے رہے گی۔ تم سیلی کے دماغ کے تہ خانے میں اترو۔ اس کے متعلق ہر ڈھکی چھپی بات معلوم کرو، خصوصاً وہ باتیں جو پائلٹ جیکب سے تعلق رکھتی ہیں۔ مجھے تفصیلی معلومات فراہم کرتی رہو۔ میں ایئر ہوسٹس کی ڈیوٹی انجام دینے جا رہی ہوں۔"

وہ باہر نکل گئی۔ سیلی نے میک اپ بکس کو اٹھایا، پھر وہاں سے باہر آ کر پارس کے پاس والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ میں نے پارس کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا "جو تمہارے پاس آ کر بیٹھے گی، وہ تمہاری ممی نہیں کوئی دوسری عورت ہوگی لہٰذا اس سے زیادہ باتیں نہ کرنا۔"

میری ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی۔ میں نے اب تک دوسری ایئر ہوسٹس اور اسٹیورڈ وغیرہ کو سیلی کی عدم موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ اب تو سیلی کی جگہ سونیا ڈیوٹی پر آ گئی تھی۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے سیلی کے میک اپ میں رہنا کیوں ضروری سمجھا؟

لیکن میں اسے ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ایک تو وہ ڈیوٹی پر تھی۔ مسافروں سے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھی۔ ان کی ہر خواہش کا احترام کر رہی تھی۔ پھر شیبا رہ رہ کر اس کے پاس آتی تھی اور سیلی کے متعلق تفصیلات بتاتی رہتی تھی۔

میں نے خود ہی اندازہ لگایا۔ اگر میں سونیا کی جگہ طیارے پر ہوتا تو کیا کرتا؟ میں بھی کسی اسٹیورڈ کے روپ میں آ کر جہاز کے عملے میں شریک ہو جاتا کیونکہ اسٹیورڈ وغیرہ پائلٹ سے قریب تر ہوتے ہیں۔ سیلی تو بہت زیادہ قریب تھی۔ اس کی محبوبہ تھی۔ یہ طیارہ جہاں بھی جا کر رکنے والا تھا، وہاں وہ محبوبہ کی حیثیت سے پائلٹ کے قریب پہنچ سکتی تھی۔

میری داستان میں جب بھی سونیا کا ذکر آتا ہے، میں بے اختیار اس کی تعریفیں کرنے لگتا ہوں۔ ہو سکتا ہے یہ باتیں بعض لوگوں کو ناگوار گزرتی ہوں لیکن میں ایسا بے اختیار کرتا ہوں۔ اس وقت بھی اس کی دوربینی اور تدبر کا قائل ہو رہا تھا۔ اس نے یقیناً یہ سوچا تھا کہ جن لوگوں نے پائلٹ پر تنویمی عمل کیا ہے، وہ اسے اس وقت تک اپنا آلۂ کار بناتے رہیں گے اور اپنا کام لیتے رہیں گے جب تک اس پر تنویمی عمل کا اثر رہے گا۔ پائلٹ جیکب ان کا آلۂ کار سہی لیکن اسے جہاں بھی لے جایا جائے گا، وہ سیلی کی تمنا کرے گا اور یہ ضد کرے گا کہ اپنی محبوبہ کو ساتھ رکھنا چاہتا ہے بلکہ سونیا اسے مجبور کرے گی کہ وہ اس کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی۔

اب تو یہ آگے چل کر ہی معلوم ہونے والا تھا کہ ہمارے سامنے کیا پیش آئے گا۔ طیارے میں جو عملہ تھا وہ یہ بتانے سے قاصر تھا کہ جہاز کس طرف پرواز کر رہا ہے اور اب کہاں اترنے والا ہے۔ شیبا کبھی سونیا کے پاس پہنچ کر اسے سیلی کے متعلق بتاتی تھی اور کبھی پارس کے ذریعے کھڑکی کے باہر دیکھتی تھی۔ ایک بار اسے پتا چلا کہ پرواز نیچی ہو رہی ہے اور ایک بہت بڑا شہر نظر آ رہا ہے۔ اس نے ذرا دیر تک دیکھا۔ پھر ایک دم سے چونک کر سونیا کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "اوہ گاڈ! سونیا غضب ہو گیا۔ یہ طیارہ اسرائیل پہنچ گیا ہے۔ میں نے پارس کے ذریعے تل ابیب شہر دیکھا ہے۔"

ہم سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسی دلدل میں جا پھنسیں گے جہاں پہلے بھی پھنس چکے تھے اور

وہاں سے نکلنے میں خاصا عرصہ لگا تھا۔ اب ہم بیٹے کو وہاں سے صحیح سلامت نکال سکیں گے یا نہیں، یہ صرف خدا جانتا تھا۔

شیبا نے دانت پیستے ہوئے کہا "میں یہودی ہوں مجھے اپنی قوم سے اپنے ملک سے محبت ہے لیکن خدا کی قسم اگر پارس کا بال بھی بیکا ہوا تو میں اسرائیل کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گی۔ میں وہاں جا رہی ہوں۔ ذرا ان کی خبر لیتی ہوں۔ سونیا! کیا تم سیلی کے متعلق اور کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو؟"

سونیا نے کہا "نہیں، تم اپنے مشن پر جاؤ۔"

ابھی طیارے کو تل ابیب کی زمین چھونے اور وہاں پارس کو حراست میں لینے کے سلسلے میں کافی کارروائیاں ہونے والی تھیں اور کافی وقت لگنے والا تھا۔ لہٰذا میں پہلے شیبا کا حال بیان کرتا ہوں۔

میں یہ بتا چکا ہوں کہ شارپر اسرائیلی حکام سے ایک شخص کے ذریعے رابطہ قائم کرتا تھا۔ وہ شخص وہاں کا سینئر افسر تھا اور اس کا نام کیری ہام تھا۔ شیبا نے اس کے دماغ پر دستک دیتے ہوئے کہا "ہیلو، میں رسونتی بول رہی ہوں۔"

کیری ہام نے مسکراتے ہوئے کہا "اچھا مادام رسونتی! آپ کو معلوم ہو گیا کہ بیٹا یہاں پہنچایا جا رہا ہے؟"

"کیا ایک ماں سے بیٹا چھین لینا اتنا آسان سمجھتے ہو؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ بیٹا واقعی تمہارے پاس پہنچ رہا ہے لیکن تم اسے حراست میں رکھ کر کیا کرو گے۔ ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"تم لوگوں کی وجہ سے ہماری قوم کی ایک بیٹی جو ٹیلی پیتھی سیکھ چکی تھی، مر گئی۔ تم نے ہماری شیبا کو ہمیشہ کے لیے چھین لیا۔"

"بکواس مت کرو۔ شیبا کو ہم نے نہیں، تم لوگوں کی غلط پالیسی نے چھین لیا تھا۔ تم لوگوں نے غلط ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے دوستی کی۔ آج وہ دوست کہاں ہیں؟"

وہ ذرا پریشان ہوا کیونکہ پچھلے چوبیس گھنٹے سے شارپر نے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ وہاں کے اعلیٰ حکام بار بار کیری ہام سے پوچھ رہے تھے "شارپر کہاں ہے؟ اس سے کسی طرح رابطہ قائم کرو ورنہ ہمارا مشن ادھورا رہ جائے گا۔"

شیبا نے چپ ہو کر اس کے چور خیالات پڑھے۔ معلوم کیا، آخر وہ مشن کیا ہے جس کے ادھورا رہ جانے کی بہت زیادہ فکر ہے۔ پتا چلا کیری ہام کو اس سلسلے میں کچھ نہیں معلوم کیونکہ جو خفیہ مشن ہوتے ہیں، اس کے متعلق صرف بلائنڈ کلب کے چند افسران جانتے ہیں۔ یہاں کے حکام بھی ان سے واقف نہیں ہوتے۔ صرف وہی افسران جانتے ہیں جو کسی خاص مشن سے وابستہ رہتے ہیں۔

میں اپنی داستان میں بلائنڈ کلب کے متعلق بتا چکا ہوں یہ اسرائیل کی ایک ایسی خفیہ تنظیم ہے جس کے متعلق وہاں کے اعلیٰ حکام بھی نہیں جان سکتے کیونکہ حکمران بدلتے رہتے ہیں لیکن حکومت کے راز نہیں بدلتے۔ انھیں بلائنڈ کلب کے اندھے کنوئیں میں چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ میں نے اندھا کنواں اس لیے کہا کہ اس بلائنڈ کلب کی گہرائی کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ جب ہم میں سے کوئی اُدھر کا رخ کرے گا تو میں اس کے متعلق تفصیل بیان کروں گا۔

شیبا نے کہا "مسٹر ہام! طیارہ تل ابیب ایئرپورٹ پر اترنے ہی والا ہے۔ اس سے پہلے میں یہاں کے ذمے دار لوگوں سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ وہ بات کرنا چاہیں یا نہ چاہیں، ایک بات ان تک پہنچا دینا اور وہ یہ کہ میرے بیٹے کو حراست میں لینے کے لیے کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے۔ اس سے دور ہی رہے۔"

"میں تمہارا یہ پیغام پہنچا رہا ہوں۔"

"اور یہ بھی کہہ دینا کہ میں بات نہ کرنے والوں کو زبان کھولنے پر مجبور کر دوں گی اور جو سات پردوں میں چھپ کر رہنا چاہتے ہیں انھیں ان کے لباس میں بھی چھپنے نہیں دوں گی۔" پھر اس نے ایک ذرا توقف سے کہا "اور آخری بات یہ کہ مجھ سے بات کرنے کے بعد ہی انھیں شارپر کا پتا ملے گا۔ دیٹس آل۔"

شیبا نے سونیا کے پاس آ کر اسے تمام باتیں بتائیں۔ طیارہ رن وے پر رک گیا تھا۔ کھڑکی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف مسلح فوجی الرٹ کھڑے ہوئے تھے۔ دور دور تک فوجی جوانوں اور ہتھیاروں کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایئرپورٹ میدانِ جنگ لگتا تھا۔

پارس نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے آج تک کسی ملک کے سربراہ کا استقبال کرنے اتنی فوج نہ آئی ہوگی جتنی میرے لیے آئی ہے۔"

منگل پانڈے اپنا سامان سمیٹنے کے لیے سیٹ پر آ گیا تھا۔ پارس کی بات سن کر بولا "برخوردار! یہ تمہارے استقبال کے لیے نہیں بلکہ گرفتار کرنے کے لیے آئے ہیں۔ کیا تمہیں ڈر نہیں لگ رہا ہے؟"

پارس نے جواب دیا "تمہارے جیسے دلیر افسر کے ہوتے ہوئے ڈر کس بات کا؟ اگر وہی سوئمنگ والا قصہ دہراؤں تو تم بہت بڑا کارنامہ انجام دے سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟" وہ گھور کر دیکھتے ہوئے بولا "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"جب طیارے سے سیڑھی لگا دی جائے تو تم سیڑھی کے اوپر جا کر کھڑے ہو جانا۔ میں پیچھے سے لات ماروں گا۔ تم فوجیوں کے درمیان جا کر گرو گے پھر ان سے بے اختیار اس طرح بتانے

پر مجبور ہو جاؤ گے جس طرح اس سوئمنگ پول میں قاتل سے لڑتے رہے تھے۔"

وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر بولا۔ "اے خبردار! اب کی بار تم لات مارو گے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ میں طیارے کی سیڑھی سے نہیں اتروں گا۔"

"کیا چھلانگ لگانے کا ارادہ ہے؟"

"پہلے تم اترو گے' میں آخر میں اتروں گا لیکن یہاں اتر کر کیا کروں گا۔ امریکا جانا چاہتا تھا۔ تقدیر نے کہاں لا کر پھینک دیا۔"

اسی وقت اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی: "خواتین و حضرات! ہم اسرائیل کے پُررونق شہر تل ابیب میں آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ آپ کی منزل بدل گئی۔ آپ پریشان ہو رہے ہیں لیکن ہم مہمان نوازی کے ذریعے آپ کا دل جیتنے کی کوشش کریں گے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ میں سے کسی کو جانی یا مالی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس شہر میں آپ کو مزید رقم کی ضرورت ہوگی' ہم یہ رقم ہرجانے کے طور پر آپ کو پیش کریں گے۔ آپ تمام مسافر اس شہر میں اس وقت تک قیام کریں گے جب تک انٹرنیشنل ایئرلائنز کارپوریشن سے ہمارا کوئی سمجھوتا نہیں ہو جاتا۔

آپ ہرگز یہ نہ سوچیں کہ ہم نے اس طیارے کو ہائی جیک کیا ہے اور آپ لوگوں کو یرغمال کے طور پر رکھ رہے ہیں' بہرحال یہ ہمارے معاملات ہیں۔ جلد ہی ان سے نمٹنے کے بعد آپ لوگوں کو آپ کی منزل تک پہنچا دیا جائے گا۔"

اسپیکر سے بولنے والا مسافروں کی تسلی اور اطمینان کے لیے بول رہا تھا لیکن پارس کا ذکر نہیں ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ دوسرے دروازے سے پائلٹ روم میں پہنچ گیا تھا' وہاں سے مائک سامنے رکھ کر بول رہا تھا۔ پائلٹ سیٹ کی پشت سے سر ٹیکے آنکھیں بند کیے پڑا ہوا تھا۔ میں نے ایک بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے پھر سانس روک لی۔ فوراً سیدھی طرح بیٹھ گیا۔ دوسری طرف پائلٹ روم کے بند دروازے کو سونیا ہاتھوں سے پیٹ پیٹ کر جیکب کو مخاطب کر رہی تھی۔ کہہ رہی تھی: "جیکب! تم خیریت سے تو ہو؟ میں تمہارے لیے پریشان ہوں۔ میرے پاس چلے آؤ یا مجھے اپنے پاس بلا لو تم جانتے ہو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔"

وہ سیلی کی آواز سن رہا تھا اور بار بار پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مائک کے سامنے بولنے والے نے کہا۔ "ابھی دروازہ نہ کھولنا۔"

وہ بولا "سیلی میری منگیتر ہے۔ ہماری شادی ہونے والی ہے۔ میں اس اجنبی ملک میں اسے تنہا نہیں چھوڑوں گا۔"

مائک والے نے کہا: "میں تمہیں یقین دلاتا ہوں' سیلی کو تمہارے پاس بھیج دیا جائے گا مگر ابھی نہیں۔"

میں اس کے دماغ کو پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا' وہ حکومت کے ایک اہم شعبے سے تعلق رکھنے والا افسر ہے۔ ایک بار میں یا شیبا اس کے دماغ میں پہنچ گئے تھے۔ دوسرے تمام افسران نے فیصلہ کیا کہ اس مائک والے افسر کا دماغ ہمارے لیے کھل چکا ہے لہٰذا اسے مائک پر بولنا چاہیے۔

اسے یہ ڈیوٹی سونپنے سے پہلے ریٹائر کر دیا گیا تھا۔ اس کا حکومت کے کسی شعبے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ حتیٰ کہ یہ کام سونپتے وقت اسے یہ بھی نہیں بتایا گیا تھا کہ اس طیارے میں پارس آ رہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے اناؤنسمنٹ کے دوران پارس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ طیارے کو محاصرے میں رکھنے والے فوجی افسران اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے تھے۔

لیکن چند منٹ کے بعد ہی ضرورت پیش آ گئی۔ کیری ہام نے رسونتی کا پیغام اعلیٰ حکام تک اور فوجی افسران تک پہنچا دیا تھا۔ ایک فوجی جوان نے پائلٹ کیبن میں آ کر مائک والے افسر کے ہاتھ میں ایک پرچی تھمائی جسے دیکھ کر وہ مائک کے ذریعے بولنے لگا: "ہیلو! ہم مادام رسونتی اور فرہاد علی تیمور سے مخاطب ہیں۔ ہم انھیں یقین دلاتے ہیں' اگر آپ کا بیٹا ہمارے حکم کی تعمیل کرتا رہا تو ہم اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

میں اس کے ذریعے کچھ بولنا چاہتا تھا' اس سے پہلے شیبا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر بولی: "میں رسونتی اس مائک کے ذریعے بول رہی ہوں اور فوجی افسران تک اپنی آواز پہنچا رہی ہوں۔ میرے بیٹے کو کسی بند کمرے میں ہرگز نہ رکھا جائے۔ فرہاد علی تیمور کے شایانِ شان اس سے عمدہ سلوک کیا جائے۔ اگر میرے بیٹے کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھا تو اسرائیل کی سرزمین پر ہر چلنے والے کے پاؤں میں چھالے پڑتے رہیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ایک اور فوجی جوان ہاتھ میں پرچی لے کر آیا۔ مائک والے افسر نے اسے ہاتھ میں لے کر پڑھا۔ لکھا ہوا تھا۔ "مادام رسونتی اور مسٹر فرہاد علی تیمور! ہم وعدہ کرتے ہیں، آپ کی مرضی کے مطابق پارس بیٹے کو نہایت شاہانہ انداز میں رکھا جائے گا۔ ہم محبت اور دوستی کے ذریعے معاملات نمٹانا چاہتے ہیں۔ آپ لوگوں سے بھی توقع کرتے ہیں کہ جوش میں آ کر کسی کو جانی یا مالی نقصان نہ پہنچائیں۔ شکریہ۔"

ہم نے رسونتی کو ایک جگہ بٹھا دیا۔ وہ بے چاری سیلی کے دماغ پر قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ مائک سے جو باتیں ہوتی تھیں انھیں سن رہی تھی۔ باقی باتیں میں اس کے پاس آ کر بتا دیتا تھا۔ وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی: "میرا بیٹا پھر مجھ سے دور ہو گیا۔"

"رسونتی! خدا کا شکر ادا کرو۔ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

انشاء اللہ ہم اسے جلد یہاں سے نکال لے جائیں گے۔"

"ایسا ہمیشہ ہوتا ہے۔ ہم اسے بچا کر لانا چاہتے ہیں۔ دشمن پھر راستے کی دیوار بن جاتے ہیں۔"

"خدا جو کرتا ہے بہتری کے لیے کرتا ہے۔ یہ تو سوچو ہمارے بیٹے کو اتنی سی عمر میں کیسے کیسے تجربات سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ یہ جوان ہوتے ہوتے کندن بن جائے گا۔"

"اور یہ جوان سے بوڑھا ہوتا رہے گا۔ میں کبھی اس سے مل نہیں سکوں گی۔"

یہ کہتے ہی وہ بے اختیار رونے لگی۔ روتے وقت یہ خیال نہیں کیا کہ کسی کے دماغ پر پوری طرح قابض ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ساتھ سیلی بھی رونے لگی۔ جب ہم کسی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما لیتے ہیں تو ہماری ہر حرکت اس کی حرکت ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اُدھر وہ روتے ہوئے آنسو پونچھ رہی تھی اِدھر یہ بھی اپنے آنسو پونچھتی جا رہی تھی۔

طیارے کا ماحول ایسا تھا کہ کسی نے رونے پر توجہ نہیں دی، سبھی پریشان تھے۔ کتنی ہی عورتیں منزل سے بھٹکنے کے باعث رو رہی تھیں۔ ان کے بچے بھی ماؤں کا ساتھ دے رہے تھے۔ آس پاس کے لوگ انھیں سمجھا منا کر چپ کرا رہے تھے۔

آخر طیارے کا دروازہ کھل گیا۔ ایک فوجی افسر دو جوانوں کے ساتھ اندر آیا۔ وہ کمپیوٹر کے ذریعے اس طیارے کے مسافروں کے نام اور ان کے سیٹ نمبر معلوم کر چکا تھا۔ لہٰذا وہ سیدھا ٹیپو کی سیٹ کے پاس آ کر رک گیا۔ پھر الرٹ ہو کر سیلوٹ کرتے ہوئے بولا "ماسٹر پارس! ہم آپ کو اپنے ملک میں خوش آمدید کہتے ہیں اور یقین دلاتے ہیں، ہماری ذات سے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ کے والدین کی خواہش کے مطابق کوئی آپ کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ کیا آپ ہمارے ساتھ چلنا پسند کریں گے؟"

میں نے اس کے دماغ میں کہا "بیٹے! ان کے ساتھ چلے جاؤ۔"

میرے بیٹے نے آرام سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا۔ "ہاں، چلنا تو ہوگا لیکن یہ جو میرے پاس بیٹھا ہے یہ ہندوستانی جاسوس ہے۔ بہت دلیر افسر ہے۔ یہ مجھے گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ پہلے میں اس کو سزا سناؤں گا۔"

فوجی افسر نے کہا "ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ بے شک آپ اسے سزا سنائیں۔"

منگل پانڈے کی حالت خراب تھی۔ چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ گھگھیاتے ہوئے بولا "میرے بیٹے! کم سے کم میرا یہ احسان تو یاد کر، میں نے تجھے ہندوستان میں ایک ماں دی تھی۔ ارے تو مجھے لات مار چکا ہے اور کیا سزا دے گا؟"

فوجی افسر نے ڈانٹ کر کہا "شٹ اَپ! ماسٹر پارس کو سنانے دو۔"

پارس نے اسی طرح آرام سے ٹیک لگا کر کہا "میں جب تک یہاں رہوں گا، یہ میرا باڈی گارڈ بن کر رہے گا۔ اپنے ملک واپس نہیں جائے گا۔"

فوجی افسر نے ایک طرف ہٹ کر کہا "آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ تشریف لے چلیں۔"

پارس اپنی جگہ سے اُٹھ کر آگے بڑھا۔ فوجی جوان بھی اِدھر سے ایک طرف ہٹ رہے تھے۔ اس نے چند قدم چلنے کے بعد پلٹ کر دیکھا۔ پھر منگل پانڈے سے کہا "تم وہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ فوراً اُٹھ کر بولا "میں ذرا اپنا سامان اُٹھا لوں۔"

"تم صرف مجھے اُٹھانے کے لیے ہو، چلے آؤ۔"

پارس اطمینان سے چلتا ہوا زینے کے اوپری حصے پر پہنچا۔ پانڈے بھی اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے سر اُٹھا کر پوچھا "زینہ بہت اونچا ہے نا؟"

پانڈے ایک دم سے پیچھے ہٹ کر بولا "نہیں، ہرگز نہیں۔ میں سمجھ گیا، آگے جاؤں گا تو لات پڑے گی اور میں گرتا چلا جاؤں گا۔ ہرگز نہیں، تم آگے چلو۔"

سیلی اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی، سر اُٹھا کر دور پارس کو دیکھ رہی تھی۔ پھر رسونتی نے اس کے ذریعے کہا "فرہاد! اس نے میرے بیٹے نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے مگر بیٹے کو دیکھو کس طرح شرارتیں کر رہا ہے۔ اسے سمجھاؤ۔ جلدی یہاں سے جائے۔"

"تم سے تو تمھارا بیٹا زیادہ سمجھ دار ہے۔ اتنی عمر ہو گئی ہے، اتنی دنیا دیکھ لی ہے، اتنے مصائب اُٹھا چکی ہو، اس کے باوجود معمولی باتوں سے پریشان ہو جاتی ہو۔ بیٹے کی طرح ہنسنا بولنا اور زندہ دل رہنا سیکھو۔"

پھر میں نے پارس سے کہا "یہاں سے جلد نکلنے کی کوشش کرو، تمھاری ممی بھی دوسرے میک اپ میں ہیں اور یہاں چیکنگ کے مرحلے سے گزرنے کا انتظار کر رہی ہیں۔"

وہ زینے سے اترتے ہوئے نیچے آیا۔ تمام فوجیوں کے لیے اوپر سے احکامات صادر ہوئے تھے کہ شاہانہ طرز پر استقبال کیا جائے لہٰذا اسے دیکھتے ہی تمام فوجی الرٹ ہو گئے۔ افسران سیلوٹ کر رہے تھے اور ایک قطار میں کھڑے ہوئے فوجی اپنی اپنی رائفلیں اُٹھائے نوے ڈگری پر فائر کر رہے تھے۔ اسے بندوقوں کی زبان سے سلامی دے رہے تھے۔ پارس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "پاپا! ایسا شاندار استقبال دیکھ کر جی چاہتا ہے یہیں

رہ جاؤں۔" پھر اس نے آگے بڑھ کر ایک بڑے فوجی افسر سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے پہلے بتایا ہوتا آپ لوگ اتنے فراخدل ہیں۔ میں پاپا سے کہوں گا، دوسرے پارس کو بھی یہیں ٹرانسفر کر دیں بلکہ پورا خاندان یہاں لے آئیں۔ یہ دن رات کی بھاگ دوڑ سے نجات تو ملے گی۔"

فوجی افسر نے مسکرا کر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "بیٹے! تمھارا یہ انداز سمجھ میں نہیں آیا، تم طنزیہ کہہ رہے ہو یا سنجیدگی سے۔ بہرحال ہمارے دل کی بات کہہ رہے ہو۔"

میں نے رسونتی کے پاس آ کر کہا "پتا نہیں، تم نے بیٹا پیدا کیا ہے یا پٹاخہ، بولتا ہی جا رہا ہے۔"

وہ بولی "تم نے مجھے یہ کون سی ڈیوٹی سونپ دی ہے۔ سونیا سے کہو، اپنے بیٹے کے پاس جانا چاہتی ہوں، شیبا کو یہاں بھیج دو۔"

میں نے سونیا سے کہا "رسونتی اپنے بیٹے کے لیے مچل رہی ہے۔ وہ جہاں جائے گا وہاں ساتھ رہے گی لہٰذا شیبا کو سیلی کے پاس بھیج دو۔"

شیبا نے سیلی کے دماغ میں آ کر کہا "تم پارس کے پاس جاؤ، میں یہاں رہوں گی۔ جانے سے پہلے بتاؤ، تم نے وہ تمام باتیں سن لی ہیں جو میں کیری ہام سے کر چکی ہوں؟"

"ہاں، فرہاد نے مجھے بتا دیا ہے۔"

"وہاں کے ذمے دار لوگوں سے گفتگو ہو تو میری باتوں کو پیشِ نظر رکھنا۔ ذرا نہ گھبرانا۔ سونیا بنفسِ نفیس یہاں موجود ہے۔"

رسونتی اپنے بیٹے کے پاس آ گئی۔ اس سے کہنے لگی "یہاں سے جلدی چلو۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں، تمھارے لیے کیسے انتظامات کیے گئے ہیں۔"

پارس نے طیارے کی سیڑھی سے اترنے کے بعد پہلے فوجی افسر سے گفتگو کی تھی، اس کے بعد کسی اور فوجی افسر نے اس سے بات نہیں کی۔ اسے اپنی آواز نہیں سنائی۔ سب خاموش رہے۔ جان بوجھ کر گونگے بنتے رہے۔ ایئرپورٹ کی عمارت کے باہر ایک بہت ہی خوبصورت اور مہنگی کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے آگے پیچھے فوجی گاڑیاں تھیں۔ اس کار میں پارس کو بٹھایا گیا۔ فوجی افسر اس کے آس پاس بیٹھنا چاہتے تھے، اس نے انکار کیا۔ کہنے لگا "اگلی سیٹ پر صرف میرا باڈی گارڈ منگل پانڈے بیٹھ سکتا ہے۔"

اسرائیلی افسران بہت ہی مصلحت پسند تھے۔ کسی بات سے انکار نہیں کر رہے تھے۔ میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ رسونتی وہاں موجود تھی۔ مجھے سونیا کے پاس رہنا چاہیے تھا۔ شیبا سیلی کے دماغ پر قبضہ جمائے بیٹھی ہوئی تھی۔ انھوں نے پارس کو روانہ کرنے کے بعد پائلٹ جیکب کو طیارے سے [illegible]

کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا "میں اپنی منگیتر کے بغیر نہیں جاؤں گا۔"

ایک افسر نے حکم دیا "ایئر ہوسٹس سیلی کو بلایا جائے۔"

سونیا پہلے ہی تیار بیٹھی تھی۔ اس نے سیلی کا سامان اُٹھایا۔ پھر سیڑھی سے اترتے ہوئے پائلٹ جیکب کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور اس کا بازو تھام کر بولی "او ڈیئر! میں تمھارے بغیر کسی اجنبی جگہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ تم نہ بلاتے تو میں مر جاتی۔"

فوجی افسر نے کہا "آپ لوگوں کو فوراً یہاں سے چلنا چاہیے۔ مسٹر جیکب! آپ عمارت کے مخصوص راستے سے داخل ہوں گے۔ ہمارے جوان آپ کی رہنمائی کریں گے۔ وہاں کئی پریس رپورٹرز اور فوٹوگرافرز موجود ہیں۔ آپ کا انٹرویو لیا جائے گا۔ آپ باقاعدہ انٹرویو نہیں دیں گے، جو ضروری سوالات ہوں، ان کا جواب دیتے ہوئے گزر جائیں گے۔"

وہ فوجی جوانوں کی رہنمائی میں ایک مخصوص دروازے سے گزر کر اندر پہنچے، وہاں بڑے سے ہال میں کئی لوگ تھے۔ ان کے آتے ہی فلش لائٹس جلنے بجھنے لگیں۔ تمام رپورٹرز دوڑتے ہوئے قریب آ گئے۔ فوجی جوانوں نے جیکب اور سونیا کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ آنے والوں کو ان سے دور رکھتے جا رہے تھے۔ کوئی پوچھ رہا تھا "تمھارا نام کیا ہے؟"

"جیکب ہیری سن۔"

"تم نے بین الاقوامی پرواز کے اصولوں کے خلاف ورزی کی ہے۔"

"میں اپنے بس میں نہیں تھا۔"

"کیا آپ اس کی وضاحت کریں گے؟"

وہ بولتا جا رہا تھا اور آگے بڑھتا جا رہا تھا تاکہ ان سے نجات ملتی جائے۔ اس نے جواب دیا "میں نے محسوس کیا، جیسے میرا دماغ اپنے بس میں نہیں ہے۔ کوئی میرے دماغ کو کنٹرول کر رہا ہے اور طیارے کا رُخ بدلنے پر مجبور کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا میں بالکل گم ہو گیا ہوں۔ اپنی ذات میں نہیں ہوں۔ جب طیارہ یہاں پہنچ گیا تب مجھے ہوش آیا۔ تب پتا چلا کہ میں زندہ ہوں اور اسی طیارے میں پائلٹ کی سیٹ پر موجود ہوں۔"

دوسرے نے سوال کیا "جس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے آپ کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا، اس نے اپنا تعارف ضرور کرایا ہوگا۔"

"جی نہیں، وہ خاموشی سے آیا اور خاموشی سے چلا گیا۔ میں کہہ نہیں سکتا، وہ کون تھا یا تھی؟"

وہ سوالوں کے جواب دیتا ہوا ہال کے سرے پر پہنچ گیا تھا۔ فوجی جوانوں نے اسے دوسرے راستے سے باہر نکال دیا۔ دوسری

طرف پولیس محکمے سے تعلق رکھنے والا ایک افسر اور چند سپاہی تھے۔ انھوں نے جیکب اور سونیا کے لیے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے کہا "تم نے سیلی کے روپ میں آکر بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب پتا چل رہا ہے ان کی چال کیا ہے۔ جیکب نے جو بیان دیا ہے، اس کے ذریعے یہ لوگ انٹرنیشنل ایئرلائن کے قانون کی زد میں نہیں آئیں گے۔ سارا الزام شار پر ہوگا کہ اس نے طیارے کو اغوا کرایا اور اپنے دشمن کے بیٹے کو اسرائیل پہنچا دیا۔"

"تم ماسک مین سے رابطہ قائم کرو۔ اس کے جتنے خفیہ ایجنٹ تل ابیب میں ہیں، ان کے نام اور پتے معلوم کرو۔ مجھے ان میں سے کسی کے ہاں پناہ لینا ہوگی۔"

"میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔"

"اور سنو۔ ان ایجنٹوں میں کوئی عورت ہو یا ایسی فیملی ہو جس میں میرے قد و قامت کی عورت ہو تو اچھی بات ہوگی۔"

"تم عورت کہاں، سو فیصد لڑکی نظر آتی ہو۔"

"کیا ان حالات میں رومانی گفتگو کرو گے؟"

میں ہنستے ہوئے اس کے دماغ سے چلا آیا۔ پھر ماسک مین کو مخاطب کیا۔ اس نے کہا "فرہاد صاحب! میں آپ کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ ابھی پتا چلا ہے، پارس بیٹے کو اغوا کر کے تل ابیب پہنچا دیا گیا ہے۔"

میں نے کہا "پارس اور مشین دو الگ چیزیں ہیں۔"

وہ جھینپ کر بولا "آپ شرمندہ کر رہے ہیں۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، مشین کے معاملے میں ہم ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ باقی تمام معاملات میں اچھے اور سچے دوست ہیں۔ میں پارس بیٹے کو وہاں سے نکال لانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"فی الحال اپنے تمام ایجنٹوں کے نام اور پتے بتائیں۔"

ماسک مین نے ایک کمپیوٹر کے پاس پہنچ کر اسے آپریٹ کیا۔ اسکرین پر ان تمام ایجنٹوں کے نام اور پتے نظر آنے لگے جو تل ابیب میں موجود تھے۔ وہ انھیں پڑھتا گیا۔ میں لکھتا گیا۔ ان کے نام کے ساتھ یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ ان کے اہم ریکارڈز اور دستاویزات کس الماری کے کس خانے میں رکھی ہوئی ہیں۔ اس نے انٹرکام کے ذریعے حکم دیا "فلاں الماری کے فلاں خانے سے ٹیپ اسپول نمبر زیرو فوراً لایا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ مجھے تمام ایجنٹوں کی آوازیں سنا رہا تھا۔ میں سنتا جا رہا تھا اور آزمائشی طور پر ایک ایک کے دماغ میں پہنچ کر مطمئن ہو رہا تھا۔ پھر میں نے کہا "شکریہ، اگر میری ضرورت ہو تو اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "تمام معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ اب ان ایجنٹوں کے پاس جا رہا ہوں۔"

"ذرا ٹھہرو۔ پہلے سیلی کے دماغ میں جاؤ۔"

"تم نے شیبا کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔"

"میں شیبا کے پاس نہیں، سیلی کے پاس کہہ رہی ہوں۔"

"بات ایک ہی ہے۔ سیلی تو مکمل شیبا بنی بیٹھی ہے۔"

"اسے مخاطب نہ کرو، چپ چاپ جاؤ، معلومات حاصل کر کے آؤ۔"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ ان عورتوں کے عجیب نخرے ہوتے ہیں۔ خود کو پُراسرار بنانے اور بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دینے کے لیے مجھ سے بات چیت بند کر رکھی تھی۔ اب میں اس کے بالکل قریب تھا۔

میں نے ایک سرد آہ بھری۔ وہ یقیناً چونک گئی ہوگی۔ میں نے کہا "یہ کم نصیبی ہے۔ زبان رکھتا ہوں بول نہیں سکتا۔ دل رکھتا ہوں، دکھا نہیں سکتا۔ میں دیوانہ ہوں جو پاؤں کے بغیر چل کر تیری گلی میں آیا اور نامراد جا رہا ہے۔"

وہ شرما رہی ہوگی، مسکرا رہی ہوگی یا میرا آنا گوارا نہ ہوگا، میرے آنے پر اعتراض نہ ہوگا۔ درمیانی کیفیت ہوگی۔ سمجھ میں آرہا ہوگا، ایسے وقت چپ رہنا چاہیے۔ کچھ بولنا چاہیے یا سیلی کے دماغ سے چلے جانا چاہیے۔

وہ مجبور تھی۔ سیلی کے دماغ کو چھوڑ نہیں سکتی تھی، ضدی تھی، مجھ سے بولنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے کہا "تم نے تھوڑی سی مدت میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں، کہو تو میں گنوا دیتا ہوں۔ ویسے تمھاری نظروں میں وہ کون سا بڑا کارنامہ ہے جس کے بعد تم اپنی قسم توڑ دوگی اور مجھ سے بولوگی؟"

وہ بدستور خاموش تھی۔ میں نے کہا "سونیا سے شکایت نہ کرنا، وہ غصہ دکھلائے گی اور سزا کے طور پر کچھ دنوں کے لیے اپنے دماغ میں میرا داخلہ بند کر دے گی۔ میں سچ مچ نامراد جا رہا ہوں۔ خدا حافظ۔"

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ چپ چاپ سیلی کے دماغ میں رہ کر دیکھتا رہا۔ وہ دوسرے مسافروں کے ساتھ طیارے سے باہر آگئی تھی اور ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھی۔ تمام مسافر اپنے پاسپورٹ اور ضروری کاغذات دکھا رہے تھے۔ ہر مسافر کو چیک کرنے کے بعد اسے کسی نہ کسی ہوٹل کا نام اور پتا بتایا جاتا تھا۔ وہاں اس کے لیے کمرہ ریزرو ہوتا تھا۔ انھیں ایک کارڈ دیا جاتا تھا جسے دکھا کر وہ تل ابیب میں مفت رہائش اختیار کر سکتے تھے۔ کھانے پینے کا بل ادا کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ ہر مسافر کو ذاتی اخراجات کے لیے دو ہزار ڈالر دیے جا رہے تھے۔

سیلی کا پاسپورٹ اور کاغذات چیک کیے گئے۔ پھر مطمئن ہونے کے بعد اسے ایک ہوٹل میں رہائش کے لیے کارڈ اور ذاتی اخراجات کے لیے دو ہزار ڈالر دیے گئے۔ وہ اس مرحلے سے گزر گئی تو میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ سونیا کو بتانے لگا "سیلی کے سلسلے میں اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بخیریت چیکنگ کے مرحلے سے گزر گئی ہے۔"

لیکن ایسا نہیں تھا۔ میرے آنے کے بعد سیلی اپنا لگیج لینے کے لیے گئی تو یکبیک چونک گئی، چاروں طرف حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی "میں یہاں کیسے آگئی۔ یہ کون سی جگہ ہے۔ مجھے کیا ہو گیا تھا۔ میں اتنی دیر تک کہاں تھی؟"

وہاں اب سیلی کے ساتھ کیا ہو رہا تھا اور سونیا کے سلسلے میں کیسے انکشافات ہونے والے تھے، یہ جاننے کے لیے نہ تو میں موجود تھا اور نہ ہی شیبا۔ اگر وہ موجود ہوتی تو سیلی اپنے ہوش و حواس میں نہ آتی۔

اُدھر شیبا مجبور ہو گئی تھی۔ اپنے بیڈ روم میں بیٹھی خیال خوانی کر رہی تھی، اچانک زور زور سے دروازہ پیٹنے کی آواز سنائی دی۔ پہلے تو اس نے توجہ نہیں دی۔ پھر جوجو کی آواز سن کر اسے چونکنا پڑا۔ وہ کہہ رہی تھی "ممی! جلدی آیئے، پارس بُری طرح زخمی ہو گیا ہے۔"

شیبا کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ خیال خوانی بھول کر تیزی سے دوڑتی ہوئی آئی، کمرے کا دروازہ کھولا۔ پھر جوجو کو جھنجوڑتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا میرے بیٹے کو؟"

"ممی! وہ چاقو سے زخمی ہو گیا ہے۔ جلدی چلیے۔"

وہ جوجو کے ساتھ تیزی سے چلتے ہوئے سونیا کے پاس پہنچی، پھر بولی "سونیا! آئی ایم سوری۔ میں خیال خوانی کے ذریعے سیلی کے دماغ میں نہیں رہ سکتی۔ میرا بیٹا زخمی ہو گیا ہے۔ میں اس کی دیکھ بھال کے لیے جا رہی ہوں۔"

سونیا نے کہا "اوہ شیبا! تم نے بہت بڑی غلطی کی۔ سیلی کو چھوڑنا نہیں چاہیے تھا۔"

"میں اسے چیکنگ کے مرحلے سے گزار چکی ہوں ــــ اب میرے بس میں نہیں ہے۔ میں اپنے بیٹے کو چھوڑ نہیں سکتی۔"

"شیبا! یہ تو سوچو، یہاں پارس قید ہو چکا ہے۔ اس کا شاہانہ استقبال کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ پارس دوم زیادہ خطرے میں ہے اسے توجہ کی ضرورت ہے، ہم سب کو توجہ دینا ہوگی۔"

"مجھے افسوس ہے۔ میں پارس کو بے مثال بنانے اور بہت بڑا کارنامہ انجام دینے کے لیے ماں بنتے بنتے بالکل ہی ماں بن گئی ہوں۔ اسے ذرا بھی چوٹ پہنچتی ہے تو میرا کلیجا کانپنے لگتا ہے۔ میرا پارس میری آن ہے جیسے ایک دن فرہاد کے سامنے پیش کر کے اپنا سر فخر سے بلند کر سکوں گی۔ میں جا رہی ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ سونیا نے پریشان ہو کر پوچھا "فرہاد! تم موجود ہو؟"

"ہاں، میں سیلی کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں سیدھا سیلی کے پاس گیا۔ وہاں جو کچھ ہوا، میں ابھی بتاؤں گا لیکن پارس چونکہ چاقو سے زخمی ہو گیا تھا اس لیے پہلے اس کے متعلق بتا دینا چاہتا ہوں۔

کوئی خاص پریشانی کی بات نہیں تھی۔ آمنہ اسے چاقو استعمال کرنے اور نظروں کو ایک جگہ مرکوز رکھنے کے سلسلے میں ٹریننگ دے رہی تھی۔ اس سلسلے میں پارس کو سمجھایا جاتا تھا۔ وہ اپنی بائیں ہتھیلی میز پر رکھے، انگلیاں پھیلا دے۔ دائیں ہاتھ میں چاقو پکڑے اور بائیں ہاتھ کی پھیلی ہوئی انگلیوں کے درمیان چاقو کی نوک مارتا جائے۔ یہ ٹریننگ کا ایسا مرحلہ تھا جس میں تربیت پانے والا خود کو زخمی کر لیتا ہے۔

پہلے پہل پارس آہستہ آہستہ چاقو چلاتا تھا۔ ہر انگلی کے درمیان چاقو کی نوک مارتا، پھر چاقو اٹھا کر دوسری انگلی کے درمیان وہی نوک پیوست کرتا، پھر تیسری انگلی کے درمیان یہی عمل جاری رہتا۔ اس طرح وہ پانچوں انگلیوں کے درمیانی حصے میں چاقو کی نوک مارتا جاتا تھا۔ ابتدا میں یہ عمل سست ہوتا تھا۔ آمنہ کہتی تھی، رفتار بڑھاتے جاؤ۔ جلدی جلدی چاقو کی نوک انگلیوں کے درمیان چلاتے رہو۔ تمھارے ذرا چُوکنے پر کوئی بھی انگلی یا ہتھیلی کی پشت زخمی ہو سکتی ہے۔ انسان اپنے بچاؤ کی خاطر محتاط بھی ہو سکتا ہے اور تیز رفتار بھی۔

پارس نے پچھلے دو دن کی ٹریننگ کے دوران اپنی رفتار میں کچھ اضافہ کر لیا تھا۔ آمنہ کا مطالبہ تھا، رفتار کچھ اور بڑھاؤ۔ تیزی سے چاقو کی نوک ہر انگلی کے درمیان میں مارتے جاؤ اور پھر اسی انداز سے مارتے ہوئے واپس آؤ۔"

تیسرے دن اس کی رفتار خاصی تیز ہو گئی۔ اب آمنہ کہتی تھی "اس عمل کے دوران میں تمھیں مخاطب کروں گی۔ اگر تم ذرا بھی توجہ ہٹاؤ گے تو زخمی ہو جاؤ گے۔"

اس کے بعد آمنہ نے طویل وقفہ رکھتے ہوئے کئی بار اسے آواز دی۔ بہکانے کی کوشش کی لیکن وہ باپ کا بیٹا جہاں نظریں جما لیتا تھا، وہاں سے ہٹتا نہیں تھا۔ چاقو کو تیزی سے اپنی انگلیوں کے درمیان مارتا جاتا تھا۔

ایک بار آمنہ نے اچانک ہی کیسٹ ریکارڈر کے ذریعے تیزی سے موسیقی آن کی، آرکسٹرا کی آواز ایک دم سے جھنجھناتی ہوئی ابھری لیکن پارس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

ہم اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو پھیلا کر دیکھیں تو پانچ انگلیوں کے درمیان چار خالی جگہ بنتی ہیں۔ پارس نے چھوٹی انگلی سے لے کر انگوٹھے کے درمیان گنتی مقرر کر لی تھی۔ ایک خانہ، دو خانہ، تین خانہ، چار خانہ۔

ایسے وقت وہ دو ہی باتیں جانتا تھا۔ نگاہیں وہاں مرکوز رہیں گی اور وہ گنتا جائے گا۔ کسی اور طرف توجہ نہیں دے گا۔ اس طرح وہ چاقو کی نوک مارتے ہوئے گنتا تھا "ایک، دو، تین، چار۔" پھر پلٹ کر واپس آتا تھا "چار، تین، دو، ایک۔" پھر سیدھا جاتا تھا "ایک، دو، تین، چار۔" پھر واپس آتا تھا "چار، تین، دو، ایک۔"

وہ چاقو مارنے کے سلسلے میں جتنی رفتار بڑھاتا تھا، اتنی تیزی سے گنتا چلا جاتا تھا۔ آمنہ نے اسے ہر طرح آزما لیا تھا۔ اس کی توجہ کسی طرف نہیں ہٹتی تھی لیکن ایک بار اچانک ہی جوجو نے دوڑتے ہوئے آکر اسے مخاطب کیا "پارس۔۔۔"

یہ وہ آواز تھی جو کانوں میں نہیں سیدھی دل میں پہنچتی تھی، بہت اچھی لگتی تھی۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز سنائی نہیں دیتی لیکن وہ جوجو کی سُریلی آواز جہنم کے شور میں بھی سُن سکتا تھا۔ نتیجہ وہی ہوا۔ دھیان ذرا سا بھٹکا اور چاقو ہتھیلی کی پشت میں پیوست ہوگیا۔

آمنہ نے لپک کر چاقو وہاں سے نکالا تو خون بہنے لگا۔ جوجو کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ چند ساعت کے لیے سکتے میں رہ گئی پھر ایک دم سے روتے ہوئے آگے بڑھی اور پارس کی خون آلود ہتھیلی کو لے کر چومنے لگی۔ اپنے چہرے سے لگانے لگی۔ پارس کا لہو اس کے چہرے پر پھیل رہا تھا۔ وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "یہ میں نے کیا کیا۔ میں نے بہت بڑی غلطی کی تم میری وجہ سے دوسری بار زخمی ہوگئے۔ میں بہت خراب لڑکی ہوں۔ میں اچھی نہیں ہوں مجھے مارو۔۔۔"

آمنہ نے ڈانٹ کر کہا "جوجو! ہاتھ چھوڑو اور الگ کھڑی ہو جاؤ۔"

آمنہ نے ایک شیشی کے ڈھکن کو کھولا پھر پارس کا ہاتھ لے کر اس کے زخم پر کوئی دوا اسپرے کرنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے خون بہنا بند ہوگیا۔ ادھر جوجو اپنی ممی کو آواز دیتی ہوئی بھاگتی چلی گئی تھی۔ پھر شیبا اس کے ساتھ آئی۔ اس نے آتے ہی پوچھا "کیا ہوگیا میرے بچے کو۔ کیسے زخمی ہوگیا ہے؟"

اس نے پارس کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھینچا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ آمنہ نے پوچھا "شیبا! کیا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے؟"

وہ غصے سے بولی "تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ بچے کو اتنی خطرناک ٹریننگ دے رہی ہو۔"

"کیا اسے بہت بڑا کارنامہ بنا کر پیش کرنے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"جہنم میں گیا کارنامہ۔ میں ایسا کوئی کام نہیں چاہتی جس سے میرے بچے کو نقصان پہنچے۔ پتا نہیں، مجھے کیا ہوگیا خدایا، میرا دل کیوں ممتا سے بھر گیا ہے؟ میں نے اسے دیا ہے لیکن اس کی آہ سنتی ہوں تو مر جاتی ہوں۔"

آمنہ نے پارس کو اس کی گود سے الگ کیا پھر ا ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا "کوئی بڑا زخم نہیں آیا ہے۔ اگر نہیں کھائے گا تو جی دار کیسے بنے گا۔ کیا تم یقین سے کہہ سکتی آغوش میں سمیٹ لینے سے آئندہ کوئی حادثہ پیش نہیں آئے کسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوگا۔ کسی آزمائش سے نہیں گا، اگر تم یقین سے کہہ سکتی ہو تو اسے لے جاؤ اور اپنے میں چھپا کر رکھو یا جذبات کو قابو میں رکھ سکتی ہو تو یہاں چلی جاؤ۔"

شیبا نے ایک نظر پارس پر ڈالی پھر سر جھکا کر جا۔ آمنہ نے کہا "پارس! زخم کھانے کے بعد آدمی مر نہیں جاتا تمام زخموں کے ساتھ حالات سے لڑتا ہے۔ جو عمل جاری رکھ اسے رُکنے نہیں دیتا۔ لہٰذا اپنا عمل جاری رکھو گے۔ کیچ اِٹ۔"

اس نے پارس کی طرف چاقو اچھالا۔ اس نے ایک سے کیچ کر لیا۔

اب آپ سیلی اینڈرسن کی روداد سنیے۔ اس کا دما ہو چکا تھا۔ وہ بدحواس ہو کر چاروں طرف دیکھ رہی تھی اور کر اپنے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ یہ صرف آدھے منٹ کی بات پھر میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا لیکن دیر ہو چکی تھی۔ ظاہر ہو چکا تھا۔ وہ جہاں کھڑی ہوئی تھی اس سے کچھ فاصلے سا آئینہ تھا جس پر نظر پڑتے ہی وہ چیخ کر پیچھے ہٹ گئی پھر آگے بڑھ کر آئینے میں اپنے چہرے کو ٹٹولتے ہوئے دیکھ تھی اور کہہ رہی تھی "یہ میں نہیں ہوں۔ یہ میرا چہرہ کیسے بدل گ میں نہیں ہوں مجھے کیا ہوگیا ہے؟"

یہ کہتے ہی وہ چکرا کر گر پڑی تھی کتنے ہی فوجی افسر اور جوان دوڑتے ہوئے آئے تھے۔ اسے چاروں طرف سے گھ تھا تاکہ دوسرے لوگ قریب نہ پہنچیں۔ ایک افسر فرش پر کر اسے اٹھا رہا تھا اور جھنجھوڑ کر پوچھ رہا تھا "مس! کیا بات تمہیں کیا ہوگیا ہے؟"

ایسے وقت میں پہنچ گیا تھا مگر بات بگڑ چکی تھی۔ فوجی اور دوسرے لوگوں نے صاف طور سے دیکھا تھا کہ وہ آئینہ دیکھ گھبرا رہی ہے اور اپنے موجودہ چہرے سے انکار کر رہی ہے۔ ایسے میں اس کے دماغ پر قبضہ جماتا اور اسے پھر مس مَیری کی حیثیت سے بولنے پر مجبور کرتا تو بات نہیں بن سکتی تھی۔

میں نے سونیا کے پاس آکر کہا "سیلی ظاہر ہو چکی ہے مناطر رہو۔ میں ریڈ پاور کے ایجنٹوں سے مل کر آتا ہوں۔"

سونیا، پائلٹ جیکب کے ساتھ ایک چھوٹے سے بنگلے میں پہنچ گئی تھی۔ تل ابیب میں ریڈ پاور کے چار ایجنٹ تھے۔ دو جوان لڑکیاں اور دو مرد۔ ایک کا نام نتاشا اور دوسری کا نام رود میلا، تیسرے کا نام واسکو توف اور چوتھے کا نام وانڈرین تھا۔ میں ان کی آوازیں سننے کے بعد باری باری ان کے پاس پہنچ چکا تھا مگر زیادہ تفصیل معلوم نہیں کی تھی۔ چوں کہ سونیا پناہ لینا چاہتی تھی، اس لیے میں نے لڑکیوں کی طرف توجہ دی۔

نتاشا روسی لڑکیوں کا نام ہوتا ہے۔ اگر سونیا اس کے روپ میں رہنا چاہتی تو اسرائیلی انٹیلی جنس والوں کی نظریں اس پر رہتیں۔ اب بھی نتاشا ان کی نظروں میں رہتی ہوگی۔ اس کے برعکس رود میلا تل ابیب میں پیدا ہوئی تھی۔ ماں اسرائیلی یہودی تھی اور باپ روسی یہودی۔ وہ باپ سے زیادہ متاثر تھی۔ جب وہ کالج کی تعلیم سے فارغ ہوئی تو اس وقت ماں باپ مر چکے تھے۔ آج کل اسرائیلی انٹیلی جنس کے چیف مسٹر ہیرالڈ کی پرسنل سیکرٹری تھی۔

وہ ریڈ پاور والوں کے لیے شاید اس لیے جاسوسی کرتی تھی کہ باپ سے بے حد متاثر تھی۔ میں نے مخاطب کیا "ہیلو رود میلا!"

وہ چونک گئی۔ کہیں باہر جانے کی تیاری کر رہی تھی، ایک لمحے کے لیے ساکت ہوگئی۔ پھر میں نے کہا "میں فرہاد علی تیمور بول رہا ہوں۔"

وہ زیرِ لب مسکرائی۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولی "میں کیسے یقین کر لوں؟"

میں نے کہا "فرہاد آن ریڈ چینل۔"

وہ خوش ہو کر بولی "میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے ہمیں کوڈ ورڈز کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے۔ میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"

"خدمت ہی خدمت ہے۔ کیا تم اس کوارٹر میں تنہا رہتی ہو؟"

"بالکل تنہا ہوں۔ آس پاس کے تمام کوارٹروں میں انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والا اسٹاف رہتا ہے۔"

"پھر تو بڑی مشکل ہے۔"

"آخر کام کیا ہے؟"

"سونیا تمہاری جگہ لینا چاہتی ہے۔"

"اوہ گاڈ، کیا مادام سونیا موجود ہیں؟"

"ہاں، وہ کسی وقت بھی تمہارے پاس پہنچ سکتی ہے۔"

"یہاں سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ کسی کے ہاں ایک عام وزیٹر بھی آئے تو دوسروں کو پتا چل جاتا ہے۔"

"تم ایسا خفیہ اڈا بتاؤ جہاں ایک طرف سے تم پہنچو، دوسری طرف سے سونیا۔ پھر سونیا تمہاری جگہ لے کر تمہارے کوارٹر میں پہنچ جائے۔"

"میرا کیا ہوگا؟"

"اس پر ہم بعد میں بحث کریں گے۔ کیا ایسا کوئی خفیہ اڈا ہے؟"

"ہمارا ایک ساتھی تل ابیب کی مضافاتی بستی میں رہتا ہے، اس کا نام وانڈرین ہے۔ ذرا عیاش طبیعت کا آدمی ہے۔ اس کے مکان میں کوئی نہ کوئی آتی جاتی رہتی ہے بلکہ وہاں دو چار روز قیام بھی کرتی ہے۔"

"اگر تم وانڈرین کے ہاں قیام کرو گی تو کیا تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "جی نہیں، وہ اگرچہ عیاش ہے لیکن کسی پر جبر نہیں کرتا۔ دوستوں سے دوستی نبھاتا ہے، ہماری بڑی عزت کرتا ہے۔"

"اس کا پتا بتاؤ اور وہاں پہنچو۔"

اس نے پتا بتایا۔ میں نے کہا "ابھی تمہارے پاس آکر اہم معلومات حاصل کروں گا۔ خصوصاً اپنے دفتری معاملات کے متعلق معلومات فراہم کرنا تاکہ سونیا کو تفصیل معلوم ہو جائے۔"

میں سونیا کے پاس آگیا۔ حالات بدل گئے تھے۔ جب وہ جیکب کے ساتھ چھوٹے سے مکان میں پہنچی تو سپاہی باہر کھڑے ہوئے تھے۔ صرف ایک افسر اُن کے ساتھ اندر آیا تھا اور کہہ رہا تھا "مسٹر جیکب! آپ ہمارے مہمان ہیں لیکن ایک درخواست ہے، ہماری اجازت کے بغیر کہیں باہر نہ جائیں۔ ہم آپ کے محافظ بن کر ساتھ رہیں گے کیوں کہ خیال خوانی کرنے والوں کی طرف سے آپ کو خطرہ ہے۔"

جیکب نے کہا "میں سانس روکنے لگا ہوں۔ طیارے میں اور ائیرپورٹ پر کوئی شخص میرے دماغ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ جانے میں نے کیسے محسوس کر لیا اور بے اختیار سانس بھی روک لی۔ اس کے بعد کسی سوچ کی لہر میرے دماغ میں نہیں آئی۔"

آفیسر نے کہا "مسٹر! میں اس سلسلے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ مجھے جو احکامات ملے ہیں، ان پر عمل کر رہا ہوں اور آپ سے بھی عمل کرا رہا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔ آفیسر نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ پھر سنا۔ دوسری طرف سے کہا گیا "جو حکم دیا جا رہا ہے، اس پر فوراً عمل کرو، ذرا بھی تاخیر نہیں ہونا چاہیے۔"

پائلٹ جیکب کے ساتھ جو ائیر ہوسٹس ہے اس کو حراست میں لے لو، ہاتھ پاؤں اس طرح جکڑ دو کہ وہ حرکت نہ کر سکے۔ حکم کی تعمیل ہوتے ہی مجھے فون پر اطلاع دو۔ ویٹس آل۔"

آفیسر نے ریسیور رکھا پھر فوراً ہی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر سونیا کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا۔ "ہاتھ اوپر کر لو۔ ذرا بھی حرکت نہ کرنا۔"

سونیا سمجھ گئی، اُدھر سیلی کا راز فاش ہوا ہے، ادھر اسے حراست میں لیا جا رہا ہے۔ آفیسر بلند آواز میں سپاہیوں کو کہہ رہا تھا وہ فوراً اندر چلے آئیں لیکن جیکب نے دوڑ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ پھر غصے سے پوچھا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟"

"مسٹر جیکب! مجھے حکم ملا ہے کہ میں اس ائیر ہوسٹس کو گرفتار کر لوں۔"

"جس نے حکم دیا ہے، وہ پاگل کا بچہ ہوگا۔ یہ میری منگیتر ہے، ریوالور ہٹا لو۔"

آفیسر نے غصے سے کہا۔ "دروازہ کھولو اور میرے معاملات میں مداخلت نہ کرو۔"

جیکب، سونیا کے سامنے ڈھال بنتے ہوئے بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میں طیارہ نیویارک لے جانا چاہتا تھا، تل ابیب لے آیا۔ ائیر پورٹ پر پریس رپورٹرز کو پتا نہیں کیا کیا جوابات دیے ہیں۔ سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے۔"

سونیا نے موقع پاتے ہی جیکب کو پیچھے سے دھکا دیا، وہ جا کر آفیسر سے ٹکرایا۔ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر صوفے پر گر پڑے۔ پھر اس سے پہلے کہ آفیسر اٹھ کر سنبھلتا، اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا، سونیا اسے نشانے پر رکھتے ہوئے آہستگی سے بول رہی تھی۔ "سپاہی دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ زندگی چاہتے ہو تو ان سے کہو، باہر چپ چاپ پہرا دیتے رہیں۔ ابھی آنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے ریوالور کی نال کو اس کی پیشانی سے لگا دیا۔ وہ سہم کر بولا۔ "ابھی آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ واپس اپنی ڈیوٹی پر جاؤ۔ ضرورت ہوگی تو بلا لوں گا۔"

دروازے کے باہر خاموشی چھا گئی۔ واپس جاتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سونیا نے اسے بدستور نشانے پر رکھتے ہوئے کھڑکی کے پردے کو ذرا ہٹا کر دیکھا۔ سپاہی دور چلے گئے تھے۔ مکان کے احاطے میں چاروں طرف پہرا دے رہے تھے۔ اس نے پھر حکم دیا۔ "اب ایک سپاہی کو اندر بلاؤ۔"

اس نے پیچھے سے افسر کے کالر کو پکڑ کر ایک [illegible]
دھکا دیا۔ اسے لے کر دروازے کے پاس چلی گئی۔ اس [illegible]
سپاہی کو نام لے کر آواز دی۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی آو[illegible]
دی۔ سونیا نے آہستگی سے کہا۔ "دروازہ کھولو اور اسے اند[illegible]
اس نے ہدایت کے مطابق دروازے کو کھولا او[illegible]
"آ جاؤ۔"

جیسے ہی وہ اندر آیا، سونیا نے ایک جھٹکے سے درو[illegible]
کو بند کیا پھر کہا۔ "ہتھیار پھینک دو ورنہ تمہارے افسر کی [illegible]
جائے گی۔"

سپاہی بوکھلا گیا تھا۔ وہ کبھی سونیا کو اور کبھی [illegible]
کو دیکھ رہا تھا جس کی کنپٹی سے ریوالور لگا ہوا تھا۔ اس نے [illegible]
حکم پر ریوالور پھینک دیا۔ سونیا نے دونوں کو اپنے ریوالور [illegible]
کور کرتے ہوئے ہتھیار کو اٹھا لیا۔ انھیں لے کر باتھ روم کے [illegible]
آئی۔ دروازہ کھول کر سپاہی کو اندر جانے کے لیے کہا۔ جب [illegible]
چلا گیا تو اس نے دروازے کو باہر سے بند کر دیا۔ اس کے اف[illegible]
بولی۔ "اب دوسرے کو بلاؤ۔"

یہ عمل باقی تین سپاہیوں تک جاری رہا۔ وہ اسی طرح [illegible]
بلاتی رہی اور باتھ روم میں بند کرتی رہی۔ بے چارہ جیکب پریش[illegible]
ہو کر پوچھ رہا تھا۔ "سیلی! یہ کیا ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ تم ایسی خ[illegible]
پہلے تو کبھی نہیں لگتی تھیں۔ آج بڑی پُراسرار لگ رہی ہو۔"

"تم خاموشی سے تماشا دیکھتے رہو۔ میں ان سے نمٹ[illegible]
ساری باتیں سمجھا دوں گی۔"

میں اس وقت تک سونیا کے پاس پہنچ گیا تھا اور اپنی [illegible]
کی اطلاع دے کر خاموشی سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ وہ لٹنے خون [illegible]
کرنے اور ہنگامہ برپا کرنے میں نہ تو وقت ضائع کرنا چاہتی تھی [illegible]
نہ ہی آس پاس کے لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے طریق[illegible]
پر بڑی کامیابی سے عمل کر رہی تھی۔

چاروں سپاہیوں کے ہتھیار فرش پر پڑے ہوئے تھے
اس نے ٹھوکریں مار کر ان ہتھیاروں کو دوسرے کمرے میں پھینک[illegible]
دیا۔ پھر اس کمرے کے دروازے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد ریوالو[illegible]
کے چیمبر کو خالی کرتے ہوئے کہا۔ "آفیسر! میں خاموشی پسند کرتی
ہوں۔ کوئی شور مچائے تو کان دکھنے لگتے ہیں لہٰذا تم بھی شور نہ مچاؤ
چپ چاپ بند ہو جاؤ۔"

اس نے ریوالور کے تمام بلٹ اپنی جیب میں رکھ لیے
آفیسر نے دیکھا، ریوالور خالی ہو گیا ہے تو اچانک اس کی طرف
لپکا۔ اسے پکڑنا چاہتا تھا۔ سونیا نے اس کے ایک ہاتھ کو پکڑ
کر جھٹکا دیا۔ وہ اس کے پیچھے جاتا ہوا ایک دیوار سے ٹکرا گیا۔

پلٹنے سے پہلے ہی اس کی کمر پر لات پڑی۔ اس ٹھوکر کی تکلیف نے پلٹنے پر مجبور کیا تو منہ پر گھونسا پڑا۔ وہ اسے سنبھلنے کی فرصت نہیں دے رہی تھی۔ ہاتھ پکڑتے ہوئے جوڈو کا داؤ استعمال کیا تو وہ کمرے کے ایک سرے سے ہو کر اُلٹتا ہوا، قلا بازی کھاتا ہوا دوسری طرف جا کر چاروں شانے چت ہو گیا۔ ریڑھ کی ہڈی بُری طرح دُکھنے لگی تھی۔ وہ چیخنا چاہتا تھا۔ سونیا نے اپنا پاؤں اس کے منہ پر رکھ دیا اور کہا۔ "میں پہلے کہہ چکی ہوں کہ مجھے خاموشی پسند ہے۔"

وہ اس کے پاؤں تلے مچل رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "اب باز نہیں آؤ گے اور شور مچانا چاہو گے تو میں اس میں ایک بلٹ رکھ رہی ہوں۔"

اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بُلٹ نکالا اور ریوالور کے چیمبر میں رکھنے لگی۔ وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلانے لگا۔ تب اس نے پاؤں ہٹا کر پوچھا۔ "خاموش رہو گے؟"

اس نے سر ہلایا۔ سونیا نے کہا۔ "جیکب! اپنا رومال دو۔"

اس نے میز پر رکھے ہوئے ایک اخبار کو اٹھا کر اس کے ایک ورق کا گولا بنایا۔ اسے افسر کے منہ میں ٹھونسنے لگی۔ وہ اول اول کر رہا تھا لیکن ریوالور کو دیکھ کر چپ ہو جاتا تھا۔ اس نے جیکب سے رومال لے کر اس کے منہ پر باندھ دیا۔ اسے دھکیلتے ہوئے ایک اسٹور روم میں لے گئی۔ وہاں سے ایک رسّی لے کر ہاتھ اور پاؤں اس طرح باندھ دیے کہ وہ جھک کر انھیں کھول بھی نہ سکے۔ پھر اسے اسٹور روم میں چھوڑ کر باہر سے بند کر دیا۔

جیکب شدید حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے فراغت پائی تو وہ تعجب سے بولا۔ "سیلی! میں نے تمہارا یہ روپ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آخر معاملہ کیا ہے، یہ لوگ تمھیں گرفتار کیوں کرنا چاہتے ہیں؟"

"جیکب! مجھے افسوس ہے، میں تمہاری سیلی نہیں ہوں۔ وہ تمہارے پاس جلد ہی پہنچ جائے گی۔ اگر تم اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو اور خود زندہ رہنا چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے نکلو۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی باہر آئی۔ اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا تو پتا چلا، اس کی انگلیاں کسی دوشیزہ کی انگلیوں میں نہیں بلکہ فولادی شکنجے میں پھنسی ہوئی ہیں۔ وہ حیران سا اس کے ساتھ گھسٹتا چلا گیا۔ باہر وہی گاڑی کھڑی ہوئی تھی جس میں انھیں لایا گیا تھا۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالتے ہوئے بولی۔ "فرہاد! اب بتاؤ کہاں جانا ہے۔"

میں اسے ریڈ پاور کے ایجنٹ وانڈر مین کا پتا بتانے لگا۔ اس نے کار اسٹارٹ کی، پھر تیزی سے ڈرائیو کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ تقریباً دو میل جانے کے بعد اس نے گاڑی کو ایک جگہ روکا۔ پھر کہا۔ "جیکب! میں نے تمھیں نقصان نہیں پہنچایا ہے اور ان شاء اللہ سیلی کو بھی نقصان نہیں پہنچے گا۔ لہٰذا یہاں سے ٹہلتے ہوئے اسی مکان کے پاس جاؤ اور ان سپاہیوں کو آزاد کر دو۔ اگر تیزی سے دوڑتے ہوئے جاؤ گے اور جلد سے جلد انھیں نجات دلانے کی کوشش کرو گے تو میں دشمن بن جاؤں گی۔"

جیکب دروازہ کھول کر باہر آیا۔ پھر دروازے کو بند کیا۔ سونیا نے گاڑی کو آگے بڑھا دیا۔ تیز رفتاری سے وانڈر مین کے مکان کی طرف جانے لگی۔ میں نے پوچھا۔ "کیا تم وہاں تک پہنچ جاؤ گی؟"

"میں تل ابیب میں کافی عرصہ رہ چکی ہوں۔ یہاں کے راستوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ تم بتاؤ، آئندہ کے لیے کیا سوچ کر آئے ہو؟"

میں نے اسے رومیلا کے متعلق بتایا۔ وہ بولی۔ "یہاں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً رومیلا سے اہم معلومات حاصل کرو۔"

رومیلا اپنے کوارٹر سے نکل چکی تھی۔ ایک چھوٹی سی کار میں بیٹھ کر وانڈر مین کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "راستے میں میک اپ کا سامان خرید لو اور اپنے دفتری معاملات کے متعلق بتاتی جاؤ۔ اپنے دوستوں اور شناساؤں کے بارے میں بھی تفصیلات بیان کرتی جاؤ۔"

وہ کہنے لگی۔ "یوں تو مجھے آس پاس کے کوارٹر والے اچھی طرح جانتے ہیں لیکن میں تنک مزاج کہلاتی ہوں۔ کسی سے زیادہ نہیں بولتی۔ پورے اسٹاف کا خیال ہے کہ میں اپنے چیف کی داشتہ ہوں۔"

"کیا یہ درست ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا چیف ساٹھ برس کا بوڑھا ہے مگر خود کو جوان ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ میں اسے اپنی اداؤں سے دیوانہ بناتی رہتی ہوں تاکہ ضروری معلومات حاصل ہوتی رہیں۔"

وہ بولتے رہنے کے دوران ایک بہت بڑے اسٹور کے سامنے رُک گئی۔ کار سے نکل کر اندر گئی۔ میک اپ کے مہنگے اور ضروری سامان خریدنے لگی۔ میں اسے گائیڈ کر رہا تھا کہ سونیا کو کن چیزوں کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وہ تمام سامان خرید کر پھر کار میں آئی۔ اسے ڈرائیو کرتے ہوئے وانڈر مین کے دروازے کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ انتظار کر رہا تھا۔ آگے بڑھ کر بولا۔ "چلی آؤ۔ مادام سونیا آ گئی ہیں۔"

وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "کیا کسی ٹیکسی میں آئی ہیں؟"

"وہ اتنی نادان نہیں ہیں کہ ٹیکسی والے کو یہاں تک لائیں۔ وہ پولیس والوں کی گاڑی میں آئی ہیں۔ انھوں نے گاڑی کو بہت

وہ چھوڑ دیا ہے اور پیدل یہاں تک آئی ہیں۔"

رومیلا اس کے ساتھ اندر آئی۔ سونیا ایک کمرے میں بیٹھی سیلی کا میک اپ اتار رہی تھی۔ میں نے کہا "رومیلا سے مجھے بہت کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ تم میک اپ کرنے کے دوران اس سے ضروری سوالات کرتی رہو۔ وہ جواب دیتی رہے گی۔ میں ذرا پارس کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

اسی وقت رسونتی نے آکر کہا "میرے پاس آؤ، یہاں کے ذمے دار افراد مجھ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

میں نے سونیا کو بتایا "رسونتی مجھے پارس کے پاس بلا رہی ہے۔ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔"

میں اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے اس کے ذریعے وہی شاندار محل نما کوٹھی دکھائی دی جس میں کچھ عرصہ پہلے ڈمی شیبا نے قیام کیا تھا، جہاں آمنہ ایک لیڈی باڈی گارڈ کی حیثیت سے پہنچ گئی تھی۔ جس بڑے سے ہال نما ڈرائنگ روم میں شیبا سے وہاں کے عہدیدار ملاقات کرتے تھے، اسی ڈرائنگ روم میں آج بھی بہت سے ذمے دار افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ پارس دو مسلح جوانوں کے درمیان اس طرف جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے منگل پانڈے چل رہا تھا۔ جب وہ ڈرائنگ روم میں پہنچا تو تمام افراد اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ دیکھا جائے تو وہ ایک بچہ تھا اور اس کے سامنے اسرائیلی حکومت کے بڑے بڑے عہدے دار اور ذمے دار افراد تھے جو کسی کے سامنے جھکنا نہیں جانتے تھے لیکن ضرورت کی کوئی چیز زمین پر پڑی ہو تو اسے اٹھانے کے لیے جھک جاتے تھے۔ پارس بھی ان کی ضرورت تھا۔ وہ اسے نقصان پہنچاتے تو ان کی پوری قوم اور ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا۔ اگر اسے خوش رکھتے تو ہم سے دوستی کی توقع رکھ سکتے تھے۔ اسی لیے وہ اس کی آمد پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے، جیسے کسی ملک کا شہزادہ آیا ہو اور وہ اس کی تعظیم کر رہے ہوں۔

اس کے لیے ایک صوفہ مخصوص تھا۔ وہ اس پر بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے تمام افراد دائرے کی صورت میں صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پوچھا "ماسٹر پارس! کیا آپ کی ماما اور پاپا موجود ہیں؟"

اس نے جواب دیا "میں آپ لوگوں کے لیے کافی ہوں۔ ضرورت محسوس کروں گا تو انھیں مخاطب کروں گا۔"

اس شخص نے کہا "ہم تسلیم کرتے ہیں، آپ ایک عظیم باپ کے ہونہار بیٹے ہیں۔ ہمارے سوالوں کا بڑی حد تک جواب دے سکیں گے لیکن ہم بہت سے پیچیدہ معاملات میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ گفتگو شروع کریں۔ معاملہ پیچیدہ ہوگا تو وہ آ جائیں گے۔"

جب ڈمی شیبا اس ڈرائنگ روم میں آیا کرتی تھی تو اس کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے افراد گفتگو کرتے تھے۔ اس بات کا اندیشہ نہیں ہوتا تھا کہ ہم ان کے دماغوں میں پہنچ کر وہاں کے اہم راز معلوم کر سکیں گے۔ وہ جو لوگ آکر بیٹھا کرتے تھے، ان کا اس ملک کے اہم رازوں سے تعلق نہیں ہوتا تھا۔ وہ سب جونیئر افسران ہوتے تھے۔ ان کے سینئر افسران کہیں دور چھپے ہوتے تھے اور مائکرو فون کے ذریعے وہاں سے ساری گفتگو کو سنتے تھے۔ جن سوالوں کے جواب پیچیدہ تھے، وہ وہاں سے جواب ارسال کرتے تھے۔

پارس کے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ ہم میں سے کوئی ان کے دماغوں میں پہنچ کر انھیں نقصان پہنچا سکتا ہے یا ان سے کوئی اہم راز معلوم کر سکتا ہے۔ ایک شخص نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "میں بھارتی سفارت خانے کا سیکریٹری ہوں اور یہ سوال کرنے آیا ہوں کہ میرے ملک کے ایک پولیس افسر کو آپ نے کیوں اپنے ساتھ رکھا ہے؟"

پارس نے جواب دیا "میں صرف اس ملک کے اہم ذمے دار افراد سے گفتگو کروں گا۔ بھارت کی بات بھارت میں رہ گئی۔ آپ اس میٹنگ میں ایک غیر ضروری شخص ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا، فوراً باہر چلے جائیں۔"

ایک اسرائیلی افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "ماسٹر پارس! بے شک یہ آپ کے لیے غیر ضروری ہیں لیکن ہم سے ان کے سفارتی تعلقات ہیں۔ یہ ہم سے جواب طلب کر رہے ہیں کہ مسٹر منگل پانڈے کو یہاں کیوں روکا گیا ہے؟"

"پھر تو بات بڑھ جائے گی۔ میں سوال کروں گا کہ مجھے کئی ماہ سے بھارتی سرکار نے حبسِ بے جا میں کیوں رکھا تھا؟ جب طیارے میں آ رہا تھا، اسے ہائی جیک کرنے کی کوشش کیوں کی گئی؟ بھارتی سرکار کو میری ماما اور پاپا سے کیا دشمنی ہے؟ وہ مجھے یرغمال بنا کر کیوں رکھنا چاہتے تھے۔ ان تمام سوالوں کے جواب ملنے کے بعد میں منگل پانڈے کو یہاں سے جانے کی اجازت دوں گا۔"

اسرائیلی افسر نے بھارتی سفارت خانے کے سیکریٹری سے کہا "آپ نے جواب سن لیا ہے۔ آپ جواب میں جو کہنا چاہتے ہیں، اس کے لیے کوئی اور وقت مقرر کر لیں۔ ہمیں بھی اپنے معاملات پر گفتگو کرنا ہے۔ پلیز یہاں سے تشریف لے جائیں۔"

وہ شخص وہاں سے چلا گیا۔ مقامی افسر نے کہا "آپ سوالوں کے نہایت معقول جواب دے رہے ہیں۔ کیا آپ کے والدین موجود ہیں؟"

"آپ مجھ سے یہ سوال دوسری بار کر رہے ہیں۔ تیسری بار نہ کریں۔"

وہ افسر جھینپ کر اس پاس بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھنے لگا۔ پارس نے کہا "بات میں شروع کرتا ہوں، ختم آپ کریں اور بات یہ ہے کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟"

ایک شخص اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنی ٹائی کی گرہ درست کرتے ہوئے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے بولا "جناب! اس بات کا جواب بہت طویل ہے۔ پھر بھی میں اختصار سے کام لینے کی کوشش کرتا ہوں۔ جس شخص کو تیرنا آتا ہو، وہ کسی نہ کسی طرح ہاتھ پاؤں مار کر کنارے تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح ہم آج تک فرہاد صاحب سے دوستی نہ کر سکے۔ ہم اُلٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مار کر ان سے دوستی کی ضد کرتے ہیں۔ میں نے لفظ ضد اس لیے استعمال کیا ہے کہ یہ یک طرفہ نہیں ہوگی۔ باہمی سمجھوتا ضروری ہے اور ہم اسی سمجھوتے کے لیے پہلے بھی کئی بار ایسی حرکتیں کرتے رہے ہیں۔ ایک بار مادام سونیا کو ہم نے مہمان بنا کر رکھا۔ دوسری بار شیبا یہاں آئی۔ ہمیں اس کی موت کا بہت صدمہ ہے۔ ہماری قوم کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہماری غلط پالیسیوں کے نتیجے میں ختم ہو گئی۔ تیسری بار ہم نے آپ کو اغوا کیا ہے لیکن آپ دیکھ رہے ہیں، ہم نے آپ کو قیدی نہیں بنایا ہے۔ آپ کی بے حد عزت کر رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے خواہ آپ کے والدین سے دوستی ہو یا نہ ہو۔"

"اگر آپ کو اس بات کی پروا نہیں ہے کہ دوستی ہوگی یا نہیں تو پھر مجھے اغوا کرنے کی ضرورت کیا تھی؟"

اس نے جواب دیا "ہم اس طرح ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسلسل ناکامیوں کے باوجود کس قدر دوستی کے خواہش مند ہیں۔ ہم پہلے کی طرح آج بھی یقین دلاتے ہیں، دوستی سے کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھائیں گے بلکہ ہم زیادہ سے زیادہ ان کی خدمت کریں گے۔"

"آپ جانتے ہیں، ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں، جب آپ کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والے بہن بھائیوں کا خاندان موجود ہے تو ہم سے آپ کس بات کی توقع کرتے ہیں؟"

"آپ کے والدین ہم سے دوستی کریں پھر ہم جواب دیں گے۔"

"یعنی اگر ہم دوستی کریں گے تو آپ شاریہ اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے خاندان سے قطع تعلق کر لیں گے۔"

"ابھی ہم اس بات کا جواب نہیں دے سکتے۔"

"تمہارے جواب دینے یا نہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شاریہ موجود ہوگا تو تمہارے دماغ میں چھپے ہوئے جواب کو پڑھ لے گا۔"

"ہمیں ایسے اہم سوالوں کا جواب دوسری طرف سے موصول ہوگا، تبھی ہم جواب دے سکیں گے۔ شاریہ صاحب کو بھی ہمارا دماغ پڑھ کر مایوسی ہوگی۔"

"شاریہ ہمیشہ ایک سینئر آفیسر کیری ہام کے ذریعے یہاں کے حکام سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ کیا وہ اس وقت بھی موجود ہوگا۔ کیا مسٹر کیری ہام یہاں موجود ہیں؟"

"نہیں، مسٹر ہام یہاں نہیں ہیں اور ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ شاریہ صاحب خیال خوانی کے ذریعے اس وقت ہمارے درمیان ہیں یا نہیں۔"

ایک دوسرے افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا "ہماری گفتگو دوسرا رُخ اختیار کر رہی ہے، ہمیں اپنے موضوع کی طرف آنا چاہیے۔"

پارس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "بے شک، آپ دوستی کے موضوع پر کوئی فیصلہ کن بات کرنا چاہتے ہیں۔ اگر میں اپنے والدین کی طرف سے دوستی کے لیے ہاں کہہ دوں تو مجھے یہاں سے جانے کی اجازت مل جائے گی؟"

"جیسا کہ ہمارے ایک ساتھی نے کہا ہے کہ ہم کوئی فیصلہ کن جواب نہیں دے سکتے۔ دوسری طرف سے جواب ارسال ہوگا تو آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔"

"میں ابھی جواب چاہتا ہوں، اس لیے آپ اپنے چھپے ہوئے سینئر افسران سے جواب طلب کریں۔"

ایک شخص ٹی وی اسکرین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری طرف سے کمپیوٹر کے ذریعے جواب ارسال کیا جاتا تھا۔ اس اسکرین پر تحریری جواب موصول ہونے لگا۔ وہ شخص پڑھ کر سنانے لگا "ماسٹر پارس! ہمیں بے حد خوشی ہے جو بات آج تک
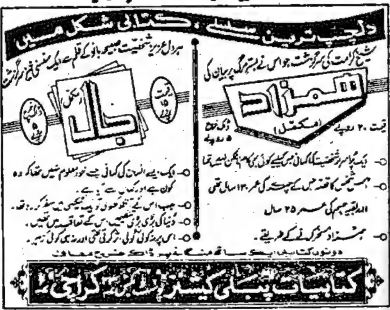
آپ کے والدین نے نہیں کہی، وہ آپ کی زبان سے ادا ہو گئی۔ یعنی آپ دوستی کے سلسلے میں پہلی بار ہاں کہہ رہے ہیں۔ ہم یقین دلاتے ہیں، نہ ابھی آپ ہمارے قیدی ہیں نہ آئندہ رہیں گے۔ اپنے والدین کی طرف سے دوستی کی ضمانت دے دیجیے، ہم آپ کو زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ مہمان رکھیں گے۔ اسرائیل کے اہم مقامات کی سیر کرائیں گے۔ اس کے بعد آپ کو آپ کی ماما اور پاپا کے پاس پہنچا دیں گے۔"

"آپ دوستی کی ضمانت کس طرح چاہتے ہیں؟ آج تک میرے والدین نے کسی سے تحریری معاہدہ نہیں کیا۔ جس سے دوستی کا وعدہ کیا اسے ہر حال میں نبھایا۔"

"کیا آپ بتا سکتے ہیں، ہمیں کس طرح مطمئن کر سکیں گے؟"

پارس چند لمحوں تک خاموش رہا اور سوچتا رہا جیسے بہت سوچ سمجھ کر جواب دے رہا ہو۔ حالاں کہ وہ ہم سے جواب سنتا تھا اور بولتا جاتا تھا۔ پھر وہ بولا "اصل بات یہ ہے کہ ہم بنیادی طور پر ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ہمارے اندر بھروسے نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والی آپ کے ملک میں مستقل قیام کرے گی تو آپ کو یقین نہیں آئے گا۔"

افسر نے جلدی سے کہا "کیوں نہیں جناب! ضرور یقین آئے گا۔"

"جب وہ یہاں آجائے گی تو آپ کہیں گے یہ ڈمی ہے۔"

اس افسر نے کچھ سوچ کر کہا "آپ کی بات درست ہے۔ جب یہاں شیبا آئی تو ہم تذبذب میں رہے، یہ اصل ہے یا نقل ہے۔ آخر وقت تک ہمیں اس کے اصل یا نقل ہونے کا پتا نہ چلا۔ آج بھی اس کے لیے صدمہ اٹھاتے ہیں، کبھی سوچتے ہیں شاید وہ زندہ ہے، ہمارے لیے زندہ ہے اور ایک دن ڈرامائی انداز میں چلی آئے گی اور ہم حیران رہ جائیں گے۔"

پارس نے کہا "آپ حیران تو ہوں گے لیکن اس پر یقین کبھی نہیں کریں گے، کیوں کہ دشمن اسے ڈمی ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ لوگوں کو الجھاتے رہیں گے اور آپ بے اعتباری کا ثبوت دیتے رہیں گے جیسا کہ پہلے بھی دیتے رہے ہیں۔"

"ہم سے یہ غلطی ہو چکی ہے۔ ہم انکار نہیں کریں گے۔ واقعی ہم دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ذریعے الجھ جاتے ہیں۔"

"تو پھر آپس میں فیصلہ کر لیں اور اگلی میٹنگ میں جواب دیں۔ آپ کس پر بھروسا کر سکتے ہیں؟"

"ہم اپنے سینئر افسران سے جواب طلب کیے بغیر فیصلہ کن انداز میں کہہ سکتے ہیں کہ اگر دوستی کی ضمانت کے طور پر آپ کا کوئی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والی ہمارے ملک میں مستقل ق کرے تو ہم شاریہ اور اس کی فیملی سے تعلق ختم کر لیں گے۔"

پارس صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا، پھر ایک طرف جا سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھتا رہا۔ پھر پلٹ کر دوسر طرف چلتا ہوا دوسری طرف بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیکھتا رہا۔ ا کے بعد بولا "آپ لوگ جسے اپنی قوم کی ٹیلی پیتھی جاننے شیبا کہتے ہیں، میں اسی مقدس ہستی کو ممی کہتا ہوں۔"

ایک افسر نے اسے ایسے دیکھا جیسے نادان بچے کو دیکھ ہو، پھر کہا "ماسٹر پارس! آپ سے غلطی ہو رہی ہے۔ جو مرجا ہیں ان کے لیے 'ہے' استعمال نہیں کرتے۔ "تھا یا تھی" استعما کرتے ہیں۔ آپ کو کہنا چاہیے، ہماری قوم کی بیٹی شیبا کو آپ کہا کرتے تھے۔"

"میں آج بھی انھیں ممی کہتا ہوں۔ خدا ان کی عمر درا کرے۔ وہ زندہ ہیں اور جب تک خدا چاہے گا، ان پر کو آنچ نہیں آئے گی۔ وہ زندہ سلامت رہیں گی۔"

وہ ایک دوسرے کو بے یقینی سے دیکھ رہے تھے، ا دوسرے سے کچھ نہ کچھ بول رہے تھے۔ یہ بات سینئر افسران پہنچ رہی ہو گی۔ وہاں بھی یہی کھلبلی ہو گی۔ کمپیوٹر اسکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے پڑھنا شروع کیا "ماسٹر پار ہم آپ کی باتیں سن کر حیران ہیں۔ یقین نہیں کرنا چاہتے لی یقین ضرور کریں گے کیوں کہ آپ بہت ہی سنجیدہ بچے ہیں، بیانی سے کام نہیں لیں گے۔ ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں، آپ کی پشت پر والدین ہیں، آپ کوئی غیر ذمے دارانہ گفتگو نہیں کریں گے۔ ایک بار پھر یقین دلائیے، کیا ہماری قوم کی بیٹی شیبا زندہ ہے؟"

"بفضلِ ربی وہ زندہ سلامت ہیں۔ میں انھیں یہاں سکتا ہوں۔"

کمپیوٹر اسکرین کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے کہا "او سے احکامات صادر ہوتے ہیں۔ آپ تمام حضرات ماسٹر پارس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں۔"

کمپیوٹر کے ذریعے حکم سنتے ہی تمام لوگ اپنی جگہ سے اٹھ گئے، پھر پارس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر سر کو جھکا لیا۔ وہ شخص کمپیو اسکرین کو دیکھتا ہوا پڑھتا جا رہا تھا "ماسٹر پارس! ہم آپ کو اور آپ کے والدین کو سلام کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی غلطیوں کا شدید احساس ہے۔ ہم نے آپ لوگوں پر بھروسا نہ کر کے شدید نقصانات اٹھائے ہیں۔ ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتے ہیں، ہم آئندہ آپ کے دشمنوں پر اعتماد نہیں کریں گے۔ آج سے اور اسی لمحے سے ہم شاریہ اور اس کی فیملی سے تعلق ختم کر رہے ہیں، خواہ اس کے ذریعے

ہمیں کتنی ہی دماغی اذیتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن ہم یقین کرتے ہیں، آپ کے والدین ہمیں ان سے محفوظ رکھنے کی کوشش حتی الامکان کرتے رہیں گے۔"

پارس نے کہا "میں دوستی کی اس ابتدا میں ایک اور خوش خبری سنانا چاہتا ہوں۔"

وہ سب اسی طرح گھٹنے ٹیکے ہوئے اور سر جھکائے ہوئے تھے۔ پارس نے کہا "پہلے آپ لوگ اپنی جگہ آرام سے بیٹھ جائیں۔"

وہ اٹھ کر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر اس نے کہا "شاریہ آپ لوگوں کے دماغوں تک کبھی نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ ایک لمبی داستان ہے جو میں پھر کبھی آپ کو سناؤں گا یا میری ممی شیبا آکر سنائیں گی۔ ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا ہے کہ آپ نے شاریہ کی خیال خوانی کے مقابلے میں ہمیں ترجیح دی اور اس مصیبت سے ذرا نہیں گھبرائے کہ وہ آپ کے لیے عذابِ جان بن سکتا ہے۔ چوں کہ آپ لوگوں نے سچائی کا ثبوت دیا اس لیے ہم شاریہ کے متعلق سچ سچ بیان کر رہے ہیں۔ آپ لوگوں کو اس ٹیلی پیتھی جاننے والے سے نجات مبارک ہو۔"

کمپیوٹر اسکرین کے ذریعے کہا گیا "ماسٹر پارس! آپ ہمیں پے در پے خوش خبریاں سنا رہے ہیں۔ آپ کے والدین کی دوستی، شیبا کی آمد اور شاریہ کے خاتمے پر ہم ہفتوں جشن منائیں گے۔"

"اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ کل صبح اس شہر کو دیکھوں گا۔ شام کو پھر میٹنگ ہو گی اور فیصلہ ہو گا کہ دوستی کی ابتدا کب ہو گی اور کیسے ہو گی۔"

ایک افسر نے سوال کیا "کیا آپ ہمیں شاریہ کے متعلق کچھ اور بتا سکتے ہیں، وہ کیوں ہماری طرف رُخ نہیں کرے گا؟ کیا وہ آپ لوگوں کی قید میں ہے؟"

"اس سلسلے میں بھی کل گفتگو ہو گی۔"

"ایک آخری سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جس طیارے میں آئے، اس کی ایئر ہوسٹس سیلی اینڈرسن کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے ٹریپ کیا گیا۔ کیا یہ شاریہ کی کارروائی نہیں تھی؟"

"ہرگز نہیں، یہ میری ممّا نے کیا ہے۔"

"ممّا؟" سب اسے حیرت سے اور سوالیہ نظروں سے تکنے لگے۔ وہ بولا "میری تین مائیں ہیں۔ میں اپنی پیدا کرنے والی کو ماما کہتا ہوں اور جو ماں میرے دوسرے بھائی پارس کی پرورش کر رہی ہے، اسے ممی کہتا ہوں اور جو ماں سب سے عظیم ہے، اسے ممّا کہتا ہوں۔ مختصر یہ کہ میری سونیا ممّا نے سیلی کو ٹریپ کیا۔ اس کی جگہ لے کر وہ پائلٹ جیکب کے ساتھ گئیں۔ وہاں پولیس افسران کو ایک کمرے میں بند کیا۔ اب وہ تل ابیب کی ایک لاکھ عورتوں میں گم ہو چکی ہیں۔"

سب پر سناٹا طاری ہو گیا تھا۔ سب چُپ ہو کر اس کا منہ تک رہے تھے۔ پارس نے پھر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا "انشاء اللہ ہمارے درمیان دوستی ہو گی لیکن دوستی سے پہلے آپ لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ مجھ جیسے بچے کو امپورٹ کریں گے تو میرے ساتھ ساتھ ایک بلا بھی نازل ہو گی۔ آپ دعا کریں کہ میری ممّا آپ لوگوں کے لیے بلائے جان نہ بنیں۔"

وہ فوجی جوانوں کے درمیان چلتا ہوا اس کمرے سے نکل گیا۔ منگل پانڈے بدستور اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ ہماری کوشش یہی تھی کہ اس بار اسرائیلی سرزمین پر کوئی ہنگامہ نہ ہو اور دوستانہ فضا پیدا ہو جائے اور ہم بڑی آسانی سے پارس کو وہاں سے نکال لائیں۔ اب یہ بات کل پر ٹل گئی تھی۔

آئیے، ہم شکاگو چلتے ہیں۔

میں نے غلام باقی کو برنارڈ سلیری کے اپارٹمنٹ کا فون نمبر بتایا تھا کہ وہ مورینا سے رابطہ قائم کر سکے۔ اس نے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے ریسیور برنارڈ سلیری نے اٹھایا تھا۔ پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں احمد الباقی بول رہا ہوں۔ مورینا سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

برنارڈ نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مورینا سے پوچھا "کیا تم کسی احمد الباقی کو جانتی ہو؟"

وہ سوچنے لگی۔ اس نے کہا "وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے؟"

"تم اس سے پھر بات کرو۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کرتی ہوں۔ آخر وہ کون ہے؟"

برنارڈ نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا کر کہا "مسٹر احمد الباقی! مس مورینا آپ کو نہیں پہچانتی ہیں۔"

"ریسیور دو۔ پہچان لیں گی۔"

مورینا نے برنارڈ کے دماغ میں رہ کر غلام باقی کی آواز اور لہجے کو سنا تو فوراً یاد آ گیا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا لیکن باقی نے سانس روک لی۔ ریسیور کے ذریعے کہا "مسٹر برنارڈ! مورینا سے کہو، فون پر بات کرے۔"

وہ ریسیور لے کر بولی "ارے تم غلام باقی ہو؟"

"پہلے غلام تھا، اب نہیں ہوں۔ لہٰذا میرا نام احمد الباقی ہے۔"

"کیا تمھارے دماغ کو لاک کر دیا گیا ہے؟"

"ہاں، مجھے غلام سمجھ کر اب نہ کوئی میری زندگی میں آ سکتا ہے نہ دماغ میں۔ البتہ دل کا دروازہ کھلا ہے۔"

"کیا بات ہے؟ بڑے اسمارٹ بن کر بول رہے ہو۔ اتنا تو سمجھتی ہوں، تمھاری پشت پر شاریر اور بہرام گنگولی ہیں۔ شاریر اچھی طرح جانتا ہے میں تم پر مرمٹی ہوں۔ لہٰذا وہ تمھارے ذریعے مجھ پر جال پھینک رہا ہے۔"

"تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے۔ میں غلامی کے ہر جال سے نکل چکا ہوں اور کسی کا آلۂ کار نہیں ہوں۔"

"میں کیسے یقین کرلوں کہ تم نے ان سے نجات حاصل کرلی ہے؟"

"پہلے مجھے اپنی ذات پر بھروسا نہیں تھا۔ اپنی جسمانی قوت کا اندازہ نہیں تھا جب اسے آزمایا تو ساری زنجیریں توڑ ڈالیں۔"

"تم نے فون کیوں کیا ہے؟"

"تم کہو گی تو آئندہ آواز نہیں سناؤں گا۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ میں یقین کرنا چاہتی ہوں کہ تم سچ بول رہے ہو۔ اس کے لیے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"منٹ کے حساب سے بتاؤ، میری سچائی کو سمجھنے میں کتنا وقت لوگی؟"

"آدھا گھنٹا کافی ہے۔"

"گھنٹے کے حساب سے نہیں، منٹ کے حساب سے۔"

یہ کیا تک ہے۔ چلو پانچ منٹ کم کردو۔ جہاں ہو وہاں سے نکل پڑو اور پیدل چلتے رہو۔ اگر تم سچے ہوئے تو پچیس منٹ بعد ملاقات کروں گی۔"

"لو، دماغ کے دروازے کھول دیے۔ میں یہاں سے نکل رہا ہوں۔"

مورینا نے ریسیور رکھ کر کہا "برنارڈ! میرے ساتھ چلو۔ ذرا کار ڈرائیو کرتے رہو۔ میں دور ہی دور سے غلام باقی کو دیکھنا اور پرکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ کار میں آکر بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے ہی وہ غلام باقی کے دماغ میں بیٹھ چکی تھی۔ پہلے تو یہ معلوم کرکے تعجب ہوا کہ وہ بہت مہنگے ہوٹل میں قیام کر رہا تھا اور بہترین سوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کی جیب میں ہزاروں ڈالر تھے۔ وہ دماغ کی تہ میں پہنچ کر معلوم کرنے لگی، آخر یہ سب کچھ اسے کیسے حاصل ہوگیا؟

غلام باقی نے اپنے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ من مانی معلومات حاصل کرسکے۔ اسے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ سب کچھ فرہاد نے کیا ہے۔ اسے بہرام گنگولی کے تنویمی عمل سے نکال دیا ہے۔ وہ شاریر کی غلامی سے بھی آزاد ہوگیا ہے۔ غلام باقی نے کہا "مورینا! کیا تمھیں یاد ہے، فرہاد صاحب نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تمھیں مجھ سے ملائیں گے۔ وہ زبان کے دھنی ہیں، ملنے کا وقت آچکا ہے۔"

مورینا خیال خوانی کے دوران برنارڈ کی رہنمائی کرتی جا رہی تھی کہ اسے کن راستوں سے گزرنا ہے۔ پھر ایک جگہ غلام باقی پیدل چلتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے کہا "غلام اُدھر جارہا ہے۔ تم اتنا ہی فاصلہ رکھو۔ کسی کو شبہ نہ ہو کہ ہم اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"کیا تم اس کے دماغ سے معلوم نہیں کرسکتیں؟"

"بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ وہ میرے دشمنوں کے چنگل سے نکل چکا ہے، پھر بھی اطمینان کرنا چاہتی ہوں، کہیں شاریر یا بہرام اس کا تعاقب تو نہیں کر رہے ہیں۔"

وہ دور ہی دور سے اس پر نظر رکھتی جارہی تھی۔ پندرہ منٹ کے بعد وہ اسی ہوٹل کے سامنے رُک گئی۔ گاڑی سے اُتر کر بولی "تم جاؤ، میں آجاؤں گی۔"

غلام باقی تھوڑی دیر تک پیدل چلتا رہا پھر اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "مورینا! پچیس منٹ پورے ہونے والے ہیں۔"

"میں تمھارے ہوٹل کے کمرے میں انتظار کر رہی ہوں۔"

"وہ فوراً ہی ہوٹل کی جانب پلٹ کر تیزی سے چلتے ہوئے بولا "یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے کمرے کی چابی کاؤنٹر پر جمع کی تھی۔"

"ممکن کیسے نہیں ہے۔ میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کاؤنٹر کلرک کو ٹریپ کیا۔ اس سے چابی لی۔ پھر تمھارے کمرے میں آگئی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل میں داخل ہوا۔ لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر پہنچا۔ پھر اپنے کمرے کے دروازے کو کھولا، سامنے بیڈ پر وہ بڑے ہی کافرانہ انداز میں لیٹی ہوئی تھی۔

وہ جانتی تھی، ایک تو لوگ ایسے ہی اس کے دیوانے ہوتے ہیں۔ اگر اداؤں سے بھر جائے تو وہ دیوانہ دوڑا چلا آئے گا۔ اس نے سر گھما کر غلام باقی کو دیکھا تو ایک دم سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ قیمتی سوٹ میں اتنا شاندار لگ رہا تھا کہ دل کھنچا جا رہا تھا۔

وہ بستر سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ امریکا اور یورپ میں بلا کون دل والا تھا جو اس کا دیوانہ نہیں تھا۔ ایک سے ایک گوری رنگت والے، ایک سے ایک خوبرو جوان تھے، دولت مند تھے اسے عزت اور شہرت کی بلندیوں پر لے جاسکتے تھے لیکن اس کا دل کالے پر آگیا تھا۔

وہ سحر زدہ سی ہوکر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے سامنے پہنچ گئی۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ کچھ کمی محسوس ہو رہی تھی، وہ اسے چھو کر دیکھنے لگی۔ کچھ پریشان سی لگ رہی تھی، غلام باقی نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"تم اچھے لگ رہے ہو لیکن یوں لگتا ہے جیسے اس لباس نے تمھیں چھپا لیا ہے۔"

وہ اس کے بازو اور اس کے سینے کو چھو کر ٹٹول کر بولی "ویسے ہی پتھر ہو مگر نظر نہیں آرہے ہو۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ میں تمھارے سامنے پورا کا پورا کھڑا ہوا ہوں۔"

"اچھا، یہ کوٹ اتارو۔"

اس نے کوٹ اتار دیا۔ ٹائی بھی اتار دی، وہ بولی "اپنی قمیص بھی اتار دو۔"

اس نے قمیص اتار دی۔ تب اس کا چٹان جیسا کالا بدن چمکنے لگا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے بولی "ہاں، مجھے یہی پسند ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے لمبے لمبے ناخن اس کی بنیان میں چبھو دیے، پھر ایک جھٹکے سے اسے پھاڑ دیا۔ اب سیاہ چمکتا ہوا بدن اور زیادہ نمایاں ہوگیا تھا۔ اسے دیکھ کر مورینا کی آنکھیں شرابی ہو رہی تھیں۔ چہرہ تمتما رہا تھا۔ پھر بڑبڑانے لگی "تم میرے ہو۔ میرے وفادار رہو گے۔ سدا میرے غلام رہو گے۔"

غلام باقی نے اس کے دونوں بازوؤں کو مضبوطی سے پکڑا۔ پھر ایک جھٹکے سے الگ کرتے ہوئے کہا "اس خوش فہمی کو دل سے دماغ سے نکال دو۔ میں غلام نہیں، آزاد ہوں اور ایک آزاد انسان کی طرح تم سے محبت کرسکتا ہوں۔ تمھاری غلامی نہیں کرسکتا۔"

مورینا کی انا کو ٹھیس پہنچی۔ کہاں تو ساری دنیا اس کے قدموں میں جھکنے کو تیار تھی اور کہاں یہ سدا کا غلام رہنے والا اسے دھتکار کر الگ کر رہا تھا۔ وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی۔ "تمھاری اتنی جرأت، تم اور مجھے دھتکار رہے ہو۔ میں تمھارے دماغ میں زلزلہ پیدا کردوں گی۔"

"دماغ کے دروازے بند ہوچکے ہیں۔"

وہ پاؤں پٹخ کر بولی "مرد کسی کو چاہتا ہے تو اسے زبردستی حاصل کرلیتا ہے۔ میں عورت ہوں، تمھیں چاہتی ہوں، تمھیں زبردستی حاصل کروں گی اور اس کے بعد ٹھوکر مار دوں گی۔"

"ٹھوکر مارنا تو بعد کی بات ہے پہلے حاصل کرکے دیکھو۔"

وہ اسے گھورتی ہوئی ذرا پیچھے چلی گئی۔ مقابلہ حسن میں اوّل آنے کے لیے اس نے جتنے ہتھکنڈے آزمائے تھے وہ ایک ایک کرکے اس کے سامنے آزمانے لگی۔ عورت کے متعلق کسی کہانی میں پڑھنا، کسی کی زبان سے سننا یا کسی فلم میں وہ منظر دیکھنا اور بات ہوتی ہے۔ عین نگاہوں کے سامنے وہ منظر ہو تو انسان کا ارادہ ڈگمگانے لگتا ہے۔

غلام باقی آخر انسان تھا۔ قدرت نے مورینا کو ہوشربا حسن اور غضب ناک جوانی دی تھی۔ وہ ایک ماڈل کی طرح زاویہ بدل کر بولی "میرا حسن کیا ہے؟"

وہ سحر زدہ سا ہوکر بولا "جاگتی آنکھوں کا تنویمی عمل ہے۔"

وہ باریک ریشمی پردے کے پیچھے چھپتی اور نکلتی ہوئی بولی۔ "میری ادائیں کیسی ہیں؟"

"بجلیاں ہیں جو ایک بادل سے نکلتی ہیں اور دوسرے میں چھپتی ہیں۔"

وہ ہنستی ہوئی رقص کرتی ہوئی اس کے پاس آئی پھر بولی "میں بیش بہا خزانہ پیش کردوں تو کیا دو گے؟"

"میں قدرت کا اس سے بھی بیش بہا عطیہ پیش کروں گا جسے محبت کہتے ہیں۔"

"صرف محبت؟"

"وفا بھی۔"

"نہیں، منظور نہیں۔ میں خود کو تمھارے سپرد کر رہی ہوں۔ تم خود کو سر سے پاؤں تک میرے حوالے کردو اسی لمحے سے، بولو تو میری زبان سے، دیکھو تو میری آنکھوں سے، سوچو تو میرے دماغ سے، چلو تو میرے اشاروں پر۔"

وہ اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔ دل دھڑک دھڑک کر مچل رہا تھا کہ اسے حاصل کرلے لیکن وہ خود پر جبر کرتے ہوئے بولا "تمھاری بات کا جواب برنارڈ سلیری کے اپارٹمنٹ میں دوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "مجھے نادان سمجھتے ہو، پہلے مطلب نکالنا چاہتے ہو اور یہاں سے چل کر اس اپارٹمنٹ میں جواب دو گے۔ آخر کیوں؟"

"میں وہیں چل کر بتاؤں گا۔"

"جب تک نہیں بتاؤ گے تمھارے ہاتھ نہیں آؤں گی۔"

اس کا خیال تھا وہ دیوانہ وار آئے گا اور اس کی خوشامد کرے گا لیکن وہ پتھر کے مجسمے کی طرح جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ وہ کن انکھیوں سے دیکھنے لگی۔ اسے غصہ آرہا تھا۔ غلام باقی پر نہیں اپنے آپ پر آرہا تھا۔ کیوں اس کی دیوانی ہوگئی ہے۔ کیوں اسے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اب بھی اس کا دل دھڑک دھڑک کر اس سیاہ فام محبوب کو پکار رہا ہے مگر زبان سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ اپنی انا اور خودداری کو ٹھیس پہنچی تھی۔

اس کا دماغ اور زیادہ غصے سے کھولنے لگا۔ کم بخت نے اتنا بھی نہیں کہا تھا "میری جان، رُک جاؤ مجھ سے سمجھوتا کرلو!" یہ مرد اندر ہی اندر تڑپتے ہیں مگر بولتے نہیں ہیں۔ بولنے سے

ان کی مردانگی کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

وہ جھنجلا کر مٹھیاں بھینچتی ہوئی بولی "کیا تم مرد ہو؟"

"میرا خیال ہے مرد اسے کہتے ہیں کہ آندھی پورے شباب سے آئے اور وہ چٹان کی طرح اپنی جگہ سے نہ ہل سکے۔"

وہ پاؤں پٹختے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی "میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔"

اس نے لانبے لانبے ناخن اس کے چہرے کی طرف بڑھائے، اس نے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگی۔ غلام باقی نے اس کی دونوں کلائیاں صرف بائیں ہاتھ سے پکڑی تھیں۔ پھر دائیں ہاتھ سے اس کے گال پر ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے گئی۔ ایک دم سے سکتے میں آگئی۔ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جو غلام تھا اور اسے مالکہ کہتا تھا، وہ تھپڑ مار دے گا۔ وہ کہہ رہا تھا "یہ میرے قبیلے کی روایت ہے۔ جو عورت قابو میں نہیں آتی، اسے لات اور جوتوں سے سیدھا کیا جاتا ہے۔ ابھی تو میں نے ایک ہلکا ہاتھ جمایا ہے۔"

وہ آگے بڑھنے لگا۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹنے لگی۔ پھر اچانک ہی غلام باقی نے اسے پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ کے شکنجے میں اس کے جبڑوں کو جکڑ لیا۔ وہ خود کو چھڑانا چاہتی تھی مگر کسمسا کر رہ جاتی تھی۔ تب اسے محسوس ہوا، وہ یہی چاہتی ہے۔ اس کے حسن و شباب کی تمنا کرنے والے بھیک مانگتے تھے مگر جو حق دار ہوتا ہے، وہ مانگتا نہیں، چھین لیتا ہے۔

لیکن وہ چھینتے چھینتے رہ گیا۔ اس نے دونوں بازوؤں میں اسے اٹھا کر بستر کے اوپر پھینک دیا، پھر کہا "اب جاؤ۔"

وہ سحر زدہ سی ہو گئی تھی، کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گئی تھی۔ جب اس نے جانے کے لیے کہا تو طلسم ٹوٹ گیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر بولی "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں تمہاری زبان سے بول نہیں سکتا، تمہاری آنکھ سے دیکھ نہیں سکتا، تمہارے دماغ سے سوچ نہیں سکتا اور تمہارے اشاروں پر چل نہیں سکتا لہٰذا ہمارے راستے الگ ہیں۔"

اب اسے غصہ نہیں آ رہا تھا۔ وہ اسے ہر حال میں جیت لینا چاہتی تھی۔ اس نے التجا آمیز لہجے میں کہا "پلیز، میرے پاس آجاؤ۔ میں سمجھ گئی ہوں، تمہاری محبوبہ بن کر رہ سکتی ہوں، مالکہ بن کر نہیں رہ سکتی۔"

غلام باقی نے کہا "محبت کرنے والے ایک دوسرے کی بات مانتے ہیں، کیا تم میری ایک بات مانو گی؟"

"تم ہزار باتیں منوا لو مگر میرے پاس آؤ۔"

"نہیں، پہلے وعدہ کرو۔"

"ہاں مانوں گی، جلدی بولو۔"

"تم جو ڈائری شارپ کے تہ خانے سے چرا کر لائی تھیں، میرے حوالے کر دو۔"

"تم کیا کرو گے؟" پھر وہ جھنجلا کر بولی "ڈائری کی ایسی تیسی۔ میں کوئی سوال نہیں کروں گی، دے دوں گی۔"

"مجھے ابھی چاہیے۔"

"کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ کیا یہی تمہاری محبت ہے"

"برنارڈ سلیری سے رابطہ قائم کرو۔ اس سے کہو کہ وہ ڈائری لے کر پہنچ جائے۔"

وہ جھنجلا کر بیٹھ گئی مگر زیادہ دیر غصہ دکھا نہیں سکتی تھی، مجبور تھی۔ نگاہوں کے سامنے کالا پہاڑ تھا جس سے ٹکرا کر مر جانے کو جی چاہتا تھا۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ برنارڈ سلیری سے "میرے بیڈ روم میں جو اٹیچی ہے، اس کے اندر ایک سیاہ جلد ڈائری ہے، اسے اسی ہوٹل میں لے آؤ جہاں میں تمہارے ساتھ کار میں آئی تھی۔"

"میں ابھی لے کر آتا ہوں۔"

"یاد رکھو، وہ ڈائری بہت اہم ہے۔ میں چپ چاپ تمہارے دماغ میں موجود رہوں گی۔ دھوکا دینے کی کوشش کرو گے تو جان سے جاؤ گے۔"

"مورینا! تم جانتی ہو، میں ڈائری کا نہیں، تمہارا دیوانہ ہوں۔ ابھی لا رہا ہوں۔"

مورینا نے آنکھیں کھول کر کالے پہاڑ کو دیکھا پھر کہا "وہ ڈائری لے کر آ رہا ہے۔"

مجھے کئی بار شارپ کے دماغ میں جانے کا موقع ملا۔ اب راستہ کھل گیا تھا۔ میں آئندہ بھی آتا جاتا رہ سکتا تھا لیکن اس پر تنویمی عمل کرنے کا مسئلہ تھا۔ جب سے دماغ میں جگہ ملی تھی، اس پر عمل کرنے کا مناسب موقع ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ مجھے ہر طرف دھیان دینا ہوتا تھا۔ ایک طرف غلام باقی، مورینا سے ڈائری حاصل کر کے پڑھنے والا تھا اور میں اسے سن کر نوٹ کرنے والا تھا۔ پھر اس ڈائری کو دینا مناسب ہوتا۔

دوسری طرف پومی شکاگو پہنچنے والی تھی۔ میں نیویارک سے اس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ اسی دوران فرانسیسی سفارت خانے کے ذریعے وہاں کے ایک بے انتہا دولت مند فرنانڈو سے دوستی ہو گئی تھی۔ اس نے کہا تھا، میں نیویارک میں انتظار کروں۔ وہ ہیلی کاپٹر میں آ رہا ہے۔

میں دو عدد ہیلی کاپٹر ہمیشہ اپنی تحویل میں رکھنا چاہتا تھا۔

اس نے کہا "دو کیا، درجنوں ہیلی کاپٹر فراہم کر دے گا۔ اسے مجھ سے ملنے کی بڑی تمنا تھی۔ میں نے کہہ دیا تھا "مسٹر فرنانڈو! میرے ہوٹل پہنچ کر ڈسٹرب نہ کرنا۔ میں ضروری خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ جیسے ہی فرصت ملے گی، خود تمہارے پاس ڈرائنگ روم میں چلا آؤں گا۔ ویسے بھی تمہیں نیویارک پہنچنے میں ایک گھنٹا لگے گا اور شاید ایک گھنٹے سے پہلے مجھے فرصت مل جائے۔"

بہرام گنگولی کے آلۂ کار شارپر کو مشی گن جھیل پار کرنے کے بعد اوٹاوا لے آئے تھے۔ وہاں لنکن اسکوائر سے تقریباً بیس میل کے فاصلے پر ایک بستی تھی جہاں زیادہ تر میکسیکو کے لوگ آباد تھے۔ شارپر کو لے جانے والے بھی میکسیکو سے تعلق رکھتے تھے۔ جب سے وہ بخار میں مبتلا ہوا تھا، اسے باقاعدہ علاج کرانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ بہرام گنگولی اسے لیے لیے بھاگا پھر رہا تھا۔ اب اس کے آلۂ کار اسے چھوٹی سی بستی میں لے آئے تھے۔ اس وقت بھی اسے ہلکا سا بخار تھا۔ ایک بستر پر لٹا دیا گیا تھا۔ میں نے اس کی زبان سے ان آلۂ کاروں سے کہا "مجھے دو گھنٹے سونے دو۔ باہر سے دروازہ بند کر دو۔ کوئی مداخلت نہ کرے۔"

وہ لوگ چلے گئے، باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ تب میں اسے ٹیلی پیتھی کے ذریعے تھپک تھپک کر سلانے لگا۔ جب وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تو اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے تسخیر کرنے لگا۔ اسے اپنا معمول بنانے لگا۔ بیماری کے باعث اس کا دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ اس کے ارادے کمزور ہو گئے تھے۔ بہرام گنگولی نے اس پر جو تنویمی عمل کیا تھا، وہ کمزور پڑ گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بڑی آسانی سے میرا معمول بن گیا تھا۔

میں نے پہلا سوال کیا "بہرام گنگولی تمہیں کہاں لے جانا چاہتا تھا؟"

وہ سحر زدہ لہجے میں بولا "مجھے معلوم نہیں ہے۔"

"کیا اس نے اپنا آئندہ پروگرام نہیں بتایا تھا؟"

"وہ صرف اتنا کہہ رہا تھا کہ مشین کے ذریعے اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بھر دی جائیں۔"

"میں جانتا ہوں، اس مشین کو استعمال کرنے کا موقع نہیں مل سکا پھر بھی اطمینان کے لیے پوچھ رہا ہوں۔ کیا بہرام گنگولی کی یہ خواہش پوری ہو گئی ہے؟"

"اس کی یہ خواہش ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔"

"کیا تم نے اسے مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھ کر دیا ہے؟"

"مجھے لکھنے کا موقع نہیں ملا۔"

"اس نے اپنے تنویمی عمل کے اثر کی مدت کیا بتائی تھی؟"

"اس کے مطابق ایک ہفتے تک زیر اثر رہنے والا تھا۔"

"اب میں تمہارا عامل ہوں، تم کس کے زیر اثر رہو گے؟"

"تم میرے عامل ہو، میں تمہارا معمول بن کر رہوں گا۔"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں، تم بہرام گنگولی یا کسی بھی فرد کو مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ نہیں بتاؤ گے۔"

"میں بہرام گنگولی یا کسی بھی شخص کو مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ نہیں بتاؤں گا۔"

"بہ حالتِ مجبوری بتانا پڑے تو طریقۂ کار میں کچھ خامیاں چھوڑ دو گے۔"

اس نے وعدہ کیا، مجبوری کی حالت میں وہ کچھ خامیاں چھوڑ دے گا۔ میں نے سوال کیا "تمہارے علاوہ مشین آپریٹ کرنا اور کون جانتا ہے؟"

"مورینا جانتی ہے اور میرا بھائی آرمر۔"

میں آرمر کا نام سن کر چونک گیا۔ اسے بالکل ہی بھلا دیا تھا۔ مشین کے سلسلے میں یہ بات ذہن میں نہیں آتی تھی کہ آرمر بھی آپریٹ کرنا جانتا ہوگا۔ میں نے کہا "تم اپنی بہنوں اور بھائیوں سے بظاہر دل و جان سے محبت کرتے رہے لیکن انہیں فریب دیتے رہے۔ ان سے یہ بات چھپائی کہ تمہارے پاس مشین مکمل صورت میں موجود ہے۔۔۔ روزانہ اور ہارپر کے پاس جو دو حصے تھے کیا وہ اصلی تھے؟"

"ہاں، انہیں میں اپنی مشین کا فاضل حصہ سمجھتا تھا۔ انہیں یہ سوچ کر ان کے حوالے کر دیا تھا کہ میری مشین میں کوئی خرابی پیدا ہوگی تو وہ حصے ان سے حاصل کر لوں گا۔ میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ ان میں سے کسی کے پاس مشین اپنی مکمل صورت میں نہ ہو۔"

"تم نے بہنوں اور بھائیوں سے اور کیا بات چھپائی؟"

"میں نے ایک دوسرے سے تمام باتیں چھپائیں۔ مثلاً روزانہ کے بیڈ روم سے مشین کا وہ حصہ چرا کر لے گیا اور اسے خبر نہ ہونے دی۔ میں نے اپنے ایک آلۂ کار کے ذریعے روزانہ کی گردن کٹوائی اور اسے اس قبر میں پہنچا دیا جہاں ہارپر نے اپنا حصہ چھپا کر رکھا تھا۔"

"روزانہ کا حصہ ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے، ہارپر کا حصہ کہاں ہے؟"

"وہ بھی میری شکاگو والی خفیہ رہائش گاہ کے تہ خانے میں تھا۔ بہرام گنگولی اسے جلدی میں چھوڑ آیا ہے۔ میں نے بھی زیادہ اہمیت نہیں دی کیوں کہ وہ ایک فاضل حصہ تھا۔"

"تم نے اپنی بہنوں اور بھائیوں کو اور کیا دھوکے دیے ہیں؟"

"میں نے اپنے بھائی آرمر کو دھوکے میں رکھا ہے۔ اسے یہ نہیں بتایا کہ روزانہ کی گردن میں نے کٹوائی۔ ہاربر کو میں نے شراب پلا پلا کر مار ڈالا اور جوجو...."

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ میں نے کہا "بات پوری کرو۔ تم نے جوجو کے ساتھ کیا دھوکا کیا ہے؟"

"وہ بچپن سے بچکانہ ذہن رکھتی تھی۔ میں چاہتا تو ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے کسی ذہین ترین عورت کی ذہانت اس کے دماغ میں منتقل کر سکتا تھا لیکن بھائی آرمر کی تسلی کے لیے اسے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں دیں اور اس بات کو دوسرے وقت کے لیے ٹال دیا کہ جوجو کو بعد میں ذہین بنایا جائے گا پھر میں نے اس کا موقع آنے نہیں دیا۔"

میں نے کہا "میں حکم دیتا ہوں، تم ایک ہفتے تک میرے تنویمی عمل کے زیرِ اثر رہو گے۔ اگر بہرام گنگولی تم پر عمل کرنا چاہے تو تم بظاہر معمول بن جاؤ گے لیکن اس کے عمل کا اثر نہیں لو گے۔"

اس نے وعدہ کیا کہ میرے حکم کی تعمیل کرے گا۔ میں نے کہا "دو گھنٹے کے لیے آرام سے سو جاؤ۔ بیدار ہونے کے بعد اس تنویمی عمل کو بھول جاؤ گے۔"

اس نے وعدہ کیا "میں دو گھنٹے تک سوتا رہوں گا۔ بیدار ہونے کے بعد تنویمی عمل کو بھول جاؤں گا۔"

پھر میں نے اسے سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے ایک آلۂ کار کے دماغ میں آ کر کہا "میں شاربر بول رہا ہوں۔ مجھے گہری نیند آ رہی ہے۔ میں دو گھنٹے تک سوتا رہوں گا۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد یہاں کے کسی تجربے کار ڈاکٹر کو لے آنا۔ میرا باقاعدہ علاج ہونا چاہیے۔"

اب میں دماغی طور پر حاضر ہونا چاہتا تھا۔ کنگ فرنانڈو میرا انتظار کر رہا ہو گا لیکن اسی وقت ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس آلۂ کار نے ٹرانسمیٹر کو آپریٹ کیا تو دوسری طرف سے بہرام گنگولی کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا "کیا شاربر کو خیریت سے پہنچا دیا گیا ہے؟"

"یس سر! مگر وہ بدستور بیمار ہیں۔"

"فوراً کسی اچھے ڈاکٹر کو بلا کر علاج کراؤ۔"

"ابھی وہ ہمارے دماغ میں بول رہا تھا کہ دو گھنٹے تک سوتا رہے گا۔ اس کے بعد ڈاکٹر کو بلا کر علاج کروایا جائے۔"

"کیا ابھی شاربر تمھارے دماغ میں موجود ہے، کیا میری آواز سن رہا ہے؟"

میں نے شاربر کے لب و لہجے میں اس آلۂ کار کے ذریعے کہا "ہاں، میں شاربر بول رہا ہوں۔ بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ خیال خوانی کرتے وقت تکلیف ہوتی ہے۔ بڑی مشکل سے باتیں کر رہا ہوں۔ مجھے دو گھنٹے کے لیے جانے دو۔ اس کے بعد کسی ڈاکٹر سے کنسلٹ کروں گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا "تمھاری بیماری مجھے نقصان پہنچا رہی ہے۔ کم از کم مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ تو لکھ دو۔"

"میں آنکھیں کھول نہیں سکتا۔ خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکتا۔ تکلیف محسوس کر رہا ہوں اور تم اپنے مطلب کی بات کر رہے ہو۔ کیا تمھیں میری تکلیف کا ذرا احساس نہیں ہے؟"

"اچھا اچھا، زیادہ مت بولو۔ دو گھنٹے بعد اُٹھ کر ڈاکٹر سے کنسلٹ کرنا۔ دوائیں کھاتے ہی طریقۂ کار لکھ دینا۔"

"ضرور لکھوں گا۔ اب میں سو رہا ہوں۔ زیادہ خیال خوانی نہیں کر سکتا۔"

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ ٹرانسمیٹر سے بہرام گنگولی کا رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے اور ابھی کہاں چھپا ہوا ہے۔ میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر نیچے ویٹنگ ہال میں آیا تو کنگ فرنانڈو ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مجھے پہچان نہیں سکتا تھا۔ میں اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ بہت ریزرو رہنے والا شخص تھا۔ کسی بھی اجنبی کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس نے گھور کر دیکھا۔ میں نے ذرا جھک کر رازدارانہ انداز میں کہا "خوب صورت لڑکیاں ہیں، کہیے تو دکھاؤں۔"

اس نے مجھے حقارت سے دیکھا پھر کہا "تم جیسے لوگ بڑے بڑے ہوٹلوں میں آ جاتے ہیں اور ہمارا وقت برباد کرتے ہیں۔ مجھے لڑکیوں کے دلالوں سے سخت نفرت ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا دوستانہ انداز میں خوب صورت لڑکیاں پیش کرنا دلالی ہے؟"

وہ غصے سے بولا "کیا دلالی نہیں ہے؟"

"تو پھر تم اپنے ہیلی کاپٹر میں خوب صورت لڑکیاں کیوں لائے ہو؟"

یہ سن کر وہ چونک گیا۔ مجھے حیرانی سے تکنے لگا۔ میں نے کہا "تم اپنے ایک نئے دوست کو خوش کرنے اور اس سے دوستی کرنے کے لیے لڑکیاں پیش کرنے والے ہو۔"

وہ جھینپ کر بولا "تم کون ہو؟"

"پہلے اس بات کا اعتراف کرو کہ دوستانہ انداز میں لڑکیاں پیش کرنا دلالی نہیں ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا "چلو اعتراف کرتا ہوں۔ اب بولو تم کون ہو؟"

"میں تمھارا وہی دوست ہوں جس کا انتظار کر رہے ہو۔"

وہ ایک دم سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں بھی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ پھر دونوں بازو پھیلا دیے۔ وہ مجھ سے گلے لگ کر بولا۔

"فرہاد! تم نے تو مجھے چکرا کر رکھ دیا تھا۔"

"کیا میں نے تمھیں غلط سبق دیا ہے؟"

"نہیں یار! سچ کہہ رہے تھے۔ لڑکیاں خواہ پیشہ ورانہ انداز میں پیش کی جائیں یا دوستانہ انداز میں، وہ ایک طرح کی دلالی ہوتی ہے۔"

پھر وہ مجھ سے الگ ہو کر بولا "یار! تم تو خاصے حُسن پرست ہو۔ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

میں نے ہنستے ہوئے پوچھا "یہی سوچ کر تم نے میرے لیے دو حسین ترین لڑکیوں کا انتخاب کیا ہے۔ بہتر ہوتا پہلے تم میری ہسٹری پڑھ لیتے یا میرے کسی قریبی جاننے والے سے معلومات حاصل کر لیتے۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"میں اس انداز میں کبھی کسی کے ساتھ وقت نہیں گزارتا۔ نہ بازار سے لڑکیاں خریدتا ہوں نہ انھیں کسی کے ذریعے تحفے کے طور پر قبول کرتا ہوں۔"

اس نے بڑی بے تکلفی سے میرے سینے پر ایک ہاتھ مارتے ہوئے کہا "تمھارے کردار کا یہ پہلو مجھے پسند نہیں ہے۔ ایک تو تم شراب نہیں پیتے، دوسرے لڑکیوں کے متعلق یہ پابندی عائد کر دی۔ یار! کیسے مزہ آئے گا۔ ہم کیسے رنگین لمحات گزاریں گے؟"

"فرنانڈو! دس حسین لڑکیاں نہ ہوں۔ ایک وقت میں صرف ایک چاہنے والی محبوبہ ہو تو اس کے ساتھ کتنے حسین لمحات گزرتے ہیں۔"

"کیا ایسی کوئی ہے؟"

"ہے، اسی لیے تو میں دوسری لڑکیوں کے لیے توبہ کر رہا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے معاف کرو۔ ہم دوسرے موضوع پر گفتگو کریں گے۔"

"تمھارا دوسرا موضوع میں جانتا ہوں۔ تم ہیلی کاپٹر کے لیے پوچھو گے۔ میں نے دو عدد کا انتظام کر دیا ہے۔ اور ضرورت ہو تو بولو۔"

"دو ہی کافی ہیں۔"

اس نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا "ہمارا وقت کیسے گزرے گا؟"

"مجھے تمھاری پریشانی دور کر کے خوشی ہو گی۔"

"یار! تم میری دولت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ میں چاندی کا جوتا اٹھاتا ہوں۔ ہر پریشانی کے منہ پر مارتا ہوں۔ وہ دور ہو جاتی ہے۔"

"بڑا بول مت بولو۔ تمھارے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں ایک ڈائریکٹر ایسا ہے جو تمھارے لیے دردِ سر بنا ہوا ہے۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "اوہو، میں تو بھول ہی گیا تھا، تم خیال خوانی کے ذریعے اتنی دور تک پہنچ سکتے ہو جس کی ہم توقع نہیں کر سکتے۔ چلو میں تمھیں اپنی پریشانیوں کے متعلق بتاؤں گا۔"

"تم مجھے کیا بتاؤ گے۔ میں تمھاری پریشانیوں کے متعلق اتنا کچھ بتاؤں گا کہ تم خود ابھی تک اسے سمجھ نہیں پائے ہو۔"

میں نے کاؤنٹر پر جا کر بل ادا کیا۔ کمرے سے اپنا بیگ منگوایا پھر فرنانڈو کے ساتھ باہر آ کر اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا "یہاں کے ایک فلائنگ کلب میں ہیلی کاپٹر موجود ہے۔ ہم اس میں شکاگو جائیں گے۔"

میں نے کہا "فرنانڈو! تمھارے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں ایک ڈائریکٹر ہے جس کا نام رابرٹ ویلی ہے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا "تمھاری معلومات غلط نہیں ہو سکتیں۔ تم مجھ سے یہ کہو گے کہ اس کی ایک بیٹی کا نام انجیلا ہے۔ وہ بھری جوانی میں بیوہ ہو گئی اور میرے اس سے تعلقات ہو گئے ہیں۔"

"صرف تعلقات نہیں ہوئے بلکہ وہ تمھارے بچے کی ماں بننے والی ہے۔"

"یہ درست ہے۔"

"تم نے آج تک شادی نہیں کی اور نہ ہی کرنا چاہتے ہو۔ تم اپنی ایک بھتیجی سے بہت پیار کرتے ہو۔ مرنے سے پہلے اپنی دولت اور جائیداد اس کے نام کرنا چاہتے ہو لیکن انجیلا نے تمھارے بچے کی ماں بننے کا دعویٰ کر دیا ہے اور اس کا باپ رابرٹ تمھیں مجبور کر رہا ہے کہ اس سے شادی کرو ورنہ وہ تمھارے بزنس کے اہم راز فاش کر دے گا۔ جس کے بعد تمھیں کروڑوں ڈالر کا نقصان ہو سکتا ہے۔"

"ہاں یار! یہ تو بہت پریشانی کی بات ہے۔ میں نے انجیلا کو بڑی بڑی آفرز دی ہیں۔ اس سے کہا ہے کہ وہ بچے کا چکر ختم کر دے۔ میں اسے اپنے کاروبار میں حصے دار بنا لوں گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "جب وہ بیوی بن کر تمھارے کاروبار کی تمام آمدنی حاصل کر سکتی ہے تو حصے دار بننے کی حماقت کیوں کرے گی۔"

"ہاں، میرے بورڈ آف ڈائریکٹرز کا وہ ڈائریکٹر رابرٹ بھی اس بات کو خوب سمجھتا ہے۔ اس نے فون پر بس ایک ہی بات کہہ دی ہے کہ میں جلد سے جلد انجیلا سے شادی کا اعلان کردوں ورنہ بات بگڑ جائے گی۔"

ہم فلائنگ کلب پہنچ گئے۔ وہاں وہ دو حسین لڑکیاں تھیں جنھیں فرنانڈو نے میرے لیے منتخب کیا تھا۔ بلاشبہ وہ بہت ہی حسین اور پُرکشش تھیں۔ میں نے کہا "انھیں رخصت کردو۔ ہم ہیلی کاپٹر میں ذاتی قسم کی گفتگو کریں گے تیسرے کو سننا نہیں چاہیے۔"

اس نے اپنے بریف کیس سے نوٹوں کی دو گڈیاں نکالیں۔ دونوں لڑکیوں کو ایک ایک گڈی دے کر کہا "تمھاری ضرورت نہیں ہے، جاسکتی ہو۔"

ہم ہیلی کاپٹر میں آکر بیٹھ گئے۔ فرنانڈو نے اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے زمین سے بلند کیا۔ پھر فضا میں اچھی خاصی بلندی پر پہنچ کر بولا "یار تم سب کچھ جانتے ہو لیکن اس کا کوئی حل بتاؤ۔ میں انجیلا اور اس کے باپ کے جال سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"جال میں تم خود پھنسے ہو۔ تمھارے لیے حسین ترین عورتوں کی کمی نہیں تھی۔ تمھیں انجیلا پر ہاتھ رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"بس کیا بتاؤں، حماقت ہی سمجھو۔ ویسے عورت بیوہ ہونے کے بعد کچھ زیادہ ہی حسین اور پُرکشش ہوجاتی ہے۔ کم بخت نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا تھا یا پھر شراب کا نشہ تھا جو اس کی طرف لے گیا تھا۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا بُرا ہوا۔ اب بھلا کیسے ہوگا؟"

میں مسکرانے لگا۔ اگرچہ فرنانڈو کی اس روداد کا تعلق بظاہر میری داستان سے نہیں تھا لیکن کچھ نہ کچھ تھا۔ میں اس کے کام آکر ہی امریکا جیسے ملک میں زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاصل کرسکتا تھا جب کہ ماسک مین سے اب محدود تعلقات رہ گئے تھے۔ میں اپنے بہت سے رازوں میں ریڈ پاور والوں کو شریک نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے کنگ فرنانڈو میرے لیے بہت اہم ہوگیا تھا۔

اس نے کن انکھیوں سے دیکھا، پھر کہا "میری حالت پر مسکرا رہے ہو، کوئی جواب کیوں نہیں دیتے؟"

"اس لیے مسکرا رہا ہوں کہ تمھاری پریشانیاں پہلے ہی دور کرچکا ہوں۔"

وہ ایک دم سے خوش ہو کر بولا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"جب مجھے دوست کہا ہے تو دوستی پر شبہ کبھی نہ کرنا۔"

"آئی ایم سو سوری، بھئی! مجھے معاف کرنا۔ میں خوشی میں بھول گیا تھا کہ کس سے بات کررہا ہوں۔ مجھے بتاؤ ٹھہرو ہے، تم نے کس طرح میری پریشانی دور کردی ہے۔ کیا مجھے انجیلا اور اس کے باپ سے نجات مل جائے گی؟"

ہیلی کاپٹر ایک ڈگمگانے لگا۔ ذرا نیچے کی طرف جانے لگا۔ اس نے بڑی مہارت سے اسے سنبھال لیا۔ میں نے پوچھا "یہ کیا ہوگیا تھا؟"

"میں خوشی سے کانپنے لگا تھا۔ ہیلی کاپٹر بھی کانپنے لگا۔ مجھے فوراً بتاؤ کیسے نجات ملے گی؟ اگر قسطوں میں خوشخبری سناتے رہوگے تو مارے خوشی کے ہیلی کاپٹر نیچے گر پڑے گا۔"

"کیا یہ تمھارے ساتھ نیکی کی سزا ہوگی؟"

"بھئی میرا دل الٹ پلٹ رہا ہے۔ جلدی بتاؤ کیا کرو گے؟ تم کیسے نجات دلاؤ گے؟"

"پہلے تم انجیلا اور اس کے باپ کے متعلق اصل بات سنو جسے تم نہیں جانتے لیکن سنانے سے پہلے ایک شرط ہے۔"

"اوہ، تم بہت زیادہ سسپنس پیدا کر رہے ہو۔ بھئی تمھاری ہر شرط ماننے کو تیار ہوں۔ بولو، کیا بات ہے؟"

"میں جتنی خوشخبری سناتا جاؤں، اس کے جواب میں ہیلی کاپٹر کو ذرا بھی نہیں ڈگمگانا چاہیے۔ تم مجھے بخیریت شکاگو پہنچاؤ گے۔ اگر خود کو اس قابل نہیں سمجھتے ہو تو جگہ بدل لو۔ میں اس کی پرواز جاری رکھوں گا۔"

"نہیں یار! میں سنبھال کر چلاؤں گا۔ تم بتاؤ، اصل بات کیا ہے؟"

"یہ ہے کہ انجیلا اور اس کا باپ دونوں تم سے فراڈ کررہے ہیں۔ وہ تمھارے بچے کی ماں نہیں بنے گی۔"

"کیا؟" اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ میں نے کہا "سنبھل کے دیکھو، ہیلی کاپٹر کو سنبھالو۔"

اس نے کہا "میں خود اسے لے کر لیڈی ڈاکٹر کے پاس گیا تھا۔ وہ ڈاکٹر میری برسوں کی شناسا ہے۔ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

"تو پھر میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"بھئی میں کان پکڑتا ہوں۔ تمھیں جھوٹا کیسے کہہ سکتا ہوں۔ تم تو اندر گھس کر صحیح بات معلوم کرلیتے ہو۔"

"صحیح بات یہ ہے انجیلا نے اس لیڈی ڈاکٹر کو دس ہزار ڈالر دیے ہیں۔ اس نے ایک دن میں اتنی رقم کبھی نہیں کمائی ہوگی۔ پھر بھلا انجیلا کے حق میں کیسے رپورٹ نہ دیتی؟"

"اب سارا کھیل میری سمجھ میں آگیا۔ انجیلا جھوٹ موٹ میرے بچے کی ماں بننے کا دعویٰ کررہی ہے۔ اس کا باپ بھی

دھمکیاں دے رہا ہے کہ اس کی عزت نہیں رکھی جائے گی۔ اس کی بیٹی سے شادی نہیں کی جائے گی تو وہ میرے بزنس کے اہم راز فاش کر دے گا۔"

وہ کہتے کہتے چپ ہو گیا۔ سوچنے لگا۔ میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میں اس مکار عورت سے کبھی شادی نہیں کروں گا لیکن اس کا باپ میرے کاروبار میں رازدار ہے، وہ اپنی دھمکی پر قائم رہے گا۔ اس کا بھی کچھ نقصان ہو گا لیکن اس سے کئی گنا زیادہ نقصان میرا ہو گا اور وہ مجھے ضرور نقصان پہنچائے گا۔"

"میں کہہ چکا ہوں، دو گھنٹے بعد تمہیں اس سے نجات مل جائے گی۔ وہ کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا تم اسے ختم کر دو گے؟"

"میں خواہ مخواہ کیوں اس کی زندگی سے کھیلوں۔ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس کے بعد بھی کچھ حقائق ہیں جنہیں تم نہیں جانتے۔"

"میرے دوست! میری جان! جلدی جلدی بتاؤ۔ تم نے تو میری زندگی میں آتے ہی دشمنوں کا پانسا پلٹ دیا۔"

"قصہ یوں ہے کہ جب تم انجیلا سے شادی کر لیتے تو وہ شادی کے دوسرے یا تیسرے دن زینے کے اوپر سے جان بوجھ کر گرتی۔ تم اسے پھر لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے جاتے اور وہ رپورٹ دیتی کہ بچہ ضائع ہو چکا ہے۔"

وہ دانت پیس کر بولا "معلوم ہوتا ہے، مکاری ان باپ بیٹی پر آ کر ختم ہو گئی ہے۔"

"اور آگے سنو۔ انجیلا کے باپ نے تمہارے لیے ایک ایسی دوا رکھ چھوڑی ہے جو دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ انجیلا تمہاری نادانستگی میں وہ دوا کھلاتی رہتی اور تم رفتہ رفتہ دماغی مریض بنتے جاتے، پھر کاروبار سنبھالنے کے قابل نہ رہتے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز میں یہ فیصلہ ہوتا کہ تمہاری جگہ انجیلا کو بٹھایا جائے۔ وہ تمہارا کاروبار سنبھالے گی۔ اس طرح سمجھ سکتے ہو کہ تمہاری دولت اور جائیداد کا کیا حشر ہونے والا تھا۔"

"اوہ گاڈ! فرہاد! تم میرے لیے فرشتہ بن کر آئے ہو، اب جلدی سے بتاؤ، مجھے کس طرح نجات ملے گی؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے آنکھیں بند کیں اور انجیلا کے باپ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ کھانے سے پہلے پینے میں مصروف تھا اور اسی قسم کی پلاننگ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کے سلسلے میں ہر پہلو پر غور کر رہا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر پوچھا "فرنانڈو!

انجیلا کا باپ کھانے سے پہلے بہت کم پیتا ہے۔ کھانے کے بعد دس بجے سے پینا شروع کرتا ہے پھر رات کے دو بجے تک پیتا رہتا ہے۔ اس کے بعد سو جاتا ہے لیکن آج تو وہ کچھ زیادہ ہی پی رہا ہے۔"

"تمہیں میری بات کا جواب دینا چاہیے، تم اس کے پینے کی بات کر رہے ہو۔ کبھی کبھی وہ اصول کے خلاف بھی پینے لگتا ہے۔"

"میں ابھی آ کر بات کرتا ہوں۔"

میں پھر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اسے وہاں سے اٹھا کر الماری کی طرف لے گیا۔ الماری کے ایک خانے میں وہ دوا رکھی ہوئی تھی جو فرنانڈو کو دماغی مریض بنانے کے لیے منگائی گئی تھی۔ اس نے وہ دوا اٹھائی حالاں کہ وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا کہ یہ دوا کیوں اٹھا رہا ہے لیکن وہ میرا تابع فرمان تھا۔ جو میں کہتا تھا، وہ کرتا جاتا تھا۔ وہ واپس اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ اب جس جام میں شراب تھی اس میں شیشی کی دوا انڈیل رہا تھا۔ ساتھ ہی پریشان ہوتا جا رہا تھا کہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟

جب میں نے وہ جام اس کے ہاتھ میں تھمایا اور اسے پینے پر مجبور کیا تو وہ نہیں نہیں کے انداز میں سر ہلانے لگا لیکن میں نے اس کے ہاتھ سے جام کو چھوٹنے نہیں دیا۔ اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ پھر اس میں جو کچھ تھا، وہ اس کے حلق میں اترتا چلا گیا۔

پینے کے بعد وہ گھبرا کر اٹھنا چاہتا تھا۔ ٹیلی فون کے پاس جانا چاہتا تھا۔ طبی امداد حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کے ہاتھ سے دوسرا جام بنایا۔ اس میں بھی تھوڑی سی دوا انڈیلی اور اسے پینے پر مجبور کیا۔ اس کے ہاتھ سے تیسرا جام بنانے کا ارادہ تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس کا دماغ کمزور ہو گیا ہے، وہ اس قابل نہیں ہے کہ میں اسے کنٹرول میں رکھوں۔ جو دوا تھوڑی تھوڑی کر کے وہ چار مہینوں میں فرنانڈو کے حلق سے اتارنا چاہتا تھا، اس کی آدھی سے زیادہ شیشی میں نے ایک ہی منٹ میں خالی کرا دی تھی۔ ظاہر ہے، جلد ہی نتیجہ ظاہر ہونا تھا اور وہ ظاہر ہونے لگا۔ اس کے ہاتھ سے جام چھوٹ گیا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر سامنے والی میز پر اوندھے منہ گر پڑا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر فرنانڈو سے کہا "میں تمہیں دو گھنٹے بعد نجات دلانا چاہتا تھا لیکن ابھی نجات مل گئی ہے۔"

"تم پھر تجسس میں مبتلا کر رہے ہو۔"

"اس نے تمہیں دماغی مریض بنانے کے لیے جو دوا رکھی تھی، وہ میں نے اسے زبردستی پلا دی ہے۔ اب اس کا دماغ الٹ گیا ہے۔ وہ کاروبار کرنے اور بورڈ آف ڈائریکٹرز میں رہنے کے قابل نہیں رہا۔"

فرنانڈو خوشی سے چیخ کر دونوں ہاتھ میری طرف بڑھا کر گلے لگنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے پھر پائلٹ کی سیٹ پر جما دیا۔ اس کے دماغ کو ذرا آزاد چھوڑ کر کہا "معلوم ہوتا ہے، آج تم مجھے مار کر ہی رہو گے۔ خدا کے لیے کہیں ہیلی کاپٹر اتارو۔ اب نہ میں تمہارے کام آؤں گا اور نہ ہی کوئی خوشخبری سناؤں گا۔"

وہ شرمندہ سا ہو کر بولا "یار! مجھے گدھا سمجھ کر معاف کر دو۔ مجھے اتنی ساری خوشیاں دے کر ناراض ہو جاؤ گے تو میں مر جاؤں گا۔"

"اور اتنی ساری خوشیوں کے نتیجے میں ہیلی کاپٹر نیچے گر پڑا تو بہت اچھا لگے گا۔"

"میں اس لمحے دل و جان سے دعا مانگ رہا ہوں کہ خدا میری زندگی بھی تمہیں دے دے۔"

پوجی نے ایک ہوٹل میں کمرا ریزرو کرا لیا تھا۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ میں نے کہا "دو عدد ہیلی کاپٹر کا انتظام ہو چکا ہے۔ میں شکاگو پہنچ رہا ہوں۔"

"کیا میں وہ ڈائری حاصل کرنے برنارڈ سیلری کے اپارٹمنٹ میں جاؤں؟"

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اسے غلام باقی نے حاصل کر لیا ہے۔"

"میں بور ہو رہی ہوں۔"

"دراصل تمہیں ناکامی برداشت کرنے کی عادت نہیں ہے، اس لیے غیر شعوری طور پر جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو۔ کمرے سے نکلو اور ہوٹل کے ڈانس فلور پر جاؤ۔ خوب انجوائے کرو۔ دوسروں کے ساتھ ہنسنے بولنے میں خود کو گم کر دو۔ انشاء اللہ ہم کل صبح ہیلی کاپٹر میں فلائی کریں گے اور بہرام گنگولی تک پہنچ جائیں گے۔"

"شاریہ کا کیا بنا؟"

"میں نے اسے اپنا معمول بنا لیا ہے۔ وہ بہرام گنگولی کے طلسم سے نکل چکا ہے۔ میں نے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی ہے کہ وہ مشین آپریٹ کرنے کا صحیح طریقہ نہ بتائے۔ اگر بتانے پر مجبور ہو تو کہیں خامی چھوڑ دے اور وہ ایسا ضرور کرے گا۔"

"اس کا مطلب ہے بہرام گنگولی جب شاریہ سے مایوس ہو گا تو مورینا کی طرف رخ کرے گا کیوں کہ وہ مشین آپریٹ کرنا جانتی ہے۔"

"وہ یقیناً ایسا کرے گا۔"

"فرہاد! کیا اسے شبہ نہیں ہے کہ تم شاریہ کے دماغ میں پہنچ گئے ہو؟"

"میں نے اس کے آلۂ کار کے ذریعے اس سے شاریہ بن کر گفتگو کی۔ بظاہر تو ایسی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ ہو سکتا ہے، شبہ کر رہا ہو اور ظاہر نہ کرتا ہو۔"

"ایسی حالت میں وہ مورینا کی طرف رخ کر چکا ہو گا۔ خود نہیں آئے گا لیکن اس کے آدمی مورینا کو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"میں زیادہ فکرمند نہیں ہوں۔ غلام باقی اس کے پاس ہے۔"

"تم مجھے ڈانس فلور پر جا کر دل بہلانے کو کہہ رہے ہو لیکن میرا دل کام میں لگتا ہے۔ جتنی زیادہ مصروف رہتی ہوں، اتنی ہی زیادہ خوش رہتی ہوں۔ کیا میں اس کے اپارٹمنٹ کی طرف جاؤں؟ کسی طرح معلوم کروں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ شاید اس اپارٹمنٹ کے آس پاس میں بہرام گنگولی کے آدمیوں کو شکار کر سکوں۔"

تم ہمیشہ ایکشن میں رہنا چاہتی ہو، یہ اچھی بات ہے۔ ٹھیک ہے جاؤ۔ وہاں پہنچتے ہی میں تمہارے پاس چلا آؤں گا۔"

کنگ فرنانڈو بار بار کن انکھیوں سے میری طرف دیکھتا تھا۔ جب میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تو اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا "خیال خوانی کر رہے تھے؟"

میں نے چند سیکنڈ میں اس کی سوچ پڑھی پھر کہا "تم چاہتے ہو، میں انجیلا کے باپ کے پاس جاؤں اور معلوم کروں، وہ پاگل کا بچہ واقعی پاگل ہوا ہے یا نہیں؟"

وہ مسکرانے لگا۔ میں انجیلا کے باپ کے پاس پہنچا۔ اس کے دماغ میں بڑا انتشار تھا۔ کوئی سوچ ایک جگہ نہیں ٹھہرتی تھی۔ وہاں عجیب طرح کی سنسناہٹ تھی۔ کبھی کبھی یوں لگتا جیسے ایک ہانڈی میں چھوٹے چھوٹے کنکر بھر کر اسے ہلایا جا رہا ہو اور بے تکی آوازیں پیدا ہو رہی ہوں۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ اپنی ذات سے بیگانہ ہو چکا تھا۔ خود کو پہچان نہیں سکتا تھا۔ اب اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اس کے آس پاس کون لوگ ہیں، یہ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کیوں کہ اس کے ذریعے میں کسی کی آواز بھی نہیں سن سکتا تھا۔ جب دماغ درست نہ ہو تو کانوں میں پڑنے والی آوازیں نہ وہ سمجھ سکتا ہے نہ اس کا دماغ ہمیں سمجھا سکتا ہے۔

میں نے فرنانڈو کو اس کی کیفیت بتائی۔ اس نے پوچھا "کیا انجیلا کے پاس جا کر معلوم کر سکتے ہو؟"

"میں نے ابھی تک انجیلا کی آواز نہیں سنی ہے۔ اس کے متعلق جتنے حقائق بتائے ہیں، وہ میں نے اس کے باپ کے ذریعے

معلوم کیسے ہیں؟"

"اگر میں اس سے فون پر بات کروں تو کیا تم اس کے دماغ میں پہنچ جاؤ گے؟"

"بے شک پہنچ جاؤں گا اور اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرسکوں گا۔"

ہم آدھے گھنٹے میں شکاگو کے فلائنگ کلب پہنچ گئے۔ دوسرا ہیلی کاپٹر میرے لیے تیار تھا۔ فرنانڈو مجھے اس ہیلی کاپٹر کے اندر لے گیا۔ کہنے لگا "یہ لیٹسٹ ماڈل ہے۔ اس میں ہر طرح کی سہولتیں ملیں گی۔ ہر سیٹ کے ساتھ ایک پیراشوٹ ہے۔ خطرے کے وقت بلندی سے چھلانگ لگا سکتے ہو۔ اس کی بیرونی باڈی بلٹ پروف ہے۔ یہ سامنے اسکرین پر ٹارگٹ بنا ہوا ہے۔ آس پاس کے دشمن طیاروں یا ہیلی کاپٹروں کو اس ٹارگٹ میں دیکھ کر صحیح نشانہ لے سکتے ہو۔ چوں کہ پرائیویٹ ہیلی کاپٹروں اور طیاروں کو خطرناک اسلحہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے اس لیے یہ ہیلی کاپٹر ابھی اسلحے سے خالی ہے لیکن صبح سویرے میرے آدمی یہاں چوری چھپے آئیں گے، پھر یہاں جتنی گنیں ہیں انھیں بلٹ اور ایرو بلٹ سے بھر دیں گے۔ ایرو بلٹ سے تم کسی بھی ہیلی کاپٹر کی پٹرول کی ٹنکی میں سوراخ کرسکتے ہو۔

یہ ٹرانسمیٹر ہے۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں ایک کارڈ رکھا ہوا ہے جس میں مجھ سے رابطہ قائم کرنے والی فریکوئنسی لکھی ہوئی ہے۔ اس خانے میں ایک لاکھ ڈالر نقد رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں اسپیشل پے منٹ کارڈز ہیں۔ ان میں سے تم کوئی بھی کارڈ کسی بینک میں لے جاکر جتنی رقم بھرو گے تمھیں مل جایا کرے گی۔ کوئی تم سے یہ سوال نہیں کرے گا کہ یہ کارڈ تمھارے پاس کہاں سے آئے۔"

اس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر کہا "تم یہاں بیٹھے بیٹھے کہیں بھی ڈائل کرسکتے ہو۔"

اس نے ڈائلنگ کی پھر ذرا انتظار کرنے کے بعد بولا۔ "ہیلو انجیلا!"

دوسری طرف سے انجیلا کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی "اوہ فرنانڈو! غضب ہوگیا۔ میرے ڈیڈی اچانک پاگل ہوگئے ہیں۔"

فرنانڈو نے مسکراتے ہوئے حیرانی کا اظہار کیا "یہ اچانک کیسے ہوگیا؟"

"پتا نہیں، جہاں وہ بیٹھ کر شراب پی رہے تھے، وہاں ایک ایسی دوا رکھی ہوئی تھی جو استعمال کرنے کے بعد دماغ پر برا اثر ڈالتی ہے۔ کئی ملازموں نے ڈیڈی کو بڑی مشکل سے قابو کیا۔ پھر ڈاکٹر نے آکر معائنہ کیا۔ اب انھیں اسپتال پہنچا دیا گیا ہے۔ میں وہاں جانے والی ہوں۔ کیا تم آرہے ہو؟"

فرنانڈو نے جواب دینے سے پہلے میری طرف دیکھا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا "آج اس سے آخری ملاقات کرو اور جو وصول کرسکتے ہو، سود سمیت وصول کرلو۔"

دوسری طرف سے انجیلا نے پوچھا "تم خاموش کیوں ہوگئے۔ کیا آرہے ہو؟"

"ہاں۔ آج دل چاہتا ہے، تمھارے ساتھ رات گزاروں لیکن تمھارے گھر میں ٹریجڈی ہوگئی ہے۔ لہٰذا میں نہیں آؤں گا۔ خوامخواہ موڈ خراب ہوگا۔"

"تم بہت خود غرض ہو۔ کیا میرے دکھ درد میں شریک نہیں ہوگے؟"

"شریک تو ہوجاؤں گا لیکن تمھارے پاس آکر دل قابو میں نہیں رہے گا۔"

"چلے آؤ، میں تمھیں بور نہیں ہونے دوں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں پہنچ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "تمھارے کہنے سے میں نے اس کے پاس جانے کا وعدہ تو کرلیا لیکن تمھیں چھوڑ کر کیسے جاؤں گا؟"

"میں کہیں بھاگا نہیں جارہا ہوں۔ پھر ملاقات ہوگی۔ ابھی ڈسٹرب نہ کرو۔ میں ضروری معلومات حاصل کررہا ہوں۔"

میں انجیلا کے پاس پہنچ گیا۔ دس منٹ کے بعد واپس آکر بولا "فرنانڈو! تم بہت ذہین بزنس مین ہو لیکن عورت کے معاملے میں گدھے ہو۔"

"یہ تو میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ جو غلطی ہو، گدھا سمجھ کر معاف کردو۔ آخر بات کیا ہے؟"

"تم انجیلا کی باتوں میں آکر اس کے باپ پر اندھا اعتماد کرنے لگے تھے۔ اس نے اب تک پانچ کروڑ ڈالر کا غبن کیا ہے۔ اس کالے دھن کو انجیلا نے ایسی جگہ چھپا کر رکھا ہے جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔"

"کیا تم بھی نہیں؟"

"میں تو پہنچ چکا ہوں۔"

وہ پھر خوشی سے کانپتے ہوئے دونوں بازو پھیلا کر مجھ پر آکر لد گیا۔ اپنی دانست میں گلے مل رہا تھا۔ میں نے کہا "اب میں تمھیں کوئی خوشخبری نہیں سناؤں گا۔"

وہ جلدی سے الگ ہوکر بولا "کیوں، مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟"

"تم بے قابو ہوجاتے ہو۔ یہاں سے خوشی خوشی ہیلی کاپٹر [illegible]ن جاؤ گے۔ راستے میں اگر میں نے کوئی اچھی بات سنادی تو جان [illegible]ے جاؤ گے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں بخیریت زمین پر پہنچ [illegible]کا ہوں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، اب خود کو قابو میں رکھوں گا۔ کیا [illegible]ری اتنی بڑی رقم مجھے واپس مل جائے گی؟"

"تم یہاں سے اپنی رہائش گاہ میں جاؤ گے۔ وہ اپنے [illegible]ریف کیس میں تمام رقم لے کر خود تمھارے پاس آئے گی اور [illegible]تمھارے حوالے کردے گی۔"

وہ بچوں کی طرح تالیاں بجاکر ہنستے ہوئے بولا "یعنی تم اسے [illegible]بلی مینھی کے ڈنڈے مار مار کر میرے پاس پہنچاؤ گے۔"

"ہاں، وہ اس کے علاوہ ایسے اہم کاغذات بھی لے کر آئے گی جنھیں دیکھ کر تم حیران رہ جاؤ گے۔ اگر وہ کاغذات اس کے پاس رہ جاتے تو تم بری طرح تباہ ہوجاتے۔"

اس نے میرے بازو کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے پوچھا "وہ کاغذات کیسے ہیں؟"

میں نے اس کے ہاتھ کو جھٹک دیا۔ پھر کہا "اب میں زوردار طمانچہ ماروں گا۔ ہمارے ملک میں گدھے کو ڈنڈے مارے جاتے ہیں۔ میں طمانچے پر اکتفا کرلوں گا۔"

"یار! تم مجھے جوتے مارلو مگر بتاؤ وہ کاغذات کیا ہیں؟"

"ابھی نہیں بتاؤں گا۔ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ خوشی کے مارے کسی حادثے کا شکار ہوجاؤ گے۔"

وہ میرے ساتھ فلائنگ کلب کے دفتر میں آیا۔ وہاں اس ہیلی کاپٹر کو عارضی طور پر میرے نام کیا۔ کاغذی کارروائی ہوئی۔ اس کے بعد ہم باہر آئے۔ اس کی ایک شاندار مرسیڈیز کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "یہ گاڑی تمھارے لیے ہے۔ میں دوسرے ہیلی کاپٹر میں جارہا ہوں۔ مجھ سے رابطہ قائم کرتے رہنا۔ دیکھو اگر مجھ سے ملے بغیر کہیں غائب ہوجاؤ گے تو میں تمھارا کچھ بگاڑ نہیں سکوں گا لیکن تمام عمر تمھاری جدائی کا صدمہ سہتا رہوں گا اور شاید وقت سے پہلے مرجاؤں گا۔"

میں نے مسکرا کر کہا "فرنانڈو! اتنے جذباتی نہ بنو۔ جاؤ اور انجیلا سے اپنی رقم اور اہم کاغذات وصول کرو۔ میں رابطہ قائم کرتا رہوں گا۔"

وہ چلا گیا۔ میں نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ پھر ڈرائیو کرتا ہوا اس ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں یومی نے کمرہ ریزرو کرایا تھا۔ میں نے کاؤنٹر پر جاکر اپنا اور یومی کا فرضی نام پوچھا۔ کاؤنٹر کلرک نے چابی میرے حوالے کردی۔ میں اس کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کرکے بستر پر لیٹ گیا۔ یہ کمرہ یومی نے ہمارے لیے ریزرو کرایا تھا۔ مجھے پہلے اس کے پاس پہنچنا چاہیے تھا لیکن ڈائری سب سے زیادہ اہم تھی لہٰذا میں باقی کے پاس آگیا۔

وہ مورینا کو دیکھ رہا تھا۔ اس حسینہ کا گلاب جیسا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ تھک ہار کر سوگئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا، کیا انسان اسی کے لیے دیوانہ ہوتا ہے۔ کس طرح آتشی انار کی طرح بلندی تک چنگاریاں چھوڑتا ہے پھر آہستہ آہستہ سرد پڑجاتا ہے۔ یہ عورت کیا ہے۔ اس کے لیے مرد دنیا سے لڑتا ہے اور یہ مرد ہے جس کے لیے عورت اپنا تن من سب کچھ ہار جاتی ہے پھر گہری نیند سوجاتی ہے۔

میں نے اسے مخاطب کیا "باقی! فلسفہ بعد میں سوچنا۔ وہ ڈائری کھولو اور مجھے پڑھ کر سناؤ۔"

وہ ڈائری اٹھا کر کھولنے لگا۔ میں نے کاغذ اور قلم سنبھال لیا تھا۔ وہ پڑھ کر سنانے لگا۔ میں سن سن کر لکھنے لگا۔ وہ بڑے کام کی ڈائری تھی۔ دنیا کی سب سے عجیب و غریب ایجاد کو آپریٹ کرنے کی ایک ایک تفصیل کو میری طرف منتقل کرتی جارہی تھی۔ جب اس نے شروع سے آخر تک سب کچھ لکھا دیا تو میں نے کہا "وہ شارپر کی ڈائری ہے۔ اس میں کچھ اہم یادیں لکھی ہوں گی۔ تم ورق الٹتے جاؤ اور پڑھتے جاؤ۔ میں سن رہا ہوں۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق ورق الٹ الٹ کر پڑھنے لگا۔ اس تہ خانے میں ٹرانسفارمر مشین کے علاوہ جو دوسری مشینیں رکھی ہوئی تھیں، ان کے متعلق کچھ ٹیکنیکل باتیں لکھی ہوئی تھیں جن سے مجھے دلچسپی نہیں ہوسکتی تھی۔ میں نے کہا "باقی! تم نے

ٹرانسفارمر مشین کو آپریٹ کرنے کے سلسلے میں جو طریقہ مجھے لکھوایا ہے، صرف اتنے صفحات اس ڈائری سے نکال لو اور انھیں ابھی جلادو۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اُٹھ گیا۔ میں نے اسے ہدایت کی تھی، وہ میری ہدایت کو حکم سمجھتا تھا، فوراً اس کی تعمیل کرتا تھا۔ اس نے وہ تمام کاغذات اس ڈائری سے نکال لیے۔ پھر باتھ روم میں جاکر انھیں جلایا اور اس کی راکھ کموڈ میں ڈال دی، پھر فلش کے ذریعے بہادی۔

وہ اس کام سے فارغ ہوکر باتھ روم سے باہر آیا، دروازے کو بند کیا، پھر بستر پر لیٹنا چاہتا تھا کہ اسی وقت محسوس ہوا جیسے کمرے کے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس نے سوچا۔ "خطرہ ہے!"

میں نے کہا۔ "تم درست سوچ رہے ہو۔ تم نے دروازے کو اندر سے لاک کیا ہے، باہر سے کوئی کھولنے کی کوشش کررہا ہے۔ پہلے یہ بتاؤ، موربنا کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟"

"میرے آقا! اگر یہ مجھ سے وفا کرے گی تو میں ساری زندگی اس سے نباہ کروں گا۔"

"تو پھر اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو۔ بہرام گنگولی اپنے آدمیوں کے ذریعے موربنا کو اغوا کرانے کی کوشش کرے گا۔ تم اس کی حفاظت کروگے لیکن اپنی حفاظت کو مقدم سمجھوگے۔ میں تمھیں زندہ سلامت دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے تمھاری ضرورت پڑے گی۔"

"میرے آقا! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں کسی نہ کسی مرحلے پر آپ کے لیے ضروری ثابت ہوسکتا ہوں۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی کمرے کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ وہاں چار شخص نظر آئے۔ وہ فوراً ہی اندر آگئے۔ ان میں سے ایک دروازے کے پاس کھڑا ہوگیا۔ باقی تین، باقی اور موربنا کے سرہانے آگئے۔ ایک کے دائیں ہاتھ میں ریوالور تھا۔ بائیں ہاتھ میں ایک چھوٹی سی پرچی تھی۔ اس نے وہ پرچی باقی کی طرف بڑھادی، باقی اسے لے کر پڑھنے لگا۔ اس میں لکھا تھا۔ "موربنا جو ڈائری شاریہ کے رہائشی تہ خانے سے لے کر آئی ہے، وہ ہمارے حوالے کی جائے۔ کسی طرح کی حیل و حجت میں وقت ضائع کروگے تو گولی ماردی جائے گی۔"

باقی نے سرہانے کی میز کی طرف اشارہ کیا۔ ریوالور والے نے ادھر دیکھا۔ سیاہ رنگ کی ڈائری رکھی تھی۔ اس نے لپک کر اسے اٹھالیا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ شاریہ کا نام لکھا تھا۔ اسے ڈائری کے سلسلے میں اور بھی نشانیاں بتائی گئی ہوں گی۔ پہلے

وہ مطمئن ہوا، پھر ورق الٹنے کے دوران بے اختیار بول پڑا۔ "اس کے ورق پھٹے ہوئے ہیں۔"

باقی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم بڑے محتاط ہوکر آئے تھے لیکن اپنی آواز سنا رہے ہو۔"

وہ چونک گیا۔ سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔ موربنا کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ اجنبیوں کو ریوالور سمیت دیکھ کر سہم گئی تھی۔

میں نے کہا۔ "باقی! میں خواہ مخواہ خیال خوانی کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔ انھیں اسی کشمکش میں رہنے دو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں یا نہیں ہوں؟"

میری بات سمجھتے ہی اس نے اچانک ریوالور والے کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ اس کا ہاتھ خالی ہوگیا۔ ریوالور اڑتا ہوا موربنا سے ذرا فاصلے پر گرا۔ اس نے فوراً ہی اُٹھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اتنی دیر میں دوسرے شخص نے ریوالور نکال لیا تھا اور دھمکی دینا چاہتا تھا کہ موربنا اور باقی اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں ورنہ گولی ماردے گا۔

لیکن موربنا کو دیکھتے ہی وہ دھمکی دینا بھول گیا۔ ریوالور پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑگئی۔ باقی نے اس پر بھی ایک ٹھوکر ماری، ریوالور اڑتا ہوا گیا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے باؤلنگ ہورہی ہے اور ٹھیک وکٹ پر آرہی ہے۔ دوسرا ریوالور بھی موربنا کی وکٹ پر آیا۔ اس نے اسے بھی اٹھالیا لیکن آنے والے اور حملہ کرنے والے اپنی جگہ ساکت کھڑے رہ گئے تھے۔ سب کے سب وکٹ کو دیکھ رہے تھے۔ تب اسے احساس ہوا۔ وہ چیخ مار کر پھر کمبل میں گھس گئی۔

باقی نے ڈائری اُٹھا کر ایک کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "اسے لینے آئے ہو، اب جاؤ۔"

اس نے ڈائری لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس کے کئی ورق پھٹے ہوئے ہیں۔"

"موربنا جب اسے لے کر آئی تو ورق پھٹے ہوئے تھے۔ زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ بار بار کمبل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں وہ چھپی ہوئی تھی۔ دونوں ریوالور بھی چھپے ہوئے تھے مگر صاف پتا چل رہا تھا، وہ سب نشانے پر ہیں۔ انھیں مجبوراً وہ ڈائری لے کر جانا پڑا۔ وہ ایک ایک کرکے کمرے سے نکل گئے۔ باقی نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔

میں نامراد جانے والوں کے ساتھ تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے ہوٹل کے باہر آئے پھر اپنی کار میں بیٹھ کر جانے لگے۔ میں ان کے درمیان خاموش رہ کر ان کا ایک اڈا

معلوم کرسکتا تھا۔ میں پومی کے پاس آگیا۔ اس نے چار اجنبیوں کو باقی کے کمرے میں جاتے دیکھا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی، یہ لوگ یا تو موربنا کو اٹھا کر لے جانے کی کوشش کریں گے یا باقی کے ہاتھوں مار کھا کر لوٹیں گے یا ہوسکتا ہے، باقی پر بھاری پڑیں اور موربنا کو اغوا کرنا پرابلم ہوجائے تو صرف ڈائری لے کر بھاگ جائیں۔ بہرحال وہ ان کا انتظار کررہی تھی۔ جب وہ باہر آکر کار میں جانے لگے تو یہ بھی ان کا تعاقب کرنے لگی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا وہ لوگ ڈائری لے جارہے ہیں؟"

میں نے مختصر طور پر کہا۔ "ڈائری کے خاص اوراق جلادیے گئے ہیں۔ کمرے میں جاکر انھیں خاصی مایوسی ہوئی۔ نامراد واپس جارہے ہیں۔ میں ان کے درمیان ہوں۔ تم بھی آتی رہو۔ ان کے کسی اور اڈے کا پتا چل جائے گا۔"

میں پھر ان کے درمیان پہنچ گیا۔ ان کے جس ساتھی نے اپنی آواز سنائی تھی، وہ پچھلی سیٹ پر اپنے دو ساتھیوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "یقین کرو میں نے جان بوجھ کر آواز نہیں نکالی تھی۔"

اس کے جواب میں کسی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ بولا۔ "پھٹی ہوئی ڈائری دیکھ کر میں جھنجلا گیا تھا۔ بے اختیار بول پڑا تھا۔ اس وقت یاد نہیں رہا کہ گونگا بن کر رہنا ہے۔ بھئی، کبھی ہم گونگے بن کر نہیں رہے کیونکہ عادت نہیں۔ کسی سے بھی بھول چوک ہوسکتی ہے۔"

اس کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے ساتھی نے جیب سے چاقو نکال کر ایک کھٹکے سے کھولا۔ وہ تڑپ کر اس کی طرف گھوم گیا اور غصے سے بولا۔ "کیا ارادہ ہے تمھارا؟ مجھے کمزور نہ سمجھنا۔"

بات ختم ہوتے ہی اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ بائیں طرف بیٹھے ہوئے ساتھی نے چاقو پیوست کردیا تھا۔ اسے دوسری طرف سے حملے کی توقع نہیں تھی۔ وہ جی دار تھا۔ چاقو پیوست ہونے کے باوجود اس کی طرف پلٹا لیکن دائیں طرف والے نے اس کے جسم میں چاقو اتار دیا۔ وہ ان کے درمیان پھنس گیا تھا۔ ایک کا وار روکنا چاہتا تھا تو دوسری طرف سے حملہ ہوتا تھا۔ دوسری طرف روکنے کی کوشش کرتا تو پہلی طرف سے چاقو جسم میں اتر جاتا تھا۔ وہ تڑپ رہا تھا، پھڑپھڑا رہا تھا۔ آخر ٹھنڈا پڑ ہی گیا۔ گاڑی شہر سے باہر جانے والی شاہراہ پر تیز رفتاری سے جارہی تھی۔ اچانک بریک کی آواز رات کے سناٹے میں دور تک چیختی ہوئی گئی۔ گاڑی ایک لمحے کو رُکی۔ پچھلا دروازہ کھلا۔ اس میں سے ایک مردہ جسم لڑھکتا ہوا باہر آیا۔ فرش پر گر کر چاروں شانے چت ہوا۔ پھر گاڑی آگے بڑھتی ہوئی اسی تیز رفتاری سے جانے لگی۔

چونکہ وہ ایک شہر کو دوسرے شہر سے ملانے والی شاہراہ تھی، اس لیے گاڑیوں کی کافی آمدورفت تھی۔ وہاں سے گزرنے والوں نے بیچ سڑک پر لاش کو دیکھا ہوگا مگر کسی نے گاڑی نہیں روکی۔ ہوسکتا ہے، دور جاکر ٹیلیفون کے ذریعے پولیس کو اطلاع دی ہو۔ میں نے پومی کے پاس آکر کہا۔ "اب میں ان کے درمیان نہیں رہ سکتا۔"

پومی ان کے تعاقب میں تھی۔ اپنی گاڑی کی ہیڈ لائٹس کے ذریعے اگلی گاڑی سے کسی کو کار سے نکل کر لڑھکتے ہوئے اور سڑک پر آکر گرتے ہوئے دیکھا تھا لیکن وہ بھی نہیں رُکی تھی۔ لاش سے کترا کر ڈرائیو کرتی ہوئی، رفتار بڑھاتی ہوئی ان کے پیچھے جارہی تھی۔ میں نے کہا۔ "میں اس مرنے والے کے دماغ میں تھا۔ وہ یہ برداشت نہیں کرسکتے تھے، بہت محتاط ہیں، اپنے ایک ساتھی کو مار کر پھینک دیا ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "یعنی تمھاری ٹیلی پیتھی کو سڑک پر پھینک کر چلے گئے۔"

"یہی سمجھو۔ تم ان کے اڈے تک پہنچ سکتی ہو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے جارہا ہوں۔"

"کہاں جارہے ہو؟"

"کنگ فرنانڈو ہمارے لیے بہت کام کررہا ہے۔ مجھے بھی اس کا تھوڑا سا کام کرنا ہے، ابھی آجاؤں گا۔"

میں نے فرنانڈو کے پاس پہنچ کر دیکھا۔ وہ انتظار کررہا تھا۔ میں نے کہا۔ "وہ تھوڑی دیر میں پہنچنے والی ہے۔"

میں انجیلا کے پاس آگیا۔ اس کے دماغ پر قابض ہوکر اس کے ہاتھ میں ایک اٹیچی پکڑائی۔ پھر اُدھر لے گیا جہاں اس نے کالا دھن چھپا کر رکھا تھا۔ وہ تمام نقد رقم اٹیچی میں بھرنے لگی۔ پھر اسے اٹھا کر آئرن سیف کے پاس آئی۔ اسے کھول کر تمام اہم کاغذات نکال کر اٹیچی میں رکھنے لگی۔ یہ کام کرنے کے بعد اس نے آئرن سیف بند کیا۔ اٹیچی کو بھی بند کیا۔ پھر ملازم کو آواز دے کر بلایا۔ اس کے آنے پر حکم دیا۔ "اٹیچی کو کار کی ڈکی میں رکھو۔"

ملازم نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آگئی۔ گاڑی اسٹارٹ کرنے کے بعد فرنانڈو کی رہائش گاہ کی طرف جانے لگی۔ وہاں سے بیس منٹ کا فاصلہ تھا۔ میں نے اسے فرنانڈو کے پاس پہنچا دیا۔ اس کی زبان سے کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ اس اٹیچی میں جتنا مال ہے، سب نکال کر آئرن سیف میں رکھ لو۔ جلدی کرو۔ مجھے دوسری جگہ بھی مصروف رہنا ہے۔"

اس نے فوراً ہی اٹیچی کھولی۔ تمام مال اور اہم کاغذات اٹھا کر آئرن سیف میں رکھے۔ انجیلا نے اٹیچی بند کردی۔ میں نے اس کے

ذریعے کہا۔"میں اسے واپس اس کی رہائش گاہ میں پہنچا رہا ہوں۔ تم پچیس منٹ بعد فون کرکے اسے اپنے پاس بلا لینا۔"

میں نے اسے واپس پہنچا دیا۔ وہ کار سے اُتر کر، ڈکی کھول کر خالی اٹیچی لے کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ ملازم نے کہا۔ "میں اٹیچی اٹھا لیتا ہوں۔"

میں نے اس کی زبان سے کہا۔"نہیں، میں خود لے جاؤں گی۔"

وہ اپنے بیڈ روم میں آ گئی جہاں سے اٹیچی نکالی تھی۔ وہیں لے جا کر رکھ دی، پھر آرام سے بستر پر لیٹ گئی۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر بیٹھ گئی، سوچنے لگی۔ اسے کچھ ہوا تھا؟ لیکن کیا ہوا تھا؟ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔"میں نے آنکھیں بند کی تھیں، تھوڑی دیر کے لیے شاید نیند آ گئی تھی۔"

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ اب وہ کچھ بھی سوچتی رہے، میرا کام ہو چکا تھا۔ وہ کبھی سمجھ نہیں پائے گی کہ پانچ کروڑ ڈالر اور وہ اہم کاغذات کہاں چلے گئے۔

میں نے فرنانڈو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔"اب تم اسے فون کر سکتے ہو۔ تم نے جو کچھ اس سے حاصل کیا ہے، اس کا ذکر کبھی نہ کرنا۔ ہمیشہ انجان بن کر رہنا۔"

"فرہاد! میں تمہارے بارے میں سوچ سوچ کر حیران ہوں، تم کیا چیز ہو؟"

"اس چیز کے بارے میں سوچو جسے بلا رہے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔"ہاں، اس ذلیل عورت کو صبح ہوتے ہی دھتکار دوں گا۔"

"کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے بات بڑھنے کا امکان ہو۔ صبح ہوتے ہی تم دو چار مشہور و معروف ڈاکٹروں کو بلاؤ گے۔ انجیلا سے کہو گے یہ سب مستند ڈاکٹر ہیں۔ ان میں سے کوئی یہ کہہ دے کہ تم ماں بننے والی ہو تو میں ابھی شادی کا اعلان کر دوں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔"ہاں، یہ تدبیر اچھی ہے۔ اس طرح اس کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ وہ معائنہ نہیں کرائے گی۔ شاید بھاگ جائے گی۔ دوسرے حربے استعمال کرنے کے لیے اپنے گھر پہنچے گی تو اہم کاغذات نہیں ملیں گے۔ باپ کا سہارا پہلے ہی ٹوٹ چکا ہے۔ وہ اب پاگل خانے میں ہی زندگی گزارے گا۔ فرہاد! میری جان۔۔۔"

میں نے بات کاٹ کر کہا۔"بس زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دوسری جگہ مصروف ہوں۔"

میں پومی کے پاس آ گیا۔ سوچا تھا، جلد سے جلد آنے کی کوشش کروں گا لیکن ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ وہ تینوں اپنے چوتھے ساتھی کو قتل کرنے کے بعد ایسی شاہراہ سے گزر رہے تھے جہاں گاڑیوں کی آمد و رفت تھی۔ اس لیے تعاقب کا شبہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے طور پر مطمئن تھے کہ بولنے والے کو ختم کر دیا ہے۔ اب کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے دماغ تک نہیں پہنچ سکتا۔

وہ ایک مال گودام کے احاطے میں داخل ہو گئے۔ پومی نے باہر گاڑی روک دی۔ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ وہاں ایک لمبا چوڑا سائن بورڈ لگا ہوا تھا جس پر لکھا تھا۔"البرٹ اینڈ البرٹ کمپنی، شکاگو، ناردرن۔"

اس نے کار واپس موڑ لی۔ کافی لمبی ڈرائیونگ تھی۔ اس دوران میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے کہا۔"میں آ رہی ہوں۔ تم ٹیلیفون ڈائریکٹری میں البرٹ اینڈ البرٹ کمپنی کا نمبر دیکھو۔ وہاں کسی بولنے والے سے رابطہ ہو گا۔ پھر تمہیں کڑی سے کڑی ملتی جائے گی۔"

"میرا خیال ہے، اب تم شہر میں داخل ہونے والی ہو۔"

"ہاں، ایک بات یاد رکھو۔ اس لمحے سے میرے دماغ میں نہ آنا۔ آؤ گے تو سانس روک لوں گی۔"

"یہ پابندی کیوں ہے؟"

وہ مسکراتے ہوئے، ذرا شرماتے ہوئے بولی۔"بس یونہی۔ تم صبح تک میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔"اچھی بات ہے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ سرہانے رکھی ہوئی ٹیلیفون ڈائریکٹری کے اوراق اُلٹنے لگا۔ جلدی نمبر مل گئے اور جلد ہی رابطہ بھی قائم ہو گیا۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔"ہیلو! اِٹ از البرٹ اینڈ البرٹ کمپنی۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا اور بولنے والے کے پاس پہنچ گیا۔ وہ گودام کا انچارج تھا۔ اس نے دو چار بار ہیلو ہیلو کہا۔ پھر ریسیور کو گھور کر کریڈل پر رکھتے ہوئے دوسری طرف سے فون کرنے والے کو گالی دینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں نے اس کی زبان دانتوں کے درمیان دبا دی۔ وہ تلملا کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر ہائے ہائے کرنے لگا۔ میں نے اس کے دماغ میں سوچ پیدا کی۔"ابھی سیاہ رنگ کی گاڑی میں کون لوگ آئے تھے؟"

وہ جواباً سوچنے لگا۔"اور کون ہو سکتے ہیں، وہی چھٹے ہوئے بدمعاش ہوں گے۔ باس نے انھیں سر پر چڑھا رکھا ہے۔ کام کاج کرتے نہیں ہیں، شراب پیتے اور عیاشی کرتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی باس کے کسی کام سے جاتے ہیں، پھر واپس آ جاتے ہیں۔"

میں نے چپ چاپ معلوم کیا۔ اس کے سامنے پڑی ہوئی میز پر فائلوں اور کاغذات کے حوالے سے کوئی ایسا ضروری کام ہے جس کے لیے باس سے رابطہ قائم کرنا پڑے۔ وہ سوچنے لگا۔ گودام نمبر تین کا ایئر کنڈیشنر بار بار خراب ہو جاتا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا اور میں اس سے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کروا رہا تھا۔ پھر باس سے رابطہ قائم ہوا۔ وہ گودام نمبر تین کے سلسلے میں شکایت کرنے لگا۔ دوسری طرف سے باس نے سخت لہجے میں کہا۔"اس کے لیے مجھے ڈسٹرب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ گودام کے انجینئر اور کیشیئر سے بات کرو۔"

میں باس کے دماغ میں بیٹھ گیا۔ وہ بہرام گنگولی کو جانتا تھا۔ میں اس سے زیادہ معلوم نہ کر سکا۔ دروازے پر دستک ہونے لگی۔ میں اٹھ کر قریب گیا۔ پھر دستک سنائی دی۔ میں نے پوچھا۔"کیا تم ہو؟"

"ہاں، دروازہ کھولو۔"

میں کھول کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ اندر آئی۔ دروازے کو بند کر دیا۔ پھر اس سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ ہم ایک طویل مدت کے بعد ایک دوسرے کے روبرو آئے تھے۔ وہ جمناسٹک کی ملکہ تھی۔ ایسا خوب صورت جسم تھا جو خیالوں اور خوابوں میں نہیں بنتا۔ اس کے لیے برسوں کی ریاضت درکار ہوتی ہے اور اس نے بڑی کٹھن اور جان لیوا محنت کی تھی۔ ہم چند لمحوں تک خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، پھر وہ بولی۔"ہیلو۔"

میں نظارے سے چونک گیا۔ مسکراتے ہوئے بولا۔"تمہاری کیا تعریف کروں۔ الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ کسی فلائنگ کمپنی کے الفاظ میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ بے مثال حُسن، باکمال دوشیزہ۔"

میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا۔ میں نے سر جھکا کر اسے تعظیم دی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ چھڑا لیا۔ دور ہٹ گئی پھر مجھ سے کترا کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وارڈ روب کے پاس گئی۔ اسے کھولا۔ اپنے لیے لباس نکالا، پھر مجھ پر ایک نظر ڈال کر مسکراتے ہوئے باتھ روم میں سے چلی گئی۔

میں نے باتھ روم کے دروازے کے قریب آ کر سُنا۔ شاور سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں اطمینان سے آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ ابھی اس کے آنے میں دیر تھی۔ لہٰذا البرٹ اینڈ البرٹ کمپنی کے باس کے پاس پہنچ گیا۔ اس کا نام البرٹ تھا۔ کاروبار کے سلسلے میں بہرام گنگولی سے دوستی ہو گئی تھی۔ بہرام اس کے زیرِ زمین خفیہ گودام میں کوکین اور چرس کا ذخیرہ کرتا تھا۔ اس گودام سے مال سپلائی ہونے کی صورت میں البرٹ کو بھی اس کی آمدنی میں حصہ ملتا تھا۔

اس کی سوچ سے پتا چلا۔ آج مس امریکا یعنی مورینا کو اس زیرِ زمین گودام میں لا کر قید کیا جائے گا، پھر مناسب موقع دیکھ کر وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا۔

اس سلسلے میں اس کے چار بدمعاش گئے تھے اور تین واپس آئے تھے۔ انھوں نے رپورٹ دی۔"باس بہرام گنگولی نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ کوئی آواز نہ سنائے مگر وہ کم بخت بول پڑا تھا۔ اس کے ذریعے فرہاد ہم سب کے دماغوں میں آ سکتا تھا۔ آپ کے پاس بھی پہنچ سکتا تھا لہٰذا ہم نے اسے راستے میں ختم کر دیا۔"

اس نے پوچھا۔"کیا مورینا تنہا تھی؟"

"نہیں، ایک نیگرو اس کے بیڈ روم میں تھا۔ وہ اچھا فائٹر معلوم ہوتا ہے۔ دو بار لاتیں چلا کر دو ریوالور ہاتھ سے نکال دیے۔"

البرٹ نے غصے سے کہا۔"ریوالور ہاتھ سے نکلتے ہی تم لوگوں کا دم نکلنے لگا۔ بزدلوں کی طرح بھاگ آئے۔"

"ہم صرف ٹیلی پیتھی کے خوف سے چلے آئے۔ وہ ہمیں ریوالور کی زد پر رکھ کر بولنے پر مجبور کر سکتے تھے، نہ بولتے تو گولی مار دیتے۔ ہماری ہر طرح شکست تھی۔ اس لیے چلے آئے۔"

"باتیں نہ بناؤ۔ میں اتنا احمق نہیں ہوں۔ جب تم لوگوں نے اپنے ساتھی کو ختم کر دیا تو پھر کس بات کا خطرہ رہ گیا تھا۔"

"آپ ہماری بات نہیں سمجھ رہے ہیں۔ ہمارے دونوں ریوالور ان کے پاس چلے گئے تھے۔ ہم کیا کر سکتے تھے؟"

البرٹ نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد پوچھا۔"کیا تم لوگوں کا تعاقب کیا گیا تھا؟"

"ہمارا تعاقب کون کر سکتا تھا۔ وہ نیگرو کے ساتھ بیڈ روم میں تھی۔ کسی تیسرے نے ہمیں نہیں دیکھا۔ ہوٹل میں جن لوگوں نے دیکھا، وہ ہمیں وزیٹرز سمجھتے رہے۔ ہوٹل سے نکل آنے کے بعد بھی ہم نے بارہا عقب نما آئینے میں دیکھا، ہمیں کسی خاص گاڑی پر شبہ نہیں ہوا۔"

"تم لوگوں نے بھری پُری شاہراہ پر اسے قتل کیا۔ اگر پولیس پیچھے پڑ جاتی تو؟"

"ہم اُس طرف کا رُخ نہ کرتے۔ پولیس کو ڈاج دینے کی کوشش کرتے۔ اگر پکڑے جاتے تب بھی آپ پر آنچ نہ آتی۔ آپ جانتے ہیں، ہم کتنے ڈھیٹ ہیں، جو بات ہمارے اندر ہوتی ہے، اسے کوئی

اگلوا نہیں سکتا۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا "میں بہرام گنگولی کو کیا جواب دوں گا؟ اس سے مجھے لاکھوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ ایک عرصے بعد اس نے ہمارے سپرد ایک کام کیا۔ وہ ہم نہ کر سکے۔ تم لوگوں کی وجہ سے کتنی شرمندگی ہو گی۔"

"آپ اس سے تھوڑی سی مہلت لیں۔ ہم مورینا کو ضرور اٹھا لائیں گے۔"

"اپنے ایک آدمی کو ہوٹل اور دوسرے کو برنارڈ کے اپارٹمنٹ کی طرف بھیج دو۔ وہ لوگ اس پر نظر رکھیں گے۔ وہ اُلّو کی پٹھی مس امریکا بن کر ایک کالے سے دل لگا رہی ہے۔ ہم گوروں کا منہ کالا کر دیا ہے۔ ہم امریکیوں کی کیسی اِنسلٹ ہو رہی ہے اسے ذرا احساس نہیں ہے۔"

وہ تینوں غسل کرنے اور لباس بدلنے چلے گئے کیوں کہ ان کے کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ تیسرا ساتھی جو کار ڈرائیو کر رہا تھا وہ کار کے اندرونی حصّوں سے تمام دھبّوں کو پانی سے دھونے گیا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد بہرام گنگولی نے فون کے ذریعے البرٹ سے رابطہ قائم کیا۔ پوچھا "میرے کام کا کیا بنا ہے؟"

البرٹ نے اسے مختصر حالات بتائے۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "اتنا سا کام تم نہ کر سکے۔ ڈینگیں مارتے تھے کہ تمھارے آدمی بہت تیز طرار ہیں۔ بہت اچھے فائٹر ہیں، بڑے جاں نثار ہیں۔"

"بہرام خوامخواہ غصہ نہ دکھاؤ۔ حالات کو سمجھو۔ تم نے ان کے دلوں میں ٹیلی پیتھی کا خوف پیدا کر دیا تھا حالاں کہ وہاں کوئی سے ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو اس بولنے والے کے دماغ پر قبضہ جما لیتا۔ اس کو کبھی قتل نہ ہونے دیتا۔"

"تم نہیں جانتے، وہ لوگ کتنے چالاک ہیں۔ چپ چاپ دماغ میں رہتے ہیں۔ اپنی موجودگی کا احساس نہیں ہونے دیتے۔"

"میں مانتا ہوں لیکن بولنے والا مارا جا رہا ہو تب وہ چُپ رہ کر کیا کرے گا۔ جب کہ اس کے بعد اسے باقی تینوں کے دماغ میں جگہ نہیں مل سکتی تھی اور نہ ہی مل سکی۔"

"ہو سکتا ہے اس وقت کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہ ہو مگر غلام باقی ان کے ساتھ مل گیا ہے۔ انھوں نے پہلے اسے اغوا کیا۔ پھر شاید تنویمی عمل کے ذریعے اپنے بس میں کر لیا ہے۔"

"بہرام، تمھاری یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کسی کو غلام بنانے کے بعد کیا اتنی آزادی سے چھوڑا جا سکتا ہے کہ وہ سب سے مہنگے ہوٹل میں رہے اور امریکا کی سب سے حسین عورت کے ساتھ وقت گزارے۔"

"فرہاد علی تیمور اپنے کام آنے والوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ کرتا ہے اور جو کرتا ہے اس کے پیچھے کوئی خاص مقصد ہوتا ہے۔ وہ چاہتا تو اس معمولی غلام کو مورینا کے پاس اپارٹمنٹ میں بھیج سکتا تھا لیکن اسے مہنگے ہوٹل میں رکھنے اور وہاں مورینا کو بلانے میں جو بات ہو گی، وہ ابھی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے۔ فی الحال اتنا ہی سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مورینا کا تحفظ ہوٹل میں کر سکتا ہے اپارٹمنٹ میں نہیں۔"

"جب وہ ہوٹل میں تحفظ کر رہا تھا تو اس نے بولنے والے کے ذریعے ہمارے آدمیوں کو نقصان کیوں نہیں پہنچایا۔ پلیز بہرام میری بات تسلیم کر لو۔ فرہاد اس نگروکے ساتھ نہیں ہے۔"

"اگر نہیں ہے تو پھر کسی دوسرے مسئلے میں الجھا ہو گا۔ تمھارے آدمیوں کو یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ کسی وقت بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے ٹکراؤ ہو سکتا ہے لٰہذا بچاؤ کی صرف ایک صورت ہے کہ وہ گونگے بن کر رہیں۔"

"اچھی بات ہے، اب میرے آدمیوں سے حماقت نہیں ہو گی۔"

"مورینا کو کب تک اٹھوا رہے ہو؟"

"آج وہ ہوشیار رہیں گے۔ کل کسی وقت اسے ضرورت خانے والے گودام میں پہنچا دوں گا۔"

"کل دن کے ایک بجے تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ میرا خیال ہے، مورینا کو اغوا کرنے کے لیے اتنا وقت کافی ہے۔"

ان کی گفتگو ختم ہو گئی۔ ریسیور رکھ دیا گیا۔ میں سوچ رہا تھا اچھا ہی ہوا کہ میں نے بولنے والے کے دماغ کو نہیں چھیڑا اور پومی البرٹ اینڈ البرٹ کمپنی کے احاطے میں نہیں گئی۔ اس طرح میں خاموش رہ کر البرٹ کے دماغ سے معلوم کر سکتا تھا کہ وہ کل ایک بجے فون پر کیا بات کرے گا اور مورینا کو کہاں لانے کا حکم دے گا۔

میں نے خیال خوانی ختم کر دی۔ آنکھیں کھول کر دیکھا کمرے میں نیم تاریکی تھی۔ ایک عجیب سی مست کر دینے والی خوشبو پھیل رہی تھی۔ پومی نے تیز روشنی بجھا دی تھی اور ایک کمزور سی لائٹ آن رکھی تھی۔ اس روشنی میں وہ دھندلی سی لگ رہی تھی۔ ریکارڈر میں ایک کیسٹ رکھ کر آن کر رکھا تھا۔ چند لمحوں کے بعد ہی پاپ میوزک کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دی۔ بہت ہی خوب صورت سا آرکسٹرا تھا۔ اس کے سُر کے ساتھ پومی کا بدن تھرکنے لگا۔ پہلے سمجھ میں آیا، وہ رقص کر رہی ہے۔ پھر سمجھ میں آیا جمناسٹک کے مختصر سے لباس میں یوگا کے مختلف آسنوں کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ روشنی کم تھی۔ تاریکی زیادہ تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے روشنی صرف وہاں ہے جہاں وہ موجود ہوتی ہے۔ اندھیرے میں شمع کی لَو کی

طرح دکھائی دیتی ہے۔ پھر یوگا کا آسن بدل کر دوسری طرف چلی جاتی ہے۔

کمال یہ تھا کہ وہ موسیقی کی تال کے مطابق عمل کر رہی تھی۔ اس کے میٹھے سُروں کے مطابق بدن کے خوب صورت زاویے بناتی تھی۔ ابھی نگاہ ایک زاویے پر ٹھہرتی نہ تھی کہ دوسرا زاویہ بدل جاتا تھا۔ وہ جمناسٹک والی اپنے مخصوص انداز کے ساتھ میری زندگی میں آ رہی تھی۔ وہ ایک عرصے سے میرے لیے تڑپ رہی تھی۔ میں نے کئی بار کوشش کی۔ کئی مقامات ایسے آئے جہاں ہم مل سکتے تھے لیکن حالات نے ہمیں جدا کر دیا۔ ایک دوسرے کے سامنے آنے کا بھی موقع نہیں دیا۔

میرا کیا ہے۔ میں خیال خوانی میں وقت گزار لیتا تھا۔ مجھے تنہائی کا احساس کم ہوتا تھا لیکن وہ تنہا رہتی تھی۔ اس کی نگاہوں میں، اس کے خوابوں میں، اس کے ارادوں میں، میں ہی میں تھا۔ وہ میرے بغیر تنہائی دور نہیں کر سکتی تھی۔ اسے آج کا انتظار تھا۔ وہ آج آ گیا تھا مگر جلوہ نمائی کے تقاضے باقی تھے۔ وہ یوگا کے مختلف آسنوں، زاویوں سے جلوہ آرا تھی اور مجھے تڑپا رہی تھی۔

وہ نہیں مل رہی تھی۔ اِدھر سے اُدھر پارے کی طرح مچل رہی تھی۔ اس کی دوستی اور دشمنی میں صرف اتنا فرق تھا کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں سے بچنے کے لیے ہاپ ہپ کی آواز نکالتی تھی، بچتی بھی تھی اور ان کے چھکّے بھی چھڑاتی تھی۔ میرے ساتھ دوستی تھی، اس لیے وہ آواز نہیں تھی مگر چھکّے چھڑا رہی تھی۔ پسینہ پسینہ کر رہی تھی۔ آخر میں نے مجبور ہو کر وعدہ خلافی کی اور اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ میرا خیال تھا، وہ سانس روک لے گی لیکن اس نے دروازہ کھلا رکھا۔ عورت خواہ کتنا ہی تڑپائے، کتنا ہی کترائے اپنے آدمی کے لیے ایک چور دروازہ ضرور کھلا رکھتی ہے۔

وہ زبان سے کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی، اسی لیے اتنی دیر سے خاموش تھی۔ اب سوچ کے ذریعے اظہارِ حال کا موقع آیا تو وہ شرمانے اور منہ چھپانے لگی۔ فولادی ضربوں سے دشمنوں کے قدم اکھاڑنے والی پومی ایسے وقت مکمل عورت بن گئی تھی۔ ایسی بات نہیں ہے کہ عورت تیز و طرار نہیں ہوتی۔ ضرور ہوتی ہے لیکن ایسے مرحلے پر اپنی چوکڑی بھول جاتی ہے۔ پومی جمناسٹک کے کرتب بھول گئی تھی۔

ہم بڑی رات تک جاگتے رہے۔ کچھ جگ بیتی سنتے رہے، کچھ سناتے رہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے باقی کو بتا دیا کہ بہرام گنگولی ہر حال میں مورینا کو حاصل کرنا چاہتا ہے لٰہذا وہ ہوشیار رہے۔

اس نے کہا "میرے آقا! آپ مجھے گائیڈ کریں۔ کیا کرنا چاہیے؟"

"میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے پومی سے کہا "بہرام گنگولی کل دن کے ایک بجے البرٹ کو فون کرے گا۔ اس وقت تک مورینا کو ہر حال میں اغوا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ میں چاہتا ہوں، تم مورینا کے ساتھ رہو۔"

"ہرگز نہیں، اس قدر انتظار کرنے کے بعد ملے ہو اور اب چاہتے ہو، میں مورینا کے پاس چلی جاؤں۔"

"پہلے میری پوری بات سنو۔ باقی میرے ساتھ رہے گا۔ میں کل صبح اس کے ساتھ بہرام گنگولی کے خفیہ اڈّوں کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ پہلی کا پٹر لے کر جاؤں گا اور شام تک واپس آ جاؤں گا۔ دن کے وقت میں اور وہ ساتھ رہیں گے۔ شام سے صبح تک تم میرے ساتھ رہو گی۔"

"میں بڑی سے بڑی مہم میں تمھارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"یہ وقت بھی آ جائے گا۔ ابھی مورینا کو تمھاری جیسی ساتھی کی ضرورت ہے۔ تم اس کی حفاظت کر سکو گی۔ دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے سکو گی۔ باقی جسمانی طور پر بہت طاقتور ہے، کچھ سمجھ دار بھی ہے لیکن ہم جن حالات سے گزرتے ہیں، ان کا اسے تجربہ نہیں ہے۔ وہ میرے ساتھ رہے گا تو کچھ ٹریننگ حاصل کر لے گا۔"

وہ بے دلی سے بولی "اچھی بات ہے۔ تم کہتے ہو تو صبح مورینا کے پاس چلی جاؤں گی۔"

"مورینا ہم سب کے لیے اہم ہے۔ وہ مشین آپریٹ کرنا جانتی ہے۔ ہم اسے بہرام کے ہاتھ لگنے نہیں دیں گے۔ اسی میں ہماری جیت ہے۔"

"ہم کب تک اس کے پہرے دار بن کر رہیں گے؟"

"صرف ٹرانسفارمر مشین ہاتھ آنے تک۔"

"ساری دنیا اس کے پیچھے پڑی ہے۔ وہ اتنی آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گی۔ کوئی نہ کوئی ہمارے آڑے آتا رہے گا۔ کوئی ایسا راستہ نکالو کہ مورینا کسی ایک جگہ محدود ہو جائے۔ وہاں سے باہر نہ نکلے۔ نہ کوئی اسے دیکھ سکے نہ پکڑ سکے۔"

"فی الحال یہ ممکن نہیں ہے۔ مورینا جیسی آنا دلڑکی کسی ایک مکان میں بند ہو کر نہیں رہے گی۔ بہر حال یہ بعد کا معاملہ ہے۔ ابھی رات کا ایک بجا ہے۔ تم ٹھیک چار بجے یہاں سے نکلو گی اور مورینا کے پاس جاؤ گی۔ باقی میرے پاس آ جائے گا۔"

"کیا بہرام گنگولی کے آدمی غلام اور مورینا کی نگرانی نہیں کر رہے ہوں گے؟"

"سب لوگ کر رہے ہیں۔ میں ان کے دماغوں میں پہنچ سکتا ہوں۔"

میں نے غلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم چار بجے ہوٹل سے نکلو گے اور میرے پاس آجاؤ گے۔ پومی وہاں پہنچے گی اور کل شام تک مورینا کے ساتھ رہے گی۔ یہ بات اپنی دیوانی محبوبہ کو اچھی طرح سمجھا دو کوئی گڑبڑ نہ کرے ورنہ بہرام اسے اٹھا لے جائے گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ پومی نے کہا "یہ بہرام ہے کیا چیز؟ میں بچپن سے ایسے جادوگروں کو دیکھتی آرہی ہوں جو اسٹیج پر آکر حیرت انگیز جادوئی کمالات دکھاتے ہیں اور تماشائیوں سے داد وصول کرتے ہیں۔"

میں نے کہا "کالا جادو محض دہشت میں مبتلا کرنے والی چیز ہے۔ تم نے زندگی میں پہلی بار اس جادوگر سے ٹکرا کر خود یہ تجربہ کیا ہے دہشت انسان کو مارتی ہے جادو نہیں مارتا۔ اگر تم دہشت میں مبتلا ہو جاتیں تو اس کے ہاتھوں ماری جاتیں کوئی بھی دیکھنے والا یہی کہتا کہ ایک بہرام کے چھ بہرام ہو گئے تھے اور چھ نے مل کر تمہیں مار ڈالا بات کچھ ہوتی مگر کچھ اور ہی بنا دی جاتی جبکہ پانچ بہرام فریب نظر تھے۔ وہ دکھائی دیتے تھے مگر ان کا وجود نہیں تھا۔ ان کی تلوار تمہارے جسم کے آر پار ہو گئی لیکن تم زندہ ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ تلوار کا بھی کوئی وجود نہیں تھا۔ وہ محض ڈرانے اور دھمکانے کی چیز تھی۔"

"میں یہی سوچ رہی ہوں۔ یہ دو ٹکے کا جادوگر ہمیں کتنے دنوں سے پریشان کر رہا ہے اور اتنی اہم مشین کے لیے ہمیں دوڑا رہا ہے۔"

"فکر نہ کرو انشاء اللہ کل ہم بہرام تک پہنچ جائیں گے۔"

وہ چھت کی طرف دیکھتی ہوئی کچھ سوچ رہی تھی۔ پھر کہا "کوئی بات کھٹک رہی ہے کئی دنوں سے کھٹک رہی ہے۔"

"آخر کیا بات ہے؟"

"ایک معمولی جادوگر جو جسمانی طور پر غیر معمولی قوت کا حامل ہے مگر ہمارے سامنے ہے کیا؟ میرے مقابلے پر آکر فرار ہو گیا مشین لے کر بھاگ گیا لیکن جو بات کھٹک رہی ہے وہ یہ کہ دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں کہاں سو گئی ہیں؟"

"یہی سوال مجھ سے سونیا نے کیا تھا۔"

"ظاہر ہے یہ کھٹکنے والی بات ہے۔ ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے، جب تمام خطرناک تنظیمیں اور سپر طاقتیں اس ٹرانسفارمر مشین کے پیچھے پڑ گئی تھیں۔ اس مشین کے ایک حصے کو چرانے کی ابتدا ثیبا نے اپنے پارس سے کرائی تھی۔ اس کے بعد وہ تمام تنظیمیں پارس کے پیچھے پڑ گئی تھیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ سرد پڑ گئیں۔ سب اپنی اپنی پناہ گاہوں میں چلی گئیں۔ نہ کوئی پارس کے پیچھے پڑا ہے نہ ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کی فکر میں ہے اور نہ ہی کوئی ہماری طرف توجہ دے رہا ہے بلکہ ہمیں غیر اہم سمجھ رہا ہے۔"

"سونیا نے بڑے پتے کی بات کہی تھی کہ میں اور رسوتتی بار کھل کر پیرس میں ملے۔ یہ بات دور دور تک پہنچی ہو گی۔ اس سے پہلے ہم جہاں بھی ملنا چاہتے تھے، دنیا کی ساری دشمن قوتیں ہمارے پیچھے پڑ جاتی تھیں۔ پیرس میں ایسا نہیں ہوا۔ اگرچہ فرانس حکومت نے ہماری حفاظت کے سلسلے میں بڑے سخت انتظامات کیے تھے لیکن دشمن طاقتیں اور سپر پاورز ایسے انتظامات کو کب خاطر میں لاتی ہیں، ویسے یہ بات تشویش ناک ہے کہ سب خاموش ہیں۔ پتا نہیں کیا گل کھلانے والے ہیں۔"

پومی نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "اوہ گاڈ، ڈھائی بج رہے ہیں۔ کل شام تک بچھڑنے کے لیے صرف ڈیڑھ گھنٹا رہ گیا ہے دوسروں کی باتیں جانے دو، ہم اپنی باتیں کریں گے۔"

جو واقعہ اور جو حکایت اپنے آپ پر بیتے اسے آپ بیتی کہتے ہیں۔ میں بھی چاہتا تھا۔ وہ بھی چاہتی تھی کہ ہم دونوں پر وقت اس طرح بیتے کہ ہم ساری زندگی یاد رکھیں۔

جب چار بجنے میں صرف پندرہ منٹ رہ گئے تو وہ اٹھ کر جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔ البرٹ کے ان تین آدمیوں میں سے ایک اس ہوٹل کے سامنے والے بس اسٹاپ پر موجود تھا۔ وہ کبھی بار میں جا کر ایک آدھ پیگ پیتا تھا۔ پھر ٹہلنے لگتا تھا۔ بار بار ہوٹل کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ اگر وہاں سے مورینا اور غلام نکلتے ہوئے دکھائی دیتے تو اس کی جیب میں چھوٹا سا ٹرانسمیٹر تھا جس کے ذریعے وہ اپنے لوگوں کو اطلاع دے سکتا تھا۔ پھر اس کے پاس موٹر سائیکل تھی۔ اپنے خاص لوگوں کے پہنچنے تک ان کا تعاقب کر سکتا تھا۔ سارے انتظامات مکمل تھے۔

میں نے غلام باقی کے پاس پہنچ کر دیکھا، وہ ہوٹل سے نکلنے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ میں نے کہا "انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے پومی سے پوچھا "مورینا کے ساتھ اسی ہوٹل میں رہو گی یا اسے دوسری جگہ لے جاؤ گی؟"

"میرا خیال ہے مورینا کو اس ہوٹل میں نہیں رہنا چاہیے۔ خواہ مخواہ نگرانی ہو رہی ہے۔"

"تم گاڑی لے کر نکلو۔ ہوٹل کے سامنے والے بس اسٹاپ کے پاس جا کر رک جاؤ مورینا اور غلام باقی تمہاری کار میں آکر بیٹھ جائیں گے۔"

اس نے پوچھا "اور وہ نگرانی کرنے والا کہاں ہے؟"

"اسی جگہ ہے جہاں تم گاڑی روکو گی۔"

وہ حیرانی سے بولی "یہ کیا کہہ رہے ہو! کیا وہ مجھے...؟" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ پھر ہنسنے لگی "اوہ سوری، میں بھول گئی تھی، تم خیال خوانی کے ذریعے اسے اپنی گرفت میں رکھو گے اور وہ ہمیں دیکھ نہیں سکے گا۔ ڈیش دی ریٹیل تھنگ۔"

وہ بڑے پیار سے رخصت ہو گئی۔ میں نے غلام باقی سے کہا "مورینا کو فوراً تیار کرو۔ اسے ابھی یہاں سے نکلنا ہے۔"

جب غلام نے اسے یہاں سے چلنے کے لیے کہا تو وہ نخرے کرنے لگی "میں اتنی جلدی کیسے تیار ہو سکتی ہوں۔ میک اپ میں بڑا ٹائم لگتا ہے۔ ساری دنیا مجھے جانتی ہے۔ میری ایکسٹرنل بیوٹی میں کوئی فرق آئے گا تو کل کے اخبارات میری موجودہ تصویریں چھاپنے کے لیے ضمیمہ شائع کریں گے، طرح طرح کے اسکینڈل کھڑے کریں گے۔ اسکینڈل کھڑا کرنے کے لیے تمہارا میرے ساتھ رہنا ہی کافی ہے۔"

غلام باقی نے کہا "باتیں نہ بناؤ، تم خطرے میں ہو۔ اس وقت اپنے حسن کے متعلق کچھ نہ سوچو۔ اپنی جان بچاؤ۔ جان ہے تو جہان ہے۔"

وہ آنکھوں سے دیکھ چکی تھی کس طرح چار اجنبی کمرے میں گھس آئے تھے اور ڈائری کا مطالبہ کر رہے تھے۔ غلام نے اچھی طرح سمجھا دیا تھا، ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ بہرام کو ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو مشین آپریٹ کرنا جانتی ہو اور یہ وہی کر سکتی تھی۔

مورینا مجبور ہو کر جلدی جلدی میک اپ کر کے لباس تبدیل کرنے لگی۔ ادھر میں پومی کے پاس موجود رہا۔ جب وہ ہوٹل کے قریب پہنچنے لگی تو میں نے غلام سے کہا "چلو، مورینا کے ساتھ نکل پڑو۔"

ان کے پاس کوئی بھاری بھرکم سامان نہیں تھا۔ وہ کمرے سے نکل گئے۔ اسے لاک کیا۔ پھر نیچے آکر کاؤنٹر پر چابی جمع کی بل ادا کیا۔ وہاں سے پلٹ کر باہر آنے لگے تو میں اس نگرانی کرنے والے کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ میں نے اسے دوسری طرف پلٹا دیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق ایک ڈبل پیگ طلب کر رہا تھا۔ بار کیپر نے اس کی فرمائش کے مطابق ڈبل پیگ سامنے لا کر رکھ دیا۔ پومی کی گاڑی وہیں قریب آکر رک گئی تھی۔ میں نے غلام باقی کو گاڑی کا نمبر بتا دیا تھا۔ اگر اسے نمبر یاد نہ رہتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ پومی نے دور ہی سے ایک نیگرو اور ایک حسین امریکی عورت کو دیکھ کر پہچان لیا۔ ہاتھ ہلا کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ دونوں اس کی طرف چلے آئے۔ غلام باقی نے احتیاطاً گاڑی کا نمبر پڑھا پھر مسکرا کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "مجھے آپ سے مل کر خوشی ہو رہی ہے۔"

چونکہ میں نے پومی کو بھیجا تھا اس لیے وہ رسمی طور پر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ ابھی تک وہ پومی کے متعلق یا میری ساتھی عورتوں کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا بلکہ میرے بارے میں بھی برائے نام معلومات تھیں۔

مورینا، پومی کے ساتھ اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ غلام پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ ہو کر وہاں سے جانے لگی۔ جب بہت دور نکل گئی تو میں نے نگرانی کرنے والے کا پیچھا چھوڑ دیا۔ اسے نہ میرے آنے کا احساس ہوا نہ جانے کا۔ وہ ڈبل پیگ میں پانی ملا کر پی رہا تھا تاکہ نشہ زیادہ نہ ہو اور وہ صبح تک نگرانی کرتا رہے۔ میں نے اس فرماں بردار کو اس کی ڈیوٹی دینے کے لیے چھوڑ دیا۔

مورینا بار بار پومی کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے پوچھا "میں نے فرہاد، رسوتتی اور سونیا کی ہسٹری پڑھی ہے۔ ان میں بار بار پومی کا ذکر آیا ہے۔ کیا تم وہی ہو؟"

"ہاں میں وہی ہوں۔"

مورینا معلوم کرنا چاہتی تھی، پومی کون ہے اور فرہاد کی ٹیم میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اس نے خیال خوانی کی پرواز کی، اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ پومی کو جیسے ہی پرائی سوچ کی لہر کا احساس ہوا، اس نے پوچھا "کون ہے؟"

مورینا نے سوچ کے ذریعے کہا "دوست ہوں، دشمن نہیں۔"

پومی نے ہنستے ہوئے کہا "جب دوست ہو اور پاس بیٹھی ہوئی ہو تو زبان سے گفتگو کرو۔"

مورینا جھینپ گئی۔ اس سے نظریں چراتے ہوئے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ پھر بولی "کیا تمہیں پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہو جاتی ہیں؟"

"یہ تم دیکھ رہی ہو۔"

"تم نے کیسے معلوم کیا، میں ہی سوچ کے ذریعے بول رہی ہوں؟"

"فرہاد، رسوتتی اور ثیبا میرے دماغ میں آنے سے پہلے کوڈ ورڈز دہراتے ہیں اور وہ کوڈ تمہیں معلوم نہیں ہیں۔"

"ان کے علاوہ کوئی اور بھی خیال خوانی کے ذریعے آسکتا ہے۔ تم نے مجھے کیسے تاڑ لیا؟"

فی الحال کوئی ایسا خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ شار پر بیمار ہے۔ اس کا بھائی آرمر اپنی ذات میں محدود رہنے والا آدمی ہے۔ وہ خواہ مخواہ خیال خوانی نہیں کرتا۔ اور ایک خیال خوانی کرنے والی جوجو ہے جو بہت ہی معصوم ہے وہ میرے دماغ میں آتی تو میں اسے پہچان لیتی۔ بہرحال میں نے تمہیں پہچان لیا۔"

پومی نے اس ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی جہاں میرا قیام تھا۔ غلام شکریہ ادا کرتے ہوئے گاڑی سے اتر گیا۔ پومی، مورینا کو لے کر چلی گئی۔ غلام میرے کمرے میں آیا۔ مجھے دیکھتے ہی آگے بڑھ کر گھٹنے ٹیکنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "خبردار! سیدھے کھڑے رہو۔

تم مسلمان ہو۔ خدا کے سامنے جھکتے ہو کبھی کسی انسان کے سامنے نہ جھکنا۔"

اس نے سر کو جھکا لیا۔ ادب سے کھڑا رہا۔ میں نے پوچھا۔ "کیا اسی طرح کھڑے رہو گے؟ میں تمھیں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں۔ تم میرے غلام نہیں ہو۔ یہاں آؤ اور بستر پر لیٹ جاؤ۔"

اس نے شدید حیرانی سے مجھے دیکھا، پھر کہا "کیا میں آپ کے ساتھ بستر پر لیٹ جاؤں؟"

میں نے پوچھا "کیا محمود و ایاز ایک صف میں نماز نہیں پڑھتے تھے؟ کیا دو مسلمان ایک بستر پر سو نہیں سکتے؟"

"میرے آقا! آپ بہت گریٹ ہیں۔"

"ایک بات یاد رکھو۔ آئندہ کبھی میری تعریف نہ کرنا۔"

"میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور پوچھو۔"

"آپ کا کوئی ملازم تو ہوگا؟"

"میرے قدموں میں دنیا کی ساری دولت ہے لیکن میرا ایک بھی ملازم نہیں ہے کیونکہ میں کسی انسان کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھتا۔ میں تمھیں کوئی حکم دوں گا اور تم اس کی تعمیل کرو گے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمھارا آقا اور تم میرے ملازم ہو۔ میں ایک دوست بن کر تم سے کوئی کام کرنے کے لیے کہوں گا اور تم اسے کرو گے۔ اس لیے کرو گے کہ میں عمر میں تم سے بڑا ہوں۔ تجربے میں بڑا ہوں۔ صلاحیتوں میں بڑا ہوں۔ تمھارا فرض ہے میری بات مانتے رہو۔ میرے حکم کی تعمیل کرتے رہو اور میرا فرض ہے کہ تمھیں زیادہ سے زیادہ باصلاحیت بنانے کی کوشش کروں۔"

وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ جب نظریں ملتیں تو عقیدت سے نگاہیں جھکا لیتا تھا۔ میں نے کہا "اب وقت ضائع نہ کرو۔ صبح ہونے والی ہے۔ ہمیں تھوڑی سی نیند پوری کرنا ہے۔ پھر اہم معاملے میں مصروف رہنا ہے۔ چلو بستر پر آکر لیٹ جاؤ۔"

وہ بہت مجبور ہو کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر کے سرے پر جھجکتے ہوئے بیٹھ گیا۔ میں نے کہا "میں نے تمھارے دماغ کو پرائی سوچ کی لہروں کے لیے لاک کر دیا ہے۔ صرف میری سوچ کی لہر تم قبول کر سکتے ہو۔"

میں نے اسے خیال خوانی کے ذریعے بستر پر لٹا دیا۔ اس نے آنکھیں بند کیں۔ میں نے اس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ آٹھ بجے تک سوتا رہے گا۔ پھر آنکھ کھل جائے گی۔ میں نے تھوڑی دیر میں ہی اسے سلا دیا۔ پھر خود آرام سے لیٹ کر آنکھیں بند کیں۔ دماغ کو ہدایات دیں۔ اس طرح صبح آٹھ بجے تک سونے کا ارادہ کر کے گہری نیند میں ڈوب گیا۔ اُدھر پومی فلائنگ کلب گئی تھی۔ ہمارے لیے ایک ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ دوسرا ہیلی کاپٹر فرنانڈو لے گیا تھا لیکن وعدے کے مطابق صبح ہونے سے پہلے واپس پہنچ چکا تھا لہٰذا دوسرا ابھی ہمارے لیے موجود تھا۔

وہاں میں نے اور پومی نے جو فرضی نام اختیار کیا تھا، اس کے مطابق کنگ فرنانڈو نے وہ نام فلائنگ کلب میں درج کرا دیے تھے۔ اس نے دونوں ہیلی کاپٹروں کو عارضی طور پر ہمارے نام کر دیا تھا۔ اس سلسلے کے تمام کاغذات میرے اور پومی کے پاس تھے۔ پومی نے اپنے کاغذات دکھائے تو اسے جانے کی اجازت مل گئی۔ مورینا نے پومی کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بیٹھتے ہوئے کہا "کیا تم اسے اڑا سکتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "اگر نہ اڑا سکی تو ہم دونوں گر پڑیں گی۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا؟"

"ایسی بات نہ کرو۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ میں ابھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔"

"کیا تمھیں زندگی سے بہت پیار ہے؟"

"اپنی زندگی سے کسے پیار نہیں ہوتا۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اور ان سے تعلق رکھنے والوں کو زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی۔ یہ بات ہمارے دماغوں میں اٹل ہوتی ہے کہ کاتب تقدیر نے ہمارے نام جتنی عمر لکھ دی ہے، ہم اس لمحے تک ضرور جئیں گے۔ اس سے پہلے موت بھی نہیں مار سکے گی۔"

جب ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوگیا تو پومی نے ریسیور اٹھا کر کنگ فرنانڈو کے مخصوص نمبر ڈائل کیے۔ فرنانڈو اس نمبر پر خاص لوگوں سے باتیں کرتا تھا۔ اس وقت صبح کے پانچ بج چکے تھے۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ فون کی گھنٹی چیخ رہی تھی۔ وہ اٹھنا نہیں چاہتا تھا۔ آخر اس نے جھنجلا کر ریسیور اٹھایا۔ پھر پوچھا "کون ہے؟ کیا یہ کوئی فون کرنے کا وقت ہے؟"

"اگر ایسے وقت فرہاد فون کرے تو؟"

وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پھر بولا "لیکن آواز تو کسی دوشیزہ کی لگ رہی ہے؟"

"میں فرہاد کی وہی گرل فرینڈ ہوں جس کا ذکر وہ تم سے کر چکا ہے۔"

"اچھا، تم پومی ہو۔"

"میں مس امریکا کے ساتھ آرہی ہوں۔"

وہ خوش ہو کر بولا "کیا مس امریکا میرے ہاں آرہی ہے؟"

"ہاں، مگر وہ دوسرے کی امانت ہے۔ نیت خراب نہ کرنا۔ فرہاد شاید ابھی نیند میں ہیں۔ بیدار ہونے کے بعد تمھیں بتائیں گے کہ مورینا ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ ہم اسے چھپا کر رکھنا چاہتے ہیں لہٰذا اس سلسلے میں تمھارے تعاون کی ضرورت ہے۔"

"فرہاد کے لیے جان حاضر ہے۔ میں تم دونوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں اسے اچھی طرح چھپا کر رکھوں گا۔ کوئی اس کی پرچھائیں بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ ابھی ایک گاڑی فلائنگ کلب بھیج رہا ہوں۔"

"تم کہتے ہو، مورینا پر کسی کی نظر نہیں پڑے گی لیکن اینجیلا تمھارے ساتھ ہے۔ کیا وہ ہمیں نہیں دیکھے گی؟"

وہ مسکرا کر بولا "میری رہائش گاہ دس ہزار گز کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے۔ میری مرضی کے بغیر رہائش گاہ کے ایک حصے کی خبر دوسرے حصے تک نہیں پہنچ سکتی۔ اینجیلا گہری نیند میں ہے۔ تم دونوں یہاں آؤ گی تو اسے خبر نہیں ہوگی۔ اطمینان رکھو۔ میں فرہاد کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

ادھر شارپر کا باقاعدہ علاج ہوا تھا۔ رات بھر میں طبیعت سنبھل گئی تھی۔ دواؤں نے زبردست اثر دکھایا تھا۔ صبح ہوتے ہوتے وہ خیال خوانی کے قابل ہوگیا تھا۔ بہرام گنگولی ہر دو چار گھنٹے بعد اس کی خیریت دریافت کرتا تھا۔ صبح اس نے کہا "ٹرانسمیٹر بند کر دو۔ میں سوچ کے ذریعے بات کر سکتا ہوں۔"

اس نے دماغ میں آنے کی جگہ دی۔ خوش ہو کر پوچھا "کیا تم چلنے پھرنے کے قابل ہو؟"

"کسی حد تک چل پھر سکتا ہوں۔ جسمانی کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ لمبا سفر نہیں کر سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ فوراً کاغذ قلم لے کر بیٹھو اور مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ پوری تفصیل سے لکھ دو۔"

"میں لکھ رہا ہوں لیکن یہ تحریر بہت اہم ہوگی۔ تمھارے پاس کون پہنچائے گا؟"

"لکھنے کے بعد دماغی رابطہ قائم کرو۔ پھر بتاؤں گا۔"

وہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میز کے پاس آیا۔ پھر کرسی پر بیٹھ کر کاغذ قلم سنبھال کر لکھنے لگا۔ میں اور غلام باقی ٹھیک آٹھ بجے بیدار ہوگئے۔ میں نے باتھ روم میں جانے سے قبل شارپر کی خیریت معلوم کی۔ اس وقت وہ لکھنے میں مصروف تھا۔ میں نے کہا "غلام باقی! میری پتلون کی جیب میں وہ کاغذات ہیں جن پر مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھا ہوا ہے۔ فوراً لے آؤ۔"

وہ میری جیب سے کاغذات نکال کر لے آیا۔ میں نے کہا "مجھے ذرا دیر ہوگی۔ تم باتھ روم جا سکتے ہو۔"

میں کبھی شارپر کے دماغ میں جاتا تھا، کبھی حاضر دماغ ہو کر اپنے لکھے ہوئے کاغذات کو پڑھتا رہتا تھا۔ وہ بالکل اسی طرح لکھتا جا رہا تھا لیکن ایک آدھ جگہ خامیاں بھی چھوڑتا جا رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ اچھی طرح جاننے کے باوجود ایک آدھ جگہ غلطی کیسے کر رہا ہے؟

میں نے اس کے خوابیدہ دماغ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ یہ بات اسے یاد نہیں رہی تھی۔ میں نے اس کے دماغ میں جو کچھ نقش کیا تھا، وہ اسی کے مطابق نادانستگی میں عمل کرتا جا رہا تھا۔

میں نے وہ کاغذات اپنی جیب میں رکھ لیے۔ شارپر پوری تفصیل لکھنے کے بعد بہرام سے رابطہ قائم کرنے والا تھا اور ابھی یہ طے پانے والا تھا کہ مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ جن کاغذات پر لکھا ہوا ہے، وہ کاغذات بہرام تک کس طرح پہنچائے جائیں گے اور یہ بہت اہم بات تھی۔

میں شارپر کے دماغ میں تھا اور وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھنے کے بعد اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ بہرام نے پہلے تو سانس روک لی، پھر پوچھا "کون ہے؟"

"میں شارپر ہوں۔ میں نے لکھ لیا ہے لیکن بہت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولا "تم عورتوں سے بھی گئے گزرے ہو۔"

شارپر نے بھی ناگواری سے جواب دیا "مجھے طعنے نہ دو۔ میں پچھلے چوبیس گھنٹوں سے بخار میں مبتلا رہا ہوں۔ تم خود غرض ہو۔ مجھے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر بھاگتے رہے۔ تمھیں صرف مشین کی فکر تھی۔ میرے علاج کی فکر نہیں تھی۔"

"بحث نہ کرو۔ اس طرح آپس میں کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔"

"میں بھی بحث نہیں کرنا چاہتا۔ آرام سے جا کر لیٹنا چاہتا ہوں۔ بولو، یہ کاغذ کس کے حوالے کیا جائے؟"

"میں کسی پر بھروسا نہیں کروں گا۔ ہو سکتا ہے، دشمن ہماری تاک میں ہوں، تمھاری نگرانی کر رہے ہوں۔ وہاں سے جو بھی شخص نکلے گا، اس کا تعاقب کیا جائے گا۔ میں ایسی جگہ ہوں جہاں کسی کو پہنچنے کا موقع نہیں دوں گا لہٰذا تم وہ کاغذ پڑھ کر سناؤ۔ میں سنتا جاؤں گا اور لکھتا جاؤں گا۔"

میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں یہ بھول گیا تھا کہ جو طریقہ میں نے غلام باقی کے ساتھ اختیار کیا تھا، یعنی وہ پڑھ رہا تھا اور میں لکھ رہا تھا، یہی طریقہ دشمن بھی اختیار کر سکتا ہے۔ میری یہ خوش فہمی ختم ہوگئی کہ کسی شخص کے ذریعے میں اس کے خفیہ اڈے تک پہنچ سکتا ہوں۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اب کیا کرنا چاہیے؟ اس طرح ہم کبھی بہرام تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ پتا نہیں، کمبخت مشین کے ساتھ کہاں چھپا بیٹھا ہے۔ جب تک اپنے دماغ میں ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل نہیں کرائے گا، وہاں سے نہیں نکلے گا۔

اگر میں اس تحریر کے ذریعے نہ پہنچتا تو آئندہ شارپر کے ذریعے پہنچ سکتا تھا کیونکہ شارپر کے دماغ سے ٹیلی پیتھی اس کے

دماغ میں منتقل ہونے والی تھی۔ تیسرا ذریعہ مورینا تھی۔ مورینا کے ذریعے بھی یہی عمل ہو سکتا تھا، جس طرح میں اس تحریر کے معاملے میں ناکام ہو رہا تھا۔ ہو سکتا تھا آئندہ بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ ہو سکتا ہے شارپر کو بے ہوش کرنے کے بعد بہرام گنگولی کے پاس پہنچایا جاتا تب میں شارپر کی غفلت کے دوران اس کے خفیہ اڈے تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ہم مورینا کی حفاظت کر رہے تھے لیکن آنے والے حالات کیا ہوں گے، یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا۔ صرف اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ ہمیں کئی دنوں سے پے در پے ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ ایک تو اتنی جدوجہد کے بعد مشین ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ دوسرے ہمارا بیٹا پارس اسرائیل پہنچا دیا گیا تھا۔ ان ناکامیوں کے پیشِ نظر میں مناسب وقت کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔

شارپر ادھر گہری گہری سانس لے رہا تھا اور بڑی مشکل سے خیال خوانی کرتا ہوا وہ تحریر پڑھ کر سنا رہا تھا۔ ابھی اس نے ایک ہی حصہ سنایا تھا کہ میں نے اسے اور گہری گہری سانس لینے پر مجبور کیا۔ وہ نڈھال سا ہو کر میز پر جھک گیا۔ بہرام نے پوچھا: "خاموش کیوں ہو گئے۔ لکھواتے کیوں نہیں؟"

"میں محسوس کر رہا ہوں، زیادہ دیر خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔ بہت تھک گیا ہوں۔ جسم کے ساتھ ساتھ دماغ بھی کمزور ہو رہا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر بولا: "ارے تم کہیں مر ہی نہ جاؤ۔ کسی طرح یہ طریقہ لکھوا دو۔"

"یو شٹ اپ۔ تم بہت خود غرض ہو۔ میں جا رہا ہوں۔ بستر تک جانا بھی میرے لیے دوبھر ہو رہا ہے۔"

میں نے شارپر کو وہاں سے اٹھا دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار کا اور الماری کا سہارا لیتا ہوا بستر تک آیا۔ پھر بے دم سا ہو کر گر پڑا۔ ایسی حالت میں دماغی رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ میں جانتا تھا، اُدھر بہرام گنگولی بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا ہو گا اور جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو گا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اسی طرح گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا: "بہرام! ذرا انتظار کرو۔ میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

وہ ذرا نرم پڑ کر بولا: "اچھی بات ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ تمہارے پاس جو دوائیں رکھی ہیں، انھیں استعمال کرو، جلد ہی توانائی محسوس کرو گے۔"

میں اس کے دماغ سے آ گیا۔ شارپر واقعی کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اسے کچھ اور کمزور بنا دیا تھا تاکہ تحریر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہونے پائے۔ میں چاہتا تو اسے دوائیں استعمال نہ کرنے دیتا لیکن ابھی اسے زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس

مکان کے دوسرے کمرے میں وہ لوگ موجود تھے جو شارپر کو یہاں لائے تھے۔ میں بہت پہلے ہی ان سب کے دماغوں میں جگہ بنا چکا تھا۔ ان میں سے ایک نے ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا۔ اشارہ موصول ہو رہا تھا۔ وہ اسے آپریٹ کرنے لگا۔ دوسری طرف بہرام گنگولی کو قرار نہیں تھا، وہ ٹرانسمیٹر کے ذریعے پوچھ رہا تھا: "شارپر کی طبیعت کیسی ہے؟"

"باس! ہم کھڑکی سے جھانک کر دیکھتے رہتے ہیں۔ تھوڑی دیر پہلے وہ میز پر جھکا ہوا کچھ لکھ رہا تھا۔ اب بستر پر آ کر گر پڑا ہے۔"

"فوراً کمرے میں جاؤ اور اسے دوائیں کھلاؤ۔"

"ہم نے دیکھا ہے، وہ ابھی دوائیں استعمال کر رہا تھا۔"

"اب کیا کر رہا ہے؟"

"آنکھیں بند کیے پڑا ہوا ہے۔"

"اس کے پاس جاؤ اور پوچھو کیا بات کرنے کے قابل ہے؟"

وہ ٹرانسمیٹر لیے شارپر کے پاس آیا۔ اسے آواز دی۔ شارپر نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ ٹرانسمیٹر بڑھاتے ہوئے بولا: "باس تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے ٹرانسمیٹر ہاتھ میں لیا۔ پھر کہا: "بہرام! میری حالت بہت خراب ہے۔ میں ابھی لکھوا نہیں سکوں گا۔ تم بہت بے چین ہو تو اپنے آدمی سے کہو، وہ ٹرانسمیٹر سامنے رکھ کر پڑھتا رہے اور تم لکھتے رہو۔"

بہرام نے کہا: "میں نہیں چاہتا، کوئی اس کاغذ کو پڑھے اور مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ یاد کر لے۔ وہ کاغذ کہاں ہے؟"

"میز پر پڑا ہوا ہے۔"

"اوہ شارپر! تم بہت بے پروا ہو۔ اتنی اہم چیز وہاں چھوڑ رکھی ہے۔"

"میری جان پر بنی ہوئی ہے۔ اب میں اپنے سوا کسی کی پروا نہیں کر سکتا۔"

"میرے آدمیوں سے کہو، میز پر سے کاغذ کو اٹھائیں، اسے پڑھے بغیر تہ کریں اور تمہاری جیب میں لا کر رکھ دیں۔"

شارپر نے یہی حکم دیا۔ ٹرانسمیٹر والے نے میز پر سے کاغذ کو اٹھا کر تہ کیا پھر اس کی جیب میں لا کر رکھ دیا۔ شارپر نے کہا: "یہ کاغذ میری جیب میں آ گیا ہے۔ فار گاڈ سیک اب مجھے آرام کرنے دو ورنہ کام بگڑ جائے گا، دماغ اور زیادہ کمزور ہو جائے گا پھر میں خیال خوانی نہیں کر سکوں گا۔"

"ہے ماں کالی! میں اپنے نصیبوں سے لڑ رہا ہوں۔ تجھے خوش کرنے کے لیے انسانوں کی بلی دے رہا ہوں پھر بھی یہ ٹیلی پیتھی

کا علم مجھ سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ سنو شارپر! میں زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے کا وقت دیتا ہوں۔ آرام کرو اور میرے دماغ میں آ کر وہ طریقہ لکھواؤ۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ شخص ٹرانسمیٹر لے کر کمرے سے چلا گیا۔ شارپر نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اسے تھپک تھپک کر آدھے گھنٹے کے لیے سلا دیا۔ میں اس آدھے گھنٹے میں غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کرنے کے بعد غلام کے ساتھ نکل پڑا۔ غلام نے کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ میں نے اسے فلائنگ کلب چلنے کے لیے کہا۔ پھر رسونتی کو مخاطب کیا۔ وہ تل ابیب میں اپنے بیٹے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ میں نے کہا: "تمھیں اطمینان ہونا چاہیے، بیٹا خیریت سے ہے، اللہ نے چاہا تو اسے ذرا سی خراش نہیں آئے گی۔ تم گھنٹے دو گھنٹے کے لیے بیٹے کو چھوڑ دو۔"

"کیا کام ہے؟"

"میں ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کی سیٹ پر رہوں گا۔ ایسے میں خیال خوانی نہیں کر سکتا۔ تم شارپر کے پاس رہو، وہاں جو کچھ ہوتا ہے، مجھے اس سے باخبر رکھو۔"

"اچھی بات ہے۔ مجھے وہاں کے حالات بتاؤ۔"

میں اسے تمام حالات بتانے لگا۔ اس نے سننے کے بعد کہا: "پہلے میں شیبا کے پاس جا رہی ہوں۔ اسے پارس کے پاس بھیجوں گی پھر میں شارپر کے پاس جاؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ میں نے پومی کے حالات معلوم کیے۔ وہ فرنانڈو کے ہاں آرام سے تھی۔ میں نے کہا: "میں شاید دو گھنٹے تک خیال خوانی نہ کر سکوں۔ کوئی ضروری بات ہو تو مورینا سے کہنا، مجھ سے دماغی رابطہ قائم کرے۔"

ہم فلائنگ کلب پہنچ گئے۔ وہاں میں نے ضروری کاغذات دکھائے۔ کچھ ضروری کاغذی کارروائیاں ہوئیں پھر مجھے وہ ہیلی کاپٹر لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ دس منٹ بعد ہی ہم اس میں پرواز کر رہے تھے۔ میں غلام ہاتی کو ہیلی کاپٹر کے اندرونی نظام کے متعلق بتاتا جا رہا تھا اور یہ بھی سمجھاتا جا رہا تھا کہ کس طرح اسے پائلٹ کی سیٹ پر آ کر پرواز کرنا چاہیے۔

آدھے گھنٹے بعد رسونتی نے کہا: "فرہاد! اس مشین کو آپریٹ کرنے کا جو طریقہ ایک کاغذ پر لکھا ہوا تھا، وہ کاغذ شارپر کی جیب میں نہیں ہے۔"

"وضاحت سے بتاؤ۔"

"جب شارپر نیند سے بیدار ہوا تو ایک ڈاکٹر اس کے معائنے کے لیے آیا تھا۔ میں ایسے وقت موجود تھی۔ ڈاکٹر اسٹیتھسکوپ کے ذریعے اس کے سینے پر ادھر سے اُدھر ہاتھ رکھ کر معائنہ کر رہا

تھا۔ اسی وقت اس نے بڑی صفائی سے کاغذ نکال لیا۔ شارپر کو شاید پتا نہ چلتا لیکن میں نے اس کے دماغ میں رہ کر یہ حرکت دیکھ لی۔"

میں نے کہا: "اس کا مطلب ہے، وہ ڈاکٹر نہیں بلکہ بہرام کا بھیجا ہوا آدمی تھا۔"

"یہی بات ہے۔ وہ گونگا بنا ہوا تھا جبکہ ڈاکٹر مریضوں سے ان کی حالت پوچھتے ہیں۔ کچھ باتیں کرتے ہیں۔ تسلیاں دیتے ہیں لیکن وہ زبان نہیں کھول رہا تھا۔ جب اس نے شارپر کی جیب سے وہ کاغذ نکالا اور اپنی جیب میں رکھنے لگا تو شارپر نے میری مرضی کے مطابق اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پوچھنے لگا: "تم کون ہو۔ تم نے میری جیب سے وہ کاغذ کیوں نکالا ہے؟"

ڈاکٹر نے اشارے سے چپ رہنے کے لیے کہا۔ پھر اپنی جیب سے ایک پرچی نکال کر اس کی طرف بڑھائی۔ شارپر نے لے کر پڑھا۔ میں نے اس کے ذریعے معلوم کیا، کاغذ پر ٹائپ کی ہوئی تحریر تھی اور وہ تحریر بہرام کی طرف سے تھی۔ اس نے لکھا تھا: "یہ میرا خاص آدمی ہے، اسے کاغذ لے جانے دو۔ بولنے پر مجبور مت کرو۔"

تحریر کے نیچے بہرام کا نام لکھا ہوا تھا۔ شارپر نے جلدی سے اٹھ کر دوسروں کو آوازیں دیں اور ڈاکٹر کا گریبان پکڑ کر پوچھا۔ "میں کیسے یقین کروں، اسے بہرام نے لکھا ہے۔" دوسرے کمرے سے بہرام کے آلۂ کار دوڑتے ہوئے آئے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر شارپر کی جیب سے ایک کاغذ نکال کر لے جا رہا ہے تو انھوں نے اسے ریوالور کے نشانے پر رکھ لیا۔ اس نے ایک اور پرچی نکال کر ایک شخص کو دی۔ اس میں پیغام لکھا ہوا تھا: "اگر بات بگڑ جائے تو مجھ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرو۔"

رسونتی نے مجھ سے کہا: "اب وہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو کر رہا ہے۔ ڈاکٹر گونگا بنا ہوا ہے اور وہ کاغذ لے جائے گا۔ میں اس کا تعاقب کس طرح کر سکتی ہوں؟"

"تم نے وہاں کتنے آدمیوں کی آوازیں سنی ہیں؟"

"دوسرے کمرے سے آنے والے دو آدمی بول رہے تھے۔"

"ایک کے دماغ پر قبضہ جماؤ اور اسے باہر لے جاؤ۔ اگر ڈاکٹر کسی گاڑی میں آیا ہے تو مجبوری ہے، کاغذ لے جانے دو۔ صرف گاڑی کا رنگ، اس کا ماڈل اور اس کا نمبر یاد کر لو۔ میں ایک گھنٹے بعد وہاں پہنچنے والا ہوں۔ شاید اس کے متعلق کچھ معلوم کر سکوں۔"

وہ ایک شخص کے دماغ پر قابض ہو گئی۔ اسے کمرے سے باہر لے گئی۔ وہ مکان کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا بیرونی دروازے پر آیا۔ باہر گلی میں بچے کھیل رہے تھے۔ رسونتی اس کے ذریعے دیکھ

رہی تھی۔ ایک بچہ بہت شریر تھا۔ اچانک اسے ایک تدبیر سوجھی اس نے اس آدمی کے ذریعے اس بچے کو مخاطب کیا۔ بچہ بات کرنے لگا۔ رسونتی نے فوراً ہی اس شخص کو واپس مکان میں پہنچا دیا۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا۔ وہ اپنے ہوش و حواس میں بھی تھا اور یہ سمجھ رہا تھا جیسے وہ اپنی مرضی سے گیا تھا اور وہاں سے واپس آیا ہے۔

اور شارپر کے آس پاس پہرا دینے والے لوگ ایسا کرتے آ رہے تھے۔ کبھی مکان کے باہر جا کر دور دور تک دیکھتے تھے پھر اندر آ کر بیٹھ جاتے تھے۔ یہ اُن کی ڈیوٹی تھی لہٰذا اس شخص کو شبہ نہیں ہوا کہ کسی ٹیلی پیتھی والے نے اسے اندر سے باہر اور پھر باہر سے اندر پہنچا دیا ہے۔

رسونتی اس بچے کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پہنچا دیا، دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اس بچے کو دونوں سیٹوں کے درمیان چھپ کر رہنے پر مجبور کیا۔ وہ کوئی دس برس کا بچہ تھا۔ عادتاً بہت شریر تھا۔ اسے یہ اچھا لگ رہا تھا۔ اُدھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے تصدیق ہو گئی تھی کہ بہرام گنگولی نے اس جعلی ڈاکٹر کو اسی مقصد کے لیے بھیجا ہے لہٰذا اسے کاغذ لے جانے دیا جائے۔

وہ ڈاکٹر اپنی کار کی اسٹیرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ دروازے کو بند کیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرنے کے بعد تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا چلا گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد گاڑی کی رفتار آہستہ ہونے لگی۔ بچہ سر اُٹھا کر دیکھنا چاہتا تھا لیکن رسونتی نے ایسا نہیں کرنے دیا۔ ذرا دیر بعد ہی اس جعلی ڈاکٹر کی آواز سنائی دے رہی تھی "ہیلو ہیلو، سائمنٹ گائی کالنگ، ہیلو ہیلو سائمنٹ گائی کالنگ۔"

رسونتی کو معلوم ہو گیا کہ ٹرانسمیٹر پر گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ اب جعلی ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ سکتی تھی لیکن بچے کے پاس رہی۔ اس بات کا اندیشہ تھا کہ وہ اُٹھ کر سیٹ پر بیٹھ جائے گا یا کوئی شرارت کرے گا۔ اس جعلی ڈاکٹر کو دوسری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ وہ پھر کہہ رہا تھا "ہیلو ہیلو، کسی اندیشے کی بات نہیں ہے۔ میں نے ایک ذرا زبان نہیں کھولی۔ کسی نے میری آواز نہیں سُنی۔ حتیٰ کہ کھانسنے اور کھنکارنے کی آواز بھی کوئی نہیں سن سکا۔ پہلے اندیشہ تھا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ان پہرے داروں کے دماغوں میں ہو سکتے ہیں جو شارپر کے آس پاس ہیں لیکن ان میں سے کسی نے مجھے بولنے پر مجبور نہیں کیا اور میں عقب نما آئینے میں دیکھ رہا ہوں، کوئی گاڑی میرے تعاقب میں نہیں ہے۔"

اس نے بار بار یقین دلانے کے بعد پوچھا "مجھے بتایا جائے اس کاغذ کو کہاں پہنچانا ہے؟"

بڑی دیر بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ کوئی عورت کہہ رہی تھی "اوٹاوا اساؤتھ، اسٹریٹ نمبر تھرٹی فور میں جاؤ۔ تمہارے لیے گرین بنگلو کا دروازہ کھلا ہوگا۔ دیٹس آل۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ رسونتی اس بچے کو چھوڑ کر ڈاکٹر کے دماغ میں پہنچ گئی۔ وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا بستی کی پیچیدہ گلیوں سے گزر کر بڑی شاہراہ پر پہنچ رہا تھا۔ دوسری گاڑیاں تیزی سے گزر رہی تھیں۔ ابھی اس کے گزرنے کے لیے سگنل نہیں ملا تھا۔ اُدھر وہ بچہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ڈاکٹر نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی لیکن رسونتی نے فوراً پلٹنے کا موقع نہیں دیا۔ اس نے ذرا دیر سے سر گھما کر دیکھا۔ اس وقت تک بچہ نکل چکا تھا۔ صرف دروازہ کھلا نظر آ رہا تھا۔ اس نے حیرانی سے کہا "تعجب ہے! دروازہ کیسے کھل گیا؟"

اس نے اگلی سیٹ سے اُٹھ کر پیچھے دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ بچہ اتنی دیر تک کار میں سفر کرنے کی وجہ سے بہت خوش تھا اچھلتا کودتا اپنی بستی میں واپس جا رہا تھا۔ رسونتی نے ڈاکٹر کی سوچ میں کہا "ہو سکتا ہے، میں نے اچھی طرح دروازہ بند نہ کیا ہو۔"

وہ پچھلے دروازے کو اچھی طرح بند کر کے اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سگنل مل رہا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ کی۔ آگے بڑھ گیا۔ رسونتی میرے پاس آ کر یہ باتیں بتانے لگی۔ میں نے خوش ہو کر کہا "تم نے ایک بچے کے ذریعے اس کا تعاقب کر کے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "پھر انعام دو۔"

"کیا چاہتی ہو؟"

"مجھے اپنے بیٹے کے پاس جانے دو۔ اتنی لمبی ڈیوٹی نہیں کروں گی۔"

"تم بیٹے کے لیے پاگل ہو۔ اچھا جاؤ۔ پہلے اس عورت کے پاس پہنچو جو ٹرانسمیٹر پر جواب دے رہی تھی۔ اگرچہ پرواز کے دوران مجھے خیال خوانی نہیں کرنا چاہیے لیکن میں چند سیکنڈ کے لیے تمہارے ساتھ اس کے دماغ میں پہنچ کر واپس آ جاؤں گا۔"

اس نے ایسا ہی کیا۔ میں اس کے ذریعے اس عورت کے دماغ میں پہنچا۔ اس کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر واپس آ کر بولا "ایک کام اور کرو۔ شیبا کے پاس جاؤ۔ اسے بھی ڈاکٹر اور اس عورت کے پاس پہنچاؤ۔ پھر چلی جانا۔"

"فرہاد! آج کل شیبا بہت نخرے کر رہی ہے۔ دوسرے پارس کے ساتھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ ہم میں سے کسی کی طرف دھیان ہی نہیں دیتی، نہ وہ ہمارے کام آنا چاہتی ہے۔"

"شکایت کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو، تم بھی اپنے پارس کے ساتھ اسی طرح لگی رہتی ہو، تمہیں میرا کام کرنے کی بھی فرصت نہیں ملتی۔"

"مجھ میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں شادی شدہ ہوں۔ میں نے ایک بیٹے کو جنم دیا ہے۔ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی، جنم دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اس کے اندر ممتا کہاں سے آ گئی؟"

میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ میں جانتا تھا، شیبا کس طرح دل کی گہرائیوں سے پارس اوّل کو چاہتی ہے اور اس کے لیے ایسی ماں بن گئی ہے جو اپنے بچے کو دنیا کا عظیم ترین انسان بنانا چاہتی ہے اور یہ کارنامہ وہ میرے لیے انجام دے رہی ہے۔ تاکہ میں اس کی صلاحیتوں کا اعتراف کروں، اس بات کو تسلیم کروں کہ اس نے صحیح معنوں میں صرف مجھ سے محبت نہیں کی، میرے بیٹے کو بھی بھرپور ممتا دی ہے۔ اب یہ بات میں رسونتی سے صاف طور پر نہیں کہہ سکتا تھا۔

میں نے کہا "اگر وہ پارس اوّل کے لیے بھرپور ممتا دے رہی ہے تو اس میں تمہارا ہی بھلا ہے۔ تم اس بحث میں نہ پڑو۔ وہ نخرے کرتی ہے تو کرنے دو۔ اسے اتنا بتا دو، میں ایک گھنٹے کے اندر اوٹاوا پہنچنے والا ہوں۔ اس کے بعد وہاں کے معاملات خود سنبھال لوں گا۔ پھر وہ اپنے بیٹے پارس اوّل کے ساتھ لگی رہے۔"

"اچھی بات ہے۔ جا رہی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ میں ایک گہری سانس لے کر دور بستی کی طرف دیکھنے لگا۔ ہم اوٹاوا کے قریب پہنچ رہے تھے۔ دو عدد پارس نے یوں تو سبھی کو اُلجھا کر رکھ دیا تھا لیکن ان کی ماؤں نے مجھے زیادہ اُلجھایا ہوا تھا۔ رسونتی اپنے بیٹے کے پاس چلی گئی تھی۔ شیبا بحالتِ مجبوری تھوڑی دیر کے لیے پارس اوّل کو چھوڑ کر آئے گی لیکن اس کے نخرے یہ تھے کہ مجھ سے براہِ راست رابطہ نہیں رکھے گی اور نہ ہی مجھے بتائے گی کہ وہ جعلی ڈاکٹر اور اس ٹرانسمیٹر پر بولنے والی کے پاس پہنچ کر کیا کچھ معلومات حاصل کر رہی ہے۔ وہ یہ سب کچھ سونیا کو جا کر بتائے گی اور مجھے سونیا سے معلوم کرنا ہوگا۔

ہر شہر کے فلائنگ کلب میں فرنانڈو کی کاریں موجود رہتی تھیں تاکہ ہیلی کاپٹر سے اُتر کر کسی ٹیکسی وغیرہ کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ میں نے غلام سے کہا "تم کار ڈرائیو کرو۔ ہمیں میکسیکن سٹی جانا ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے کچھ معلومات حاصل کر رہا ہوں۔"

وہ اطمینان سے ڈرائیو کرنے لگا۔ میرے سامنے دو ٹارگٹ تھے۔ ایک جعلی ڈاکٹر اور دوسری وہ عورت جس نے ڈاکٹر کو گرین بنگلو میں جانے کی ہدایت کی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ عورت بھی کچھ اہمیت رکھتی ہے لیکن میں پہلے ڈاکٹر کے پاس پہنچا تاکہ اس کاغذ کے لین دین کے بارے میں معلوم کر سکوں۔

وہ ڈاکٹر گرین بنگلو سے واپس آ چکا تھا۔ وہ کاغذ کسی کے حوالے کر چکا تھا۔ اب جس کے بھی حوالے کیا ہوگا، میں اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا کیونکہ وہ گرین بنگلو سے باہر آ گیا تھا۔ اسے دوبارہ واپس لے جاتا تو دشمنوں کو شبہ ہو سکتا تھا۔

ویسے شیبا عین وقت پر پہنچی ہوگی۔ اس نے معلوم کیا ہوگا کہ وہ کاغذ کس کے حوالے کیا گیا تھا اور جس کے حوالے کیا ہوگا، شاید اس کے دماغ تک پہنچ گئی ہو، یہ بعد میں معلوم کیا جا سکتا تھا۔ میں اس ٹرانسمیٹر پر بولنے والی عورت کے پاس پہنچ گیا ـــــ وہ ایک لیڈی ڈاکٹر تھی۔ دماغی امراض کے علاج میں اسپیشلسٹ تھی۔ پہلے تو میں نے سوچا۔ کہاں پہنچ گیا ہوں۔ وہ ایک اسپتال کے کوریڈور سے گزرتی ہوئی اپنے چیمبر کی طرف جا رہی تھی۔ میں سہولت سے اس کے دماغ کو پڑھنے لگا۔ پتا چلا، اس کا بہرام گنگولی سے تعلق ہے۔ پچھلی رات سے وہی شارپر کے علاج کے لیے نسخے لکھ رہی تھی۔ وہ خود شارپر کا معائنہ کرنے اس جگہ نہیں آئی تھی۔ کوئی دوسرا ڈاکٹر تھا۔ اس نے شارپر کے متعلق رپورٹ پیش کی تھی اور اس رپورٹ کے مطابق اس نے شارپر کو ایسی دوائیں دی تھیں کہ صبح تک اس کی طبیعت سنبھل گئی تھی اور وہ خیال خوانی کے قابل ہو گیا تھا۔ بہرحال شارپر کو موجودہ خفیہ اڈے سے نکال کر جس جگہ پہنچایا جانے والا تھا، وہاں اس لیڈی ڈاکٹر کو بھی اس کے پاس رہنا تھا۔

میں نے غلام باقی سے کہا "گاڑی کسی جگہ پارک کر دو۔ ابھی ہم اس بستی میں نہیں جائیں گے۔"

اُس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پہلے ارادہ تھا، شارپر کو وہاں سے اغوا کر کے لے جاؤں گا، اس طرح میرے ہاتھ میں دو زبردست مہرے ہوتے۔ شارپر اور موہینا دونوں ہی مشین آپریٹ کرنا جانتے تھے اور دونوں بہرام کے ہاتھ اس وقت تک نہ آتے جب تک میری گرفت مضبوط رہتی۔

اب اسے اغوا کرنے سے پہلے بہت سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا تھا۔ پہلے اس لیڈی ڈاکٹر کے متعلق پوری معلومات حاصل کرنا تھیں کہ میں اس کے دماغ میں رہ کر شارپر کو اس کے حوالے کر کے کیا فائدے حاصل کر سکتا ہوں۔ اس لیڈی ڈاکٹر کا نام مینی واکر تھا۔ وہ بتیس برس کی تھی لیکن خود کو بنا سنوار کر رکھتی تھی۔ اچھی خوبصورت تھی۔ دیکھنے میں بیس برس سے زیادہ کی نہیں لگتی تھی۔ ظاہر ہے بہت زیادہ پُرکشش ہوگی، اس لیے دیکھنے والے اس کی عمر کا اندازہ کم سے کم کرتے ہوں گے۔ جرائم کی دنیا میں ایسی ہی عورتیں کامیاب ہوتی ہیں جو اپنی عمر کو زبان سے کم نہیں بتاتیں بلکہ ورزش اور یوگا کے ذریعے سچ مچ اسمارٹ اور حسین بن کر رہتی ہیں۔

وہ کسی نامعلوم شخص کے لیے کام کرتی تھی۔ اس سے کبھی سامنا نہیں ہوا تھا لیکن اس کی آواز سُنی تھی۔ اس کے احکامات پر

عمل کرتی تھی۔ اس شخص نے اُسے پستی سے اٹھا کر بلندی پر پہنچا دیا تھا۔ وہ ایک ناکام ڈاکٹر تھی۔ دماغی امراض کے علاج کے سلسلے میں اسپیشلسٹ نہیں تھی۔ اس شخص نے اسے اسپیشلسٹ کی باقاعدہ سند دلائی تھی۔ اسے وہاں کے بہت بڑے اسپتال کی لیڈی ڈاکٹر بنا دیا تھا۔ ویسے یہ سب کچھ دکھاوے کے طور پر تھا۔ اندرونی بات یہ تھی کہ اسے اس شخص کی طرف سے دس ہزار ڈالر ماہانہ ملتے تھے۔ رہائش کے لیے ایک بنگلا مفت ملا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت سی کار بھی تھی۔ اس کے علاوہ بھی جس چیز کی ضرورت ہوتی' وہ مل جاتی تھی' جو مسئلہ ہوتا' حل ہو جاتا تھا اور یہ وہی شخص کرتا تھا۔ اس نے کہہ دیا تھا' تمہیں اپنی زندگی میں سب کچھ ملے گا' کبھی مجھے دیکھنے یا میرے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ بلندی سے پستی کی طرف ایسے پھینکوں گا کہ دوسری سانس نہیں لے سکو گی۔

لیڈی ڈاکٹر مینی واکر کے خیالات پڑھ کر معلوم ہو رہا تھا' ہمارے مقابلے پر کوئی پُراسرار شخص آ رہا ہے اور ہم ایسے پُراسرار دشمنوں سے تنگ آ چکے تھے۔ اگر اس ٹرانسفارمر مشین کا مسئلہ نہ ہوتا اور یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اب یکے بعد دیگرے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہیں گے تو ہم ان سارے معاملات سے کنارہ کش ہو جاتے۔ میں کم از کم ایک طویل عرصہ روپوش رہتی اور اپنے بچوں کے ساتھ گزارتا۔ بچوں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دیا تھا مگر دو ہو گئے تھے۔ جب بہرام گنگولی جیسا دو ٹکے کا جادوگر خود کو ایک سے چھ بنا سکتا ہے تو قدرت میرے لیے ایک سے دو بچے کیوں نہ بناتی۔ انسان کی صناعی اور قدرت کی صناعی میں یہی فرق ہے' وہ چھ عدد فریبِ نظر تھے اور میرے دو عدد زندہ جاوید حقیقت تھے۔

وہ مشین آپریٹ کرنے والا کاغذ لیڈی ڈاکٹر کے پاس پہنچنے والا تھا اور اس کے ہاتھ سے اس پُراسرار شخص تک جانے والا تھا۔ میں نے لیڈی ڈاکٹر مینی واکر کے خیالات کچھ اور توجہ سے پڑھے۔ اس کے دماغ کی کچھ اور گہرائی میں اترا تو پتا چلا۔ شارپر نے جس کاغذ پر مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ لکھا ہے' وہ کاغذ لیڈی ڈاکٹر کے پاس نہیں پہنچے گا' صرف اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی پہنچے گی اور اصل کاغذ بہرام گنگولی کے پاس جائے گا۔

یہ کوئی چکر تھا۔ اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کیوں کرائی جا رہی تھی اور وہ کاپی لیڈی ڈاکٹر کے پاس پہنچنے والی تھی۔ یعنی لیڈی ڈاکٹر کی پشت پر جو نامعلوم شخص تھا' وہ بہرام گنگولی سے تعاون کر رہا تھا۔ اس کے لیے ایسے آدمی فراہم کر رہا تھا جو شارپر کی حفاظت بھی کر سکیں اور اس کے تحریر کردہ کاغذ کو اس کے پاس پہنچا سکیں لیکن یوں تعاون کرنے کے دوران وہ نامعلوم شخص اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی اپنے پاس منگوا رہا تھا۔

اب کوئی نیا اور پیچیدہ چکر چل پڑا تھا۔ میں نے سونیا کے پاس پہنچ کر پوچھا "شیبا کی رپورٹ سناؤ؟"

"تم لیڈی ڈاکٹر مینی واکر کے دماغ میں پہنچ کر تمام معلومات حاصل کر سکتے ہو۔ جہاں تک میرا خیال ہے' تم نے اس جعلی ڈاکٹر کے ذریعے کچھ معلوم نہیں کیا ہے۔ شاید دیر سے پہنچے ہو گے۔"

"تمہارا خیال درست ہے' کیا اس جعلی ڈاکٹر کے بارے میں کوئی اہم بات ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ وہ گرین بنگلو میں گیا تھا۔ وہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے شارپر کا تحریر کردہ کاغذ اس کے حوالے کر دیا۔ پھر واپس چلا گیا۔ شیبا اس شخص کے دماغ میں بھی پہنچ گئی تھی۔ وہ کاغذ لے کر دوسرے کمرے میں گیا تھا۔ وہاں اس نے فوٹو اسٹیٹ کاپیاں بنائی تھیں۔ پھر اس نے اصلی تحریر کو ایک لفافے میں رکھا تھا اور اس لفافے پر یہ پتا لکھا تھا۔ مسٹر گنگولی' تھرٹی سیون کینیڈی ایونیو موسونی سٹی۔"

میں سمجھ گیا۔ میں نے بہرام گنگولی کے جو تین اڈے کینیڈا میں دریافت کیے تھے ان میں سے یہ دوسرا اڈا تھا۔ خلیج ہڈسن کے انتہائی جنوبی ساحل پر ایک شہر تھا جس کا نام موسونی تھا۔ اس شہر کے کینیڈی ایونیو میں ہاؤس نمبر تھرٹی سیون میں گنگولی رہتا ہو گا۔

اس لفافے پر لکھے ہوئے ایڈریس کے مطابق وہاں تک پہنچنا کچھ مشکل نہ تھا۔ میں نے اس کے آلۂ کاروں کے ذریعے کچھ معلومات حاصل کی تھیں۔ موسونی شہر سے ذرا فاصلے پر ایک آبشار تھا۔ اس آبشار کے سائے میں غار تھا اور اس غار میں سانپوں کی بہتات تھی۔ اندازہ تھا کہ بہرام گنگولی شاید انہی سانپوں والے غار میں رہتا ہے۔ بہرحال یہ تو موسونی شہر پہنچ کر ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

میں نے غلام سے کہا "واپس فلائنگ کلب چلو۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ پھر واپس فلائنگ کلب کی طرف موڑتے ہوئے پوچھا "میرے آقا! کیا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"میرے ساتھ رہ کر آزادی سے گفتگو کیا کرو۔"

"ہم یہاں شارپر کو اغوا کرنے آئے تھے۔ پھر واپسی کا مطلب کیا ہے؟"

"مجھے بہرام گنگولی کے ٹھکانے کا علم ہوا ہے۔ شارپر سے زیادہ بہرام اہم ہے۔ اس نے جہاں پناہ لی ہے' وہاں چھاپا مارنا چاہتا ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد ہم اپنے ہیلی کاپٹر میں پرواز کر رہے تھے۔ میں نے غلام باقی کو پائلٹ سیٹ پر بٹھا دیا تھا اور اسے عملی تربیت دے رہا تھا۔ اگرچہ یہ غیر قانونی تھا لیکن مجھے اپنے آپ پر اعتماد تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے غلام باقی کے دماغ کو کنٹرول میں رکھوں گا۔ وہ کوئی غلطی نہیں کر پائے گا اور ایسا ہی ہو رہا تھا۔ وہ بہت خوش تھا' ایک پائلٹ کے فرائض انجام دیتے ہوئے میرا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ میں نے کہا "اپنے کام کی طرف توجہ دو ورنہ سیکھ نہیں سکو گے۔" پھر میں نے پومی سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے کہا "میں نے وعدہ کیا تھا' ہم تمام دن ایک دوسرے سے الگ رہیں گے' رات کو اسی ہوٹل میں آ کر ملیں گے۔ شاید ایسا نہ ہو سکے۔ بہرام گنگولی کے نئے اڈے کا علم ہوا ہے۔ ایسی صورت میں تمہیں مایوس بھی نہیں کر سکتا تم میرے ساتھ بڑی سے بڑی مہم میں شریک ہونا چاہتی تھیں۔ اب وقت آ گیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا واقعی؟"

"ہاں' تم اپنے ہیلی کاپٹر کے ذریعے موسونی فلائنگ کلب پہنچو۔"

"میں ابھی یہاں سے نکل رہی ہوں۔"

"اس سے پہلے اس بات کا یقین کر لو کہ میرے دوست فرنانڈو کے ہاں مورینا ہر طرح محفوظ ہے اور کسی کی نظروں میں تو نہیں آئے گی۔"

"میں ابھی فرنانڈو سے بات کرتی ہوں۔"

"وہ میں کر لوں گا۔ تم مورینا کو سمجھاؤ کہ جب تک تم واپس نہیں آؤ گی' وہ رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلے گی اور نہ ہی کسی کی نظروں میں آئے گی۔"

میں فرنانڈو کے پاس پہنچ گیا۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا "بھئی! تم سے بڑی ذمے داری والا کام لینا ہے۔"

"تم مجھ سے جان مانگو' اگر نہ دوں تو یہ غیر ذمے داری ہو گی۔"

"میں اتنی قربانی نہیں چاہتا۔ مورینا تمہارے ہاں مقیم ہے۔ پومی ابھی وہاں سے نکلنے والی ہے۔ تمہیں ساری مصروفیات چھوڑ کر اسی رہائش گاہ میں رہنا ہے اور مورینا پر نظر رکھنا ہے تاکہ وہ کسی کی نظروں میں نہ آئے اور نہ ہی اس رہائش گاہ سے باہر نکلے۔"

"میں اس کی نگرانی کروں گا اور کوشش کروں گا کہ وہ میرے قابو سے باہر نہ ہونے پائے۔"

"وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے' ہو سکتا ہے' اس کی ذہنی رو بہک جائے اور وہ تمہیں ٹریپ کر کے نکلنا چاہے۔ میں موسونی شہر میں یا آس پاس ہی کے علاقوں میں رہوں گا۔ تم کسی طرح بھی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنا۔ میری بھی یہ کوشش ہو گی کہ میں وقتاً فوقتاً تمہارے پاس آ کر مورینا کے حالات معلوم کرتا رہوں۔ دیٹس آل' پھر ملاقات ہو گی۔"

ہم موسونی شہر کے فلائنگ کلب میں پہنچ گئے۔ میں نے وہاں سے ایک کار میں بیٹھ کر کینیڈی ایونیو کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ "غلام باقی! تم یہاں کے بہترین ہوٹل میں میرے اور پومی کے نام کمرہ ریزرو کراؤ۔ اپنے لیے دوسرا کمرہ ریزرو کرا سکتے ہو۔ بہرام گنگولی تمہیں اچھی طرح پہچانتا ہے لہٰذا تم کچھ دیر کے لیے مجھ سے الگ رہو۔ میں تنہا اس کے اڈے کی طرف جاؤں گا۔"

"میرے آقا! میرا دل نہیں چاہتا کہ آپ کو وہاں تنہا جانے دوں۔ کیا میک اپ کے ذریعے میری صورت نہیں بدل سکتی؟"

"صورت بدل جائے گی پھر بھی تم نیگرو رہو گے اور بہرام گنگولی کسی بھی نیگرو کو دیکھ کر بدک جائے گا۔"

میں نے اسے ایک جگہ اتار دیا۔ پھر بہرام گنگولی کی طرف تنہا جانے لگا۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پینے کے بعد اتنی سمجھ تو ضرور آ گئی تھی کہ سیدھا اس پتے پر نہیں پہنچنا چاہیے۔ پہلے دور ہی دور سے معلومات حاصل کرنا چاہئیں۔ لہٰذا میں نے تھرٹی سیون کینیڈی ایونیو سے بہت دور ایک جگہ کار کو چھوڑ دیا۔ پھر پیدل اس طرف جانے لگا۔ بہرام گنگولی اور اس کے آدمی مجھے صورت شکل سے پہچان نہیں سکتے تھے۔ ایک عام راہ گیر سمجھ کر نظر انداز کر دیتے۔ میں نے ایک ٹیکسی کو روکا۔ پھر اسے کینیڈی ایونیو چلنے کے لیے کہا۔ میرا خیال تھا' وہ کوئی رہائشی علاقہ ہو گا اور وہاں بڑی بڑی کوٹھیاں ہوں گی۔ وہاں پہنچ کر پتا چلا' وہ ایک کاروباری علاقہ ہے اور تھرٹی سیون کی کوئی کوٹھی نہیں بلکہ دس منزلہ عمارت ہے' اس پر بڑے بڑے حرفوں سے لکھا ہوا تھا "دی گریٹ انشورنس کمپنی۔"

میں نے وہاں پہنچ کر دیکھا۔ اچھے خاصے لوگوں کا ہجوم تھا۔ لوگ عمارت کے اندر آ جا رہے تھے۔ وہ کسی نہ کسی معاملات میں مصروف تھے۔ ان میں نیگرو عورتوں اور مردوں کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ میں نے غلام باقی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہوٹل میں ریزرویشن کرانے کے بعد تھرٹی سیون میں چلے آؤ۔ یہ دس منزلہ عمارت ہے اور کاروباری جگہ ہے۔ نیگرو اچھی خاصی تعداد میں دکھائی دے رہے ہیں۔ تم بہترین سوٹ پہن کر' آنکھوں پر عینک لگا کر چلے آؤ۔ مجھ سے دور ہی دور رہنا۔ میں خیال خوانی کے ذریعے تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

میں نے اندر ہال میں آ کر دیکھا۔ ایک طرف بڑے بڑے زینے اوپر جاتے ہوئے دکھائی دیے۔ دوسری طرف کئی لفٹ کے دروازے تھے۔ دیواروں پر بڑے بڑے بورڈ نصب کیے ہوئے تھے۔ جن میں پہلی منزل سے لے کر دسویں منزل تک کے دفاتر کے نام اور ان دفاتر میں بیٹھنے والے عہدیداروں کے بھی نام لکھے ہوئے تھے۔

میں انھیں پڑھنے لگا۔ اس طرح اندازہ ہو رہا تھا' وہ عمارت ایک ہی کمپنی کی ملکیت تھی' وہاں کوئی دوسرا کاروبار نہیں ہوتا تھا۔ پہلے اور دوسرے فلور پر انشورنس پالیسی سے تعلق رکھنے والے دفاتر تھے۔ تیسری اور چوتھی منزل میں اسی کمپنی نے ایک بہت بڑا بینک قائم کیا تھا۔ پانچویں منزل سے دسویں منزل تک مختلف ممالک کے پالیسی

ہولڈروں اور کاروباریوں سے تعلق رکھنے والے دفاتر تھے۔ میں وہ تمام بورڈ پڑھنے کے دوران اندازہ کر رہا تھا کہ شارپر کی جو تحریر بذریعہ ڈاک تھرٹی سیون کینیڈی ایونیو میں بھیجی جا رہی ہے وہ کس دفتر میں پہنچے گی۔ اس لمبے چوڑے بورڈ کو پڑھنے کے دوران بڑی بوریت ہو رہی تھی۔ بعض اوقات ایسا اکتا دینے والا کام بھی کرنا پڑتا ہے آخر نتیجہ اچھا ہی نکلتا ہے پھر مجھے دسویں منزل پر بہرام گنگولی کا نام نظر آگیا۔

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جو ہم سے چھپتا پھر رہا ہے اور خاص طور پر مشین کو چھپاتا پھر رہا ہے اس کا نام یوں جلی حرفوں میں دسویں منزل کے خانے میں نظر آئے گا۔ ایشیائی ممالک میں جو لوگ پالیسی ہولڈرز تھے اور اس انشورنس کمپنی سے یا اس کے بنک سے قرضہ لے کر امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کر رہے تھے ان ایشیائی لوگوں کا تعلق دسویں منزل سے تھا اور وہاں کا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ بہرام گنگولی تھا۔

یہ سوچ کر کھوپڑی گھوم جاتی تھی کہ بہرام آخر ہے کیا چیز؟ پہلے تو پتا چلا کوئی دو ٹکے کا جادوگر ہے لیکن اچھا خاصا گرو بجو بیٹ بھی ہے۔ تنویمی عمل میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اسے غیر معمولی علوم حاصل کرتے رہنے کا خبط ہے۔ اسی لیے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے دیوانہ ہو رہا تھا لیکن موسونی شہر میں ایک انشورنس کمپنی سے اس کا تعلق ہوگا اور وہ ایشیائی ممالک کے پالیسی ہولڈرز اور بزنس مین افراد سے تعلق رکھتا ہوگا' یہ میں کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ معاملات جرائم کی دنیا سے بالکل مختلف تھے۔

پومی ہیلی کاپٹر میں آ رہی تھی۔ میں نے اسے یہاں کے حالات بتائے پھر کہا "بہرام گنگولی تمھیں پہچانتا ہے اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کر لو اور اس عمارت کے اندر گھومتی پھرتی رہو۔ کوئی تم سے کچھ نہیں پوچھے گا۔ یہاں ہزاروں افراد اوپر سے نیچے آتے جاتے دکھائی دے رہے ہیں۔"

"میں انشاء اللہ آدھے گھنٹے کے اندر پہنچ جاؤں گی۔"

میں ایک جگہ آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر کنگ فرنانڈو سے رابطہ قائم کرنے کے بعد پوچھا "مورینا کہاں ہے؟"

"اپنے بیڈ روم میں ہے۔"

"کیا دی گریٹ انشورنس کمپنی سے تمھارا کوئی تعلق ہے؟"

"ہاں' جب خلیج ہڈسن سے چھوٹی کشتیوں میں ہمارا مال جاتا ہے تو وہ انشورنس کمپنی ہمارے مال کی ضمانت دیتی ہے۔"

"کیا تمھارا ایشیائی ممالک سے کوئی تعلق ہے؟"

"نہیں' بائی دی وے تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میرا دشمن اسی انشورنس کمپنی کی عمارت میں کہیں چھپا ہوا ہے دسویں منزل میں جو دفاتر ہیں' وہ ان کا انچارج ہے مجھے وہاں تک پہنچنے کا بہانہ چاہیے۔"

"یہ بات ہے تو پہلے کہا ہوتا۔ میرے ایک اسسٹنٹ منیجر کا تعلق برما سے ہے۔ اس نے وہاں انشورنس پالیسی لی ہے۔"

"اپنے اسسٹنٹ منیجر سے فون پر بات کرو اور اس سے معلوم کرو۔ انشورنس پالیسی کے سلسلے میں کوئی چھوٹا بڑا پرابلم ہو تو وہ مجھے بتائے تاکہ اس بہانے میں اپنے مطلوبہ آدمی تک پہنچ سکوں۔"

فرنانڈو نے فوراً ہی ریسیور اٹھا کر اپنے منیجر سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے انشورنس پالیسی کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا "اس سلسلے میں کوئی پرابلم تو نہیں ہے لیکن انشورنس کی رقم جمع کرنے کا وقت آگیا ہے۔"

فرنانڈو نے پوچھا "کتنی رقم جمع کرو گے؟"

"دو ہزار ڈالر۔"

"اپنا پالیسی نمبر بتاؤ۔ میرا ایک آدمی وہ رقم جمع کرا دے گا۔ تم سے اس سلسلے میں پوچھا جائے تو کہہ دینا...."

میں نے اسے آگے کہنے سے روک دیا۔ میرے دماغ میں بات آئی' فرنانڈو کے اسسٹنٹ منیجر کا تعلق برما سے ہے تو اس سلسلے میں پومی کو پیش قدمی کرنا چاہیے۔ میں نے فرنانڈو سے کہا "اس سے کہو' اگر انشورنس کمپنی سے کوئی پوچھ گچھ ہو تو.... وہ کہہ دے کہ اس نے رقم جمع کرنے کے لیے اپنی لیڈی سیکرٹری کو بھیجا ہے۔"

یہ بات فرنانڈو نے اسے سمجھا دی۔ میں نے اس سے رابطہ ختم کر کے پومی کو مخاطب کیا۔ وہ موسونی شہر پہنچ گئی تھی۔ فلائنگ کلب سے نکل کر ایک ٹیکسی کے ذریعے میری طرف آ رہی تھی۔ میں نے اسے موجودہ حالات سمجھائے۔ پھر کہا "تم اس کی لیڈی سیکرٹری بن کر دسویں منزل میں جاؤ گی اور کسی نہ کسی طرح بہرام گنگولی تک پہنچنے کی کوشش کرو گی۔"

غلام باقی بھی اس عمارت میں آگیا تھا۔ میں نے کہا "ہم سے دور رہو اور اوپر سے نیچے آتے جاتے' گھومتے پھرتے رہو۔"

تھوڑی دیر بعد پومی پہنچ گئی۔ اس نے عمدہ لباس پہنا ہوا تھا بہت ہی خوبصورت اور اسمارٹ لگ رہی تھی۔ میں نے کہا "تم ادھر چلو' میں آ رہا ہوں۔"

ہم مختلف لفٹوں میں آگے پیچھے دسویں منزل پر پہنچے۔ میں وہاں کے ویٹنگ ہال میں بیٹھ گیا۔ ایک رسالہ لے کر پڑھنے لگا۔ پومی اس کاؤنٹر پر گئی جہاں رقم جمع کی جاتی تھی۔ اس نے اسسٹنٹ منیجر کی انشورنس پالیسی کا کوڈ نمبر بتایا۔ پھر کہا "میں بیمے کی رقم جمع کرانے آئی ہوں۔"

کاؤنٹر کلرک نے کہا "آپ ذرا انتظار کریں۔ میں فائل لے کر آتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر جانا چاہتا تھا۔ پومی نے کہا "ایک پرابلم ہے' مجھے اسسٹنٹ منیجر صاحب نے دو ہزار ڈالر جمع کرنے کے لیے دیے تھے لیکن یہاں آ کر پتا چلا اس میں دو سو ڈالر کم ہیں۔"

"اس میں پرابلم کی کیا بات ہے۔ آپ پوری رقم لے کر کل تشریف لے آئیں۔"

"میں بار بار نہیں آ سکوں گی۔ یہ دو سو ڈالر آئندہ قسط میں ادا کر دوں گی۔"

"آپ کیسی باتیں کرتی ہیں۔ یہ سراسر اصول کے خلاف ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔"

"آپ کے انچارج ایسا کرنا چاہیں تو کوئی روک نہیں سکے گا۔ میں مسٹر گنگولی سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"وہ بہت بڑے اور مصروف آدمی ہیں۔ دو سو ڈالر کی خاطر آپ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کریں گے۔ آپ کو مایوسی ہوگی۔"

"پلیز' مجھے ایک بار ان سے ملاقات کرنے کا موقع دیں میں انھیں سمجھا لوں گی۔"

کاؤنٹر کلرک انٹرکام کا بٹن دبانا چاہتا تھا۔ پومی نے کہا "ذرا ایک منٹ۔"

کلرک نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی "دو سو ڈالر بہت معمولی سی بات ہے۔ اگر ان سے یہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے مسٹر گنگولی سے ملنا چاہتی ہوں تو مجھے بھی شرمندگی ہوگی۔ آپ صرف اتنا کہہ دیں کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے انٹرکام کے ذریعے اپنے منیجر سے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا "سر! ہمارے ایک پالیسی ہولڈر مسٹر کارسوامی کی سیکرٹری مسٹر گنگولی سے ملنا چاہتی ہیں۔"

منیجر نے پوچھا "کیوں ملنا چاہتی ہیں؟"

"ان کا پرسنل پرابلم ہے۔ ان سے ہی ڈسکس کریں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ میں معلوم کرتا ہوں۔"

میں پومی کے ذریعے ہر ایک کے دماغ میں پہنچتا جا رہا تھا۔ منیجر نے براہ راست بہرام گنگولی سے رابطہ قائم کیا۔ مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ جب اسے پتا چلا' کوئی لیڈی سیکرٹری ملنا چاہتی ہے تو اس نے کہا "بھئی کنگ فرنانڈو بہت بڑا آدمی ہے' جب اس کے منیجر کی سیکرٹری ملنا چاہتی ہے تو آنے دو۔"

منیجر نے پوچھا "سر! کس دفتر میں بھیجا جائے؟"

"میرا آدمی آ رہا ہے۔ اس سیکرٹری کو گائڈ کرے گا۔"

میں نے پومی کو یہ باتیں بتائیں۔ پھر کہا "منیجر نے پوچھا تھا' تمھیں کس دفتر میں بھیجا جائے؟ اس کا مطلب ہے' یہاں بہرام گنگولی کے ایک سے زیادہ اڈے ہیں۔ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں لہٰذا تمھارے ساتھ چلوں گا۔"

جب میں ویٹنگ ہال سے نکل کر پومی کے پاس پہنچا تو ایک شخص اسے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ پومی جانے لگی۔ میں ان سے پیچھے کچھ فاصلے پر تھا۔ جب وہ لفٹ کے پاس پہنچے اور اس شخص نے لفٹ کے دروازے کو کھولا تو پومی کے پیچھے میں بھی تیزی سے اندر چلا آیا۔ گائیڈ کرنے والے نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پومی نے کہا "یہ میرے ساتھ ہیں۔"

"مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ اکیلی آ رہی ہیں۔"

"یہ تمھارے کاؤنٹر کلرک اور منیجر کی غلطی ہے۔"

گائیڈ نے مجھے گھور کر دیکھا۔ پھر دروازے کو بند کر دیا۔ اس نے ایک ایسے بٹن کو دبا دیا جس پر یو جی لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کے دماغ سے معلوم کیا۔ یو جی کا مطلب انڈر گراؤنڈ تھا۔ یعنی وہ ہمیں گراؤنڈ فلور سے بھی نیچے کہیں لے جا رہا تھا۔ یہ بات میں نے پومی کو بتا دی۔ پھر غلام سے کہا "واپس میری کار کی طرف جاؤ اسے لے کر عمارت کے سامنے کہیں پارکنگ ایریا میں انتظار کرو۔ ہم جلدی آ سکتے ہیں یا ہماری واپسی میں دیر بھی ہو سکتی ہے۔ میں تم سے بعد میں رابطہ قائم کروں گا۔"

لفٹ ایک جگہ پہنچ کر رک گئی۔ گائیڈ ہماری طرف دیکھے بغیر کھلے ہوئے دروازے سے گزرتا چلا گیا۔ وہ دروازہ اسی طرح کھلا رہ گیا تھا۔ ہم تھوڑی دیر وہاں کھڑے دور تک نظر آنے والے بڑے سے ہال کو دیکھتے رہے تھے۔ وہ ہال ایسا ہی تھا جیسا کہ عموماً تہ خانوں میں ہوا کرتا ہے۔ درمیان میں کئی جگہ موٹے موٹے ستون تھے۔ آگے بہت کچھ نظر آنے والا تھا۔ ہم لفٹ سے نکل آئے۔ ہمارے نکلتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔

وہ تہ خانہ گودام کے طور پر استعمال ہوتا ہوگا۔ وہاں بہت سی لکڑیوں کی پیٹیاں اور ٹین کے ڈرم رکھے ہوئے تھے۔ دو محراب نما دروازے دکھائی دیے جن کے دوسری طرف بھی تہ خانے کے دوسرے حصے ہوں گے' ہم آگے بڑھتے بڑھتے رک گئے۔ ہال کے درمیان میں وہ اٹیچیاں اور سوٹ کیس رکھے ہوئے تھے جن میں ٹرانسفارمر مشین کے مختلف حصے لائے گئے تھے۔ یہ چیزیں ہم نے مشی گن جھیل کے ساحلی علاقے میں بہرام گنگولی کے پاس دیکھی تھیں اور اب یہاں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اور پومی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ پھر وہ مسکرا کر بولی "میں شرط لگاتی ہوں' یہ اٹیچیاں اور سوٹ کیس خالی ہیں۔"

"ظاہر ہے' وہ اتنی اہم مشین یونہی تو ہمارے حوالے نہیں کر دے گا۔"

وہ سامان ایک بڑی سی ٹرالی پر رکھا ہوا تھا۔ ہم نے اب تک

زبان نہیں کھولی تھی، دماغی رابطے پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہ بولی: "ان چیزوں کی موجودگی بتا رہی ہے کہ بہرام میری اصلیت سے واقف ہے۔"

"پومی! ہمیں زبان سے گفتگو کرنا چاہیے۔ وہ کہیں بیٹھا ہوا ہمارے بولنے کا انتظار کر رہا ہوگا۔ ہمیں خاموش پا کر سب سے پہلا خیال اسے آئے گا کہ ہم خیال خوانی کے ذریعے گفتگو کر رہے ہیں۔"

پومی نے زبان سے پوچھا: "تمھارا کیا خیال ہے، ان سوٹ کیس اور اٹیچیوں میں کیا ہو سکتا ہے؟"

میں نے پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا: "تم مجھ سے پہیلیاں بجھوا رہی ہو۔ پتا نہیں کہاں لا کر پھنسا دیا ہے۔ یہ کون سی جگہ ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "جب مجھ سے عشق کر رہے ہو تو یہ بھی دیکھو کہ عاشق کتنے دشوار مرحلوں سے گزرتا ہے۔"

وہ بڑے ناز و انداز سے میرے پاس آئی۔ میں نے پوچھا: "کسی مرحلے پر جان چلی جائے گی تو عشق کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"تم دم توڑتے وقت کہنا۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی اس ویران سے ہال میں تالیوں کی آواز گونجنے لگی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ بہرام گنگولی کہہ رہا تھا: "اری تو تو بڑی پٹاخہ ہے۔ پھر میرے پیچھے پیچھے چلی آئی۔"

ہم گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بول رہا تھا: "اس بار ایک مرغا پھانس کے لائی ہے۔ کون ہے یہ؟"

"یہ کون ہے، اسے دیکھو گے تو سمجھ لو گے اور دیکھنے کے لیے تمھیں سامنے آنا ہوگا۔"

"کیا اس نے بھی تیری طرح میک اپ کر رکھا ہے؟"

"اگر وینیشنگ کریم مل جائے تو ہم دونوں اپنا میک اپ اتار کر صورت دکھا دیں گے۔"

"تو میک اپ اتارنے کی بات کرتی ہے۔ کھال اتارنے کا سامان بھی مل جائے گا۔ اپنے سیدھے ہاتھ والے دروازے کو کھول کر چلی جا۔"

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھول کر دیکھا۔ اُدھر بھی ایک بڑا سا ہال تھا۔ اسی طرح لکڑی کی پیٹیاں اور ٹین کے ڈرم رکھے ہوئے تھے۔ ایک زینہ اوپر کی طرف جاتا ہوا دکھائی دیا ــــ ایک دیوار پر واش بیسن لگا ہوا تھا۔ اس کے اوپر چھوٹا سا ریک تھا۔ جس پر منہ ہاتھ دھونے کے لیے کچھ سامان تھا۔ قریب جانے پر پتا چلا، وہاں وینیشنگ کریم بھی رکھی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے، تہ خانے میں ایسی چیزیں رکھی نہیں جاتیں۔ جب پومی نے میک اپ

اتارنے کی بات کہی، تب بہرام کا کوئی آدمی فوراً ہی اسے رکھ کر گیا ہوگا۔ شاید اسی زینے سے اوپر گیا ہو۔ پومی واش بیسن کے پاس جا کر میک اپ اتارنے لگی۔ مجھ سے بھی قریب آنے کے لیے کہا۔ میں نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا: "تم تو سچ مچ میک اپ اتار رہی ہو مگر میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔"

وہ بولی: "مائی ڈیئر عاشق! یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ میں ظاہر کر رہی ہوں کہ ہم دونوں میک اپ میں ہیں۔"

میں وہاں ایسا کردار بن گیا، جو پومی کے عشق میں گرفتار ہو کر چلا آیا تھا اور وہ مجھے جیسے کسی خاص مقصد کے لیے لائی تھی۔ جب میں نے اپنے چہرے سے میک اپ اتارا تو آئینے میں صاف طور سے فرہاد علی تیمور دکھائی دے رہا تھا۔ پھر تالیوں کی آواز سنائی دی۔ ہم آئینے میں دیکھ کر میک اپ اتار چکے تھے۔ تولیے سے چہرہ خشک کر رہے تھے۔ اسی آئینے میں دور زینے پر کھڑا ہوا بہرام گنگولی دکھائی دیا جو تالیاں بجانے کے بعد کہہ رہا تھا: "اری چنڈال چھوکری! تو فرہاد کو ساتھ لائی ہے۔"

میں حیرانی سے اس کے قد اور جسامت کو دیکھ رہا تھا۔ ایسے لامبے لامبے ہاتھ پاؤں اور پھیلے ہوئے پنجے تھے کہ بڑے سے بڑے شہ زور کو دبوچ لیتا تو وہ نکل نہ پاتا۔ وہ دھوتی اور کرتا پہنے ہوئے تھا۔ شانے پر گیروے رنگ کی چادر پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا: "پومی! تم کسی مسٹر گنگولی سے ملنے آئی تھیں، یہ تو کوئی ہندوستانی سادھو دکھائی دیتا ہے۔"

وہ بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ پومی نے آگے بڑھ کر کہا: "بہرام گنگولی! اس رات تم مجھ سے بچ کر نکل گئے۔ آج میں فرہاد علی تیمور کو ساتھ لائی ہوں۔ تمھاری بہتری اسی میں ہے کہ وہ مشین ہمارے حوالے کر دو۔"

اس نے باری باری ہم دونوں کو دیکھا۔ پھر کہا: "لڑکی! میں نے تجھے تو آزما لیا ہے۔ ذرا دیکھوں، یہ تیرا فرہاد کتنے پانی میں ہے۔"

پھر اس نے زینے کے اوپری حصے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ٹونی! مائیکل! اِدھر آؤ۔"

دو صحت مند فائٹر قسم کے آدمی نظر آئے۔ وہ زینے سے اترتے ہوئے بہرام گنگولی کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ بہرام نے کہا: "فرہاد کا چوکھٹا تمھارے سامنے ہے۔ اب یہ سچ مچ فرہاد ہے یا نہیں، اس سے اُگلواؤ۔"

وہ دوڑتے ہوئے میری طرف آئے لیکن قریب پہنچنے سے پہلے ہی پومی نے اچھل کر ایک فلائنگ کک ماری۔ ایک کو زمین پر گرا دیا۔ دوسرا میری طرف پہنچا۔ میں نے اناڑیوں کی طرح دونوں ہاتھ اُٹھا کر اس کے حملے کو روکنا چاہا مگر مار کھا کر پیچھے چلا گیا۔ بہرام گنگولی

نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "بس کرو۔ واپس آ جاؤ۔"

پومی کی لات کھا کر گرنے والا جوابی حملہ کرنے کے لیے جھنجلا رہا تھا مگر باس کا حکم سن کر پیچھے ہٹ گیا۔ بہرام کہہ رہا تھا: "یہ کیا، اس کا باپ بھی فرہاد نہیں ہو سکتا۔"

میں نے پومی سے کہا: "یہ گدھے کا بچہ ہے۔ بھلا میرا باپ فرہاد کیسے ہوگا جبکہ میں فرہاد ہوں۔ کیا اس کا باپ بہرام گنگولی ہو سکتا ہے جبکہ یہ خود بہرام ہے۔ پومی! تم نے راستے میں ٹھیک ہی کہا تھا کہ یہ گدھے کا بچہ ہے۔"

"یو شٹ اپ۔ تم دونوں گدھے ہو۔ اگر ذرا بھی عقل ہوتی تو اس ہال میں رکھے ہوئے سوٹ کیسوں اور اٹیچیوں کو کھول کر دیکھتے۔ مشین تمھارے ہاتھ آ جاتی۔"

پومی نے کہا: "یقیناً ان میں مشین کے مختلف حصے ہوں گے لیکن ایسا نقلی مال بازار میں بہت ملتا ہے۔"

بہرام نے سر ہلا کر کہا: "اس کا مطلب ہے، خیال خوانی کے ذریعے حقیقت معلوم کر لی گئی ہے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا، تم لوگوں کو کس طرح ہمارے اہم اقدامات کا پتا چل جاتا ہے۔ تم کس طرح یہاں تک پہنچ گئیں؟"

"ہم یہاں سوال و جواب کے لیے نہیں آئے ہیں۔ مشین ہمارے حوالے کر دو۔"

"ورنہ کیا ہوگا؟"

پومی نے ایک قلابازی کھائی۔ پھر اس کے منہ سے آواز نکلنے لگی: "ہاہپ ہپ۔" وہ کبھی ہاتھوں کے بل، کبھی پاؤں کے بل قلابازیاں کھا رہی تھی۔ کبھی فضا میں قلابازی کھاتے ہوئے بہرام گنگولی کے آگے سے پیچھے پہنچ رہی تھی۔ وہ بار بار پلٹ کر کبھی آگے کبھی پیچھے، کبھی دائیں کبھی بائیں دیکھتا تھا۔ پھر اس نے گرج کر کہا: "میں کہتا ہوں، یہ تماشا بند کرو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی منہ پر ٹھوکر پڑی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا ہال کے وسط میں آ گیا۔ اس نے ایک ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔ پومی ایک قلابازی کھا کر اس سے ذرا دور دونوں پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ پھر دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بولی: "یاد آیا۔ اس رات کیسی آہنی سلاخیں منہ پر پڑتی رہی تھیں۔ تم کب تک ایک لڑکی سے لاتیں کھاتے رہو گے؟"

اس کے ماتحت نے ریوالور نکال کر کہا: "اگر تم نے حرکت کی تو قلابازیاں کھانے سے پہلے ہی گر پڑو گی۔"

وہ بولی: "یہ کھلونا جیب میں رکھ لو۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں، یہاں کوئی گولی نہیں چلا سکے گا۔ فائرنگ کی آواز اوپر پہنچے گی۔ اس عمارت میں ہزاروں لوگ ہیں، پولیس والے بھی موجود ہیں، گولی چلا سکتے ہو تو لو چلاؤ۔"

اس نے پھر جمناسٹک کے کرتب دکھانا شروع کیے۔ "ہاہپ ہپ" کی آواز کے ساتھ بہرام گنگولی کی طرف جاتی تھی مگر اس سے کترا کر ریوالور والے کی طرف آتی تھی۔ وہ اسے نشانے پر لینا چاہتا تو بجلی کی طرح لپکتی ہوئی دوسری طرف پہنچ جاتی تھی۔ کبھی اس کے اوپر سے قلابازی کھا کر پیچھے جاتی تھی۔ ایک بار جب اس نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ٹھوکر پڑی۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر میری طرف آیا۔ میں نے فوراً ہی اسے کیچ کر لیا۔

اب بہرام گنگولی میرے نشانے پر تھا لیکن وہ خوف زدہ نہیں تھا۔ کہنے لگا: "یہ میرے لیے بھی کھلونا ہے۔ تم بھی فائر نہیں کر سکو گے کیونکہ آواز اوپر تک جائے گی۔"

میں نے کہا: "تم نے میرے متعلق درست اندازہ لگایا، میں فرہاد نہیں ہوں لیکن فرہاد صاحب میرے دماغ میں بول رہے ہیں۔ ان کا مشورہ ہے، میں فائرنگ کی گونجتی ہوئی آواز کی پروا نہ کروں۔ تمھیں اس قدر زخمی کر دوں کہ تم سانس روکنے کے قابل نہ رہو پھر وہ تمھارے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ پولیس والے آئیں گے تو انھیں تمھارا تمام کچا چٹھا سنائیں گے اور انھیں تمھارے تمام خفیہ اڈوں تک پہنچا دیں گے۔ بولو، اب کیا کہتے ہو؟"

وہ پریشان نظر آنے لگا تھا۔ ساری چوکڑی بھول گیا تھا۔ کالا جادو بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اپنی بے پناہ جسمانی قوت سے بھی کام نہیں لے سکتا تھا۔ وہاں اس کی حفاظت کے لیے درجنوں غنڈے تھے مگر انھیں اپنی مدد کے لیے بلا بھی نہیں سکتا تھا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے، ہمارے مقابلے میں بڑے شہ زور آتے ہیں۔ بڑے پُراسرار مجرم ہنگامے برپا کرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ساری دنیا ان کی مٹھی میں ہو۔ وہ جب چاہیں گے پاؤں تلے سب کو روند ڈالیں گے۔ وہ ہماری راتوں کی نیندیں اڑا دیتے ہیں۔ ہمیں وقت پر کھانے پینے کا موقع نہیں دیتے۔ دن رات مسائل میں الجھائے رکھتے ہیں لیکن جب ہمارے ہاتھ آتے ہیں تو حقیر چیونٹی ثابت ہوتے ہیں۔

جس طرح ظالم کی عمر بہت کم ہوتی ہے اسی طرح اس کے ظلم کی عمر بھی بہت کم ہوتی ہے۔ جب وہ پوری ہو جاتی ہے تو اس کا غرور جھک جاتا ہے، اس کا ظلم مٹ جاتا ہے۔ حالات اسے مجبور کر دیتے ہیں۔ قدرت اس کی کمر توڑ دیتی ہے، وہ اس قدر مجبور ہو جاتا ہے کہ اپنی دولت، اپنی قوت، اپنی ذہانت اور اپنی غیر معمولی صلاحیتیں استعمال کرنے کے قابل نہیں رہتا جیسا کہ بہرام گنگولی میرے ایک ریوالور کے سامنے بے بس ہو گیا تھا۔ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ ایک گولی چلے گی، وہ زخمی ہوگا پھر سانس لینا بھول جائے گا۔ ایک تو فرہاد اس کے دماغ میں آ جائے گا۔ دوسرے وہ دھیان گیان سے منتر کا جاپ نہیں کر سکے

گا۔ خیال خوانی کے ذریعے اس کے منتروں کو بھی بھلا دیا جائے گا۔

لیکن ہم اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھے کہ مشین کے سلسلے میں اتنے عرصے سے کھیلے جانے والے ڈرامے کا یہ آخری سین ہے۔ اب بہرام گنگولی مر جائے گا اور مشین ہمارے ہاتھ آجائے گی۔

کیا ایسا ہی ہوگا؟ نہیں! وہ دنیا کی عجیب و غریب ایجاد تھی۔ اس کے ذریعے جتنے کُند ذہن اور غبی قسم کے لوگ ہیں ان کے دماغوں میں دوسروں کی صلاحیتیں بھری جا سکتی تھیں۔ دوسروں کے دماغ کے راز چرا کر اپنے دماغ کی تجوری میں چھپائے جا سکتے تھے۔ اس مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا جا سکتا تھا۔ وہ مشین ایسی تھی جو انسان کو فرعون اور شیطان بنا سکتی تھی اور ساری دنیا کو اس کے قدموں میں جھکا سکتی تھی۔

بہرام دونوں ہاتھ میری طرف بڑھا کر فائرنگ سے روکنے کے انداز میں کہہ رہا تھا "رک جاؤ، ٹھہر جاؤ، دیکھو! ابھی گولی نہ چلانا، میری بات سن لو۔"

میں نے کہا "فرہاد صاحب کہہ رہے ہیں، گولی چلانے کے بعد بھی تم سے باتیں کی جا سکتی ہیں۔ ہم تمھیں قتل نہیں کریں گے، صرف زخمی کریں گے۔"

میری بات ختم ہوتے ہی اس تہ خانے میں ایک آواز گونجنے لگی "بہرام، رام، رام، میں نے تمھیں پہلے ہی سمجھایا تھا، تھا، تھا، تھا ان کے سامنے آکر نہ ٹکراؤ، اؤ، لؤ، اؤ...!"

اس بولنے والے کی آواز کی بازگشت عجیب سی تھی۔ کانوں میں بج رہی تھی۔ میں نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا، اس نے سانس روک لی۔ پھر ہنستے ہوئے کہا "فرہاد، ہاد، ہاد، ہاد۔ اتنی بھی جلدی اچھی نہیں ہوتی، تی، تی، تی۔ پہلے بہرام گنگولی سے تو نمٹ لو۔ او، او، او۔"

میں نے ناگواری سے چاروں طرف گھوم کر دیکھا، پھر بلند آواز سے کہا "فرہاد صاحب کہہ رہے ہیں، اپنے بولنے کا یہ ڈرامائی انداز بند کرو۔ مائیک سے منسلک رہنے والی ایکو مشین کو الگ کر دو۔"

ساؤنڈ سسٹم میں ایک آلہ ایسا ہوتا ہے جسے مائک سے منسلک کر دیا جائے تو بولنے والے کی آواز چاروں طرف گونجتی ہے اور بار بار کانوں سے آکر ٹکراتی ہے۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی پھر اس بولنے والے کی آواز آئی۔ اب بازگشت نہیں تھی۔ سیدھی اور صاف آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "فرہاد! میں اچھی طرح سمجھتا ہوں، تم کسی دشمن سے ٹکرانے کے لیے سامنے نہیں آؤ گے۔ تمھاری ہسٹری مجھے زبانی یاد ہے۔ کئی بار فرہاد علی تیمور کو گرفتار کیا گیا۔ اسے ہلاک بھی کیا گیا۔ بعد میں انکشاف ہوا۔ دشمنوں نے بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر ڈمی فرہاد کو ہلاک کیا ہے۔ یا اسے قیدی بنا کر رکھا ہے۔

آج پھر بہرام گنگولی سے ٹکرانے اور ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کے لیے تمھاری ڈمی آئی ہے اور ہمیشہ کی طرح تم اس کے دماغ میں موجود ہو۔"

"تم دھوکا کھا رہے ہو۔ میں فرہاد علی تیمور ہوں۔ میں اپنے چہرے پر مستقل اور عارضی میک اپ کرتے کرتے تنگ آگیا ہوں۔ اب اصلی روپ میں رہنے لگا ہوں۔"

"کیا تم مجھے اتنا نادان سمجھتے ہو؟ تم میک اپ کرتے کرتے تنگ آسکتے ہو، اپنی زندگی سے بیزار نہیں ہو سکتے۔ زندگی تمھیں بھی بہت عزیز ہے اور تم سے زیادہ تمھاری چاہنے والیوں کو عزیز ہے۔ وہ تمھیں مرنے نہیں دیں گی۔"

میں نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں شطرنج کا مانا ہوا کھلاڑی ہوں۔ ایسی چالیں چلتا ہوں کہ مقابل کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ جب تم یہاں سے واپس جاؤ گے تو تمھارے بھی ہوش اڑ جائیں گے۔ تب تمھاری سمجھ میں آئے گا، شطرنج کے کس کھلاڑی سے پالا پڑا ہے۔"

پھر اس نے بہرام گنگولی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "مسٹر گنگولی! جب میں تمھیں آواز دیتا ہوں تو تم کیا کہتے ہو؟"

بہرام گنگولی نے سیدھی طرح کھڑے ہو کر گویا کہ الرٹ ہو کر کہا "میں کہتا ہوں، یس ماسٹر!"

آواز آئی "فرہاد! تم نے سنا۔ یہ مجھے یس ماسٹر کہتا ہے۔ اگر وائی ای ایس سے یس ماسٹر کہتا ہے تو اس کے معنی ہیں، جی ہاں میرے آقا۔ اور اگر انگریزی حرف ایس کہتا ہے کہ ایس ماسٹر تو تم سمجھ لو کہ میں کون ہوں۔"

میں نے پومی کو دیکھا۔ پھر خلا میں تکتے ہوئے بولا "اچھا تو تم سُپر ماسٹر ہو۔"

"ہاں مگر وہ نہیں جو تمھاری زندگی میں آچکے ہیں۔ ٹکرا کر فنا ہو چکے ہیں۔ میں کچھ اور ہوں۔ دوسرے احمقوں کی طرح یہ دعویٰ نہیں کروں گا کہ پُراسرار ہوں، بہت شہ زور ہوں۔ بڑے بڑے ذرائع کا مالک ہوں۔ نہیں، میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں صرف شطرنج کا کھلاڑی ہوں اور اپنے مقابل کو ہر حال میں مات دینا جانتا ہوں۔ اسی لیے تمھارے مقابل آنے سے پہلے میں نے یوگا میں مہارت حاصل کی اور....!"

وہ بول رہا تھا۔ اس کی ایک بات میرے دماغ میں چبھ رہی تھی کہ جب میں یہاں سے واپس جاؤں گا تو اس کی شطرنجی چال کے مطابق میرے ہوش اڑ جائیں گے۔ آخر وہ کیسی چال چل رہا ہے؟ میں نے اسی طرح بہرام گنگولی کو نشانے پر رکھا تھا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اپنے ساتھیوں کی خیریت معلوم کر رہا تھا۔ پہلے میں نے غلام باقی کو دیکھا۔ وہ بخیریت تھا۔ باہر گاڑی میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ مورینا میرے دوست فرنانڈو کے ہاں محفوظ تھی۔ میں نے رسونتی سے رابطہ قائم کیا۔ اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کی، سونیا کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ اسے کوئی پریشانی تو نہیں ہے لیکن ہر طرف سے اطمینان بخش جواب ملا۔

اطمینان کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہمارے تمام مسائل ختم ہو چکے ہیں۔ پارس جب تک وہاں مہمان قیدی بنا ہوا تھا، ہمارے مسائل بڑھنے ہی والے تھے۔ ٹرانسفارمر مشین جب تک ہمارے ہاتھ نہ آتی اس وقت تک نئے نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے رہتے اور بنیادی بات یہ کہ میں اپنی چاہنے والی عورتوں کے ساتھ کسی ملک، کسی شہر یا کسی پُرسکون علاقے میں ایک اطمینان بخش زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔ جب تک ٹیلی پیتھی کا خطرناک ہتھیار ہمارے پاس تھا، دشمن ہمیں سکون سے کبھی بیٹھنے نہ دیتے۔

پومی نے مجھے جھنجوڑتے ہوئے پوچھا "تم کہاں کھو گئے ہو؟"

میں نے چونک کر کہا "وہ فرہاد صاحب مجھ سے ضروری باتیں کر رہے ہیں۔ ان کا مشورہ ہے، میں بہرام گنگولی کو زخمی کر دوں۔"

میری بات سنتے ہی سُپر ماسٹر کی آواز سنائی دی "مسٹر فرہاد! آپ اسے مشورہ دینے سے پہلے میری بات پر توجہ فرمائیں، بہرام گنگولی کو زخمی کرکے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ پہلی بات تو یہ کہ فائرنگ کی آواز اوپر تک جائے گی۔ پولیس والے آئیں گے۔ قانونی کارروائیاں شروع ہوں گی۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر جتنے راز آپ معلوم کریں گے اور جس طرح اسے قانون کے حوالے کریں گے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں بعد میں اسے جیل سے نکال لاؤں گا۔"

"آخر تم سُپر ماسٹر ہو۔ وسیع ذرائع کے مالک ہو، اس ملک کے نادیدہ حکمران ہو۔ تم بہت کچھ کر سکتے ہو لیکن آدمی کی فطرت ہے، وہ دوسرے کے رازوں کو جاننے کے لیے بیتاب رہتا ہے لہٰذا فرہاد علی تیمور اس مغرور جادوگر کے دماغ میں ضرور پہنچے گا۔ اس کا فیصلہ تم کرو کہ کیسے پہنچنا چاہیے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا "بہرام! اسی لمحے سے فرہاد علی تیمور کے لیے دماغ کے دروازے کھلے رکھو۔ یہ جب بھی آنا چاہیں کبھی انکار نہ کرو۔"

"یس ماسٹر! میں آپ کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا، یہ میرے دماغ میں پہنچ کر سارے منتر بھلا دے گا۔ میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کرے گا۔"

"یہ چپ چاپ آکر معلوم کرے تو اس میں تمھاری بھلائی ہے۔ ہم فرہاد کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ اس وقت تک تمھاری کمزوریوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گا جب تک تم اس سے چھیڑ نہیں کرو گے۔ یہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے دنیا کے تمام مجرموں کے راز معلوم کر سکتا ہے لیکن نہیں کرتا اور جن کے راز معلوم کرتا ہے انھیں کبھی بلیک میل نہیں کرتا۔ فرہاد ہمارا دشمن ہے مگر ہم اس کی خوبیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔"

میں نے کہا "فرہاد صاحب فرما رہے ہیں ان کی تعریفیں کر کے انھیں خوش نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی وہ اس بات پر یقین کر سکتے ہیں کہ یہاں سے جانے کے بعد جب بہرام گنگولی نظروں سے دور ہو جائے گا اور کسی پناہ گاہ میں چھپ جائے گا تب بھی اپنے دماغ کے دروازے کھلے رکھے گا۔"

بہرام گنگولی نے کہا "جب ایس ماسٹر نے حکم دیا ہے تو وعدہ کرتا ہوں، اپنا دماغ تمھارے لیے ہمیشہ کھلا رکھوں گا۔"

میں نے کہا "سُپر ماسٹر! میں تم سے مخاطب ہوں، مجھے اس بات کی ضمانت چاہیے کہ میں چوبیس گھنٹے تک کسی وقت بھی اس کے پاس پہنچتا رہوں گا۔"

"ابھی اس بات کی ضمانت دی جائے گی۔ ذرا انتظار کرو۔"

میں اور پومی لکڑی کے ڈبوں پر بیٹھ گئے۔ ہم سے ذرا دور بہرام گنگولی لکڑی کے ایک ڈبے پر بیٹھنا چاہتا تھا لیکن اس کے وزن سے لکڑیاں کراہنے لگیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے ٹوٹ گئیں۔ وہ ڈبے کے اندر دھنس گیا، بڑی مشکل سے اٹھا۔ میں اس کے متعلق پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کمبخت غیر معمولی جسمانی قوتوں کا مالک ہے اور وزن بھی غیر معمولی ہے۔ جب غصے میں پاؤں مارتا ہے تو وہاں کی زمین دھنس جاتی ہے، اگر فرش پختہ ہو تو وہ تڑخ جاتا ہے۔

وہ جتنے رُعب اور دبدبے سے ہماری زندگی میں آیا تھا، اس سے اندازہ ہوتا تھا، یہ شخص اپنی غیر معمولی صلاحیتوں اور جسمانی قوتوں کے باعث جرائم کی دنیا میں سرِفہرست ہوگا لیکن کیسے ہو سکتا تھا؟ ہم اور آپ حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ ہماری دنیا میں دو ہی بڑی طاقتیں ہیں۔ ایک سُپر ماسٹر، دوسرا ماسک مین۔ ان کے پاس ساری دنیا میں حکومت کرنے کے تمام لوازمات ہیں۔ یہ دونوں نت نئی سائنسی ایجادات کے مالک ہیں۔ جدید ترین خطرناک ہتھیار ان کے پاس ہیں۔ ان کے پاس دنیا کی سب سے مضبوط بحری، بری اور فضائی افواج ہیں۔ چنگیز اور ہلاکو گرج کر بولتے تو ساری رعایا کانپنے لگتی تھی۔ سُپر ماسٹر اور ماسک مین صرف چھینکتے ہیں تو دنیا لرز جاتی ہے۔ یہ دنیا اس طرح ان کے پاؤں تلے ہے کہ یہ ایک سرے پر کھڑے ہو کر تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک دنیا کے دوسرے سرے پر جا کر گرتا ہے۔

ان دو طاقتوں کی مختصر سی تعریف کے بعد یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ بہرام گنگولی جیسے مجرموں کی طاقت اور غیر معمولی صلاحیتیں خریدلی جاتی ہیں۔ یہ دونوں طاقتیں مجھے آج تک اسی لیے چین سے کہیں

بیٹھنے نہیں دیتیں کہ میں بکنے سے انکار کرتا ہوں۔ ان کی دنیا میں رہ کر میں اور میرے ساتھی جتنے عرصے سے جی رہے ہیں، یہ اللہ کا کرم ہے ورنہ شارپرتے بھی میرا طریقۂ کار اختیار کیا تھا۔ بکنے سے انکار کرتا رہا تھا۔ ان سے روپوش رہتا تھا۔ خود کو پُراسرار بنائے رکھتا تھا اور اپنی بات منوانے کی کوشش کرتا تھا لیکن اس کی حکمتِ عملی نہ ہونے کے برابر تھی جس کے نتیجے میں آج وہ بہرام گنگولی کی قید میں تھا اور اس کا دماغ میری مٹھی میں تھا اور ہم دونوں سے الگ سُپر ماسٹر بھی اس کے بہت قریب تھا۔ اس ملک کے چپے چپے پر اس کی نادیدہ حکمرانی تھی۔ وہ جب چاہتا شارپر کو اس کی جگہ سے اٹھوا سکتا تھا لیکن واقعی وہ شطرنج کا کھلاڑی تھا۔ بے صبری اور جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا۔ اس نے شارپر کو ہمارے لیے چارہ بنا کر رکھا تھا۔ ہمیں پتا نہیں کس طرح اُلجھاتا جا رہا تھا۔ یہ تو بعد میں معلوم ہونے والا تھا۔ آخر وہ شارپر پر کیوں ہاتھ نہیں ڈال رہا ہے، یہ بات فی الحال سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔

تھوڑی دیر بعد دو آدمی اس تہ خانے میں آئے۔ ان میں ایک ڈاکٹر تھا۔ دوسرا اس کا اسسٹنٹ جو بیگ اٹھائے ہوئے تھا۔ ڈاکٹر نے میرے پاس آکر انجکشن کی شیشی دکھاتے ہوئے کہا "آپ اسے پڑھ کر فرہاد صاحب کو سنائیں، انھیں معلوم ہوگا کہ یہ کس طرح اعصاب کو کمزور کرتی ہے۔"

میں نے وہ شیشی لے کر پڑھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد سر ہلا کر کہا: "فرہاد صاحب اس سے مطمئن ہیں۔"

ڈاکٹر نے اپنے اسسٹنٹ سے کہا: "انجکشن تیار کرو۔"

وہ انجکشن تیار کرنے لگا۔ بہرام گنگولی نے پریشان ہو کر کہا "ایس ماسٹر! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا مجھے جسمانی طور پر کمزور بنا دیا جائے گا۔ کیا میں سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہوں گا؟"

سُپر ماسٹر کی آواز آئی: "بہرام! تم اچھی طرح جانتے ہو، میں تمھیں پسند کرتا ہوں۔ تم نے آج کے دور کی سب سے اہم اور عجیب و غریب ایجاد کو میرے پاس پہنچایا ہے۔ میں تمھیں تباہ ہونے نہیں دوں گا۔ اس انجکشن کا اثر آٹھ دس گھنٹے تک رہے گا۔ اس کے بعد تمھاری توانائی بحال ہونے لگے گی۔"

انجکشن تیار ہو چکا تھا۔ بہرام گنگولی تھوک نگلتا ہوا ڈاکٹر کی طرف اور کبھی سرنج کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سُپر ماسٹر نے کہا۔ "مسٹر فرہاد! تم نے چوبیس گھنٹے کی ضمانت طلب کی تھی۔ میں آٹھ دس گھنٹے کے لیے آپ کو مطمئن کر رہا ہوں۔ اگر آپ اس عرصے میں اس کے مکمل خیالات نہ پڑھ سکے اور اس کے رازوں سے واقف نہ ہو سکے تب اسے مزید آٹھ دس گھنٹوں کے لیے کمزور بنا دیا جائے گا۔"

ڈاکٹر بہرام گنگولی کے بازو میں انجکشن لگا چکا تھا۔ میں یہ کارروائی دیکھ رہا تھا۔ ایس ماسٹر نے پوچھا: "مسٹر فرہاد! مس پوجی اور تمھاری یہ ڈمی کس راستے سے جانا پسند کریں گے؟"

"ہم زینے سے اوپر جائیں گے لیکن ابھی نہیں۔"

"کیا اور کچھ رہ گیا ہے؟"

"میں پہلے انجکشن کا ری ایکشن دیکھوں گا۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان کروں گا پھر اپنے ساتھیوں کو جانے کے لیے کہوں گا۔"

انجکشن لگنے کے دوران بہرام گنگولی ٹین کے ڈرم پر بیٹھا ہوا تھا۔ صرف ایک منٹ کے بعد ہی وہ کمزوری محسوس کرنے لگا۔ اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ دونوں مٹھیاں کبھی بند کر رہا تھا، کبھی کھول رہا تھا۔ پھر اُٹھ کر ٹہلنا چاہتا تھا مگر ٹین کے ڈرم کو تھام کر جھک گیا۔ وہ سیدھی طرح کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔

چند سیکنڈ کے بعد وہ گہری سانس لے کر فرش پر بیٹھ گیا۔ کبھی بے چینی سے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کبھی سر کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر کھینچنے لگا۔ وہ انکار میں سر ہلا کر کہہ رہا تھا: "نہیں، نہیں! میں اس قدر کمزور نہیں ہو سکتا۔ یہ میری توہین ہے۔ بہرام گنگولی بہت شہ زور ہے۔ اسے اس قدر کمزور نہیں ہونا چاہیے۔ ایس ماسٹر! یہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟"

وہ آہستہ آہستہ لیٹ گیا۔ ایک کروٹ بدل کر گھٹنے موڑ لیے پھر اپنے سر کو گھٹنوں کی طرف جھکانے لگا۔ وہ اپنے آپ میں سمٹتا جا رہا تھا۔ جیسے بہت بلندی سے گرنے کے بعد پستی میں پہنچ کر حقیر سا رہ گیا ہو۔ ایسے وقت میں بڑی آسانی سے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا: "آہ! میں اسی دن کے لیے فرہاد سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا۔ برسوں سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ دور ہی دور سے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے کے لیے للچا رہا تھا۔ پھر ایس ماسٹر نے میرے سامنے ٹرانسفارمر مشین کا چارہ ڈالا۔ مجھے لالچ دیا کہ میں اسے حاصل کر لوں گا تو ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں میرے دماغ میں بھر جائیں گی۔ بس اسی علم کو حاصل کرنے کی دیوانگی نے آج مجھے اس حال کو پہنچایا ہے۔"

ابھی اس کے دماغ کو بہت دور تک پڑھنا تھا۔ میں نے ایس ماسٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں نے تمھاری بات مان لی تھی۔ بہرام کو گولی نہیں ماری۔ زخمی نہیں کیا۔ تمھارا یہ کام کا آدمی صحیح سلامت ہے۔ صرف اعصابی کمزوری میں مبتلا ہو گیا ہے اور تمھیں اطمینان ہے کہ یہ آٹھ دس گھنٹے بعد پھر تمھارے کام کے قابل ہو جائے گا۔"

"کیا تم اس کے دماغ کو پڑھ رہے ہو؟"

"میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر اطمینان حاصل کیا ہے۔ اب اپنے ساتھیوں کو عمارت سے باہر پہنچاؤں گا تاکہ تمھارا کوئی آدمی نہیں نقصان نہ پہنچائے۔ پھر بہرام کے دماغ میں واپس آکر تفصیلی معلومات حاصل کروں گا۔"

میں نے پوجی کے ساتھ زینے پر چڑھتے ہوئے ریوالور کے چیمبر سے تمام گولیاں نکال لیں۔ انھیں جیب میں رکھا، ریوالور کو اسی تہ خانے میں پھینک دیا۔ ہمارے وہاں سے زندہ سلامت لوٹ آنے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ہمارے ہاتھ ریوالور آگیا تھا۔ سُپر ماسٹر چاہتا تو اس ریوالور کے باوجود ہمیں نکلنے نہ دیتا۔ وہ صرف پوجی کو اپنی قید میں رکھ کر اسے یرغمال بنا کر ہم سے نہ اپنی باتیں منوا سکتا تھا اور نہ ہی کوئی فائدہ حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے برعکس میں، رسونتی اور شیبا ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے ذریعے اس کا جینا حرام کر سکتے تھے۔

وہ شطرنج کا کھلاڑی بڑی سہولت سے چالیں چل رہا تھا۔ نہ خود کو ظاہر کرتا تھا نہ ہمیں چیلنج کرتا تھا۔ نہ اپنی طاقت کا غرور دکھاتا تھا۔ اس وقت شطرنج کی بساط پر فتنہ کی جگہ وہ ٹرانسفارمر مشین رکھی ہوئی تھی۔ وہ اسے حاصل کر کے، اسے استعمال کر کے اس سے ذاتی طور پر استفادہ کرنے کے بعد شاید ہمارے سامنے کھل کر آنا چاہتا تھا۔

ہم بخیریت عمارت سے باہر آگئے۔ میں نے پوجی کے ساتھ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر غلام باقی سے کہا: "ہم ٹیکسی میں جا رہے ہیں۔ ہمارے پیچھے چلے آؤ۔"

یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ ایس ماسٹر کے آدمی ہماری نگرانی کریں گے۔ اس لیے میں نے غلام باقی کو فی الحال خود سے دور رکھا تھا۔ ہم تھوڑی دیر تک آگے پیچھے چلنے والی گاڑیوں کو دور دور تک دیکھتے رہے۔ جب یقین ہو گیا کہ تعاقب نہیں ہو رہا ہے تو ہم نے ٹیکسی ایک جگہ رکوائی۔ اس کا کرایہ ادا کیا۔ پھر غلام باقی کو اپنے پاس بلا لیا۔ میں سمجھ رہا تھا یہ بچکانہ احتیاطی تدابیر ہیں۔ ایس ماسٹر کو تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہم کس کا ہیلی کاپٹر استعمال کر رہے ہیں اور کہاں سے کہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔

اپنی کار میں بیٹھنے کے بعد پوجی نے پوچھا: "فرہاد! یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ میں نے ایس ماسٹر کو یونہی کہہ دیا تھا کہ واپس آکر بہرام کا دماغ پڑھوں گا لیکن اس کی چال کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔ مجھے مورینا اور شارپر کے پاس موجود رہنا چاہیے۔ ٹرانسفارمر مشین ہاتھ آنے کے بعد وہ دونوں ایس ماسٹر کے لیے اہم ہو گئے ہیں۔"

"تو پھر جلدی کرو۔ پہلے مورینا کی خبر لو۔"

"نہیں، ابھی میں ایس ماسٹر کو ڈاج دینے کے لیے بہرام کے پاس جا رہا ہوں۔"

میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ بالکل صحیح وقت پر پہنچا تھا۔ ایس ماسٹر اسپیکر کے ذریعے مجھے مخاطب کر رہا تھا: "مسٹر فرہاد! آپ اپنے ساتھیوں کو عمارت کے باہر چھوڑ چکے ہیں۔ اب تو آپ کو بہرام کے خیالات پڑھنے چاہئیں۔"

میں نے کہا: "ایس ماسٹر! اگر تم مجھے اسی طرح مخاطب کرتے رہے تو میں مسلسل توجہ سے خیالات نہیں پڑھ سکوں گا۔ پلیز ڈسٹرب نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں نے اسے یقین دلایا کہ مسلسل توجہ سے خیالات پڑھتا رہوں گا اور کسی طرف دھیان نہیں دوں گا۔ بہرام گنگولی تہ خانے کے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ ایس ماسٹر مجھے ڈسٹرب نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے مورینا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں نے دوسری بار دستک دیتے ہی کہا: "میرے دماغ میں آؤ۔"

وہ آگئی۔ میں نے کہا: "میں بھی سانس روک کر تمھیں باہر کر سکتا ہوں۔ کبھی تو حالات کی نزاکت کو سمجھا کرو۔ اس وقت تم خطرے میں ہو۔ تمھیں کسی دوسری جگہ پناہ لینا چاہیے۔ بہر حال، ابھی میرے دماغ میں رہو۔ میں فرنانڈو سے بات کر رہا ہوں۔"

میں نے کنگ فرنانڈو کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "کیا تمھارے پاس کوئی ایسا ٹھکانہ ہے جہاں پولیس اور انٹیلی جنس والے نہ پہنچ سکیں؟"

اُس نے پریشان ہو کر پوچھا: "یہ پولیس اور انٹیلی جنس والے میرے یہاں کیوں پہنچیں گے؟"

"میرا سب سے بڑا دشمن ایس ماسٹر، مورینا کو وہاں سے اغوا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے وہ اپنے ذرائع کے مطابق پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو استعمال کرے گا۔ ان کے سامنے تم مجبور ہو جاؤ گے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ میں ان پولیس والوں سے ہمیشہ دور ہی رہتا ہوں۔ ایسا کرو، مورینا سے کہہ دو، وہ گاڑی لے کر یہاں سے نکل پڑے۔ میں تمھیں ایک ایڈریس بتاتا ہوں۔ تم مورینا کو وہاں پہنچا دو۔"

مورینا نے کہا: "مسٹر فرہاد! میں جا رہی ہوں۔"

"بےشک جاؤ مگر میرے لیے دماغ کے دروازے کھلے رکھو اور اس بات کا یقین رکھو، ابھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن تمھارے دماغ میں نہیں آنے گا۔"

"کیا شارپر نہیں آسکتا؟"

"وہ بیمار ہے۔ کمزور ہے۔ خیال خوانی کی پرواز نہیں کر سکے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ تم جب چاہو آسکتے ہو۔"

وہ کوٹھی کے پچھلے دروازے سے نکلی۔ کار میں بیٹھ کر اسے ڈرائیو کرتی ہوئی احاطے کے پچھلے گیٹ سے نکل گئی۔ میں نے کہا۔

"ڈرائیو کرتے وقت عقب نما آئینے میں دیکھتی رہو۔ میں تمھارے ذریعے معلوم کر دوں گا تعاقب ہو رہا ہے یا نہیں؟"

وہ میری ہدایت پر عمل کرتی رہی اور مجھے اطمینان ہوتا رہا۔ اُدھر ایس ماسٹر کو بھی اطمینان ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا، میں بہرام گگلی کے دماغ میں موجود رہوں گا۔ ایسے میں مورینا کو اغوا کیا جائے تو میں اسے بچانے کے لیے نہیں آسکوں گا۔

یہی وجہ تھی کہ کنگ فرنانڈو کی کوٹھی کے اطراف پہرا دینے والے پولیس اور انٹیلی جنس کے لوگ سامنے والے گیٹ کی طرف آگئے تھے۔ انھیں ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایس ماسٹر کی طرف سے ہدایت مل رہی تھی۔ "فوراً احاطے میں پہنچ کر کوٹھی کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے اور کسی کو باہر جانے کی اجازت نہ دی جائے تاوقتیکہ مورینا ہاتھ نہ آجائے۔"

میں نے مورینا کو سمجھایا۔ "تم کسی ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں جاؤ۔ وہاں سے میک اپ کا سامان اور اپنے لیے کچھ لباس وغیرہ خرید و۔ پھر کسی ہوٹل کا ایک کمرہ ریزرو کراؤ۔ میں تمھارا میک اپ کروں گا۔ تمھارا حلیہ بدلنے کے بعد ہی وہاں سے کسی دوسری جگہ پہنچاؤں گا۔"

وہ بولی۔ "کیا تم میرا میک اپ کرنے آؤ گے؟"

"میں خیال خوانی کے ذریعے تمھیں گائیڈ کروں گا۔ تم خود یہ کام کرتی جاؤ گی۔"

یہ باتیں سمجھانے کے بعد میں کنگ فرنانڈو کے پاس آیا۔ اس کے سامنے انٹیلی جنس کا ایک افسر اور اس کے دو ماتحت کھڑے ہوئے تھے۔ افسر کہہ رہا تھا۔ "مسٹر فرنانڈو! آپ بہت معزز ہیں۔ آپ نے کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا ہے تاہم آپ کے ہاں جو ایک مہمان لڑکی ہے اور جسے مس امریکا کہلانے کا اعزاز حاصل ہے، ہم اسے لینے آئے ہیں۔"

فرنانڈو نے کہا۔ "آپ تشریف رکھیں، ویسے آپ نے آنے میں دیر کر دی۔ وہ تھوڑی دیر پہلے کہیں گئی ہے۔ شاید تھوڑی دیر بعد واپس آجائے۔"

افسر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ہم نے آپ کی کوٹھی کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ابھی ایک منٹ پہلے محاصرہ توڑ کر یہاں آئے ہیں۔ وہ اتنی جلدی کہیں نہیں جاسکتی۔ کیا آپ ہمیں تلاشی لینے کی اجازت دیں گے؟"

میں نے کہا۔ "فرنانڈو! بحث نہ کرنا۔ اجازت دے دو۔"

"یہ آپ کا گھر ہے، جہاں چاہیں تلاش کر سکتے ہیں۔"

میں نے اس کے دماغ سے ایک خفیہ پناہ گاہ کا پتا معلوم کیا پھر اس سے رخصت ہو کر شار پر کے متعلق سوچنے لگا۔ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہ بہت اہم تھا۔ میں بیک وقت مورینا اور شار پر کو نہیں بچا سکتا تھا۔ رسوتی پارس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ میں نے اچانک ہی شیبا کے دماغ پر دستک دی۔ اس سے پہلے کہ وہ سانس روکتی، میں نے کہا۔ "شار پر، شار پر، شار پر..."

یہ کہنے کے بعد میں شار پر کے دماغ میں آگیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے اس کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "ہیلو شار پر! اب تمھاری طبیعت کیسی ہے؟"

وہ بولا۔ "میں کیا بتاؤں۔ کبھی طبیعت سنبھلتی ہے، کبھی بگڑتی ہے۔ یہ لوگ اچھی طرح علاج کرانے کا موقع نہیں دے رہے ہیں۔ مجھے اِدھر سے اُدھر چھپاتے پھر رہے ہیں۔ پھر پتا نہیں، مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے؟"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر کہا۔ "میں فرہاد بول رہا ہوں۔ ابھی دوسرے معاملات میں بُری طرح مصروف ہوں۔ شار پر کی طرف دھیان نہیں دے سکتا۔ مختصر طور پر بتا رہا ہوں۔ وہ ٹرانسفارمر مشین ایس ماسٹر کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اب وہ مورینا اور شار پر کو کسی طرح حاصل کر کے اس مشین سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور یہ نہیں ہونا چاہیے۔"

میں بول رہا تھا۔ وہ اس کے دماغ میں خاموشی سے سن رہی تھی۔ پھر میں نے کہا۔ "میں تمھیں براہِ راست مخاطب نہیں کر سکتا۔ تم نے یہ حق مجھ سے چھین لیا ہے لیکن اتنا کرو کہ آرمر کو شار پر کے دماغ میں لے آؤ۔ اس سے ان جرائم کا اعتراف کراؤ جن کا تعلق اس کی بہن اور بھائیوں سے ہے۔ اس کے بعد شار پر کا فیصلہ تم خود کرو۔ یا تو اسے ختم کر دو۔ یا ان اغوا کرنے والوں سے نجات دلاؤ اور اسے کسی خفیہ پناہ گاہ تک پہنچا دو۔ میں جا رہا ہوں۔ کوئی ضروری بات رہ گئی ہو تو شار پر کے دماغ میں بلا لینا۔"

میں نے شار پر کے دماغ پر پوری طرح قبضہ نہیں جمایا تھا۔ جب اسے آزاد چھوڑا تو وہ ایک دم سے تڑپ کر کہنے لگا۔ "نہیں، میں نہیں مروں گا۔ مجھے زندہ چھوڑ دو۔ میں قسم کھاتا ہوں، اگر وہ مشین ایس ماسٹر کے پاس ہے تو اسے کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

میں اس کے دماغ سے جا چکا تھا۔ یہ باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں۔ جب میری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ کہنے لگا۔ "تم میرے دماغ میں کون ہو جو فرہاد سے باتیں کر رہی تھیں۔ کیا تم مادام رسوتی ہو، کیا شیبا ہو؟ کوئی بھی ہو، میری بہن ہو۔ مجھے بھائی سمجھ کر زندہ رکھو۔ میں ساری زندگی تمھارا غلام بن کر رہوں گا۔"

شیبا نے کہا۔ "روزانہ تمھاری بہن تھی۔ تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "وہ، وہ تو میں نے مجبور ہو کر ایسا کیا تھا۔ بہن کا رشتہ بہت مقدس ہوتا ہے۔ اُن کے سامنے مجبور تھا کو مارا جاتا ہے، بہن کو نہیں۔"

"وہ آوارہ اور بدچلن تھی۔ اپنے مطلب کے لوگوں کو خوبصورتی کے جال میں پھانستی تھی۔"

"تم نے بھی فرہاد کو پھانسنے کے لیے اپنی بہن کا جال پھینکا تھا۔ اس وقت تمھیں غیرت آئی تھی؟"

"میں التجا کرتا ہوں، پچھلی باتیں بھول جاؤ۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمھارے بہت کام آؤں گا۔"

اسے موت کا یقین ہو گیا تھا، اس لیے وہ سوچ کے ذریعے بولتے بولتے تڑپ کر زبان سے بولنے لگا۔ اسے اغوا کرنے والے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ زبان سے پوچھ نہیں سکتے تھے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ کیوں اس قدر سہما ہوا ہے، کس سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ جانتے تھے، زبان کھولتے ہی ٹیلی پیتھی کا شکار ہو جائیں گے۔

شار پر کے ساتھ ٹریجڈی یہ تھی کہ وہ ان اغوا کرنے والوں سے بھی مدد حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود ان میں سے دو اشخاص نے ریوالور نکال لیے تھے۔ پھر انھیں چلتی ہوئی گاڑی کے باہر پھینک دیا۔ تیسرے کے پاس چاقو تھا۔ اس نے چاقو بھی پھینک دیا۔ اب وہ مطمئن تھے۔ ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان کے ہتھیار انھی پر استعمال نہیں کرا سکتے تھے۔

شار پر نے اپنے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے گڑگڑا کر کہا۔ "مجھے بچاؤ، میری جان بچاؤ۔ تم مجھے جہاں بھی لے جا رہے ہو، وہاں تک میں زندہ نہیں جاسکوں گا۔ وہ نہیں چاہتے کہ میں ایس ماسٹر کو مشین آپریٹ کرنے کا طریقہ بتاؤں۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ میرے دماغ کی ٹیلی پیتھی ایس ماسٹر کے دماغ میں منتقل ہو۔ تم سب خاموش کیوں ہو۔ میرے بچاؤ کی تدبیر کرو۔ اگر تم نے مجھے بچا لیا تو میں ایس ماسٹر کے کام آؤں گا اور اگر فرہاد یا اس کی ساتھی نے بچایا تو میں ان کا غلام بن جاؤں گا۔ مجھے زندگی چاہیے۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔"

ایک نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا۔ "کیسے؟ ہم تمھارے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"کسی میڈیکل شاپ کے سامنے گاڑی روکو۔ کسی ڈاکٹر سے رجوع کرو یا خود ایسا انجکشن لے آؤ جسے لگاتے ہی میں بے ہوش ہو جاؤں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بے ہوشی کے دوران نہ میرے پاس آسکے گا نہ مجھے مار سکے گا۔ اس وقت تک تم مجھے ایس ماسٹر کے پاس پہنچا دو گے۔ تمھارا ماسٹر یقیناً میری حفاظت کرے گا۔ اسے میری ضرورت ہے۔"

اس کمبخت نے بڑی اچھی تدبیر بتائی تھی۔ اس کی یہ چال معلوم کرنے کے لیے میں وہاں نہیں تھا اور شیبا آرمر کے پاس چلی گئی تھی تاکہ اسے شار پر کے دماغ میں بلا لائے۔ آرمر اب تک ماسک مین کی قید میں تھا۔ اگر وہ آزاد ہوتا تو ایس ماسٹر اسے بھی حاصل کرنے کی کوشش کرتا کیونکہ وہ بھی ٹرانسفارمر مشین آپریٹ کرنا جانتا تھا اور اس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی منتقل کرائی جاسکتی تھی۔

شیبا نے آرمر کو مخاطب کیا۔ "ہیلو آرمر! کیا تمھیں اپنے بھائی کی خبر ہے؟"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "میری خبر کون لے رہا ہے۔ کوئی مجھے پوچھنے والا نہیں ہے۔"

"کیا شار پر تمھارے پاس کبھی نہیں آتا؟"

"اسی بات کا صدمہ ہے۔ میں اس کے دماغ میں نہیں جاسکتا مگر وہ آسکتا ہے۔ اس میں قصور میرا ہے۔ میں بہت شراب پیتا ہوں۔ کوئی بھی میرے دماغ میں چلا آتا ہے۔ اسی لیے وہ مجھ سے دور رہتا ہے۔ اچھی بات ہے، بعض اوقات اپنی جان بچانے کے لیے خون کے رشتوں کو بھی چھوڑ دینا پڑتا ہے۔"

"اور تمھارے بھائی کی پالیسی یہ ہے کہ اپنی جان بچانے کے لیے خون کے رشتوں کو بھی مار ڈالنا چاہیے۔"

"ایسی بات نہ کہو۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے مگر ہم بہن بھائیوں کے خلاف کبھی سوچ نہیں سکتا۔"

"آرمر! آج شار پر کا دماغ کھلی کتاب کی طرح ہے۔ میں شیبا تمھیں اپنی آواز اور لب و لہجہ سنا رہی ہوں۔ میرے دماغ میں آؤ اور میرے ذریعے وہاں پہنچ کر خود اپنی آنکھوں سے تماشا دیکھ لو۔"

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔ "کیا تم میرے بھائی شار پر تک مجھے پہنچا سکتی ہو؟"

"ہاں، کسی کا آخری وقت آگیا ہو تو اس کے رشتے داروں سے اسے ملانا نیکی ہے اور میں یہ نیک کام کر رہی ہوں۔"

وہ حیرانی سے بولا۔ "تم کیا کہہ رہی ہو؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

"کیا میں تمھارے دماغ میں آؤں؟"

"صرف پانچ منٹ صبر کرو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ کوٹھی کی بالکونی میں آکر دیکھا۔ اس وقت جوجو اور پارس کسی ٹریننگ سے نہیں گزر رہے تھے۔ ان کے کھیلنے کا وقت تھا اور وہ قلعے کے بہت بڑے باغ میں تھے۔ پارس بھاگ رہا تھا اور جوجو اس کو مارنے کے لیے دوڑ رہی تھی۔ شیبا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا۔ "جوجو ایک جگہ آرام سے بیٹھو اور خیال خوانی کے ذریعے میرے دماغ میں آؤ۔"

"میں نہیں آؤں گی۔ میں نے اتنا خوبصورت گلدستہ بنایا تھا۔ پارس چھین کر بھاگ رہا ہے۔"

میں جانتی ہوں، وہ گلدستہ تم نے پارس کے لیے ہی بنایا ہے۔ فرق یہ ہے کہ تمھیں پیش کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ چھین کر لے گیا۔ کب تک بچی بنی رہو گی؟"

پھر شیبا نے خیال خوانی کے ذریعے کہا: "پارس بیٹے! ایک سنجیدہ معاملہ ہے، اس کا گلدستہ واپس کر دو اور اسے ایک جگہ بیٹھ کر خیال خوانی کرنے دو۔"

پارس نے گلدستہ اس کی طرف پھینک دیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ جوجو نے اسے زبان نکال کر چڑاتے ہوئے گلدستے کو اٹھایا۔ پھر ایک جگہ گھاس پر آرام سے بیٹھ گئی۔ آنکھوں کو بند کیا اس کے بعد شیبا کے پاس پہنچ گئی۔ شیبا نے کہا: "میں تمھارے بھائی شارپر کے پاس جا رہی ہوں۔ جس آواز اور لب و لہجے کو ادا کر رہی ہوں، تم اسے اپنی یادداشت میں محفوظ کرتے ہوئے چلی آؤ۔"

پھر اس نے آرمر کے دماغ میں پہنچ کر کہا: "میں شیبا بول رہی ہوں۔ اب تم آسکتے ہو۔"

آرمر نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ شیبا کے دماغ میں پہنچا۔ اس طرح وہ تینوں شارپر کے پاس آگئے۔ اس وقت ان کی گاڑی ایک جگہ رکی ہوئی تھی۔ اس کے دماغ سے پتا چلا کہ وہ اپنی مرضی سے بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہتا ہے تاکہ کوئی دماغ میں نہ آسکے۔ یہ انجکشن لینے کے لیے گاڑی سے کوئی باہر نکل کر گیا تھا۔ آرمر نے مخاطب کیا: "میرے بھائی شارپر! میں تمھارا بھائی آرمر بول رہا ہوں۔"

وہ ایک دم سے تڑپ کر اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے لپٹ کر بولا: "نہیں تم فرہاد ہو۔ تم مجھے جان سے مارنے آئے ہو۔"

آرمر نے پوچھا: "کیا فرہاد تمھاری جان کا دشمن ہے؟"

"سبھی میرے دشمن ہیں۔ اگر میں الیس ماسٹر کے کام آؤں گا تو فرہاد مجھے مار ڈالے گا تاکہ وہ مشین دوبارہ استعمال نہ ہو سکے اور اس کے ذریعے الیس ماسٹر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہ کر سکے اور اگر میں فرہاد کا ساتھ دوں گا تو الیس ماسٹر مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ بولتے بولتے چپ ہوا تو آواز سنائی دی: "شارپر! میں شیبا بول رہی ہوں۔ تمھاری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ پتا نہیں کس کے ہاتھوں مارے جاؤ۔ لہٰذا اپنے گناہوں کا اعتراف کر لو۔"

شارپر نے گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے خوش ہو کر کہا: "وہ آرہا ہے۔ وہ انجکشن لے کر آرہا ہے۔ میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔ میں اعتراف نہیں کروں گا۔ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ میں نے کسی بہن یا بھائی کو قتل نہیں کیا ہے۔"

اسے جوجو نے مخاطب کیا: "بھائی شارپر! میں تمھاری سب سے چھوٹی لاڈلی بہن جوجو بول رہی ہوں۔"

"میں کسی بہن کو نہیں جانتا۔ چلی جاؤ یہاں سے، شیبا کو اور فرہاد کو لے کر چلی جاؤ۔ بھائی آرمر! میرے دشمنوں سے میرے دماغ کو خالی کر دو۔ دیکھو اب مجھے انجکشن لگے گا۔ میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔ میں تھوڑی دیر زندہ رہوں گا۔"

وہ شخص آگیا۔ دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے ہوئے شارپر کی طرف کاغذ کی ایک پرچی بڑھائی۔ شارپر نے جلدی سے لے کر اسے پڑھا۔ لکھا تھا: "سامنے جو جنرل اسٹور ہے، وہاں برائے نام دوائیں ہیں۔ ہمارا مطلوبہ انجکشن یہاں نہیں مل سکتا۔ آگے چھ میل کے فاصلے پر ایک آبادی ہے وہاں شاید مل جائے۔"

شیبا نے ہنستے ہوئے کہا: "دیکھ لیا شارپر! تقدیر بھی تمھارا ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ چھ میل بہت ہوتے ہیں۔ میں تو ابھی تمھیں سانس روکنے پر مجبور کر دوں گی۔ تم اس وقت تک سانس نہیں لے سکو گے جب تک میں نہ چاہوں اور میں یہ نہیں چاہوں گی۔"

آرمر نے پوچھا: "بہن شیبا! تمھیں میرے بھائی سے کیا دشمنی ہے؟"

"اپنے بھائی سے کہو، جو سچ ہے وہ اگل دے۔"

شارپر ادھر سے ادھر پہلو بدل رہا تھا۔ کبھی گاڑی کے باہر دیکھ رہا تھا، کبھی اپنے آس پاس بیٹھنے والوں سے پوچھ رہا تھا، "ہم کتنی دیر میں وہاں پہنچیں گے؟"

شیبا نے کہا: "تمھیں کسی سے جواب نہیں ملے گا۔ میلوں کا حساب میں کروں گی اور تمھیں ایک میل سے آگے نہیں جانے دوں گی۔ تم چھ میل تک پہنچنا چاہتے ہو تو خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرو۔"

وہ سمجھ گیا تھا، اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ شیبا اسے چھ میل تک نہیں جانے دے گی۔ وہ اس سے پہلے کسی طرح بے ہوش ہو کر اس سے نجات حاصل نہیں کر سکے گا۔ آخر وہ شکست خوردہ انداز میں بولا: "بھائی آرمر! میں تم سب کا مجرم ہوں۔"

آرمر نے کہا: "چپ ہو جاؤ۔ جو اپنے ہوتے ہیں، جو ہمارے پیارے ہوتے ہیں، ان کا ہر گناہ معاف ہوتا ہے۔ میں کچھ سنے بغیر تمھیں معاف کر رہا ہوں۔"

شیبا نے کہا: "آرمر! تم ایک طویل زندگی گزار چکے ہو مگر جوجو کو ابھی اس دنیا میں رہنا ہے۔ اچھوں کو اور بروں کو سمجھنا ہے۔ تم اس کا اعتراف نہیں سنو گے۔ اسے کچھ بولنے نہیں دو گے تو تمھاری بہن کو کیسے معلوم ہو گا کہ کون اپنا تھا اور کون بیگانہ۔ کون دوست تھا اور کون دشمن۔"

جوجو نے کہا: "بھائی آرمر! میں وہ باتیں سننا چاہتی ہوں جو میں نہیں جانتی۔ مجھے میری ممی عقل سکھاتی ہیں کہ دوسروں کے معاملات میں زیادہ دلچسپی نہ لو لیکن جو بات اپنی ذات سے تعلق رکھتی ہو اس

کے متعلق ضرور معلوم کرو۔ میرے بھائی شارپر کا تعلق مجھ سے ہے۔ مجھے معلوم ہونا چاہیے، میرا بھائی کیا ہے اور کیسا ہے؟"

شیبا نے کہا۔ "مسٹر آرمر! تم اور جوجو خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہو۔ اب ٹیلی پیتھی کی دوسری ٹیکنیک استعمال کرو اور اس کے دماغ کی تہ میں پہنچ کر حقیقت معلوم کر لو۔ یہ سانس نہیں روک سکے گا اور تم لوگوں سے اپنے چور خیالات چھپا نہیں سکے گا۔"

جوجو اس کے دماغ کی تہ میں اتر کر چور خیالات پڑھنے لگی۔ آرمر نے کہا۔ "میں ان سب سے عمر میں بڑا ہوں۔ باپ کا درجہ رکھتا ہوں اور باپ بالآخر اپنی اولاد کو معاف کر دیا کرتے ہیں۔ میں نے معاف کیا اب میں جا رہا ہوں شارپر! تم جیسے بھی تھے اور جیسے بھی ہو میری دعا ہے خدا تمہیں معاف کرے۔"

آرمر کی بات ختم ہوتے ہی جوجو کے رونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے، جوجو؟ تم اچانک کیوں رونے لگی ہو؟"

وہ روتے روتے بولی۔ "بھائی آرمر! اگر مجھ کو سونیا ممّا اور شیبا ممی پناہ نہ دیتیں۔ بیٹی نہ بناتیں تو یہ میرا بھائی مجھے بھی بہن روزانہ کی طرح مار ڈالتا۔ اس نے روزانہ کی گردن کاٹ کر اس قبر میں چھپائی تھی جس میں بھائی ہار پر نے مشین کا اپنا حصہ چھپایا ہوا تھا۔ پھر اس نے بھائی ہارپر کو اتنی شراب پلائی، اتنی پلائی کہ اس کا دم نکل گیا۔ یہ بھائی نہیں، قصائی ہے۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ شیبا نے محبت سے پچکارتے ہوئے کہا۔ "جوجو! صبر کرو۔ تمہیں ایک طویل زندگی میں نہ جانے کیا کچھ دیکھنا ہے، حوصلہ رکھو۔ صبر سے کام لو اور پارس کے ساتھ کھیلو۔"

جوجو چلی گئی تو شیبا نے مخاطب کیا۔ "مسٹر آرمر! مجھے افسوس ہے۔ تم کچھ سننا نہیں چاہتے تھے مگر تمہیں اس بہن نے سنا دیا جسے تم بیٹی سمجھتے ہو۔ ایک معصوم بچی کی زبان سے تم نے اپنے بھائی کے جرائم کی مختصر سی داستان سن لی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو اسے اب بھی زندہ رہنا چاہیے؟"

آرمر کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ شیبا نے تھوڑی دیر کے لیے شارپر کو چھوڑا۔ پھر آرمر کے پاس پہنچ کر دیکھا تو وہ جس جگہ قید کیا گیا تھا، وہاں بیٹھا رو رہا تھا۔ رومال سے آنسو پونچھتا جا رہا تھا۔ پھر شراب کی بوتل کھول کر منہ سے لگانے لگا۔ شیبا نے پوچھا۔ "کیا شراب میں غم گھول کر پینے سے دنیا بدل جاتی ہے؟ سچائی بدل جاتی ہے؟ یہاں جو ہو تا رہتا ہے، کیا وہ آئندہ نہیں ہوتا؟ کیا تمہیں آئندہ اپنی بہن جوجو کے لیے زندہ نہیں رہنا ہے؟"

اس نے دو چار گھونٹ لیے۔ پھر بوتل سامنے رکھ کر سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "یہ ٹیلی پیتھی بُری بلا ہے۔ یہ ایسا علم ہے جو انسان کو زندگی نہیں موت دیتا ہے اور جب تک موت نہیں آتی، پریشانیاں ہی پریشانیاں ملتی ہیں۔ نہ رات کو سکون سے نیند آتی ہے نہ کھانے کے وقت بھوک لگتی ہے۔" وہ ذرا دیر کو چپ ہوا، دو چار گھونٹ لیے پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "میری بہن شیبا! میں تمہارا اور فرہاد کا جتنا بھی احسان مانوں کم ہے۔ تم لوگوں نے میری بہن کو بیٹی بنا کر رکھا ہے۔ میں جانتا ہوں، تم لوگوں کو بھی سکون نصیب نہیں ہوتا ہے اور نہ ہو گا۔ تم سب خود سر ہو۔ آزادانہ مزاج رکھتے ہو۔ کسی کی غلامی قبول نہیں کر سکتے کسی طاقت کی طرف جھک نہیں سکتے۔ اس لیے آخری سانس تک اسی طرح دوڑتے بھاگتے اور ہانپتے رہو گے۔"

اس نے بوتل کو منہ سے لگایا۔ دو چار گھونٹ لیے پھر سامنے رکھ کر بولا۔ "لیکن میں نے کیا کیا ہے؟"

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "مجھے قید کرنے والو! بتاؤ میں نے کیا کیا ہے؟ کیا میں نے کسی کی بہن بیٹی کی طرف بُری نظر ڈالی؟ کیا میں نے کسی کی حکمرانی چھین لینے کی کوشش کی؟ کیا میں نے کسی کو گالی دی؟ کیا میں نے اپنی ٹیلی پیتھی سے آج تک کسی ایک شخص کو بھی نقصان پہنچایا؟ میں تو ایک گوشہ نشین ہوں۔ جب اپنے گھر میں تھا تب بھی ایک کمرے میں دن رات بیٹھا پیتا رہتا تھا۔ کبھی اپنی بہن جوجو کی خوشی پوری کرنے کے لیے اسے سیر و تفریح کے لیے لے جاتا تھا پھر گھر کی چار دیواری میں قید ہو جاتا تھا۔ میں کسی سے ملاقات نہیں کرتا تھا۔ میں نے آج تک کسی سے دوستی نہیں کی اور کسی سے دشمنی بھی نہیں کی۔ پھر مجھ سے کیوں دشمنی کی جا رہی ہے؟"

وہ تھوڑی دیر تک ہانپتا رہا پھر بوتل اٹھا کر بولا۔ "کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ اس بات کا کوئی دشمن جواب نہیں دے گا۔ میں جانتا ہوں اور شیبا تم بھی سن لو اور فرہاد کو بھی سنا دینا۔ یہ ٹیلی پیتھی ہمارا دشمن ہے۔ آج تم لوگ ایک خوشحال گھریلو زندگی گزارنا چاہو تو کبھی نہیں گزار سکو گے۔ میں کسی سے دوستی اور دشمنی نہ کروں تب بھی اسی طرح قید میں رکھا جاؤں گا۔ اگر آزاد کر دیا گیا تو کوئی دوسرا مجھے قیدی بنائے گا۔ شارپر ختم ہو جائے گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کے بعد مجھے حاصل کرنے کے لیے بڑی طاقتوں کے درمیان رسہ کشی شروع ہو جائے گی۔"

اس نے بوتل کو منہ سے لگایا، غٹاغٹ کئی گھونٹ پیے پھر گہری گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔ "میں ابھی مر جانا چاہتا ہوں مگر اپنی بہن، اپنی بیٹی جوجو کی محبت مجھے زندہ رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ میرا دل اس کے لیے تڑپتا ہے۔ میں اپنی آخری سانس تک صرف شراب پینا اور اپنی بہن کی طویل العمری کے لیے دعائیں مانگنا چاہتا ہوں۔ اسی طرح دعائیں مانگتے اور شراب پیتے ہوئے موت کی آغوش میں چلا جانا چاہتا ہوں۔ شیبا! چلی جاؤ، خدا تم پر ہمیشہ مہربان رہے۔ تم نے میری بیٹی کو پناہ دی ہے۔ خدا تمہیں تمام شیطانوں سے دور اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ جاؤ چلی جاؤ، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ بعد میں آ کر دیکھنا، دشمن آئندہ مجھے کس طرح تماشا بناتے ہیں۔"

شیبا کو شارپر کے پاس آنا پڑا۔ شاید انہوں نے اتنی دیر میں چھ میل کا فاصلہ طے کر لیا ہو۔ وہ وہاں پہنچی تو واقعی گاڑی ایک جگہ رکی ہوئی تھی۔ کوئی شخص انجکشن خریدنے گیا ہوا تھا۔ مجھے اچانک پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

آواز سنائی دی۔ "شارپر، شارپر، شارپر..."

میں شارپر کے دماغ میں پہنچ گیا۔ شیبا کہہ رہی تھی۔ "یہ ہم سے بچنے کے لیے ان آدمیوں کے ذریعے بے ہوشی کا انجکشن لگوا رہا ہے۔ ایک شخص وہ انجکشن خریدنے گیا ہے۔ وقت بہت کم ہے۔"

میں نے کہا۔ "میں تو اس کا فیصلہ تم پر چھوڑ چکا تھا۔"

"آخری فیصلہ میں نہیں کروں گی، میں جا رہی ہوں۔"

میں نے شارپر سے کہا۔ "ہم جب تک اس دنیا میں جیتے ہیں ایک دوسرے سے کچھ لیتے دیتے اور چھینتے جھپٹتے رہتے ہیں۔ تم نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جبراً میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی اپنے دماغ میں منتقل کرائی تھی۔ اب میں تمہارے اندر سے زندگی کو موت کی طرف منتقل کر رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی میں نے اس کی سانس روک دی۔ وہ تڑپ کر سانس لینا چاہتا تھا مگر دماغ پوری طرح میرے قبضے میں تھا۔ جب میں اجازت دیتا تبھی وہ ایسا کر سکتا تھا۔ وہ اِدھر سے اُدھر مچلنے لگا۔ اسے اغوا کرنے والے پکڑ رہے تھے۔ اپنے درمیان دبوچ رہے تھے۔ وہ سانس لینے کے لیے ہُمک رہا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر اندازہ ہو سکتا تھا کہ سانس نہیں آ رہی ہے۔ وہ زندہ رہنے کی آخری ناکام کوشش کر رہا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا دم نکل گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ جسم ساکت ہو گیا۔ میں نے یہ سب کچھ محسوس کیا۔ پھر یکبارگی دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ اس کے مردہ دماغ نے میری سوچ کی لہروں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس دنیائے فانی میں ہر چیز کا اختتام ہے۔ یہ داستان بھی چلتے چلتے اپنے آخری حرف پر دم توڑ دے گی۔ ہو سکتا ہے، اس آخری حرف سے پہلے میں آخری سانس چھوڑ دوں۔ ویسے جب تک عمرِ طبعی ہے تب تک دشمن آخری سانس چھوڑتے جا رہے ہیں۔

پارس کے ساتھ اسرائیلی افسران کی دوسری میٹنگ کا وقت آ گیا۔ پہلی میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ فرہاد سے دوستی قائم ہو گی۔ دوستی کی ضمانت کے لیے شیبا اسرائیل آئے گی اور انہیں شارپر سے نجات [illegible]

شیبا اسرائیل جانے پر اعتراض کر رہی تھی۔ اس نے سونیا سے کہا۔ "مجھ سے پوچھے بغیر یہ فیصلہ کیوں کیا گیا؟"

سونیا نے سمجھایا۔ "تم اہم فیصلے مجھ پر چھوڑ دیتی ہو پھر اس فیصلے پر کیوں اعتراض کر رہی ہو؟"

"کیا یہ تمہارا فیصلہ ہے؟"

"ہاں، تم سے پوچھے بغیر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ تمہارا وطن ہے۔ تم وہاں جاؤ گی جہاں پیدا ہوئی تھیں۔ جہاں تم نے بچپن سے جوانی کا زمانہ گزارا ہے۔ اس مٹی سے تمہاری روح کی وابستگی ہے۔ وہاں تمہاری قوم کے لوگ ہیں۔ وہاں تم نے ٹیلی پیتھی کا غیر معمولی علم حاصل کیا ہے۔ یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اپنی قوم اور اپنے ملک کے کام آؤ۔ ہم میں اور یہودیوں میں کبھی دوستی نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس تم یہودی ہو اور ہماری ایسی دوست کہ ہم پر اندھا اعتماد کرتی ہو۔ ہم بھی تم پر آنکھ بند کر کے بھروسا کرتے ہیں۔ تم ہی ایک ایسی ہستی ہو جو وہاں رہ کر ہمارے درمیان دوستی بھی قائم رکھ سکتی ہو اور اسے پائیدار بھی بنا سکتی ہو۔"

"تم تو کہتی تھیں کہ بارہا دوستی کر کے دیکھ لی۔ ہمیشہ وہاں سے چالبازیاں اور مکاریاں سامنے آئیں اور تم لوگوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی؟"

"یہ ہمارا تجربہ تھا۔ تم نے ہمارا بیان سنا ہے۔ اس سلسلے میں تمہارا کوئی ذاتی تجربہ نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں، تم وہاں رہ کر اپنی آنکھوں سے دیکھو اور سمجھو، ہماری دوستی کے درمیان کہاں خلل پڑتا ہے۔ کون آگ لگاتا ہے۔ کون ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی غلط فہمی پیدا نہیں کرتا، اگر کوئی دوسرا آگ نہیں لگاتا، آگ ہمارے درمیان ہی بھڑکتی ہے تو یہ دیکھو کہ ہم میں سے کون بھڑکاتا ہے۔ تمہارا ذاتی تجربہ بہت اہم ہو گا۔ تمہیں وہاں جانا چاہیے۔"

"سونیا! میرے منصوبوں کا کیا ہو گا۔ میں پارس کو ایک حیرت انگیز غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک، ایک مثالی انسان بنانا چاہتی تھی۔ قیصری قلعے کی چار دیواری میں رہ کر یہ کام کتنے آرام اور سکون سے کرتی آ رہی تھی۔ کیا اپنے لوگوں میں جانے کے لیے اپنے بیٹے کو چھوڑ دوں؟"

"ماں اپنے بیٹے کو کیسے چھوڑ سکتی ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا میں پارس کو اسرائیل لے جاؤں؟ دونوں پارس کے وہاں رہنے سے کیا ہماری تمام کمزوریاں ان کے ہاتھ نہیں آ جائیں گی؟"

"دو پارس وہاں نہیں رہیں گے۔ ایک تمہارے ساتھ جائے گا۔ دوسرا واپس آ جائے گا۔"

"اس طرح میرا بیٹا ان کا مہمان قیدی بن کر رہ جائے گا۔"

"ہم ان سے شرائط منوائیں گے۔ ان شرائط کے مطابق ہی ہمیں آزادی حاصل رہے گی۔"

"کیا وہ مان لیں گے؟"

"نہیں مانیں گے تو بات ختم ہو جائے گی۔ دوستی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔"

شیبا نے پوچھا "فرض کرو' وہ تمام شرائط مان لیں۔ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے جاؤں۔ وہاں رہوں لیکن جو تربیت یہاں دے رہی ہوں' کیا وہاں بھی دے سکوں گی؟"

"تل ابیب دنیا کے بہترین شہروں میں سے ہے۔ اسرائیل دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ وہاں ہمارے پارس کو بہت کچھ سکھانے کے لیے کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔"

شیبا تھوڑی دیر تک سوچتی رہی پھر بولی "اچھی بات ہے' میں تمہارے کہنے سے مان لیتی ہوں لیکن ایک شرط پر اپنے بیٹے کو ساتھ لے جاؤں گی۔ میرے ساتھ تم بھی رہوگی۔"

"میں تو اسرائیل میں موجود ہوں۔ پارس اوّل ہم دونوں کی آن کا مسئلہ ہے۔ میں تم دونوں کو بے یار و مددگار کبھی نہیں چھوڑوں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "ہائے سونیا! یہ بات پہلے ہی ہو جاتی تو میں اتنا جھگڑا نہ کرتی۔ تمہارے ساتھ تو میں جہنم میں بھی رہ سکتی ہوں۔"

"کیوں مجھے جہنمی بنا رہی ہو؟"

شیبا کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اُدھر تل ابیب میں پارس کی رہائش گاہ بدل گئی تھی۔ اسے ایک بہت بڑے بنگلے میں منتقل کیا گیا تھا۔ اس بنگلے کو اس کی عمر کے مطابق سجایا گیا تھا۔ ایک بڑے سے کمرے کو اس کے لیے لائبریری بنایا جا رہا تھا۔ دنیا جہان کی کتابیں منگوا کر رکھی جا رہی تھیں۔ دوسرے کمرے میں بہت مہنگے اور بہترین کھلونے سجا کر رکھے گئے تھے۔ تیسرے کمرے میں وڈیو گیمز کی دلچسپیاں تھیں۔ اسی طرح ہر کمرے میں اس کی دلچسپیوں کا زیادہ سے زیادہ سامان کیا گیا تھا۔

منگل پانڈے نے حیرانی سے ایک ایک کمرے میں دیکھتے ہوئے کہا "میرا نام منگل پانڈے ہے۔ میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے لیکن اتنے کھلونے کبھی نہیں دیکھے۔"

پارس نے کہا "یہ تمہارے کھیلنے کے لیے ہیں۔ انہیں پتا نہیں ہے میری ماما اور میرے پاپا دماغ میں آکر مجھے ایسی تعلیم دیتے ہیں جو میری عمر سے زیادہ ہے۔ ایسی باتیں سمجھاتے سکھاتے اور میرے دماغ میں نقش کرتے ہیں جو کسی عالم فاضل کے دماغ میں ہوتی ہیں۔ وہ بے چارے نہیں جانتے کہ بظاہر چھوٹا نظر آتا ہوں' حقیقتاً بہت بڑا ہوں اور تم جو بڑے نظر آتے ہو چھوٹے سے ہو لہٰذا یہ کھلونے تمہارے لیے ہیں۔"

"میں پہلے ہی سوچ رہا تھا۔ تم نے ہندوستان میں مجھے اپنا باپ بنایا تھا۔ ایک دن میرے باپ بن جاؤ گے۔ اے میرے باپ! مجھے معاف کر دے' مجھے میرے دیس واپس جانے دے۔"

"میں نے تمہیں تمہاری بھلائی کے لیے ہی روک رکھا ہے۔"

"کیسی بھلائی؟"

"اپنے ملک میں پولیس افسر بن کر دلیری دکھانا کوئی بڑی بات نہیں۔ کیا تم اسرائیل میں دلیری نہیں دکھاؤ گے۔ کیا یہاں نام پیدا نہیں کرو گے۔ کیا بین الاقوامی شہرت حاصل نہیں کرو گے؟"

پارس بولتا جا رہا تھا اور وہ سُن کر خوشی سے کھلتا جا رہا تھا۔ اس کی باچھیں پھیل گئی تھیں۔ دانت نکل آئے تھے۔ وہ جلدی سے گھٹنے ٹیک کر بولا "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا "ہاں' یہاں ایک عورت ہے۔"

"پھر وہی عورت؟" وہ ایک دم سے اکڑ کر پیچھے کی طرف گرا۔ پھر جلدی سے اُٹھ کر بولا "ہرگز نہیں۔ میں یہاں ایسی کوئی دلیری نہیں دکھاؤں گا۔ میری بھی کوئی عزت ہے۔"

"میں تمہاری عزت بڑھانے کی بات کر رہا ہوں' پہلے پوری بات تو سنو۔ میں نے اس بنگلے میں ایک عورت دیکھی ہے۔ اس سے دوستی کرو۔"

وہ جلدی سے قریب آکر رازدارانہ انداز میں بولا "کیسی ہے؟ جوان ہے یا بوڑھی' خوبصورت ہے یا بدصورت؟"

"کسی بوڑھی عورت سے دوستی کر کے کوئی اہم کارنامہ دکھانے کا موقع ملا تو کیا انکار کر دو گے؟"

اس نے نہیں کے انداز میں سر ہلایا پھر بولا "ہرگز نہیں' میں بوڑھی اور بدصورت عورت سے بھی دوستی کر لوں گا مگر یہاں کچھ بڑے بڑے کارنامے ضرور انجام دوں گا۔"

"وہ عورت جو اس بنگلے میں ہے' خوبصورت بھی ہے' جوان بھی ہے۔ اس سے دوستی کرو گے تو میری ماما اور پاپا تمہارے ذریعے اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔ پھر اس کے ذریعے دوسروں تک پہنچیں گے۔ جہاں بھی کوئی راز کی بات ہوگی، کوئی جرم کہیں ہو رہا ہوگا تو تمہیں آگاہ کر دیا جائے گا اور تم عین وقت پر جا کر مجرم کو رنگے ہاتھوں پکڑ لو گے۔"

وہ سن رہا تھا' خوش ہو رہا تھا۔ پھر پارس کے ہاتھ کو پکڑ کر چومتے ہوئے' پاؤں کو چھوتے ہوئے بولا "ہمارے کرشن بھگوان بھی ایسے ہی تھے۔ بالکل ایسا ہی قد تھا۔ بڑی شرارتیں کرتے تھے مگر لوگوں کا بھلا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کرشن بھگوان تمہارے روپ میں آگئے ہیں۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ پانڈے نے جلدی سے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ باہر ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ادب سے سلام کرتے ہوئے کہا "ماسٹر پارس! میٹنگ کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

پارس نے کہا "آج کی میٹنگ میں دو خواتین کی شمولیت ضروری ہے۔ ایک خاتون کے ذریعے میری ماما اور دوسری خاتون کے ذریعے میری شیبا ممی گفتگو کریں گی۔ اب تم جاؤ' میں پندرہ منٹ میں آرہا ہوں۔"

وہ شخص چلا گیا۔ پارس نے کہا "مسٹر پانڈے! میرا لباس نکالو۔"

اس کے لیے چند گھنٹوں میں بہترین لباس تیار کرائے گئے تھے۔ پانڈے نے اسے ایک عمدہ سوٹ پہنایا۔ اس نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیتے ہوئے کہا "مسٹر پانڈے! کچھ ایکٹنگ کرنا بھی سیکھو۔ خود کو ایسے ظاہر کرو جیسے تمہیں عورتیں اچھی لگتی ہیں۔ آج کی میٹنگ میں جو خواتین شریک ہو رہی ہیں، تم ان میں دلچسپی لو گے۔ ان سے میٹنگ کے علاوہ بھی ملنے کی خواہش ظاہر کرو گے۔"

پارس تیار ہو گیا۔ منگل پانڈے نے اس کے لیے کمرے کا دروازہ کھولا۔ باہر دو مسلح فوجی کھڑے تھے۔ انھوں نے پارس کو دیکھتے ہی الرٹ ہو کر سیلوٹ کیا۔ پھر فوجی انداز میں آگے بڑھ کر دوسری طرف رُخ بدل لیا۔ گویا اسی طرف پارس کو جانا تھا۔ پارس ان کے درمیان آکر کھڑا ہو گیا۔ وہ آگے چلنے لگے۔ ان کے پیچھے منگل پانڈے چل رہا تھا۔ میٹنگ ہال میں پہنچنے سے پہلے دو خواتین نظر آئیں۔ وہ بھی اُدھر جا رہی تھیں۔ پارس کو دیکھ کر رُک گئیں۔ ادب سے سر جھکا کر سلام کیا۔ ایک فوجی افسر نے کہا "ماسٹر پارس! آپ کے حکم کے مطابق ان دو خواتین کو میٹنگ میں شریک کیا جا رہا ہے۔"

پارس نے پلٹ کر پانڈے کو دیکھا اور کہا "میرا باڈی گارڈ ان کے ساتھ بیٹھے گا۔"

پانڈے ان کے پاس چلا گیا۔ پارس' فوجیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ وہ سب ایک بڑے سے ہال میں داخل ہو گئے۔ اس ہال میں بیٹھنے والوں کی ترتیب اسمبلی ہال جیسی تھی۔ ان کے سامنے ایک بڑے سے اسٹیج پر پارس کے لیے شاہانہ طرز کا صوفہ رکھا ہوا تھا۔ اس سے ذرا فاصلے پر دونوں طرف تین تین صوفے رکھے ہوئے تھے۔ پارس کے آتے ہی سب اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اسٹیج پر آیا۔ ہاتھ اُٹھا کر سب کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا "میں نے یہاں دو خواتین کی شمولیت کے لیے کہا تھا۔ وہ یہاں موجود ہیں چونکہ ان کے ذریعے میری دو مائیں گفتگو کریں گی لہٰذا وہ اس اسٹیج پر آکر بیٹھیں گی۔" منگل پانڈے کو خیال خوانی کے ذریعے سمجھایا گیا کہ جہاں تین صوفے رکھے ہیں، وہ درمیانی صوفے پر بیٹھ جائے۔ وہ خواتین سے پہلے جا کر بیٹھ گیا جس کے نتیجے میں دونوں عورتوں کو اس کے آس پاس بیٹھنا پڑا۔ باقی تین صوفوں پر سینئر افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ آج کی میٹنگ کی کارروائی ریکارڈ کرنے کے لیے بڑے انتظامات کیے گئے تھے۔ دو ٹی وی کیمرے نظر آرہے تھے۔ فلمبندی کی مناسبت سے روشنیوں کا انتظام تھا۔ ایک طرف ساؤنڈ ریکارڈنگ مشین تھی۔ جہاں پارس کے لیے شاہانہ طرز کا صوفہ تھا۔ اس کے قریب ہی ایک بڑا سا ٹی وی رکھا ہوا تھا تاکہ اس کے اسکرین پر پارس میٹنگ کی کارروائی خود بھی دیکھتا رہے۔

میں نے اس کے پاس آکر کہا "بیٹے! میں بہت مصروف ہوں لہٰذا میرا کام جلدی ختم کرو تاکہ واپس جا سکوں۔"

بیٹے نے اُٹھ کر تمام حاضرین پر نظر ڈالتے ہوئے کہا "خواتین و حضرات! آج کی اس میٹنگ میں میری دو مائیں اور میرے پاپا موجود ہیں۔ آپ لوگوں کو یہ یقین دلانا ضروری ہے کہ میری شیبا ممی بفضلِ خدا حیات ہیں لیکن وہ کسی ایک خاتون کی زبان سے بولیں گی تو آپ کو شبہ ہوگا کہ میری ماما بول رہی ہیں۔ اگر دونوں خواتین بیک وقت بولیں گی تو آپ سمجھیں گے ایک کی زبان سے ماما اور دوسری کی زبان سے پاپا بول رہے ہیں۔ اسی لیے یہاں میرے پاپا بھی موجود ہیں تاکہ میرے دائیں طرف بیٹھے ہوئے افسر کی زبان سے وہ بھی بولتے رہیں۔ یہ تینوں بیک وقت بولیں گے۔ آپ اپنی تسلی کے لیے انھیں تاکید کریں کہ ان میں سے کوئی بھی خود بولنے کی کوشش نہ کرے۔ اپنی زبان بند رکھے۔ ہم ان تینوں کو بیک وقت بولنے پر مجبور کر دیں گے لیکن پہلے یہ تینوں اپنی اپنی آوازیں سنائیں۔"

وہ تینوں اپنی اپنی آوازیں سنانے لگے۔ اس وقت تک ساؤنڈ انجینئر نے تینوں کے سامنے مائک لا کر رکھ دیے تھے تاکہ

تینوں کے بولنے کے باوجود ان کی آوازیں الگ الگ ریکارڈ ہوسکیں۔ جب ساری تیاریاں مکمل ہوگئیں تو پارس نے کہا۔"یہ تینوں خاموش ہیں۔ ہونٹوں کو آپس میں بھینچ رکھا ہے، یہ کچھ نہیں بولیں گے لیکن میرے تین تک بولتے ہی بولنے لگیں گے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک دو تین کہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں بیک وقت بولنے لگے۔ سینئر افسر کی زبان سے میں بول رہا تھا۔ باقی دو عورتوں کی زبان سے شیبا اور رسونتی بول رہی تھیں۔ اس وقت نہ ہمیں جوجو کا خیال تھا اور نہ ہی اسرائیلی افسران کو خیال آیا کہ ایک اور لڑکی ہمارے پاس خیال خوانی کرنے والی ہے شاید وہ شیبا کی جگہ دوسری عورت کی زبان سے بول رہی ہو۔ بہر حال اس وقت ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ نہ انھوں نے شبہ کیا اور نہ ہی ہم نے اتنے سنجیدہ معاملے میں جوجو کو یاد کیا۔

ہم تینوں پندرہ سیکنڈ تک ان کے دماغوں میں بولتے رہے پھر خاموش ہو گئے۔ پارس نے ساؤنڈ ریکارڈسٹ سے کہا۔"آپ حاضرین کو ان کی آوازیں الگ الگ سنائیں۔"

میں نے پارس اور رسونتی سے کہا۔"میں جا رہا ہوں۔ ضرورت ہو تو بلا لینا۔"

میں وہاں سے چلا آیا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ الگ الگ آواز سن رہے تھے۔ پہلے میری آواز سنائی دی۔ میں اس افسر کی زبان سے کہہ رہا تھا۔"میرے بیٹے نے پہلی میٹنگ میں دوستی اور خیر سگالی کے جذبات کا ثبوت دیا ہے آج ہم اسے عملی جامہ پہنائیں گے۔ میں دوسرے معاملات میں بہت مصروف ہوں فی الحال اس میٹنگ میں شریک نہیں رہ سکتا۔ ان خواتین کی صورت میں رسونتی اور شیبا موجود رہیں گی۔ خدا حافظ۔"

دوسری آواز سنائی گئی۔ رسونتی کہہ رہی تھی۔"میں آپ کے ساتھ پہلی میٹنگ میں بھی شریک تھی۔ پچھلے روز جو کچھ طے پایا تھا ہم آج اس پر عمل کرنے کے سلسلے میں ایسا طریقۂ کار اختیار کریں گے کہ ہمیں آپس میں ایک دوسرے سے کوئی شکایت نہ آج ہو اور نہ آئندہ ہو سکے۔"

تیسری آواز کا ٹیپ سنایا گیا۔ شیبا کہہ رہی تھی۔"میں ایک طویل عرصے کے بعد اپنی قوم کے لوگوں سے مخاطب ہوتے وقت بے پناہ خوشی محسوس کر رہی ہوں۔ جب ہمارے بیٹے پارس نے میری آمد کے سلسلے میں یقین دلایا ہے تو میں انکار نہیں کروں گی۔ میں آپ لوگوں کے درمیان آرہی ہوں۔ کب آرہی ہوں، اس کا فیصلہ آج کی میٹنگ میں ہو جائے گا۔"

پورا ہال تالیوں کے شور سے گونجنے لگا۔ لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور شیبا کو آنے سے پہلے ہی خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ اسی طرح چند سیکنڈ تک خوشیوں کا اظہار کرنے کے بعد سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ پارس نے کن انکھیوں سے دیکھا منگل پانڈے ایک خاتون کی طرف جھکا ہوا سرگوشی میں باتیں کر رہا تھا اور خاتون مسکرا رہی تھیں۔

دوسری خاتون نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔"معزز حضرات! ابھی ہمارا پارس بیٹا آپ کو ٹرانسفارمر مشین اور شار پر کے متعلق بتائے گا۔ میں تھوڑی دیر کے لیے غیر حاضر رہوں گی پھر آپ کے درمیان آجاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ خاتون بیٹھ گئی۔ شیبا بھی جا چکی تھی۔ پارس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سامنے اسٹیج کے سرے پر آکر کہا۔"ٹرانسفارمر مشین کی کہانی بہت طویل ہے۔ میں مختصر طور پر بتا رہا ہوں۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، دنیا کی تمام خطرناک تنظیمیں اور سپر طاقتیں اور تمام بین الاقوامی سطح کے مجرم اس مشین کو حاصل کرنے کے لیے پتا نہیں کیا کچھ کر رہے ہیں۔ ہم نے بھی بہت کچھ کیا ہے۔"

وہ ذرا چپ ہوا۔ پھر بولا۔"استنبول میں میرے بھائی پارس نے مشین کے ایک حصے کو سب سے پہلے حاصل کیا تو جرائم کی دنیا میں ہلچل مچ گئی کہ ایک ننھا سا بچہ اتنا بڑا کارنامہ کیسے انجام دے سکتا ہے لیکن آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی وہ مشین کا ایک فاضل حصہ تھا، مشین نہیں تھی۔ شار پر ساری دنیا کو دھوکا دیتا رہا، اس کے پاس پہلے ہی ایک مکمل مشین موجود تھی۔"

یہ حیران کر دینے والی بات تھی اس لیے حاضرین میں سے کچھ لوگ ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کچھ نہ کچھ کہنے لگے۔ پارس نے کہا۔"وہ مشین ایک عجوبہ ہے، جس کے ہاتھ آجائے، اس کے لیے کار آمد ہے اور باقی کے لیے مصیبت ہے۔ ابھی آپ اور ہم سبھی پریشان ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اس مشین نے پہلے پانچ عدد ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا کیے۔ ایک آرمر، دوسرا شار پر، تیسرا ہار پر پھر ان کی بہن روزانہ اور جوجو۔ ان میں جوجو ایسی ہے جو ذہنی طور پر بچی ہے۔ خیال خوانی برائے نام کر سکتی ہے مگر کسی سنجیدہ معاملے میں حصہ نہیں لے سکتی۔ اس کے برعکس ان کی بہن روزانہ بہت ہی تیز و طرار تھی۔ میں کہہ رہا ہوں "تھی" اس لیے کہ اب نہیں ہے۔ اس کے اپنے بھائی شار پر نے اسے قتل کر دیا۔ ہار پر کو بھی اسی طرح ٹھکانے لگا دیا۔ وہ سگا بھائی ہو کر یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بہن اور بھائی اس کے لیے کسی وقت بھی عذابِ جان بن جائیں اور ان کے ذریعے فرہاد وغیرہ اس کے دماغ تک پہنچ جائیں۔

وہ اپنی معصوم بہن جوجو کو بھی ٹھکانے لگانا چاہتا تھا لیکن وہ ہماری پناہ میں آگئی ہے۔ انشاء اللہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے

گا۔ شار پر کو اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے بڑے بھائی آرمر کو بھی ٹھکانے لگاتا۔ جب اسے اپنی بہنوں اور بھائیوں سے زیادہ خطرہ محسوس ہونے لگا تو وہ ایک ایک کر کے سب کو ختم کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت ریڈ پاور کے آدمیوں نے آرمر کو اغوا کر لیا۔ اب وہ ماسک مین کا قیدی بنا ہوا ہے۔"

اس بات پر بھی حاضرین میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اس نے کہا۔"یہ ٹرانسفارمر مشین پانچ بہن اور بھائیوں کو ٹیلی پیتھی کا علم دیتی تو اتنی تشویش کی بات نہ ہوتی کیونکہ ان میں سے دو ختم ہو چکے ہیں۔ تیسری بہت معصوم ہے اور بالکل بے ضرر ہے۔ وہ ہمارے پاس ہے، چوتھا آرمر بہت ہی بھلا مانس ہے۔ اس نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اس نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی تھی۔ نہ کسی کو دوست بناتا تھا نہ کسی کو دشمن۔ اس کے باوجود اسے اغوا کر لیا گیا ہے۔

اگرچہ ایک طرف دو ٹیلی پیتھی جاننے والے یعنی روزانہ اور ہار پر مر چکے ہیں تو دوسری طرف اس مشین نے دو اور ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو پیدا کر دیا ہے۔"

اس بات پر پھر حاضرین میں ہلچل مچ گئی۔ وہ سب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پارس کو ایک ٹک دیکھنے لگے۔ اس نے کہا۔"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، وہ مشین ہم سب کے لیے عذابِ جان ہے۔ وہ جب تک رہے گی ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ آپ لوگوں نے مس امریکا یعنی مس مورینا کا نام سنا ہوگا، وہ اور اس کی بہن تنانہ نے شار پر کو ٹریپ کر کے اس مشین سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کر لی ہیں۔ تنانہ یہ صلاحیتیں حاصل کرنے کے بعد اچانک کہیں گم ہو گئی ہے لیکن مورینا ہمارے پاس ہے۔"

اس بات پر سب خوش ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ اس نے کہا۔"یہ بھی ایک لمبی کہانی ہے کہ کس طرح مورینا نے شار پر کو ٹریپ کیا۔ سنا ہے، وہ بلا کی حسین ہے شاید اسی لیے مس امریکا ہے۔ شار پر بہت محتاط زندگی گزارتا تھا لیکن مورینا کو دیکھنے کے بعد احتیاط دھری کی دھری رہ گئی۔ جو تیر سے اور تلوار سے نہیں مرتے انھیں عورت کے حسن و شباب کی ایک جھلک مار دیتی ہے۔ آپ کے سامنے زندہ مثال موجود ہے۔ آپ میرے باڈی گارڈ کو دیکھیں، یہ حضرت کس طرح خواتین میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

اس بات پر زوردار قہقہے گونجنے لگے۔ کئی سیکنڈ تک قہقہے بند نہیں ہوئے تھے۔ رسونتی نے اس کے دماغ میں کہا۔"بیٹے! یہ بری بات ہے۔ سنجیدہ مسائل پر گفتگو کرتے وقت چھیڑ چھاڑ نہیں کرنا چاہیے۔ تم بات کو کہاں سے کہاں لے جا رہے ہو۔ چلو میں تمھیں اصل موضوع کی طرف لا رہی ہوں۔"

پھر وہ رسونتی کی مرضی کے مطابق بولنے لگا۔"محترم حاضرین! ہماری زندگی میں بہرام گنگولی نامی ایک نیا مجرم آیا۔ وہ اس قدر ہیبت ناک اور غیر معمولی جسمانی قوت کا مالک ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے شار پر کو ٹریپ کیا اور مشین کے ساتھ اسے اغوا کر لیا۔ بہرام گنگولی کے امریکا میں کئی خفیہ اڈے ہیں۔ جن سے پتا چلا کہ یہ بہت ہی خطرناک مجرم ہے اور اپنے پیچھے بہت بڑا سنڈیکیٹ رکھتا ہے۔ بعد میں یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ وہ سپر ماسٹر کا آلۂ کار تھا اور آپ لوگوں کو یہ سن کر مایوسی ہوگی کہ وہ ٹرانسفارمر مشین اب سپر ماسٹر کے پاس پہنچ چکی ہے۔"

تمام حاضرین کو چپ سی لگ گئی۔ ابھی چند منٹ پہلے قہقہے گونج رہے تھے۔ اب ماتمی سکوت طاری ہو گیا تھا۔ پارس نے مسکراتے ہوئے کہا۔"زندگی آنسوؤں اور قہقہوں کا کھیل ہے۔ آپ پھر قہقہے لگا سکتے ہیں، یہ سن کر کہ وہ مشین سپر ماسٹر کے لیے بالکل بے کار ہے کیونکہ اس مشین کو آپریٹ کرنے والی مورینا ہمارے پاس ہے اور آرمر ریڈ پاور کا قیدی بنا ہوا ہے۔ اس طرح کوئی بھی مشین آپریٹ کرنے والا سپر ماسٹر کے ہاتھ نہیں آسکا۔"

ایک آفیسر نے اٹھ کر سوال کیا۔"ماسٹر پارس! آپ شار پر کو بھول رہے ہیں۔"

"مجھے شار پر اچھی طرح یاد ہے اور بے چارہ یاد رہے گا۔ میں نے پچھلی میٹنگ میں آپ سے وعدہ کیا تھا، آپ لوگوں کو اس سے نجات مل جائے گی لہٰذا ہمیشہ کے لیے نجات مل چکی ہے۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔"

ایک اور افسر نے اٹھ کر پوچھا۔"کیا سپر ماسٹر اس مشین کو، اس کی ساخت کو، اس کی میکینک کو ماہرین کے ذریعے سمجھ نہیں سکتا؟ کسی بھی چیز کا تجزیہ کیا جائے تو اس کی ایک ایک بات الگ سمجھ میں آجاتی ہے، اسی طرح مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ بھی سمجھ میں آجائے گا۔"

پارس نے کہا۔"بیشک وہ ماہرین کے ذریعے مشین کا طریقۂ کار سمجھ سکتا ہے لیکن ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ شار پر کو اسی مقصد کے لیے اغوا کر رہا تھا لیکن وہ راستے ہی میں مر گیا۔ مورینا کو اغوا کرنا چاہتا تھا۔ میرے پاپا اس سلسلے میں اسے کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ہمارے پاس جو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انھیں اغوا کرنے اور ان کی صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کرنے کے سلسلے میں سپر ماسٹر کو لوہے کے چنے چبانا پڑیں گے۔ ہاں ایک آرمر ہے جو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر اسے ماسک مین نے اچھی طرح سنبھال کر رکھا اور اسے کسی کے ہاتھ لگنے نہ دیا تو سپر ماسٹر اس مشین کو لے کر بیٹھا ہی رہ جائے گا۔"

ایک افسر نے اٹھ کر کہا۔"معافی چاہتا ہوں ماسٹر پارس!

سُپر ماسٹر اس سے فائدہ ضرور اُٹھائے گا۔ اس مشین کو سمجھنے کے بعد ایسی ہی دوسری مشین ضرور تیار کروائے گا تاکہ ایک اس کے ہاتھ سے نکل جائے تو دوسری محفوظ رہے۔ ایک فائدہ تو اس کا یہ ہوا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سورینا امریکا میں ہے۔ وہ اپنے علاقے کے چپے چپے پر جاسوسی آلات کے ایسے جال بچھا دے گا کہ کسی نہ کسی وقت وہ ضرور گرفت میں آ جائے گی۔ تیسری بات یہ کہ آپ تنانہ کو بھول رہے ہیں۔ بیشک، وہ گم ہو گئی ہے لیکن اس بات کا امکان ہے کہ وہ سُپر ماسٹر کے ہتھے چڑھ سکتی ہے۔"

"یہ ساری باتیں میری ماما اور میرے پاپا کے ذہن میں ہیں۔ وہ ہر ممکن کوشش کریں گے کہ سُپر ماسٹر کے پاس کوئی مشین ہے تو اسے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نصیب نہ ہو۔ اگر اس کے نصیب سے کوئی مل گیا تو ہم آپ کیا کر سکتے ہیں۔ صرف جد و جہد ہی کر سکتے ہیں۔ کامیابی کی امید رکھ سکتے ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

وہ افسر بیٹھ گیا۔ دوسرے افسر نے اُٹھ کر کہا۔ "ماسٹر پارس! ہم دوستی کے موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے بے چین ہیں۔ آپ نے جو کچھ شاریہ اور ٹرانسفارمر مشین کے متعلق بتایا ہے ان میں سے بہت سی باتیں خوش کن ہیں اور بہت سی تشویش ناک۔ اس موضوع پر ہم بعد میں بحث کریں گے۔ کیا ہم دوستی کے موضوع پر گفتگو شروع کر سکتے ہیں؟"

ایک عورت نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا۔ "پارس بیٹے! تم بیٹھ جاؤ۔ میں تمھاری ممی بول رہی ہوں۔"

پارس اپنے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔ اس خاتون نے اسٹیج کے سرے پر آ کر کہا۔ "میں شیبا! آپ کی قوم کی بیٹی آپ سے مخاطب ہوں۔"

پھر ایک بار سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ تھوڑی دیر تک تالیوں کا شور گونجتا رہا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ شیبا نے کہا۔ "جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ہم جس مذہبی پیشوا کو بہت محترم اور معزز سمجھتے تھے، اس نے مجھے مایوس کیا۔ وہ میری ماما کو قتل کرانا چاہتا تھا۔ اس کی جگہ میرا باپ قتل ہو گیا۔ اس محترم پیشوا نے جتنی غلطیاں کیں اور جس طرح مجھے گمراہ کیا، میں اس کے نتیجے میں اپنی قوم سے الگ ہو گئی۔ آج اس بات پر فخر محسوس کرتی ہوں اور خوشی کا اظہار کرتی ہوں کہ پھر آپ لوگوں کے درمیان آ رہی ہوں۔"

پھر تالیوں کے ذریعے خوشی کا اظہار کیا گیا۔ شیبا نے کہا۔ "مجھے فخر اس بات پر ہے کہ میں آپ کے پاس تنہا نہیں آ رہی ہوں۔ آپ کے پاس تین اور ٹیلی پیتھی جاننے والے لا رہی ہوں۔ فرہاد، رسونتی اور جوجو۔"

سب کے سب اُٹھ کر تالیاں بجانے لگے اور خوشی کے نعرے لگانے لگے۔ وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "میری تقدیر مجھے فرہاد کی ٹیم میں لے گئی اور یہ بہت اچھا ہوا۔ میں نے وہاں جا کر بہت کچھ سیکھا۔ میں نے وہاں بے غرض دوستی اور بے لوث محبت کے جو جذبات دیکھے، محسوس کیے اور پھر اپنالیے، وہی میں آپ کے لیے لا رہی ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ جب میں آپ کے پاس آؤں گی تو آپ بھی فرہاد اور اس کی پوری ٹیم سے اسی طرح بے غرض دوستی اور بے لوث محبت کا ثبوت دیں گے۔"

ہر طرف سے آواز آنے لگی۔ "بیشک۔ بیشک، ہم بے غرض دوستی اور بے لوث محبت کریں گے اور مرتے دم تک کرتے رہیں گے۔ بیشک، بیشک۔"

"جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں، اپنے ساتھ تین ٹیلی پیتھی جاننے والے لا رہی ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ سب بہ نفسِ نفیس یہاں آئیں گے۔ البتہ دو آئیں گے اور باقی دو خیال خوانی کے ذریعے آپ کے درمیان موجود رہا کریں گے۔ اس طرح آپ لوگوں کے پاس چار خیال خوانی کرنے والوں کی طاقتیں ہوں گی۔"

یہ ایسی باتیں تھیں کہ ہر بات پر تالیوں کا شور گونجنے لگتا تھا۔ ہر طرف سے خوشیوں کا اظہار ہونے لگتا تھا۔ شیبا نے کہا۔ "میرے معزز ہم وطنو! جیسا کہ آپ جانتے ہیں، پارس ایک نہیں، دو عدد ہیں اور یہ خدا بہتر جانتا ہے کہ ان میں سے کون سا پارس اپنی ماں رسونتی اور اپنے باپ فرہاد کا بیٹا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ان کا بیٹا ہو مگر یہ دونوں پارس اتنے ڈرامائی انداز سے ہمارے سامنے آئے اور ہم پر اپنی معصومیت کا جادو جگایا، ہمیں متاثر کیا۔ ہمارے دلوں میں اتنی محبت بھر دی کہ ہم دونوں پارس کو اصلی سمجھتے ہیں اور کسی کو بھی نقلی کہتے وقت دل کی گہرائیوں سے دکھ محسوس کرتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی۔ "بات یہ ہے کہ ایک پارس رسونتی کی زیرِ نگرانی رہتا ہے جو ابھی آپ کے سامنے موجود ہے، ہم اسے پارس دوم کہتے ہیں۔ میں پارس اوّل کی پرورش کر رہی ہوں، اسے تعلیم و تربیت دے رہی ہوں۔ میں نے اس عرصے میں اس قدر اس کے لیے ممتا محسوس کی ہے کہ اس سے ایک منٹ کے لیے بھی الگ نہیں رہ سکتی۔"

اس نے چپ ہو کر ایک سرے سے دوسرے سرے تک حاضرین کو دیکھا۔ پھر کہا۔ "اب مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنے پارس اوّل کو ساتھ کیسے لاؤں جبکہ یہاں پارس دوم پہلے سے موجود ہے اور اگر یہ موجود ہے تو میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر نہیں آ سکتی۔"

پورے ہال میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ سب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ بولی۔ "میں صرف اس شرط پر آؤں گی کہ میرے ساتھ پارس اوّل آئے گا اور پارس دوم یہاں سے چلا جائے گا۔"

سب لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ پورے ہال میں گونج رہی تھی۔ شیبا نے کہا۔ "آپ اپنے طور پر فیصلہ نہیں کر سکیں گے کیونکہ یہاں ہونے والی تمام کارروائیوں کو دوسری طرف ٹی وی اسکرین پر دیکھا جا رہا ہے، ہماری باتیں سُنی جا رہی ہیں۔ وہیں سے حتمی فیصلہ سُنایا جائے گا۔ میں اس سے پہلے وضاحت کر دوں۔ میری اس بات میں کوئی فریب نہیں ہے۔ آپ کو اپنی قوم کی بیٹی پر اعتماد کرنا چاہیے۔ آپ کے بھروسے کے لیے پہلے میں یہاں آؤں گی، اپنے ساتھ جوجو کو لاؤں گی۔ اس طرح آپ کے ہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والی قوتیں موجود ہوں گی۔ اس کے بعد پارس دوم یہاں سے جائے گا اور پارس اوّل میرے پاس آئے گا۔"

ایک افسر نے اُٹھ کر کہا۔ "میں بڑی معذرت سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ کے اس فیصلے سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ پارس دوم ہی اصل پارس ہے؟"

شیبا نے کہا۔ "اصل اور نقل کی بات کرنے سے ہمیں دکھ پہنچتا ہے۔ لہٰذا اس کو نہ چھیڑا جائے۔ میں آپ لوگوں کے اطمینان کی خاطر پہلے یہاں آ رہی ہوں۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر کمپیوٹر کے ذریعے ٹی وی اسکرین پر دوسری طرف سے جواب موصول ہونے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "مس شیبا سے بحث نہ کی جائے۔ ان کی ہر شرط منظور ہے لیکن ایک سوال ہے۔ پہلے بھی ہم ڈمی شیبا کی وجہ سے دھوکا کھا گئے تھے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اب جو شیبا ہمارے پاس آ رہی ہے، وہ ہماری اپنی ہو گی؟"

شیبا نے کہا۔ "اس کے لیے اعتماد کرنا ہو گا۔ کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ پھر دوستی کا مطلب پابندی نہیں ہوتا۔ جب میں جوجو اور پارس اوّل کے ساتھ آؤں گی تو کسی کی پابندی میں نہیں رہوں گی۔ میرے لیے اس ملک کی سرحدیں کھلی رہیں گی۔"

وہ ذرا چپ رہ کر بولی۔ "آج سے پہلے بھی فرہاد سے دوستی ہوتے ہوتے رہ گئی اور ایسا اس لیے ہوا کہ ہمارے درمیان اعتماد کمزور رہا۔ جب تک ہم ایک دوسرے پر بھروسا کرنا نہیں سیکھیں گے، اس وقت تک دوستی ناممکن ہے۔"

وہ اسٹیج کے ایک سرے سے دوسرے سرے پر جاتے ہوئے اور حاضرین کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پارس دوم کو اغوا کر کے، اسے یرغمال بنا کر ہمیں دوستی پر مجبور کیا جا سکتا ہے تو اس سے پہلے بھی آپ بہت کچھ کر چکے ہیں اور ہمیشہ ناکام رہے ہیں۔ اس بار بھی انشاء اللہ آپ کو ناکامی ہو گی۔ ہم جب چاہیں گے، پارس دوم کو یہاں سے نکال کر لے جائیں گے لیکن . . ."

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ذرا تجسس پیدا کرتے ہوئے حاضرین پر ایک نظر ڈالی۔ پھر کہا۔ "لیکن اس بار ایک فرق ہو گا۔ اب سے پہلے کئی بار آپ لوگ فرہاد، رسونتی اور سونیا سے ٹکراتے رہے۔ اس بار پارس دوم کو قیدی بنا کر رکھنے کے سلسلے میں اپنی ہی قوم کی بیٹی شیبا سے ٹکرانا ہو گا اور میں قسم کھاتی ہوں۔ اگر ہمارے درمیان دوستی نہ ہوئی اور میں نے ان مسلمانوں پر یہ ثابت نہ کیا کہ یہودی دوستی کرنے کے قابل ہیں تو خدا کی قسم، میں پارس دوم کو مکھن کے بال کی طرح یہاں سے نکال کر لے جاؤں گی۔"

ٹی وی اسکرین پر کمپیوٹر کے ذریعے جواب موصول ہونے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔ "مس شیبا! آپ جذبات میں آ رہی ہیں۔ اس کے باوجود آپ نے بہت اچھی بات کہہ دی کہ آپ مسلمانوں کے سامنے یہودیوں کو دوست نواز ثابت کرنا چاہتی ہیں۔ اس کے لیے ہم آپ کے ساتھ ہر ممکن تعاون کریں گے۔"

"مس شیبا! جب ہم ضمانت کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہمیں فرہاد یا اس کی ٹیم پر بالکل اعتماد نہیں ہے۔ بیشک ہے۔ کچھ ہم اعتماد کرتے ہیں، کچھ انھیں کرنا چاہیے۔"

"تم کہتی ہو، جب یہاں آؤ گی تو پارس دوم یہاں سے چلا جائے گا۔ اس کے بعد تمھارا بیٹا پارس یہاں آئے گا۔ ہم کہتے ہیں اس کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تمھارے آنے سے پہلے ہی کل صبح تک پارس دوم کو یہاں سے روانہ کر دیں گے۔ ہمیں تم پر اعتماد ہے لیکن کچھ ہم پر بھی تو بھروسا کر دو۔"

شیبا نے پوچھا۔ "آپ کس قسم کا بھروسا چاہتے ہیں؟"

"جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے، مادام سونیا تل ابیب میں موجود ہیں لیکن روپوش ہیں۔ ہم چاہتے ہیں، وہ ہماری معزز مہمان بن کر رہیں۔ جیسے ہی وہ خود کو ظاہر کریں گی، ہم پارس کو یہاں سے بھیج دیں گے۔"

رسونتی یہ ساری باتیں سُن رہی تھی۔ جب انھوں نے یہ یقین دلایا کہ بیٹا فوراً ہی ماں کے پاس پہنچ جائے گا تو وہ تڑپ گئی۔ فوراً ہی شیبا کے دماغ میں آ کر بولی۔ "پلیز، خدا کے لیے ان کی بات مان لو۔ میرے بیٹے کو میرے پاس پہنچا دو۔"

"رسونتی! ذرا صبر و تحمل سے کام لو۔ یہ باتیں بظاہر دوستانہ ہیں لیکن ان کے پیچھے کیا سیاسی چالیں ہیں، یہ میری اور تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ چلو، پہلے سونیا سے پوچھتے ہیں۔"

اس نے حاضرین سے کہا۔ "میں چند منٹ کی اجازت چاہتی ہوں۔ کچھ مشورہ کرنے کے بعد آپ کو جواب دوں گی۔"

وہ اور رسونتی، سونیا کے پاس پہنچ گئیں۔ یوں بھی رسونتی جب اس اجلاس کے حاضرین کو مخاطب کرتی یا اپنے بیٹے کے ذریعے بولتی تھی تو شیبا یہ ساری باتیں سونیا کو آ کر بتا دیتی تھی اور جب شیبا بولنے میں مصروف رہتی تھی تو رسونتی یہ رپورٹ اس کے پاس پہنچاتی رہتی تھی۔ اس طرح سونیا کو اس کارروائی کا پورا علم تھا۔ رسونتی نے کہا۔ "سونیا! خدا کے لیے میری ممتا کا خیال کرو۔ وہ کہہ رہے ہیں،

اگر تم خود کو ظاہر کر دو گی تو میرا بیٹا پارس فوراً ہی میرے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

سونیا نے مسکراتے ہوئے پوچھا "پریشان کیوں ہوتی ہو؟ جب بیٹے کو تمھارے پاس پہنچانے کی شرط یہی ہے کہ مجھے ظاہر ہونا پڑے اور ان کا قیدی بننا پڑے۔ اگر بدنصیبی سے دوستی نہ ہوا اور پھر ان کی طرف سے طرح طرح کی سزائیں بھگتنا پڑیں تو میں حاضر ہوں۔ ابھی یہاں سے ٹیلیفون کے ذریعے بتا دیتی ہوں کہاں چھپی ہوئی ہوں۔"

اس نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن رسونتی نے ریسیور پکڑنے نہیں دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے روک دیا "ٹھہر جاؤ، میں پاگل ہوں۔ دیوانی ہوں، ممتا کی ماری ہوں۔ اپنے بچوں کی محبت میں دوسروں کو بھول جاتی ہوں اور تم دوسری کب ہو تم تو میری ذات کے اندر ہو۔ تم وہ عورت ہو جس نے میری خاطر دلہن بن کر بھی فرہاد سے نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا تھا۔ صرف اس لیے کہ تم میری سوکن نہیں بننا چاہتی تھیں۔ سونیا! میں تمھیں مرتے دم تک سلام کرتی رہوں گی۔ آج میرے سامنے آزمائش کی گھڑی ہے، میں تمھارے لیے اپنے بیٹے کو بھی قربان کر سکتی ہوں۔ میں ان کی یہ شرط کبھی تسلیم نہیں کروں گی کہ تمھیں ظاہر ہونا چاہیے۔"

سونیا نے ہنستے ہوئے کہا "رسونتی! میں تمھیں بھڑکا رہی تھی ورنہ ہمیں یہی کرنا چاہیے۔ پارس کو پہلی فرصت میں یہاں سے روانہ کر دینا چاہیے۔ میری فکر نہ کرو۔"

"کیوں نہ کروں؟"

"کیا تم نے زندگی میں کسی سے عقیدت رکھی ہے؟"

"ہاں، میں جناب شیخ الفارس کی بہت زیادہ عقیدت مند ہوں۔ انھوں نے میرے اندر ایسی روحانی قوت پیدا کی ہے کہ میں پتا نہیں کیا سے کیا ہو گئی ہوں۔"

سونیا نے کہا "پھر ذرا سوچو۔ میں بابا فرید واسطی صاحب کی لاڈلی ہوں۔ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے اپنی تنہائی میں صرف مجھے بلاتے رہے۔ وہ ایک باپ تھے۔ بزرگ تھے۔ ایک بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ انھوں نے جب سے میری پیشانی کو چوما ہے، میں ذہانت کی بلندیوں پر اُڑ رہی ہوں۔ مجھے ان سے بے پناہ عقیدت ہے اور میرا ایمان ہے کہ جو پیشگوئی انھوں نے کی ہے، وہ درست ثابت ہوگی اور ان کی پیشگوئی ہے کہ تم لاکھ فرہاد کی شریکِ حیات سہی لیکن اس کے آخری وقت صرف میں ساتھ رہوں گی اور یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ جب تک فرہاد کا آخری وقت نہیں آئے گا، اس وقت تک کوئی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کوئی مجھے مار نہیں سکتا اور جب مجھے ایک مخصوص وقت تک زندہ رہنا ہے تو پھر تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔ میں خود کو [illegible] کروں گی۔ تم یہاں سے جاؤ۔"

رسونتی رونے لگی۔ سونیا نے کہا "یہ کیا بچکانہ پن ہے۔ [illegible] کبھی دلیر عورت نہیں بنو گی۔"

"دلیری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمھیں خطرات میں جھونک دوں۔"

سونیا نے کہا "رسونتی! ایک بات بتاؤ۔ ابھی تمھارا بیٹا خطرے میں ہے۔ تم چوبیس گھنٹے اس کے ساتھ لگی رہتی ہو تاکہ کوئی بُرا وقت آئے تو اس کے لیے ڈھال بن سکو۔ جب پارس یہاں سے چلا جائے گا اور میں تنہا رہ جاؤں گی تو کیا تم زیادہ سے زیادہ وقت میرے ساتھ نہیں رہو گی۔ کیا میرے لیے ڈھال نہیں بنو گی؟"

"خدا کی قسم بنوں گی۔ تمھارے سوا کسی کی طرف توجہ نہیں دوں گی۔"

"تو اسی جذبے سے جاؤ۔ پارس ان لوگوں میں اکیلا ہے۔ فوراً جاؤ۔"

وہ چلی گئی۔ سونیا نے پوچھا "شیبا! تم موجود ہو؟"

شیبا نے ایک گہری سانس لے کر کہا "ہاں، موجود ہوں۔"

"تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیوں گہری سانس لے رہی ہو؟"

"سونیا! تم بہت عظیم عورت ہو۔"

"میری عظمت کے گن کیوں گا رہی ہو؟"

"انجان نہ بنو۔ عورت کی فطرت کو اچھی طرح سمجھتی ہو۔ ہر عورت چاہتی ہے، اس کا ایک چاہنے والا ہو اور وہ صرف اسے چاہے۔ اگر سوکن لے آئے تب بھی اسے چاہتا رہے۔ اس کے بچوں کو چاہتا رہے اور دل و جان سے چاہتا رہے۔ یعنی عورت میں دو شدید ترین خواہشات ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مرد کی محبت صرف اسے ملے، دوسرے اولاد کی محبت ملے لیکن تم کیسی عورت ہو کہ تم نے رسونتی کی خاطر فرہاد کی سہاگن بننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد سے اب تک اپنی ممتا کو کچل رہی ہو۔ تم چاہتیں تو فرہاد کے بچوں کی ماں بن سکتی تھیں لیکن تم اتنی بڑی قربانی دے رہی ہو جو شاید ہی کوئی عورت دے سکے۔"

"شیبا! تم بھی رسونتی کی طرح جذبات میں بہہ رہی ہو۔ یہ جذباتی باتوں کا وقت نہیں ہے۔ ہمیں اہم مسائل پر گفتگو کرنا ہے۔ جاؤ اور اس اجلاس میں اعلان کرو کہ پارس کو صبح سے پہلے چارٹرڈ طیارے کے ذریعے پیرس میں رسونتی کے پاس پہنچا دیا جائے۔ سونیا خود کو ظاہر کر دے گی۔"

رسونتی پارس کے دماغ میں آ کر خاموش تھی۔ شیبا کا انتظار کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس خاتون کے دماغ میں آ کر بولی "معزز حاضرین! میں شیبا آپ سے مخاطب ہوں۔ سونیا سے مشورہ کرنے گئی تھی۔ اس وقت شام کے پانچ بجے ہیں۔ اگر آپ صبح ہونے سے پہلے پارس کو کسی چارٹرڈ طیارے کے ذریعے پیرس پہنچا دیں تو پارس کے روانہ ہونے سے پہلے ہی سونیا خود کو ظاہر کر دے گی۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ٹی وی اسکرین پر کمپیوٹر کے ذریعے جواب موصول ہونے لگا۔ وہاں لکھا ہوا تھا "ہمیں منظور ہے۔ کل صبح سے پہلے ایک مخصوص طیارے میں پارس کو پیرس پہنچا دیا جائے گا لیکن ہماری بھی ایک شرط ہے پارس کی روانگی سے کم از کم دو گھنٹے قبل مادام سونیا کو ہمارے سامنے آ جانا چاہیے۔"

شیبا نے کہا "یہ شرط منظور ہے۔"

ایک افسر نے اُٹھ کر کہا "آج کی اس میٹنگ میں دوستی کا ایجنڈا زیادہ اہم رہا ہے۔ اس ایجنڈے کے تحت جو باتیں ہمارے فیصلے کے مطابق سامنے آئی ہیں، وہ یہ ہیں۔ ہماری قوم کی بیٹی مس شیبا یہاں تشریف لا رہی ہیں اور ان کے ساتھ ایک اور خیال خوانی کرنے والی ہستی جو جو بھی ہوگی۔

دوسری بات یہ کہ دو خیال خوانی کرنے والی ہستیاں ہمارے ہاں بہ نفسِ نفیس موجود رہیں گی۔ باقی فرہاد اور رسونتی خیال خوانی کے ذریعے ہمارے درمیان رہا کریں گے۔ اس طرح ہمیں چار ٹیلی پیتھی کی قوتیں حاصل رہیں گی۔

تیسری بات یہ کہ آپس میں اعتماد بحال رکھنے کے لیے پارس دوم کی یہاں سے روانگی سے مادام سونیا خود کو ظاہر کر دیں گی۔ یہ ہمارا وعدہ ہے کہ مادام سونیا ایک معزز مہمان کی حیثیت سے رہیں گی۔ کیا مادام رسونتی اور مس شیبا کو ایجنڈے کے مطابق یہ تمام فیصلے منظور ہیں؟"

رسونتی نے پارس کے ذریعے کہا "منظور ہیں۔" شیبا نے بھی اسے منظور کیا۔ پھر اس افسر نے کہا "ہم ٹرانسفارمر مشین کے حصول کے سلسلے میں کل ایک میٹنگ میں بحث کریں گے۔ میں اپنے افسران بالا سے پوچھ رہا ہوں۔ کیا یہ میٹنگ برخاست کر دی جائے یا کوئی اہم بات رہ گئی ہے؟"

تھوڑی دیر بعد ٹی وی اسکرین پر جواب موصول ہونے لگا "ابھی ہم نے ایک طیارہ مخصوص کیا ہے۔ وہ اب سے چار گھنٹے بعد پارس کو لے جائے گا۔ مادام سونیا کو وعدے کے مطابق دو گھنٹے پہلے ظاہر ہو جانا چاہیے۔"

شیبا نے کہا "سونیا اپنا وعدہ پورا کرے گی۔"

اجلاس برخاست ہو گیا۔ رسونتی خوشی سے کھلی جا رہی تھی۔ کہہ رہی تھی "بیٹے! اب جلدی چلو اور سفر کی تیاری کرو۔"

منگل پانڈے نے پارس کے ساتھ اس کے کمرے میں پہنچ کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا، مجھے خوش ہونا چاہیے یا نہیں۔ اس میٹنگ سے پہلے میں اپنے ملک واپس جانا چاہتا تھا مگر تم نے مجھے عورتوں میں اُلجھا دیا۔ وہ دونوں مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھیں۔ انھوں نے مجھے اپنے فون نمبر بھی دیے ہیں اور وعدہ کیا ہے، میں جب بھی انھیں بلاؤں گا۔ ان کے ساتھ کہیں گھومنے پھرنے کی فرمائش کروں گا، وہ فوراً چلی آئیں گی۔"

پارس نے کہا "ہندوستان میں تمھاری ایک نہیں، دو بیویاں ہیں۔"

وہ ذرا ہچکچاتے ہوئے بولا "اب میں آپ کو کیا سمجھاؤں؟"

"زیادہ باتیں نہ کرو۔ پیرس چلنے کی تیاری کرو۔"

"میں مانتا ہوں، پیرس میں آپ کی ماما اور پاپا مجھے دلیری دکھانے اور کارنامے انجام دینے کا موقع دیں گے لیکن ہم اسرائیل آ گئے ہیں۔ یہاں بھی میرا ایک آدھ کارنامہ ہو جاتا تو شہرت میں اضافہ ہی ہوتا۔"

"تمھیں اتنا ہی شوق ہے تو میرے ساتھ نہ جاؤ، دوسرا

پارس آرہا ہے‘ اس کے ساتھ رہو اور کارنامے انجام دیتے رہو۔“

وہ خوش ہو کر بولا۔ ”دراصل میں یہی چاہتا ہوں۔ دیکھو نا میں اچانک چلا جاؤں گا تو وہ بے چاریاں بہت مایوس ہوں گی۔“

رسونتی اور شیبا اس دوران تمام فرشتے دار افسران کے دماغوں میں جاتی رہیں۔ چپ چاپ معلوم کرتی رہیں کہ پارس کو وہاں سے روانہ کرنے کے سلسلے میں کیا کیا جا رہا ہے۔ دونوں کو خیال خوانی کے ذریعے اطمینان ہو رہا تھا۔ پارس کے لیے ہیچ پرچ طیارہ مخصوص کر دیا گیا تھا۔ ٹھیک دو گھنٹے پہلے شیبا نے ایک فرشتے دار افسر سے کہا: ”سونیا سی ویو ہوٹل کے ویٹنگ روم میں انتظار کر رہی ہے۔ اس کے لیے گاڑی بھیج دیں۔“

”کیا ہم مادام کو پہچان سکیں گے؟“

”جی ہاں‘ وہ اپنے اصلی روپ میں ہے۔“

سونیا اس ہوٹل کے ویٹنگ روم میں بیٹھی کھڑکی کے پار سمندر کا نظارہ کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد چار گاڑیاں ہوٹل کے سامنے آکر رکیں۔ وہ کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ ان میں کوئی فوجی گاڑی نہیں تھی۔ آنے والے بہت ہی عمدہ لباس میں تھے اور بڑے ہی مہذب نظر آتے تھے۔ انھوں نے ویٹنگ روم میں آکر سونیا کو پہچان لیا۔ ادب سے کھڑے ہو کر کہا: ”مادام! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔“

سونیا نے اٹھ کر ان لوگوں سے مصافحہ کیا۔ پھر ان کے ساتھ آکر کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ وہ کار صرف اس کے لیے مخصوص تھی۔ ایک ڈرائیور اسے چلا رہا تھا۔ آگے پیچھے گاڑیوں میں اس کے میزبان تھے۔ اسے کسی دوسری کوٹھی میں پہنچایا گیا۔ سونیا نے وہاں داخل ہوتے ہوئے پوچھا: ”کیا پارس یہاں ہے؟“

”جی نہیں‘ وہ دوسرے بنگلے میں ہے۔ آپ نے ہمیں بہت کم وقت دیا ہے‘ ماسٹر پارس کی روانگی کو اب پونے دو گھنٹے رہ گئے ہیں اور آپ سے بہت سی اہم باتیں کرنا ہیں۔“

وہ ایک بڑے سے ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے کہا: ”ہمارے درمیان ابھی اعتماد کی فضا بحال ہو رہی ہے لیکن مکمل اعتماد قائم نہیں ہوا ہے‘ اس لیے آپ ہماری بات کا برا نہ مانیں۔ ہمارے ماہرین آپ کو چیک کرنا چاہتے ہیں۔ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اپنے اصلی روپ میں ہیں یا میک اپ میں کوئی اور ہے۔“

سونیا نے مسکراتے ہوئے کہا: ”میں سامنے بیٹھی ہوں‘ جس طرح اطمینان کرنا چاہتے ہیں کر لیں۔ ویسے آج سے پہلے بھی ڈمی فرہاد اور ڈمی شیبا کو اچھی طرح چیک کیا گیا تھا اور تمہارے ماہرین نے یہ رپورٹ دی تھی کہ پلاسٹک سرجری کا میک اپ نہیں ہے۔“

اس وقت تک دو ماہرین کمرے میں آگئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: ”آپ درست فرماتی ہیں۔ پلاسٹک سرجری اتنی ایڈوانس ہو چکی ہے کہ اب پلاسٹک اور انسانی کھال کے ریشوں میں تمیز کرنا بہت دشوار ہو گیا ہے۔ پھر بھی ہم اپنی تسلی کر لینا چاہتے ہیں۔“

وہ اپنے آلات نکال کر سونیا کے چہرے کا بغور معائنہ کرنے لگے۔ چند لمحے بعد ایک نے ذرا جھجکتے ہوئے کہا: ”مادام! آپ کو ذرا تکلیف ہوگی۔“

”میں جانتی ہوں‘ آپ میرے چہرے کی تھوڑی سی جلد کاٹنا چاہتے ہیں۔ میں اس کے لیے تیار ہوں۔“

”واقعی آپ حوصلے والی عورت ہیں اور ہم سے بھرپور تعاون کر رہی ہیں۔“

ایک ماہر نے تیز دھار کا آلہ نکالا۔ پھر سونیا کے دائیں کان کے نیچے سے ذرا سی جلد کاٹ کر نکال لی۔ پھر اس جگہ کی مرہم پٹی کر دی۔ اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے چلے گئے۔ سونیا کے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے پوچھا: ”مادام! آپ یہاں آنے کے بعد کہاں وقت گزار رہی تھیں؟“

”جو وقت گزر چکا ہے‘ اس کے بارے میں سوال نہ کیا جائے۔ میں جہاں بھی تھی‘ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ اب آپ کے درمیان ہوں اور کھلی کتاب کی طرح ہوں۔ ابھی میری سچائی ثابت ہو جائے گی۔“

آدھے گھنٹے کے اندر ہی دونوں ماہرین نے رپورٹ دی کہ چہرے پر پلاسٹک سرجری نہیں ہے۔ یہ مادام سونیا کا اصلی چہرہ ہے۔ وہاں جو باتیں ہو رہی تھیں اور رپورٹیں سنائی جا رہی تھیں‘ دوسری طرف بھی اعلیٰ افسران بیٹھے سن رہے ہوں گے۔ یقیناً وہ الجھ گئے ہوں گے۔ اتنی مکمل رپورٹ ملنے کے بعد بھی بھروسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے کیونکہ بہت پہلے سجاد کے چہرے کا بھی اسی طرح معائنہ کیا گیا تھا۔ اس کے چہرے کی جلد کو بھی کاٹ کر میڈیکل رپورٹ حاصل کی گئی تھی کہ اس میں پلاسٹک سرجری شامل نہیں ہے اور یہ اصل چہرہ ہے۔

یہ رپورٹ حاصل کرنے کے بعد وہاں بیٹھے ہوئے افراد اٹھ کر چلے گئے۔ سونیا اس ڈرائنگ روم میں تنہا رہ گئی۔ پانچ منٹ کے بعد ہی اسے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ اس کوٹھی کے چاروں طرف مسلح فوجی پھیل رہے تھے اور ڈیوٹی دینے کے لیے اپنی اپنی جگہ الرٹ ہو گئے تھے۔ پھر دروازے پر دستک سنائی دی۔ سونیا نے پلٹ کر کہا: ”کم ان۔“

دروازہ کھلا اور ایک فوجی جوان نظر آیا۔ اس نے کہا۔ ”مادام سونیا! ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے‘ ماسٹر پارس کا طیارہ صبح سے پہلے پرواز نہیں کر سکے گا۔ کچھ مسائل حل طلب رہ گئے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔ ہم آپ کے ذریعے مسٹر فرہاد‘ مادام رسونتی اور مس شیبا سے اس اجلاس میں شریک ہونے کی درخواست کر رہے ہیں۔ آپ سے بھی درخواست ہے کہ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔“

سونیا آگے بڑھی۔ وہ پلٹ کر جانے لگا۔ کمرے کے باہر آگے پیچھے چار مسلح فوجی جوان کھڑے ہوئے تھے۔ سونیا ان کے درمیان چلتے ہوئے ایک بڑے سے ہال میں پہنچی جہاں وہی افراد نظر آرہے تھے جو اس کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ وہ ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ افسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا: ”مادام سونیا! آپ کی آمد ہمارے لیے باعثِ مسرت بھی ہے اور باعثِ پریشانی بھی۔ ہمارے ماہرین کی رپورٹ سے ثابت ہو چکا ہے‘ آپ مادام سونیا ہیں لیکن اس سے پہلے ہم کئی بار ایسی رپورٹوں سے دھوکا کھاتے رہے ہیں۔ کیا آپ کی دانست میں ایسا اور کوئی طریقہ ہے جس سے آپ کو سونیا ثابت کر سکیں۔“

وہ انکار میں سر ہلا کر بولی: ”اب تک دنیا کی بے شمار چھوٹی بڑی بیماریوں کا علاج دریافت ہو چکا ہے لیکن شک کا کوئی علاج اب تک دریافت نہیں ہو سکا۔“

”کیا آپ کے ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں؟“

”ہاں‘ موجود ہیں۔“

”کیا اس سے پہلے ڈمی سونیا اور ڈمی فرہاد کو یہاں بھیج کر ہمیں دھوکا نہیں دیا گیا؟“

”ہم اسی وقت دھوکا دیتے ہیں جب ہم سے دشمنی کی جاتی ہے۔ جس دور کی آپ بات کر رہے ہیں‘ اس دور میں جو سلوک آپ لوگوں کی طرف سے ہوا‘ جواباً ہم نے بھی وہی طریقہ کار اختیار کیا۔“

افسر نے کہا: ”آج بھی ہمارا طریقہ دوستانہ نہیں تھا۔ ہم نے جبراً پارس کو اغوا کیا اور یہاں لے آئے۔ کیا جواباً ہمیں دھوکا دینے کی کوشش نہیں کی جا رہی ہے؟“

”خدا بہتر جانتا ہے۔ ہم نے اب تک کوئی دھوکا نہیں دیا ہے اور نہ ہی ایسا کوئی ارادہ ہے‘ ہاں‘ آپ کا رویہ بدلا تو پھر ہم ضرور سوچیں گے۔“

”کیا آپ خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ سچ سچ بتا سکتی ہیں کہ اصل پارس کون ہے؟“

”میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ سچ کہتی ہوں‘ ہم میں سے کوئی اصل پارس کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔“

”یہ جھوٹ ہے۔“

سونیا نے پوچھا: ”تو پھر سچ کیا ہے؟“

”ہمارے پاس جو پارس ہے‘ وہی اصلی ہے۔ وہی مادام رسونتی اور مسٹر فرہاد کا بیٹا ہے۔ ہمیں دھوکا دیا جا رہا ہے۔ وہاں سے کسی ڈمی پارس کو یہاں لایا جائے گا۔ اس سے پہلے اسے وہاں بلوایا جا رہا ہے۔ کیا ہم اتنے نادان ہیں؟“

دوسرے افسر نے کہا: ”پچھلے دو اجلاس میں ہمیں یقین دلایا گیا کہ شیبا زندہ ہے لیکن نہیں‘ وہ زندہ نہیں ہے۔ پچھلے اجلاس میں دو عورتیں ساتھ ساتھ بول رہی تھیں اور ہمیں یہ تاثر دیا جا رہا تھا کہ ایک کے ذریعے مادام رسونتی اور دوسری کے ذریعے شیبا بول رہی ہے لیکن یہ بھی سراسر دھوکا تھا۔ دوسری عورت کے ذریعے شیبا نہیں‘ جوجو بول رہی تھی۔“

سونیا نے کہا: ”آپ لوگوں نے جوجو کو دیکھا نہیں ہے۔ شاید اس کی زبانی شاید کچھ سنا ہو۔ وہ بے حد معصوم ہے اور سنجیدہ معاملات میں ایسی گفتگو نہیں کر سکتی جیسی کہ شیبا اس عورت کے ذریعے کر رہی تھی۔“

”چلو‘ ہم مان لیتے ہیں‘ وہ جوجو نہیں تھی لیکن موریناضرور تھی کیونکہ مورینا فرہاد کے قبضے میں ہے۔“

سونیا نے کہا: ”تعجب ہے‘ پچھلے اجلاس میں جب شیبا اس عورت کے ذریعے بول رہی تھی تو اس کی ایک ایک بات پر آپ تالیاں بجا رہے تھے۔ خوشی کے نعرے لگا رہے تھے۔ اس وقت آپ نے یہ اعتراض کیوں نہیں کیا؟“

ایک نے جواب دیا: ”ہم بہت زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ہمیں شیبا کے زندہ رہنے کی خبر ملی تو ہم دیوانے ہو گئے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہونے لگا کہ ہماری قوم کی ٹیلی پیتھی جاننے والی بیٹی یہاں آگئی ہے اور اس وقت ہم سے مخاطب ہے لیکن اجلاس کے بعد ہمارے اعلیٰ افسران نے یہ نکتہ اٹھایا کہ دوسری عورت کے ذریعے شیبا نہیں جوجو بول رہی تھی اور اگر جوجو نہیں تو پھر مورینا بول رہی تھی۔“

سونیا نے پوچھا: ”آپ کو کیسے یقین آئے گا کہ شیبا زندہ ہے؟“

دوسرے نے جواب دیا: ”ہمارے پاس کوئی ایسی کسوٹی نہیں ہے‘ کوئی ایسی ایکسرے مشین نہیں ہے جس کے ذریعے ہم اصل شیبا کو پہچان سکیں۔ آپ لوگوں نے اپنی اپنی ڈمیاں بھیج کر ماضی میں اتنے فریب دیے ہیں کہ اب یقین کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

سونیا آرام سے سیٹ کی پشت سے لگ گئی۔ پھر بولی: ”اس کا مطلب ہے‘ تم لوگوں میں پہلے سے بے یقینی تھی۔ جب میں نے خود کو ظاہر کر دیا تو یہ بے یقینی ظاہر کر رہے ہو۔ ہمارے درمیان جو دوستی قائم ہونے والی تھی‘ اسے اب مشکوک بنا رہے ہو۔“

”مادام! دوستی یونہی نہیں ہو جاتی۔ اس کے لیے اپنا خون بہا کر بھی اعتماد قائم کرنا پڑتا ہے اور اعتماد کے بغیر کوئی رشتہ پائیدار نہیں رہ سکتا۔“

”آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ مطلب کی بات کریں۔“

”جو پارس ہمارے پاس ہے‘ وہ ہمارے ہی پاس رہنے دیں۔ اگر شیبا کا کوئی وجود ہے تو وہ یہاں چلی آئے۔“

"شیبا اپنے پارس کو چھوڑ کر نہیں آسکے گی۔"

وہاں بیٹھے ہوئے کئی لوگ ہنسنے لگے۔ ایک نے کہا: "یہ کیسی بچکانہ بات ہے۔ شیبا کی شادی نہیں ہوئی، اس نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا اور ایسی ممتا کہ اسے چھوڑ کر نہیں آئے گی۔ مادام سونیا! آپ کی زبان سے یہ بچوں جیسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔"

دوسرے شخص نے کہا: "چلیے ہم اس پر بحث نہیں کریں گے کہ شیبا زندہ ہے یا نہیں۔ اگر زندہ ہے تو وہ اپنے بیٹے پارس کے ساتھ جہاں ہے وہیں آرام سے رہے۔ یہ چونکہ مادام رسونتی کا بیٹا ہے اور ہمارے پاس ہے، اس لیے شیبا کی جگہ مادام رسونتی یہاں آجائیں اور اپنے بیٹے کے ساتھ رہیں۔"

سونیا نے پوچھا: "یعنی یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے کہ ہمارا پارس دوم یہاں سے نہیں جائے گا اور آپ نہیں لے جانے نہیں دیں گے۔"

"یہ زور زبردستی والی بات ہوگی اور ہم ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ ہم دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"دوستی کا لفظ تم لوگوں کی زبان سے زیب نہیں دیتا۔ ہم نے اپنے طور پر بہت کوششیں کرلیں مگر تمہیں دوست نہ بنا سکے اور نہ شاید کبھی بنا سکیں۔"

شیبا نے ایک عورت کے ذریعے کہا: "میں شیبا ہوں۔ تم لوگوں کے یقین نہ کرنے کے باوجود خدا کے فضل و کرم سے زندہ سلامت ہوں۔ دوستی کے لیے فرہاد اور اس کی ساتھی عورتوں کے دل کتنے کشادہ ہیں، یہ تم جیسے تنگ دل اور تنگ نظر نہیں سمجھ سکتے۔ انھوں نے مجھے راضی خوشی تمہارے پاس بھیج دینے کا فیصلہ کیا تاکہ میں اپنی قوم کے ساتھ رہوں۔ اپنے وطن کی خدمت کروں اور یہاں رہ کر آپس میں دوستی اور اتحاد کو مضبوط کرتی رہوں لیکن تم لوگوں نے یہ ثابت کردیا کہ یہودی کبھی مسلمانوں کے اچھے دوست نہیں ہوسکتے۔"

"یہ مسلمانوں نے ثابت کیا ہے کہ وہ ہمارے دوست نہیں بن سکتے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

شیبا نے پوچھا: "کیا مسلمانوں نے تمہارے کسی بچے کو اغوا کیا ہے اور اسے یرغمال بنا کر تمہیں مجبور کر رہے ہیں کہ ان کے دوست بن جاؤ؟ تم چوری بھی کرتے ہو، سینہ زوری بھی کرتے ہو۔"

رسونتی نے دوسری عورت کے ذریعے کہا: "اگر تمہاری نیت صاف ہوتی اور ارادے نیک ہوتے تو میرے بیٹے کو اغوا نہ کرتے۔ کسی اور ملک کی زمین پر ہم سے ملاقات کرتے۔ تم ایک بار دوستی کے لیے ہاتھ بڑھاتے، ہم اپنے قدموں سے چل کر تمہارے پاس چلے آتے لیکن تم نے جارحانہ اقدام کیا ہے۔ یہ مت سوچو کہ میرے بیٹے کو یرغمال بنا کر ہمیں مجبور کر دو گے۔ خدا کی قسم اگر اس پر ذرا بھی آنچ آئی تو آہنی دیواروں کے پیچھے بیٹھے ہوئے تمہارے افسرانِ بالا میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ میں تم لوگوں کو صرف چھ گھنٹے کی مہلت دے رہی ہوں۔ چھ گھنٹے بعد ہم تمہارے یورینیم کے ذخیرے اور پلانٹ کو تباہ کرکے رکھ دیں گے۔ تمہاری بحری، بری اور فضائی فوج کا کوئی راز، راز نہیں رہے گا۔ ساری دنیا یہ تماشا دیکھے گی کہ ملک کی فوج آپس میں کس طرح لڑتی ہے، تمہاری فوجیں ایک دوسرے سے لڑ کر خود ہی تباہ و برباد ہو جائیں گی۔"

ایک افسر نے کہا: "ہم تسلیم کرتے ہیں، ایسا ہوسکتا ہے۔ پہلے صرف ایک ٹیلی پیتھی کی طاقت تھی۔ ایک فرہاد علی تیمور تھا۔ اب مورینا اور رجو سمیت تمہارے پاس پانچ ٹیلی پیتھی کی قوتیں ہیں۔ تم اتنی دھمکیاں اس لیے دے رہی ہو کہ ہم دہشت زدہ ہوکر فوراً ہی پارس کو آزاد کردیں لیکن آپ تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھیں۔ اگر ہم نے اسے آزاد نہ کیا، اگر ہم نے اپنی تباہی و بربادی کا انتقام تمہارے بیٹے سے لیا۔ اگر سونیا کو بھی ہلاک کردیا تب کیا ہوگا؟ کیا پارس سے زیادہ عزیز رشتہ کوئی اور ہے؟"

"میں مانتی ہوں، پارس ہماری جان ہے، زندگی ہے۔ ہم سب کا لاڈلا ہے۔ ہم اس کے بدن پر ایک ہلکی سی خراش بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ پھر اس کی ہلاکت کیسے برداشت کریں گے لیکن میں ماں ہوں، جب سے میں نے بیٹے کو جنم دیا ہے تب سے اسے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ اغوا ہوتے دیکھ رہی ہوں۔ کبھی وہ میری گود میں مستقل نہیں رہا۔ میں اس کی جدائی کا زخم آج تک سہتی آرہی ہوں۔ اگر خدا کو یہی منظور ہے کہ میرا بیٹا تمہارے ہاتھوں مارا جائے تو میں اللہ کی رضا پر راضی ہوں۔ اس کی جدائی کا دکھ ساری زندگی جھیل لوں گی مگر تمہاری قوم مٹی میں مل جائے گی۔ میری اس بات کو دھمکی نہ سمجھو۔ چھ گھنٹے بعد یہاں قیامت آنے والی ہے۔"

مورینا میری ہدایات پر عمل کر رہی تھی۔ میک اپ کا سامان خرید کر ہوٹل کے کمرے میں آگئی تھی۔ دروازہ بند کرنے کے بعد بڑے سے آئینے کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ میک اپ کا سامان نکال نکال کر سامنے رکھ رہی تھی۔ میں اسے بتا رہا تھا کہ کون سی چیز کس وقت استعمال کرنا ہے اور کس طرح استعمال کرنا ہے۔

وہ باتھ روم میں گئی۔ منہ ہاتھ اچھی طرح دھونے کے بعد تولیے سے خشک کرکے آئینے کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس کے بعد میری ہدایات کے مطابق میک اپ کرنے لگی۔ اس نے پوچھا: "رشار کی طبیعت کیسی ہے؟"

"اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔"

وہ میک اپ کرتے کرتے رک گئی۔ آئینے میں حیرت سے دیکھتے ہوئے بولی: "کیا واقعی؟ لیکن وہ تو صحت مند تھا۔ ایک دن کی

یاری سے کیسے مرگیا؟"

"ٹیلی پیتھی، بیماری نہیں بلا ہے۔ ہم سب کو مارتی رہتی ہے۔ ہم میں سے کچھ لوگ مر جاتے ہیں، کچھ مرنے کے لیے رہ جاتے ہیں۔"

"تم کہنا چاہتے ہو، ٹیلی پیتھی سیکھنے والے جلدی مر جاتے ہیں؟"

"ہاں، عام آدمی کا پیچھا موت کرتی ہے۔ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا پیچھا صرف موت نہیں، دنیا جہان کے دشمن بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے جلد موت آجاتی ہے۔"

"تم مجھے ڈرا رہے ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو تم ایک عرصے سے کس طرح زندہ ہو؟"

"ہمارے ساتھ کاتبِ تقدیر کی مہربانی ہے۔ ہم تدبیر کرتے ہیں، تقدیر ساتھ دیتی رہتی ہے۔"

"وہ کیسے مرگیا؟"

"اپنی غلط حکمتِ عملی کی وجہ سے۔ وہ صرف زندہ رہنے کی خواہش کرتا تھا مگر زندہ رہنے کی تدبیر نہیں کرسکتا تھا۔ ایس ماسٹر کے پاس پہنچ کر اسے بھی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم سکھانا چاہتا تھا۔ اگر میں اسے ڈھیل دیتا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت بڑے دشمن کا اضافہ ہوجاتا لہٰذا میں نے اسے ختم کردیا۔"

وہ سہم کر بولی: "ایس ماسٹر میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اگر وہ مجھے اغوا کرے گا تو کیا مجھے بھی مار ڈالو گے؟"

"تمہیں مارنا ہوتا تو یوں بچانے کی فکر نہ کرتا۔ جو میرے اپنے ہیں اور مجھ سے محبت کرتے ہیں، میں ان کے لیے جان کی بازی لگا دیتا ہوں۔ تم میرے لیے پرائی نہیں ہو۔ تم غلام باقی سے محبت کرتی ہو اور غلام باقی مجھ سے محبت کرتا ہے، جب تک محبت کا یہ سلسلہ سچائی اور وفاداری سے قائم رہے گا، ہم تمہیں دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچنے کے بعد بھی نہیں ماریں گے۔ تمہیں وہاں سے سلامت نکال لانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔"

وہ پریشان ہوکر بولی: "میں نے کیا علم سیکھ لیا ہے، یہ تو میرے لیے مصیبت بن گیا ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں، یہ سب کے لیے مصیبت بن جاتا ہے۔"

وہ سرد آہ بھر کر بولی: "میں اپنی بہن کو بہت چاہتی ہوں۔ اسے بھی دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ علم سکھا دیا۔ پتا نہیں، وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔"

"جب تک وہ ذہانت سے کام لیتی رہے گی۔ اپنے علم کو چھپا کر رکھے گی۔ دوسروں پر ظاہر نہیں کرے گی، اس وقت تک محفوظ رہے گی۔"

"میں نے بڑی غلطی کی۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے لہجے کو اپنے دماغ سے بھلا دیا۔ اگر یاد ہوتا تو اسے ہوشیار رہنے کے لیے کہتی۔"

"یہ تم نے دانشمندی کا ثبوت دیا تھا۔ اچھا ہوا کہ اس کے لب و لہجے کو بھول گئی ہو۔ یاد کرو گی تو کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہارے ذریعے تنانہ تک پہنچ جائے گا۔"

وہ سوچتی رہی اور میری ہدایات کے مطابق میک اپ کرتی رہی۔ پھر اس نے پوچھا: "کیا دوسرے تنویمی عمل کے ذریعے پہلے تنویمی عمل کا توڑ ہوسکتا ہے؟"

"بیشک ہوسکتا ہے، جیسا کہ میں نے غلام باقی اور رشار پر کیا ہے لیکن جس پر پہلے تنویمی عمل کیا گیا ہو، وہ یا تو بیمار ہو یا کسی نہ کسی طرح اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہو۔ میں نے غلام باقی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا تھا اور رشار پر تو خود ہی بیمار پڑا ہوا تھا۔ ان دونوں کو اپنا معمول بنانے اور بہرام کا طلسم توڑنے میں مجھے دشواری پیش نہیں آئی۔"

"کیا ایک تنویمی عمل کرنے والا میرے دماغ سے تنانہ کی آواز اور لب و لہجے کو معلوم کرسکتا ہے؟"

"جب تک تم دماغی اور جسمانی طور پر صحت مند رہو گی کوئی تم پر تنویمی عمل نہیں کرسکے گا۔ پھر یہ کہ برنارڈ سلیری نے تمہارے دماغ کو اچھی طرح لاک کیا ہے، کوئی خیال خوانی کے ذریعے وہاں نہیں پہنچ سکے گا۔ تم فی الحال ہر طرح سے محفوظ ہو۔ تمہیں ابھی چھپا کر رکھنے کا مسئلہ ہے۔ اسی لیے یہ روپ بدلا جارہا ہے۔ تمہیں کچھ اداکاری بھی کرنا ہوگی۔ اپنا لہجہ بدل کر دوسروں سے بولنا ہوگا۔ تمہیں صورت شکل سے اور آواز و لب و لہجے سے اچھے خاصے لوگ پہچانتے ہیں۔"

وہ سوچ کے ذریعے باتیں کر رہی تھی۔ حیرانی سے آئینے میں دیکھتے ہوئے خوش ہوکر بولی: "اوہ گاڈ، میں تو بالکل ہی بدل گئی ہوں۔ چہرہ کچھ سے کچھ ہوگیا ہے۔ اب مجھے میک اپ کرنا آگیا ہے۔"

چونکہ وہ اناڑی تھی، اس لیے میک اپ میں دو گھنٹے لگ گئے۔ وہ کھڑی ہوگئی۔ ذرا دور جاکر آئینے میں دیکھتے اور ہنستے ہوئے بولی: "میں خود کو نہیں پہچان رہی ہوں۔ اوہ کتنا اچھا لگ رہا ہے۔ اپنے اندر چھپ گئی ہوں، اپنے آپ سے آنکھ مچولی کھیل رہی ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "فوراً لباس تبدیل کرو۔ میں جارہا ہوں۔ پندرہ منٹ کے بعد آؤں گا۔"

اس نے لباس تبدیل کرنے کے لیے دماغ کے دروازے بند کر لیے۔ میں نے ماسک مین کو مخاطب کیا۔ اس نے خوش ہوکر پوچھا: "ہیلو فرہاد صاحب! فرمائیے کیسے یاد کیا؟"

"آپ کو تمام حالات کا علم ہوگا۔" میں نے کہا۔

"... اسرائیل میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ مجھے معلوم ہے۔ یہاں امریکا میں آپ کی بھاگ دوڑ سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"یہاں ٹرانسفارمر مشین کا چکر ہے۔ آپ کو یہ سن کر افسوس ہوگا کہ وہ مشین ٹیبر ماسٹر کے ہاتھ لگ گئی ہے۔"

ماسک مین کو زبردست شاک پہنچا۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "اوہ نو! یہ تو بہت برا ہوا۔"

"وہ مشین حاصل کرنے کے باوجود اسے اپنے فائدے کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا۔"

"کیوں نہیں کر سکے گا؟"

"اس کے لیے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت ہے جس کے دماغ سے یہ علم وہ اپنے دماغ میں منتقل کرا سکے۔ میں نے شارپ کو ختم کر دیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "اوہ تھینکس گاڈ، اس نے تو ناک میں دم کر دیا تھا۔ آخر اپنے انجام کو پہنچ گیا۔"

"اس مشین کے متعلق ضروری باتیں یاد رکھو تین افراد اس مشین کو آپریٹ کرنا جانتے ہیں۔ ایک میں، دوسری مورینا، تیسرا آدمر جو آپ کی قید میں ہے۔ ہم تینوں میں سے کوئی بھی ایس ماسٹر کے ہاتھ لگے گا تو وہ پہلی فرصت میں یہ علم حاصل کر لے گا۔"

"یہ اچھا ہی ہوا کہ میں نے اب تک آدمر کو قید میں رکھا ہے۔"

"اسے آپ قیدی بنا کر نہ رکھیں، مہمان بنا کر رکھیں۔ اسے ہر طرح کا عیش و آرام ملنا چاہیئے صرف اتنی احتیاط رکھیں کہ جہاں اسے رکھا جائے وہاں پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔"

"میں ایسے انتظامات کر چکا ہوں۔ آپ کی سفارش پر اسے زیادہ سے زیادہ سہولتیں دوں گا۔"

"مشین کے بارے میں دوسری بات سنیئے۔ ایس ماسٹر تجربہ کار میکینک اور ماہرین کے ذریعے اسے آپریٹ کرنے کا طریقہ معلوم کر سکتا ہے۔ جب مشین کا تجربہ کیا جائے گا، ایک ایک پرزے کو سمجھا جائے گا، اس کے فنکشن کے متعلق معلوم ہو گا تو طریقہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اس میں کچھ وقت لگے گا۔ بہر حال، اسے مشین اپریٹ کرنا آجائے گا۔"

"یہ بات تشویش ناک ہے۔"

"اس سلسلے میں تیسری بات یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ آدمر آپ کے پاس ہے۔ مورینا اور جوجو میرے پاس ہیں۔ باقی رسونتی اور شیبا خود اپنی حفاظت کرنا جانتی ہیں۔"

وہ بات سنتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس کے اندر کھلبلی پیدا ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ ایک سپر پاور تھا۔ اس کے مقابلے میں ایک سپر پاور ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے والا تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو وہ ماسک مین سے کئی گنا برتر اور طاقتور ہو جاتا۔ سب سے اہم بات یہ کہ خیال خوانی کے ذریعے رفتہ رفتہ سرنگ بناتا ہوا ماسک مین کے ملک کے ایک ایک راز تک پہنچ سکتا تھا۔

وہ پریشان ہو کر بولا۔ "فرہاد! کچھ کرو۔ وہ مشین اس کے پاس نہیں رہنا چاہیئے۔"

"میں اسی لیے امریکا میں ہوں۔ فی الحال ہمیں مورینا کو چھپا رکھنا ہے۔ ابھی وہ میک اپ میں ہے۔ گیٹ اپ چینج کر دیا ہے۔ اب مجھے ایک خفیہ پناہ گاہ کی ضرورت ہے جو آپ ہی کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میرے پاس محفوظ اور بہترین پناہ گاہیں ہیں۔ سپر ماسٹر کا دھیان بھی کبھی ادھر نہیں جائے گا۔"

"میں ایسی ہی کسی پناہ گاہ میں مورینا کو چھپا دینا چاہتا ہوں۔"

"میں باس کو حکم دے رہا ہوں۔ وہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرے گا آپ کو مختلف پناہ گاہوں تک پہنچائے گا جو جگہ پسند ہو مورینا کو چھپا دیں۔"

"ماسک مین! اس سلسلے میں ایک بات کا تصفیہ ابھی ہو جانا چاہیے۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہم مشین کے معاملے میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ وہ مشین جس کے بھی ہاتھ آئے گی وہ قسمت کا دھنی ہو گا۔ دوسرے معاملات میں ہم دوست ہیں اور دوست رہیں گے لہٰذا مورینا کو جہاں بھی چھپا کر رکھوں اسے آپ اغوا نہیں کریں گے اور کسی دوسری جگہ مجھ سے چھپا کر نہیں رکھیں گے۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں کبھی آپ کو دھوکا نہیں دوں گا۔ مجھے ایسا کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ میرے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا آدمر موجود ہے۔"

مورینا کے سلسلے میں اس سے دھوکا نہیں ہو سکتا تھا اور اگر ہو بھی جاتا تو ہمیں ان حالات سے نمٹنا آتا ہے۔ یہ بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال مورینا کو چھپانے کے لیے ماسک مین کا تعاون لازمی تھا۔ اس نے پوچھا۔ "فرہاد صاحب! کیا ایس ماسٹر سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے؟"

"صرف اس کی آواز سنی ہے۔ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ سانس روک لیتا ہے۔"

"میں آپ کو اس کے گھر تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔"

میں نے جلدی سے پوچھا۔ "وہ کیسے؟ کیا آپ اسے جانتے ہیں؟"

"وہ شطرنج کا مانا ہوا کھلاڑی ہے۔ اس کے متعلق اتنی ہی معلومات ہیں کہ وہ بچپن سے شطرنج کھیلتا آ رہا ہے۔ یہ اس کا خاندانی مشغلہ ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن کے ذریعے اس کے ماضی تک پہنچ سکتا ہوں۔ میرے آدمی اس کے متعلق معلومات فراہم کر رہے ہیں کہ پچھلے تیس برس میں کتنے شطرنج کے مانے ہوئے کھلاڑی مختلف ٹورنامنٹ میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ ان کے نام اور پتے معلوم ہونے کے بعد ہم اس لائن پر چلیں گے کہ شطرنج کا کون سا کھلاڑی سیاست میں حصہ لیتا رہا ہے پھر رفتہ رفتہ امریکا کی سیاست میں بہت بڑا کردار ادا کرنے لگا ہے۔ ایسا ہی کوئی آدمی آج کا سپر ماسٹر ہے۔"

"آپ بہت دور تک معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس کے گھر تک مجھے پہنچا دیں گے۔ میں اس دن کا انتظار کروں گا۔ آپ اپنے باس کو حکم دیں کہ میرے لیے خفیہ اڈے، جانباز فائٹر اور ہیلی کاپٹر وغیرہ ہر دم تیار رکھے۔ کسی وقت بھی کسی چیز کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

میں نے مورینا کے پاس آکر دیکھا۔ وہ لباس تبدیل کر کے تیار ہو چکی تھی۔ میرا انتظار کر رہی تھی۔ آئینے کے سامنے گھوم گھوم کر دیکھ رہی تھی۔ خود کو ایک نئی دوشیزہ کے روپ میں دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "اسی کمرے میں انتظار کرو۔ میں تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر حاضر رہوں گا۔ اپنے معاملات نمٹاؤں گا۔ پھر تمہیں یہاں سے لے چلوں گا۔"

ہماری کار بہت پہلے ہی فلائنگ کلب کے قریب پہنچ گئی تھی۔ غلام باقی نے گاڑی روک دی تھی۔ وہ میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر کہا۔ "ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعے نہیں جائیں گے۔"

"پھر؟" پومی نے پوچھا۔ "کیا ہم شکاگو نہیں جائیں گے؟"

"نہیں۔ تم جانتی ہو، ایس ماسٹر یہاں جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس نے مورینا کو حراست میں لینے کے لیے پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو فرنانڈو کے ہاں بھیجا تھا۔ اگر ایک منٹ کی تاخیر ہو جاتی تو مورینا گرفتار ہو جاتی۔ اب وہ ایک ہوٹل میں ہے۔ میک اپ ہو چکا ہے۔ وہاں سے نکلنے کو تیار ہے لیکن ہم ہیلی کاپٹر استعمال کریں گے تو ایس ماسٹر کے سراغرساں ہم پر نظر رکھیں گے۔ وہ جانتے ہیں، فرنانڈو ہماری پشت پر ہے اور اس کے ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والے فرہاد کے ہی آدمی ہو سکتے ہیں۔"

میں نے پومی پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم اپنے چہرے پر تھوڑی سی تبدیلی کر لو اور لباس تبدیل کر لو۔"

غلام میرے حکم پر ڈکی سے ایک بیگ نکال کر لے آیا۔ میں نے کہا۔ "تم یہاں سے جاؤ، گھومتے پھرتے رہو۔ میں تم سے رابطہ قائم کروں گا۔ تم جہاں رہو گے وہاں تمہارے لیے گاڑی پہنچ جائے گی۔"

وہ چلا گیا۔ ہماری کار کے شیشے کلرڈ تھے۔ باہر والوں کو نظر نہیں آسکتا تھا اندر کیا ہو رہا ہے۔ ہمارے بیگ میں ریڈی میڈ میک اپ تھا۔ پومی نے سامان نکال کر میک اپ شروع کیا۔ آئینہ دیکھتے ہوئے اپنی بھوئیں ذرا موٹی کر لیں۔ آنکھوں کے دونوں کناروں کے پاس ایک پتلا سا ربڑ لگا لیا۔ یہ ربڑ چہرے کی جلد کو ایک طرف ذرا کھینچ لیتا تھا۔ اس طرح اس کی دونوں آنکھیں ذرا ذرا سی کھنچ گئیں۔ آنکھیں بدلنے سے انسان کا چہرہ بھی بڑی حد تک بدل جاتا ہے۔

اس نے ناک کے دونوں نتھنوں میں چھوٹے چھوٹے سے اسپرنگ لگائے جس سے ناک پھیل گئی۔ پھر اس نے بالوں کی وِگ اپنے سر پر رکھی۔ اِدھر میں نے اپنے چہرے پر مونچھ اور داڑھی کا اضافہ کیا۔ آنکھوں پر سیاہ گاگلز چڑھا لیے۔ جو کوٹ پہنا ہوا تھا، وہ دو رنگوں کا تھا۔ اگر اسے اُلٹ کر پہنا جاتا تو وہ نیلے رنگ کا ہو جاتا۔ پومی نے بیگ سے اپنا لباس نکالتے ہوئے کہا۔ "ادھر منہ کر دو۔"

میں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم کار سے نکلے تو کوئی ہمیں پہچان نہیں سکتا تھا۔ تہ خانے میں بہرام گنگولی کے ساتھ جتنے آدمیوں نے ہمیں دیکھا تھا، وہ بھی ہمیں دیکھ کر دھوکا کھا جاتے۔ جن سراغرسانوں کو ہمارا لباس اور حلیہ بتایا گیا تھا، وہ ہم تک پہنچ نہ پاتے۔ میں نے وہ بیگ سنبھال لیا تھا۔ ہم پیدل چل رہے تھے۔ پومی نے پوچھا۔ "کتنی دور جائیں گے؟"

میں نے کہا۔ "ایک گاڑی آنے والی ہے۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے ماسک مین سے کہہ دیا تھا۔ فلائنگ کلب سے دو فرلانگ کے فاصلے پر وہ گاڑی کھڑی ہو گی۔ اس کا رنگ اور نمبر مجھے معلوم ہے۔"

میں نے چلتے ہوئے غلام باقی کو مخاطب کیا اور پوچھا۔ "تم جہاں ہو، وہاں کی اہم نشانی بتاؤ اور انتظار کرو۔"

"اس وقت میں ایلائنز تھیٹر کے سامنے ہوں۔"

"وہیں رک جاؤ۔"

میں نے ریڈ پاور کے باس سے کہا۔ "میرا شاگرد ساتھی ایلائنز تھیٹر کے پاس کھڑا ہوا ہے۔ وہاں گاڑی بھیج دو۔"

اس نے مجھے گاڑی کا رنگ اور نمبر بتایا جو میں نے غلام باقی کو بتا دیا۔ اس وقت تک ہم اپنی کار کے پاس پہنچ گئے تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تم ڈرائیو کرو گی۔"

اس نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھائی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے غلام باقی کو مخاطب کیا لیکن زبان سے بھی بولتا رہا تاکہ پومی سن لے۔ میں نے اس سے کہا۔ "اس شہر سے سات میل دور ہائی وے پر گوگو ہوٹل ہے۔ تم اس ہوٹل کے سامنے گاڑی روک کر گاڑی ہی میں بیٹھے رہو گے۔ ایک شخص آکر تمہاری گاڑی کا دروازہ کھولے گا۔ پھر تمہیں ہوٹل کے کمرے میں پہنچا دے گا۔ کمرے میں دو چار لوگ ہوں گے جو تمہارا حلیہ تبدیل کریں گے اور تمہیں چور دروازے سے باہر کر دیں گے۔ ہم بھی وہیں پہنچ رہے ہیں۔ وہاں کے دوسرے کمرے میں ہمارا بھی حلیہ تبدیل کیا جائے گا۔ ہم بھی چور دروازے سے نکلیں گے۔"

میں نے پومی کی طرف دیکھا۔ وہ بولی۔ "میں اسی طرف جا رہی ہوں۔"

"ذرا سست رفتاری سے چلو، میں ابھی مورینا کے ساتھ رہوں گا۔ گوگو ہوٹل کے سامنے پہنچ کر مجھ سے مخاطب ہو سکتی ہو۔"

میں نے مورینا کے پاس آکر کہا "یہاں سے نکلو۔ کمرے کا دروازہ بند کرنا' لاک نہ کرنا۔ چابی وہیں چھوڑ دو۔"

"چابی تو کاؤنٹر پر جمع کی جاتی ہے۔"

"تم وہ مورینا نہیں ہو جو کاؤنٹر سے چابی لے کر کمرے میں آئی تھی' تم کوئی وزیٹر ہو۔ کسی سے ملنے آئی تھیں' اب واپس جارہی ہو۔ تم سے کوئی چابی کے متعلق نہیں پوچھے گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "اوہ گاڈ' میں بھول ہی گئی تھی کہ میں کوئی دوسری لڑکی بن گئی ہوں۔"

وہ کمرے سے نکل آئی پھر لفٹ میں پہنچی۔ وہاں سے گراؤنڈ فلور پر آئی۔ لفٹ سے نکلنے کے بعد کاؤنٹر کے قریب پہنچتے ہوئے بولی "کوئی مجھے پہچان تو نہیں لے گا؟"

"تم اندر سے مورینا ہو اس لیے اندیشے میں مبتلا ہو۔ تمھیں میک اپ کرنے اور روپ بدلتے رہنے کی عادت ہو جائے گی تو بڑی دلیری سے کسی بھی جان پہچان والے کے سامنے کھڑے ہو کر گفتگو کرو گی۔ نہ تمھیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ تمھیں پہچان سکے گا۔ آج بھی کوئی نہیں پہچان سکتا۔ دیکھو' میں نے تمھیں باتوں میں لگا کر کاؤنٹر کے پاس سے گزار دیا ہے۔ تم باہر آگئی ہو۔ اب آگے بڑھ کر پارکنگ ایریا میں دیکھو۔ ایک سفید رنگ کی کار کے پاس ہلکی نیلی وردی پہنے ہوئے ایک ڈرائیور ہے۔ تم اس کے سامنے پہنچو' وہ تمھارے لیے گاڑی کا دروازہ کھول دے گا۔"

اس نے ایسا ہی کیا۔ جیسے ہی اس کے قریب پہنچی' ڈرائیور نے ادب سے سلام کیا۔ پھر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ بیٹھتے ہوئے بولی "اوہ فرہاد! یہ سب کہانیوں جیسا لگ رہا ہے' یوں لگتا ہے جیسے میں کوئی جاسوسہ ہوں اور دشمنوں سے چھپتی پھر رہی ہوں۔ بڑا مزہ آرہا ہے۔"

"یہی ہو رہا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ کہانی نہیں' تمھاری زندگی کی حقیقت ہے۔"

"میں کہاں جارہی ہوں۔ یہ کس کی کار ہے۔ تم اتنی جلدی سارے انتظامات کیسے کر لیتے ہو؟"

"یہ باتیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائیں گی۔ ابھی کام کی بات سنو۔ یہ کار تمھیں فلائنگ کلب پہنچائے گی۔ وہاں دو شخص تمھاری گاڑی کے پاس آئیں گے' کار کا دروازہ کھولیں گے۔ تم ان کے ساتھ چلی جانا۔ وہ تمھیں ہیلی کاپٹر میں کہیں لے جائیں گے۔"

"کہاں لے جائیں گے؟ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"تم اپنے دماغ کے دروازے میرے لیے کھلے رکھو گی تو میں تمھاری نگرانی کرتا رہوں گا۔ تمھیں جہاں لے جایا جارہا ہے' مجھے اس جگہ کا علم نہیں ہے۔ میں تمھارے ہی ذریعے وہاں کا پتا ٹھکانا معلوم کرسکتا ہوں۔"

"یعنی ڈرنے کی بات نہیں ہے؟"

"پلیز! اپنے دل سے ڈر نکال دو۔ تم نے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے اپنے لیے ایسی زندگی گزارنے کا راستہ اختیار کرلیا ہے جس پر چلنا اب تمھارے اختیار میں نہیں ہے۔ حالات تمھیں کہیں سے کہیں پہنچاتے رہیں گے' تم کب تک ڈرتی رہو گی؟"

گاڑی ایک فلائنگ کلب کے پاس پہنچ کر رک گئی۔ دو شخص گاڑی کے پاس آئے۔ ایک نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ مورینا باہر آئی۔ انھوں نے ادب سے سلام کیا اور آگے جانے لگے۔ وہ ان کے پیچھے چلنے لگی۔ تینوں ہیلی کاپٹر میں سوار ہوگئے' اسی وقت لوبی نے مخاطب کیا۔ میں نے کہا "مورینا! میں تمھارے پاس آتا رہوں گا۔ تمھیں پھر سمجھاتا ہوں۔ اپنے دل سے ڈر نکال دو۔ وہ لیبرٹی کر رہی ہو۔ میں بہت جلد غلام باقی کو تمھارے پاس پہنچا دوں گا۔"

میں اسے تسلیاں دے کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ہماری کار گوگو ہوٹل کے سامنے رکی ہوئی تھی۔ ایک شخص نے آکر دروازہ کھولا' ہم کار سے باہر آئے۔ پھر اس کے ساتھ چلتے ہوئے ہوٹل کے اندر پہنچے۔ وہاں سے لفٹ کے ذریعے چوتھی منزل پر پہنچ کر ایک کمرے میں داخل ہوگئے۔ کمرے کا دروازہ بند کردیا گیا۔

ہر کام سہولت سے مگر تیزی سے ہوتا جارہا تھا۔ وہاں میک اپ کا سامان اور ہمارے لیے مختلف لباس رکھے ہوئے تھے۔ میک اپ کرنے والے بھی موجود تھے۔ ایک شخص نے جوان جوڑے کی تصویریں دکھائیں۔ ان کی تصویریں مختلف زاویوں سے اتاری گئی تھیں۔ ان کے مطابق ہمارا میک اپ شروع ہوگیا۔ اس نے کہا "جناب! ان دونوں کی آوازوں کا کیسٹ بھی ہے۔ کیا آپ سننا چاہیں گے؟"

"تھوڑی دیر بعد سنوں گا۔ پھر ان کے متعلق سب کچھ معلوم کر لوں گا۔ تم جو کچھ جانتے ہو وہ بتاؤ۔"

اس نے بتایا "لڑکی کا نام انا میریا ہے اور جوان کا نام جے والٹر ہے۔ یہ دونوں کیپ ٹاؤن کے رہنے والے ہیں۔ کل ان کی شادی ہوئی ہے' انھوں نے ہنی مون منانے کے لیے نیاگرا آبشار کے پاس ایک کاٹیج ریزرو کرایا تھا۔ ان کا تعلق ریڈ پاور سے ہے۔ ہمارے باس نے انھیں نیویارک بلالیا ہے' جب آپ نیاگرا کے کاٹیج میں پہنچیں گے تو ان کا میرج سرٹیفکیٹ اور ان سے تعلق رکھنے والے تمام اہم کاغذات وہاں موجود ہوں گے۔"

میں نے لوبی سے کہا "میں مورینا کی خبر لیتا رہوں گا۔ تم انا میریا کی آواز سنو تاکہ اس کا لب و لہجہ اور گفتگو کا انداز اختیار کرسکو۔ میں باقی معلومات اس کے دماغ سے حاصل کرلوں گا۔"

اس شخص نے ریکارڈر قریب لاکر رکھا۔ اس میں انا میریا کی آواز کا کیسٹ لگایا۔ پھر اسے آن کردیا۔ میں نے مورینا کے دماغ میں جھانک کر دیکھا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں سفر کر رہی تھی۔ مجھے دماغ میں محسوس کرکے مسکرانے لگی۔ میں نے کہا "تمھاری مسکراہٹ بتا رہی ہے' دل سے ڈر نکل گیا ہے۔"

وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی "دراصل میں نے ایسی زندگی کبھی نہیں گزاری۔ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی' ایسے حالات سے دو چار ہونا پڑے گا۔ تم لوگوں کی طرح میرا دل بھی رفتہ رفتہ مضبوط ہو جائے گا۔ باقی کہاں ہے؟"

"اس کا حلیہ بھی بدل گیا ہے۔ وہ بہت جلد تم سے ملے گا۔"

"میں نے ایک آدھ بار اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ وہ سانس روک لیتا ہے۔ فی الحال کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ اسی لیے تو میں نے بھی اپنے دماغ کو تمھارے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہے۔ پھر وہ میرا راستہ کیوں روکتا ہے؟"

"وہ صرف میرے کوڈ ورڈز سن کر دماغ کے دروازے کھولتا ہے۔ میں اسے سمجھا دیتا ہوں۔ تم چند سیکنڈ بعد اس سے سوچ کے ذریعے گفتگو کرسکو گی۔"

میں نے غلام باقی سے پوچھا "کیا تم مورینا کو بھی دماغ میں نہیں آنے دیتے ہو؟"

"آپ نے میرے اور اس کے درمیان کوڈ ورڈز مقرر نہیں کیے ہیں' اس لیے احتیاطاً سانس روک لیتا ہوں۔"

"فی الحال کوئی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے۔ تم مورینا کے ساتھ کوڈ ورڈز مقرر کرلو' اس کے مطابق سوچ کے ذریعے گفتگو کرو۔"

میں اسے سمجھا کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ہمارے چہروں پر میک اپ ہو رہا تھا۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ ریکارڈر سے ابھرنے والی انا میریا کی آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ میں وہ آواز سنتے سنتے اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ کل ہی دلہن بنی تھی۔ اپنے دلہا کے ساتھ تھی۔ میں فوراً واپس آگیا۔

میں نے آنکھیں کھول کر آئینے میں دیکھا۔ میک اپ کرنے والے بڑی مہارت سے چہرہ تبدیل کر رہے تھے۔ میں تصویر کے مطابق جے والٹر بنتا جارہا تھا۔ لوبی تقریباً انا میریا بن چکی تھی۔ میں ریڈ پاور کے باس کے پاس گیا۔ وہ اس بنگلے میں تھا جہاں مورینا پہنچنے والی تھی۔ میرے مخاطب کرنے پر اس نے کہا "جناب! ابھی میرے آدمیوں نے اطلاع دی ہے' مس مورینا کا جو بوائے فرینڈ ہے' وہ نیگرو ہے۔"

"ہاں' یہ میں بتانا بھول گیا تھا۔"

"اس کا نیگرو ہونا ہمارے لیے پرابلم پیدا کرے گا۔ آپ جانتے ہیں' یہاں آئے دن نسلی فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ گورے لوگوں کو کالوں سے عداوت ہے اور کالوں کو گوروں سے نفرت ہے۔ ریڈ پاور کی ایک بہت ہی قابل عورت لیڈی ہیلنا اس بنگلے میں رہتی تھی۔ اس کا ایک جوان عاشق تھا۔ ہم نے سوچا تھا' مورینا اور اس کے بوائے فرینڈ کو اسی روپ میں یہاں رکھیں گے۔"

"میں دشواری سمجھ گیا۔ لیڈی ہیلنا کا فرینڈ گوری چمڑی والا ہے لہٰذا میرا ساتھی غلام باقی وہاں مورینا کے ساتھ بنگلے میں نہیں رہ سکے گا۔"

"بنگلے کے کوارٹر میں تین نیگرو ملازم ہیں جن میں ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔ ہم اس مرد کی جگہ غلام باقی کو ایڈجسٹ کرسکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' یہی سہی۔"

"آپ غلام باقی اور مورینا کو سمجھا دیجیے۔ اس علاقے میں وہ مالکہ اور ملازم کی حیثیت سے رہیں گے۔ ان میں بے تکلفی ہوئی یا کسی کو شبہ ہوا کہ ایک گوری عورت کسی کالے آدمی کے ساتھ رہتی ہے تو یہاں بھی فسادات شروع ہو جائیں گے۔"

میں نے کہا "یہ بڑا پرابلم ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے دیوانے ہیں اور کوئی بھی غلطی کرسکتے ہیں۔ میں کہاں تک ان کی نگرانی کروں گا۔"

وہ کچھ سوچ کر بولا "نسلی فسادات انگلینڈ اور امریکا میں ہوتے ہیں۔ کیا مورینا کسی دوسرے ملک میں نہیں رہ سکتی؟"

میں نے مورینا کے پاس پہنچ کر پوچھا "موجودہ حالات میں تمھارا ایک نیگرو کے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے۔ کیا تم غلام باقی کے ساتھ پیرس جاسکتی ہو؟"

وہ خوش ہو کر بولی "ضرور جاؤں گی۔"

میں نے ریڈ پاور کے باس سے کہا "آپ دونوں کو پیرس روانہ کردیجیے۔"

"میں انتظامات کر رہا ہوں۔ غلام باقی سے کہہ دیجیے' میرے آدمیوں کے ساتھ نیویارک چلا آئے۔ مورینا بھی یہاں پہنچ جائے گی۔"

میں نے غلام باقی سے کہہ دیا' اسے نیویارک جانا ہے۔ ادھر ہمارا میک اپ ہوچکا تھا۔ لوبی کے سامنے انا میریا کی تصویریں تھیں اور میرے سامنے جے والٹر کی۔ ہم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ہر زاویے سے کبھی تصویروں کو دیکھ رہے تھے اور کبھی اپنے آپ کو۔ پھر میں نے اطمینان ظاہر کیا۔ اسی وقت دماغ میں سوچ کی لہر محسوس ہوئی' رسونتی کی آواز سنائی دی "فرہاد! تمھیں معلوم ہے' میں نے اسرائیلی حکام کو چیلنج کیا ہے۔ تین گھنٹے گزر چکے ہیں' باقی تین گھنٹوں میں ہیں ہر اس شخص کے دماغ تک پہنچنا ہے جس کے ذریعے ہم انھیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا سکیں۔"

"اب تک تم نے اور شیبا نے کچھ نہ کچھ تو کیا ہی ہوگا؟"

"ہم بہت ہی اہم لوگوں کے دماغوں تک پہنچ چکے ہیں۔

اس کے باوجود ابھی بہت کچھ کرنا ہے' یہاں تمہاری موجودگی ضروری ہے۔ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر میرے بیٹے کے پاس آؤ۔"

"میں سونیا کے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

سونیا کا دماغ ہم تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا مرکز بن گیا۔ میں نے پوچھا "رسونتی نے جو چیلنج کیا ہے' اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

"اور دو چار گھنٹے بعد آکر پوچھتے تو اچھا ہوتا۔ جب اس نے اتنا بڑا چیلنج کیا تھا تو تمہیں فوراً میرے پاس آنا چاہیے تھا۔ یہ نہ کہنا بُری طرح مصروف تھے۔ یہ سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تم کیا کر رہے تھے؟"

"عیاشی کر رہا تھا۔"

"منہ پھلا کے جواب دے رہے ہو؟"

"کام کی بات کرو۔"

رسونتی نے کہا "فرہاد! اس وقت یہ باتیں اچھی نہیں ہیں۔"

"تم عورتوں کو جو کرنا ہے' وہ کرتی رہو۔ مجھے جو کرنا ہوگا' کروں گا۔"

"سونیا کی بات پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ اکثر لوگ ایسے ہی مصروف ہو کر اپنی اولاد سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کے لیے تم کس طرح دن رات مصروف رہتے ہو لیکن اس سے بھی اہم بیٹا ہے۔"

"بیٹے کا حوالہ نہ دو۔ آج تک اسی لیے گھریلو زندگی نہ گزار سکا۔ دشمن حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر میں تمہاری طرح بیٹے سے لگا رہ سکتا تو ایک گھر بھی بنا سکتا تھا۔ بہرحال بحث میں وقت ضائع نہ کرو۔ میرا خیال ہے' مالک مین کے آدمیوں کے ذریعے تم اور شیبا اہم افسران تک پہنچ چکی ہو۔"

"ہم ایسا کر چکے ہیں لیکن سونیا کہتی ہے' چھ گھنٹے سے پہلے ہی میرے مطالبات تسلیم کر لیے جائیں گے۔ میرے بیٹے کو یہاں سے جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔"

میں نے کہا "یہ بڑی بی بڑی اللہ والی ہیں۔ ان کی پیشگوئیاں ہمیشہ درست ہوتی ہیں۔ پھر گھبرانے کی کیا بات ہے؟"

میری بات ختم ہوتے ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ سونیا نے کہا "کم ان۔"

دروازہ کھلا۔ وہاں دو فوجی افسر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا "مادام! ہم دوستی کے نئے جذبے سے آئے ہیں۔ کیا آپ ہال میں چلنا پسند کریں گی جو وہاں نئے سرے سے گفتگو ہوگی۔ آپ کو ماسٹر پارس کے ساتھ یہاں سے روانہ کر دیا جائے گا۔"

اس نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ میں تمہاری کسی میٹنگ میں شریک نہیں ہو سکتی۔ پہلے پارس کو یہاں سے لے جاؤں گی' اس کے بعد میرے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری میٹنگ میں شریک ہوں گے۔"

دونوں افسران نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ جانا چاہتے تھے۔ سونیا نے کہا "اپنے پردہ نشین اعلیٰ افسران سے کہہ دیں' بابا فرید واسطی صاحب کے ادارے سے ایک چارٹرڈ طیارہ یہاں آئے گا۔ ہم اس میں جائیں گے چونکہ ہمارے درمیان اعتماد کا فقدان ہے لہٰذا ہم تمہارے طیارے میں سفر نہیں کریں گے۔"

دونوں افسران چلے گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ سونیا نے کہا "رسونتی! اپنے صاحب سے کہو کہ بڑی بی بی کی پیشگوئی درست ہے۔ میں کوئی کمال نہیں کرتی۔ حالات کا جائزہ لے کر بات کرتی ہوں۔ اب سے پہلے بھی ہم نے ایک بہت بڑا چیلنج کیا تھا۔ اس کے مطابق تل ابیب کے جنریٹر کو بم کے دھماکوں سے اڑا دیا تھا جس کے نتیجے میں پورا شہر تاریکی میں ڈوبا رہا۔ عجیب طرح کی دہشت پھیل گئی تھی۔ وہ پھر ایسا نہیں چاہیں گے۔ سیدھی سی بات ہے' دنیا کا کوئی ملک ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے اپنے اہم راز چھپا کر نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہمارے گروپ میں خیال خوانی کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک کو ہلاک کریں گے تو باقی خیال خوانی کرنے والے پورے ملک میں زلزلہ پیدا کر دیں گے۔ بائی دی وے' تمہارے بڑے صاحب کو میری پیشگوئی سے بہت دکھ پہنچا ہے۔"

میں نے کہا "بڑھاپے میں یہ علم کام آئے گا۔ ایک طوطے کے ساتھ دکان کھول کر بیٹھ جانا۔ خاصی آمدنی ہوگی۔"

رسونتی نے پوچھا "کیا تم دونوں لڑتے ہی رہو گے۔ کوئی کام کی بات نہیں کرو گے؟"

سونیا نے کہا "کام کی بات ہمارے دشمن کر رہے ہیں۔"

دروازے پر دستک سنائی دی۔ سونیا نے کہا "دیکھا۔ پھر کام کی بات کرنے آگئے۔" پھر اونچی آواز میں بولی "کم ان۔"

دروازہ کھلا۔ وہی دو فوجی افسر نظر آئے' ان میں سے ایک نے کہا "مادام! آپ خاص طیارہ منگوا سکتی ہیں۔ جب چاہے جا سکتی ہیں لیکن طیارے کے آنے تک ہماری میٹنگ میں شریک ہو جائیں۔ پلیز' انکار نہ کریں۔"

سونیا نے کہا "میٹنگ میں جتنے حضرات شریک ہوتے ہیں' وہ سب نمائشی ہوتے ہیں۔ نہ ان کی باتوں میں کوئی وزن ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے طور پر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ فیصلہ کرنے والے صاحب پردہ کے پیچھے رہتے ہیں۔ ان سے کہو۔ اتنے بڑے ہال میں میٹنگ کرنا' ہماری آوازیں ریکارڈ کرنا اور کیمروں کے ذریعے دستاویزی فلم تیار کرنا فضول سی باتیں ہیں۔ اگر ضروری بات کرنا چاہتے ہیں تو وہ

چھپ کر بھی کمپیوٹر کے ذریعے کر سکتے ہیں۔ یہاں میرے سامنے مائک اور مانیٹر ٹی وی رکھ دیا جائے۔ جب میں چلی جاؤں گی تو فرہاد' رسونتی اور شیبا کسی ڈمی کے ذریعے اسی طرح گفتگو کر لیں گے۔"

وہ افسر پھر چلے گئے۔ اس دوران رسونتی نے جناب شیخ الفلدین سے کہہ دیا تھا کہ طیارہ وہاں سے روانہ کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد فوجی جوانوں نے سونیا کے کمرے میں مائک اور مانیٹر ٹی وی لا کر رکھ دیا۔ میں نے بیزار ہو کر کہا "ان لوگوں کو میٹنگ کرنے کی بیماری لگ گئی ہے۔ پتا نہیں' اب کیا بکواس کرنا چاہتے ہیں۔"

انھوں نے مائک کو سونیا کے سامنے رکھا' اس سے کچھ فاصلے پر ٹی وی رکھ دیا گیا۔ پھر اسے آن کر کے کمرے سے باہر چلے گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ سونیا نے مائک کو آن کرنے کے بعد کہا "ہیلو' میں اپنی آواز سنا سکتی ہوں۔ آپ فرمائیں' کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

اسکرین پر جواب موصول ہونے لگا "مادام سونیا! ہم آپ کے ذریعے فرہاد' رسونتی اور شیبا سے معذرت چاہتے ہیں۔ پچھلی میٹنگ میں ہمارے درمیان تلخیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ہمارے درمیان جو بے اعتمادی ہے' اس سے ہم دونوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہمیں بہت زیادہ نقصان پہنچتا بلکہ ناقابل تلافی نقصان پہنچتا اور آپ لوگوں کا نقصان بہت کم ہوتا۔ پھر بھی نقصان زیادہ ہو یا کم' نقصان ہی ہوتا ہے۔"

اسکرین پر وہ جوابی تحریریں مٹ گئیں۔ اب دوسری تحریریں ابھرنے لگیں "آپ نے ہمارا فیصلہ سن لیا ہے۔ آپ ماسٹر پارس کو جب چاہیں یہاں سے لے جا سکتی ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم آپ پر بھرپور اعتماد کر رہے ہیں۔ کیا آپ کی جانب سے بھی ایسا ہی کیا جائے گا؟"

سونیا نے کہا "بیشک' ہم زبان کے پابند ہیں۔ جو کہتے ہیں' وہ ضرور کرتے ہیں۔ کل شام تک شیبا یہاں پہنچ جائے گی۔ بائی دی وے' دو طرفہ اعتماد یونہی قائم نہیں ہوتا' جب تک طاقت کا توازن نہ ہو' کسی کو کسی سے خوف نہ ہو' دوستی کے معاملے میں لچک پیدا نہیں ہوتی۔"

ابھی ٹی وی اسکرین سادہ تھا کیونکہ سونیا بول رہی تھی' دوسری طرف وہ سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہی تھی "ہمارا آپ کا معاملہ مختلف ہے۔ آپ طاقت کا توازن چاہتے تھے۔ اس لیے پارس کو' مجھ کو اور شیبا وغیرہ کو یہاں رکھنا چاہتے تھے تاکہ ہم قیدی مہمان بن کر رہیں۔ ہمارے اطراف اتنا سخت پہرا ہو کہ ہم یہاں کی سرحد پار نہ کر سکیں اور آپ اپنی باتیں ہم سے منوا سکیں۔ بہرحال' آپ نے دیکھ لیا۔ رسونتی جیسی ممتا کی ماری عورت نے اپنے بیٹے کو قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ میں بھی جان دینے کو تیار تھی لیکن یہ طاقت کا توازن نہیں تھا۔ ہم صرف دو تھے اور یہاں تمہاری پوری قوم نیست و نابود ہونے والی تھی۔ لہٰذا آئندہ اس بات کو یاد رکھنا کہ اعتماد خوف سے پیدا ہوا ہے' دوستانہ جذبے سے نہیں۔"

اسکرین پر جواب موصول ہونے لگا۔ وہاں لکھا تھا "آپ کی باتیں بڑی تلخ ہیں مگر ہم حقیقت سے انکار نہیں کریں گے۔ ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ وعدے کے مطابق کل شام تک مس شیبا یہاں تشریف لائیں گی۔ کیا ہم ان کے لیے خصوصی طیارہ روانہ کر دیں؟"

"جی ہاں' شیبا کو اپنی قومی ایئرلائن کے طیارے میں سفر کرتے ہوئے خوشی ہوگی۔ آپ اسے انقرہ بھیج دیں۔"

میں نے کہا "اب سارے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ میری ضرورت نہیں رہی۔ میں جا رہا ہوں۔ کوئی اہم بات ہو تو بلا لینا۔"

میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ ہم نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ میرے سامنے انا میریا کھڑی ہوئی تھی اور پومی کے سامنے جے والٹر دکھائی دے رہا تھا۔ ہمارے لیے جو سوٹ کیس لائے گئے تھے' انھیں کھول کر دیکھا۔ میرے سوٹ کیس میں بہترین جوڑے اور میری ضرورت کا سامان تھا' اسی طرح پومی کے لیے الگ سوٹ کیس میں بہترین ملبوسات اور ضرورت کی چیزیں تھیں۔ ہم ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکل کر ایک کار میں بیٹھ گئے' وہاں سے ہمارا نیا سفر شروع ہو گیا۔

ادھر سونیا کو اپنے چارٹرڈ طیارے کے لیے ساڑھے تین گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا۔ جب اطلاع دی گئی کہ طیارہ پہنچ گیا ہے تو وہ پارس کے ساتھ ایک کار میں آکر بیٹھ گئی۔ منگل پانڈے کو وہاں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب اسے شیبا کے ہمراہ آنے والے پارس کے ساتھ رہنا تھا۔ شیبا' سونیا' رسونتی اور پارس کے دماغوں میں موجود تھیں تاکہ کوئی خطرے کی بات ہو تو فوراً بچاؤ کی تدبیر کی جا سکے۔

جب وہ پارس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہوئی' تب ہی شیبا نے گھبرا کر کہا "میں جا رہی ہوں۔ یہاں قلعے میں اچانک فائرنگ شروع ہو گئی ہے۔"

وہ چلی گئی۔ ذرا دیر بعد آکر بولی "سونیا! رسونتی! یہاں خطرہ ہے۔ ہمارے قیصری قلعے پر حملہ ہوا ہے۔ کئی ہیلی کاپٹر زبردست وار کر رہے ہیں اور پیرا شوٹس کے ذریعے حملہ آور قلعے کے اندر اتر رہے ہیں۔"

سونیا نے کہا "اوہ خدایا! یہ کیا ہو گیا۔ دیکھو شیبا! تمہاری کامیابی یہی ہوگی کہ تم اپنے حواس میں رہو۔ اگر بدحواسی کا مظاہرہ کیا تو دشمن غالب آجائیں گے اور رسونتی! اسرائیلی افسران کو یہ پتا نہ چلے کہ شیبا پر کیا افتاد آپڑی ہے ورنہ وہ یہی سوچیں گے کہ یہ کل یہاں نہیں آسکے گی۔ لہٰذا مجھے اور پارس کو روک لیا جائے گا۔"

شیبا چلی گئی۔ رسونتی نے کہا "میں تمہیں اور پارس کو چند سیکنڈ کے لیے چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ ابھی آتی ہوں۔"

وہ میرے پاس آکر بولی "شیبا خطرے میں ہے۔ اس کے

قلعے پر اچانک بڑے پیمانے پر حملہ کیا گیا ہے۔ تم فوراً وہاں پہنچو۔"

وہ اطلاع دے کر چلی گئی۔ میں پارس اول کے دماغ میں پہنچ گیا۔ تڑاتڑ فائرنگ کی آوازیں آرہی تھیں۔ اسپیکر کے ذریعے آمنہ بول رہی تھی: "شیبا! جوجو اور پارس کو لے کر اپنے بیڈروم میں رہو۔ خطرہ بڑھتے ہی چور دروازے سے نکل جانا۔"

شیبا نے آمنہ کے دماغ میں پہنچ کر کہا "میں بزدل نہیں ہوں۔ تمھیں خطرے میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ جوجو اور پارس میرے بیڈروم میں محفوظ ہیں۔ میں خیال خوانی کے ذریعے دیکھ رہی ہوں، کہاں کیا ہو رہا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "دیکھو، سانس نہ روکنا، میں معلوم کرنا چاہتا ہوں، آخر یہاں کیا ہو رہا ہے اور یہ کون لوگ ہیں۔ تمھارے ذریعے چند لوگوں تک پہنچنے کے بعد دماغ سے چلا جاؤں گا۔"

وہ بالکونی میں آکر دیوار کی آڑ سے دیکھنے لگی۔ باہر تاریکی میں اچھی طرح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ قلعے کے اندر اچھی خاصی روشنی کا انتظام تھا لیکن آمنہ نے مکمل اندھیرا کرا دیا تھا۔ بہت سے پیراشوٹ سے اترنے والے زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی گولیوں کا نشانہ بن گئے تھے مگر کچھ ایسے بھی تھے جو صحیح سلامت اتر آئے تھے۔ شیبا کے مسلح آدمیوں سے ان کا باقاعدہ مقابلہ ہو رہا تھا۔ پارس اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور جوجو کو جھنجوڑ کر جگانا چاہتا تھا۔ شیبا نے پلٹ کر کہا۔ "اسے سونے دو۔"

میں نے حیرانی سے کہا "کیا تم ان حالات میں جوجو کو سلائے رکھنا چاہتی ہو؟"

"مجبوری ہے۔ میں نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہ دو گھنٹے کی نیند پوری کرے گی۔"

"یہ عمل کیوں کیا تھا؟"

"سونیا کا مشورہ تھا۔ میں ابھی تفصیل بتا نہیں سکتی۔"

وہ دوڑتی ہوئی پارس کے پاس آئی پھر آمنہ کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "جوجو کا کیا ہوگا؟"

آمنہ نے کہا "اسے سونے دو۔ تم پارس کو لے کر تہ خانے میں چلی جاؤ۔ حالات بگڑیں گے تو میں جوجو کو لے کر وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

شیبا نے کہا "تم مجھے کیوں بھگانا چاہتی ہو۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمھیں تنہا چھوڑ دوں گی؟"

"شیبا! حالات کو سمجھا کرو۔ تم تہ خانے میں رہ کر بھی خیال خوانی کے ذریعے دشمنوں سے لڑ سکتی ہو۔ میرا ان کے روبرو رہ کر جنگ کرنا لازمی ہے۔ ہم دونوں میں بہت فرق ہے۔ جو کہہ رہی ہوں، وہ کرو۔ اس وقت تمھارا دماغ کام نہیں کرے گا۔"

میں نے کہا "آمنہ درست کہہ رہی ہے۔ تم پارس کو لے کر تہ خانے میں جاؤ۔ میں آمنہ کے ساتھ رہوں گا اور جوجو کی حفاظت کروں گا۔"

میں آمنہ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سانس روکنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "میں فرہاد ہوں۔ کوئی بھی دشمن مقابلے پر آئے تو اس پر گولی چلانے سے پہلے کسی طرح بولنے پر مجبور کرنا۔"

وہ ایک تاریخی قلعہ تھا۔ اس کے چاروں طرف بہت اونچی اور مضبوط دیواریں تھیں۔ پہلے زمانے کی توپ کے گولے ان دیواروں کو توڑ نہیں سکتے تھے۔ اس کے باوجود وہ قلعہ پہلے زمانے کی چیز تھا۔ اب یہ مضبوط دیواریں کسی کام نہیں آتیں۔ دشمن طیاروں اور ہیلی کاپٹر سے آتے ہیں اور پیراشوٹ کے ذریعے اندر پہنچ جاتے ہیں۔

آمنہ میری ہدایت پر عمل کرنا چاہتی تھی لیکن دشمن موقع نہیں دے رہے تھے۔ وہ کسی طرح شیبا کے جانبازوں کا محاصرہ توڑ کر اس محل نما کوٹھی میں داخل ہونا چاہتے تھے جہاں شیبا نے پارس، جوجو اور آمنہ کے ساتھ رہائش اختیار کی ہوئی تھی۔ ان کے انداز سے پتا چل رہا تھا وہ شیبا یا پارس یا دونوں کو اغوا کرنا چاہتے ہیں یا دونوں کو ختم کر دینا چاہتے ہیں تاکہ ایک ٹیلی پیتھی کی قوت کم ہو یا پھر پارس کو اغوا کرکے وہ ہمارے لیے دشواریاں پیدا کرنا چاہتے تھے۔

پیراشوٹ سے اترنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ بہت زبردست حملہ تھا۔ جانباز گولی کھا کھا کر گر رہے تھے۔ کچھ زخمی ہو رہے تھے، کچھ مر رہے تھے۔ میں نے کہا "آمنہ! فوراً اندر جاؤ۔ دشمن غالب آ رہے ہیں۔ جوجو کو اٹھا کر لے چلو۔"

وہ دوڑتی ہوئی کوٹھی کے بیرونی دروازے تک آئی۔ اسی کی طرف تڑاتڑ فائرنگ ہونے لگی۔ وہ اوندھے منہ گر پڑی۔ پھر فرش پر رینگتی ہوئی جانے لگی مگر حملہ آور بھی دوڑتے آرہے تھے۔ وہ پھر اٹھ کر بھاگنے لگی۔ مصیبت یہ تھی کہ اب تک کسی بھی حملہ آور کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ ظاہر ہے، وہ شیبا جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کے قلعے پر حملہ کرنے آئے تھے، وہ دم توڑتے وقت بھی آواز نہ نکالنے کی کوشش کرتے اور اسی میں ان کی کامیابی تھی۔

آمنہ ان سے آگے نکل گئی تھی۔ ایک کمرے میں جاکر اس نے الماری کو پوری طاقت سے دھکیل کر گرا دیا۔ پھر اس کے پیچھے بیٹھ کر آنے والوں پر گولیاں چلانے لگی۔ یکے بعد دیگرے کئی حملہ آور گولیاں کھا کر گرے، جو بچے وہ دائیں بائیں چھٹ گئے۔ کوٹھی کے دوسرے حصے سے گزرتے ہوئے شیبا وغیرہ کو تلاش کرنے لگے۔

آمنہ وہاں سے اٹھ کر تیزی سے چلتی ہوئی بیڈروم میں پہنچی۔ جوجو آنکھیں بند کیے بے خبر سو رہی تھی۔ اس نے اسٹین گن کو شانے سے لٹکایا اور اس کی طرف بڑھی تاکہ اسے کاندھے پر لاد کر چور دروازے کی طرف چلی جائے۔ اسی وقت ٹھائیں سے گولی چلنے کی

آواز سنائی دی۔ آمنہ کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ اچھل کر فرش پر گر پڑی۔ پھر جلدی سے سنبھلنے کی کوشش کی۔ گولی کا زخم اچھے اچھوں کو مار ڈالتا ہے۔ یہ غنیمت تھا کہ گولی بازو کو چھیدتی ہوئی گزر گئی تھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ کے سہارے اٹھنے کی کوشش کی پھر دوسری گولی لگی۔ وہ تڑپ کر ذرا اچھلی۔ پھر فرش پر گر پڑی۔ آنے والے چھ تھے۔ ان میں سے ایک نے جیب سے ایک بڑی سی تصویر نکالی۔ اسے دیکھتے ہوئے جوجو کو دیکھا۔ پھر مطمئن ہو کر تصویر جیب میں رکھی۔ اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ ایک نے آگے بڑھ کر جوجو کو اٹھایا اور اپنے کاندھے پر لاد لیا۔

آمنہ موت سے لڑ رہی تھی۔ میں اس کے ذریعے دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندر رہ کر اس کی قوتِ برداشت میں اضافہ کر رہا تھا۔ اس نے اچانک ہاتھ بڑھا کر جانے والے کی ٹانگ پکڑ لی۔ وہ لڑکھڑایا۔ جوجو سمیت گرنا چاہتا تھا مگر دوسرے نے جوجو کو سنبھال لیا۔ اسے لے کر وہاں سے بھاگنے لگا۔ آمنہ نے فرش پر رینگتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ وہ یکبارگی فرش پر چاروں شانے چت ہوئی۔ پھر اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ اب میں اس کے ذریعے نہ کچھ دیکھ سکتا تھا اور نہ اغوا کرنے والوں کا تعاقب کر سکتا تھا۔ میں شیبا کے پاس آگیا۔ وہ تہ خانے کے چور دروازے کے پاس کھڑی کان لگا کر سن رہی تھی۔ آمنہ کے ذریعے وہ بھی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ جب وہ بے ہوش ہوگئی تو یہ تڑپ کر چور دروازے سے نکلنا چاہتی تھی۔ ایسے ہی وقت میں نے اسے روک دیا "خبردار! ایسی غلطی نہ کرنا۔"

"نہیں میں جاؤں گی۔ وہ جوجو کو لے جا رہے ہیں۔"

"وہ صرف جوجو کے لیے نہیں، تمھارے اور پارس کے لیے بھی آئے تھے۔ تمھیں کوٹھی میں تلاش کر رہے ہیں۔ تم تنہا ان کا مقابلہ کیسے کرو گی جبکہ وہ اپنی آواز بھی نہیں سنا رہے ہیں۔ ان حالات میں ٹیلی پیتھی کا ہتھیار بالکل بے کار ہے۔ تمھیں اس تہ خانے سے نہیں نکلنا چاہیے۔"

میں نے اسے باتوں میں لگا کر چور دروازے سے زینے کے ذریعے نیچے اتار دیا اور تہ خانے میں پہنچا دیا۔ وہ چونک کر بولی "ارے، میں باتوں ہی باتوں میں یہاں چلی آئی؟ وہاں آمنہ بے ہوش ہوگئی ہے۔ اسے فوراً طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

"شیبا! کیا تم نے اتنا عرصہ بابا صاحب کے ادارے میں رہ کر یہی ٹریننگ حاصل کی ہے کہ ایسے وقت اپنے حواس بجا نہ رکھ سکو اور عقل سے کام نہ لے سکو۔ اگر اپنے کسی سگے کو اغوا کیا جا رہا ہے اور اپنا کوئی سگا زخموں سے چور ہو کر بے ہوش ہو گیا ہے تو ایسے جذباتی لمحوں میں خود کو دشمنوں کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہیے، وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ آمنہ کی طرح تمھارے کتنے ہی جانباز زخمی پڑے ہوں گے۔ ان سب کو طبی امداد کی ضرورت ہوگی۔"

وہ جھنجلا کر "نہیں نہیں" بولتی ہوئی، زینے پر چڑھتی ہوئی کہنے لگی "نہیں، آمنہ میری بہن ہے۔ میری موجودہ عظمت کی علامت ہے۔ وہ نہ ہوتی تو میں اتنے کارنامے انجام نہ دے سکتی۔ میں جاؤں گی۔ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر جاؤں گی۔"

وہ چیختی چلاتی زینے پر چڑھتی ہوئی چور دروازے کے پاس پہنچی۔ اسی لمحے میں نے دماغ کو جھٹکا دیا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ وہ اپنا توازن سنبھال نہ سکی۔ نیچے گری اور زینے پر سے لڑھکتی ہوئی تہ خانے میں آکر پارس کے قدموں پر رک گئی۔ پارس نے جلدی سے جھک کر اسے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا "ممی! کیا ہو گیا۔ آپ کو کیا ہو گیا؟"

وہ دماغی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے غصے سے بولی "فرہاد! آئی ہیٹ یو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ سخت نفرت کرتی ہوں۔ اب تمھیں کبھی دماغ میں نہیں آنے دوں گی۔ چلے جاؤ یہاں سے۔"

وہ سانس روکنا چاہتی تھی مگر روک نہ سکی۔ میں نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ اس کا اثر تھوڑی دیر تک قائم رہتا تھا۔ میں نے کہا "تم مجھ سے لاکھ نفرت کرو مگر میں تمھیں حرام موت مرنے کے لیے دشمنوں کے سامنے جانے نہیں دوں گا۔"

وہ فرش پر بیٹھتے ہوئے بولی "میں ضرور جاؤں گی۔"

پارس نے پوچھا "ممی! کیا آپ پاپا سے جھگڑا کر رہی ہیں؟"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی "ہاں بیٹے! دشمنوں نے جوجو کو اغوا کیا ہے، اسے کہیں لے جا رہے ہیں۔ آمنہ بری طرح زخمی ہے۔ بے ہوش ہو چکی ہے لیکن تمھارے پاپا مجھے وہاں جانے نہیں دیتے۔"

پارس نے فوراً اپنا ہاتھ چھڑایا۔ پھر دوڑتا ہوا سیڑھیاں چڑھتا ہوا جانے لگا "جوجو، نہیں میں جوجو کو نہیں جانے دوں گا۔ وہ بہت اچھی ہے۔ کسی کو اس سے کیا دشمنی ہے۔ میں ان کا راستہ روک لوں گا۔"

شیبا نے کہا "تم نے مجھے تو دماغی جھٹکا پہنچا کر اوپر سے نیچے گرا دیا۔ اب ذرا بیٹے کو دماغی جھٹکا پہنچاؤ۔"

"شیبا! وہ بچہ ہے، ٹیلی پیتھی کا جھٹکا برداشت نہیں کر سکے گا ورنہ میں اسے بھی روک دیتا۔ خدا کے لیے اسے روکو۔ اس کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ ہو سکتا ہے، وہ دشمنوں کے ہاتھ آ جائے۔ کیا تم اسے دشمنوں کے حوالے کرنا چاہتی ہو؟"

وہ تڑپ کر چیخ پڑی "پارس! خبردار! دروازہ نہ کھولنا، دوسری طرف نہ جانا۔"

وہ پلٹ کر بولا "ممی! میں جاؤں گا۔ جوجو کو لے کر آؤں گا۔"

"بیٹے! وہ اسے لے جا چکے ہیں۔ تمھیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میرے اچھے بیٹے! میری بات مان لو۔ دیکھو دروازہ نہ کھولنا۔"

وہ اُٹھتے ہوئے آہستہ آہستہ دیوار کا سہارا لے کر زینے پر چڑھتے ہوئے اسے سمجھا رہی تھی۔ منا رہی تھی۔ میں نے کہا۔ "واہ ری عورت! جب میں نے تمھاری جان بچانے کے لیے ذرا سی زیادتی کی تو مجھ سے نفرت کرنے لگیں۔ جو بات میں سمجھا رہا تھا، وہ سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن بیٹا جانے لگا تو ماں بن کر سمجھنے لگیں کہ باہر خطرہ ہے۔ بیٹے کو نہیں جانا چاہیے۔"

وہ جھنجلا کر بولی: "چلے جاؤ یہاں سے۔ میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ تم کیوں آئے ہو میرے دماغ میں؟ میں نے منع کیا تھا۔ پھر بھی آگئے۔ میرے دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ آئندہ کبھی نہ آنا۔"

"بس شیبا! مجھے تمھارے دماغ میں قدم رنجہ فرمانے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ اگر تمھاری یادداشت ذرا بھی اچھی ہے تو یاد کرو، پہلی بار تم ہی نے میرے دماغ میں آکر تین بار سونیا کا نام لیا تھا۔ سونیا سونیا سونیا۔ یعنی مجھے سونیا کے پاس فوراً پہنچنا چاہیے۔"

"میں بہت مجبور ہو کر آئی تھی۔"

"جب تم نے منع کیا تھا تو میرے دماغ میں کیوں آئی تھیں اور جب میں آرہا ہوں تو اتنے نخرے کیوں دکھا رہی ہو۔ میں جا رہا ہوں اور کبھی نہیں آؤں گا۔ خدا حافظ۔"

میں اسے چھوڑ کر پارس کے دماغ میں آگیا۔ یہ سوچ کر دکھ ہو رہا تھا کہ ہم جوجو کی خبر نہیں لے سکتے تھے۔ پتا نہیں، انجانے دشمن اسے کہاں لے جا رہے ہوں گے۔ ویسے دشمن انجانے نہیں ہو سکتے تھے۔ شیبا کے قلعے پر حملہ کرنے کا مطلب صاف سمجھ میں آرہا تھا۔ ایلس ماسٹر کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ شارپ بریر کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ مورینا کو میں نے چھپا دیا تھا۔ رسونتی بابا صاحب کے ادارے میں محفوظ تھی۔ وہ مجھے بھی اغوا کر سکتا تھا لیکن اسے یقین نہیں تھا کہ میں اصل فرہاد ہوں۔

بہرحال، اسے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ آرمر ماسک مین کی قید میں تھا۔ لے دے کر شیبا اور جوجو رہ گئی تھیں۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ قلعے پر اتنا بڑا حملہ کرے گا۔ پیراشوٹ کے ذریعے آدمیوں کو اتارے گا اور ٹیلی پیتھی جاننے والیوں کو وہاں سے اُٹھا کر لے جائے گا۔ شیبا اگر تہ خانے میں نہ جاتی تو وہ بھی پارس کے ساتھ دشمنوں کے ہاتھ لگ جاتی۔

میں نے رسونتی سے کہا: "سونیا کے پاس آؤ۔"

وہ پارس کے پاس تھی، سونیا کے پاس آگئی۔ میں نے کہا۔ "بڑی تشویش ناک خبر ہے۔ جوجو کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ آمنہ زخموں سے چور ہو کر بے ہوش ہوگئی ہے۔ ہم خداوند کریم سے اس دلیر اور جانباز عورت کی زندگی اور سلامتی کی دعا ہی مانگ سکتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ رسونتی! تم شیبا کے پاس جاؤ۔ وہ پارس اوّل کے ساتھ تہ خانے میں ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

میں نے سونیا کو بتایا۔ "یہ ایلس ماسٹر کی کارروائی تھی۔"

"واقعی وہ شطرنج کا کھلاڑی ہے۔ اس نے بساط پر کئی مہرے پھیلا رکھے تھے۔ اس نے ایک طرف تمھیں شارپ کے معاملے میں الجھایا۔ دوسری طرف مورینا کی حفاظت پر مجبور کیا تاکہ اس کی چالوں کو نہ سمجھ سکو اور تمھارا دھیان اس طرف نہ جائے کہ قلعے پر بھی حملہ ہو سکتا ہے۔"

"کیا تمھیں اس بات کی توقع تھی؟"

"توقع نہیں تھی مگر اتنا جانتی تھی کہ ایلس ماسٹر شیبا اور جوجو کو حاصل کرنا چاہے گا۔ یہی سوچ کر میں نے شیبا کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اس کے خوابیدہ دماغ کو ٹریپ کرے۔ اپنا معمول بنائے اور دماغ کو بالکل لاک کر دے۔ بہرحال، وہ اپنی چالیں چل رہا ہے۔ ہم اپنی چل رہے ہیں۔ اس بار جس سپر ماسٹر سے پالا پڑا ہے، اس سے ٹکرانے کے لیے نہ تو جسمانی طاقت کام آئے گی اور نہ ہی ٹیلی پیتھی کا ہتھیار۔ وہ شطرنج کا کھلاڑی ہے۔ اس کے سامنے ہمیشہ حاضر دماغ رہ کر سوچنا ہوگا کہ وہ کیسی چالیں چل رہا ہے اور موجودہ چال کے نتیجے میں دوسری چالیں کیا ہوں گی۔"

سونیا پارس کے ساتھ طیارے میں سفر کر رہی تھی۔ تقریباً تین گھنٹے بعد پیرس پہنچنے والی تھی۔ رسونتی کو بڑی مدت کے بعد اس کا بیٹا ملنے والا تھا۔ وہ اسے اپنے سینے سے لگا کر خوب پیار کرنے والی تھی۔ اسی لیے مطمئن ہو کر شیبا کی خبر لینے گئی تھی۔ اس نے شیبا سے کہا: "ہوش و حواس میں رہو۔ قلعے میں جو ڈاکٹر اور کمپاؤنڈر وغیرہ ہیں، ان کے دماغ میں پہنچو۔ انھیں فوراً آمنہ کے پاس پہنچاؤ۔"

شیبا کو عقل آگئی۔ اسے پہلے ہی ایسا کرنا چاہیے تھا مگر وہ جذبات میں بہہ رہی تھی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ڈاکٹر کو آمنہ کے پاس پہنچنے پر مجبور کیا۔ وہ اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ دواؤں کا بیگ لے کر نکلا۔ ڈرتا بھی جا رہا تھا۔ کہیں سے آنے والی اندھی گولی اسے ختم نہ کر دے لیکن اب خاموشی تھی۔ کہیں سے فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔ پھر وہ ٹیلی پیتھی کی مٹھی میں تھا۔ آخر اس کوٹھی کے اندر پہنچ گیا۔

وہاں کی طویل خاموشی بتا رہی تھی کہ حملہ آور واپس چلے گئے ہیں۔ دشمنوں نے پوری کوٹھی میں شیبا اور پارس کو تلاش کیا ہوگا۔ پھر زیادہ دیر ٹھہر بھی نہیں سکتے تھے۔ انھیں یقیناً شیبا، جوجو اور پارس کی تصویریں دی گئی تھیں تاکہ ان تینوں کو اغوا کیا جا سکے۔ اسی لیے جوجو کو اُٹھانے سے پہلے اس شخص نے تصویر دیکھی تھی۔ اسے اطمینان ہوگیا تھا کم از کم ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہاتھ لگ گئی تھی۔

ڈاکٹر بیڈ روم میں پہنچ کر آمنہ کا معائنہ کر رہا تھا۔ ایک گولی بازو کو چھیدتی ہوئی نکل گئی تھی۔ دوسری کمر میں پیوست ہوگئی تھی۔ اسے فوراً نکالنا ضروری تھا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "اسٹریچر لاؤ اور اسپتال میں لے چلو۔" اس قلعے کے اندر ایک چھوٹا سا اسپتال قائم کیا گیا تھا جس میں آپریشن کے سلسلے میں ہر سامان موجود تھا۔ جب انھوں نے قلعے میں نادیدہ دشمنوں سے نمٹنے کے لیے جنگی تیاریاں مکمل کر رکھی تھیں تو زخمیوں کا علاج کرنے اور ان کا آپریشن کرنے کے لیے بھی لازمی تھا۔ بہرحال، آمنہ کو اسٹریچر پر ڈال کر فوراً ہی آپریشن تھیٹر میں پہنچایا گیا۔ رسونتی اور شیبا خیال خوانی کے ذریعے یہ کارروائی دیکھ رہی تھیں۔ پھر شیبا نے کہا۔ "دشمن جا چکے ہیں۔ اب خطرہ نہیں ہے۔ تمھیں تہ خانے سے نکلنا چاہیے۔"

اس وقت تک میں بھی پہنچ گیا تھا۔ میں نے رسونتی سے کہا۔ "میں شیبا کو مخاطب کرنا نہیں چاہتا۔ تم اسے مشورہ دو، وہ پارس کے ساتھ چور دروازے سے دوسری طرف نکل جائے۔ دوسری طرف ایک چھوٹا سا بنگلا ہے جس میں اس کا سیکریٹری ہاشم بیگ رہتا ہے۔ وہاں کار وغیرہ سب کچھ ہے۔ اس کے ذریعے وہ پارس کو لے کر نکل سکتی ہے۔ اگر قلعے میں رہے گی تو دوبارہ حملہ ہو سکتا ہے۔ وہ صرف جوجو کو لے گئے ہیں۔ کسی وقت انھیں شیبا کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

رسونتی نے کہا: "تم اس قلعے میں نہیں رہوگی اور نہ ہی آمنہ کے پاس جاؤگی۔ میں اور فرہاد آمنہ کی پوری خبر رکھیں گے۔ تم پارس کو لے کر چور راستے سے سیکریٹری ہاشم بیگ کے پاس جاؤ اور اس کی کار میں بیٹھ کر انقرہ پہنچنے کی کوشش کرو۔ کل تمھیں تل ابیب جانا ہے۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔ میری جوجو اغوا کر لی گئی ہے۔ میری آمنہ یہاں زخموں سے چور پڑی ہے اور تم کہتی ہو، میں تل ابیب چلی جاؤں۔"

"تم کہیں بھی جاؤگی تو خیال خوانی کے ذریعے سب کے دماغوں میں رہوگی۔ سب کے پاس پہنچوگی۔ جوجو ابھی تنویمی نیند میں ہے اس لیے ہم اس کے دماغ کو چھیڑنا نہیں چاہتے۔ تھوڑی دیر بعد پتا چل جائے گا، وہ کہاں ہے اور کہاں پہنچائی جا رہی ہے۔ اتنا تو اطمینان ہے کہ کوئی اسے جانی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

ادھر پارس مچل رہا تھا۔ "میں جوجو کے پاس جاؤں گا۔ ممی پلیز، جوجو کو کسی طرح حاصل کریں۔ ان سے چھڑا کر لے آئیں۔"

رسونتی نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا۔ "بیٹے! ایسی ضد نہ کرو جو پوری نہ ہو سکے۔ جوجو ہمارے پاس آئے گی لیکن ذرا وقت لگے گا۔"

پارس نے پوچھا۔ "کیا آپ میری ماما ہیں؟"

"ہاں۔"

"کیا آپ نے مجھے جنم نہیں دیا ہے؟"

رسونتی ذرا چپ ہوئی پھر بولی۔ "ہاں بیٹے! میں نے جنم دیا ہے۔"

"آپ جھوٹ بولتی ہیں۔ اگر میں آپ کا بیٹا ہوتا تو آپ ایک بار ضرور میرے پاس آتیں۔ ضرور مجھے بیٹا کہہ کر پکارتیں۔ آپ ماں کے رشتے سے میرے پاس نہیں آئی ہیں۔ اتفاقات آپ کو لے آئے ہیں۔"

"بیٹے! ایسی باتیں نہ کرو۔"

"آپ میرے پاس آگئیں۔ یہی بہت بڑا احسان ہے۔ میں آج کی رات یاد رکھوں گا۔ کسی بہانے تو آپ کی آواز سنی۔ آپ کا ممتا بھرا لہجہ سنا جو صرف میرے بھائی پارس کے لیے ہے، میرے لیے نہیں ہے۔"

"بیٹے! تمھارے لیے بھی ہے۔ میری مجبوری کو تم نہیں سمجھ سکتے۔ میں نے تمھاری خبر اس لیے نہیں لی کہ تمھاری ممی اچھی طرح دیکھ بھال کر رہی ہیں۔ تمھیں بہت اچھی تعلیم و تربیت دے رہی ہیں۔ تمھیں کتنا اچھا شعور دیا ہے۔ اس عمر میں اتنی گہری باتیں کرتے ہو۔ ادھر تمھارے بھائی کے پاس کوئی نہیں تھا۔ اس لیے میں وہاں رہتی ہوں اور اتنی مصروف رہتی ہوں کہ تمھارے پاس آنے کا موقع نہیں ملتا۔ اور بیٹے! ہم پر بہت بُرا وقت آپڑا ہے۔ آزمائش کی گھڑیاں ہیں۔ ایسے وقت ایسی جذباتی باتیں نہ کرو۔ تم میری ممتا کا امتحان لوگے تو میں عقل سے کوئی کام نہیں کر سکوں گی۔"

"میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا مگر ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں، ضرور کہو۔"

"ماما! جب ایک عرصے کی جدائی کے بعد ماں باپ اپنے بچوں کے پاس آتے ہیں تو کوئی اچھا سا کھلونا لے کر آتے ہیں۔ آج آپ خالی ہاتھ آئی ہیں لیکن وعدہ کیجیے، جتنی جلدی ممکن ہوگا آپ دوسری بار میں میرے لیے کھلونا لائیں گی۔"

"بیٹے! تم کیا چاہتے ہو؟ کیا پسند کرتے ہو؟ میں دنیا جہان کے مہنگے کھلونے مہیا کر سکتی ہوں۔"

"مجھے صرف ایک چاہیے۔"

"ضرور لاؤں گی۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے صرف جوجو چاہیے۔"

رسونتی نے تعجب سے پوچھا۔ "جوجو؟"

"ہاں، ماما! وہ اتنا پیارا کھلونا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اب تک ایسا بنایا نہ ہوگا۔ وہ ہنستی ہے تو ساری دنیا ہنستی ہے۔ وہ روتی ہے تو میں اسے گدگدا کر چھیڑ چھیڑ کر ہنسانے کی کوشش کرتا ہوں۔ میرا دل کہتا ہے، وہ صرف ہنسنے کے لیے پیدا ہوئی ہے اور میں اسے ساری زندگی ہنساتا رہوں گا۔"

رسونتی نے کہا۔ "میرے بچے! میرے لال! وہ تمھیں اتنی پسند ہے۔ وہ دنیا کا ایک نایاب کھلونا ہے تو میں اپنے بیٹے کے لیے

اسے ضرور حاصل کروں گی' چاہے اس کے لیے ایلیس ماسٹر کو بڑے سے بڑا چیلنج کرنا پڑے۔"

میں نے کہا۔ رسونتی! آئندہ اس طرح کے چیلنج نہ کرنا۔ اوّل تو یہ بات مصدقہ نہیں ہے کہ ایلیس ماسٹر نے ہی اسے اغوا کیا ہے اور اگر اس نے ہی ایسا کیا ہے تو ہم انشاءاللہ جوجو کو وہاں سے نکال لائیں گے۔ تمھیں صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا۔"

عجب حالات تھے۔ میں رسونتی کو صبر و تحمل سکھا رہا تھا اور رسونتی شیبا کو صبر کرنا سکھا رہی تھی کہ وہ ابھی آمنہ کے پاس نہ جائے۔ پارس کو لے کر چور راستے سے گزر جائے۔ اسے ہر حال میں دوسرے دن تل ابیب پہنچنا تھا۔ شیبا' پارس کے ساتھ چور راستے سے گزرتے ہوئے بولی "رسونتی! آمنہ ہوش میں آئے گی تو میرے متعلق کیا سوچے گی؟"

"وہ خوش ہوگی کہ تم بخیریت یہاں سے نکل گئی ہو۔ پھر آمنہ تنہا نہیں ہے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے اس سے گفتگو کروں گی۔ فرہاد اس سے باتیں کریں گے۔ اسے حوصلہ ہوگا کہ ہم نے ساتھ نہیں چھوڑا ہے۔"

رسونتی نے اسے سمجھا منا کر پارس کے ساتھ اس قلعے سے نکال دیا۔ انھیں ہاشم بیگ تک پہنچا دیا۔ ہاشم بیگ نے انھیں دیکھتے ہی کہا "میڈم! میں بہت پریشان تھا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے رابطہ قائم کر رہا تھا مگر کوئی اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ آمنہ صاحبہ کہاں ہیں؟"

شیبا نے اسے مختصر حالات بتلائے۔ ہاشم بیگ نے کہا۔ "جب آپ کہتی ہیں کہ جوجو کو اٹھانے والے نے اس کی تصویر دیکھی تھی اور پھر اسے اٹھا کر لے گیا ہے تو دشمن آپ کو بھی یقیناً پہچانتے ہوں گے۔ آپ یہاں بیٹھ کر چہرہ تبدیل کر لیں پھر میں آپ کو لے چلوں گا۔"

وہ ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے اپنا حلیہ بدلنے لگی۔ ہاشم بیگ نے کہا "میڈم! ایک بات ذہن میں آ رہی ہے۔ آپ کو رات کے وقت کار میں سفر نہیں کرنا چاہیے۔ دشمن کہیں بھی راستہ روک سکتے ہیں۔ میں آپ کو ہائی وے پر چلنے والی بس میں بٹھا دوں گا۔ آپ عام مسافروں کی طرح پارس بیٹے کے ساتھ سفر کریں گی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ آپ جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی' اتنے بڑے قلعے کی مالک عام مسافروں کی طرح بس میں سفر کر رہی ہے۔"

شیبا کو اس کا یہ آئیڈیا پسند آیا۔ بہرحال' وہ اپنے اور پارس کے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کرنے کے بعد ہاشم بیگ کے ساتھ کار میں بیٹھ کر نکلی پھر ایک بس اڈے پر پہنچ کر الفقرہ جانے والی بس میں سوار ہوگئی۔

رسونتی' آمنہ کا آپریشن کرنے والے ڈاکٹر کے دماغ میں تھی۔ میں شیبا کے پاس تھا۔ حالانکہ شیبا نے مجھے اپنے پاس آنے سے منع کیا تھا۔ اگر اسے پتا چلتا کہ میں ہوں تو وہ سانس روک لیتی۔ رسونتی کو اپنے دماغ میں سمجھ رہی تھی۔ میں عاشقانہ انداز میں اس کے پاس نہیں تھا۔ اس کی حفاظت کرنا میرا فرض تھا۔ الفقرہ پہنچنے تک کوئی ایسی بات ہوسکتی تھی جہاں فوری طور پر فیصلہ کر کے کوئی مناسب اقدام کرنا پڑتا اور رسونتی ایسا نہ کر سکتی۔ اس لیے میں نے اسے ڈاکٹر کے پاس بھیج دیا' خود شیبا کے پاس موجود رہا۔

ہاشم بیگ کے بنگلے میں اپنا حلیہ بدلنے کے بعد اس نے پوچھا "رسونتی! کیا یہ ٹھیک ہے؟"

میں نے رسونتی کے لب و لہجے میں کہا "ہاں' چلے گا۔ رات کا وقت ہے۔ کوئی اتنی توجہ نہیں دے گا' خدانخواستہ کوئی پہچاننے والا آئے گا تو میں موجود ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔"

جب وہ بس میں آرام سے بیٹھ کر پارس کے ساتھ سفر کرنے لگی تو میں نے رسونتی سے کہا "وہ پتا نہیں کب الفقرہ پہنچے گی۔ میں اتنی دیر اس کے پاس نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا تم جاؤ۔ میں ڈاکٹر کے پاس جا رہا ہوں۔"

ڈاکٹر نے آمنہ کے جسم سے گولی نکال لی تھی۔ مرہم پٹی ہو چکی تھی اور اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ آمنہ خطرے سے باہر ہے۔ میں نے سونیا کو بتایا۔ رسونتی نے شیبا کو بتایا۔ شیبا نے سونیا کو بتایا۔ بہرحال' ہم سب نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ ہماری ایک بہترین ساتھی آمنہ بچ گئی تھی اور اللہ نے چاہا تو سلامت رہ سکتی تھی۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد شیبا نے بتایا کہ جوجو کی تنویمی نیند پوری ہو چکی ہے۔ ہم سب نے ایک ساتھ اس کے دماغ میں خیال خوانی کی چھلانگ لگائی۔ وہاں پہنچ کر دیکھا۔ وہ آرام دہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ذریعے پتا چل رہا تھا' وہ بستر کسی طیارے میں ہے۔ یعنی ہیلی کاپٹر سے آنے والوں نے اسے اغوا کرنے کے بعد کسی طیارے میں منتقل کر دیا تھا۔

وہ خود کو تنہا پا کر اور طیارے میں دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی۔ گھبرا رہی تھی۔ شیبا نے کہا "میری بیٹی! میری جوجو! میں تمھارے پاس ہوں۔ دیکھو' رسونتی بھی موجود ہے۔ ہم سب تمھارے پاس ہیں۔ گھبرانا نہیں۔ ہمت سے کام لینا۔ تم بہت دلیر لڑکی ہو۔"

وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی "پارس کہاں ہے؟"

یہ سوال سن کر ہمارے دل میں درد سا اٹھا۔ دونوں میں کتنی محبت تھی۔ اُدھر وہ اس کے لیے تڑپ رہا تھا' اِدھر یہ سب سے پہلے کسی کا نام لیتی تھی تو وہ پارس کا ہی نام ہوتا تھا۔

یہ بات ہر ذی شعور جانتا ہے۔ محبت اور ہوس میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ پارس پانچ برس کا تھا اور جوجو اس سے نو برس بڑی تھی۔ اس کے باوجود ذہنی طور پر بچی تھی۔ ان دونوں کی محبت میں معصومیت اور تقدس کے ساتھ ساتھ شرارتیں تھیں۔ یہ شرارتیں اگرچہ روحانیت کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔ تاہم اس میں ہوس کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اگر اس سے کوئی یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ فرہاد کا بیٹا بھی عاشق مزاج ہے اور پانچ برس کی عمر سے عشق کرنے چلا ہے تو یہ سوچنے والے کی سراسر نادانی ہے۔

ہاں' جوجو پارس کی محبت' اس کی جاں نثاری سے متاثر ہو کر کہتی ہے "یہی وہ مرد ہے جس کے متعلق بھائی آرمر نے کہا تھا۔ مردوں سے دور رہنا تو اب میں دور نہیں رہوں گی۔ اس کے پہاڑ بننے کا انتظار کروں گی۔" یہ جوجو کی اپنی سوچ ہے۔ وہ اپنی عمر کے مطابق نادانستگی میں تمام تر معصومیت کے ساتھ ایسا سوچتی ہے مگر پارس کھیل ہی کھیل میں اس کی ہتھیلی کی پشت کو چوم لیتا ہے اور ہنستا ہوا چلا جاتا ہے اور جوجو اس ہتھیلی کو اپنے گالوں سے لگاتی ہے تو یہ جوجو کے اندر چھپی ہوئی وہ روحانیت ہے جسے وہ شعوری طور پر خود سمجھ نہیں پاتی۔

شیبا اور رسونتی اس کے اندر حوصلہ پیدا کر رہی تھیں۔ جوجو بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ اسے ایک اسٹیورڈ نظر آیا۔ وہ ٹرالی میں کھانے پینے کی بہت سی چیزیں لے کر آیا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بس جوجو! میں جانتا ہوں' تم خیال خوانی کرتی ہو۔ میرے دماغ میں آنا چاہو گی۔ ناکام رہو گی۔ تو تمھارے بڑے میرے دماغ میں آنا چاہیں گے۔"

پھر اس نے ہنستے ہوئے اور ٹھینگا دکھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن نہیں' میں سانس روک لیتا ہوں۔ آزمائش شرط ہے۔"

شیبا نے اس کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی اور ناکام رہی۔ پہلے تو اس نے سانس روک لی۔ پھر ہنستے ہوئے کہا "دیکھا! میں نہ کہتا تھا۔ کوئی نہ کوئی میرے دماغ میں آنے کی کوشش کرے گا اور ناکام رہے گا۔ بہرحال' آنے جانے والے آتے جاتے رہتے ہیں' تم کچھ کھا لو۔ ذرا توانائی حاصل ہوگی۔"

وہ بستر پر بیٹھے ہی بیٹھے پیچھے ہٹ کر بولی "میں نہیں کھاؤں گی۔ میں پارس کے ساتھ کھاؤں گی۔"

اسٹیورڈ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "ہمارے آدمیوں کی یہی کوشش تھی' تمھارے ساتھ پارس کو بھی لایا جائے۔ پارس کی ممی کو بھی لایا جائے لیکن پتا نہیں' وہ کہاں چھپ گئے تھے یا کیسے فرار ہوگئے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ خیر ان باتوں کو جانے دو۔ کچھ کھا لو۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ نہیں کھاؤں گی۔ زیادہ بولو گے تو پلیٹیں اٹھا کر تمھارے منہ پر دے ماروں گی۔"

شیبا نے سمجھایا "بیٹی! تمھیں کم از کم دودھ میں اوولٹین ملا کر پینا چاہیے۔"

"آپ جانتی ہیں' میں پارس کے بغیر نہ کھاتی ہوں نہ پیتی ہوں۔"

"یہی تو بری عادت ہے۔ کبھی حالات بدلتے بھی ہیں۔ ایسی مصیبتیں نازل ہوتی ہیں کہ اپنے اپنوں سے بچھڑ جاتے ہیں۔ ان حالات میں اپنے دل کو مضبوط رکھنا پڑتا ہے۔"

اس نے شیبا کے خوب سمجھانے منانے پر دودھ میں اوولٹین ملایا۔ پھر شیشے کے اس چھوٹے سے مگ کو اپنے ہونٹوں سے لگایا لیکن ایک گھونٹ نہیں لیا۔ فوراً ہی رکھ کر رونے لگی "پارس کہاں ہے؟ مجھے بتائیے۔ پارس کہاں ہے مجھے تو اس کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی ہے۔"

رسونتی اسے سمجھانے لگی "پارس تمھارے پاس جلدی آئے گا بلکہ تم اس کے پاس پہنچ جاؤ گی۔ اچھی بچی کی طرح اسے پی لو۔"

وہ ضد کر رہی تھی۔ آخر میں نے پارس کے لب و لہجے میں اسے مخاطب کیا "ہیلو جوجو! کیا میری آواز سن رہی ہو؟"

وہ ایک دم سے خوش ہوگئی۔ آنکھیں پھاڑ کر خلا میں تکتے ہوئے بولی "ارے پارس' یہ تو تمھاری آواز آ رہی ہے!"

میں نے کہا "میں تمھیں ایک سرپرائز دینا چاہتا ہوں۔ تم سمجھتی تھیں' تم ہی خیال خوانی جانتی ہو۔ ممی نے مجھے سمجھایا تھا کہ میں یہ صلاحیت ظاہر نہ کروں۔ اچانک کسی دن تمھیں سرپرائز دوں' آج تمھیں ضد کرتے دیکھ کر مجبور ہوگیا۔ اس لیے تمھارے دماغ میں آیا ہوں۔ چلو دودھ میں اوولٹین پی لو۔"

وہ ٹھنک کر بولی "نہیں پیوں گی۔ جاؤ' میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ تم نے مجھ سے خیال خوانی والی بات کیوں چھپائی؟"

"تم سے چھپانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تمھارے پاس عقل نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو سمجھ لیتیں۔ جب میں پالتی مار کر بیٹھتا ہوں اور شمع کی لو کو دیکھتے ہوئے اپنے دماغ کو صرف ایک خیال کی طرف مرکوز کر لیتا ہوں تو سمجھنا چاہیے کہ میں ٹیلی پیتھی سیکھ رہا ہوں۔"

وہ روٹھ کر بولی "میں نہیں سمجھ سکتی تھی' تم سمجھا سکتے تھے۔ تم نے مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی؟"

"بہت سی باتیں سرپرائز دینے کے لیے چھپائی جاتی ہیں۔ بس آج تو بتا دیا ہے۔ کیوں اتنے نخرے دکھا رہی ہو۔ دودھ نہیں پیو گی تو میں دماغ سے چلا جاؤں گا۔"

وہ جلدی سے مگ اٹھا کر بولی "نہیں' خبردار' نہ جانا۔ میں پی رہی ہوں۔"

وہ پینے لگی۔ رسونتی نے میرے دماغ میں آ کر کہا "تم نے بہت اچھا طریقہ استعمال کیا ہے۔"

میں نے کہا "بچوں کے ساتھ بچہ بننا پڑتا ہے۔"

شیبا نے جوجو کے ذریعے اسٹیورڈ سے پوچھا "اسے کہاں

سے جا رہے ہو؟"
وہ مسکراتے ہوئے بولا۔"میں بھلا کہاں سے جاسکتا ہوں' اسے مقدر لے جا رہا ہے۔"
"تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"
وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔"پاپی پیٹ کے لیے کام کر رہا ہوں۔"
"کیا تم سیدھی طرح جواب نہیں دو گے؟"
"میرا جواب بالکل سیدھا سادہ ہے۔"
شیبا نے جھنجلا کر پوچھا۔"یہ کس ملک کا طیارہ ہے؟"
"جب طیارہ زمین سے اڑ جاتا ہے تو نہ زمین پر رہتا ہے نہ آسمان پر۔ وہ ملکِ عدم کا طیارہ ہو جاتا ہے۔"
میں نے رسونتی سے کہا۔"شیبا کو منع کرو۔ خواہ مخواہ سوالات کرکے جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو رہی ہے۔ وہ اسٹیورڈ مسخرہ ہے۔ اسی انداز میں جواب دیتا رہے گا۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہو سکے گا۔"
اسٹیورڈ نے کہا۔"جوجو! تم اتنی حسین اور معصوم ہو۔ تمہارے چہرے پر جھنجلاہٹ اچھی نہیں لگتی۔"
"میری ممی کو غصہ آ رہا تھا۔ وہ جھنجلا کر بول رہی تھیں۔ اب نہیں بولیں گی۔ تم بتاؤ کسی کی بہن یا بیٹی کو اٹھا کر لے جانا اچھی بات ہے۔ کیا تمھیں پتا نہیں ہے اللہ میاں گناہ دیتے ہیں۔"
اسٹیورڈ ہنسنے لگا۔ شیبا نے کہا۔"میں اس لڑکی کو ذہانت کی باتیں سمجھاتی ہوں۔ یہ سمجھتی بھی ہے لیکن قدرتی طور پر وہی بچی بن جاتی ہے۔"
رسونتی نے کہا۔"یہ بے چاری کیا جانے کہ ظالموں کے دل میں خدا کا خوف نہیں ہوتا۔ یہ خدا سے ڈراتی ہے۔ یہ سب کو اپنی ہی طرح معصوم اور خدا سے ڈرنے والا سمجھتی ہے۔"
میں نے ماسک مین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔"ایک بری خبر ہے۔"
"میں نے تو اچھی خبر سنی ہے۔ مادام سونیا' ماسٹر پارس کو لے کر تل ابیب سے نکل گئی ہیں اور پیرس پہنچنے والی ہیں۔ پھر بری خبر کیسی؟"
"جوجو کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"
"کیا؟" وہ چونک پڑا۔ اسے اغوا کا مقصد سمجھ میں آ گیا تھا۔
میں نے کہا۔"اغوا کرنے والے خاموش ہیں لیکن بات واضح ہے۔ ایس ماسٹر کو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے یا والی کی ضرورت ہے۔"
اس نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔"تم نے شارپر کو ختم کر دیا۔ مورینا کو چھپا دیا۔ وہ مادام رسونتی اور مس شیبا پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا۔ اس لیے ایک نادان لڑکی کو اٹھا لے گیا۔ کیا وہ ایس ماسٹر تک پہنچ گئی ہے؟"
"ابھی تو طیارے میں سفر کر رہی ہے۔"
"فرہاد صاحب! اسے ایس ماسٹر تک پہنچنے سے روکا جائے ورنہ غضب ہو جائے گا۔ وہ شخص ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے گا تو شیطان بن جائے گا۔"
"جوجو کو وہاں تک پہنچنے سے روکنا ہمارے بس میں نہیں رہا۔ وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہا ہے۔ ہمیں طیارے میں موجود افراد تک پہنچنے کا بھی موقع نہیں مل رہا ہے۔"
"وہ زیادہ دیر خود کو چھپا نہیں سکے گا۔ جوجو وہاں پہنچے گی تو آپ اس کے ذریعے وہاں کے ماحول اور لوگوں کو دیکھ سکیں گے' شاید کسی کے دماغ میں پہنچنے کا موقع مل جائے۔"
"ہم اسی امید پر جوجو کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔"
"میں ریڈ پاور کے باس کو حکم دیتا ہوں۔ امریکا میں ہمارے جتنے آدمی ہیں اور جتنے ذرائع ہیں ان سب کو استعمال کیا جائے گا اور معلوم کیا جائے کہ جوجو کو کس ایئرپورٹ پر اتارا جا رہا ہے۔"
میں نے اس سے رابطہ ختم کر دیا۔ اسرائیل کے سینئر آفیسر کیری ہام کو مخاطب کیا۔ اس نے فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔"فرہاد صاحب! آپ میرے پاس آئے ہیں۔ خیریت تو ہے؟"
"آپ فوراً اپنے اعلیٰ حکام کو میرا یہ پیغام پہنچا دیں کہ ٹرانسفارمر مشین ایس ماسٹر کے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس نے جوجو کو اغوا کیا ہے۔ اگر ہم سب نے مل کر جوجو کو نہ روکا تو وہ کل تک ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرے گا۔"
"جناب! آپ میرے پاس موجود رہیں۔ میں ابھی پیغام بھیج رہا ہوں۔ جواب موصول ہوتا رہے گا۔"
اس نے کمپیوٹر کے ذریعے پیغام ارسال کیا۔ وہ پیغام کسی دوسری جگہ پہنچا۔ وہاں سے تمام اعلیٰ حکام اور ذمے دار افسران تک پیغام پہنچایا گیا۔ اس کے بعد ہی کیری ہام کے سامنے رکھے ہوئے مانیٹر ٹی وی پر جواب موصول ہونے لگا۔"فرہاد صاحب کا پیغام موصول ہوا ہے۔ جوجو کا اغوا ہونا اور ایس ماسٹر تک پہنچنا ہم سب کے لیے تشویش کی بات ہے۔ پلیز فرہاد صاحب! آپ ہمیں جوجو کی موجودہ پوزیشن بتائیں۔"
میں نے کیری ہام سے کہا۔"اس وقت وہ کسی طیارے میں سفر کر رہی ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ طیارہ کہاں اتارا جائے گا اور جوجو کو کہاں پہنچایا جائے گا۔"
ٹی وی اسکرین پر تحریر ابھرنے لگی۔"اگرچہ ہمیں جوجو کی منزل معلوم نہیں ہے تاہم کوشش کی جاسکتی ہے۔ امریکا میں ہمارے جتنے بھی ایجنٹ ہیں' وہ سب مختلف شہروں کے چھوٹے بڑے ایئرپورٹ پہنچیں گے اور کسی خصوصی طیارے پر نظر رکھیں گے۔ ہماری یہی کوشش ہوگی کہ جوجو ایس ماسٹر تک پہنچنے نہ پائے۔ مسٹر فرہاد! کیا موجودہ

رتِ حال شیبا کی آمد پر اثر انداز ہوگی؟"
"ہرگز نہیں' شیبا اپنے وعدے کے مطابق تل ابیب پہنچے گی۔"
"ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں' جوجو کو ایس ماسٹر سے دور رکھنے کے لیے اپنے تمام ذرائع استعمال کریں گے۔"
میں نے ان سے بھی رابطہ ختم کر دیا۔ یہ بات یقینی تھی کہ سبھی خطرناک تنظیمیں اور سپر طاقتیں ایس ماسٹر کو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہیں کرنے دیں گی۔ اسے روکنے کے لیے جی جان کی بازی لگا دیں گی۔ اپنا اثر ورسوخ اور تمام ذرائع استعمال کریں گی۔ ادھر ہم بھی محتاط تھے۔ جوجو کے ذریعے دیکھنا چاہتے تھے کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ وہ یقیناً ٹرانسفارمر مشین تک پہنچائی جانے والی تھی۔ ایسے ہی وقت ہم اس مشین کو بھی وہاں سے پار کرنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے۔
ہم چھ گھنٹے تک بہت مصروف رہے۔ کبھی جوجو کے پاس رہتے تھے' کبھی اسرائیلی ایجنٹوں کے پاس پہنچتے تھے۔ کبھی ماسک مین کے انتظامات کا جائزہ لیتے تھے۔ آخر وہ طیارہ ایک جگہ اترنے لگا۔ میں ماسک مین سے رابطہ قائم رکھتا تھا۔ رسونتی اسرائیلی ایجنٹوں کے پاس جاتی تھی۔ ہم نے انھیں بتایا کہ طیارہ اترنے والا ہے۔
تمام ایئرپورٹ پر خفیہ ایجنٹ اور جاسوس جانے کہاں کہاں چھپے ہوئے دوربینیں لگا لگا کر کسی طیارے کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سب کی رپورٹ یہی تھی کہ انھیں وہ خصوصی طیارہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔
وہ طیارہ رک گیا تھا۔ پائلٹ کیبن کا دروازہ کھل گیا تھا۔ جوجو کو وہاں لایا گیا۔ ایک دروازہ کھولا گیا۔ نیچے سیڑھی لگائی گئی۔ جب وہ طیارے سے باہر آ کر سیڑھی سے اترنے لگی تو ہم نے دیکھا' وہ کوئی ویران سی جگہ تھی۔ جہاز کو اتارنے کے لیے دور تک پہلے ہی سے ایک پختہ سڑک بنائی گئی تھی۔ ہم دوسروں تک اطلاع پہنچاتے جا رہے تھے۔ انھیں بتا رہے تھے کہ وہ جگہ کیسی ہے' کہاں طیارہ اتارا گیا ہے اور طیارے کے پاس چار عدد گاڑیاں ہیں۔ ایک گاڑی میں جوجو کو بٹھایا گیا ہے۔ باقی اس گاڑی کے آگے پیچھے چل رہی ہیں۔
ہم نے جوجو کے ذریعے دو گاڑیوں کے نمبر بھی پڑھ لیے تھے اور ان کے رنگ بھی بتا دیے تھے۔ ہماری رپورٹ سننے کے بعد ماسک مین اور اسرائیلی تنظیم کے خصوصی ہیلی کاپٹر پرواز کرنے لگے تھے لیکن وہ کتنی دور تک پرواز کر سکتے تھے۔ امریکا مشرق سے لے کر مغرب تک اور جنوب سے لے کر شمال تک کئی ہزار میل کے رقبے تک پھیلا ہوا تھا۔
ہم ماسک مین کے آدمیوں اور اسرائیلی ایجنٹوں کو زیادہ دیر تک گائیڈ نہ کر سکے۔ جوجو کو گاڑی میں بٹھانے کے بعد اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی تھی تاکہ ہم اس کے ذریعے راستوں کی نشاندہی نہ کر سکیں۔ ہم صرف اتنا بتا سکتے تھے کہ ان کی گاڑیاں جس راستے سے گزر رہی ہیں' وہاں اب دوسری گاڑیوں کے گزرنے کی آواز بھی سنائی دیتی ہے۔ کبھی کبھی ہیوی ٹریفک کی آواز بھی آتی ہے لیکن ہماری یہ رہنمائی کام نہیں آ رہی تھی۔ آخر کار وہ گاڑیاں کہیں پہنچ کر رک گئیں۔ میں اس دوران کبھی کبھی پارس کا رول ادا کرتا تھا۔ جوجو کے دماغ میں اپنے بیٹے کی آواز اور لب و لہجے میں بولتا تھا اور وہ بہلتی رہتی تھی۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو وہ پارس کے لیے مچلنا شروع کر دیتی۔ ہماری کسی بات پر عمل نہ کرتی۔ اسے کار سے اتار کر دو آدمیوں نے ہاتھ پکڑ کر سہارا دیا۔ اسے کسی عمارت کے اندر لائے۔ پھر آنکھوں سے پٹی ہٹا دی۔ ان گاڑیوں کو یقیناً گیراج میں پہنچا دیا گیا ہوگا تاکہ تلاش کرنے والوں کی نظروں میں نہ آ سکیں۔
ہم نے تمام بھاگ دوڑ کرنے والوں کو سمجھا دیا۔ اب وہ اپنی کاروں اور ہیلی کاپٹروں میں ایندھن ضائع نہ کریں۔ جوجو چار دیواری کے اندر پہنچا دی گئی ہے۔ وہاں تک کسی کا پہنچنا ممکن نہیں ہے مگر ہم جوجو کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہاں کی خاص نشانیاں معلوم کر سکیں یا کوئی ایسا شخص ہو جس کے دماغ میں پہنچ سکیں۔ پھر وہاں کے متعلق بڑی معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔
ایک خاص بات یہ معلوم ہوئی کہ جہاں وہ پہنچائی گئی ہے اس عمارت میں بھی ایک تہ خانہ ہے۔ ظاہر ہے' ٹرانسفارمر مشین جیسی اہم چیز کو چھپانے کے لیے تہ خانہ لازمی ہوتا ہے۔ جوجو کے آگے پیچھے دو شخص چل رہے تھے۔ وہ ان کے درمیان چلتی ہوئی ایک چور دروازے سے گزر کر زینے سے اترتی ہوئی بڑے سے ہال میں پہنچی۔ وہاں پہنچ کر احساس نہیں ہوتا تھا کہ وہ تہ خانہ ہے۔ اچھی خاصی روشنی کا انتظام تھا۔ وہاں دو شخص نظر آئے۔ جب ایک نے مخاطب کیا تو پتا چلا' وہ ایس ماسٹر ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کر جوجو سے معانقہ کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ پھر کہا۔"میں تمھیں پا کر بہت خوش ہوں۔ تم میری بیٹی کی ہم عمر ہو۔ میں تمھارے باپ جیسا ہوں۔ یہ عجیب سی بات ہے' آج بیٹی باپ کو وہ دولت دینے آئی ہے جو دنیا کی کوئی ہستی کسی کو نہیں دے سکتی۔"
جوجو نے میری مرضی کے مطابق کہا۔"اور یہ بھی عجیب بات ہے' آج تک کسی نے ایسی لڑکی کو اغوا نہیں کرایا ہوگا جسے بیٹی سمجھتا ہو۔"
وہ ہنستے ہوئے بولا۔"تمھاری زبان سے ٹیلی پیتھی جاننے والے بول رہے ہیں۔"
ہم جوجو کے ذریعے اس تہ خانے کا جائزہ لے رہے تھے۔ ایک طرف شیشے کا بڑا سا کیبن تھا۔ اس دھندلے شیشے کے

پیچھے کوئی شخص ایزی چیئر پر بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ بھی کوئی اہم آدمی ہو گا جو اس طرح پُراسرار انداز میں شیشے کے کیبن کے اندر خاموش تماشائی بنا ہوا تھا۔

اس شیشے کے کیبن سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر دو بستر بچھے ہوئے تھے۔ ان کے سرہانے وہی ٹرانسفارمر مشین، کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ دکھائی دے رہے تھے۔ دوسرا شخص اس مشین کو اچھی طرح چیک کر رہا تھا۔ ایس ماسٹر نے کہا "مسٹر فرہاد! تمھیں یہ معلوم کر کے افسوس ہو گا کہ ہم نے مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ معلوم کر لیا ہے۔ ہمارے پاس دنیا کے بہترین دماغ ہیں۔ بہترین ماہرین ہیں۔ ہم ابھی ثابت کر دیں گے کہ ہم اس مشین کے اہل ہیں۔"

اس نے حکم دیا "انھیں لایا جائے۔" پھر جوجو کو ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ تہ خانے کے آخری سرے پر ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ کھل گیا۔ دو شخص کسی کو دونوں طرف سے جکڑ کر لا رہے تھے۔ وہ آنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جبراً کھینچتے لا رہے تھے۔ پھر انھوں نے اسے ایک بستر پر لٹا دیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں رسّی سے باندھ دیے۔ اس طرح جکڑ دیا کہ وہ ہل نہیں سکتا تھا۔ اس کے منہ پر ٹیپ لگا ہوا تھا۔ اگر وہ بولنے کے قابل ہوتا تو ہم اس کے دماغ میں پہنچ سکتے تھے۔

ایس ماسٹر نے کہا "مسٹر فرہاد! ابھی یہ بندھا ہوا ہے۔ اس کے منہ سے ٹیپ ہٹایا جا سکتا ہے۔ یہ بولے گا۔ تم اس کے اندر پہنچو گے لیکن ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکو گے کیونکہ یہ بستر سے اُٹھ نہیں سکے گا۔ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا لیکن ہم اسے گونگا ہی رکھیں گے۔"

میں نے کہا "میں سمجھ گیا۔ یہ یقیناً اتنا اہم آدمی ہے اور ایسے رازوں سے واقف ہے کہ ہم اس کے دماغ میں پہنچتے ہی بہت کچھ معلوم کر لیں گے۔"

ایس ماسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا "ایسی باتیں بڑی جلدی سمجھ لیتے ہو۔ بہرحال، یہ میرے شعبے سے تعلق رکھنے والا بہت اہم شخص ہے، بہت اہم رازوں کا امین ہے۔ ہمیں پتا چلا کہ یہ در پردہ ماسک مین سے معاملات طے کر رہا تھا۔ یہ بہت لالچی ہے، زیادہ سے زیادہ دولت مند بننا چاہتا ہے۔ اسی لالچ نے آج اس بستر تک اسے پہنچا دیا ہے۔ یہ اچھا ہوا کہ صرف معاملات طے ہو رہے تھے۔ ابھی ہمارے بہت سے راز ماسک مین کی طرف منتقل نہیں ہوئے تھے اور اب کبھی ہو نہیں سکیں گے۔ ہم اسے زندہ رکھیں گے مگر یہ کسی کو کچھ بتانے کے قابل نہیں رہے گا۔"

اس نے حکم دیا "دوسرے کو لاؤ۔"

پھر وہی دروازہ کھلا۔ دو شخص کسی کو دونوں طرف سے پکڑ کر لانے لگے۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا۔ ان کی گرفت میں اچھل اچھل کر رہا تھا "ارے ادھر سے نہ پکڑو، گُدگُدی ہو رہی ہے۔"

ایس ماسٹر نے کہا "بے چارہ پاگل ہے۔ اس کے بدن کو کہیں سے بھی پکڑو تو گدگدی محسوس کرتا ہے۔ نہ اپنی باتیں سمجھتا ہے اور نہ کچھ کسی کو سمجھا سکتا ہے۔"

ان آدمیوں نے اس پاگل کو دوسرے بستر پر لٹا کر اسے بھی باندھ دیا۔ سرہانے کھڑا ہوا شخص ان کے سروں پر آہنی کیپ پہنا رہا تھا اور انھیں ٹرانسفارمر مشین سے منسلک کر رہا تھا۔

ایس ماسٹر نے کہا "میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ پتا نہیں اس انجینئر نے کہاں تک مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ معلوم کیا ہے۔ اس نے جو کچھ بھی معلوم کیا ہے، اس کا ابھی مظاہرہ کر رہا ہے۔ اگر یہ کامیاب رہا تو پھر مجھ پر اور جوجو پر یہی عمل کیا جائے گا۔ اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں میرے دماغ میں منتقل کی جائیں گی۔"

وہ شخص مشین آپریٹ کر رہا تھا۔ اس دوران میں ماسک مین کے پاس جاتا تھا۔ رسونتی اسرائیلی ایجنٹوں کے پاس پہنچ رہی تھی۔ شیبا سونیا کو بتاتی جا رہی تھی۔ یعنی ہم تینوں جو دیکھ رہے تھے، اس کی کمنٹری کرتے جا رہے تھے۔ ہماری کمنٹری سننے والے تمام لوگ تجسس میں مبتلا تھے۔ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے۔ کیا وہ شخص کامیابی سے مشین کو آپریٹ کرلے گا؟ کیا ایس ماسٹر ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کرلے گا؟

وہ آپریشن مکمل ہو گیا۔ ٹی وی اسکرین پر کمپیوٹر کے ذریعے پتا چل رہا تھا، ایک کی صلاحیتیں دوسرے کے دماغ میں منتقل ہو چکی ہیں۔ دونوں کو کم از کم ایک گھنٹے تک سونے دیا جائے گا۔

یہ ایک گھنٹا بھی ہمارے لیے قیامت تھا۔ ایک ایک سیکنڈ ایک ایک منٹ بھاری ہو رہا تھا مگر ایسا لگ رہا تھا جیسے پورا ایک گھنٹا کبھی نہیں گزرے گا۔ کمپیوٹر مشین کے ذریعے ٹی وی اسکرین نے جو بتایا تھا، اس سے ثابت ہو رہا تھا کہ مشین کو کامیابی سے آپریٹ کیا گیا ہے۔

ایک گھنٹا گزر گیا۔ وہ دونوں نیند سے بیدار ہو گئے۔ پاگل تو پہلے ہی پاگل تھا۔ مگر دوسرا ہوش مند بھی کچھ پاگل سا لگ رہا تھا۔ وہ آنکھیں کھولنے کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ چاروں طرف ایسے دیکھ رہا تھا جیسے اس جگہ کو پہلی بار دیکھ رہا ہو۔ ایک شخص نے آگے بڑھ کر اس کے بازو کو تھام لیا تو وہ ہنسنے لگا۔ جلدی سے بازو چھڑا کر بولا "ادھر ہاتھ نہ لگاؤ۔ گدگدی ہوتی ہے۔"

پہلے پاگل نے ہنستے ہوئے کہا "میری طرح اسے بھی گدگدی ہوتی ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا "مسٹر فرہاد! تم اس شخص کے دماغ میں جا سکتے ہو جس کے منہ پر ٹیپ لگایا گیا تھا مگر اب یہ بول رہا ہے۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہاں عجیب سناٹا تھا۔ وہ جس کی بات سنتا تھا، اسے سمجھتا تھا مگر وہ بات فوراً ہی دماغ میں گم ہو جاتی تھی، یاد نہیں رہتی تھی۔ پھر وہ جو کہتا تھا، وہ بات بھی کہنے کے بعد بھول جاتا تھا۔ مثلاً اس نے ابھی کہا تھا۔ ہاتھ لگانے سے گدگدی ہوتی ہے۔ یہ بات وہ بھول گیا تھا اور جب یہ بھول گیا تھا تو وہ اہم راز اسے کیسے یاد رہ سکتے تھے؟

یعنی وہ شخص کامیابی سے مشین آپریٹ کر چکا تھا۔ ایک شخص کا پاگل پن دوسرے کے دماغ میں منتقل کر چکا تھا۔ اب جوجو کے دماغ سے ایس ماسٹر کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کرنے والا تھا۔ ہماری کمنٹری سن کر سب پریشان تھے۔ ماسک مین اور اس کے ملک کے حکمران اور اسرائیلی حکمران سب اپنی اپنی جگہ سے اُٹھ گئے تھے۔ کوئی سکون سے بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ سب اضطراب میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اِدھر سے اُدھر ٹہل رہے تھے۔ ایک دوسرے سے مشورے لے رہے تھے۔ ہمیں مشورے دے رہے تھے۔ کچھ کرو۔ فرہاد، رسونتی، شیبا! صرف تم تین ہی ایسے ہو کہ اسے روک سکتے ہو۔ اگر سپر ماسٹر کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل ہو گئی تو قیامت آجائے گی۔

ہم اپنی بے بسی ظاہر کر رہے تھے۔ ویسے کر بھی کیا سکتے تھے۔ جوجو کو بستر پر لٹا دیا گیا تھا۔ دوسرے بستر پر ایس ماسٹر آ کر لیٹ گیا تھا۔ وہ آواز دے رہی تھی "پارس! تم کہاں ہو؟ میرے پاس آ جاؤ۔ تم پاس رہتے ہو تو لگتا ہے، ساری دنیا میرے پاس ہے۔"

میں نے پارس بن کر کہا "میں تمھارے پاس ہوں۔ ایسے وقت تمھیں چھوڑ نہیں سکتا۔"

"تم باتیں کرتے رہو تو مجھے ڈر نہیں لگے گا۔"

مشین آپریٹ کرنے والا ان کے سروں پر آہنی کیپ پہنا چکا تھا۔ انھیں مشین سے منسلک کر رہا تھا۔ دوسری طرف ماسک مین اور اسرائیلی حکام ہم سے التجا کر رہے تھے "فرہاد! رسونتی! شیبا! یہ قربانی پیش کرنے کا وقت ہے، اب ایک ہی راستہ رہ گیا ہے۔ جوجو کو ختم کر دو۔ وہ شیطان ٹیلی پیتھی کے خواب دیکھتا رہ جائے گا۔"

ہم انھیں جواب دے رہے تھے "جوجو ہماری بیٹی ہے۔ ہمارے وجود کا ایک حصہ ہے۔ ہم مر جائیں گے مگر اسے بھول کر بھی نہیں ماریں گے۔ اب تو وہی ہو گا، جو مقدر میں لکھا ہے۔"

جوجو مشین سے منسلک ہوتے ہی غافل ہو گئی تھی۔ ہم سب سونیا کے دماغ میں آ گئے تھے۔ جب تک وہ ہوش میں نہ آتی، ہم وہاں کے حالات معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ آخری بار ہم نے یہی دیکھا تھا کہ تہ خانے میں موجود رہنے والے دوسرے ماتحت چلے گئے تھے۔ ایک مشین آپریٹ کرنے والا رہ گیا تھا۔ دوسرا شیشے کے کیبن میں وہ پُراسرار شخص بیٹھا تماشا دیکھ رہا تھا۔

مگر صاحبو! اصل تماشا اب شروع ہونے والا تھا۔

یوں ہے کہ سونیا نے شیبا سے کہا تھا۔ "موجودہ حالات کا اچھی طرح جائزہ لو۔ تمھیں پتا چلے گا، جوجو کے لیے خطرات بڑھتے جا رہے ہیں۔"

شیبا نے جواب دیا تھا "میں جوجو اور پارس کو قلعے میں بند رکھتی ہوں۔ کوئی اندر نہیں آ سکتا۔"

"ایسی بات نہ کہو۔ چرانے والے آنکھوں سے سُرمہ بھی چرا کر لے جاتے ہیں۔"

"تم کس خطرے کی طرف اشارہ کر رہی ہو؟"

"کیا تمھیں نہیں معلوم۔ سپر ماسٹر کی سب سے بڑی ضرورت ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا یا والی ہے۔ وہ شارپ کے پیچھے پڑا ہوا تھا مگر فرہاد نے اُسے ختم کر دیا اور مور بیٹا کو چھپاتا پھر رہا ہے۔ سپر ماسٹر، تم پر اور رسونتی پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ آرمر ماسک مین کی قید میں ہے۔ صرف جوجو ایسی ہے جس کی طرف وہ ہاتھ بڑھا سکتا ہے۔"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

سونیا نے کہا "اگر کبھی سپر ماسٹر نے جوجو کو اُٹھا لے جانے کی کوشش کی تو ہم اُس سے بھی اسی طرح نمٹ سکتے ہیں، جس طرح اسرائیلی حکام سے نمٹ رہے ہیں۔ اگر ہم نے اُسے بھی دھمکی دی کہ اُس کے یورینیم کا ذخیرہ، ایٹمی پلانٹ اور بڑی بڑی سائنسی لیبارٹریاں تباہ کر دی جائیں گی تو وہ اپنے کان پکڑ لے گا اور جوجو کو واپس کر دے گا۔"

شیبا نے پوچھا "پھر خطرہ کس بات کا ہے؟"

"ذرا عقل سے کام لیا کرو۔ جتنی دیر وہ جوجو کو قید رکھے گا، اتنی دیر میں وہ اُس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کرا لے گا، لہٰذا جوجو کے پاس یہ صلاحیت نہیں ہونا چاہیے۔"

بات سمجھ میں آگئی تھی۔ شیبا نے اُس رات جوجو کے سونے کے بعد اُس کے خوابیدہ دماغ کو ٹریپ کیا تھا۔ اُسے اپنی معمولہ بنایا تھا۔ پھر اُس کے دماغ میں یہ گرہ باندھ دی کہ وہ کم از کم ایک ہفتے تک خیال خوانی کی صلاحیتیں بھول جائے گی۔ اگر کوئی تنویمی عمل کرنے والا اُسے اپنی معمولہ بنائے اور اس سے سوال کرے کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں کیا ہوئیں تو وہ اُس کی معمولہ بن کر بھی یہ جواب دے گی کہ شیبا نے اپنے عمل کے ذریعے خیال خوانی کی صلاحیت کو بالکل ہی مٹا دیا ہے۔ اب اُس کی سوچ کی لہریں کبھی کسی کے دماغ تک نہیں پہنچ سکیں گی۔

سونیلا نے بڑا ہی معقول مشورہ دیا تھا اور شیبا نے بروقت یہ قدم اٹھایا تھا۔ جس وقت قلعے پر حملہ ہوا، جوجو تو نیند پوری کر رہی تھی۔ اُسے اغوا کرنے والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں سے خالی کر دی گئی ہے۔ میں نے شیبا اور پارس کو اُسی تہ خانے میں چھپنے پر مجبور کیا تھا۔ شیبا جذبات میں آ کر وہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔ میں نے مجبور ہو کر اُسے دماغی جھٹکے پہنچائے تھے، اُسے بڑی دیر تک تکلیف میں مبتلا رکھا تھا اور میں ایسا کرنے پر مجبور تھا ورنہ وہ دشمنوں کے ہاتھ لگ جاتی تو آج وہ تماشا نہ ہوتا جو اَب پیش آنے والا تھا۔

جوجو اور الیس ماسٹر اپنے اپنے بستر پر آنکھیں بند کیے پڑے تھے۔ کمپیوٹر نے بتا دیا تھا کہ مشین کا عمل پورا ہو چکا ہے۔ ایک کی دماغی صلاحیت دوسرے میں منتقل ہو گئی ہے لٰہذا اب انھیں ایک گھنٹے تک سوئے دیا جائے۔ ہم کمنٹری کرتے جا رہے تھے۔ میں ماسک مین کے پاس جاتا تھا۔ رسونتی اسرائیلی ایجنٹوں سے رابطہ رکھے ہوئے تھی اور شیبا سونیا کے پاس جا کر تمام حالات بتا رہی تھی۔

ماسک مین اور اسرائیلی حکام ہماری طرف سے مایوس ہو گئے تھے، غصہ دکھا نہیں سکتے تھے۔ ہم نے اُن کی بات نہیں مانی۔ اُن کے مشورے کے مطابق ہم نے جوجو کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ اُن کی دانست میں جوجو ختم ہو جاتی تو ٹیلی پیتھی کا قصہ ہی ختم ہو جاتا۔ الیس ماسٹر کے ایک ماہر نے مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ لیا تھا۔ اس کے باوجود اُسے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔

اسرائیلی حکام، ماسک مین اور دنیا کی کتنی ہی خطرناک تنظیمیں اس انتظار میں تھیں کہ صبح ہونے تک ایک نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو گا۔ ایسے میں ہم نے خوش خبری سنائی، ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ الیس ماسٹر کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل نہیں ہو گی۔

یہ خوش خبری سن کر سب ہی چونک گئے۔ سبھی نئے سرے سے دلچسپی لینے لگے اور پوچھنے لگے۔ ایسا کیوں نہیں ہو سکے گا؟ کیا مشین میں خرابی پیدا ہو گئی ہے؟ کیا آپریٹ کرنے والے سے غلطی ہو گئی ہے؟

ہم نے جواب دیا۔ "ایسی کوئی بات نہیں، سیدھی سی بات ہے۔ ہم نے جوجو کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں مٹا دی ہیں۔"

اس سے زیادہ کمنٹری کی ضرورت نہیں پڑی۔ سبھی مارے خوشی کے ہپ ہپ ہُرّے بولتے ہوئے اُچھل پڑے تھے۔ ہر جگہ ایک دوسرے سے مصافحہ کیا جا رہا تھا، ایک دوسرے کو گلے لگایا جا رہا تھا۔ ایک گھنٹے بعد الیس ماسٹر جس ناکامی کا منہ دیکھنے والا تھا، اُس کی پیشگی خوشیاں منائی جانے لگی تھیں لیکن وہ گھنٹا گزر نہیں رہا تھا۔ وہ لوگ خوشیاں بھی منا رہے تھے اور

اُن لمحات کا انتظار کر رہے تھے جب وہ آپریشن بیڈ پر غفلت کے بعد آنکھیں کھولے گا۔

سب ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے "کیا نتیجہ نکلے گا؟"

"کیا وہ جوجو کی طرح لڑکی بن جائے گا؟"

سب ہنسنے لگے۔ ہم نے کہا۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہو گی، اس لیے کہ ایک کے دماغ کی صلاحیت دوسرے میں منتقل ہوتی ہے، جسمانی صلاحیتیں منتقل نہیں ہوتیں اور نہ ہی جسمانی تبدیلی عمل میں آتی ہے۔"

ہر طرف سے ایک ہی سوال پوچھا جا رہا تھا۔ "الیس ماسٹر کا کیا بنے گا؟"

ہم نے کہا۔ "ابھی ہم کچھ نہیں بتا سکیں گے۔ جب وہ غفلت سے بیدار ہو گا، اُٹھ کر بیٹھے گا تو جو دیکھتے جائیں گے اُس کی کمنٹری سناتے جائیں گے۔"

قیامت آتی تو گزر جاتی مگر وہ ایک گھنٹا نہیں گزر رہا تھا۔ اُسے گزارنے کے لیے اسرائیلی حکام نے خود کو ذرا مصروف رکھا۔ احکامات صادر کیے کہ کل شیبا کے استقبال کی تیاریاں کی جائیں۔ تل ابیب کو دُلہن کی طرح سجایا جائے اور ایسے رنگا رنگ پروگرام ترتیب دیے جائیں کہ شیبا انھیں کبھی نہ بھلا سکے۔

ماسک مین مواصلاتی سیارے کے ذریعے الیس ماسٹر کو مبارکباد دیتے ہوئے اپنے ملک میں آنے کی دعوت دے رہا تھا اور اس پیغام کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر وہ بہ نفسِ نفیس نہ آئے تو خیال خوانی کے ذریعے ہم سب کے دماغوں میں ضرور تشریف لائے۔

ایک گھنٹا پورا ہونے سے پہلے ہی یہ طنزیہ پیغام الیس ماسٹر کے شعبے میں پہنچا دیا گیا تھا۔ انھیں اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ جوجو سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اب انھیں مورینا کی فکر تھی۔ ہر طرف سے یہی پوچھا جا رہا تھا۔ مورینا کہاں ہے؟ اُسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے؟ ذرا سی غلطی ہو گی تو وہ الیس ماسٹر کے ہتھے چڑھ جائے گی۔ ماسک مین کو معلوم تھا کہ مورینا اپنے عاشق غلام باقی کے ساتھ پیرس کی طرف سفر کر رہی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "فرہاد صاحب! آپ جانتے ہیں میرے پاس آر سر موجود ہے، میں آپ سے کبھی دغا نہیں کروں گا اور مورینا کو اغوا کرنے کی حماقت نہیں کروں گا لیکن آپ اس سلسلے میں باخبر رہیں اور میری خدمات حاصل کرتے رہیں۔ ہم ایک دوسرے کے تعاون سے مورینا کو کامیابی کے ساتھ کہیں نہ کہیں چھپا دیں گے۔"

میں نے کہا۔ "پیرس پہنچنے کے بعد کوئی پرابلم نہیں رہے گی۔ آپ جانتے ہیں، وہاں ہمارا ادارہ ہے۔ ہم مورینا کو اُس ادارے

کی چار دیواری سے نکلنے نہیں دیں گے۔"

اسرائیلی حکام رسونتی سے پوچھ رہے تھے۔ "مورینا کہاں ہے؟ پلیز! اُسے چھپائے رکھنے کے سلسلے میں ہماری خدمات حاصل کریں۔"

رسونتی انھیں وہی جواب دے رہی تھی جو میں ماسک مین کو دے رہا تھا۔ آخر وہ ایک گھنٹا گزر گیا۔ اب ہم جو کچھ دیکھ رہے تھے، وہی رابطہ قائم کرنے والوں کو سنا رہے تھے۔ پہلے جوجو کی آنکھ کھلی، اس کے چند سیکنڈ بعد الیس ماسٹر بھی بیدار ہو گیا۔ دونوں آنکھیں کھول کر چھت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پہلے اُن کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ پھر ساری باتیں سمجھ میں آ گئیں۔ جوجو اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اُدھر الیس ماسٹر نے بیٹھتے ہوئے جوجو کو دیکھا پھر اپنے سر کو سہلانے لگا۔ جوجو نے پوچھا۔ "پارس! تم کہاں ہو؟ میں کب سے سو رہی ہوں۔ میرے پاس آؤ۔ مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے۔"

الیس ماسٹر نے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔ "یہ پارس کون ہے؟ اس کا نام سن کر میرا دل دھڑکنے لگا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے، میں اسے دیکھوں۔ اُس کے پاس جاؤں یا اُسے اپنے پاس بلاؤں۔"

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، پارس جوجو کے دل میں، اُس کے دماغ کی تہ میں، اُس کے لاشعور اور تحت الشعور میں بسا ہوا ہے۔ وہ جاگتی ہے تو پارس کو پوچھتی ہے۔ سونے سے پہلے پارس کو دیکھ کر سوتی ہے، اُس کے ساتھ کھاتی پیتی ہے، اُس کے ساتھ وقت گزارتی ہے۔ وہ نہ ہو تو اُسے دنیا ایک بہت بڑا قبرستان لگتی ہے جہاں اُسے کوئی زندہ نظر نہیں آتا۔ صرف وہ پارس کی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔

وہ پارس کے متعلق اتنی شدت سے سوچتی ہے کہ وہ سوچ اُس کے دماغ کا ایک اہم حصہ بن گئی ہے۔ چونکہ وہ اہم حصہ بن گئی ہے اس لیے وہ بھی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے الیس ماسٹر کے دماغ میں منتقل ہو گئی۔ اب وہ پارس کے سلسلے میں متجسس تھا، سوچ رہا تھا۔ کیا میرا دل اُسی پارس کے لیے کھنچا جا رہا ہے، جو فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہے؟

جوجو نے اُسے گھور کر دیکھا، پھر کہا۔ "خبردار! میرے پارس سے دوستی نہ کرنا۔ وہ صرف میرا دوست ہے۔"

الیس ماسٹر نے کہا۔ "دوستی تو بہت اچھی چیز ہے، ہم تینوں دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔"

جوجو نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "ہرگز نہیں، تم بہت ظالم ہو۔ میں نے یہاں تمہارے ظلم کا تماشا دیکھا ہے۔ تم نے ایک پاگل کے دماغ کی تمام خرابیاں دوسرے ہوش مند کے دماغ میں منتقل کرا دی تھیں اور اُسے بھی پاگل بنا دیا تھا۔"

الیس ماسٹر یہ سن کر حیرانی سے تک رہا تھا، پھر اُس نے کہا۔ "ہاں، مجھے یاد ہے، میں نے ایسا کیا تھا۔ توبہ توبہ، یہ تو بہت بُری بات ہے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اللہ میاں گناہ دیتے ہیں۔"

رسونتی نے کہا۔ "یا حیرت! یہ تو جوجو کی طرح معصوم بن گیا ہے۔"

یہ کمنٹری ہم نے دُور تک پہنچائی، تمام لوگ حیرانی سے پوچھ رہے تھے۔ "کیا واقعی؟ کیا سُپر ماسٹر جوجو کی طرح معصوم بن گیا ہے؟ کیا اُس کی ظالمانہ فطرت ختم ہو گئی ہے؟"

ہم نے جواب دیا۔ "ابھی ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے، وہ آپریشن کے بعد غفلت سے بیدار ہو کر جو کہہ رہا ہے، جو کر رہا ہے، وہ باتیں ہم آپ تک پہنچا رہے ہیں۔ آئندہ اُس کی ظالمانہ فطرت غالب آئے گی یا جوجو کی معصومیت؟ ہمیں بھی اس سوال کے جواب کا انتظار ہے۔"

اِدھر ہم نے اس شخص کو بھلا دیا تھا جو شیشے کے کیبن میں بیٹھا تھا۔ ہم نے جوجو کے ذریعے اُسے جب سے دیکھا تھا، تب سے وہ خاموش تھا۔ دھندلے شیشے کے اُس پار دھندلا سا دکھائی دے رہا تھا۔ پھر اچانک ہی وہ بولنے لگا۔ اُس کی آواز تہ خانے کے ہال میں گونج رہی تھی حالانکہ وہ بہت دھیمی آواز میں بول رہا تھا۔ الیس ماسٹر کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔ "تم جب سے بیدار ہوئے ہو، اس لڑکی کے ساتھ بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو، خواہ مخواہ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ ثابت کرو کہ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں تمہارے دماغ میں منتقل ہو گئی ہیں۔"

الیس ماسٹر نے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اپنی سوچ کی لہریں کسی کے دماغ میں پہنچانا چاہتا تھا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور شیشے کے کیبن میں بولنے والے کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر ناکامی ہوئی۔ اُس بولنے والے کو بھی علم نہیں تھا کہ میں خیال خوانی کے ذریعے اُس کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس کا دماغ نہیں مل رہا تھا یعنی جو آواز ہم تک پہنچ رہی تھی، اس آواز والے کا کوئی وجود نہیں تھا۔

ایسا ہماری زندگی میں پہلے بھی ہو چکا ہے۔ ایک مجرم نے جو بہترین ساؤنڈ ریکارڈسٹ تھا، ایسے آلات استعمال کیے تھے جو مائک کے پاس بولنے والے کی آواز کو اسپیکر تک پہنچتے پہنچتے تبدیل کر دیتے تھے۔ بولنے والے کی آواز اور لب و لہجہ کچھ سے کچھ ہو جاتا تھا۔ یہی سسٹم اس شیشے کے کیبن کے اندر بھی تھا۔ جو شخص بول رہا تھا اُس کی اپنی آواز کیبن کے اندر تک محدود تھی اور وہ آواز مائک سے ٹکراتی تھی۔ وہاں سے گزر کر اسپیکر تک آتی

تھی لیکن درمیان میں مختلف آلات کی کارکردگی اُسے تبدیل کر دیتی تھی۔

وہ پوچھ رہا تھا: "کیا بات ہے ایس ماسٹر! کیا تم خیال خوانی نہیں کر سکتے ہو؟"

ایس ماسٹر نے کہا: "میں کر سکتا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مجھ میں یہ قوت ہے، لیکن طریقۂ کار یاد نہیں آرہا ہے۔"

جوجو نے ہنستے ہوئے اس کی طرف ہاتھ نچاتے ہوئے کہا: "اتنا بڑا آدمی ہو گیا ہے اور خیال خوانی کرنا نہیں آتی۔ ارے بدھو، جس کے دماغ میں پہنچنا ہو پہلے اُس کا تصور کرو، پھر اُس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کرو۔ پھر پوری توجہ اور یقین کے ساتھ سوچو کہ تمہارے خیال کی لہریں پرواز کرتی ہوئی اُس کے دماغ تک پہنچ رہی ہیں۔ تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ اُسے باہر سے بھی دیکھ رہے ہو، اندر سے بھی دیکھ رہے ہو۔ اس کے بعد خود محسوس کر دگے کہ اس کے دماغ میں پہنچ چکے ہو۔"

شیشے کے کیبن میں بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "ایس ایم! بڑے شرم کی بات ہے۔ ایک لڑکی تمہیں طریقہ سکھا رہی ہے جبکہ ٹیلی پیتھی کے متعلق بازار میں ہزاروں کتابیں دستیاب ہیں۔ فرہاد کے ریکارڈ میں تم بہت کچھ بڑھ چکے ہو۔ اب خاموش کیوں بیٹھے ہو، خیال خوانی کرو۔ اس تہ خانے کے دوسرے حصّے میں بہرام گنگولی انتظار کر رہا ہے۔ اُس کے دماغ کے دروازے کھلے ہیں، اُسے یہاں بلاؤ۔"

جب سے ایس ماسٹر بیدار ہو کر بولنے لگا تھا، تب سے سونیا نے ثنیا کو مشورہ دیا تھا کہ اُس کے دماغ میں جم کر بیٹھ جاؤ اور اس کی تہ میں پہنچ کر جتنے راز معلوم کر سکتی ہو معلوم کرتی رہو اور اہم باتوں کو نوٹ کرتی رہو۔ یہی بات اُس نے رسونتی کو سمجھائی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ شیشے کے کیبن میں بیٹھنے والے کے پاس پہنچ نہیں سکتا اور جوجو کے پاس رہنا ضروری نہیں ہے تو میں بھی ایس ماسٹر کے دماغ میں آگیا۔ ٹرانسفارمر مشین کے عمل سے گزرنے کے بعد آدمی تھوڑی دیر تک جسمانی اور دماغی طور پر کمزور رہتا ہے، اس لیے سانس روک نہیں سکتا۔ وہ ہمیں اپنے اندر محسوس کر رہا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا اور جلد سے جلد خیال خوانی کا مظاہرہ کر کے اس شخص کو مطمئن کرنا چاہتا تھا جو شیشے کے کیبن کے اندر تھا۔

اس کی سوچ نے ہمیں وہ بتایا جو ہم پہلے سے جانتے تھے لیکن ہم نے اس پر توجہ نہیں دی تھی یعنی سپر ماسٹر کبھی کسی معاملے میں عملی طور پر سامنے نہیں آتا۔ فرنٹ لائن میں ایک اور سپر ماسٹر ہوتا ہے جو کسی بھی معاملے میں پیش پیش رہتا ہے۔ جو ایس ایم ہماری مٹھی میں تھا وہ فرنٹ لائن میں رہنے والا سپر ماسٹر تھا اور جو اصل ایس ماسٹر تھا وہ شیشے کے کیبن میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہی شطرنج کا کھلاڑی تھا اور وہی اب تک اتنی گہری چالیں چلتا آیا تھا۔ اب

اُس نے سخت لہجے میں پوچھا: "کیا بات ہے ایس ایم؟ تم خیال خوانی نہیں کر رہے ہو؟ فوراً جواب دو۔ کیا تم سانس روک سکتے ہو؟ کیا تم اپنے دماغ میں کسی کو محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں ہاں، میں سانس روک سکتا ہوں۔ خیال خوانی بھی کر سکتا ہوں مگر پہلے کبھی نہیں کی، اس لیے بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

سپر ماسٹر نے شیشے کے کیبن کے اندر سے کہا: "بہرام گنگولی کو یہاں بھیج دو۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی تہ خانے کا دروازہ کھلا۔ وہاں سے وہ قدآور پہاڑ جیسا ڈیل ڈول والا بہرام نظر آیا۔ وہ ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا شیشے کے کیبن کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ سپر ماسٹر نے کہا: "بہرام گنگولی! تمہارا ایس ماسٹر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ یہ مجھ سے جھوٹ بول رہا ہے۔ اس حقیقت کو چھپا رہا ہے کہ اس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی جاننے والے موجود ہیں۔ مجھے یہ تجربہ بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔ اسے فوراً ختم کر دو۔"

بہرام گنگولی نے ہچکچاتے ہوئے اپنے ایس ماسٹر کو دیکھا۔ شیشے کے کیبن سے آواز آئی: "اگر تم اس ملک میں زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرنا چاہتے ہو تو میرے حکم کی تعمیل کرو۔ اسے فوراً ہلاک کر دو، پتا نہیں، خیال خوانی کرنے والے کیا کچھ معلوم کر رہے ہیں۔"

ایس ماسٹر بستر سے اُچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پیچھے ہٹتے ہوئے بول رہا تھا: "نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ میرے دماغ میں رہ کر کوئی کچھ معلوم نہیں کر سکتا۔ تم لوگوں کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔ مجھے ہلاک کر کے بعد میں پچھتاؤ گے۔"

"ایس ماسٹر! تھوڑی دیر پہلے تم نے اپنے ہی شعبے کے ایک اہم آدمی کو زندہ رکھا مگر اُسے مُردوں سے بدتر کر دیا۔ اسے پاگل بنا دیا لیکن تمہاری ناکامی کی سزا موت ہے۔"

اس وقت تک بہرام گنگولی نے آگے بڑھ کر اُسے دبوچ لیا تھا۔ ایس ماسٹر طاقتور تھا۔ اس نے اُس کے پنجے سے نکلنے کی بڑی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ بہرام گنگولی نے اسے ایک ہاتھ سے دبوچ کر دوسرے ہاتھ سے سر کو تھام رکھا تھا۔ پھر اُس نے ایک زور کا جھٹکا دیا۔ کڑاک کی ایک زوردار آواز سنائی دی اور اُس کی گردن ٹوٹ گئی۔ ہم خیال خوانی کرنے والے ایک جھٹکے سے باہر آگئے۔ اب اس کا دماغ ہمیں قبول نہیں کر سکتا تھا۔

بہرام گنگولی نے اُس کے مُردہ جسم کو فرش پر پھینک دیا۔ پھر شیشے کے کیبن کے پاس آکر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ میں نے جوجو کے ذریعے کہا: "سپر ماسٹر! کیا یہ بتانا ضروری ہے کہ ہم نے بیس منٹ کے اندر تمہارے ایس ایم کے دماغ میں رہ کر کیا کچھ معلوم کیا ہے۔

ہم لمبی بات کرنا نہیں چاہتے۔ اتنا بتا دیں کہ میں پلک جھپکتے میں اس انڈر گراؤنڈ اسٹور میں پہنچ سکتا ہوں، جہاں یورینیم کا ذخیرہ کیا گیا ہے۔ رسونتی بھی اتنی ہی جلدی تمہاری سب سے بڑی سائنس لیبارٹری کے اہم افراد کے دماغوں میں پہنچ سکتی ہے اور ثنیا نے اُس خفیہ ایمونیشن ورکشاپ میں سُرنگ بنا لی ہے، جہاں جدید طرز کے میزائل تیار ہو رہے ہیں۔"

وہ چُپ چاپ سُن رہا تھا۔ میں ان تمام شعبوں کے اعلیٰ اور ذمّے دار افسران کے نام اور ٹیلی فون نمبر بتا رہا تھا اور دعویٰ کر رہا تھا: "ہم اِن نمبروں کے ذریعے اُن کے دماغوں تک پہنچ چکے ہیں۔ اب تم بتاؤ، پہلے کہاں دھماکا کیا جائے۔ اگر کوئی دھماکا منظور نہیں ہے تو جوجو کو نہایت آرام اور سہولت سے تل ابیب پہنچا دو۔ اگر اُس کے جسم پر ہلکی سی خراش بھی آئی تو تمہارے انڈر گراؤنڈ خفیہ اڈوں میں ایٹمی دھماکے ہونے لگیں گے۔"

شیشے کے کیبن سے بھرائی ہوئی آواز سنائی دی: "مسٹر فرہاد! اتنا نہ کہتے تب بھی ہم سمجھ لیتے۔ تم لوگ جس ملک میں چاہو، قیامت برپا کر سکتے ہو۔ لوگ پہلے زمانے میں تلوار سے ڈرتے تھے، پھر بندوق سے ڈرنے لگے، پھر بم سے، اُس کے بعد ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے۔ آج کا سب سے خطرناک ہتھیار ٹیلی پیتھی سب کو دہشت میں مبتلا رکھتا ہے، خصوصاً بڑی طاقتوں کو۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہا تھا: "اس علم سے پہلے ایٹم بم نے جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی میں قیامت برپا کی تھی۔ آج بھی کوئی ملک ایٹم بم بناتا ہے تو پوری دنیا چیخ اٹھتی ہے اور اعتراضات کرنے لگتی ہے۔ ہم اگر چاہیں تو دنیا کے تمام ملکوں کو تباہ کر دیں، صرف بڑی طاقتیں اور اُن کے ملک میں رہنے والے باشندے زندہ رہیں لیکن ہم بے پناہ قوتوں کے مالک ہونے کے باوجود چھوٹے ملکوں کو تباہ و برباد نہیں کرتے۔ ہاں، انھیں اپنا غلام بنا کر رکھتے ہیں۔ جو غلام نہ بننا چاہے اُسے بڑی بڑی امداد دے کر اپنا محتاج بنا لیتے ہیں۔ اسے سیاست کہتے ہیں۔ تمام چھوٹے ملکوں کو زندہ رکھ کر ہم وہاں سے خام مال حاصل کرتے ہیں۔ اُن ملکوں میں اپنے ہاں سے تیار کی ہوئی کاریں، ہیلی کاپٹر، طیارے، بحری جہاز اور ہتھیار فروخت کرتے ہیں۔ دوسری بڑی طاقت کے خلاف محاذ بنانے کے لیے اُن ملکوں میں فوجی اڈے قائم کرتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا: "مختصر یہ کہ تم اپنی بے پناہ قوتوں سے ہمیں تباہ و برباد کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے اور ہم سُپر طاقتیں کہلانے کے باوجود جوجو جیسی ایک بچی کو ہلاک نہیں کر سکیں گے کیونکہ ہم نادان نہیں ہیں۔ ہم کمزوروں کو مارتے نہیں ہیں، اپنے مقصد کے لیے زندہ رکھتے ہیں۔ تم بھی اپنے مقصد کے لیے ہماری سلامتی کی بات کرو۔ تباہی سے کچھ نہیں ملے گا۔"

میں نے کہا: "جو بات ہم کہہ چکے ہیں، وُہی تم کہہ رہے ہو مگر گھما پھرا کر کہہ رہے ہو۔ مقصد سلامتی اور تحفظ ہے۔ تم اپنی سلامتی چاہتے ہو اور ہم جوجو کی۔"

"بے شک، جوجو کو ابھی روانہ کیا جائے گا لیکن جب یہ ہمارے پاس آ ہی گئی ہے تو تم لوگوں سے ایک ذرا سی رعایت چاہتے ہیں، ہماری ایک بات مان لو۔"

"جوجو کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو ہم مان لیں گے۔"

"ہم اس پر تنویمی عمل کرانا چاہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں واپس آجائیں۔ جو چیز ہماری تحویل میں ہے اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہمیں ہے۔"

"اگر تم جوجو پر تنویمی عمل کرانے کے بعد اس کی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں بحال کر سکتے ہو تو بے شک فائدہ اٹھا لو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تنویمی عمل کے دوران تم میں سے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مداخلت نہیں کرے گا؟"

"وہ تو ہم کریں گے، ضرور کریں گے۔ جوجو پر ہونے والا کوئی بھی عمل ناکام بنائیں گے۔ ہم یہ کیوں چاہیں گے کہ ہماری اس بچی پر کوئی ایسا ویسا عمل کیا جائے۔ یہ اتنی معصوم ہے کہ ہم اسے ٹیلی پیتھی کی متحمل نہیں ہونے دیتے۔ اسی لیے اس کی صلاحیتیں ختم کر دی ہیں تاکہ یہ اپنی عمر، اپنے مزاج اور اپنی ذہانت سے زیادہ کوئی علم اپنے پاس نہ رکھ سکے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "مجھے یہی خدشہ تھا، تنویمی عمل کراؤں گا تو تم لوگوں کی طرف سے مداخلت ہوگی، لہٰذا جوجو ہمارے کسی کام نہیں آسکتی۔ میں اسے ابھی روانہ کرنے کا حکم دے رہا ہوں۔"

پھر اُس نے اپنے خاص آدمی کو حکم دیا: "جوجو کو چارٹرڈ طیارے میں بڑے آرام سے تل ابیب پہنچا دیا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی چار مسلح جوان آئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا: "مس جوجو! ہم آپ کے خادم ہیں۔ آپ کو ایئر پورٹ تک لے جائیں گے، وہاں سے آپ طیارے میں سفر کریں گی اور تل ابیب پہنچ جائیں گی۔"

اس کے بولتے ہی میں اُس کے دماغ میں پہنچ گیا تھا اور اطمینان ہو رہا تھا کہ کوئی دھوکا نہیں ہوگا۔ وہ کہہ رہا تھا: "میرے دماغ کے دروازے کھلے ہیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی وقت بھی میری نیت کو پڑھ سکتے ہیں۔"

میں نے جوجو سے کہا: "بیٹی! یہاں سے اُٹھو۔ ان کے ساتھ

جادو، ڈرنے کی بات نہیں ہے۔" پھر میں نے اُس کے ذریعے اُس مسلح جوان سے کہا: "مسٹر جہاں تمھاری ڈیوٹی ختم ہوتی ہے اور دوسرے کی ڈیوٹی شروع ہوتی ہے، اس کی آواز بھی سنائی جائے۔"

"آپ کو لے جانے والے طیارے کا عملہ آپ کے سامنے آئے گا اور باتیں کرے گا۔"

وہ اُٹھتے ہوئے بولی: "پارس کہاں ہے؟"

میں نے اُس کے دماغ میں پارس کو آواز دی: "بیٹے پارس! اِدھر آؤ، جو جو بلا رہی ہے۔"

پھر میں پارس کے لب و لہجے میں بولا: "میں آ گیا۔ تم مجھے ذرا بھی کام نہیں کرنے دو گی۔ اس وقت میں ریاضی کا ایک مشکل سوال حل کر رہا ہوں۔ جب تم طیارے میں پہنچو گی تو میں تمھارے ساتھ سفر کروں گا۔"

وہ خوش ہو کر بولی: "کیا تم میرے ساتھ آ رہے ہو؟"

"میں جسمانی طور پر نہیں، دماغی طور پر آتا جاتا رہوں گا۔"

وہ خوش ہو کر اُن مسلح افراد کے ساتھ جانے لگی۔ اس طرف سے اطمینان ہوتے ہی میں نے آمنہ کی خبر لی۔ یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ اُس کے جسم سے گولی نکال لی گئی ہے، وہ خطرے سے باہر ہے، وہ آرام سے بستر پر سو رہی تھی۔ میں نے اُس کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کیا۔ قلعے کے ڈاکٹر اور دوسرے ملازم جو زندہ رہ گئے تھے، وہ پھر سے انتظامات سنبھال رہے تھے، اس کی پوری طرح دیکھ بھال کر رہے تھے۔ شیبا خیال خوانی کے ذریعے اُس کی خبر لیتی رہتی تھی۔ ابھی وہ سفر کرنے کے قابل نہیں ہوئی تھی ورنہ شیبا کے پاس القرہ پہنچا دیا جاتا۔

اِدھر شیبا پارس اوّل کے ساتھ ایک ہوٹل کے کمرے میں رات گزار رہی تھی۔ وہ دوسرے دن اسرائیلی ایئر لائن کے طیارے سے سفر کرنے والی تھی۔ تیسری جانب رسونتی اپنے پارس کو سینے سے لگا کر چوم رہی تھی۔ ماں بیٹا ایک مدت کے بعد ملے تھے۔ رسونتی اُسے دیکھتی جا رہی تھی مگر دیکھتے رہنے سے بھی جی نہیں بھرتا تھا تو وہ بار بار اُس کی بلائیں لیتی تھی۔ اس کی طویل عمری کی دعائیں مانگتی تھی۔ اُس کے پیرس پہنچتے ہی رسونتی بابا صاحب کے ادارے میں آ گئی تھی پھر شیخ صاحب سے کہا تھا: "آج سے میرا بیٹا آپ کے حوالے ہے، اسے تعلیم میں دے رہی ہوں، ہنر آپ سکھائیں گے موجودہ دور کے تقاضے کے مطابق اسے فولاد بننا ہے لہٰذا میں آپ سے درخواست کروں گی کہ میرے بیٹے کو ماسٹر واٹسو روکی کے حوالے کر دیا جائے۔"

مورینا اور غلام باقی طیارے میں سفر کر رہے تھے۔ دوسری صبح پیرس پہنچنے والے تھے۔ میں اگر چاہتا تو مورینا اور غلام باقی کو بھی بابا صاحب کے ادارے میں پہنچا دیتا، لیکن مورینا قابلِ اعتماد نہیں تھی۔ ابھی اُسے کچھ عرصے تک آزمانا ضروری تھا۔ آج جو لڑکا مزاج ہوتا ہے، وہ کل نہیں رہتا۔ مورینا خود پرست تھی۔ اُسے اپنے حسن و شباب پر بڑا ناز تھا۔ ایسی عورتیں کبھی ایک مرد کے ساتھ نہیں گزارتیں۔ اپنے حسن کی داد پانے کے لیے عاشق بدلتی رہتی ہیں۔ بہرحال یہ آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا کہ اُس میں مستقل مزاجی اور وفاداری ہے یا نہیں۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن پر آپ ہی آپ اعتماد قائم ہو جاتا ہے۔ اُن میں ایک غلام باقی تھا۔ میرا دل کہتا تھا کہ یہ وفادار اور جان نثار ساتھی ثابت ہوگا لیکن اُسے بھی ادارے سے دور رکھنا تھا۔ اُسے مورینا کے ساتھ کچھ روز ہوٹل یا کاٹیج میں رہنے دینا تھا۔

ہم نے بڑی کامیابی سے پارس دوم کو تل ابیب سے نکال کر رسونتی کے پاس پہنچا دیا تھا اور جوجو شیبا کے پاس تل ابیب پہنچنے والی تھی۔ ابھی ہر طرف سے عارضی طور پر اطمینان تھا، لہٰذا اسی بات کا تجزیہ کرنا چاہیے کہ اتنی بھاگ دوڑ کے بعد ہم نے کیا پایا اور کیا کھویا؟

ہم سے مشین کھو گئی اور سب سے اہم چیز وہی تھی ویسے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم نے اپنے بچوں کو دشمنوں کے چنگل سے نکال لیا۔ اگر مجھے رسونتی کی ممتا کا خیال نہ ہوتا تو پارس کو کبھی بھی تل ابیب سے جانے نہ دیتا۔ اُس کی جگہ میں نے پارس اوّل کو شیبا کے ساتھ بلایا تھا۔ دیکھا جائے تو میں نے پھر ایک بیٹے کو دشمنوں کے حوالے کر دیا تھا۔

لیکن بات ایسی نہ تھی۔ یہ اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا کہ دشمن ہمیں براہِ راست نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ دنیا کی کوئی خطرناک تنظیم ہو، کوئی سپر پاور ہو، یہ الزام اپنے سر نہیں لے گی کہ فرہاد کو یا اُس کے ساتھیوں کو اُن سے نقصان پہنچا ہے۔ کوئی اپنے ملک کو تباہ کرنا نہیں چاہتا تھا اور نہ اپنے اہم ملکی راز ہمارے ذریعے کسی دوسری جگہ منتقل کرانا چاہتا تھا۔ یہی اندیشے تھے کہ اسرائیلی حکام نے فوراً پارس کو جانے کی اجازت دے دی اور سپر ماسٹر نے بھی جوجو کو رہا کر کے دانش مندی کا ثبوت دیا تھا۔

دشمنوں کے لیے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اب میں اکیلا ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں تھا۔ رسونتی میری زندگی میں آئی تو تعداد دو ہو گئی۔ پھر شیبا نے تعداد بڑھا دی۔ اس کے بعد جوجو آئی۔ جوجو کے بعد مورینا۔ اب ہم چار تھے۔ مورینا پر بھروسا نہیں تھا۔ جوجو کے دماغ سے یہ صلاحیت مٹائی نہیں گئی تھی، بھلائی گئی تھی، وہ کسی بھی آڑے وقت ہمارے کام آ سکتی تھی اور ایک بار بہت ہی مشکل وقت میں ہمارے کام آ بھی چکی تھی۔ بہرحال، وہ ہمارے کسی بھی ساتھی کو نقصان پہنچاتے تو ہر چار طرف سے خیال خوانی کے حملے ہوتے، جنھیں روکنا دشمنوں کے بس کی بات نہ ہوتی۔

اُن کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ کون اصلی فرہاد اور کون اصلی شیبا ہے اور کون ڈمی ہے۔ وہ اتنی بار دھوکے کھا چکے تھے کہ اب نقل کو اصل سمجھنے لگتے تھے اور اصل کو نقل سمجھ کر نظر انداز کر دیتے تھے۔ آج ٹرانسفارمر مشین سپر ماسٹر کے پاس تھی۔ آئندہ کسی اور کے ہاتھوں میں پہنچ سکتی تھی لیکن سب کو یہ فکر لاحق تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف میرے ہی گروپ میں ملیں گے۔ اگر ہم میں سے کسی کو جبراً حاصل کیا گیا تو اسی طرح وقت سے پہلے اُن کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیت مٹا دی جائے گی یا بھلا دی جائے گی۔

موجودہ صورتِ حال سے ظاہر ہوتا تھا، اب ہمارے درمیان امن و امان قائم ہو گیا ہے، کوئی ہمیں دشمن بن کر نہیں چھیڑے گا اور ہم جوابی کارروائی نہیں کریں گے۔ اب دن رات کی بھاگ دوڑ ختم ہو چکی ہے۔ مجھے چوبیس گھنٹے خیال خوانی میں مصروف نہیں رہنا ہوگا اور میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک پُرسکون گھریلو زندگی گزار سکوں گا۔

اسے کہتے ہیں دیوانے کا خواب۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ٹیلی پیتھی ایک بلا ہے جو یہ علم سیکھتا ہے وہ مارا جاتا ہے جو زندہ رہتا ہے وہ عذاب میں رہتا ہے۔ جب ایک ملک کوئی بڑی طاقت حاصل کر لیتا ہے تو دوسرا ملک بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے سامنے کسی کو برتر تسلیم نہیں کر سکتا۔ ٹیلی پیتھی کے حوالے سے ہم سپر پاور تھے اور کوئی ہماری برتری تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ بظاہر ہمارے دوست تھے۔ اپنے اپنے ملک میں ہمارے لیے بڑی بڑی سہولتیں فراہم کر سکتے تھے لیکن ہمیں کھوکھلا کرنے، ہمیں آہستہ آہستہ ختم کر دینے کے لیے وہ اندر ہی اندر یقیناً سرنگ بنا رہے ہوں گے۔

پہلے شیبا پارس کے ساتھ تل ابیب پہنچی، وہاں کے اعلیٰ حکام نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اب کوئی پردے میں چھپا ہوا نہیں تھا۔ یہ سب جان گئے تھے اور مان گئے تھے کہ ہم جب چاہیں اُن کے خفیہ اڈوں تک اور اُن کے ذمے دار افسران تک پہنچ جاتے ہیں، پھر ہمارے اعلیٰ افسران چھپ کر کیا کرتے، لہٰذا وہ کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ پتا چلا، ایک گھنٹے بعد جوجو پہنچنے والی ہے۔ شیبا ایئر پورٹ پر ہی رک گئی۔ وی آئی پی روم میں اُس کا انتظار کرنے لگی۔ اُن کا استقبال کرنے والوں میں منگل پانڈے بھی شامل تھا۔ شیبا نے مسکرا کر اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "ہیلو مسٹر پانڈے! مجھے آپ جیسے دلیر افسر سے مل کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

ایک اسرائیلی عہدے دار نے کہا: "بھارتی سرکار ہم سے مسٹر منگل پانڈے کا مطالبہ کر رہی ہے۔ میں حیران ہوں کہ آخر یہ کتنے دلیر ہیں۔"

شیبا نے کہا: "آپ میری خاطر بھارتی سرکار سے درخواست کریں کہ مسٹر پانڈے کو کچھ عرصے اسرائیل میں رہنے دیا جائے اور انھیں یہاں کی انٹیلی جنس میں ایک اعزازی عہدہ دیا جائے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں، یہ آپ کے لیے بھی بڑے بڑے کارنامے انجام دیں گے اور اپنی دلیری سے حیران کر دیں گے۔"

انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ بھارتی سرکار سے درخواست کریں گے: "منگل پانڈے یہاں جتنا عرصہ رہنا چاہیں، رہ سکتے ہیں اور انھیں اعزازی عہدہ بھی دیا جائے گا۔"

منگل پانڈے خوش ہو کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اُس کے کان میں آواز آئی: "لیکن میں تمھیں دلیری دکھانے کا موقع نہیں دوں گا۔"

اُس نے چونک کر سر گھمایا۔ صوفے کے پیچھے پارس کھڑا ہوا تھا۔ شیبا نے مسکراتے ہوئے کہا: "پانڈے! یہ ہمارا بیٹا ہے پارس اوّل۔" پانڈے نے جلدی سے اُٹھ کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔"

پارس نے کہا: "مگر مجھے نہیں ہو رہی ہے۔ میں مصافحہ نہیں کروں گا۔ تمھارے ہاتھ گندے ہیں۔"

وہ جھینپ کر جلدی سے ہاتھ کو اپنے ہی لباس سے صاف کرتے ہوئے بولا: "آپ اپنے بھائی کی طرح شریر ہیں۔"

پارس نے پوچھا: "کیا تم کبھی کسی بچے کو آپ کہتے ہو؟"

"جی ہاں، آپ کو آپ کہہ رہا ہوں۔"

"میری بات چھوڑو۔ اچھی طرح سوچ کر بتاؤ، آج تک کبھی کسی بچے کو آپ کہا ہے؟"

اُس نے انکار میں سر ہلا کر کہا: "کبھی نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے تم مجھے خوشامدانہ انداز میں آپ کہہ رہے ہو، اگر دلیر افسر ہو تو مجھے بھی تم کہو۔ کسی فرہاد کے بیٹے سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

اس بات پر وہاں بیٹھے ہوئے تمام اعلیٰ افسران اور بڑے بڑے عہدے داران واہ واہ کرنے لگے۔ تالیاں بجا کر داد دینے لگے: "واہ ماسٹر پارس! کتنی سچی اور کھری بات کہہ رہے ہو۔ دلیر افسر کو تمھارے باپ سے بھی نہیں ڈرنا چاہیے۔"

پارس نے چٹکی بجا کر کہا: "ہاں، یہ ہوئی نا بات۔ مسٹر پانڈے! ان سب کے سامنے کہو کہ تم میرے باپ سے بھی نہیں ڈرتے ہو۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا: "ماسٹر پارس! یہ گستاخی میں کیسے کر سکتا ہوں، کیوں مجھے مروانا چاہتے ہو؟"

پارس نے پانڈے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمام حاضرین سے کہا "بے چارہ شرما رہا ہے۔ پلیز! آپ میں سے کوئی کہہ دے کہ میرے باپ سے نہیں ڈرتا۔"

اس بات پر سبھی کے چہروں سے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ سب ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، کوئی کھنکارنے لگا۔ کوئی سیٹ پر سیدھا ہوکر بیٹھ گیا، کوئی پہلو بدلنے لگا۔ شیبا نے کہا "پارس! یہ کیا شرارت ہے، چپ چاپ بیٹھو۔"

"اوہ ممی! چپ چاپ بیٹھنے کا کام تو پاپا کرتے ہیں۔ آپ ہی تو کہتی ہیں جہاں جگہ ملتی ہے، بیٹھ جاتے ہیں۔ خیال خوانی کرتے کرتے بارھواں سال گزر رہے ہیں۔"

سب لوگ مسکرانے لگے۔ شیبا نے ڈانٹ کر کہا "اب کچھ بولوگے تو میں جوجو کا جہاز تل ابیب تک پہنچنے نہیں دوں گی، راستے ہی سے واپس کردوں گی۔"

اُس نے زوردار قہقہہ لگایا، پھر کہا "واہ ممی! ایک تو آپ میرے دماغ میں دنیا جہاں کے علوم ٹھونستی رہتی ہیں، پھر بچہ سمجھ کر ڈرا بھی رہی ہیں کہ طیارے کو واپس بھیج دیا جائے گا جب کہ یہ بین الاقوامی قوانین کے خلاف ہے۔ کوئی بھی طیارہ اس وقت تک واپس نہیں ہوسکتا یا راستہ نہیں بدل سکتا جب تک موسم انتہائی خراب نہ ہو۔"

شیبا منہ چھپا کر مسکرانے لگی۔ ایک اعلیٰ عہدے دار نے پوچھا "کیا تم نے پارس کو اس قدر ذہین بنایا ہے؟"

وہ پارس کو دیکھتے ہوئے بولی "میری خیال خوانی اسے ایک شاہکار بناتی جارہی ہے۔ ٹیلی پیتھی بہت اچھا علم ہے، اگر اسے صرف ماں باپ سیکھ سکیں تو اپنے بچوں کے دماغ میں ذہانت کوٹ کوٹ کر بھر دیں۔ خیال خوانی کا یہی فائدہ ہے لیکن ہماری دنیا میں کیا ہوتا ہے۔ ہم ایٹمی قوت سے بنجر زمینوں کو زراعت کے قابل بناسکتے ہیں لیکن ہم انسانوں اور ملکوں کو تباہ کرتے ہیں۔"

سب تائید میں سر ہلانے لگے۔ شیبا نے کہا "اگر کوئی ہمیں دشمن بن کر نہ چھیڑے۔ ہمیں گوشۂ تنہائی میں پُرسکون گھریلو زندگی گزارنے کا موقع دے تو ہم صرف اپنے بیٹے پارس ہی کو نہیں دنیا کے تمام کُند ذہن بچوں کو بھی نہایت ذہین بناسکتے ہیں۔ یہ دنیا ہمارے بچوں کی ہے۔ یہاں جو کچھ ہے ہمارے بچوں کو ملنا چاہیے لیکن بڑے اُن کا حق چھینتے اور چھیلتے رہتے ہیں۔ یہ کیسا دوغلا پن ہے کہ آپ اُن کے ننھے ہاتھوں میں کتاب دیتے ہیں اور پھر انھیں مار ڈالنے کے لیے ایٹم بم تیار کرتے ہیں۔"

مجھے بھی فرصت تھی، اس لیے میں کبھی پارس اوّل اور کبھی منگل پانڈے کے دماغ میں رہتا تھا اور اُن کے ذریعے دوسروں کی باتیں سنتا تھا۔ میں وہاں موجود رہنے والے چار مسلح افراد تک بھی پہنچ گیا تھا۔ ابھی پانچویں تک پہنچنے نہیں پایا تھا کہ نے منگل پانڈے کے ذریعے دیکھا، وہ پانچواں مسلح فرد آہستہ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال رہا تھا۔ چونکہ میں اُس کے دماغ تک پہنچ نہیں سکتا تھا اس لیے میں نے دوسرے مسلح گارڈ کو وہاں چلاتے ہوئے اُس کے سامنے لاکر کھڑا کردیا۔ ریوالور نکالنے والے نے جھنجلا کر پوچھا "یہ کیا طریقہ ہے۔ تم ادھر کیوں چلے آئے؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "اوہ سوری، میں ذرا باتھ روم کی طرف جانا چاہتا تھا مگر آفیسر سے اجازت لینا ہوگی۔"

اُس نے کہا "تم جہنم میں جاؤ مگر میرے سامنے سے تو چلے جاؤ۔"

اتنی سی دیر میں، میں نے اُس کے خیالات پڑھ لیے۔ وہ ایک اعلیٰ عہدے دار کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ جیسے ہی سامنے والا مسلح گارڈ وہاں سے ہٹا، وہ پھر ہولسٹر سے ریوالور نکالنے لگا۔ اسی وقت میں منگل پانڈے کے دماغ پر قابض ہوگیا۔ اس کے ذریعے گلدان اٹھا کر اُس کے ہاتھ کی طرف زور سے پھینکا۔ جب نشانہ صحیح ہوتو کامیابی کیسے نہ ہو۔ ریوالور اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اتنی دیر میں منگل پانڈے اُچھل کر جمناسٹک کے انداز میں قلابازیاں کھاتا ہوا اُس کے قریب پہنچا۔ اُس کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا، پھر پیٹ پر ایک گھونسا مارا۔ وہ تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے جھکا، پانڈے نے اُسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر فرش پر پٹخ دیا۔ پھر اس کے اوپر چڑھ کر اس کا گلا دباتے ہوئے پوچھا "تم نے مسٹر نکولس کا نشانہ لیا تھا۔ بولو کیوں؟"

وی آئی پی روم میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ شیبا کی آمد پر دستاویزی فلم تیار کرنے کے لیے کیمرے اپنا کام کر رہے تھے۔ اُن کا رُخ منگل پانڈے کی طرف ہوگیا تھا۔ اب اُس کا کارنامہ کیمرے کی آنکھ سے ریکارڈ ہو رہا تھا۔ مسلح گارڈز اور بہت سے افسران اُن کے قریب آگئے تھے۔ میں اُس قاتل کو بولنے پر مجبور کرنے لگا، وہ بے اختیار بولنے لگا "میں۔۔۔ میں نکولس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ چھوڑ دو مجھے، چھوڑ دو۔ مجھے دس ہزار ڈالر کی ضرورت ہے، مجھے ہر حال میں اسے قتل کرنا ہے۔"

مسلح افراد نے اُسے قابو میں کرلیا تھا۔ اچھی طرح جکڑ لیا تھا۔ ایک ذمے دار افسر نے پوچھا "تم مسٹر نکولس کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟"

شیبا نے کہا "افسر کو جواب بالکل صحیح دینا۔ غلط بولوگے تو میں تمہارے دماغ سے صحیح بات معلوم کرلوں گی۔"

وہ تھوک نگل کر کہنے لگا یعنی میں اس سے کہلوانے لگا۔ "مسٹر نکولس نے ایسے سپاہیوں اور افسروں کی ایک ٹیم خفیہ طور پر بنائی ہے جس کا علم ہمارے باس کو نہ ہوسکا۔ جب ہیروئن سے بھرا ہوا

ٹرک سرحد پار کرکے تل ابیب کی طرف آرہا تھا تو مسٹر نکولس کی اس ٹیم نے اُسے پکڑ لیا اور اس کے ذریعے وہ ہمارے باس تک پہنچ گئے اور اُسے بھی گرفتار کرلیا۔"

وہ پھر تھوک نگل کر بولا "اسرائیل کی حدود میں چرس استعمال کرنے والے کو سخت سزائیں دی جاتی ہیں اور اسمگل کرنے والے کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ ہمارے باس کو بھی سزائے موت ہوگی، اس سے پہلے ہم دہشت پھیلانا چاہتے ہیں۔ ہم مسٹر نکولس کو قتل کرکے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ باس کو سزا سنائی گئی تو فیصلہ سنانے والے جج کو بھی اسی طرح ہلاک کردیا جائے گا۔ اس طرح دہشت پھیلے گی، آئندہ کوئی اسرائیلی افسر ایمانداری سے اسمگلروں کو گرفتار نہیں کرسکے گا۔"

اس کے بیان کی روشنی میں مسٹر نکولس نے بہت بڑے اسمگلر کو گرفتار کیا تھا لہٰذا تمام افسران اُس کی طرف دیکھ کر تالیاں بجانے لگے۔ نکولس تیزی سے آگے بڑھتا ہوا منگل پانڈے کے پاس گیا، پھر اُس کے دونوں ہاتھوں کو چوم کر کہا "بے شک، یہ جان کی بازی لگانے والا دلیر شخص ہے۔ مس شیبا، میں سب کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ آج سے مسٹر منگل پانڈے انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کے اعزازی افسر ہوں گے۔ اور انھیں ہر طرح کی سہولتیں میسر ہوں گی۔ انھیں ہر طرح کے ہتھیار دیے جائیں گے۔ ان کے لیے ٹرانسمیٹر اور گاڑیاں مہیا کی جائیں گی۔ یہ جب چاہیں گے جہاں چاہیں گے اسرائیلی حدود میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے پرواز کرسکیں گے۔ انھیں کل صبح تک خصوصی اپائنٹمنٹ لیٹر مل جائے گا۔"

منگل پانڈے کی باچھیں کھل گئی تھیں۔ وہ ہر طرف مسکرا مسکرا کر دیکھ رہا تھا اور ہر سمت سے پریس فوٹو گرافرز اُس کی تصویریں اُتار رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ صرف اسرائیلی اخبارات میں ہی نہیں، بلکہ دنیا کے تمام اخبارات میں اس کی دلیری اور کارنامے سے تعلق رکھنے والی تصویریں شائع ہوں گی اور ہوسکتا ہے جو وڈیو فلم تیار کی جارہی تھی، تل ابیب میں بھارتی سفیر اُس کا مطالبہ کرے اور اُسے بھارت روانہ کرے تاکہ وہاں بھی ایک بھارتی افسر کا کارنامہ عوام کو دکھایا جاسکے۔

اُسی وقت اعلان ہوا۔ جوجو کا طیارہ آگیا ہے اور اب رَن وے پر اترنے والا ہے۔ وہ سب وی آئی پی روم سے نکلے۔ شیبا، پارس اوّل اور منگل پانڈے ایک کار میں بیٹھ گئے۔ آگے پیچھے دوسری گاڑیوں میں دوسرے اعلیٰ افسران تھے۔ وہ سب جوجو کے استقبال کے لیے جارہے تھے۔ شیبا کی آمد پر اسرائیلی قومی ترانہ بجانے والا آرکسٹرا گروپ رَن وے پر موجود تھا۔ جب جوجو کا طیارہ رَن وے پر آکر رکا تو وہ آرکسٹرا قومی دھن بجانے لگا۔ وہ کھڑکی سے پارس کو دیکھ کر ہاتھ ہلا رہی تھی۔ پھر دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس آگئی تھی۔ ایئر ہوسٹس نے اُسے روکتے ہوئے کہا "ایزی، مس جوجو! ذرا صبر کریں، ابھی دروازہ کھلے گا، سیڑھی لگے گی پھر آپ نیچے جائیں گی۔"

وہ دوڑتی ہوئی پھر قریبی کھڑکی کے پاس آئی، وہاں سے ہاتھ ہلا کر چیخنے لگی "پارس! تم کہیں نہ جانا۔ میں آگئی ہوں، بس آرہی ہوں۔ دیکھ لو، اچھی طرح دیکھ لو، میں آگئی ہوں۔"

اُس وقت تک دروازہ کھل گیا۔ وہ دوڑتی ہوئی دروازے تک آئی۔ ابھی سیڑھی نہیں لگی تھی، وہ دروازے کے قریب آرہی تھی۔ دروازے اور سیڑھی سے تقریباً ایک ڈیڑھ گز کا فاصلہ ہوگا۔ اُس نے ایئر ہوسٹس کو ایک طرف دھکا دیا۔ یکبارگی چھلانگ لگائی اور دروازے سے سیڑھی پر پہنچ گئی۔ اگر وہ عام سی سیڑھی ہوتی تو کوئی بات نہ تھی لیکن اس سیڑھی کو پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ جہاں جہاں وہ قدم رکھتی وہاں وہاں کھلے ہوئے گلاب خوشبو لٹاتے رہتے۔ جوجو کو اس سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی کہ اُس کے استقبال کے لیے کتنے پھول بچھائے گئے ہیں اور کتنے اعلیٰ حکام اور عہدے داران پھولوں کے ہار لیے ہوئے کھڑے ہیں۔ کتنے افسران ہیں جو پھولوں کی پتیاں نچھاور کرنے والے ہیں۔ اُسے کسی بات سے غرض نہیں تھی۔ چھلانگ لگانے کے بعد سیڑھی پر آئی تو اپنا توازن قائم نہ رکھ سکی، اُس کا پاؤں پھسلا، شیبا کے حلق سے چیخ نکلی "ارے باؤلی، کیا پارس کہیں بھاگا جارہا ہے؟"

پھر اُس نے فوراً ہی اُس کے دماغ میں آکر اُسے ریلنگ کو پکڑ کر سنبھلنے کا موقع دیا۔ وہ سنبھل گئی۔ جلدی سے سیڑھی سے اتر کر دوڑتی ہوئی پارس کی طرف آنے لگی۔ درمیان میں کئی اعلیٰ حکام اور افسران پھولوں کے ہار لیے ہوئے کھڑے تھے۔ وہ انھیں دھکا دیتی ہوئی، ایک طرف ہٹاتی ہوئی، دوڑتی ہوئی اچانک ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔ وہاں کا فرش چکنا تھا۔ گرتے ہی پھسلتے ہوئے پارس کے قدموں میں پہنچ گئی۔

پارس نے آسمان کی طرف دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعائیہ انداز میں کہا "یا اللہ! ہم تیری کسی نعمت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ تُو نے میرے باپ کو بھی ایسی چاہنے والی نہ دی ہوگی۔ میرے پاپا کے پاس سب ہی ہوش مند ہیں۔ تُو نے ایک دیوانی میرے نام لکھ دی۔"

پھر وہ گھٹنے ٹیک کر جھک گیا۔ اسے سہارا دیتے ہوئے بولا "تمھیں پتا ہے، یہ ایئرپورٹ کا فرش ہے۔ تمہارا بستر نہیں ہے، خدا کے لیے اٹھو۔ تماشا نہ بنو۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، پھر پلتھی مار کر بولی "پارس! بڑا مزہ آرہا تھا۔ وہ آدمی ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے میرے دماغ سے ٹیلی پیتھی حاصل کرنا چاہتا تھا مگر جب نیند سے بیدار ہوا تو میری طرح بولنے لگا۔ اد

تمھیں یاد کرنے لگا۔ میں نے کہا: خبردار! پارس میرا دوست ہے۔ میں نے ٹھیک کہا نا، کیا تم مجھے چھوڑ کر اس سے دوستی کرو گے؟"

پارس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ یک بیک قہقہہ لگاتے ہوئے بولی: "مگر تم ٹھینگے سے دوستی کرو گے وہ تو مر چکا ہے۔ ایک بہت لمبا چوڑا آدمی آیا تھا اس نے اس کی گردن پکڑ کر توڑ دی اور وہ دھم سے مر گیا۔"

شیبا اس کے پاس آ کر کان پکڑتے ہوئے بولی: "جو جو! تمھیں کب عقل آئے گی۔ کچھ پتا ہے یہاں اعلیٰ حکام کھڑے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے عہدے داران ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو جلد سے جلد سپر پاور بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور یہ تمھیں ہار پہنانے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں اور تم پارس سے باتیں کر رہی ہو۔"

شیبا نے کان پکڑ کر اُٹھا دیا۔ پھر افسران کی طرف دیکھتے ہوئے بولی: "سو . . . سوری، یہ ابھی بچی ہے یونہی شوخی کرتی رہتی ہے۔ آپ اسے ہار پہنا سکتے ہیں۔"

وہ آگے بڑھ کر اسے ہار پہنانے لگے۔ ایک ہار پہناتا تھا، وہ ہار اُتار کر پارس کے گلے میں ڈال دیتی تھی۔ پھر کوئی دوسرا ہار پہناتا تھا تو وہ دوسرا ہار بھی پارس کو پہنا دیتی تھی۔ پھر وہ ہنستے ہوئے بولی: "پارس! ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ گڈے گڑیا کی شادی کر رہے ہیں۔ ہار پہناتے جا رہے ہیں۔ کیا ہماری شادی ہو رہی ہے؟"

اس لمحے ہم اس داستان کو پڑھنا بھول جائیں اور سوچیں کہ ہمارے بچے کتنے معصوم ہوتے ہیں۔ وہ آپس میں شادی کرنے کی بات کرتے ہیں لیکن اس کے لیے گڈے گڑیا کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور یہ الفاظ اس بات کے گواہ ہیں کہ بچے اندر سے کتنے فرشتہ صفت ہوتے ہیں۔

اگر دنیا کے تمام بڑے اور ذمے دار لوگ ایک منٹ کے لیے یہ سوچیں کہ انھیں صرف اقتدار کے لیے نہیں لڑنا ہے، حکمراں پارٹی کی کرسیاں چھیننے کے لیے نہیں لڑنا ہے، صرف ایسے منصوبوں پر کام کرنا ہے جن کے ذریعے بچوں کو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں، تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اُن کی نگاہوں کے سامنے پھول ہی پھول کھلتے ہیں اور ہر طرف محبتیں ہی محبتیں ملتی ہیں تو یہ دنیا کتنی خوبصورت ہو جائے گی اور ہماری آنے والی نسلیں بڑے فخر سے ہمارا نام لیتی رہیں گی۔

وہ ٹرانسفارمر مشین اُسی تہ خانے میں رکھی ہوئی ہے۔ اگر سپر ماسٹر کو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا والی نہیں ملے گی تو مشین اسی طرح رکھی رہے گی، وقت گزرتا جائے گا۔ اُسے تلاش کرنے والے مرتے رہیں گے اور نئے تلاش کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے لیکن کوئی اس مشین تک نہیں پہنچ سکے گا۔

اُس تہ خانے تک پہنچنے کا راستہ اتنا پیچیدہ تھا اور اتنے سخت حفاظتی انتظامات تھے کہ وہاں تک کسی کا پہنچنا تقریباً ناممکن تھا۔ صرف چند افراد ایسے تھے جو اس تہ خانے کے راستے کو سمجھتے تھے۔ وہ تہ خانہ اندر ہی اندر بہت دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اُسے تنہا سپر ماسٹر نے نہیں بنایا ہوگا۔ جن انجینئروں نے اُس کا ڈیزائن تیار کیا اور اُسے جن مزدوروں سے مکمل کرانے کا کام لیا گیا اُن سب کو یا تو ختم کر دیا گیا ہوگا یا ہمیشہ کے لیے گونگا بہرا بنا کر کہیں چھوڑ دیا گیا ہوگا کیونکہ وہاں صرف ٹرانسفارمر مشین ہی نہیں تھی یورینیم کا ذخیرہ بھی تھا۔ جدید ترین میزائلوں کے نقشے اور فارمولے تھے اور بہت کچھ تھا۔ سپر ماسٹر کو اسی بات کی فکر تھی کہ جوجو کا اغوا کرانے کے بعد وہ نقصان میں رہا ہے، جتنی دیر میں بہرام گنگولی اگر ایس ماسٹر کو ہلاک کرتا، اتنی دیر میں ہم نے بہت کچھ معلوم کر لیا تھا۔ اُسے شبہ تھا اور یہ حقیقت تھی کہ ہم نے بہت کچھ معلوم کر لیا تھا۔ اگرچہ ہم نے جوجو کے سلسلے میں دھمکی دی تھی کہ ہم اُس کے اہم رازوں سے واقف ہیں اور اُس کے تمام خفیہ اڈوں کو تباہ کر سکتے ہیں لیکن ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ معلومات ایس ماسٹر کے دماغ سے حاصل کی ہیں، یہ بات کہنے سے زیادہ سمجھنے کی تھی۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے صرف ایک ایس ماسٹر کے محتاج نہیں رہتے۔ وہ پتا نہیں کتنے ممالک کے اہم رازوں سے واقف ہیں اور دن رات کتنے خفیہ اڈوں کے انچارج اور عہدے داران تک پہنچتے رہتے ہیں۔ وہ اسی بات کے لیے ہمارے دشمن تھے کہ اُن کا کوئی راز، راز نہیں رہتا تھا۔ ٹیلی پیتھی کا آتش فشاں پہاڑ ہر ملک میں تھا۔ کسی وقت بھی یہ آتش فشاں پھٹ پڑتا تو اُس ملک کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔

بہرام گنگولی کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے پہلے ایس ماسٹر کے دماغ نے ہمیں بتایا تھا اس تہ خانے کے چار انچارج ہیں، اُن میں سے ایک سپر ماسٹر تھا باقی تین انچارج بلیک شیپ وَن، بلیک شیپ ٹو اور بلیک شیپ تھری کہلاتے تھے۔ وہ اُن چاروں کے اصل نام اور پتے ٹھکانے نہیں جانتا تھا۔ ہم نے سپر ماسٹر کے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ ہم بڑے اہم لوگوں کے نام، پتے اور فون نمبر جانتے ہیں اور اُن کے دماغوں میں پہنچے ہوتے ہیں تو یہ بات درست تھی لیکن یہ چاروں ابھی تک ہماری ٹیلی پیتھی سے محفوظ تھے۔

اب میں ان چاروں کا ذکر کروں گا حالانکہ ابھی اُن کے متعلق کچھ نہیں جانتا بعد میں جو کچھ معلوم ہوا وہ واقعات ابھی پیش کرتا ہوں۔ اس طرح قارئین کو یہ معلوم ہوگا کہ ادھر ہم تقریباً ایک برس سے کسی قدر اطمینان سے زندگی گزار رہے ہیں، اُدھر ہماری نادانستگی میں مشین کے متعلق کیسی کیسی کھچڑیاں پک رہی ہیں اور وہ کس طرح ایک ہاتھ سے

دوسرے ہاتھوں تک پہنچ رہی ہے۔

سپر ماسٹر کا نام جیکی گوسن تھا۔ وہ دس برس پہلے شطرنج کا سب سے بڑا چیمپئن کہلاتا تھا۔ جب اُس نے سیاست میں حصہ لیا تو ٹورنامنٹ میں حصہ لینا چھوڑ دیا۔ اپنی بچھائی ہوئی بساط پر سیاسی مہروں کو چلنے لگا اور کامیاب ہوتا گیا۔ اگر وہ چاہتا تو امریکا کا صدر بننے کے لیے الیکشن لڑ سکتا تھا اور کامیاب بھی ہو سکتا تھا لیکن وہ حکمران بننا نہیں چاہتا تھا بلکہ حکمرانوں کو چلانے والی مشینری کا ایک اہم پرزہ بننا چاہتا تھا۔ آخر وہ اپنی جدوجہد میں کامیاب ہو کر سپر ماسٹر بن گیا تھا۔

ملک کے صدر اور سپر ماسٹر میں یہ فرق تھا کہ صدر اپنے ملک کے اہم رازوں کو نہیں جانتا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یورینیم کا ذخیرہ، میزائلوں کے نقشے اور فارمولے کس تہ خانے میں چھپا کر رکھے جاتے ہیں جبکہ سپر ماسٹر سب کچھ جانتا تھا۔ یہ عہدہ حاصل کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ ٹرانسفارمر مشین اُس کے قبضے میں آگئی تھی۔

لیکن اُس تہ خانے تک وہ تنہا نہیں جا سکتا تھا۔ وہاں جانے کے لیے باقی تین افراد کی منظوری لازمی تھی جو بلیک شیپ کہلاتے تھے۔ اُن میں ایک کا نام ڈی کورا تھا۔ وہ فوج میں جنرل رہ چکا تھا۔ اس حوالے سے جنرل ڈی کورا کہلاتا تھا۔

جنرل ڈی کورا بہت حساس ذہن رکھتا تھا۔ وہ اس قدر حساس تھا کہ ہلکی سے ہلکی آہٹ بھی سُن لیتا تھا۔ زمین سے کان لگا کر بتا دیتا تھا کہ ایک فرلانگ دور ایک یا ایک سے زیادہ آدمی چل رہے ہیں۔ دُور سے سُن کر بتا دیتا تھا کہ آدمی آ رہا ہے، گھوڑا آ رہا ہے، کتا آ رہا ہے یا کوئی گاڑی آ رہی ہے۔ اُس کے چھونے کی حس اتنی تیز تھی کہ وہ کسی شخص کو یا کسی چیز کو چھو کر اُس کا درجہ حرارت بتا سکتا تھا۔ وہ ستاون برس کا بوڑھا تھا۔ مگر جوانوں سے زیادہ چاق و چوبند نظر آتا تھا۔ ہر صبح ایک میل کی دوڑ لگاتا تھا۔ اس عمر میں آنکھوں کی بینائی حیرت انگیز تھی۔ رات کو نیم تاریکی میں دور کی چیز پہچان لیتا تھا۔

دوسرے بلیک شیپ کا نام جم کلارک تھا۔ چونکہ فوج میں کرنل رہ چکا تھا اس لیے کرنل جم کہلاتا تھا۔ وہ تمام پرانے اور جدید طرز کے ہتھیاروں کو استعمال کرنا جانتا تھا۔ نشانے کا سچا تھا۔ اندھیرے میں آواز کی سمت پہچان کر دشمن کو گولی مار دیتا تھا۔

تیسرے بلیک شیپ کو میجر براٹ کہتے تھے۔ وہ مکینیکل انجینئر تھا، کتنی ہی پیچیدہ مشین ہو اُسے کھول کر اُس کے فنکشن کو معلوم کر لیتا تھا۔ پھر اُسے دوبارہ جوڑنے کے بعد بڑی کامیابی سے آپریٹ کرتا تھا۔ تہ خانے میں اُسی نے مشین آپریٹ کی تھی۔

یہ تین بلیک شیپ اور ایک سپر ماسٹر ایسے شخص تھے

جو اس تہ خانے کے انچارج تھے۔ وہاں کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ صرف وہ چار آدمی تہ خانے میں جا سکتے تھے، کسی پانچویں کو اجازت نہیں ہوتی تھی۔ جس بنگلے میں جوجو کو لایا گیا تھا اور وہاں کے چند راستے سے تہ خانے میں پہنچایا گیا تھا، اس بنگلے میں مسلح فوجیوں کا سخت پہرا ہوتا تھا۔ انھیں پوری اجازت تھی کہ انچارج کے علاوہ کوئی پانچواں آدمی نظر آئے تو اُسے بے دریغ گولی مار دی جائے۔

جس دن جوجو کو لایا گیا اُسی دن سُپر ماسٹر نے خصوصی اجازت حاصل کی تھی، تجربے کے لیے چند لوگوں کی ضرورت تھی، اس لیے انھیں بھی تہ خانے میں پہنچایا گیا تھا۔

گویا اس بات کی گنجائش تھی کہ ٹرانسفارمر مشین کو آزمانے کے لیے اس کی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے لیے خصوصی اجازت مل جاتی تھی اور یہ بڑی دلچسپ بات تھی کہ جو لوگ اجازت دیتے تھے، وہ خود اُس تہ خانے میں نہیں جا سکتے تھے۔ کبھی معلومت کے لیے یا کسی قسم کا شبہ ہو، اُسے دُور کرنے کے لیے انھیں بھی سُپر ماسٹر اور تینوں بلیک شیپ سے اجازت حاصل کرنا پڑتی تھی۔ یعنی سب ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج تھے۔

مَیں نے یہ تمہید پیش کی اور چاروں کا مختصر سا تعارف بھی پیش کیا۔ اب اصل داستان کی طرف آتا ہوں۔

جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں، سُپر ماسٹر شیشے کے کیبن میں تھا۔ اُس نے جوجو کی رہائی کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد وہ کیبن فرش میں دھنستا جا رہا تھا۔ دراصل وہ ایک لفٹ تھی جو تہ خانے کے اس فرش سے ہو کر نیچے والے تہ خانے میں پہنچ گئی تھی اور اس کیبن کی چھت اس فرش کے برابر ہو گئی تھی جہاں جوجو موجود تھی۔ اِدھر وہ کیبن نیچے والے تہ خانے میں پہنچا، اُدھر تینوں بلیک شیپ یعنی جنرل ڈیکورا، کرنل جم اور میجر براؤنٹ آموجود ہوئے۔ سُپر ماسٹر شیشے کے کیبن سے نکل آیا۔ وہ چاروں تیزی سے چلتے ہوئے اُسی تہ خانے کے ایک کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے میں انسانی ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ وہ سب شراب کے کیبنٹ کے پاس آئے، اُسے کھول کر اپنی اپنی پسند کی شراب نکالی پھر گلاس میں ڈال کر بوتل کاؤنٹر پر چھوڑ کر گلاس ہاتھوں میں لیے صوفوں پر آ کر بیٹھ گئے۔ جنرل ڈیکورا نے کہا "آج کا تجربہ ناکام رہا۔"

میجر براؤنٹ نے کہا "ہم اسے ناکامی نہیں کہہ سکتے۔ مَیں نے بڑی کامیابی سے مشین کو آپریٹ کیا تھا۔ دو بار آپریٹ کرنے کے بعد یہ تجربہ ہوا کہ ہتھیار ہو یا مشین، اُنھیں چلاتے چلاتے ہی چلانا آتا ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا "مَیں شطرنج کی چال چلتا ہوں۔ میرا دماغ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ ہم سب کو خطرہ لاحق ہے، اِس ایس ماسٹر کو ہلاک کرنے میں جتنا وقت لگا اُتنی دیر میں وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے بہت راز معلوم کر چکے ہیں، شاید ہمارے بارے میں بھی معلوم کیا ہو۔"

جنرل ڈیکورا نے کہا "کیسی باتیں کرتے ہو۔ ایس ماسٹر کا اصل نام اور پتا ٹھکانا نہیں جانتا تھا۔"

کرنل جم نے کہا "ٹھیک ہے، وہ نہیں جانتا تھا۔ آج ہم کو آئندہ اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ تجربے کے وقت کوئی ایسا آدمی استعمال نہ کریں جو اہم رازوں سے واقف ہو۔"

"ہم ایسی احتیاطی تدابیر ضرور کریں گے لیکن ہمیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے خود کو محفوظ رکھنا ہے۔ ہم چاروں بہت اہم ہیں۔ اگر وہ خیال خوانی کرنے والے ہمارے دماغوں تک نہیں پہنچیں گے تو وہ کبھی اس مشین تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔" سُپر ماسٹر بولا۔

جنرل ڈیکورا نے کہا "یہ درست ہے۔ خیال خوانی کرنے والوں سے محفوظ رہنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ ہمیں بھی یوگا میں مہارت حاصل ہو۔"

سُپر ماسٹر نے اپنے گلاس خالی کرتے ہوئے کہا "ہم شراب پینے والوں کے لیے یوگا میں مہارت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اگر ٹرانسفارمر مشین ایجاد نہ ہوتی تو ہمارے ٹیلی پیتھی سیکھنے کا چانس کبھی نہ بنتا کیونکہ نشہ کرنے والے شمع کی لَو پر نظریں جما کر وہ دھیان گیان نہیں کر سکتے جو اس علم کا تقاضا ہے۔ یہ ٹرانسفارمر مشین گاڈ بلیسنگ ہے۔ اس کے ذریعے ہم اپنے دماغ کو بہت حساس بنا سکتے ہیں اور خیال خوانی کرنے والوں کو اپنے دماغ میں محسوس کرتے ہی ذرا دیر کے لیے سانس روک کر انھیں باہر کر سکتے ہیں۔ بے شک ہم شراب پیتے ہیں لیکن بیس پچیس سیکنڈ تک تو سانس روک سکتے ہیں۔"

ایک نے سوال کیا "کیا وہ خیال خوانی کرنے والے بیس پچیس سیکنڈ بعد نہیں آئیں گے؟"

سُپر ماسٹر نے کہا "اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہمارا دماغ حساس ہوگا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہم پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر سکیں گے، اگر کوئی راز کی بات کر رہے ہیں تو وہ بات اس وقت نہیں کریں گے۔ آئندہ کے لیے ٹال دیں گے۔ اگر وہ پندرہ بیس سیکنڈ بعد ہمارے دماغ میں آئیں گے تو ہم سانس لیتے ہی پھر دس پندرہ سیکنڈ کے لیے سانس روک سکتے ہیں۔ اس طرح ہم سانس روکتے رہیں گے، وہ باہر جاتے رہیں گے۔"

جنرل ڈی کورا نے سینہ تان کر کہا "اس عمر میں بھی میری سانسیں قابو میں رہتی ہیں، مَیں روز صبح ایک میل لمبی دوڑ لگاتا ہوں، ایک منٹ تک سانس روک لیتا ہوں۔ اگر اس مشین کے ذریعے میرا دماغ حساس ہو جائے تو کوئی بھی میرے دماغ میں نہیں آ سکے گا۔"

میجر براؤنٹ نے کہا "ہمیں پہلی فرصت میں ایسا آدمی یہاں لانا [چا]ہیے جو سانس روکنے میں ماہر ہو۔ ہم اُس کے احساس کی قوت کو [مش]ین کے ذریعے اپنے دماغ میں منتقل کر سکتے ہیں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا "ایسے آدمی کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے۔ [بہ]رام گنگولی موجود ہے۔"

سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ بہرام تہ خانے میں موجود ہے [اگ]ر اُسے دوسرے تیسرے دن لانا پڑے گا تو اُس کے لیے خصوصی اجازت [ک]ی ضرورت پڑے گی چونکہ آج موجود ہے لہٰذا آج ہی اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اُس رات انھوں نے یہی کیا۔ پھر اُس تہ خانے کے اُس حصے [م]یں آئے جہاں مشین رکھی ہوئی تھی اور دو بستر بچھے ہوئے تھے۔ وہاں بہرام گنگولی کو بھی لایا گیا۔ میجر براؤنٹ مشین کے پاس کھڑا ہو گیا۔ بہرام گنگولی کو ایک بستر پر لٹایا گیا، دوسرے بستر پر پہلے سُپر ماسٹر آ کر لیٹ گیا۔ مشین آن کر دی گئی۔ جب کمپیوٹر نے بتایا کہ عمل مکمل ہو گیا ہے تو اُسے آف کر دیا گیا۔ اُنھیں ایک گھنٹا سونے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو سُپر ماسٹر بستر سے اُٹھ گیا اور جنرل ڈیکورا آ کر لیٹ گیا۔ پھر مشین کا عمل شروع ہوا۔ اس عمل کے شروع میں جو عامل اور معمول ہوتے تھے، دونوں پر غفلت طاری ہو جاتی تھی۔ بہرام گنگولی پر بہ گھنٹے دو گھنٹے کے بعد غفلت طاری ہو رہی تھی۔ ایسے میں انسان کمزور ہو جاتا ہے۔ اُس کا دماغ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ اندیشہ تھا کہ اس کے دماغ کی کمزوری دوسروں میں منتقل ہو جائے گی لیکن وہ بے پناہ جسمانی قوتوں کا مالک تھا اور حیرت انگیز قوتِ برداشت رکھتا تھا، اس لیے اُس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ وہ تینوں اس آپریشن سے گزر گئے۔ آخر میں میجر براؤنٹ نے کہا "اب تم میں سے کسی ایک کو یہ مشین آپریٹ کرنا چاہیے۔ مَیں طریقہ بتا رہا ہوں اور یہ بہت آسان ہے۔ یہاں مَیں نے ایک کاغذ پر لکھ دیا ہے۔ اگر آپ کہیں بھول لیں تو اس کاغذ پر دیکھ لیں، بھولی ہوئی بات یاد آ جائے گی۔"

اُس نے کرنل جم کو مشین آپریٹ کرنا سکھایا۔ اس میں کافی وقت صرف ہوا لیکن میجر براؤنٹ کا بھی کام ہو گیا۔ بہرام گنگولی کے دماغ میں جو احساس کی قوت تھی، وہ اس میں بھی منتقل ہو گئی تھی۔ بہرام نے کہا "مَیں اس مشین کو دیکھتا ہوں تو سینے سے ایک سرد آہ نکلتی ہے، مَیں ٹیلی پیتھی سیکھنے کے لیے ایک عرصے سے بے چین ہوں لیکن کچھ حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ اب یہ مشین ہاتھ آ گئی ہے تو کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں مل رہا ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا "ایک دن ہم اُسے بھی یہاں لے آئیں گے۔"

تین دن کے بعد سُپر ماسٹر نے تینوں بلیک شیپ کو اپنے ہاں کاک ٹیل پارٹی دی۔ اس پارٹی میں صرف وہی چار تھے، کوئی پانچواں نہیں تھا۔ جب شراب کا دَور شروع ہوا تو کرنل جم نے کہا "مَیں پچھلی رات نیند میں بڑبڑا رہا تھا۔ میری وائف نے جب یہ بات کہی تو مجھے یقین نہیں آیا۔ وہ جانتی تھی کہ مجھے یقین نہیں آئے گا، لہٰذا اُس نے میری بڑبڑاہٹ کو ریکارڈ کر لیا تھا۔ مَیں نے اُسے سُنا تو حیران رہ گیا۔ مَیں بہرام گنگولی کی طرح کوئی منتر پڑھ رہا تھا۔"

یہ بات سُن کر تینوں پریشان ہو گئے۔ سُپر ماسٹر، جنرل ڈیکورا اور میجر براؤنٹ اپنے اپنے گھر تنہا سوتے تھے۔ اُن کے ساتھ بیوی بچے نہیں تھے، کہیں گئے ہوئے تھے لہٰذا کسی نے اُن کی بڑبڑاہٹ نہیں سُنی ہو گی لیکن کرنل جم کا بیان ظاہر کر رہا تھا کہ اُن کے دماغوں میں بھی بہرام گنگولی کے منتر سما گئے ہیں۔

میجر براؤنٹ نے کہا "مجھے کل سے یوں لگ رہا ہے جیسے مَیں بہت طاقتور ہو گیا ہوں۔ کسی بھی چیز کو پکڑ کر توڑنے مروڑنے کو جی چاہتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے، بہرام گنگولی کتنا طاقتور ہے، جب وہ زمین پر پاؤں مارتا ہے تو اُس کے پاؤں دھنس جاتے ہیں، مَیں نے بھی یہ آزمانے کے لیے فرش پر پاؤں مارا تو فرش کا کچھ نہیں بگڑا، میرے پاؤں کی ہڈیاں دُکھنے لگیں۔ لیکن میرے اندر یہ خواہش پیدا ہوتی رہتی ہے کہ مَیں اپنی قوت کا مظاہرہ کروں۔ پھر مَیں نے اخروٹ دانت میں لے کر اُسے توڑنا چاہا۔ وہ بڑی مشکل سے ٹوٹ تو گیا لیکن ابھی تک میرے دانتوں میں درد ہو رہا ہے۔"

سُپر ماسٹر نے پریشان ہو کر کہا "مَیں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کرتا ہوں، مجھے بہرام گنگولی کی طرح جلدی غصہ آ جاتا ہے۔"

جنرل ڈیکورا نے کہا "یہ کوئی تشویش ناک بات نہیں ہے۔ اگر بے خیالی میں ہم منتر پڑھ لیتے ہیں یا قوت کا مظاہرہ کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے یا ہمیں خواہ مخواہ غصہ آتا ہے تو کوئی بات نہیں، ہم برداشت کریں گے لیکن یہ باتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ بہرام گنگولی کے احساس کی قوت بھی ہمارے دماغوں میں آ گئی ہے چونکہ ہمارے اندر کوئی پرائی سوچ کی لہر نہیں آ رہی ہے اس لیے ابھی ہمیں آزمانے کا موقع نہیں مل رہا ہے لیکن ثبوت مل رہا ہے کہ ٹرانسفارمر مشین کا آپریشن کامیاب رہا ہے۔"

انھوں نے اپنے اپنے گلاس بھرے۔ پھر چاروں گلاسوں کو ٹکراتے ہوئے کہا "یہ جام اس مسرت کے ساتھ کہ ہمیں خیال خوانی کرنے والوں سے کسی حد تک نجات مل گئی ہے۔"

وہ گلاس ہونٹوں سے لگا کر پینے لگے۔ سُپر ماسٹر نے کہا "ہم نے پہلی بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے، ابھی بہت کچھ حاصل کرنا ہے لیکن ایک تشویش کی بات ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا ہے اور کسی اچھے نتیجے تک پہنچنا ہے۔"

"کون سی تشویشناک بات ہے؟"

سُپر ماسٹر نے کہا: "ہماری بری، بحری اور فضائی افواج کے بڑے بڑے افسران خفیہ طور سے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ میرے پاس آکر بیٹھے رازدارانہ انداز میں کہتے ہیں کہ اس مشین کے ذریعے انھیں بھی ٹیلی پیتھی سکھا دی جائے۔ سینیٹ کا چیئرمین بھی یہی کہہ رہا تھا۔ اب اس ملک کے اتنے بڑے بڑے ذمّے دار اعلیٰ افسران ایسی بات کہیں گے اور ہم پر دباؤ ڈالیں گے تو ہم مشکل میں پڑ جائیں گے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ ان سب کو ٹیلی پیتھی سکھا دی جائے؟"

کرنل جم نے کہا: "کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ آئے گا اور ہم اُس کے ذریعے اس علم کو اپنے دماغ میں منتقل کرائیں گے تب دوسروں کے بارے میں سوچیں گے۔"

جنرل ڈیکورا نے کہا: "کرنل! ہمیں سُپر ماسٹر کی باتوں پر غور کرنا چاہیے۔ آج ہمارے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نہیں ہے لیکن کوئی نہ کوئی ہتھے چڑھے گا۔ ہم جان پر کھیل کر بھی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس مشین تک ضرور لے آئیں گے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے، کیا ایک سرے سے آخری سرے تک تمام افسران کو ہم ٹیلی پیتھی سکھاتے چلے جائیں گے؟ کیا یہ کوئی کھیل ہو گیا ہے۔ یہ تو اتنی بڑی طاقت ہے کہ اسے کوئی بانٹنا نہیں چاہتا۔ ہم چاروں میں اتحاد ہے، ہم فراخدلی سے ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ہم یہ علم آپس میں بانٹ لیں گے لیکن دوسروں کو اجازت نہیں دے سکتے۔ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

سُپر ماسٹر نے کہا: "مَیں نے یہ بات اسی لیے چھیڑی ہے کہ ہم ٹیلی پیتھی کے علم کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھیں گے۔ کسی پانچویں تک نہیں پہنچنے دیں گے۔"

"اس کا مطلب ہے، ہمیں اپنی فوج سے، اپنی سینیٹ اور اپنی اسمبلی کے عہدے داران سے عداوت مول لینا ہوگی۔"

"ایسا وقت آنے والا ہے۔"

میجر برائٹ نے کہا: "ایسا وقت آنے سے پہلے ہمیں اس مشین سے پورا پورا فائدہ اٹھا لینا چاہیے۔ میرے ذہن میں ایک آئیڈیا ہے۔"

سب اُسے دیکھنے لگے۔ اُس نے کہا: "ہم چاروں میں الگ الگ خوبیاں ہیں۔ سُپر ماسٹر بہترین چالیں چلنا جانتا ہے۔ جنرل ڈیکورا میں اپنی صلاحیتوں کے علاوہ ایک اور صلاحیت کا اضافہ ہو جائے گا۔ پھر مَیں میکینکل انجینئر ہوں۔ بڑی سے بڑی مشینوں کو کھول کر جوڑنا اور اُن کے فنکشنز کو سمجھنا میرے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ میری یہ صلاحیتیں بھی جنرل ڈیکورا میں منتقل ہو جائیں گی۔"

جنرل ڈیکورا خوش ہو کر اُس کی باتیں سُن رہا تھا۔ سُپر ماسٹر نے کہا: "مَیں تمھارا آئیڈیا سمجھ گیا ہوں، ٹھیک اسی طرح جنرل ڈیکورا کے پاس جو دیکھنے، سُننے، چھونے اور سونگھنے کی غیر معمولی صلاحیتیں ہیں وہ میرے، تمھارے اور کرنل جم کے دماغ میں منتقل کر دی جائیں گی۔"

"ہپ ہپ ہرّے، پھر تو مزہ آجائے گا۔ ہم سب ایک دوسرے کی صلاحیتیں اپنا لیں گے۔"

جنرل ڈیکورا نے کہا: "ہم چار الگ الگ شخص ہیں۔ جب تمام کی صلاحیتیں ہر ایک کے دماغ میں منتقل ہوں گی تو ہم فوراً ان ون کہلائیں گے۔"

سب نے اس بات پر قہقہہ لگایا۔ پھر گلاس بھرے گئے۔ میجر برائٹ نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر سُپر ماسٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "مَیں نے خصوصی اجازت نامے کے لیے یہ درخواست لکھی ہے۔ اس میں یہ پریشانی ظاہر کی گئی ہے کہ ٹرانسفارمر مشین میں کبھی کبھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا اسے پوری طرح کارآمد بنانے کے لیے کم از کم ایک ہفتے تک تہ خانے میں جانا ضروری ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا: "وُیری گُڈ۔ اس کا مطلب ہے اگر ہمیں اجازت مل گئی تو ہم روز تہ خانے میں جائیں گے اور روز ایک آدمی کی صلاحیت دوسرے میں منتقل کرتے رہیں گے۔ اس طرح کسی کو شبہ نہیں ہوگا۔"

میجر برائٹ نے کہا: "ہماری کامیابی اسی صورت میں ہے کہ ہمیں کم از کم ایک ہفتے تک روز تہ خانے میں جانے کی خصوصی اجازت مل جائے۔"

"اجازت کیسے نہیں ملے گی۔ مَیں سُپر ماسٹر ہوں سُپر ماسٹر!"

اس بات پر سب نے خوشی کا نعرہ لگایا پھر آپس میں گلاس ٹکرائے اور پینے لگے۔ اُسی وقت ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہونے لگا۔ سُپر ماسٹر نے اُن سے کہا: "سب خاموش رہیں، مَیں بات کر رہا ہوں۔"

اُس نے چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر آن کیا۔ پتا چلا، دوسری طرف سے بہرام گنگولی بول رہا تھا۔ سُپر ماسٹر نے ناگواری سے منہ بناتے ہوئے کہا: "ابھی تمھیں مخاطب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"جناب! مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میرے دماغ کی صلاحیتیں آپ لوگوں کے دماغ تک منتقل ہوئی ہیں یا نہیں؟"

اُس نے طنزیہ انداز میں کہا: "ہاں تمھارے سارے منتر بھی منتقل ہو گئے ہیں۔"

"جناب! مَیں اصل بات پوچھ رہا ہوں۔ مَیں تنویمی عمل کا بہت بڑا ماہر ہوں۔ کیا اس عمل کی صلاحیتیں آپ لوگوں میں منتقل ہوئی ہیں؟"

وہ سب چونک گئے۔ سُپر ماسٹر نے کہا: "ہم نے تو ادھر دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ ہم تنویمی عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟"

"آپ اس کے طریقۂ کار کو اچھی طرح سمجھ لیں، اس کے بعد کسی پر عمل کر کے دیکھیں۔"

انھوں نے بہرام گنگولی کو دوسرے دن ایک خفیہ اڈّے میں بلایا۔ اُس نے بڑی تفصیل سے انھیں ایک ایک بات سمجھائی۔ پھر خفیہ اڈّے کے باہر گیا اور دو اشخاص کو اپنے بازوؤں میں دبوچ کر لے آیا۔ انھیں ریوالور دکھا کر بستر پر لیٹنے کے لیے کہا گیا۔ جنرل ڈیکورا نے اُس کے پاس آکر کہا: "ہم تمھیں قتل نہیں کریں گے۔ تمھیں کچھ انعام دے کر یہاں سے رخصت کریں گے لیکن جو کہتے ہیں اُس پر خاموشی سے عمل کرو۔ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ دماغ پر کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالو ورنہ کنپٹی سے لگے ہوئے ریوالور سے گولی چل جائے گی۔"

وہ بے چارہ اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر چاروں شانے چت لیٹا رہا۔ جنرل ڈیکورا تنویمی عمل کے اصولوں کے مطابق اس پر عمل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ شخص ٹرانس میں آگیا۔ اُس کا معمول بن گیا۔ جنرل ڈیکورا نے اُس سے کہا: "مَیں تمھارا عامل ہوں اور تم میرے معمول ہو۔"

اُس شخص نے کہا: "آپ میرے عامل ہیں، مَیں آپ کا معمول ہوں۔"

"جو حکم دُوں گا، اُس پر عمل کرو گے۔"

"آپ جو حکم دیں گے، اُس پر عمل کروں گا۔"

"تم ایک گھنٹے تک تنویمی نیند سوتے رہو گے۔ بیدار ہونے کے بعد باہر جاؤ گے اور پھر کسی تیز رفتار بھاری بھرکم گاڑی کے سامنے آکر خودکشی کر لو گے۔"

اُس شخص نے یہی بات دُہرائی۔ پھر اُسے تنویمی نیند سلا دیا گیا۔ دوسرے کمرے میں دوسرا شخص لیٹا ہوا تھا۔ سُپر ماسٹر نے اُس پر تنویمی عمل کرنا چاہا مگر ناکام رہا۔ بہرام گنگولی نے کہا: "مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ آپ کامیاب نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اس عمل کے لیے آواز میں رُعب اور دبدبہ لازمی ہے۔ جنرل ڈیکورا صاحب، کرنل جم صاحب اور میجر برائٹ صاحب فوج سے تعلق رکھتے ہیں، اُن کی آواز میں رُعب اور دبدبہ ہے۔ اس لیے یہ تینوں کامیاب رہیں گے۔ آپ کے دماغ میں تنویمی عمل کرنے کی صلاحیتیں ہونے کے باوجود آپ نہیں کر سکیں گے۔ مَیں اسی لیے دو آدمی پکڑ لایا تھا۔ ورنہ آزمائش کے لیے ایک ہی کافی ہے۔ جب آپ میں سے کوئی ایک تنویمی عمل کر سکتا ہے تو سب کر سکتے ہیں۔"

ایک گھنٹے بعد وہ شخص تنویمی نیند سے بیدار ہوا، پھر وہاں سے اُٹھ کر جانے لگا۔ انھوں نے اُسے نہیں روکا۔ وہ سب اُس خفیہ اڈّے کی اوپری منزل پر آگئے اور وہاں سے اُسے باہر جاتے ہوئے دیکھنے لگے۔ ذرا فاصلے پر ہی ایک شاہراہ تھی، جس پر گاڑیاں دوڑ رہی تھیں۔ ایک بھاری ٹرک دُور سے چلا آرہا تھا۔ وہ شخص سڑک کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس پر کیا عمل کیا گیا ہے، اُسے کیا کرنا ہے لیکن جیسے ہی ٹرک قریب آیا، اُس نے ایک معمول کی حیثیت سے چھلانگ لگائی اور اس کے سامنے آکر اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا۔

یہ دیکھتے ہی وہ چاروں خوش ہو کر ایک دوسرے سے معانقہ کرنے لگے، انھیں پھر ایک بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد اُن کے حوصلے بڑھ گئے۔ سُپر ماسٹر نے یہ اجازت حاصل کر لی کہ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہ ایک ہفتے تک تہ خانے میں جا سکتے ہیں۔

پہلے دن تہ خانے میں یہ بحث چل پڑی کہ پہلے کس کی صلاحیتیں کس کے دماغ میں منتقل کی جائیں گی۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ سُپر ماسٹر کی شطرنجی چالوں کو پہلے اُس کے دماغ میں منتقل کیا جائے۔ سُپر ماسٹر نے کہا: "کیا میری چالیں سیکھ کر مجھ پر آزمانا چاہتے ہو۔ یہ بے اعتمادی کی باتیں کیوں ہو رہی ہیں؟"

جنرل ڈیکورا نے کہا: "بات بے اعتمادی کی نہیں ہے، ہمیں آئندہ کے لیے ایک طریقۂ کار اختیار کرنا ہے تاکہ اگر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ آئے تو اس وقت ہمارے درمیان ایسا کوئی جھگڑا نہ ہو کہ پہلے کس کے دماغ میں ٹیلی پیتھی منتقل کی جائے لہٰذا آج ہی یہ فیصلہ ہو جائے کہ ہمیشہ قرعہ اندازی کی جائے گی۔ جس کا نام پہلے آئے گا، پہلے اُس کے دماغ میں کسی کی بھی صلاحیت منتقل کی جائے گی۔ اسی طرح جب ٹیلی پیتھی جاننے والا آئے گا تو اس وقت بھی قرعہ اندازی ہوگی اور اس شخص کے دماغ میں پہلے ٹیلی پیتھی منتقل کی جائے گی، جس کے نام قرعہ نکلے گا۔"

یہ طریقۂ کار طے ہونے کے بعد قرعہ اندازی کی گئی۔ سب سے پہلے سُپر ماسٹر کا نام عامل کی حیثیت سے اور جنرل ڈیکورا کا نام معمول کی حیثیت سے آیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ سُپر ماسٹر کی دماغی صلاحیتیں جنرل ڈیکورا کے دماغ میں منتقل کی جائیں۔ لہٰذا اس کے مطابق ان دونوں کو بستر پر لیٹنا پڑا اور مشین آپریٹ کرنے والا وہی میجر برائٹ تھا۔ جب یہ عمل پورا ہو گیا اور کمپیوٹر کی ہدایت کے مطابق انھوں نے ایک گھنٹے کی نیند پوری کر لی تو اس قرعہ اندازی کے مطابق دوسرے دن جنرل ڈیکورا کی صلاحیتوں کو سُپر ماسٹر کے دماغ میں منتقل کیا جانا تھا لیکن یہ آنے والے کل کی بات تھی۔ انھوں نے طے کیا تھا کہ روزانہ دو بار مشین آپریٹ کی جائے گی۔ لہٰذا دوبارہ پھر قرعہ اندازی ہوئی۔ اس بار کرنل جم کا نام عامل کی حیثیت سے اور میجر برائٹ کا نام معمول کی حیثیت سے نکلا۔ اس حساب سے مشین کو سُپر ماسٹر نے آپریٹ کیا۔ اُن کے پاس میجر برائٹ کا لکھا ہوا طریقۂ کار موجود تھا۔ لہٰذا انھیں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔

مختصر یہ کہ وہ روز دو بار مشین آپریٹ کرتے تھے اور

ایک دوسرے کی صلاحیتیں عامل اور معمول بن کر منتقل کرتے جاتے تھے۔ یہ کام دن کو ہو رہا تھا اور اُن کی شامیں ایک دوسرے کے ہاں گزر رہی تھیں۔ وہاں وہ ایک دوسرے کے سامنے ٹرانسفارمر مشین کی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ مثلاً سپر ماسٹر وہاں بیٹھے بیٹھے سونگھ کر بتاتا تھا۔ "باہر جاؤ، اس بنگلے کے پیچھے بہت دُور ایک کُتا نظر آئے گا، بنگلے کے سامنے کچھ فاصلے پر ایک ایسے شخص کی بُو آرہی ہے جس نے کئی دن سے غسل نہیں کیا ہے۔

اُس کی باتیں سُن کر دوسرے ساتھی بنگلے کے آگے اور پیچھے گئے۔ اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ بہت دُور ایک کُتا سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اور بنگلے کے سامنے سے ایک ایسا شخص گزر رہا تھا جو میلے جیکٹ کپڑے پہنے ہوئے تھا اور دُور ہی سے پتا چلتا تھا کہ اُس نے کئی دن سے غسل نہیں کیا ہوگا۔

انھوں نے ٹرانسفارمر مشین کو زبانی آپریٹ کرنا نہیں سیکھا تھا، تحریر دیکھ کر اُسے آپریٹ کرتے تھے لیکن جب سے میجر برائٹ عامل بنا تھا اور اُن کے دماغوں میں اس کی صلاحیتیں منتقل ہوئی تھیں، اُنھیں مشین آپریٹ کرنا آگیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر زبانی بتاتے تھے کہ مشین کو شروع سے آخر تک کس طرح آپریٹ کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی وہ بھول بھی جاتے تھے۔ میجر برائٹ انھیں لقمہ دیتا تو یاد آجاتا تھا۔ اس بات پر انھوں نے توجہ نہیں دی کہ مشین کے سلسلے میں وہ کیوں اٹک جاتے ہیں یا کبھی کوئی چیز بھول جاتے ہیں۔ سپر ماسٹر نے سرسری طور پر یہ شکایت کی، میجر برائٹ نے کہا "مشین آخر مشین ہوتی ہے۔ کمپیوٹر سے غلطی ہوجاتی ہے تو ٹرانسفارمر مشین سے بھی کوئی بھول چُوک ہوجاتی ہوگی۔"

اُس نے تینوں کو مطمئن کر دیا تھا۔ اس قصّے کا دلچسپ پہلو یہ تھا کہ ان چاروں میں میجر برائٹ کو سب سے زیادہ اہمیت تھی عہدے کے لحاظ سے سپر ماسٹر سب سے برتر تھا لیکن صلاحیتوں کے اعتبار سے سب ایک دوسرے کے برابر ہوگئے تھے لیکن قصّہ کچھ اور تھا۔

میجر برائٹ میکنیکل انجینئر تھا۔ مشینوں کے ایک ایک کل پُرزے سے واقف تھا اور کیسی ہی پیچیدہ مشین ہو اُسے آپریٹ کر لیتا تھا۔ وہ در پردہ اپنے تینوں ساتھیوں کو دھوکا دے رہا تھا۔ مَیں یہ بات ذرا وضاحت سے سمجھا دوں۔ ٹرانسفارمر مشین میں یوں تو کئی بٹن اور کل پُرزے تھے جن کی کارکردگی کا خیال رکھنا پڑتا تھا لیکن دو سب سے اہم تھے، ایک بٹن پازیٹو تھا یعنی مثبت اور دوسرا نیگیٹو یعنی منفی۔ اگر ایک بستر پر عامل لیٹا ہو اور دوسرے پر معمول اور صرف پازیٹو یعنی مثبت بٹن دبایا جائے تو عامل کے جتنے مثبت خیالات اور مثبت صلاحیتیں ہیں، وہ سب معمول میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ میجر برائٹ نے جو طریقۂ کار کاغذ پر لکھ کر دیا تھا، اُس میں یہ اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ نیگیٹو یعنی منفی بٹن کو ہرگز نہ دبایا جائے۔ صرف پازیٹو بٹن کو دبایا جائے جب کہ سپر ماسٹر اس مشین کو آپریٹ کرتا تو تحریر کے مطابق صرف پازیٹو بٹن دباتا اور یہ ایسے وقت ہوتا تھا جب میجر برائٹ ایک معمول بن کر بستر پر لیٹا ہوتا تھا۔

اور جب دوسرے عامل اور معمول بن کر بستر پر لیٹے ہوتے اور مشین کو آپریٹ کرنے کی ذمّے داری میجر برائٹ پر ہوتی تو وہ پازیٹو کے ساتھ ساتھ نیگیٹو بٹن بھی دبا دیتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ عامل کی مثبت صلاحیتوں کے ساتھ منفی صلاحیتیں بھی دوسرے میں منتقل ہوجاتی تھیں۔

بہرام گنگولی کی مثبت صلاحیتیں یعنی احساس کی قوت اور تیزی عمل کے علاوہ منفی صلاحیتیں منتر، جنتر اور غصہ، خواہ مخواہ طاقت کا مظاہرہ، چڑچڑاپن بھی اُن کے دماغوں میں منتقل ہوگیا تھا۔ اگرچہ میجر برائٹ نے بھی ان منفی صلاحیتوں کا اعتراف کیا تھا لیکن حقیقت یہ نہیں تھی۔ جب بہرام گنگولی کی صلاحیتیں میجر برائٹ کے دماغ میں منتقل کرنے کی بات آئی تو سپر ماسٹر نے اُسی طرح مشین آپریٹ کی جس طرح اُس نے طریقۂ کار لکھ کر دیا تھا یعنی صرف مثبت بٹن دبایا گیا تھا۔ میجر برائٹ کے دماغ میں بہرام گنگولی کی صرف مثبت صلاحیتیں منتقل ہوئی تھیں۔

اس ٹرانسفارمر مشین میں ایک اور بٹن ایسا تھا جس کے متعلق وہ تینوں نہیں جانتے تھے۔ وہ بٹن مدت کا تعین کرتا تھا کہ جو صلاحیتیں دوسرے میں منتقل کی جارہی ہیں، اُن کی مدت کیا ہوگی، عارضی یا دائمی۔ جب میجر برائٹ کو عامل بن کر بستر پر لیٹنا پڑا اور اُس کی صلاحیتیں دوسروں میں منتقل ہونے لگیں تو اُس نے عارضی والے بٹن کو دبا دیا تھا یعنی اُس کی جو بھی صلاحیتیں دوسروں میں منتقل ہورہی تھیں، وہ پائیدار نہیں تھیں۔ دو چار روز یا دو چار ہفتوں میں ختم ہوجانے والی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب وہ تینوں میجر برائٹ کے دماغ سے حاصل ہونے والی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے تھے تو کبھی کبھی اٹکنے لگتے تھے۔ بھول بھی جاتے تھے۔ میجر برائٹ انھیں یاد دلاتا تھا اور باتیں بناتا تھا کہ کبھی کبھی مشین میں کوئی گڑبڑ ہوجاتی ہے۔

جب سے میجر برائٹ کے دماغ میں سپر ماسٹر کی شاطرانہ چالیں منتقل ہوئی تھیں، تب سے اُس کے دماغ میں یہ آئیڈیا آیا تھا کہ وہ ٹرانسفارمر مشین کو اچھی طرح سمجھ گیا ہے، اگر چُپ چاپ اپنے کمرے میں بیٹھ کر اس مشین کا ڈیزائن بنا کر رکھے اور اس کی ایک ایک تفصیل نوٹ کر کے رکھے تو وہ ایسی ہی دوسری مشین تیار کرسکتا ہے۔ یہ خیال دماغ میں آتے ہی اُس نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔

سپر ماسٹر کی چالیں دوسروں کے دماغوں میں بھی منتقل ہوئی تھیں۔ یہ بات جنرل ڈیکورا بھی سوچ رہا تھا۔ اگر وہ ٹرانسفارمر مشین

...ب بار کھول کر جوڑ لے تو اُسے بھی اس مشین کو کھولنا، جوڑنا، اس ...ایک ایک پُرزے کو نوٹ کرنا، آس کو ڈیزائن کرنا آجائے گا۔ ...اس طرح وہ ایک دوسری مشین تیار کرسکتا ہے۔

مشکل یہ تھی کہ وہ مشین کو کھولتا، پھر جوڑتا تو دوسرے شبہ ...تے کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے، اس کے ارادے کیا ہیں۔ وہ کسی کو ...ے میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کا سیدھا سا راستہ یہ تھا کہ وہ ...نیکل انجینئر میجر برائٹ کو اپنا رازدار بنا لے۔

اُس نے اس مقصد کے لیے میجر سے خفیہ ملاقات کی۔ اُسے سمجھایا۔ ...ر کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ لگ جائے اور ہم اُس ...ٹھکانے تک نہ پہنچ سکیں تو مشین سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ ...ہر وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ابھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ لہٰذا ...ہمارے پاس ایک ایکسٹرا مشین ہونا چاہیے۔"

میجر برائٹ نے کہا "کیا یہ بات سپر ماسٹر اور کرنل جم بھی ...لتے ہیں؟"

"نہیں، یہ میرا آئیڈیا ہے۔ اگر ہم ذرا چالاکی سے کام لیں تو مشین صرف میرے اور تمھارے پاس رہ سکتی ہے اور جو اصل مشین ہے، اُسے ہم بگاڑ دیں گے، کوئی اُسے استعمال نہیں کرسکے گا۔"

میجر برائٹ نے تائید میں سر ہلا کر کہا "میرے دماغ میں بھی یہی آئیڈیا پک رہا تھا لیکن میرے ذرائع اتنے وسیع نہیں ہیں، مَیں مشین کے اخراجات پورے نہیں کرسکتا اور نہ ہی اُس کا ضروری سامان حاصل کرسکتا ہوں۔"

جنرل ڈیکورا نے کہا "اس کی فکر نہ کرو۔ تمھیں ہر چیز مہیا کر دی جائے گی۔"

"میری ایک شرط ہے۔"

"تم ہزار شرطیں پیش کرو، مَیں تسلیم کرلوں گا۔"

"مشینیں ایک نہیں، دو تیار ہوں گی اور تم دو مشینوں کے اخراجات برداشت کرو گے۔ ہمارے پاس ایک ایک مشین ہوگی تو ہم آپس میں جھگڑا نہیں کریں گے۔ ایک دوسرے کو دھوکا نہیں دیں گے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ جب ہمارے پاس ایک ایک مشین ہوگی تو ہم ایک دوسرے سے دشمنی نہیں کریں گے۔"

اُن کے درمیان یہ بات طے پاگئی۔ کرنل جم کے دماغ میں بھی یہ بات ایک رہی تھی، آخر اُس کے دماغ میں بھی تو سپر ماسٹر کی چالیں منتقل ہوئی تھیں۔ اُس نے بھی اُسی طرح میجر برائٹ سے خفیہ ملاقات کی اور خفیہ معاہدہ کیا۔ میجر برائٹ نے کہا "مَیں ایک نہیں، دو مشینیں تیار کروں گا تاکہ ہم ایک دوسرے سے مشین کے لیے جھگڑا نہ کریں۔"

وہ بھی اس بات پر آمادہ ہوگیا۔ انھوں نے یہ چال بازیاں سپر ماسٹر کے دماغ سے حاصل کی تھیں۔ پھر سپر ماسٹر کیسے پیچھے رہ جاتا۔

اُس نے بھی میجر برائٹ سے خفیہ ملاقات کی۔ اُس سے کہا "تم جانتے ہو، مَیں کتنے وسیع ذرائع کا مالک ہوں۔ اس مشین کو تیار کرنے کے لیے تمھیں ایسی سہولتیں فراہم کروں گا جو دوسرا نہیں کرسکتا۔"

میجر برائٹ نے کہا "مَیں کسی دوسرے کے ساتھ یہ مشین تیار کرنے کی حماقت نہیں کروں گا لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"ایک نہیں ہزار شرطیں پیش کرو، مَیں تسلیم کروں گا۔"

"ایک نہیں، دو مشینیں تیار ہوں گی، ایک تمھارے پاس رہے گی اور ایک میرے پاس، تاکہ ہم مشین کے معاملے میں ایک دوسرے کو دھوکا نہ دے سکیں۔"

سپر ماسٹر نے بھی اس شرط کو منظور کر لیا۔ وہ تینوں اپنی اپنی دانست میں بڑی چالیں چل رہے تھے مگر اصل چال باز میجر برائٹ تھا۔ جب سے سپر ماسٹر کی چال بازی اُس کے دماغ میں منتقل ہوئی تھی، وہ کچھ زیادہ ہی شاطر اور مکّار ہوگیا تھا۔ ہر ایک کو اُس کی جگہ مطمئن کرتا جارہا تھا۔

وہ رات کو گھر آنے کے بعد چار ڈیزائن بناتا تھا۔ ایک ڈیزائن اصلی ہوتا تھا اور باقی تین نقلی ہوتے تھے۔ وہ اس بات کا پورا خیال رکھتا تھا کہ نقلی ڈیزائن پر کسی کو شبہ نہ ہونے پائے اور اصلی کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ اُسے ایک اصلی ڈیزائن تیار کرنے میں دس دن لگ گئے، کیونکہ اُس کے ساتھ ساتھ نقلی ڈیزائن بھی تیار کرنے پڑتے تھے اور نقلی ڈیزائن پر بھی بہت زیادہ محنت ہوتی تھی۔ آخرکار وہ چار ڈیزائن تیار ہوگئے۔ اُس نے اصل کو چھپا لیا اور باقی تین کو تینوں میں الگ الگ خفیہ ملاقات کے دوران تقسیم کر دیا۔

ہر ڈیزائن کے ساتھ ایک فہرست تھی جس میں اخراجات کا تخمینہ دیا گیا تھا اور جن چیزوں کی ضرورت تھی، اُن کی تفصیل دی گئی تھی۔ وہ تینوں اپنے اپنے ذرائع استعمال کر کے وہ چیزیں حاصل کرتے تھے۔ اس میں ایک دلچسپ بات یہ تھی کہ اُن تینوں کے ڈیزائن نقلی تھے مگر جن چیزوں کی فہرست بنائی گئی تھی، وہ اصلی تھیں۔ اُس نے سوچ لیا تھا، مشین تیار کرتے وقت اندر سے اصلی پُرزے غائب کر دے گا اور نقلی پُرزے لگا دے گا۔

اُسے اس سلسلے میں بڑی محنت کرنا پڑتی تھی، تینوں کو الگ الگ مطمئن کرنا پڑتا تھا۔ الگ الگ خفیہ ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ پھر اُن کے لیے تین الگ خفیہ اڈے قائم کیے تھے جہاں اُن کے حصّے کی مشینیں تیار ہو رہی تھیں اور اصلی مشین وہ اپنے گھر میں تیار کر رہا تھا۔

تقریباً ایک ماہ بعد جنرل ڈیکورا نے دیکھا، خفیہ اڈے میں دو مشینیں تیار ہوگئی تھیں، ایک اُس کے اپنے لیے، دوسری میجر برائٹ کے لیے۔ اُس نے کہا "ہمیں اس مشین کو آزمانا چاہیے۔ کسی کے دماغ کی صلاحیت کسی دوسرے میں منتقل کرنا چاہیے۔"

میجر برائٹ نے کہا: "فی الحال تم اپنی مشین کہیں لے جا کر چھپا دو۔ میں اپنی مشین لے جا رہا ہوں۔ موقع ملتے ہی ہم کسی کو پکڑ لائیں گے پھر اُس کے ذریعے مشین کو آزمالیں گے۔"

جنرل ڈیکورا مطمئن ہو کر اپنی مشین لے گیا۔ اُس کے ساتھ دن اور وقت مقرر ہو گیا تھا کہ کس وقت اس مشین کو آزمایا جائے گا۔ اُس نے سپر ماسٹر اور کرنل جم کے ساتھ بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔ انھیں ایک ایک مشین دے دی اور اُن کے سامنے ایک ایک نقلی مشین لے لی اور الگ الگ دن اور وقت مقرر کر لیا کہ کس دن وہ اپنے ہاں اس مشین کی کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا۔

وہ بڑی شاطرانہ چالیں چل رہا تھا۔ اُس کے گھر میں اصل مشین رکھی ہوئی تھی۔ جب جنرل ڈیکورا اُس کے ہاں مشین کو آزمانے کے لیے آیا تو اُس نے اصلی مشین کے ذریعے اُس کی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ دو عامل اور معمول کو رکھا گیا۔ اس مشین نے بڑی کامیابی سے اپنے نتائج پیش کیے۔ جنرل ڈیکورا مطمئن ہو کر چلا گیا۔

سپر ماسٹر اور کرنل جم کے ساتھ بھی مختلف دن اور وقت مقرر کیا تھا۔ اُس نے انھیں بھی مطمئن کر دیا۔ وہ تینوں اپنی اپنی جگہ خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ وہ ٹرانسفارمر مشین صرف اُن کے اور میجر برائٹ کے پاس ہے۔ باقی دو ساتھی اس سے محروم ہیں۔

اب نئی چال چلنے کا وقت آیا۔ سپر ماسٹر نے پھر اُس سے خفیہ ملاقات کی اور کہا: "ہم ایک میٹنگ میں جنرل ڈیکورا اور کرنل جم کو بلائیں گے۔ پھر یہ طے کریں گے کہ جب تک کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہمارے ہاتھ نہیں آتا، اس مشین کو قابلِ عمل نہیں رہنا چاہیے۔ اس کے اندر سے کچھ ایسے پُرزے نکال دیے جائیں جن کے بعد کوئی اُسے استعمال نہ کر سکے۔ صرف ہم چار آدمی ہی اُسے ہینڈل کر سکیں۔ جب جنرل ڈیکورا اور کرنل جم اس بات پر راضی ہو جائیں گے تو یہ طے پائے گا کہ اس مشین سے جتنے پُرزے نکالے جائیں گے، وہ ہم چاروں میں برابر تقسیم کر دیے جائیں گے تاکہ ایک ساتھی کے بغیر باقی تین ساتھی اس مشین کو قابلِ استعمال نہ بنا سکیں۔"

یہ فیصلہ سبھی مان لیتے کیونکہ سبھی کو یہ خوش فہمی تھی کہ اُن کے اپنے اپنے گھر میں ایک مشین رکھی ہوئی ہے۔ اگر تہ خانے کی مشین کے پُرزے نکلتے ہیں تو نکلتے رہیں۔ پھر اُن میں سے کچھ پُرزے اُن کے ہاتھ بھی آ جاتے۔ فکر کی بات نہیں تھی۔ شبہے کی گنجائش نہیں تھی۔ بہرحال وہ تینوں اس بات پر آمادہ ہو گئے۔ اس کے مطابق انھوں نے پھر خصوصی اجازت نامہ حاصل کیا۔ اُس تہ خانے میں گئے۔ مشین کو کھولا گیا۔ اُس کے کچھ پُرزے نکالے گئے اور چاروں میں برابر تقسیم کر دیے گئے۔ پھر اس مشین میں نقلی پُرزے لگا دیے گئے جو کسی کام نہیں آ سکتے تھے۔

میجر برائٹ کی چال بازی قابلِ داد تھی۔ اُس کے مقابلے میں وہ تینوں بھی کچھ کم چال باز نہیں تھے لیکن اُس نے اتنی عمدہ پلاننگ کی تھی کہ کسی کو اُس پر شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ تینوں کو ایک ایک نقلی مشین دے کر مطمئن کر دیا گیا تھا اور اُدھر اصلی مشین کو ناکارہ بنانے کے لیے اُس کے پُرزے نکال کر چاروں میں تقسیم کر دیے تھے۔ اپنے حصے میں جو پُرزے رکھے تھے، وہ سب سے زیادہ اہم تھے۔ اُن کے بغیر ٹرانسفارمر مشین کسی کام کی نہ رہتی۔ ان پُرزوں کی عدم موجودگی میں کوئی مکینک نہ انھیں سمجھ سکتا تھا نہ اُن کا ڈیزائن تیار کر سکتا تھا اور نہ ہی کسی فیکٹری میں تیار کرا سکتا تھا۔

مشین کا مرحلہ طے ہو گیا تھا۔ اب ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی ضرورت تھی۔ اُن کی فہرست میں فرہاد علی تیمور، رسونتی، شیبا، جوجو، موریتا اور آرمر تھے۔ انھوں نے میرا نام کاٹ دیا تھا۔ وہ میرے متعلق یقین سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ جو میرا اصلی چہرہ ہے، وہ اصلی ہے بھی یا نہیں؟ اتنی بار میری ڈمی سے دھوکا کھا چکے تھے کہ اب ایسی حماقت کرنا نہیں چاہتے تھے لہٰذا میرا نام ہی کاٹ دیا تھا۔

میرے بعد جوجو کا نام کٹا ہوا تھا۔ انھیں بتایا گیا تھا کہ اُس کے دماغ سے ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں ہمیشہ کے لیے مٹا دی گئی ہیں لہٰذا انھوں نے جوجو کو بھی فہرست سے نکال دیا۔ ماسکین کے ملک میں پُرامر کے جو سیکرٹ ایجنٹ تھے انھیں خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ وہ آرمر کا پتا لگائیں، اُسے کہاں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ سُراغ ملتے ہی اُسے وہاں سے اغوا کر کے سپر ماسٹر کے پاس پہنچایا جائے۔

اُن کی فہرست میں تین عورتیں رہ گئی تھیں، رسونتی، شیبا اور موریتا۔ اگر اُن میں سے کوئی اُن کے ہاتھ لگ جاتی تو وہ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کر سکتے تھے۔ اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ ہم انھیں کوئی نقصان پہنچانے کی دھمکی دیں گے۔ جب اُن کا تعلق کسی ملک سے، کسی تنظیم سے نہ ہوتا تو انھیں کسی نقصان کی پروا نہ ہوتی۔ وہ تو ذاتی طور پر خیال خوانی کی صلاحیتیں حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بہرام گنگولی کے ذریعے اُن کے دماغ بہت زیادہ حساس ہو گئے تھے۔ وہ ہماری سوچ کی لہروں کو باہر نکال دیتے۔ انھیں ہر طرح سے اطمینان حاصل ہو گیا تھا۔

وہ چاروں اپنے اپنے حصے کی مشین حاصل کرنے تک اپنی حفاظت کے لیے بھی رازداری سے انتظامات کر رہے تھے۔ سپر ماسٹر جانتا تھا جب تک وہ اس عہدے پر ہے، دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اُس کے آلۂ کار موجود رہیں گے۔ عہدہ ہاتھ سے نکلنے کے بعد وہ کسی پر حکم نہیں چلا سکے گا۔ انھیں اپنی حفاظت کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا لہٰذا چُپ چاپ اپنی ایک الگ تنظیم قائم کر رہا تھا۔ اسی طرح جنرل ڈیکورا اور کرنل جم بھی یہی کر رہے تھے۔ میجر برائٹ نے کہا: "دوستو! ہم نے ایک دوسرے کے تعاون سے دنیا کی عجیب و غریب مشین حاصل کر لی ہے۔ اب ہمیں ایک دوسرے سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن یہ حکومت ہمیں کسی دن بھی ہمارے عہدوں سے برطرف کر سکتی ہے۔ تہ خانے میں پڑی ہوئی ناکارہ مشین کا پول کسی دن بھی کھل سکتا ہے۔ میں اس سے پہلے ہی یہاں سے چلا جانا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں اپنا استعفا پیش کر چکا ہوں۔"

سپر ماسٹر، جنرل ڈیکورا اور کرنل جم نے کہا: "میجر! ہم خود کہنے والے تھے کہ تمھیں استعفا پیش کر کے اس ملک سے چلے جانا چاہیے۔ جب مشین کے ناکارہ ہونے کا راز کھلے گا تو ہم صاف طور پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ میجر برائٹ کی ذمے داری تھی۔ ہمیں کیا معلوم کہ میجر برائٹ نے اس مشین کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔"

میجر برائٹ نے ہنستے ہوئے کہا: "سارا الزام میرے سر تھوپنا چاہتے ہو، لیکن مجھے پروا نہیں ہے۔ میں یاروں کا یار ہوں، تم لوگوں کی خاطر یہ الزام اپنے سر لے لوں گا۔"

اُس کا استعفا منظور کر لیا گیا۔ اُس نے مشین کو کھول کر اُس کے مختلف حصے مختلف سوٹ کیسوں اور اٹیچیوں میں رکھ دیے تھے۔ گھر میں جو ضروری سامان تھا وہ بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا، باقی یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ پہلے مشین کو کہیں چھپا کر آئے گا، پھر گھر کا سامان لے جائے گا۔ اس کے بعد وہ اپنی ویگن کار میں بیٹھ کر رخصت ہو گیا۔

وہ سب جانتے تھے، اُن کے ہاتھوں میں ایک غیر معمولی مشین ہے۔ ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل ہونے کے بعد وہ اور غیر معمولی بن جائیں گے۔ ایسے میں ساری دنیا اُن کے پیچھے پڑ جائے گی۔ لہٰذا پہلے سے ہی اپنی حفاظت کے انتظامات ہو رہے تھے۔ میجر برائٹ درپردہ انتظامات کرتا رہا تھا۔ مشین کو کھولنے کے بعد اُس کے کئی حصے ہو گئے تھے۔ وہ سب سوٹ کیس اور اٹیچیوں میں رکھے ہوئے تھے۔ اتنا سامان لے کر اس ملک کی سرحد سے نکلنا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ وہ کسی بلیک پورٹ سے نکل کر ہی دوسرے ملک جا سکتا تھا، لیکن اس میں بھی خطرہ تھا۔ کسی بھی بلیک پورٹ پر خطرناک مجرموں سے ٹکراؤ ہو سکتا تھا اور مشین ہاتھ سے نکل سکتی تھی لہٰذا اُس نے سب سے پہلے مشین کو چھپا کر رکھنے کا انتظام کیا تھا۔

وہ ایسی محل نما کوٹھی خریدنا چاہتا تھا جس میں تہ خانہ ضرور ہو، لیکن ایسی کوٹھی نہیں مل رہی تھی۔ اُس نے فی الحال ایک ایسا مکان خریدا تھا جس کے پیچھے ایک خاص فیملی کا قبرستان تھا۔ اُس مکان میں رہنے والے مرنے کے بعد وہیں دفن کیے جاتے تھے۔ وہاں ایک بڑھیا اور بوڑھا رہ گئے تھے۔ دونوں میاں بیوی مکان کو بیچ کر میکسیکو جا رہے تھے۔ میجر برائٹ نے اس مکان کو جسٹ وارنر کے فرضی نام سے خرید لیا۔ خریدنے کے لیے اپنے ایک دستِ راست کو سامنے رکھا۔ اُس نے جسٹ وارنر بن کر کاغذات پر دستخط کیے۔ اس طرح میجر برائٹ اس مکان کا اور پیچھے والے قبرستان کی زمین کا مالک بن گیا۔

اُس نے مکان خریدنے کے علاوہ اور دو اہم کام کیے تھے۔ ایک تو پلاسٹک سرجری کے ڈاکٹر سے چہرے کی سرجری کے سلسلے میں وقت مقرر کر رکھا تھا۔ دوسرے ایک نئی ویگن کار خرید کر کرائے کے گیرج میں رکھ دی تھی۔ وہ اپنے تینوں ساتھیوں سے رخصت ہو کر ویگن کار میں گیا تھا۔ دس میل جانے کے بعد اُس گیرج تک پہنچا۔ وہاں اپنی ویگن کار کھڑی کی۔ اُس کا سامان نئی ویگن کار میں منتقل کیا۔ اُس کے بعد پرانی ویگن میں بیٹھ کر پچیس میل دور ایک چھوٹے سے ٹاؤن میں پہنچا۔ گاڑی کو ایک جگہ چھوڑ دیا۔ وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس پھر اپنے گیرج کی طرف آیا۔ ٹیکسی والے کو کرایہ دے کر رخصت کیا۔ پھر نئی ویگن کار میں بیٹھ کر اپنے نئے مکان میں آیا۔ وہاں اُس نے تمام مشین کے حصے اور اپنی ضرورت کا سامان کمروں میں رکھا، تالا لگایا۔ وہاں سے پیدل چلتا ہوا کچھ دُور گیا۔ پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر پلاسٹک سرجری کے ڈاکٹر جیمز ہولڈن کے پاس پہنچ گیا۔

ڈاکٹر جیمز ہولڈن اُس کا بچپن کا ساتھی تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھے۔ جیمز ہولڈن مجرمانہ زندگی گزار رہا تھا۔ مجرموں کے چہرے پلاسٹک سرجری کے ذریعے تبدیل کرتا تھا۔ اُن سے بھاری معاوضہ وصول کرتا تھا۔ سرجری سے پہلے یہ طے ہو جاتا تھا کہ چہرہ کس قسم کا ہو گا یا کس سے مشابہت رکھتا ہو گا۔ پہلے ہی اُس چہرے کا ایک خاکہ بنا لیا جاتا تھا۔ اس کے بعد سرجری ہوتی تھی۔ سرجری کے بعد جو چہرہ تبدیل ہوتا تھا، اُس کی تصویر اتارنے کے لیے ڈاکٹر جیمز ہولڈن نے خفیہ انتظامات کر رکھے تھے۔ اُن مجرموں کو پتا نہیں چلتا تھا۔ چہرہ تبدیل ہونے کے دس منٹ بعد ہی ان مجرموں کو اُن کے نئے چہروں کی تصویریں مل جاتی تھیں اور جیمز ہولڈن وارننگ دیتا تھا: "اگر اپنے نئے چہروں کو راز میں رکھنے کے لیے مجھ جیسے رازدار کو ختم کرنے کی کوشش کرو گے تو یہ تصویریں قانون کے محافظوں تک پہنچ جائیں گی۔ میں پہلے ہی ایسے انتظامات کر لیتا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد اس لاکر کو کھولا جائے گا جو میرے نام سے ہے۔"

مختصر یہ کہ وہ مجرموں کو بلیک میل نہیں کرتا تھا، صرف اپنی حفاظت کے لیے ایسا کہتا تھا۔ میجر برائٹ نے کہا: "میں تمھارے ہتھکنڈوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں تمھیں نئے چہرے کی تصویر اُتارنے نہیں دوں گا۔ اپنے چہرے کا خاکہ خود بناؤں گا اور

پلاسٹک سرجری کرتے وقت تمھارے سامنے پیش کروں گا اور وہ جو خفیہ کیمرے ہیں وہاں سے ہٹا دیے جائیں گے۔ میں تمھارا دوست ہوں یہ نہ سمجھنا کہ مفت کام کراؤں گا۔ تم معاوضہ لینا چاہو گے تو معاوضہ دوں گا یا میرے ساتھ ہمیشہ وفادار دوست بن کر رہو گے تو تمھیں ایک غیر معمولی چیز دوں گا۔"

"وہ کیا؟"

"میرے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے، ہم دونوں اس کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر جیمز ہولڈن تیار ہو گیا تھا۔ اُس نے معاوضہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اُس نے قسمیں کھائیں کہ وہ ہمیشہ وفادار ساتھی بن کر رہے گا اور دونوں ایک ایسی خفیہ تنظیم بنائیں گے، ایسے جاں نثار محافظ رکھیں گے کہ اُن پر کبھی آنچ نہیں آئے گی۔ بہرحال میجر برائٹ نے پہلے ہی سے معاملات طے کر لیے تھے۔ لہٰذا پلاسٹک سرجری ہو گئی تھی، صرف اتنا ہی نہیں، اُس نے اپنے ہاتھوں کی دس انگلیوں کی بھی سرجری کرا لی تاکہ وہ پہلی انگلیوں کے نشانات کے ذریعے کبھی پکڑا نہ جائے۔ اُس کے سر کے بال سُرخی مائل سنہرے تھے، اُس نے بالوں کو سیاہ کر لیا۔ وہ اس تبدیلی کے سلسلے میں ڈاکٹر جیمز ہولڈن کے ہاں ایک دن اور ایک رات رہا۔ دوسرے دن وہ دونوں اُس نئے مکان میں گئے۔ اب مشین کو چھپانے کا مسئلہ تھا اور یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں رہا تھا۔ دونوں دوست شام کو بیٹھ کر خوب پیتے رہے، مستقبل کے لیے منصوبے بناتے رہے پھر رات ذرا گہری ہوئی تو انھوں نے باہر کی بتیاں بجھا دیں، کدال اور بیلچہ لے کر قبرستان میں گئے پھر ایک پرانی قبر کھودنے لگے۔ انھیں یہ کام کرنے کی عادت نہیں تھی۔ پسینہ پسینہ ہو رہے تھے، جو پی تھی، اُس کا نشہ اُترتا جا رہا تھا، وہ بوتل منہ سے لگا کر دو چار گھونٹ پیتے کے بعد پھر کھودنے اور بیلچے سے مٹی ہٹانے میں مصروف ہو جاتے تھے۔

آخر وہ قبر کھل گئی۔ اندر ایک سڑا ہوا لکڑی کا تابوت تھا، جس میں دیمک اور جانے کیسے کیسے کیڑے لگے ہوئے تھے۔ لکڑی کمزور ہو گئی تھی۔ اندر انسانی ڈھانچا پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے پوچھا "کیا ڈھانچا اور تابوت کی لکڑیاں بھی باہر نکالنا ہوں گی؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے۔"

"پھر چلو، وہ مشین یہاں لے آئیں۔"

میجر برائٹ نے ایک ریوالور نکالا، جس پر سائلنسر لگا ہوا تھا۔ پھر کہا "یہ قبر مشین کے لیے نہیں ہے۔ وہ بے چاری تو خاموش رہتی ہے۔ تم بولتے رہتے ہو، کہیں بھی بول سکتے ہو، کسی سے بھی بول سکتے ہو۔"

وہ سہم کر بولا "کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے؟ اپنے دوست کو ہلاک کرو گے؟"

"میرے دوست! یہ اقتدار اور برتری کی خواہش بہت کمینی ہوتی ہے، اسے حاصل کرنے کے لیے خون کے رشتوں کو بھی ختم کر دیا جاتا ہے۔ تم تو زبان کے رشتے دار ہو اور مجرموں کی زبان پر کبھی بھروسا نہیں کیا جاتا۔"

وہ پلٹ کر بھاگنا چاہتا تھا، اُس نے گولی چلا دی۔ آخر فوجی تھا، نیم تاریکی کے باوجود سچا نشانہ لگا سکتا تھا۔ پھر جنرل ڈیکورا کی تمام صلاحیتیں اُس کے دماغ میں منتقل ہو چکی تھیں، لہٰذا دوسری گولی چلانی نہیں پڑی۔ وہ تڑپ کر گرا۔ جو قبر کھودی تھی، اُس کے کنارے پر گرا۔ میجر برائٹ نے اُسے ایک ٹھوکر ماری تو وہ لڑھکتا ہوا قبر کے اندر گیا۔ یہ کہاوت ایسے ہی وقت کے لیے ہے کہ آدمی اپنی قبر خود کھودتا ہے۔

اُس رات میجر برائٹ نے بڑی محنت کی، بعد میں اسے دوسری قبر کھودنا پڑی۔ وہاں اُس نے مشین کو لے جا کر چھپایا۔ بات صرف چھپانے کی حد تک نہیں تھی۔ ان دو قبروں کو کم از کم آٹھ دس سال پرانا نظر آنا چاہیے تھا۔ اس کے لیے وہ پہلے ہی سیمنٹ، ریت وغیرہ کا انتظام کر چکا تھا۔ اُس نے دونوں قبروں کو پہلے پختہ بنایا، اُن پر اچھی طرح پلاسٹر ڈالا۔ پھر اپنے کمرے میں آ کر سو گیا۔ صبح آٹھ بجے اُٹھ کر اُس نے دونوں قبروں کو جا کر دیکھا۔ وہ پختہ اور مضبوط ہو گئی تھیں۔ اس مکان اور قبرستان کے چاروں طرف اونچی چار دیواری تھی۔ باہر سے دیکھ لیے جانے کا اندیشہ نہیں تھا۔ اُس نے تیزاب کی ایک بوتل کھولی۔ پھر اُس میں سے تھوڑا تھوڑا تیزاب دونوں قبروں پر چھڑکنے لگا۔ جہاں تیزاب کے قطرے گرتے تھے، وہاں کی سیمنٹ تھوڑی گلنے لگتی تھی۔ اُس نے بوتل کو بند کر دیا۔

پھر اُس نے بیلچے کو اٹھایا، اس سے تھوڑی تھوڑی مٹی لے کر دونوں قبروں پر ڈالنے لگا۔ وہ مٹی تیزاب کے ساتھ پختہ قبر پر جمتی جا رہی تھی، جیسے برسوں سے مٹی جمی ہو۔ تیزاب کے اثر سے سیمنٹ کا رنگ اُڑ گیا تھا، کوئی انھیں دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ دو قبریں پچھلی رات ہی پختہ کی گئی ہیں۔

اُس نے دن کے بارہ بجے تک یہ کام مکمل کر لیا۔ ہر طرف سے اطمینان ہو گیا۔ مشین چھپا دی گئی تھی، کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا تھا اور کوئی اُسے صورت و شکل سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ پچھلے کئی دنوں سے وہ ایک مخصوص آواز اور لب و لہجے میں بولنے کی مشق کر رہا تھا۔ یہ مشق جاری تھی اور وہ کامیاب ہوتا جا رہا تھا۔

مجرم اپنا جرم چھپانے کے لیے ہر پہلو، ہر نکتے پر غور کرتا ہے۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا کیا کوئی ایسا پہلو ہے، جو میری کمزوری بن سکتا ہے؟

بہت سوچ بچار کے بعد یاد آیا کہ اُس نے یہ مکان خریدا ہے۔ اگر اُس کے تینوں ساتھی دشمن بن کر اُسے تلاش کریں گے ... یہ سوال ہے ... یہ پہلو چھپا نہیں رہے گا کہ ... وہ ٹرانسفارمر مشین چھپانے کے لیے ضرور کوئی نہ کوئی مکان یا کوٹھی وغیرہ خریدے گا۔ میجر ماسٹر بہت ہی ... وہ سمجھ سکتا ہے کہ مشین کسی قبر میں چھپائی گئی ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک اس پہلو پر سوچتا رہا پھر اُس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے دست راست کو مخاطب کیا۔ اُسے حکم دیا "آج ... کسی عورت کو میاں کرائے دار کے طور پر لاؤ۔ اگر وہ بیوہ ہو ... والی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اُس کے ساتھ کسی مرد کو نہ تو ہونا ... اور نہ ہی کسی مرد سے اُس کے تعلقات ہونے چاہئیں۔ میں ... رہا ہوں، تمھیں یہ مکان خالی ملے گا۔ آج شام تک کرائے دار کو ... آ جانا چاہیے۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر کو بند کیا، اپنے سوٹ کیس کو کھول کر ریڈی میڈ ... اپ کے لیے داڑھی اور مونچھیں نکالیں۔ آئینے کے سامنے کھڑا ہو ... انھیں اپنے چہرے پر لگایا۔ آنکھوں پر ایک عینک چڑھائی، سر پر ... ہیٹ رکھا پھر اپنا تمام سامان اُٹھا کر گاڑی میں رکھ دیا۔ وہاں سے ... سیدھا اُس دفتر میں پہنچا جہاں جائداد خریدنے اور بیچنے والوں کے ... نام رجسٹر میں درج ہوتے تھے اور اُن کے کاغذات پر مہریں لگائی ... جاتی تھیں۔ وہ سیدھا ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کے پاس پہنچا۔ اُس ... نے کہا "تشریف رکھیے، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

وہ ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "خدمت تو میں کرنے آیا ہوں۔"

اُس نے بریف کیس کھول کر نوٹوں کی گڈیاں نکالیں پھر اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "یہ دس ہزار ڈالر ہیں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈالر کی دھوم ہے۔ سب اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اکثر یہ ڈالر کام نکالنے کے کام آتا ہے، خود چل کر آپ جیسے افسروں کے پاس پہنچ جاتا ہے۔"

"بہت دلچسپ آدمی ہو، ویسے کام کیا ہے؟"

"آج سے پندرہ دن پہلے ایک مکان کسی نے بیچا اور کسی نے خریدا۔ آپ کے رجسٹر میں خریدنے اور بیچنے والے کا نام اور تاریخ وغیرہ درج ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ نام مٹا دیا جائے۔"

"نام تو مٹ جائے گا لیکن وہ جگہ خالی رہے گی۔ وہاں کس کا نام لکھا جائے گا؟"

"آپ پہلے یہ گڈیاں سنبھال کر رکھ لیجیے، ڈالر کو بڑی جلدی نظر لگتی ہے۔ کیا آپ پسند کریں گے کہ اُن پر کسی کی نظر پڑے؟"

اُس نے گڈیاں اٹھا کر اپنے بریف کیس میں رکھ لیں۔ پھر پوچھا "ہاں بتاؤ، رجسٹر میں کس کا نام ہو گا؟"

میجر برائٹ نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر کہا "وہ مکان میں نے ایک لاکھ دس ہزار ڈالر میں خریدا ہے۔ دیکھنے میں پرانا سا ہے مگر چھ ہزار مربع گز زمین اُس کے ساتھ ہے۔ اتنا مہنگا مکان آپ کے نام ہو گا۔"

وہ افسر ایک دم سے چونک کر سیدھا بیٹھ گیا۔ پوچھنے لگا "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ کس کا مکان ہے، میرے نام کیسے ہو گا؟"

میجر برائٹ نے مکان کے کاغذات نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیے، وہ تھوڑی دیر تک کاغذات کا مطالعہ کرتا رہا پھر پریشان ہو کر بولا "آخر بات کیا ہے؟ یہ میرے نام کیوں کیا جائے گا اور بھلا میں اپنے نام کیوں کروں گا؟"

"ایک لاکھ دس ہزار ڈالر کا مکان آپ کو مفت مل رہا ہے، کیا آپ لینے سے انکار کریں گے؟"

"آخر اس میں گھپلا کیا ہے۔ ضرور کوئی پیچیدہ معاملہ ہے؟"

"آپ میرے ساتھ ابھی چل کر وہ مکان دیکھ لیں۔ اگر کسی قسم کا شبہ ہو تو بے شک آپ انکار کر دیں۔"

افسر نے پوچھا "آپ مکان میرے نام کریں گے لیکن یہ دس ہزار نقد جو ہیں؟"

"وہ بھی آپ کے۔"

وہ حیرانی سے بولا "کمال ہے! میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟"

"پہلے آپ میرے ساتھ چل کر اپنے شکوک و شبہات دور کر لیں۔"

اتنی بڑی دولت اور جائداد ہاتھ آ رہی تھی، بھلا وہ کب پیچھے رہنے والا تھا۔ فوراً اُٹھ کر اُس کے ساتھ ہو گیا۔ اپنی کار میں آ کر بیٹھا پھر اسٹارٹ کرتے ہوئے اُس مکان کی طرف جانے لگا۔ میجر برائٹ نے کہا "میں آپ کی پریشانی دور کر دوں۔ کچھ دشمن میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں میں بہت دولت مند ہوں، کہیں چھپنے کے لیے کوئی مکان خرید بھی سکتا ہوں لہٰذا وہ خریداری کے کاغذات دیکھنے کے لیے آپ کا دفتر ضرور آئیں گے۔"

وہ اس مکان میں پہنچ گئے۔ افسر نے اُسے اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھا پھر قبرستان کو دیکھتے ہوئے بولا "یہ سب کیا ہے؟"

"میں نے جن سے خریدا تھا یہ اُن کے عزیزوں اور بزرگوں کی قبریں ہیں۔ انھوں نے درخواست کی تھی کہ کم از کم ایک برس تک ان قبروں کو ہموار نہ کروں۔ یہاں کوئی باغ یا باغیچہ نہ لگاؤں، میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا لیکن اب حالات بدل گئے ہیں۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں، ہو سکے تو آپ ان کی خواہش کا احترام کیجیے اور یہ قبریں ایک برس تک یونہی رہنے دیں۔"

"مجھے تو لگتا ہے جیسے ان قبروں میں اسمگلنگ کا مال چھپایا گیا ہے۔"

"یہاں کدال اور بیلچہ دونوں ہی موجود ہیں۔ میں کدال سے کھودتا ہوں، آپ بیلچے سے مٹی ہٹاتے جائیں۔ جس قبر کو دیکھنا چاہیں، دیکھ سکتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "نہیں، مَیں تو مذاق کر رہا تھا۔ اتنی قبریں کھودنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔"

"آپ اطمینان سے ایک ایک دن، ایک ایک قبر کھود کر دیکھتے جائیں لیکن اس رجسٹر سے میرے نام کو مٹنا چاہیے۔ اس کی جگہ کسی دوسرے کا نام آنا چاہیے اور کوئی دوسرا آپ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔"

وہ واپس دفتر کی طرف جاتے ہوئے بولا "اچھی بات ہے، مَیں تمہارا یہ کام کر دیتا ہوں لیکن ان قبروں کو کھود کر دیکھتا رہوں گا۔"

"بے شک، ضرور دیکھیں لیکن یہ قبریں جیسی ہیں پھر ویسی ہی کر دیں، کیونکہ جس بوڑھے جوڑے سے مَیں نے اسے خریدا ہے، وہ یہاں کبھی کبھی ضرور آیا کرے گا۔ ہمیں اُن کا دل نہیں توڑنا چاہیے۔"

"مَیں ایسا ہی کروں گا۔"

وہ دفتر پہنچ گئے۔ وہاں افسر نے وہ رجسٹر منگوایا اپنی دراز کھول کر ایک شیشی نکالی۔ اُس میں ایک ایسا لوشن تھا جو کسی بھی تحریر پر پھیر دیا جاتا تو وہ مٹ جاتی تھی۔ کاغذ پہلے کی طرح سادہ ہو جاتا تھا۔ اُن کاغذات پر جہاں میجر برائٹ نے فرضی نام لکھوایا تھا وہ مٹا دیا گیا۔ اُس پر افسر کا نام لکھ دیا گیا۔ اسی طرح رجسٹر میں بھی تبدیلی آ گئی، جہاں فرضی خریدار کے دستخط تھے، وہاں افسر نے اپنے دستخط کر دیے۔ اس طرح کام پکا ہو گیا۔ میجر برائٹ نے اُس سے مصافحہ کیا۔ پھر رخصت ہو کر اپنی گاڑی میں آیا۔ اُس کے رنگین شیشے چڑھائے پھر ٹرانسمیٹر نکال کر اپنے دستِ راست کو مخاطب کیا۔ پوچھا "کسی عورت کا بندوبست ہوا؟"

"جناب، ابھی کر رہا ہوں۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ وہ مکان اسی طرح خالی رہنے دو۔ مَیں نے دوسرے کے نام کر دیا ہے۔ اب اُدھر کا رُخ نہ کرنا۔"

اُس نے ٹرانسمیٹر بند کر کے اطمینان کی گہری سانس لی۔ اب اتنا پکا کام ہو گیا تھا کہ وہ تینوں اُسے کبھی تلاش نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی ٹرانسفارمر مشین تک پہنچ سکتے تھے۔ اُس نے اب تک کتنے ہی کام کے آدمی جمع کر لیے تھے۔ آئندہ بھی ایک مضبوط اور خطرناک تنظیم کی تشکیل کے لیے ایسے لوگوں کو تلاش کرنا تھا اور سب سے اہم تلاش ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی تھی۔

اب ذرا اُن تینوں کی رُوداد سُنیے۔ سُپر ماسٹر، جنرل ڈیکورا، اور کرنل جِم زیادہ دنوں تک خوش نہ رہ سکے۔ میجر برائٹ دوسرے دن اپنا سامان لینے نہیں آیا۔ اُس کی جگہ جس افسر کی تقرری ہوئی تھی، اُسے وہ بنگلا ملنے والا تھا لیکن وہاں میجر برائٹ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ اُس کا استعفا منظور کرنے والوں نے اُس کے نام نوٹس بھیجا لیکن نوٹس کہاں پہنچتا؟ جبکہ وہ لاپتا تھا۔ آخر اوپر سے یہ احکامات صادر کیے گئے کہ اُس کا تمام سامان اُٹھا کر سرونٹ کوارٹر میں لاک کر دیا جائے جب وہ آئے گا تو لے جائے گا۔ وہ بنگلا نئے آفیسر کے لیے کھول دیا جائے۔

سُپر ماسٹر نے کہا "وہ ہمارا ایک اچھا ساتھی تھا۔ پتا نہیں کہاں چلا گیا۔ اگر اجازت ہو تو ہم امانت کے طور پر اس کا تمام سامان رکھ لیتے ہیں۔"

اُنھیں اجازت مل گئی۔ کرنل جِم اپنے ساتھ ایک بڑا سا ٹرک لے کر آیا۔ مزدور سامان اُٹھا کر اس پر لادنے لگے۔ جب ایک اسٹور روم کو کھولا گیا تو کرنل جِم حیران رہ گیا۔ وہاں تین عدد ٹرانسفارمر مشینیں رکھی ہوئی تھیں۔ اُس نے جلدی سے دروازے کو بند کر دیا پھر فون کے ذریعے جنرل ڈیکورا کو اطلاع دی۔ جنرل ڈیکورا نے یہ خبر سُپر ماسٹر تک پہنچائی۔ وہ دونوں دوڑے چلے آئے۔ یہ فوری طور پر سمجھ میں نہیں آیا کہ تین عدد ٹرانسفارمر مشینیں اسٹور روم میں کیوں بند کی گئیں۔

سُپر ماسٹر نے پوچھا "کیا اُس نے چار عدد مشینیں بنائی تھیں ایک اپنے ساتھ لے گیا، تین کو یہاں لاک کر گیا؟"

"وہ اتنا نادان نہیں ہے کہ اتنی اہم مشینیں چھوڑ کر چلا جائے گا۔ میرا خیال ہے، یہ مشینیں ناکارہ ہیں۔ اُس کے کام کی نہیں تھیں اسی لیے چھوڑ گیا ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا "ہم یہاں اس سلسلے میں بحث نہیں کر سکتے۔ ان مشینوں کو لدواؤ اور اپنے گھر لے چلو۔"

وہ تینوں مشینیں جنرل ڈیکورا کے گھر دوسرے سامان کے ساتھ پہنچ گئیں۔ وہ تینوں اپنی اپنی پسند کی بوتلیں اُٹھا کر بیٹھ گئے۔ پھر سُپر ماسٹر نے پوچھا "آخر یہ کیا چکر ہے؟"

تینوں کے دلوں میں چور تھے۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ سوچ رہا تھا۔ مَیں نے میجر برائٹ کے ساتھ دو ٹرانسفارمر مشینیں بنائیں، ایک خود رکھی، دوسری برائٹ کو دی۔ برائٹ اپنی مشین لے گیا۔ پھر یہ تین مشینیں کہاں سے آ گئیں؟

جنرل ڈیکورا نے کہا "میجر برائٹ نے ٹرانسفارمر مشین کا جو نقشہ بنایا ہے اور جتنی ڈیٹیلز کاغذات میں لکھی ہوئی ہیں، اُن سب کی بلیو پرنٹ بنائی جائے۔ ہم اس بلیو پرنٹ کے ذریعے کسی بہت بڑے مکینک سے رابطہ کریں گے اور اس سے یہ معلوم کریں گے کہ یہ تینوں مشینیں بالکل ہی ناکارہ ہیں یا کارآمد ہو سکتی ہیں۔"

"ہم کسی مکینک کے ذریعے ان مشینوں کے بارے میں ضرور معلوم کریں گے لیکن یہ بھی معلوم کرنا بہت ضروری ہے کہ یہ تین مشینیں کیوں ہیں، کہاں سے آ گئی ہیں، کیسے تیار ہوئی ہیں؟ کیا میجر برائٹ ہم میں سے کسی کے ساتھ مل کر یہ کام کر رہا تھا۔ ایک ایک ٹرانسفارمر مشین بناتا جا رہا تھا، ناکام ہوتا جا رہا تھا۔ آخر میں وہ کامیاب ہو گیا باقی ناکارہ مشینوں کو چھوڑ گیا اور کارآمد مشین اُٹھا کر لے گیا۔"

کرنل جِم نے کہا "یہ کہنا غلط ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کام [میں] شریک تھا۔ ہو سکتا ہے اُس نے کسی اور کو رازدار بنایا ہو؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مشین تیار کرنے کے لیے اُس کے [پ]رزوں کی اور حصوں کی ڈھلائی کرنا ہوتی ہے۔ وہ ہر جگہ نہیں ہو [سک]تی، وہ صرف ہم اور تم اپنے اپنے ذرائع سے کرا سکتے ہیں۔ میجر برائٹ [نے] یہ کام بہت کم مدت میں کیا ہے۔ اس کا مطلب ہے، بڑی جلدی [او]ر بڑی آسانی سے سہولتیں فراہم کی گئی ہیں اور یہ ہم میں سے کوئی [ہ]ی کر سکتا ہے۔"

"آخر تم اس بات پر کیوں زور دے رہے ہو کہ ہم اُس کے [س]اتھ شریک تھے؟"

"اگر ہم نے غلطی کی ہے اور ہماری غلطی سے میجر برائٹ فائدہ [ا]ٹھا کر جا چکا ہے تو اب بھی ہم سنبھل سکتے ہیں۔ ہم پچھلی غلطیوں سے [ت]وبہ کر کے متحد ہو کر اُسے تلاش کر سکتے ہیں۔ آخر وہ جائے گا کہاں؟ [ا]تنی جلدی اتنا بڑا ملک چھوڑ نہیں سکتا۔ مشین کے کئی حصے ہیں۔ وہ تمام حصوں کو لے کر سرحد پار نہیں جا سکتا۔ بلیک پورٹ سے بھی جائے گا تو اُس کے لیے خطرہ ہے لہٰذا وہ اس ملک میں ہے اور مَیں اُسے چوہے کے بِل سے بھی کھینچ لاؤں گا۔"

جنرل ڈیکورا نے سُپر ماسٹر سے کہا "تم درست کہتے ہو۔ تمہاری طرح ہم بھی بڑے ذرائع کے مالک ہیں۔ ہم بھی اُسے کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالیں گے۔ آخر وہ بچ کر کہاں جائے گا لیکن یہ بات دماغ سے نکال دو کہ ہم میں سے کسی نے سازش کی ہے اور اُس کا اس سلسلے میں ساتھ دیا ہے۔"

کرنل جِم نے کہا "وہ تنہا یہ کام کر رہا تھا۔ اُس کی پشت پر کوئی مضبوط ہاتھ تھا۔ وہ چُپ چاپ نقشہ بناتا تھا، سامان تیار کرواتا تھا اور مشین کے حصوں کو اسمبل کرتا تھا۔ اس طرح اُس نے تین ناکارہ مشینیں بنائیں اور چوتھی میں کامیاب ہو گیا جس میں کامیاب ہوا اُسے لے کر چُپ چاپ نکل گیا۔"

وہ تینوں غلطیاں کر چکے تھے۔ اُن کا اعتراف کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ہاں، اگر اعتراف کرنے سے ٹرانسفارمر مشین ملنے کا یقین ہوتا تو ایسا کر لیتے۔ وہ خواہ مخواہ ایک دوسرے کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتے تھے۔ بہرحال اس مشین کے نقشے کا ایک بلیو پرنٹ تیار کیا گیا۔ خفیہ طور پر ایک بہت تجربہ کار مکینک سے رابطہ قائم کیا گیا۔ اُس سے کہا گیا "یہ نقشہ ہے اور ان کاغذات میں اس کی تفصیل ہے اور یہ تین عدد مشینیں ہیں۔ ان کو اچھی طرح کھول کر جانچ پڑتال کرو کہ یہ کس کام کے لیے بنائی گئی ہیں؟"

میجر برائٹ کی جگہ جو نیا میکنیکل انجینئر آیا تھا، اُس نے پہلے ہی توشہ خانے میں جانے کی اجازت حاصل کی۔ اس ٹرانسفارمر مشین کو دیکھا، اُس کے نقشے اور اُس کی تفصیلات کا جائزہ لیا لیکن جب آزمائشی طور پر آپریٹ کرنا چاہا تو مشین اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ اُس کی خرابیوں کو سمجھنے کے لیے اُسے کھولنا پڑا۔ کھولنے کے بعد انکشاف ہوا کہ اس کے اندر جو پرزے ہیں، وہ اس مشین سے تعلق نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی اس نقشے میں اُن کا کوئی ذکر ہے اور جن کاغذات میں اُن پرزوں کی تفصیل لکھی گئی ہے، اُن سے یہ مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔ صاف ظاہر ہو گیا کہ بہت بڑا فراڈ کیا گیا ہے اور اب وہ مشین کسی کام کی نہیں رہی ہے۔

یہ زبردست نقصان تھا۔ اُسے حکمران برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ فوج کے اعلیٰ افسران نے سُپر ماسٹر، جنرل ڈیکورا اور کرنل جِم سے جواب طلب کیا۔ بھلا وہ کیا جواب دیتے۔ وہ ایک ہی بات کہتے تھے "مشین کا تعلق میجر برائٹ سے تھا۔ وہ کیا کرتا تھا ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جیسا سمجھاتا تھا ہم سمجھ لیتے تھے۔ اُس نے دو بار کامیاب تجربے کیے، ہم سب مطمئن ہو گئے۔ آپ تمام لوگ بھی مطمئن تھے لیکن بعد میں اُس نے چکمہ دیا اور ہمیں اس کا علم نہ ہو سکا۔"

ایک ذمے دار افسر نے کہا "اِسی طرح اس خفیہ توشہ خانے سے ہمارے سے اہم راز کبھی چوری ہو گئے تب بھی آپ لوگ یہی کہیں گے کہ چوری چور نے کی ہے، آپ اس کے ذمے دار نہیں ہیں۔"

دو دنوں تک اُن تینوں کے خلاف سخت کارروائی ہوتی رہی، پھر آخری فیصلے کے مطابق تینوں کو اُن کے عہدوں سے برطرف کر دیا گیا۔ یہ فیصلہ سنانے سے پہلے ہی جب اُن سے جواب طلبی ہو رہی تھی تو جنرل ڈیکورا اچانک رُوپوش ہو گیا تھا۔

اُس کی رُوپوشی کی ایک وجہ یہ تھی کہ اُس نے بھی خفیہ طور سے ایک میکنیکل انجینئر سے رابطہ قائم کر کے اپنی مشین اُس کے سامنے رکھ دی تھی۔ بلیو پرنٹ بھی موجود تھا۔ اُس انجینئر نے مشین کو کھول کر وہی رپورٹ دی جو میجر برائٹ کی جگہ آنے والے افسر نے دی تھی۔ جب یقین ہو گیا کہ میجر برائٹ اُسے بھی دھوکا دے گیا ہے تب اُس نے قسم کھائی کہ اُس سے انتقام ضرور لے گا۔

اُس کی رُوپوشی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اتنے اہم عہدوں سے نکالے جانے کے بعد لوگ سرکاری طور پر رُوپوش کر دیے جاتے ہیں۔ پتا نہیں، ان اہم عہدے داروں کی جو بڑے بڑے رازوں سے واقف ہوتے ہیں آخری زندگی کیسے گزرتی ہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد جب اُن کا ریکارڈ صاف ستھرا ہوتا ہے تو انھیں ایک جگہ نظر بند کر دیا جاتا ہے۔ ریکارڈ خراب ہو تو انھیں کہیں غائب کر دیا جاتا ہے۔ سُنا ہے انھیں سزا دینے کے لیے کوئی انجکشن وغیرہ لگا کر پاگل بنا دیا جاتا ہے اور پاگل خانے کے خصوصی وارڈ میں رکھا جاتا ہے۔ جہاں سخت پہرا ہوتا ہے۔ اگر اتنا بڑا عہدے دار کوئی بہت بڑی غلطی کرے، کسی بہت

بڑے جرم کا مرتکب ہو تو سزائے موت بھی دی جاتی ہے۔

فی الحال انھیں سزا کے طور پر عہدے سے الگ کر دیا گیا تھا۔ سپر ماسٹر اور کرنل جم سے کہا گیا تھا کہ وہ تہ خانے میں جائیں اور نئے عہدے داروں کو وہاں کا چارج سونپ دیں۔ وہ حکم کی تعمیل کے لیے تہ خانے میں آگئے، وہاں شیشے کے کیبن میں ایک شخص بیٹھا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی سمجھ میں آگیا، یہ نیا سپر ماسٹر ہے۔

اُس کی آواز سنائی دی: "دو دن پہلے تم اس کرسی پر تھے، آج مَیں ہوں۔ ہوسکتا ہے آنے والا کل مجھے بھی تمھاری جگہ پہنچا دے۔ یہ صرف مقدر کی بات نہیں ہوتی۔ انسان کی حکمتِ عملی بھی کچھ ہوتی ہے۔ آج تک جتنے سپر ماسٹر آئے، اُن میں گراہم بارڈلے سب سے کامیاب رہا۔ وہ برسوں پُراسرار بن کر فرہاد کی نیندیں اُڑاتا رہا۔ اُس نے سونتی، سونیا اور مرجانہ جیسی ناقابلِ شکست عورتوں کو کوما میں پہنچا دیا۔ مرجانہ فولاد کہلاتی تھی، اُس کی زندگی کو موم کی طرح پگھلا کر رکھ دیا۔ بےشک وہ فرہاد کو اپنے قابو میں نہ کرسکا، یہ اُس کی ناکامی تھی۔ ناکام ہونا اور بات ہے، تم لوگوں کی طرح غدار ہونا اور بات ہے۔"

سپر ماسٹر اور کرنل جم نے کہا: "ہم غدار نہیں ہیں۔ ہمارا فیصلہ ہوچکا ہے۔ آپ کام کی بات کریں۔ ہم یہاں چارج دینے آئے ہیں۔"

"اس سے پہلے ہی مَیں نے چارج سنبھال لیا ہے۔ تم لوگوں کے سلسلے میں ابھی آخری فیصلہ سُنایا نہیں گیا کیونکہ جنرل ڈیکورا فرار ہوگیا ہے۔ وہ کہاں جائے گا۔ کمبخت چاہتا ہے اُس کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلا جائے تو یہی سہی، ویسے تم دونوں کا آخری وقت آچکا ہے۔"

وہ ذرا چونک گئے۔ شیشے کے کیبن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: "آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"یہاں تم دونوں کی باتیں ریکارڈ ہورہی ہیں لہٰذا سچ سچ بیان دو۔ ٹرانسفارمر مشین کیسے ناکارہ ہوگئی اور میجر برائٹ کہاں ہے؟"

"ہم نہیں جانتے، قسم کھا کر کہتے ہیں، ہمیں مشین کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔"

نئے سپر ماسٹر نے آواز دی: "بہرام گنگولی۔"

تہ خانے کا دروازہ کھل گیا۔ اس دروازے سے بھر قد آور پہاڑ جیسا بہرام گنگولی دونوں ہاتھ کمر پر رکھے، پاؤں پھیلائے کھڑا تھا۔ نئے سپر ماسٹر نے کہا: "ان سے مشین کے بارے میں حقیقت اُگلواؤ۔"

وہ ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اُن کی طرف آنے لگا۔ دونوں پیچھے ہٹتے ہوئے بولے: "نہیں، یہ ظلم ہے، یہ سراسر ظلم ہے۔ دوسرے کے جرم کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتے۔"

نئے سپر ماسٹر نے کہا: "بہرام! انھیں جان سے نہ مارنا لیکن ایسی پٹائی کرنا کہ یہ زندہ رہنے کے لیے سچ بولنے پر مجبور ہو جائیں۔"

وہ بہرام گنگولی کے فولادی شکنجے سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ سپر ماسٹر نے کہا: "بہرام! تم میرے وفادار تھے، بےشک میں سپر ماسٹر نہیں رہا لیکن انسان کو اپنی وفاداری نہیں بھولنا چاہیے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا: "مَیں تمھارا نہیں، اِس حکومت کا وفادار ہوں۔ مجھے تم سے نہیں، اس حکومت سے مراعات حاصل ہوتی ہیں، جو نیا سپر ماسٹر آئے گا، مَیں اُسی کا وفادار رہوں گا۔ تمھاری بھلائی اسی میں ہے کہ مار کھانے سے پہلے سچ اُگل دو ورنہ تم اپنی سپر ماسٹری کے دَور میں دیکھ چکے ہو میرے ہاتھ کسی کو بچ کر جانے نہیں دیتے۔"

وہ باتیں کرتے کرتے انھیں دوڑانے لگا۔ یہ اُس کا کھیل تھا، زندہ جانوروں کو دوڑاتا تھا، چھلانگ لگا کر انھیں دبوچ لیتا تھا، پھر اُن کی گردن مروڑ کر نرخرے پر دانت رکھ کر ایسے کاٹتا تھا کہ ذبح کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ وہ دونوں تو انسان تھے۔ اس سے کب تک بچ سکتے تھے۔ اُس نے دونوں کو بیک وقت دبوچ لیا۔ وہ گڑگڑا کر کہنے لگے: "ہم بتائیں گے، ضرور بتائیں گے۔ ہم جو کہیں گے، سچ کہیں گے اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہیں گے۔"

بہرام نے انھیں نہیں چھوڑا لیکن گرفت ڈھیلی کردی۔ وہ جلدی جلدی بولنے لگے۔ ساری داستان شروع سے آخر تک سنانے لگے۔ اس جرم کا اعتراف کرلیا کہ وہ میجر برائٹ کے ساتھ مل کر نئی ٹرانسفارمر مشین بنانا چاہتے تھے بلکہ برائٹ نے بنا لی ہے اور اُسے لے کر کہیں رُوپوش ہوگیا ہے۔ اور یہ تہ خانہ چھوڑنے سے پہلے ٹرانسفارمر مشین کو بگاڑ چکا ہے کوئی اب اُسے قابلِ استعمال نہیں بنا سکے گا۔

جب ساری باتیں اُگل دی گئیں تو نئے سپر ماسٹر نے کہا: "تم خود اپنی غداری کا اعتراف کرچکے ہو، تم لوگوں نے اتنی اہم ٹرانسفارمر مشین کو ناکارہ بنا دیا اور میجر برائٹ کو دوسری مشین لے جانے کا موقع دیا۔ بات صرف مشین کی نہیں ہے اور بہت سے راز تم لوگوں کے دماغوں میں ہیں۔ آج اس مشین کے معاملے میں غداری کی، کل دوسرے رازوں کے معاملے میں بھی کرسکتے ہو لہٰذا تم لوگوں کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ بہرام گنگولی، اپنا کام پورا کرو۔"

اس کے ساتھ ہی سپر ماسٹر اور کرنل جم کی چیخیں تہ خانے میں گونجنے لگیں۔ شیشے کا وہ کیبن آہستہ آہستہ فرش میں دھنستا جا رہا تھا۔ پھر کیبن کی اوپری چھت فرش کے برابر ہوگئی۔ وہ کیبن کے ساتھ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ تہ خانے کے نچلے حصے میں آکر ٹی وی اسکرین پر دیکھنے لگا۔ وہ بہرام گنگولی کی گرفت میں تڑپ تڑپ کر مر رہے تھے۔ آخر اُن کا تڑپنا ختم ہوگیا۔ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ بہرام نے انھیں فرش پر پھینک دیا۔ نئے سپر ماسٹر نے مائک کے ذریعے کہا: "لاشیں وہاں سے لے جاؤ۔ اپنا کارڈ پنچ کرو اور باہر نکل جاؤ۔"

وہ خاموش رہ کر ٹی وی اسکرین پر اُسے دیکھتا رہا۔ جب حکم

کی تعمیل ہوگئی تو اُس نے ٹی وی اور مائک کو آف کر دیا۔

جنرل ڈیکورا اپنے حفاظتی انتظامات کے مطابق ایک خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ اب اُسے مستقل طور پر چھپ کر رہنا تھا اور مستقل چھپنے کے لیے چہرہ بھی ہمیشہ کے لیے تبدیل کرنا تھا۔ دورِ حاضر میں سرجری کی نئی تکنیک نے یہ مسئلہ نہایت آسان کر دیا تھا۔ جنرل ڈیکورا کے لیے یہ اور بھی آسان یوں تھا کہ پلاسٹک سرجری کرنے والا اُس کا اپنا داماد تھا۔ اس نے فرار ہونے کے بعد پہلا کام یہی کیا تھا۔ فون پر اپنے داماد کو ہدایت دی کہ پلاسٹک سرجری کا تمام ضروری سامان تیار رکھے۔ میرا ایک آدمی آرہا ہے۔ تم سامان کے ساتھ چلے آنا۔

ڈیکورا اچھی طرح جانتا تھا، اُس کا داماد نہایت سچا، ایماندار اور محبِ وطن ہے اس لیے اُس نے حقیقت نہیں بتائی۔ جب وہ خفیہ رہائش گاہ میں پہنچا تو اُس نے کہا: "مائی سن! مَیں حکومت کے ایک خفیہ کام سے غیر ملک جا رہا ہوں۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری لازمی ہے۔ مَیں نے اس کام کے لیے تمھیں منتخب کیا ہے۔ آؤ ایک ایسا چہرہ بنا دو کہ میری عمر بھی کم نظر آئے اور کوئی مجھے کسی طرح بھی پہچان نہ سکے۔"

اُس نے خوش ہوکر کہا: "آپ واقعی وطن کے لیے اس عمر میں بھی خطرات سے کھیلتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے، مَیں یہ کام اپنا قومی فرض سمجھ کر کروں گا۔"

اور وہ قومی فرض سمجھ کر کرتا رہا۔ ہلکی پھلکی سرجری ایک گھنٹے میں ہوجاتی ہے لیکن اُس نے کئی گھنٹے لگائے۔ بڑی محنت سے کام کیا۔ اسے ایسا خوبصورت بنایا کہ وہ تیس برس کا جوان دکھائی دینے لگا۔ ہاتھوں پر بھی سرجری کی تاکہ کہیں سے بڑھاپا نہ جھلکے۔ اس طرح انگلیوں کی بھی سرجری ہوگئی۔ ان انگلیوں کے پچھلے نشانات ختم ہوگئے، نئے بن گئے۔

جنرل ڈیکورا نے قدِ آدم آئینے کے سامنے اپنا جائزہ لیا۔ پھر اُس کے شانوں کو تھپکتے ہوئے کہا: "شاباش مائی سن! تم نے میری مشکل آسان کردی۔ اب مَیں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اگر مَیں تمھارے سامنے ایک مجرم کی حیثیت سے آجاؤں تو کیا کرو گے؟"

وہ مسکرا کر بولا: "مَیں کبھی آپ کو مجرم تسلیم ہی نہیں کروں گا۔"

"مَیں سنجیدگی سے پوچھ رہا ہوں۔ اگر تمھیں یہ معلوم ہو کہ مَیں مفرور ہوں اور قانون کے محافظ مجھے تلاش کر رہے ہیں تو کیا کرو گے؟"

"آپ لیڈر اور قائد ہیں۔ مَیں بھی آپ کو قائد کی جگہ سمجھتا ہوں لیکن ہم وطن سے ہیں اور وطن ہم سے ہے، ہمارا ملک ایک سپر پاور ہے۔ اس میں ہماری ایمانداری اور حُب الوطنی شامل ہے۔ اگر آپ مجرم کی حیثیت سے سامنے آئیں گے تو مَیں آپ کو قانون کے حوالے کر دوں گا۔"

"ہوسکتا ہے، تم مجھے قانون کے حوالے نہ کرسکو اور خود جان سے جاؤ۔"

"کوئی بات نہیں، ایک اعلیٰ مقصد کے لیے بڑی خوشی سے جان دے دوں گا۔"

"تو پھر تم جان دے ہی دو۔"

"یہ آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟"

"اپنے دائیں بائیں دیکھو۔"

اُس نے سر گھما کر پہلے دائیں پھر بائیں دیکھا۔ دو شخص ریوالور لیے کھڑے ہوئے تھے۔ ریوالور کی نالوں پر سائلنسر لگے ہوئے تھے۔ اُس نے حیرانی سے پوچھا: "یہ کیا مذاق ہے؟ کیا اب تک جو باتیں ہوتی رہیں، وہ سچ ہیں، آپ سنجیدگی سے یہ کہہ رہے تھے؟"

"کیا مَیں نے کبھی تم سے مذاق کیا ہے؟"

"لیکن آپ تو محبِ وطن تھے۔ مجرم کیسے بن گئے؟ کیا واقعی قانون کے محافظ آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ آپ کس جرم کے سلسلے میں مفرور ہیں؟"

"یہ ایک لمبی داستان ہے۔ مَیں نے جرم کیا ہے۔ اپنے عہدے سے ہٹا دیا گیا ہوں۔ مجھے سزائے موت ہونے والی تھی مگر مَیں نے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ اس سلسلے میں تم نے بڑی مدد کی، اسے یاد رکھوں گا۔ اس احسان کے بدلے میں تمھیں کچھ دے تو نہیں سکتا البتہ لینے پر مجبور ہوں۔ تمھیں یہاں سے زندہ نہیں جانا چاہیے۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ جانتے ہیں، آپ کی بیٹی مجھے کتنا چاہتی ہے۔ آپ کی بیٹی نے میرے لیے ایک بچے کو جنم دیا ہے۔ مَیں آپ کا داماد ہوں، آپ کی بیٹی کا شوہر ہوں۔ آپ کے نواسے کا باپ ہوں اور آپ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں؟"

"تم بھی تو اپنے سُسر کو قانون کے حوالے کرنا چاہتے تھے۔ مَیں جانتا ہوں یہاں سے زندہ جاؤ گے تو ضرور ایسا کرو گے۔ یہ پلاسٹک سرجری میرے لیے بےکار جائے گی۔"

"مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ آپ اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو بیوہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"ابھی یقین دلاتا ہوں۔"

اُس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ ٹھائیں ٹھائیں کی پھنسی پھنسی آواز کے ساتھ گولیاں چلیں۔ وہ اُچھل کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ دو گولیاں اور اُس کے جسم میں اُتار دی گئیں۔ ذرا سی دیر میں وہ ساکت ہوچکا تھا۔

جنرل ڈیکورا نے جو کیا وہ نئی بات نہیں تھی۔ انسانی تاریخ میں ہزاروں لاکھوں بار ایسا ہوتا رہا ہے۔ باپ بیٹے کو قتل کرکے، بیٹا باپ کو قتل کرکے، سُسر داماد کو اور داماد سُسر کو قتل کرکے حکمرانی کا تاج پہنتے رہے ہیں۔ جنرل ڈیکورا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "آج میری بیٹی بیوہ ہوگئی۔ کوئی بات نہیں، دو چار دن آنسو بہائے گی۔ آخر

جوان ہے۔ لمبی عمر پڑی ہے، ایک نیا جیون ساتھی تلاش کر لے گی۔ اُس کے لیے زندگی گزارنے کے ذرائع محدود نہیں ہیں۔ وہ ہنستی کھیلتی، اپنے بچوں کے ساتھ زندگی گزار لے گی، داماد آخر کیا ہے۔ وہ تو پھر پرائے گھر سے آتا ہے، کوئی بات نہیں، ایک اور آجائے گا۔"

اُس کے دونوں ماتحت لاش چھپانے گئے تھے۔ وہ اپنے نئے چہرے کے ساتھ صرف اُن دونوں کے سامنے آتا تھا۔ انھیں برسوں سے آزماتا آرہا تھا۔ وہ قابلِ اعتماد تھے۔ اس کے باوجود وہ چاہتا تھا، نئے چہرے کے ساتھ کوئی نہ پہچانے۔ اُس نے پلاسٹک سرجری سے پہلے ہی ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ایک خاص ماتحت کو حکم دیا تھا "میرا حکم غور سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ پائنٹ اسٹریٹ کے بنگلا نمبر چار کے سامنے رہو۔ دو چار گھنٹے بعد اس بنگلے میں رہنے والے دو اشخاص ایک بڑا سا بنڈل لے کر باہر نکلیں گے اُسے سفید کار کی ڈکی میں رکھیں گے۔ جب وہ بنگلے سے نکلنے والے ہوں گے تو میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے اشارہ دوں گا۔ کوئی بات نہیں کروں گا۔ صرف اشارہ ملے گا تم کار کے انجن کے پاس ایک طاقت ور ٹائم بم رکھو گے۔ اس کی بلاسٹنگ کے لیے بیس منٹ کا وقت مقرر کرو گے۔ پھر وہاں سے چلے جاؤ گے، اس کے بعد کبھی اُس کوٹھی کی طرف رُخ نہیں کرو گے۔"

جب اُس کے ماتحت داماد کی لاش کو پلاسٹک کے تھیلے میں پیک کرنے لگے تو اُس نے پوچھا "کتنی دیر میں یہاں سے نکلو گے؟"

ایک نے کہا "سر! پانچ منٹ لگیں گے۔"

جنرل ڈیکورا نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اشارہ پہنچا دیا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا، پردے کی آڑ سے دیکھا، اس کا خاص ماتحت سفید کار کے پاس پہنچ چکا تھا اور اُس کا بونٹ اٹھا کر انجن پر جھک گیا تھا۔ ڈیکورا کبھی اُدھر اور کبھی اِدھر دیکھ رہا تھا۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد وہ دونوں لاش اٹھانے لگے۔ اُدھر کام مکمل نہیں ہوا تھا۔ ڈیکورا نے کہا "ذرا ٹھہرو، میرے چند سوالوں کے جواب دو۔ کیا ڈکی میں صرف لاش رکھی جائے گی؟"

"نو سر! ہم نے پورچ میں سیب کے کئی ٹوکرے رکھے ہیں۔ لاش کو ڈکی میں رکھنے کے بعد اس ڈکی کو سیبوں سے بھر دیں گے۔ اوّل تو ہم ایسے راستوں سے گزریں گے، جہاں کوئی چیک پوسٹ نہ ہو اور نہ ہی کسی کو شبہ ہو۔ اگر کسی نے شبہ کیا اور ڈکی کھول کر دیکھنا چاہا تو اُسے صرف سیب ہی نظر آئیں گے۔"

ڈیکورا کن انکھیوں سے کھڑکی کے پار دیکھ رہا تھا۔ اس کا خاص ماتحت اپنا کام کر چکا تھا اور وہاں سے جا رہا تھا۔ اُس نے اپنے ماتحتوں سے کہا "میں تم لوگوں کے کام سے بہت خوش ہوں، واپس آؤ گے تو تمھیں انعام ملے گا۔"

وہ دونوں لاش اٹھا کر چلے گئے لیکن انعام لینے کبھی واپس نہ آسکے۔

دوسرے دن کے اخبارات میں ایک ایسی کار کی تصویر شائع ہوئی تھی جس کے پرخچے اُڑ گئے تھے۔ اس میں تین آدمیوں کی لاشیں ملی تھیں۔ تیسرے کے متعلق خیال تھا کہ اُس کے جسم میں چار گولیاں اتاری گئی تھیں۔ اُن کے چہرے اس قدر بگڑ گئے تھے کہ شناخت ممکن ہی نہیں تھی۔

جنرل ڈیکورا نے بوتل کھول کر مُنہ سے لگائی۔ اب وہ ہر طرح سے محفوظ تھا۔ کوئی اُسے نئے چہرے سے پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس کے جتنے بھی وفادار ماتحت تھے، انھیں اُس کی آواز سُن کر حکم کی تعمیل کرنا تھی۔ اُس کا پہلا مقصد یہی تھا کہ جلد سے جلد میجر برائنٹ کو تلاش کیا جائے۔ اُسے تلاش کرنے کے لیے چند اہم باتوں کا خیال رکھنا تھا۔

پہلی بات، اس نے بھی خود کو چھپانے کے لیے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرائی ہوگی یا اس کا موقع نہ ملا ہو تو عارضی میک اپ میں ہوگا۔

دوسری بات، اُس کے پاس بہت بھاری سامان ہے۔ وہ اُسے چھپانے کے لیے کوئی محل نما کوٹھی خرید چکا ہوگا۔ اگر وہ مالی مشکلات میں ہوگا تو سامان کو کسی قبرستان میں چھپانے کی کوشش کرے گا۔

تیسری بات، بعض اسمگلروں کے پاس ایسی گاڑیاں ہوتی ہیں جن کے نچلے حصے پر لوہے کی پلیٹ ہوتی ہے۔ اس پلیٹ اور گاڑی کے نچلے حصے کے درمیان اتنی جگہ ہوتی ہے کہ اسمگلنگ کا مال چھپایا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنا سامان اسی طرح چھپا کر رکھ سکتا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ یہاں کے تمام چیک پوسٹ کی اُس کے آدمیوں کو چوبیس گھنٹے نگرانی کرنا چاہیے۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یہاں کی کس ریاست میں جا کر پناہ لے گا۔ اُسے ڈھونڈ نکالنے میں ایک دن بھی لگ سکتا ہے اور ایک سال بھی لیکن اُس کی تلاش بند نہیں کرنا ہے۔ وہ ایک نہ ایک دن ضرور ملے گا۔

ڈیکورا نے اپنے آدمیوں سے کہا "وہ کوئی محل نما کوٹھی خرید چکا ہوگا جہاں تہ خانہ ہو سکتا ہے۔ تم لوگ ہر ضلع کے اُس دفتر میں جاؤ جہاں جائداد کی خرید و فروخت کے سلسلے میں اندراج ہوتا ہے۔ پچھلے ایک مہینے میں جتنے نئے پرانے مکانات، بنگلے اور کوٹھیاں خریدی گئی ہیں ان سب کے نام پتے نوٹ کر کے لے آؤ۔"

جنرل ڈیکورا ٹرانسمیٹر کے ذریعے ہدایات دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا "تمھارے پاس ستّر آدمی ہیں، جنھیں میں مُنہ مانگی تنخواہ دیتا ہوں۔ تم انھیں اچھی طرح کھلایا پلایا کرو۔ اُن کا ہر مطالبہ پورا کرو، لیکن کام پورا لیا کرو۔ انھیں چھ گھنٹے سے زیادہ سونے کی اجازت نہیں دینا ہے۔ ساتویں گھنٹے سے وہ اٹھ کر کھڑے ہو جائیں اور اپنے کام سے لگ جائیں۔ اگر یہ لوگ تندہی سے تلاش کریں گے تو ہم

بہت جلد اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ انھیں ایسے ویران قبرستانوں میں بھی جانا ہے جہاں لاشیں چھپا کر لائی جاتی ہیں اور قبرستان کے کارکنوں کو رشوتیں دے کر انھیں قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ تم بھی اُن کارکنوں کو رشوتیں دو گے تو اُن قبروں کا سراغ ضرور مل جائے گا اور ہر قبر کو کھود کر دیکھا جا سکے گا۔"

جنرل ڈیکورا روز اُن سے پوچھتا تھا۔ اُن کے کاموں کا حساب لیتا تھا۔ وہ کس طرح کام کر رہے ہیں، کیسے تلاش کر رہے ہیں، اگر کوئی کوتاہی کرتا تو اُسے وارننگ دی جاتی۔ ایسے دو افراد تھے جنھیں دو بار وارننگ دی گئی تھی۔ تیسری بار گولی مار دی گئی تھی۔

وہ فوج میں جنرل رہ چکا تھا۔ جانتا تھا، اپنے ماتحتوں کو کس طرح اپنی کمانڈ میں رکھنا چاہیے۔ یہاں بھی اُس نے وہی فوجی انداز اختیار کیا تھا جس کے نتیجے میں اسے روز اطلاع ملتی تھی کہ فلاں ریاست کے فلاں ضلع میں، فلاں شہر میں اتنے مکان فروخت ہوئے، خریدنے والوں کے نام اور پتے بھی معلوم ہوتے جا رہے تھے۔ اس کے مطابق اُس کے ماتحت وہاں پہنچتے تھے۔ پہلے دور ہی دور سے نگرانی کرتے تھے، یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ خریدنے والے کا قد کیا ہے، جسامت کیسی ہے۔ اُس کی چال میں فوجیوں جیسا انداز ہے یا نہیں؟ یہ ساری باتیں جنرل ڈیکورا نے اپنے آدمیوں کو سمجھا دی تھیں کہ میجر برائنٹ جتنا بھی بھیس بدل لے وہ ایک فوجی کے انداز میں چلے گا۔ اُس کے قد اور جسامت کے بارے میں بھی بتایا گیا تھا۔ وہ خود اپنی گاڑی میں ایسے مقامات تک پہنچتا تھا۔ دور ہی دور سے اُن کی نگرانی کرتا تھا۔ اس طرح اپنے لوگوں کی کارکردگی بھی دیکھتا جاتا تھا۔

اس طرح سات ماہ گزر گئے۔ ایک دن اچانک ایسے مکان کی اطلاع ملی، جسے انھی تاریخوں میں خریدا گیا تھا، جب میجر برائنٹ ان سے رخصت ہوا تھا۔ اس سلسلے میں جس بات نے جنرل ڈیکورا کو چونکایا تھا وہ یہ تھی کہ مکان کے پچھلے حصے میں چھوٹا سا قبرستان ہے۔ اس مکان میں برسوں سے ایک خاندان آباد تھا۔ اُن کے عزیزوں اور بزرگوں کو مرنے کے بعد وہاں دفنایا جاتا تھا۔

ایک بات مایوس کُن تھی اور وہ یہ کہ رجسٹرار آفس کے سب سے بڑے آفیسر نے اُسے خریدا تھا۔ سوال پیدا ہوتا تھا کیا وہ افسر میجر برائنٹ سے ملا ہوا ہے؟ یہ کوئی ناممکن بات نہیں تھی، دونوں میں گٹھ جوڑ ہو سکتا تھا۔

ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ میجر برائنٹ نے اس افسر کی عدم موجودگی اور لاعلمی میں وہاں کی کسی قبر میں مشین کو چھپا دیا ہو۔

اُس کے ماتحت نے بتایا "وہ مکان ہمیشہ ویران رہتا ہے۔ دن کو ایک بار وہ افسر نظر آیا تھا۔ کسی ٹھیکیدار سے مکان کے سلسلے میں کوئی بات کر رہا تھا۔ شاید اسے توڑ کر دوسرا بنوانا چاہتا ہو۔ اس کی مرمت کرانا چاہتا ہو۔"

جنرل ڈیکورا نے حکم دیا "آج سے تم ہر رات اپنے آدمیوں کے ساتھ اُس قبرستان میں جاؤ گے اور ایک ایک قبر کھود کر دیکھو گے۔ میں نے ایک بہت ہی ہوشیار آدمی کو اپنا آلۂ کار بننے پر مجبور کر دیا ہے۔ اُس کا نام مارک میلن ہے چونکہ وہ مکان ویران رہتا ہے اس لیے رات نو بجے کے بعد وہاں سناٹا اور ویرانی چھا جاتی ہوگی، میں نے وہ جگہ دیکھی ہے۔ چاروں طرف اونچی چار دیواری ہے، آس پاس سے گزرنے والے اندر دیکھ نہیں سکیں گے لہٰذا ہر رات دس بجے میرا وہ نیا آلۂ کار مارک میلن وہاں پہنچا کرے گا۔ تم سب اس کے احکامات کی تعمیل کرو گے! تمھارے کام کی رپورٹ مجھے مارک میلن سے ملتی رہے گی۔"

اُس شام جنرل ڈیکورا نے آئینے کے سامنے بیٹھ کر عارضی میک اپ کیا تاکہ موجودہ چہرہ پہچانا نہ جاسکے۔ میک اپ کرنے کے لیے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ رات کے وقت کوئی پہچان نہیں سکتا تھا پھر بھی اُس نے اچھا خاصا میک اپ کر لیا۔ ٹھیک دس بجے مارک میلن بن کر اُس مکان کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا جہاں اُس کے آدمی منتظر تھے۔ اُن قبروں کی کھدائی ہونے لگی۔ ایک وقت میں چار قبریں کھودی جا رہی تھیں، وہ ہر قبر کے پاس جا کر دیکھتا جاتا تھا۔ ہر قبر سے برآمد ہونے والے ڈھانچے اور سڑی ہوئی لکڑی کے تابوت ظاہر کر رہے تھے کہ انھیں دفنائے برسوں گزر گئے ہیں۔ جب دسویں قبر کھودی گئی تو وہاں غیر معمولی بات تھی۔ اُس قبر میں برسوں پرانا انسانی ڈھانچا تھا۔ لیکن اس پر ایک اور ڈھانچا تھا جس کا گوشت پوری طرح نہیں گلا تھا۔ کیڑے آج بھی اُسے کھا رہے تھے۔ اُس قبر میں ٹارچ کی روشنی میں بار بار دیکھا گیا، وہاں مشین کے چھپانے کی گنجائش نہیں تھی۔ اس قبر پر پھر مٹی ڈال دی گئی۔

کھودنے کا کام جاری رہا۔ جب بارھویں قبر کھودی گئی تو جنرل ڈیکورا وہاں بیٹھ گیا۔ قبر کے اندر ایک بہت پرانا ڈھانچا تھا۔ قبر خالی تھی، وہ نتھنے سکیڑ کر سونگھنے لگا۔ اُس کے سونگھنے کی غیر معمولی حس بتا رہی تھی، وہاں کوئی غیر معمولی بات ہے۔

وہ ٹارچ لے کر قبر میں اُتر گیا، جھک کر ڈھانچے کو دیکھنے لگا، پھر اور جھک کر اس ڈھانچے کو سونگھنے لگا۔ اُسے ہلکی ہلکی گریس کی بُو محسوس ہو رہی تھی۔

اسی مرحلے پر میجر برائنٹ مات کھا گیا۔ ہوا یوں تھا کہ اُس نے ٹرانسفارمر مشین کے کل پُرزوں میں ہر جگہ گریس لگائی تھی تاکہ مٹی میں دفن ہونے کے بعد اسے زنگ نہ لگے۔ پھر اُسے پلاسٹک کے تھیلے میں لپیٹ دیا گیا تھا۔ لپیٹنے کے بعد جس قبر میں ابھی ڈیکورا اُترا ہوا تھا، اُسی قبر کے اندر ہی اندر اُس نے ایک طرف کی دیوار کو کھود لیا تھا۔ مشین وہاں آسانی سے چھپ گئی تھی۔ پھر اُس نے قبر کی اُس اندرونی

دیوار کو مٹی سے بھر دیا تھا لیکن وہ گریس اس پلاسٹک میں بھی لگی ہوئی تھی جس میں وہ مشین لپیٹی گئی تھی۔ میجر برائٹ کے ہاتھوں میں بھی گریس لگی ہوئی تھی۔ وہ ہاتھ اُس ہڈی کے ڈھانچے پر بھی لگتے رہے ہوں گے جو وہاں پڑا ہوا تھا۔ اگر ڈھانچے پر مٹی آ کر گرتی تو شاید گریس ختم ہو جاتی لیکن وہ ڈھانچا ٹوٹے ہوئے تابوت میں مٹی سے محفوظ تھا۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا "اس ڈھانچے اور ٹوٹے ہوئے تابوت کو نکال کر باہر ڈال دو۔"

فوراً حکم کی تعمیل کی گئی۔ اُس نے حکم دیا "اس قبر کی اندرونی دیوار کو آہستہ آہستہ کھودو۔"

وہ قبر میں اُتر کر اندرونی دیوار کو آہستہ آہستہ کھودنے لگے۔ ذرا سی کھدائی کے بعد وہ مشین برآمد ہو گئی۔ جنرل ڈیکورا کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ سات مہینے بعد اتنی بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ آج وہ اپنے زمانے کا سکندرِ اعظم تھا۔ اپنی دانست میں ساری دنیا کو مٹھی میں لے رہا تھا۔

اُس کے آدمیوں نے مشین کو گاڑی میں لا کر رکھ دیا۔ پھر اُس کے حکم کے مطابق اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر چلے گئے۔ وہ اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے میں آیا۔ کار سے اُتر کر پہلے باہر کی بتیاں بجھائیں۔ اندر کی بتیاں پہلے ہی بجھی ہوئی تھیں۔ اُس نے ڈِکی کھول کر اُس مشین کو اٹھایا۔ اگرچہ وہ بھاری تھی لیکن وہ کسی نہ کسی طرح اُسے اٹھا کر اپنے بیڈ روم تک لے گیا۔ پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ باہر آ کر اس کار کی جعلی نمبر پلیٹ اُتار کر وہاں اصلی نمبر پلیٹ لگا دی۔ وہ ہلکے نیلے رنگ کی کار تھی۔ اُس نے چار انچ چوڑے سیاہ اسٹکر کی لانبی پٹی اس کار میں چپکائی تھی۔ وہ اُس کار کا ڈیزائن لگتی تھی۔ اس نے ایسی تین پٹیاں چپکائی تھیں۔ دو سیاہ اور ایک سفید۔ اُس نے ان پٹیوں کو نکال دیا۔ اب وہ صرف ہلکے نیلے رنگ کی کار تھی۔ اس کے ماتحت بھی اس کار کو اس کے رنگ سے اور نمبر پلیٹ سے نہیں پہچان سکتے تھے۔

اُس نے بنگلے کے باہر کی بتیاں روشن کر دیں۔ دروازے کو اندر سے بند کر کے بیڈ روم میں آیا۔ پھر بیڈ روم کے دروازے کو بھی اندر سے بند کر دیا۔ اُس خواب گاہ کے ساتھ ایک اسٹور روم تھا۔ اُس نے دروازہ کھولا۔ وہاں پہلے سے ریت اور سیمنٹ کی بوریاں رکھی ہوئی تھیں۔ اُس نے کدال لے کر اسٹور روم کے فرش کو کھودنا شروع کیا۔ بے چارے میجر برائٹ نے بھی اسی طرح محنت کی تھی۔ آج یہ کر رہا تھا۔ پتا نہیں، اس کا کیا انجام ہونے والا تھا۔

فی الحال وہ اپنی جدوجہد میں کامیاب تھا۔ صبح ہونے سے پہلے اُس نے مشین کو وہاں چھپا دیا تھا۔ اس کے اوپر لوہے کی سلاخیں رکھیں۔ اُن کے اوپر لکڑی کی پیٹیاں رکھیں۔ یوں راج مستری کا کام

کرتے ہوئے اُس فرش کو پہلے کی طرح برابر کر دیا۔

اُس نے یہ کام ایسے کیا تھا جیسے مالی باغ میں پودا لگانے کے لیے بیج بو رہا ہو۔ مٹی برابر کر رہا ہو۔ اس اُمید پر کہ یہاں ایک پودا ہو گا پھر وہ تناور درخت بن کر پھل دے گا۔ اُس نے کامیابی کی خوشی میں بوتل کھولی۔ منہ سے لگا کر غٹا غٹ پیا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا "اب ایک ہی تلاش رہ گئی ہے۔ ہائے، کہاں ہو میری ٹیلی پیتھی جاننے والی، میں تمھارے پاس پہنچنے ہی والا ہوں۔"

اُس نے پھر بوتل منہ سے لگائی اور غٹا غٹ پینے لگا۔

کاتبِ تقدیر نے میرے نام کچھ عرصے کا آرام و سکون لکھ دیا تھا۔ میں اور پومی بہت پہلے ہی امریکا سے واپس آ گئے تھے۔ اب میں رسونتی اور پارس کے ساتھ پیرس شہر میں تھا۔ ہمارا بنگلا ایک خوب صورت جھیل کے کنارے تھا۔ وہاں فرانسیسی حکومت کی طرف سے حفاظت کے مکمل انتظامات تھے۔ اس کے علاوہ سونیا، اعلیٰ بی بی، پومی اور وانشور روکی ہمارے بنگلے سے کچھ دُور مختلف کاٹجوں میں رہنے لگے تھے۔ یہ ایسی فولادی دیواریں تھیں، جنھیں دشمن پھلانگ کر نہیں آ سکتے تھے۔

بہت عرصے بعد پیرس پہنچتے ہی میں نے سونیا سے خاص طور پر ملاقات کی۔ سُنا تھا اُس پر عجیب نکھار آیا ہے۔ وہ ایک نوخیز دوشیزہ لگتی ہے۔ دیکھا تو اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ قدرت کا کمال تھا۔ بزرگانِ دین کی صحبت میں رہ کر اُس میں ایسی روحانیت پیدا ہو گئی تھی جس نے اُس کے چہرے پر ایک عجیب سا نور پیدا کر دیا تھا جس میں پاکیزگی تھی۔ زندگی میں پہلی بار میں نے اُسے دیکھ کر اُس کے لیے ہوس محسوس نہیں کی۔ دل نے مچل کر اتنا کہا کہ محبت سے آغوش میں لے لیا جائے لیکن اُس نے ہاتھ لگانے نہیں دیا۔ دُور ہو کر بولی "مجھ سے فاصلہ رکھو۔"

میں نے پوچھا "کیا تم سونیا نہیں ہو؟"

"ضرور ہوں۔"

"کیا مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو؟"

"ضرور کرتی ہوں۔"

"کیا تم میرے دل کی دھڑکنوں سے نہیں لگتی رہی ہو؟"

"وہ لگن اور تھی، یہ لگن اور ہے۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں، کرتی رہوں گی، لیکن پھول کو چھونا، چٹکی میں لینا اور مسلنا کیا ضروری ہے؟"

"کیا تم وہ پھول ہو جو میرے مزار پر چڑھے گا؟"

وہ گھونسا دکھا کر بولی "بکواس مت کرو، منہ توڑ دوں گی۔ تمھیں شرم نہیں آتی۔ جاؤ اپنی بیوی کے پاس۔"

پارس دوڑتا ہوا آیا "پپا، پپا، میں دور سے دیکھ رہا تھا، [illegible]ب کو گھونسا مارنے والی تھیں۔ میں نے سوچا، ایسے نازک موقع [illegible]ں ہی آپ کو بچا سکتا ہوں۔"

سونیا نے اُسے گود میں اٹھا کر چومنے کے بعد کہا "تم نے کم از کم [illegible]بچا لیا ہے۔ تمھارے پاپا گھر کا راستہ بھول گئے ہیں۔ ان کی انگلی پکڑ [illegible]کر لے جاؤ۔"

پارس نے میری انگلی پکڑ کر اپنی ماما کے پاس پہنچا دیا۔ ان [illegible]ں ہمارا ہر دن عید اور ہر رات شبِ برات تھی۔ میں نے امریکا [illegible]نے وقت رسونتی سے وعدہ کیا تھا کہ جلد ہی اُس کے ساتھ ایک [illegible]بلو پُرسکون زندگی گزاروں گا۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ موقع دیا تھا۔ رسونتی [illegible]خیال خوانی کرنے نہیں دیتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ اپنی ذات میں [illegible]مروف رکھتی تھی۔ اگر میں خیال خوانی کرنا چاہتا تو وہ کہتی "چُپ [illegible]پ اندر بیٹھو، میرے بیٹے کے ساتھ کھیلتے رہو۔ تم جس کی خیریت [illegible]لوم کرنا چاہتے ہو، جس کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہو، [illegible]ے بتاؤ، میں ابھی معلوم کر لیتی ہوں۔"

میرا بیٹا بھی مجھے مصروف رکھتا تھا۔ ایک تو قدرتی طور پر [illegible]ہین تھا، پھر ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والے اُس کی ذہانت میں [illegible]اضافہ کرتے جا رہے تھے۔ اُسے مختلف علوم سکھانے کے لیے [illegible]معلم وقت کی پابندی کے ساتھ آتے تھے۔ دانشور روکی ہمارے بنگلے [illegible]کے قریب ایک کاٹیج میں تھا۔ اُسے ہلکی پھلکی ٹریننگ حاصل ہوتی [illegible]رہتی تھی۔ دونوں پارس پر برابر توجہ دی جا رہی تھی۔ دونوں کو ایک [illegible]جیسی تربیت، ایک جیسا ہنر، ایک جیسا علم سکھایا جا رہا تھا۔ اب [illegible]یہ اُن دونوں کی ذہانت پر تھا کہ کون کس سے زیادہ سیکھ جاتا ہے۔

اِدھر شیبا تل ابیب میں شہزادیوں کی طرح زندگی گزار رہی تھی۔ [illegible]اُس کے زخم بھر گئے تھے۔ وہ بھی اُس کے پاس پہنچ گئی تھی۔ فی الحال [illegible]وہی پارس اوّل کو ٹریننگ دیا کرتی تھی۔ لیکن یہ ہم نے طے کر لیا تھا [illegible]کہ کچھ عرصے بعد دونوں بیٹوں کو بابا صاحب کے ادارے میں دانشور روکی کے حوالے کر دیا جائے گا تاکہ وہ سب کچھ سیکھ سکیں، جو اُس نے مرجانہ اور پومی کو سکھایا تھا اور آخر کار انھیں فولاد بنا کر پیش کیا تھا۔

تل ابیب میں جوجو اور پارس کی شرارتیں عروج پر تھیں۔ وہ ہمارا بیٹا تھا اور انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ میں اُس کے ساتھ بھی زیادہ سے زیادہ وقت گزاروں۔ اس سلسلے میں ہم سب نے مشورہ کیا۔ سونیا نے کہا "فرہاد اور رسونتی تل ابیب چلے جائیں اور شیبا وہاں سے چلی آئے۔ وہ یہاں پارس دوم کے ساتھ کچھ عرصہ گزارے گی۔ اُدھر تم دونوں پارس اوّل کے ساتھ رہ سکو گے۔ اس طرح اُسے ماں باپ کا پیار ملے گا۔"

ہم نے یہ فیصلہ شیبا کو سنایا۔ وہ راضی ہو گئی اور جب اسرائیلی

حکام کو یہ پتا چلا کہ شیبا یہاں سے جا رہی ہے اور رسونتی اور فرہاد آ رہے ہیں تو انھوں نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور ہمارے استقبال کی تیاریاں کرنے لگے۔ شیبا نے اس عرصے میں اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنی قوم کو، اپنے ملک کو بہت سے فائدے پہنچائے تھے لیکن یہ صاف طور سے کہہ دیا تھا کہ ہم میں سے کوئی سیاسی معاملات میں ملوث نہیں ہو گا اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی مدد کرے گا۔ البتہ وہ ملک و قوم کی ترقی کے لیے سماج اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے بڑے بڑے ممالک سے باہمی سمجھوتا کرانے میں خیال خوانی کے ذریعے مدد کرتی تھی۔ انھیں اسرائیلی حکام کے مطالبات منظور کرنے پر مجبور کرتی تھی اور اس کا علم دوسرے ممالک کو نہیں ہوتا تھا۔

جب سے شیبا آئی تھی، ملک میں جرائم پیشہ افراد کی سرگرمیاں تقریباً ختم ہو گئی تھیں۔ اسمگلر سرحدوں کی طرف جاتے ہوئے کتراتے تھے۔ منگل پانڈے نے ایک سال کے اندر خطرناک مجرموں کے دو گروہ اور دو خطرناک اسمگلروں کو گرفتار کرایا تھا اور انھیں گرفتار کرنے کے سلسلے میں بڑی دلیری کا مظاہرہ کیا تھا۔ اُس کا نام اسرائیل سے لے کر ہندوستان تک گونج رہا تھا چونکہ وہ بین الاقوامی شہرت حاصل کرنا چاہتا تھا لہٰذا طے پایا کہ وہ شیبا کے ساتھ پیرس آئے گا اور یورپ کے تمام ممالک میں بڑے بڑے کارنامے سرانجام دے گا۔

شیبا، منگل پانڈے کے ساتھ پیرس آ گئی۔ میں اور رسونتی تل ابیب پہنچ گئے۔ ہماری آمد پر پورے شہر کو دُلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ وہاں کے تمام حکام اور ذمے دار افسران ہمارے استقبال کے لیے موجود تھے۔ جوجو اور پارس بھی آئے تھے۔ بھلا ہمارا بیٹا ہمارے استقبال کے لیے کیوں نہ آتا لیکن جوجو اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے بار بار کہیں چل کر کھیلنے کے لیے کہہ رہی تھی۔ وہ اُس کا ہاتھ جھٹک کر کہہ رہا تھا "آج میری ماما اور پاپا سے پہلی ملاقات ہو رہی ہے، تم نہیں جانتیں، میرے اندر کتنی مسرتیں بھری ہوئی ہیں۔"

"تمھیں ضرور خوش ہونا چاہیے، تمھارے ماما پاپا جو آ رہے ہیں، میں نے تو اپنے ماں باپ کو آج تک نہیں دیکھا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو، کیا ممی تمھاری ماں نہیں ہیں؟"

"ضرور ہیں۔"

"ممّا نہیں ہیں؟"

"ہیں۔"

"کیا میری ماما اور پاپا جو آ رہے ہیں، یہ تمھارے ماں باپ نہیں ہیں؟"

"ہو سکتے ہیں مگر انھوں نے مجھے کبھی بیٹی کہہ کر نہیں پکارا۔"

"تمھیں بیٹی بھی کہیں گے اور خوب پیار بھی کریں گے انھیں آنے تو دو۔"

"اگر یہ بیٹی سمجھتے ہیں تو خود میرے پاس آئیں گے۔"

وہ اس سے ہاتھ چھڑا کر چلی گئی۔ اس وقت ہمارا طیارہ رَن وے پر رُک گیا تھا۔ سیڑھیاں لگائی جا رہی تھیں۔ جوجو ذرا دُور جا کر اس اسٹیج پر بیٹھ گئی جہاں آرکسٹرا والے قومی دُھن بجا رہے تھے۔

جوجو کو کھٹا کھانے کی عادت تھی۔ شیبا اور آمنہ اُسے کبھی محبت سے اور کبھی ڈانٹ کر سمجھاتی تھیں، کھٹا نہیں کھانا چاہیے۔ وہ اُن کی بات مان تو لیتی تھی لیکن چھپ کر تھوڑا شوق پورا کر لیتی تھی۔ اِس وقت بھی اُس کی جیب میں لیموں کی کٹی ہوئی پھانکیں رکھی تھیں۔ اُس نے ایک پھانک نکالی، اُسے زبان پر رکھا تو کھٹے پن کو محسوس کرتے ہی ایک چٹخارا لیا۔ اسٹیج پر ساز بجانے والے اُسے دیکھ رہے تھے۔ اُن میں سے دو سازندے اچانک رُک گئے، مُنہ سے ساز ہٹا کر رومال سے رال پونچھنے لگے۔

جوجو نے دیکھا تو ہنستے ہوئے کہا: "ارے کیسے لالچی ہیں۔ رال ٹپک رہی ہے۔"

تمام سازندے پریشان تھے۔ کھٹی چیز کو دیکھ کر سبھی کے مُنہ میں پانی آ رہا ہے۔ کتنے ہی سازندے برداشت کر رہے تھے، اندر ہی اندر پانی نگل رہے تھے اور بجاتے رہنے کی کوشش کر رہے تھے، جوجو کوئی معمولی لڑکی نہیں تھی۔ اُسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔ ستم یہ کہ وہ ان کی طرف منہ کر کے لیموں چاٹنے اور چٹخارے لینے لگی تھی۔

اِدھر میں رسونتی کے ساتھ زینے پر آ گیا تھا۔ اوپر ایک ہیلی کاپٹر پرواز کر رہا تھا۔ وہاں سے ہم پر پھولوں کی بارش ہو رہی تھی۔ رسونتی تیزی سے اُترتی ہوئی آئی پھر دوڑ کر پارس کو بازوؤں میں اُٹھا لیا۔ اُسے سینے سے لگا کر چومنے لگی۔ مَیں وہاں کے اعلیٰ حکام اور افسران سے مصافحہ کرنے لگا۔ اُسی وقت پتا چلا، قومی دُھن بجانے والا آرکسٹرا بے سُرا ہو گیا ہے۔ دو افسران غصّے میں آگے بڑھتے ہوئے اسٹیج کی طرف آئے۔ اتنے اہم موقع پر آرکسٹرا بے سُرا بجانے کی سزا بعد میں دی جا سکتی تھی، ابھی انھیں ڈانٹنے کا ارادہ تھا۔ اس سے پہلے ہی ایک سازندے نے کہا: "جناب، ہمارا قصور نہیں ہے، آپ ذرا مِس جوجو کو دیکھیں۔"

انھوں نے اُسے دیکھا تو سٹپٹا کر رہ گئے، سمجھ میں نہیں آیا، کیا کریں۔ ایک نے آگے بڑھ کر کہا: "بے بی! پلیز آپ ہمارے ساتھ چلیں، آپ کی ماما اور پاپا آئے ہیں۔"

مَیں اور رسونتی خیال خوانی کے ذریعے سمجھ گئے تھے، یہ جوجو کی حرکتیں ہیں، ہم اُن افسران سے معذرت چاہتے ہوئے سیدھے اسٹیج کی طرف گئے۔ وہ کسی کی بات نہیں سُن رہی تھی۔ لیموں چاٹ رہی تھی اور ایک ہاتھ سے دوسرے لیموں کی پھانک سازندوں کی طرف بڑھا رہی تھی سب بے چارے افسران کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے، اپنا قومی ترانہ بھی سُنا بھی نہیں سکتے تھے۔ ان حالات میں یہ ممکن نہ تھا وہ سازندے رہ رہ کر رومال سے اپنا مُنہ پونچھتے جاتے تھے۔ مَیں نے پاس آ کر کہا: "بیٹی! کیا ہم سے ناراض ہو؟"

اُس نے پلٹ کر دیکھا۔ پارس نے کہا: "یہ میرے پاپا ہیں۔"

وہ آگے بڑھ کر آئی۔ میرے سامنے کھڑے ہو کر سر جھکا کر بولی: "باپ کیسے ہوتے ہیں، مَیں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان سے کس طرح ملتے ہیں، مَیں نہیں جانتی۔"

مَیں نے اُس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر اپنی طرف کھینچا اور سینے سے لگا لیا۔ اُس کی پیشانی کو چوم کر کہا: "باپ اسی طرح ملتے ہیں، اپنی بیٹی کی پیشانی کو چومتے ہیں اور دل سے اس کی خوشحالی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں۔"

رسونتی نے اُس کے پھول جیسے چہرے کو دونوں ہتھیلیوں میں لے کر کہا: "ماشاء اللہ، ہماری بیٹی کتنی خوب صورت ہے۔"

اُس نے چھوٹی اُنگلی سے اپنی آنکھ سے کاجل لیا۔ پھر اُس کی پیشانی پر لگا کر بولی: "تمھیں نظر نہیں لگے گی۔ ہمارے ساتھ آؤ، دیکھو یہاں کے ذمّے دار لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمیں اِن کی طرف توجہ دینا چاہیے نہیں تو وہ ہمارے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔"

ہم پھر استقبال کرنے والوں کے درمیان آ گئے۔ ایک افسر وہاں کے تمام اعلیٰ حکام اور افسران سے تعارف کرا رہا تھا۔ وہ پہلے ہی شیبا کی آمد پر کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ اب مجھ سے بھی پردہ نہیں تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بے پناہ مسرّتوں کا اظہار کر رہے تھے۔ اپنی آواز سُنا کر یہ ثابت کر رہے تھے کہ انھیں ہم پر اعتماد ہو گیا ہے۔

اِن سے زیادہ ہمارا اعتماد مستحکم تھا۔ اس لیے پہلے شیبا کو بھیجا اور اب رسونتی کے ساتھ خود یہاں آ گیا۔ صرف اس بات کا خیال رکھا کہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک جگہ نہ ہوں۔ اس لیے شیبا ہمارے آنے سے پہلے چلی گئی۔ اِدھر ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ اُدھر شیبا اور سونیا تھیں۔ ایک برس گزرنے کے بعد بھی ہم دنیا پر پوری طرح اعتماد نہیں کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ متلوّن مزاج تھی۔ غلام باقی سے بے حد محبت کرتی تھی لیکن یہ محبت بیڈ روم تک ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ باہر نکل کر گوری چمڑی والوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس کرتی تھی۔ لوگ ایک حسین عورت کو ایک نیگرو کے ساتھ دیکھتے تھے۔ کچھ کہتے تو نہیں تھے لیکن اُن کی آنکھوں سے حیرانی ظاہر ہوتی تھی یا وہ طنزیہ انداز میں مسکراتے تھے۔ مونیا نے ایک بار پریشان ہو کر کہا: "مجھے کسی پلاسٹک سرجری کے ماہر سے ملنا چاہیے۔"

غلام باقی نے پوچھا: "کیوں؟"

"مَیں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ کیا سر سے پاؤں تک تمھاری جِلد بدلی جا سکتی ہے۔ تمھاری جلد کالی سے گوری ہو سکتی ہے؟"

"اگر میرا کالا رنگ پسند نہیں ہے تو مجھ پر مرتی کیوں ہو؟"

وہ دل سے مجبور تھی۔ کئی بار سوچا، اسے چھوڑ دے مگر کسی اور پر دل نہیں آتا تھا۔ ایک سے ایک گورے رنگ کے خوبرو صحت مند اُس کے قریب آنا چاہتے تھے۔ امریکا سے لے کر یورپ تک برتر لوگ اُس کے دیوانے تھے۔

وہ غلام باقی کے ساتھ پیرس، لندن، میونخ اور روم وغیرہ کی سیر کرتی رہی۔ کہیں ایک ماہ، کہیں دو ماہ تک عیش کرتی رہی، پھر اپنے وطن کی یاد ستانے لگی۔ غلام باقی سے اصرار کرنے لگی: "ہمیں امریکا واپس جانا چاہیے۔"

"مَیں اس سلسلے میں اپنے آقا سے اجازت لوں گا۔"

وہ چڑ کر بولی: "کیا تم بالکل ہی غلام ہو گئے ہو۔ اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر سکتے؟"

"مَیں آزاد ہوں۔ اپنی مرضی سے کچھ بھی کر سکتا ہوں لیکن اپنے آقا کے حالات کو سمجھتا ہوں۔ اُن کی مرضی کے مطابق عمل کرنا چاہتا ہوں، ایسا نہ ہو کہ دشمن ہم پر شب خون ماریں۔ تمھیں اٹھا کر لے جائیں اور مَیں دیکھتا ہی رہ جاؤں۔"

"آخر مَیں کب تک میک اپ میں چھپی رہوں گی، میرا اپنا ایک قدرتی حُسن ہے۔ میرے چہرے نے میری قدرتی خوب صورتی نے مجھے ایک اونچا مقام دیا ہے۔ مجھے مس امریکا بنا دیا ہے، لوگ مجھے اُس چہرے سے پہچانتے ہیں، اِس چہرے سے کوئی نہیں پہچانتا۔"

"ایک بات تم بھول رہی ہو، جس چہرے کے حُسن نے تمھیں مس امریکا بنا دیا ہے اور جس چہرے کے حُسن کو ساری دنیا پہچانتی ہے، اُس حُسن کو موت بھی پہچانتی ہے۔ جب تک موجودہ روپ میں ہو، زندہ ہو۔ اس بات کو بھولنا نہیں چاہیے۔"

وہ بے بسی سے بولی: "مجھے چھپ کر رہنا ہی ہوگا، لیکن ہم امریکا تو جا سکتے ہیں۔ مجھے اس روپ میں کوئی نہیں پہچانے گا۔"

"وہاں میرا تمھارا ساتھ دشمنوں کو شبہے میں مبتلا کرے گا۔ یہاں تم گوری چمڑی والوں کے درمیان میرے ساتھ رہتے ہوئے احساسِ کمتری میں مبتلا ہوتی جا رہی ہو۔ وہاں تمھارے امریکی گورے مجھے تمھارے ساتھ برداشت نہیں کریں گے۔"

"کیا مَیں کبھی اپنے وطن نہیں جا سکوں گی؟"

"جس دن میرا ساتھ چھوڑ دو گی، وطن جانے کا راستہ آسان ہو جائے گا۔"

اور یہی حقیقت تھی۔ اسے اپنے لوگ یاد آتے تھے۔ اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا، کس قدر پذیرائی ہوتی تھی۔ ایسا ہوتا ہے جو چیز دُور ہو، اُس کی کشش زیادہ ہوتی ہے اور جو قریب ہو، اُس کی کشش رفتہ رفتہ کم ہونے لگتی ہے۔ غلام باقی ایک برس سے اُس کے ساتھ تھا، اس لیے اپنی کشش کھو رہا تھا۔

اب وہ اکثر تنہا باہر جایا کرتی تھی، کوشش کرتی تھی، ساتھ میں نیگرو محبوب نہ ہو۔ وہ بھی سوچتا تھا، بے چاری کیا کرے، اپنی خود پرستی اور حُسن پرستی سے مجبور ہے۔ اُس کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے ڈھیل دینا چاہیے۔ باہر نکلنے کے لیے تنہا چھوڑ دینا چاہیے۔

وہ ہم سے دُور رہتے تھے۔ کبھی سیکڑوں میل اور کبھی ہزاروں میل کی دُوری ہوتی تھی۔ مَیں نے خیال خوانی کے ذریعے مشورہ دیا: "اسے بے شک آزاد چھوڑ دو مگر دُور ہی دُور سے نگرانی کرو۔ ایسا نہ ہو، غلط ہاتھوں میں پڑ جائے۔"

مَیں خیال خوانی کے ذریعے اُس کی نگرانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کمبخت سانس روک لیتی تھی۔ جب اُس کے تنویمی عمل کرنے والے برنارڈ سلیری نے اُس پر عمل کیا تھا تو مَیں نے اس میں ایک گھنٹے کی گنجائش رکھی تھی۔ صبح چار بجے سے پانچ بجے تک اس کا دماغ حساس نہیں رہتا تھا اور وہ پرائی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ مَیں نے یہ گنجائش اپنے لیے رکھی تھی تاکہ کسی وقت اُس کے چور خیالات پڑھ سکوں۔ ویسے اب تک پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ وہ ہمارے ساتھ ٹھیک چل رہی تھی۔ اب اُس کا دماغ پھر رہا تھا۔ امریکا جانے کی ضد کر رہی تھی۔ غلام باقی کے ساتھ رہ کر وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو رہی تھی۔ سونیا نے مشورہ دیا: "اب اُسے ڈھیل نہیں دینا چاہیے۔ آج صبح چار بجے اُس کے دماغ میں پہنچو، نئے سرے سے تنویمی عمل کرو۔ اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دو کہ ہمارے ساتھ وفادار رہے گی۔ غلام باقی کے ساتھ رہ کر احساسِ کمتری میں مبتلا نہیں ہوگی اور امریکا جانے کا ارادہ ترک کر دے گی۔"

مَیں اس رات بارہ بجے تک جاگتا رہا۔ دس بجے تک تو پارس نے سونے نہیں دیا۔ مَیں نے اور رسونتی نے اُسے بہلا پھسلا کر سُلایا۔ پھر بارہ بجے تک رسونتی نے نہیں سونے دیا۔ اُس کے بعد بولی: "تم سو جاؤ۔ مَیں تمھیں ساڑھے تین بجے جگا دوں گی۔"

"مَیں خود دماغ کو ہدایت دے کر جاگ سکتا ہوں۔ تمھیں جگانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"بس میرا جی چاہتا ہے کہ تم سوتے رہو، مَیں جاگتی رہوں اور تمھیں دیکھتی رہوں۔"

مَیں نے اُسے محبت سے سمیٹ لیا۔ پھر مجھے کچھ خیال آیا۔ مَیں نے چونک کر کہا: "ارے، مجھے چار بجے بیدار ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

اُس نے پوچھا: "کیوں؟"

"برنارڈ سلیبری نے امریکا میں اُس کے لیے یہ وقت مقرر کیا تھا یعنی جب امریکا میں صبح کے چار بجیں گے تو اسرائیل میں صبح کے نو یا دس بج رہے ہوں گے۔ ہمیں اسی کے مطابق مورنیا کے دماغ میں پہنچنا ہوگا۔"

اُس رات ہم سو گئے۔ صبح اطمینان سے بیدار ہوئے۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد امریکا کے وقت کے مطابق اُس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی۔ کوشش کا مطلب یہ ہوا کہ ہم پہنچ نہیں پائے۔ اُس نے سانس روک لی تھی۔ ہم نے پھر دس پندرہ منٹ بعد کوشش کی، پھر اُس نے سانس روک لی۔ آدھے گھنٹے کے بعد بھی ہمیں ناکامی ہوئی۔ مَیں نے فوراً اعلام باقی کو مخاطب کیا اور پوچھا: "مورنیا کہاں ہے؟"

"میرے آقا، وہ پچھلی رات ایک کلب میں رات گزارنے گئی تھی۔ اب صبح کے دس بج رہے ہیں لیکن واپس نہیں آئی۔ مَیں اُسے تلاش کرنے کے لیے نکلا ہوں۔ روم ایک بہت بڑا شہر ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہاں تلاش کروں۔"

"مَیں نے کہا تھا کہ اُس کی نگرانی کرتے رہو۔"

"آقا، مَیں اُس کے پیچھے لگا رہا۔ وہ ایک ایسے کلب میں گئی تھی جس کا مالک انگلینڈ سے تعلق رکھنے والا انگریز ہے۔ اُسے کالوں سے سخت نفرت ہے، اس لیے اُس نے اپنے کلب میں کالوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا ہے۔ کسی نے مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں دی۔ مَیں کل رات سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"اب تو یہی صورت ہے کہ گاڑی میں بیٹھو اور شہر کا چکر لگاتے رہو۔ دیکھو وہ کہاں پائی جا سکتی ہے۔"

مَیں کافی پی رہا تھا۔ ادھوری چھوڑ کر اُٹھ گیا۔ رسونتی نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"معلوم ہوتا ہے، اب مجھے پھر گھر سے بے گھر ہونا پڑے گا۔ مورنیا اچانک غائب ہو گئی ہے۔"

"اوہ خدایا! یہ بیٹھے بٹھائے پریشانی شروع ہونے لگی ہے۔ آپ یہاں کے افسران سے کچھ تعاون حاصل کریں۔"

مَیں نے خیال خوانی کی پرواز کی، وہاں کے اعلیٰ افسران کو مخاطب کرتے ہوئے مورنیا کے متعلق بتانے لگا: "وہ اٹلی گئی تھی۔ روم شہر میں تھی اور کل رات سے غائب ہے۔ اس شہر میں آپ کے جتنے ایجنٹ ہیں، اُنھیں حکم دیجیے کسی طرح اُسے تلاش کریں۔"

افسران نے پوچھا: "اُس کی کوئی تصویر ہے؟"

"مس امریکا مورنیا کو سب جانتے ہیں، دنیا کے ہر رسالے میں اُس کی تصویریں شائع ہو چکی ہیں۔ ان دنوں وہ میک اَپ میں رہتی تھی۔ کل سے غائب ہونے کا مطلب ہے کہ وہ میک اَپ میں

نہیں رہے گی۔ اگر کسی نے اُسے اغوا کیا ہے تو دوسرے میک اَپ میں کہیں لے جائیں گے۔ اگر وہ کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ گئی ہے تو پہلا میک اَپ اُتار دے گی۔ اُسے سلیقے سے میک اَپ کرنا نہیں آتا ہے اور وہ اپنے اصلی چہرے کے ساتھ بھی نہیں رہ سکے گی۔ اُسے اپنی جان کا خطرہ ہے لہٰذا کسی اناڑی کی طرح میک اَپ کرے گی اور دُور سے پہچان لی جائے گی۔"

"اچھی بات ہے، ہم کوشش کرتے ہیں۔"

پھر مَیں نے ماسک مین کو بھی اطلاع دی۔ اُسے پوری تفصیل بتائی۔ اُس نے کہا: "آپ اطمینان رکھیں۔ ہمارے آدمی اُسے ڈھونڈ نکالنے کی پوری کوشش کریں گے۔"

"میرا خیال ہے، اب میرا اطمینان ختم ہو رہا ہے۔ پھر مجھے گھر سے نکلنا ہوگا۔"

"فرہاد صاحب، ایک اہم اطلاع ہے۔ ہمیں پتا چلا ہے، سپر ماسٹر تبدیل ہو چکا ہے۔"

کیا یہ بات معتبر ذرائع سے معلوم ہوئی ہے؟"

"ہاں جب کوئی نیا سپر ماسٹر آتا ہے تو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے تک اُس کے تمام خاص ایجنٹوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ نئے سپر ماسٹر نے چارج سنبھالا ہے۔ اب اس کے احکامات جاری ہوں گے۔ آئندہ وہ سابقہ سپر ماسٹر کی آواز نہیں سن سکیں گے۔"

مَیں نے کہا: "اِس کا مطلب ہے، اُس کی آواز کبھی سنائی نہیں دے گی یعنی وہ مر گیا یا مار ڈالا گیا ہے۔"

"ہاں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنھیں سمجھنے میں وقت لگتا ہے۔ اب ہمیں دیکھیے کہ ایک سال اور دو مہینے گزر گئے ہیں، اب تک ٹرانسفارمر مشین کی کوئی سُن گُن نہیں ہے۔ وہ اس مشین سے فائدہ اٹھانے کے لیے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو نہیں چھیڑ رہے ہیں، اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

"واقعی یہ سوچنے کی بات ہے۔ اُن کے آدمی اس مشین کو آپریٹ کرنا سیکھ چکے ہیں۔ ہم نے جوجو کے ذریعے اُن کا کامیاب تجربہ دیکھا ہے۔ میرا خیال تھا اب وہ ہم سے براہِ راست چھیڑ نہیں کریں گے۔ بالواسطہ خطرناک تنظیموں کے ذریعے ہم میں سے کسی خیال خوانی کرنے والے کو پکڑ کر لے جائیں گے اور اپنا کام نکالیں گے لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہے۔"

"یہی تو سوچنے کی بات ہے۔ وہ خاموش کیوں ہیں؟"

"کیا اس خاموشی کی وجہ آپ کی سمجھ میں آتی ہے؟"

"تین باتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مشین میں خرابی پیدا ہو گئی ہے اور وہ دُور نہیں ہو رہی ہے۔ دوسری بات یہ کہ شاید وہ مشین اُن کے ہاتھ سے بھی نکل گئی ہے۔ تیسری بات یہ کہ مشین اُن کے

ں ہے مگر وہ صبر سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اطمینان سے کسی ٹیلی پیتھی نے والے کو شکار کرنے والے ہیں۔ آپ لوگوں کو عیش و آرام ں مبتلا کیا جا رہا ہے تاکہ آپ کی غفلت سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ ورنیا کی موجودہ گمشدگی یہی ثابت کر رہی ہے۔ وہ پھر میدانِ عمل میں گئے ہیں لیکن براہِ راست نہیں آئے ہوں گے۔ مورنیا تک پہنچنے کے بعد ہی حقیقت معلوم ہو گی۔"

اس سلسلے میں سونیا اور اعلیٰ بی بی سے دماغی رابطہ قائم تھا۔ ن کے ساتھ شیبا بھی موجود تھی۔ میں نے کہا: "مجھے امریکا جانا ہوگا۔ جوجو کو جس تہ خانے میں لے جایا گیا تھا، وہ امریکی سرکار کا بہت ہی اہم خفیہ اڈا ہے۔ سونیا، تم اندازہ کرو، ایسے خفیہ سرکاری اڈے کہاں ہو سکتے ہیں؟"

وہ بولی: "واشنگٹن کے آس پاس کے علاقوں میں ہو سکتے ہیں۔"

"بالکل درست، مَیں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

وہ بولی: "صرف سوچنے اور اندازہ کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ جوجو کو تہ خانے سے رہا کیا گیا تو اُس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اُسے تہ خانے سے نکالا گیا، فلائنگ کلب پہنچنے کے بعد اُس کی آنکھوں سے پٹی کھولی گئی تھی۔ جوجو سے معلوم کرو، وہاں اُس نے کوئی ایسی بات دیکھی جو اُسے یاد ہو۔"

مَیں نے فوراً ہی جوجو کو اپنے پاس بُلایا۔ اُسے اپنے پاس بٹھا کر پوچھا: "بیٹی! تم کتنی ذہین ہو؟"

وہ مسکرا کر بولی: "بہت ذہین ہوں، پارس سے زیادہ عقل مند بھی ہوں۔"

"اچھا یاد کرو، جب تمھاری آنکھوں پر پٹی باندھ کر تمھیں ایک فلائنگ کلب میں پہنچایا گیا تھا۔ وہاں آنکھوں سے پٹی کھول دی گئی تھی، کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی جو ابھی تک یاد ہو؟"

"ہاں، بہت سی چیزیں دیکھیں۔ وہاں دُور دُور تک تین ہیلی کاپٹر کھڑے ہوئے تھے اور ایک ہوائی جہاز تھا جس میں مَیں بیٹھ کر آئی تھی۔"

"بیٹے، ایئرپورٹ اور فلائنگ کلبوں میں تو ایسے ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر ہوتے ہی ہیں، کسی ایسی چیز کو یاد کرو جو تمھیں اچھی لگی [illegible] دیکھ کر تمھاری ممی یا پارس یاد آئے [illegible] جسے دیکھ کر تمھیں بے اختیار ہنسی آئی ہو۔"

"مَیں تو پارس کے پاس پہنچنے کے لیے بے چین تھی۔ بھلا مجھے ہنسی کیسے آ سکتی تھی۔"

"اچھا چلو، کوئی ایسا آدمی دیکھا تھا جس کی صورت شکل کچھ عجیب سی ہو یا اس میں کوئی خاص بات ہو؟"

"پاپا، مَیں اتنے سارے لوگوں کو کیسے دیکھ سکتی تھی۔ مجھے تو کار سے اُتار کر وہ سیدھے ہوائی جہاز کے اندر لے گئے تھے۔"

"ہوائی جہاز پر چڑھتے وقت کسی کو دیکھا تھا؟"

وہ سوچنے لگی۔ پھر ایک دم سے خوش ہو کر چٹکی بجاتے ہوئے بولی: "دیکھا تھا، ایک جہاز رَن وے پر چلتا ہوا اُڑ رہا تھا، ایک شخص دونوں ہاتھ میں کچھ پکڑے ہوئے سگنل دے رہا تھا۔"

مَیں نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "بیٹے، تمام ایئرپورٹ میں طیارے اترتے ہیں اور رَن وے پر دوڑتے ہوئے آتے ہیں، پھر رکتے ہیں، وہاں ایک شخص سگنل دینے والا ہوتا ہے۔ یہ کوئی یاد رکھنے والی بات نہیں ہے۔"

"ہے پاپا! بڑے مزے کی بات ہے۔ وہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر سگنل دے رہا تھا۔ مَیں نے دیکھا، اُس کا ایک ہاتھ چھوٹا تھا اور ایک ہاتھ بڑا۔"

مَیں نے اُس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا: "ماشاء اللہ، ہماری بیٹی کتنی ذہین ہے، کتنی باتیں یاد رکھ لیتی ہے۔ اب ذرا یاد کر کے بتاؤ، اُس کا کون سا ہاتھ چھوٹا اور کون سا بڑا تھا۔"

وہ سَر کھجاتے ہوئے سوچنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد بے بسی سے بولی: "پاپا، یاد نہیں آ رہا ہے۔"

"اچھا کوئی بات نہیں، جاؤ کھیلو۔"

وہ اُچھلتی کودتی چلی گئی۔ مَیں اُسے جاتے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ قدرت کے کھیل بھی عجیب ہوتے ہیں۔ وہ گڑیا جیسی لگتی تھی، پندرہ برس کی ہو گئی تھی۔ اچھا قد نکالا تھا۔ آمنہ اور شیبا نے اُسے صحت مند بنا کر رکھا تھا لیکن دماغی طور پر بچی تھی۔ انھوں نے اُسے بہت کچھ سکھانے سمجھانے اور پڑھانے کی کوشش کی۔ وہ سمجھتی بھی تھی مگر کچھ دنوں میں بھول جاتی تھی۔

یہ شاید ماں باپ سے محروم ہونے کا نتیجہ تھا۔ وہ آرمر سے بہت پیار کرتی تھی، اُسے باپ کی طرح سمجھتی تھی۔ یہ عجیب سی بات تھی کہ آرمر کے متعلق کوئی بھی بات ہو، وہ کبھی نہیں بھولتی تھی۔ اُسے ایسے یاد رکھتی تھی جیسے اُس کی ہر بات دل اور دماغ میں اُتر جاتی ہو۔ آرمر کے بعد پارس اُس کی زندگی میں آیا تھا۔ اُس کی [illegible] سے دو بار زخمی ہوا تھا۔ ایک بار زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہا تھا۔ وہ اس قدر متاثر ہو گئی تھی کہ اس کے بارے میں کوئی بات ہوتی تو فوراً یاد آ جاتی تھی۔ انسان محبت کا بھوکا ہوتا ہے۔ محبت سے ہر بات یاد رکھتا ہے اور نفرت سے ساری دنیا کو بھلا دیتا ہے۔

مَیں نے آنکھیں بند کر کے کنگ فرنانڈو کا تصور کیا۔ اُس کے لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر اُسے مخاطب کیا۔ اُس نے پوچھا: "یار! تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ جانتے ہو مَیں ایک ایک دن گنتا ہوں اور ہر روز سوچتا ہوں، تم میرے دماغ میں آ کر محبت سے پکارو گے۔ پورا ایک سال اور دو مہینے گزر چکے ہیں۔ میں نے تمھارے جیسا بے مروّت

آج تک نہیں دیکھا؟"

"اور نہ کبھی دیکھو گے۔ بولتے جارہے ہو۔ یہ نہیں پوچھو گے کہ کیوں یاد کیا ہے؟"

"کوئی مطلب ہوگا۔ ایک بار بری طرح پھنسا کر چلے گئے یہاں کی حکومت میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ طرح طرح کے سوالات کیے جاتے ہیں۔ کیا وہ اصلی فرہاد علی تیمور تھا؟ اُس سے کب ملاقات ہوئی؟ کہاں ملاقات ہوئی؟ کیسے ملاقات ہوئی؟ میں ہر سوال کا جواب دیتا ہوں۔ لیکن ہفتے دو ہفتے بعد پھر انٹیلی جنس کا کوئی آدمی پہنچ جاتا ہے اور پوچھتا ہے، فرہاد کے متعلق کوئی تازہ ترین اطلاع دے سکتے ہو؟"

"اب سوال کیا جائے تو کہہ دینا۔ فرہاد پھر تمہارے پاس آنے لگا ہے۔"

"کیا تم آرہے ہو؟"

"میرا ایک کام ہوجائے تو ضرور آؤں گا۔"

"تم ہزار کام بتاؤ، میں جان پر کھیل کر کروں گا۔"

"تم امریکا کے شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک ہر جگہ ہیلی کاپٹر میں پرواز کرتے ہو۔ وہاں کے تمام فلائنگ کلبوں میں آتے جاتے ہو، کیا تم نے کسی فلائنگ کلب میں ایسے سگنل مین کو دیکھا ہے جس کا ایک ہاتھ چھوٹا اور ایک ہاتھ بڑا ہو؟"

"تمھیں اُس سے کیا کام پڑ گیا؟"

"میرے سوال کا جواب دو۔ کیا ایسا کوئی شخص ہے؟"

"ہاں، ہے۔"

"کس فلائنگ کلب میں ہے؟"

"کینساس سٹی میں ایک فلائنگ کلب ہے جس کا نام دی فلائنگ برڈز ہے۔ وہ وہاں ملازم ہے۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "میری جان، تم نے میرا کام آسان کر دیا ہے۔ میں کل تک تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔"

"کس فلائٹ سے آرہے ہو؟"

"میرے لیے کسی ایئرپورٹ پر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود تمہارے پاس پہنچوں گا یا اپنے پاس بلاؤں گا۔ انٹیلی جنس والے تمہاری نگرانی کر رہے ہوں گے۔ ہمیں ایک ساتھ دیکھ لیا تو میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

"فرہاد، میں بہت پہنچا ہوا ہوں۔ میرے پاس ایسے ایسے بنگلے اور کوٹھیاں ہیں جہاں خود چھپ جاؤں یا دوسروں کو چھپا دوں تو انٹیلی جنس والے قیامت تک نہیں پہنچ سکیں گے، تم آؤ تو سہی۔"

"آرہا ہوں۔ انتظار کرو۔"

میں نے رسونتی سے پوچھا "تم نے فرانسیسی افسران سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاں، وہ پوچھ رہے ہیں کس نام سے پاسپورٹ اور ضروری کاغذ تیار کیے جائیں؟"

میں نے ان سے رابطہ قائم کرکے پوچھا "میں کینساس سٹی جانا چاہتا ہوں۔ کیا میں وہاں کسی ایسے شخص کے روپ میں رہ سکتا ہوں جس کے وہاں رشتے دار ہوں یا وہ ایسی حیثیت رکھتا ہو کہ انٹیلی جنس والے خواہ مخواہ اُس کے پیچھے نہ پڑ جائیں؟"

"آپ آدھے گھنٹے بعد رابطہ قائم کریں۔ ہم کسی ایسے شخص کے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر رسونتی سے کہا "تم امریکی افسران کو اطلاع دو۔ میں پیرس جانا چاہتا ہوں۔ دو چار گھنٹے کے اندر میری روانگی کا انتظام کر دیا جائے۔"

میری باتیں سن کر وہ اداس ہوگئی۔ میں نے پوچھا "یہ کیا پاگل پن ہے، کیا ہمیں کبھی بچھڑنا نہیں ہے اور بچھڑنے کے بعد کبھی ملنا نہیں ہے؟"

اُس نے میرے سینے پر سر رکھ دیا، پھر کہا "میں ابھی سٹیا سے بات کرتی ہوں اُسے یہاں آنے کے لیے کہوں گی۔ آپ کے ساتھ پیرس جاؤں گی۔ کم از کم وہاں تک ساتھ رہے گا۔"

میں نے اُسے پیار سے دیکھا۔ اُس کے بس میں ہوتا تو مجھے کہیں جانے نہ دیتی۔ جہاں جاتا وہاں ساتھ لگی رہتی۔ بیویوں کی یہی خرابیاں ہیں۔ ذرا عقل سے نہیں سوچتیں کہ اپنے آدمی سے کبھی کبھی طویل فاصلہ رکھنا چاہیے تاکہ وہ اس کے متعلق سوچے۔ دور رہ کر اُس کی طلب کرے اور کھونٹے سے بندھے ہوئے بیل کی طرح پھر اپنے بچے کی ماں کے پاس چلا آئے۔

ہمیں مورینا کا سراغ نہیں مل رہا تھا اور یہ پریشانی کی بات تھی۔ پتا نہیں وہ کمبخت کہاں گم ہوگئی تھی، کس کے ہاتھ لگ گئی تھی، میں تھوڑی دیر تک اُس کے متعلق سوچتا رہا۔ اُسے تصور میں دیکھتا رہا۔ پھر سوچا ایک بار اور کوشش کرنا چاہیے، شاید اُس کے دماغ میں جگہ مل جائے۔

یہ سوچ کر میں نے پرواز کی۔ پھر اُس کے دماغ میں پہنچ ہی گیا۔

"ہیلو مورینا، میں بول رہا ہوں، میری آواز پہچان رہی ہو؟"

"تم فرہاد علی تیمور ہو۔"

"تم کہاں ہو؟"

"میں کہاں ہوں، مجھے نہیں معلوم۔"

"تم آنکھیں کھولو۔ میں تمہارے ذریعے معلوم کر لوں گا۔"

"میں آنکھیں نہیں کھول سکتی۔"

"کیوں نہیں کھول سکتیں؟"

وہ چپ رہی۔ میں نے پوچھا "تمہارے آس پاس سناٹا کیوں ہے، کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے؟"

"میں انسانوں کی جیتی جاگتی دنیا میں ہوں لیکن کسی کی آواز نہیں

...یوں نہیں سن سکتیں؟ کیا تم پر کسی نے تنویمی عمل کیا ہے؟"

"ہاں، جب تم کسی پر تنویمی عمل کرتے ہو تو اپنے معمول کو ٹرانس ...نے کے بعد اُسے حکم دیتے ہو، اے میرے معمول! تمہاری آنکھیں ...بند ہو جائیں گی، تم دنیا کو نہیں دیکھو گے۔"

میں نے کہا "ہاں، ہم اسی طرح عمل کرتے ہیں۔"

"پھر تم اپنے معمول کو حکم دیتے ہو دنیا کی کوئی آواز نہیں سنو گے۔ ...ن اپنے عامل کی آواز تمہارے کانوں تک پہنچے گی۔"

"ہاں، ہم اپنے معمول کے کان بھی بند کر دیتے ہیں تاکہ وہ صرف ...ری آواز سن سکے۔"

"اسی طرح جس نے مجھ پر تنویمی عمل کیا ہے، اُس نے مجھے حکم ...دیا ہے، جیسے ہی میں پرائی سوچ کی لہر اپنے دماغ میں محسوس کروں فوراً آنکھیں بند کر لوں پھر میرے کان خود بہ خود بند ہو جائیں گے تاکہ میرے دماغ میں آنے والے کو نہ تو میرے ذریعے کچھ دکھائی دے اور نہ کچھ سنائی دے۔"

میں نے آج تک کسی پر ایسا عمل نہیں کیا تھا، درحقیقت یہ ترکیب کبھی میرے دماغ میں نہیں آئی تھی۔ اپنوں کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ایسا عمل کیا جاتا ہے۔ دماغ میں پرائی سوچ کی لہریں آتے ہی معمول کی آنکھیں فوراً بند ہو جاتی ہیں اور اُس کے کان دنیا کی تمام آوازوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ جس نے بھی اس پر عمل کیا تھا، وہ کوئی بہت ہی گھاگ عامل ہوگا۔

"کیا تمہیں اغوا کیا گیا ہے؟"

"مجھے کسی نے اغوا نہیں کیا ہے۔"

"کیا تم اپنی مرضی سے اس تنویمی عمل کرنے والے کے ساتھ جا رہی ہو؟"

"میں اُسے پسند کرتی ہوں۔ اس کا رنگ گورا ہے۔ میں اُس کے ساتھ سر اٹھا کر چلتی ہوں۔ غلام باقی کے ساتھ چلتے وقت میرا سر جھک جایا کرتا تھا۔"

"کیا تنویمی عمل کرنے والے نے اِس بات کی اجازت دی ہے کہ تم میرے ہر سوال کا جواب دیتی رہو؟"

"جو سوال میری ذات سے تعلق رکھتا ہے، اُس کے متعلق جواب دوں گی۔ کسی دوسرے کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔ پوچھو گے تو بہری اور گونگی بن جاؤں گی۔"

"کیا تنویمی عمل کرنے والے نئے عاشق کا نام بتا سکتی ہو؟"

وہ چپ رہی۔ میں نے دوسری بار پوچھا، وہ بدستور خاموش رہی، اُس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا، دوسرے کے متعلق کوئی بھی سوال ہوگا تو وہ گونگی اور بہری بن جائے گی اور وہ بن گئی تھی۔

بہرحال جو ہوا، بُرا ہوا۔ وہ ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ خدا معلوم کہاں پہنچنے والی تھی۔

میجر برائٹ اس مشین کو ایک قبر میں چھپانے کے بعد مطمئن نہیں ہوا تھا۔ اُس نے مجبوری کی حالت میں ایسا کیا تھا۔ یہ سوچ رکھا تھا، جیسے ہی اُسے چھپانے کی معقول جگہ ملے گی وہ وہاں سے نکال لائے گا۔ اس بات کا بھی اطمینان تھا کہ ایک برس تک مکان کے پیچھے والا قبرستان ہموار نہیں کیا جائے گا۔ اس کے پاس رقم کی کمی نہیں تھی۔ ذرائع بھی اچھے خاصے تھے، وہ اپنے ذرائع بڑھاتا جا رہا تھا، اپنے جاں نثار محافظوں کی تعداد میں بھی اضافہ کرتا جا رہا تھا۔

جنرل ڈیکورا کی طرح اِس کا بھی وہی طریقۂ کار تھا، نیا روپ اختیار کرنے کے بعد وہ اپنے کسی بھی ماتحت کے سامنے نہیں آتا تھا۔ کسی کو اُس کی رہائش گاہ کا علم نہیں تھا۔ دو ماہ بعد اُس کے ایک دستِ راست نے اطلاع دی "ایک خفیہ اڈا ہمارے ہاتھ لگ سکتا ہے، لیکن اُس کا مالک ہمارا رازدار رہے گا۔ وہ بھی اپنی کچھ اہم چیزیں وہاں چھپایا کرتا ہے۔"

میجر برائٹ نے پوچھا "کیا وہ بہت شاطر ہے۔ کیا ہم رفتہ رفتہ اس کے اڈے پر قبضہ نہیں جما سکتے؟"

"اُس کے پاس بھی کچھ کام کرنے والے لوگ ہیں۔ کافی خطرناک ہیں مگر ہمارے آدمی بھی کچھ کم نہیں ہیں، مناسب موقع دیکھ کر اسی خفیہ اڈے میں انھیں دفن کر دیا جائے گا۔"

اُس نے کہا: "اچھی بات ہے۔ میرا ایک خاص ماتحت مسٹر میکی تمہارے ساتھ جائے گا اور اس خفیہ اڈے کے مالک سے معاملات طے کرے گا۔"

دوسرے دن میجر برائٹ نے اپنے چہرے پر عارضی میک اپ کیا۔ کرائے پر ایک کار حاصل کی، پھر مسٹر میکی بن کر اپنے دستِ راست سے ملا۔ اُس کے ساتھ ایک بنگلے کے سامنے پہنچا۔ گاڑی روکی، پھر دونوں اندر گئے۔ وہاں کسی ادھیڑ عمر کے تجربہ کار شخص سے ملنے کی توقع تھی۔ لیکن ایک صوفے پر ایک نہایت حسین عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس نے ایک سگریٹ سلگا کر کش لیا۔ پھر دھواں چھوڑتے ہوئے بولی "آؤ یہاں بیٹھو۔"

میجر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ بولی "میں تمہارا نام اور پتا پوچھ کر کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکوں گی کیونکہ نام اور پتے جعلی ہوتے ہیں۔ دھوکا دینے والے ہر حال میں دھوکا دے جاتے ہیں، تم خود ہی بتاؤ، تم پر کس حد تک بھروسا کیا جائے؟"

میجر برائٹ نے کہا "یہ سوال مجھے کرنا چاہیے۔ تم کس حد تک بھروسا کر سکتی ہو اور کیسے کر سکتی ہو؟"

"اِس سوال کا جواب ہمارا باس دے گا۔ تم میں سے کوئی ایک

آدمی اُس سے مل سکتا ہے۔"

میجر برائٹ نے کہا: "میں اُس سے ملاقات کروں گا۔"

"کیا تمھارے پاس اپنی گاڑی بھی ہے؟"

"میں نے کرائے پر حاصل کی ہے۔"

"بہت چالاک ہو۔"

"ہمارے دھندوں میں چالاکی لازمی ہے۔"

"تم یہاں سے اپنی کار میں بیٹھ کر جاؤ گے۔ تمھارے سامنے سینٹر ٹیبل پر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا ہے۔ میں یہاں سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے گائیڈ کروں گی۔ تم انھی راستوں پر چلتے ہوئے اُس خفیہ اڈے تک پہنچو گے۔"

میجر برائٹ نے میز پر رکھے ہوئے چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کو اٹھا لیا۔ وہ بولی: "کیا تم کبھی جیل گئے ہو؟"

"میں نے ایسا موقع آنے ہی نہیں دیا۔"

"کیا پولیس والوں کو تم پر شبہ ہوتا ہے؟"

"شاید ہوتا ہو، میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔"

"سوسائٹی میں تمھارا کیا مقام ہے؟"

"میں خود کو گمنام رکھتا ہوں۔"

"کیا بُرے وقت پر اپنے بچاؤ کے لیے مستحکم ذرائع بھی استعمال کر سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے، ہر سپاہی کو تلوار اٹھانے سے پہلے زرہ بکتر پہن لینا چاہیے۔ بائی دی وے، تم نے میرے باس کے متعلق کچھ نہیں پوچھا، صرف میرے متعلق سوال کر رہی ہو۔"

"تم میرے باس سے ملنے جا رہے ہو، اس لیے تمھارے متعلق جاننا ضروری سمجھتی ہوں۔ تم جا سکتے ہو۔"

وہ اپنی کرائے کی کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ چونکہ اُسے تنہا جانے کے لیے کہا گیا تھا، اس لیے دست راست چلا گیا تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا مین روڈ پر آیا۔ پھر اُس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے پوچھا۔ "مجھے کدھر جانا ہے؟"

"ایسٹ اینڈ پولیس چوکی کی طرف جاؤ۔"

اُس نے کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے پوچھا: "اس کا مطلب ہے مجھے سعودی کی سرحد پار کرنا ہے۔"

"ہاں، وہاں سے آگے دس میل تک جانا ہوگا۔ کیا تمھاری کار میں کوئی غیر قانونی چیز ہے؟"

"ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔"

"اگر ہوتی تو تم پولیس چوکی والوں سے کیسے نمٹ سکتے تھے؟"

"میں چوری کا مال لے جانے سے پہلے سوچتا ہوں۔ یوں راستے میں سوچتا ہوا نہیں جاتا۔"

"تمھیں راستے میں بھی سوچنا چاہیے۔ ہمارے دھندے میں کسی وقت بھی شامت آ سکتی ہے۔ بائی دی وے کوئی گڑبڑ ہوئی تو میرا حوالہ دے دینا۔ مجھے مادام کرینا کہتے ہیں۔"

وہ پولیس چوکی تک پہنچ گیا۔ امریکا میں ایک ریاست سے دوسری ریاست تک جانے کے لیے پولیس چوکیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہاں تلاشی لی جاتی ہے۔ میجر برائٹ کے پاس کرائے کی کار تھی۔ اُس میں کوئی ایسا سامان نہیں تھا جو قابلِ گرفت ہوتا۔ اس نے بڑے اطمینان سے ڈکی کی چابی دے دی۔ عجیب تلاشی لینے والوں نے اُسے کھولا تو وہاں کوکین سے بھرے ہوئے پلاسٹک کے تھیلے رکھے ہوئے تھے۔ وہ اطمینان سے اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ انسپکٹر نے آ کر کہا: "مسٹر! باہر نکلو، تمھارے جیسا دیدہ دلیر اسمگلر پہلی بار دیکھا ہے۔ ڈھائی من کوکین اسمگل کر رہے ہو اور اطمینان سے تلاشی لینے کے لیے چابی بھی دے رہے ہو۔"

وہ ایک دم سے گھبرا کر باہر آیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ڈکی کے پاس پہنچا تو کوکین سے بھرے ہوئے تھیلے دیکھ کر ہوش اُڑ گئے۔ اُس نے پریشان ہو کر کہا: "میں بالکل نہیں جانتا۔ یہ کسی نے مجھے پھانسنے کے لیے ایسا کیا ہے؟"

دوسرے آفیسر نے ہنستے ہوئے کہا: "مجرم گرفتار ہونے کے بعد ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔"

اُس نے اپنے پاس کھڑے ہوئے انسپکٹر کو ایک طرف لے جا کر کہا: "دیکھو! اوّل تو میں نہیں جانتا یہ سامان میری ڈکی میں کیسے آیا۔ ویسے میں مادام کرینا کا آدمی ہوں۔"

انسپکٹر نے اُسے چونک کر دیکھا پھر آہستہ سے بولا: "مادام کا یہاں نام نہ لو۔ انھوں نے تمھیں بھیج کر بڑی بھول کی ہے۔ انھیں چاہیے تھا پہلے مجھ سے رابطہ قائم کر لیتیں۔ اب کچھ نہیں ہو سکے گا۔"

"کیوں نہیں ہو سکے گا؟"

"وہ جو آفیسر ڈکی کے پاس کھڑا ہوا ہے، بالکل نیا ہے۔ مادام کرینا کو جانتا نہیں ہے اور کسی سے رشوت قبول نہیں کرتا ہے۔"

"مجھے کسی طرح بچاؤ، میں تمھیں مالا مال کر دوں گا۔"

"کس طرح بچا سکتا ہوں؟ تم نے بڑی حماقت کی۔ چابی نکال کر تلاشی لینے کے لیے دے دی۔ اگر وہ چابی تمھارے ہاتھ میں ہوتی تو فوراً اسے اسٹارٹ کرتے اور کار لے کر فرار ہو جاتے۔ میں تعاقب کرنے تمھارے پیچھے آتا اور تمھیں فرار ہونے کا موقع دے دیتا لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔"

کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اُسے حوالات میں پہنچا دیا گیا۔ پولیس اسٹیشن میں طرح طرح کے سوالات کیے گئے۔ پتا چلا کرائے کی کار ہے۔ اُس کی جیبوں کی تلاشی لی گئی۔ تلاشی لینے والا بہت ہی تجربہ کار

رہا تھا۔ اُس نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر پیچھے ہٹ کر غور سے دیکھا۔ اس کے بعد میز کے پاس گیا۔ اپنی دراز کھول کر ایک محدب شیشہ نکالا۔ قریب آ کر اس کے چہرے کا معائنہ کرنے لگا۔ میجر ... مشکل میں پڑ گیا تھا، سمجھ گیا، اب میک اپ کا بھانڈا ... زور پھوٹے گا۔"

اور بھانڈا پھوٹ گیا۔ اُس نے سپاہیوں کو حکم دیا: "اس کے چہرے پر میک اپ ہے۔ صاف کرو۔"

حکم کی تعمیل کی گئی۔ چہرہ صاف ہو گیا۔ ان حالات میں وہ کسی مادام کرینا پر الزام عائد نہیں کر سکتا تھا، خود کو معصوم ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی معصوم اور غیر متعلق شخص اس طرح میک اپ کر کے پولیس والوں کا دھوکا نہیں دیتا۔ اُس سے پوچھا گیا، وہ کون ہے، کہاں رہتا ہے اور کس کے لیے کام کرتا ہے؟

اُس نے جواب دیا: "میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ اس دنیا میں میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔ میں چھوٹے موٹے دھندے کرتا ہوں۔ کبھی کسی بڑے سنڈیکیٹ میں معمولی آلۂ کار کے طور پر کام مل جاتا ہے۔ مجھے ایک عورت نے اپنے پاس بلایا تھا اور کہا تھا، کرائے کی گاڑی لے کر آؤ، تمھارے لیے اچھی آفر ہے۔ میں وہاں گیا تو ایک بہت ہی خوب صورت عورت سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے اپنا نام مادام کرینا بتایا اور ایک شخص کے پاس جانے کے لیے کہا۔ میں نے اُس کا پتا پوچھا تو بتانے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگی میرے پاس ٹرانسمیٹر رہے گا۔ اس کے ذریعے مجھے گائیڈ کیا جائے گا اور میں اُس شخص تک پہنچ جاؤں گا لیکن پولیس چوکی سے آگے نہ بڑھ سکا۔ پتا چلا، جب میں مادام کرینا سے باتیں کر رہا تھا تو اس کے آدمیوں نے میری کار کی ڈکی میں کوکین لا کر رکھ دی تھی۔"

بہت سے چھوٹے بڑے جرائم کے سلسلے میں مادام کرینا کا نام آ رہا تھا لیکن اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا، اس لیے پولیس اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی تھی۔ میجر برائٹ اس کی جگہ پکڑا گیا تھا۔ اُسے چھ مہینے قید کی سزا سنائی گئی۔ جب سے وہ مشین اُس کے ہاتھ لگی تھی، وہ بھانت بھانت کے مجرموں کو خرید رہا تھا۔ انھیں اچھا خاصا معاوضہ دے کر ایک سنڈیکیٹ بنانا چاہتا تھا۔ وہ فوج میں رہ چکا تھا، جانتا تھا، کس طرح ایک فوج ترتیب دی جاتی ہے اور اسے کس طرح اپنی کمانڈ میں رکھا جاتا ہے۔ اس منصوبے کے ابتدائی مرحلے میں اس کے پاس پچاس جاں نثار تھے جنھیں مختلف طریقوں سے آزما رہا تھا مگر انھیں آزمانے کا صرف دو مہینے تک ہی موقع ملا تھا کہ اچانک قانون کی گرفت میں آ گیا۔ اُسے ذرا بھی شبہ ہوتا تو وہ مادام کرینا کے فریب میں نہ آتا۔ دراصل اسی کو تجربہ کہتے ہیں۔ جب تک آدمی ٹھوکر نہیں کھاتا، اُسے وقت پر سنبھلنا بھی نہیں آتا۔

اُسے یہ ٹھوکر مہنگی پڑی تھی۔ چھ ماہ بعد جب وہ جیل سے نکلا تو پہلا نقصان یہ ہوا کہ اُس کا موجودہ پلاسٹک سرجری والا چہرہ سب کی نظروں میں آ گیا تھا۔ اخبارات میں بھی شائع ہو چکا تھا۔ لہٰذا اب وہ سنڈیکیٹ کے لوگوں سے بھی چھپ کر نہیں رہ سکتا تھا۔ بے شک وہ اُسے باس کی حیثیت سے نہ پہچانتے لیکن ایک سزا یافتہ مجرم کی حیثیت سے ضرور پہچان لیتے۔ وہ اس چہرے کے ساتھ معزز لوگوں کی سوسائٹی میں بھی نہیں جا سکتا تھا۔

رہائی پانے کے بعد سب سے پہلے مادام کرینا کا ایک آدمی اُس کے پاس آیا، پھر بولا: "تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا، مادام کو اس کا افسوس ہے، وہ اس کی تلافی کرنا چاہتی ہیں۔ تمھارے ہر طرح کام آنا چاہتی ہیں۔"

وہ چھ ماہ تک جیل کے اندر مادام کرینا کو یاد کرتا رہا تھا اور غصے سے پیچ و تاب کھاتا رہا تھا۔ ساتھ ہی قسمیں بھی کھاتا رہا تھا کہ اُسے زندہ نہیں چھوڑے گا یا اس طرح بے نقاب کرے گا کہ معزز سوسائٹی کے لوگ پھر کبھی اُسے مادام نہیں کہیں گے یا وہ ساری زندگی جیل میں گزار دے گی یا اس کے قدموں میں رہے گی۔

اُس نے انکار نہیں کیا۔ اس شخص کے ساتھ ایک بہت بڑی کوٹھی میں پہنچا۔ مین گیٹ پر ہی نیم پلیٹ پر مادام کرینا کا نام لکھا ہوا تھا۔ کوٹھی کے اندر کتنے ہی مرد اور خوب صورت عورتیں ملازم کے طور پر ادھر اُدھر آتے جاتے اور کام کرتے ہوئے دکھائی دیے۔ وہاں کے رکھ رکھاؤ سے پتا چل رہا تھا، وہ اونچی سوسائٹی میں کس قدر معزز اور دولت مند سمجھی جاتی ہوگی۔

جب وہ اندر آیا تو اُسے دو عورتوں نے دو طرف سے تھام لیا، پھر مسکراتے ہوئے ایک طرف لے جانے لگیں۔ اُس نے پوچھا۔

"مادام کہاں ہیں؟"

ایک ہنستے ہوئے بولی: "ایسی بھی کیا بے صبری ہے۔"

دوسری عورت نے ہنستے ہوئے اُسے ایک آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا، پھر کہا: "پہلے اپنا حلیہ دیکھو۔ داڑھی بڑھی ہوئی ہے، کپڑے ایسے ہیں کہ مادام کے ملازم بھی نہیں پہنتے ہوں گے لہٰذا پہلے غسل کرو، لباس تبدیل کرو۔ تازہ دم ہو جاؤ۔ اس کے بعد مادام سے ملاقات ہو جائے گی۔"

وہ دونوں اُسے ایک بیڈ روم میں لے آئیں۔ ایک نے بڑی سی الماری کھولتے ہوئے کہا: "اس میں ہر سائز کے لباس موجود ہیں، جوتے بھی ہر سائز کے ہیں۔ باتھ روم میں نہانے کا سامان موجود ہے۔ شیو بھی کر سکتے ہو اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو کال بیل کا بٹن دبا دینا۔ ہم میں سے کوئی بھی حاضر ہو کر تمھاری ضرورت پوری کر سکتی ہے۔"

وہ دونوں ہنستی کھلکھلاتی ہوئی دروازے تک گئیں۔ پھر ایک نے

پلٹ کر کہا۔" اور ہاں وہ سامنے والی دیوار پر دیکھو۔ کتنا بڑا اسکرین ہے اگر تم اپنے بستر کی دائیں طرف والی میز کا سبز بٹن دباؤ گے تو اس میں مادام نظر آئیں گی۔ سرخ بٹن دباؤ گے تو اسکرین بجھ جائے گا۔"

وہ پتا نہیں کیوں ذرا ذرا سی بات پر ہنستی تھیں، جیسے وہ کارٹون نظر آرہا ہو۔ وہ اسی طرح ہنستی کھلکھلاتی چلی گئیں۔ اس نے بستر کے سرے پر بیٹھ کر سبز بٹن کو دبایا۔ اسکرین روشن ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی مادام کرینا دکھائی دی۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔" ہیلو مسٹر میکی! مجھے دیکھنے کے لیے اتنے بے تاب ہو؟"

میجر برائٹ نے پوچھا۔" کیا میری آواز بھی تمھارے پاس پہنچ رہی ہے؟"

" بیشک، ہم دور ہیں لیکن ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔ تم نے اپنا حلیہ نہیں بدلا اور اسکرین پر مجھے دیکھنے لگے۔"

" پہلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"

" یہ بری بات ہے۔ آدمی کو نفاست پسند ہونا چاہیے۔ صاف ستھرا رہنے کی عادت ڈالو۔ پہلے حلیہ بدلو۔ دیکھو، میں کتنی حسین لگ رہی ہوں۔"

وہ مختلف زاویوں سے خود کو دکھانے لگی۔ اس کے پس منظر میں ایک بڑا سا بیڈ روم تھا۔ بہت ہی خوبصورت شاہانہ طرز کا پلنگ تھا۔ آرام و آسائش کی ہر چیز موجود تھی۔ شراب کی بوتلیں بھی دکھائی دے رہی تھیں اور وہ بوتل کی طرح کھلتی جارہی تھی اور کہہ رہی تھی۔" تم آج سے چھ ماہ پہلے میرے باس سے ملنے آئے تھے۔ میں نے تمھیں وہاں تک پہنچانے کی کوشش کی لیکن تمھارا مقدر خراب تھا۔ بہرحال آج تم مل سکتے ہو۔"

پھر اس نے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔" نائی ڈیئر ڈان! آجاؤ، بے چارہ تمھیں دیکھنا چاہتا ہے۔"

اس نے اسکرین پر آتے ہی مادام کرینا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کی ذات میں دلچسپی لینے لگا۔ یعنی جان بوجھ کر میجر برائٹ کو نظر انداز کرنے لگا۔ میجر اسے بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھنے کی چیز تھا۔ جسمانی اعتبار سے باڈی بلڈر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے بازوؤں کی مچھلیاں ایسی ابھرتی ہوئی اور بھری بھری تھیں جیسے ہرکولیس کی تصویر میں دکھائی دیتی ہیں، اسی طرح بہت سخت چٹانی سینہ تھا۔ ایسا خوبصورت جسم بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ اس پر وہ قد آور تھا۔ قدرت نے اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا تھا۔ چہرہ اتنا پرکشش تھا کہ عورتیں اسے ایک بار دیکھنے کے بعد کبھی بھلاتی نہیں ہوں گی۔ اس کے وجود میں آنکھیں سب سے زیادہ قابلِ ذکر تھیں۔ عورتوں کے لیے ہرنی کی آنکھوں کی مثال دی جاتی ہے۔ اس کی آنکھیں ہرن جیسی تھیں۔ دیکھنے میں معصوم تھیں لیکن جب اس نے مسکراتے ہوئے میجر برائٹ کی طرف دیکھا تو وہ چیتے کی طرح تیز اور دل میں اتر جانے والی محسوس ہوئیں۔ وہ معصوم آنکھیں مسکرا رہی تھیں مگر خونخوار لگ رہی تھیں۔

اس نے تھوڑی دیر تک مادام کرینا میں دلچسپی لی پھر اسے اٹھا کر بستر پر پھینک دیا۔ پلٹ کر بولا۔" ہیلو مسٹر گمنام! میں بہت جلد تمھارا نام اور تمھاری پوری ہسٹری معلوم کرلوں گا۔"

اتنی دیر بعد اس کی آواز سنائی دی تھی اور آواز کیا تھی، دھیمی سی گھن گرج تھی۔ سیدھی دل میں آکر بجتی تھی۔ اچھی بھی لگتی تھی اور خطرناک محسوس ہوتا تھا۔ ایسی غیر معمولی آواز اور غیر معمولی آنکھوں کا حامل یقیناً تنویمی عمل کا ماہر ہوتا ہے۔

وہ اسکرین پر نظر آنے والا پنجوں کے بل اچھل رہا تھا پھر اچھلتے اچھلتے اس نے یکبارگی خواب گاہ کی محدود فضا میں چھلانگ لگائی، فرش اور چھت کے درمیان قلابازی کھائی، سیدھا مادام کرینا کے پاس بستر پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ کرینا کے حلق سے چیخ نکلی۔ یہ خوشی کی چیخ تھی۔ اس کے بعد وہ ہنسنے لگی۔

میجر برائٹ نے غصے سے دیکھا۔ پھر سرخ بٹن کو دبا دیا۔ اسکرین بجھ گیا۔ وہ دونوں بے حیا کم از کم نگاہوں کے سامنے سے ہٹ گئے۔ اس نے آئینے کے سامنے آکر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ کئی دنوں کا بیمار لگ رہا تھا۔ حلیہ بدلنا ضروری تھا۔ وہ باتھ روم میں چلا گیا۔

وہ شیو کرنے اور غسل کرنے کے بعد تازہ دم ہوگیا۔ کمرے میں الماری کھولی۔ اپنے سائز کا لباس نکالا۔ پھر پہننے لگا۔ وہ دونوں عورتیں ٹرالی میں کھانے پینے کا سامان لے کر آگئیں۔ پہلے اس نے سوچا تھا، حلیہ بدل کر کپڑے پہن کر یہاں سے نکل جائے گا۔ کھانا دیکھ کر بھوک کا احساس ہوا، جب کھانے بیٹھا تو دماغ کام کرنے لگا۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو شخص اسکرین پر نظر آیا تھا، وہی اصل باس ہے۔ اسے کسی طرح قابو میں کرکے اپنا تابعدار بنایا جائے اور نہ بنا سکے تو دوست بنایا جائے۔ وہ شخص بہت کام آسکتا تھا۔ وہ اس سلسلے میں بہت سوچ سمجھ کر پلاننگ کرنا چاہتا تھا۔

کھانے کے بعد اسے کمزوری کا احساس ہوا۔ تھکن محسوس ہورہی تھی۔ جی چاہتا تھا کھاتے ہی لیٹ جائے لیکن کھانے سے پہلے ہی وہ آہستہ آہستہ لیٹ گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ دماغ بیدار تھا۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، سمجھ رہا تھا لیکن جہاں لیٹ گیا تھا، وہاں سے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔

وہ سوچنے لگا۔" مجھے کیا ہوگیا ہے؟ اٹھنا کیوں نہیں چاہتا، کم از کم ہاتھ پاؤں تو ہلا سکتا ہوں۔"

اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو موڑنا چاہا، مٹھی باندھنے کی کوشش کی مگر ایسا کچھ نہ ہوا۔ وہ ساکت پڑا رہا۔ جسم ایک ذرا حرکت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ دماغ میں عجیب سی سنسناہٹ تھی لیکن وہ سوچنے سمجھنے کے قابل تھا۔ آنکھوں کے سامنے ہر چیز صاف دکھائی دے رہی تھی۔ کانوں سے بھی سنائی دے رہا تھا۔ اتنی سی بات سمجھ میں آگئی تھی کہ کھانے پینے کی چیزوں میں ضرور کچھ ملایا گیا تھا جس کے نتیجے میں اس کی یہ حالت ہورہی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح لیٹا رہا۔ پھر دو شخص ایک اسٹریچر لے کر آئے۔ ایک نے قریب آکر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی۔ پھر دونوں نے اسے اٹھا کر اسٹریچر پر ڈال دیا۔ اب اسے کچھ نظر نہیں آرہا تھا لیکن سمجھ میں آرہا تھا کہ اسٹریچر اٹھا لیا گیا ہے۔ اسے کہیں لے جایا جارہا ہے۔ وہ اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا۔ کسی طرح ہاتھ کو آنکھوں تک لے جاکر پٹی ہٹانا چاہتا تھا لیکن ہاتھ تو کیا، وہ انگلی بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔

اب وہ پچھتا رہا تھا۔ سوچ رہا تھا، جیل سے رہا ہوتے ہی اسے قبرستان کی طرف جانا چاہیے تھا۔ پہلے اپنی مشین کو دیکھنا چاہیے تھا۔ اگرچہ یقین تھا کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا پھر بھی اطمینان کے لیے وہاں ایک نظر ڈال کر چلا آتا پھر آئندہ بھی اطمینان رہتا لیکن پتا نہیں، وہ کہاں پھنس رہا تھا اور کب وہاں سے نجات ملنے والی تھی۔

اسٹریچر کو کہیں رکھ دیا گیا پھر دونوں نے اسے اٹھا کر ایک بستر پر ڈال دیا۔ آنکھوں سے پٹی ہٹادی۔ اس کے بعد اسٹریچر اٹھا کر چلے گئے۔ وہ دیدے گھما کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ کمرہ خالی تھا۔ صرف وہی ایک چھوٹا سا بستر تھا جہاں اسے لٹایا گیا تھا۔ کمرے کی دیواریں سفید تھیں۔ دروازے اور کھڑکیوں پر لگے ہوئے پردے بھی سفید تھے، وہاں کوئی دوسرا رنگ نظر نہیں آرہا تھا۔ ذرا دیر بعد دروازہ کھلا۔ پھر وہی شخص نظر آیا جسے وہ اسکرین پر دیکھ چکا تھا۔ اس نے سیاہ لباس پہنا ہوا تھا۔ سر پر سیاہ رنگ کا اسکارف بندھا ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا۔ میجر برائٹ اسے دیکھنا نہیں چاہتا تھا لیکن گہری خاموشی اتنی دیر تک رہی کہ وہ بے چین ہوگیا۔ سوچنے لگا، آخر وہ آنے والا خاموش کیوں ہے؟ اسے دیکھنا چاہیے۔

اس نے دیکھنے کے لیے دیدے گھمائے اور جب اسے دیکھا تو جیسے نگاہیں آنے والے کی آنکھوں میں دھنس گئیں۔ وہاں سے نکل نہ سکیں۔ وہ دیدے گھما کر دوسری طرف دیکھنا چاہتا تھا مگر دیدے بھی ساکت ہوگئے تھے۔ آنے والے کی بڑی بڑی آنکھیں اس کے حواس پر چھا رہی تھیں۔ وہ کچھ بول نہیں رہا تھا مگر یوں لگتا تھا جیسے آنکھیں بول رہی ہیں اور اس کے پورے وجود کو اپنی نادیدہ مٹھی میں جکڑ رہی ہیں۔

چند سیکنڈ کے بعد ہی محسوس ہوا، جیسے غنودگی طاری ہورہی ہے، آنکھیں بند ہونا چاہتی ہیں۔ اسی وقت اس کی بھاری بھرکم حاکمانہ آواز سنائی دی۔" تم اپنی آنکھیں کھلی رکھو گے۔"

اس کا حکم دماغ میں پتھر کی طرح لگا۔ اس کی بند ہوتی ہوئی آنکھیں ایک دم سے کھل گئیں۔ جو غنودگی غالب آرہی تھی، وہ ختم ہوگئی۔ وہ بے اختیار بے بسی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا جارہا تھا۔ اب اس پر سحر طاری ہورہا تھا۔ کمرے کی محدود فضا میں اسے اس عامل کے سوا کچھ اور نظر نہیں آرہا تھا۔ یوں کہنا چاہیے عامل بھی نظر نہیں آرہا تھا، صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ پھر ان آنکھوں نے کہا۔" بولو۔ میں حکم دیتا ہوں، بولو۔ اپنے بارے میں بولو اور جو سچ ہے صرف وہی بولو۔"

میجر برائٹ کے ہونٹ لرزنے لگے۔ پھر زبان کھل گئی۔ وہ بے اختیار بولنے لگا۔ اگرچہ وہ سمجھ رہا تھا کہ بولنا نہیں چاہیے۔ اپنے بارے میں کوئی بات نہیں بتانا چاہیے۔ اپنا اصل نام تک نہیں بتانا چاہیے۔ اپنا کام تک نہیں بتانا چاہیے، خصوصاً اس مشین کے متعلق نہیں بتانا چاہیے لیکن وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ بولتا جارہا تھا۔ پتا نہیں، وہ ایک منٹ تک بولتا رہا یا ایک گھنٹے تک بولتا رہا یا صبح سے شام تک بولتا رہا۔ اسے کچھ ہوش نہیں تھا۔ اچانک وہی دھیمی دھیمی سی گھن گرج والی آواز سنائی دی۔" بس خاموش ہوجاؤ۔"

وہ یکبارگی چپ ہوگیا۔ زبان ساکت ہوگئی۔ ہونٹ بند ہوگئے۔ اس آواز نے حکم دیا۔" آنکھیں بند کرلو۔ صبح تک آرام سے سوتے رہو۔"

اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ نیند میں ڈوب گیا۔ وہ صبح تک اتنی گہری نیند میں رہا کہ ایسے میں کوئی قتل کردیتا تو اسے پتا نہ چلتا۔ جب آنکھ کھلی تو اس نے خود کو اسی بیڈ روم میں پایا جہاں کھانے کے بعد بے حد کمزور ہوگیا تھا۔ آنکھ کھلنے کے بعد وہ چند سیکنڈ تک چپ چاپ پڑا رہا۔ سوچتا رہا، وہ کہاں آیا تھا اور اس پر کیا گزر رہی تھی۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں بے کار ہوگئے تھے۔ پورا جسم جیسے فالج زدہ تھا۔ حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ یہ سوچتے ہی اس نے سب سے پہلے ہاتھ ہلانے کی کوشش کی تو اس کا ہاتھ اٹھ گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر دیکھنے لگا۔ اس نے پھر پاؤں ہلائے۔ اب وہ حرکت کرسکتا تھا۔ اس نے اطمینان کی گہری سانس لیتے ہوئے آنکھیں بند کیں۔ وہ تو سمجھ بیٹھا تھا، جیسے آدھا مر چکا ہے، صرف سوچنے سمجھنے کی حد تک زندہ رہ گیا ہے مگر اب وہ ایک مکمل زندہ انسان تھا۔

بیڈ روم کا دروازہ کھلا۔ دو عورتیں ہنستی کھلکھلاتی ہوئی اندر آئیں۔ ان کے ہاتھوں میں دودھ اور پھلوں کی ٹرے تھی۔ انھوں نے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔" پھل کھاؤ اور دودھ پیو۔ پہلے جیسی توانائی محسوس ہوگی۔ ایک گھنٹے بعد اسکرین پر باس سے ملاقات ہوسکتی ہے۔"

وہ چلی گئیں۔ اس نے ایک سیب کھایا، ایک گلاس دودھ پیا پھر باتھ روم میں چلا گیا۔ اب اسے یاد آرہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا اور جو کچھ ہوتا رہا اس پر پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ اس نے اپنی پوری ہسٹری اس عامل کو سنادی تھی۔

جن دنوں وہ سپر ماسٹر، جنرل ڈیکورا اور کرنل جم کے ساتھ ٹرانسفر مشین کو استعمال کررہا تھا تو سب سے پہلے بہرام گنگولی کے تنویمی عمل کی صلاحیتیں انھوں نے اپنے اپنے دماغ میں منتقل کرائی تھیں اور بہرام گنگولی نے انھیں عملی طور پر بتایا تھا کہ کس طرح کسی پر تنویمی عمل کیا جاتا ہے لیکن پچھلی رات اس پر جو عمل کیا گیا، وہ اس کے لیے نئی بات تھی۔ اس عامل نے زبان سے کوئی سوال نہیں کیا تھا، بس حکم دیا تھا کہ بولو۔ اپنے بارے میں سچ سچ بولو اور وہ بولتا چلا گیا تھا۔ کوئی اسے مجبور نہیں کررہا تھا۔ کوئی اسے چابک نہیں مار رہا تھا۔ کوئی اس کا گلا نہیں دبا رہا تھا۔ اس کے باوجود وہ خود بخود بولتا جارہا تھا، بس وہ خوف ناک آنکھیں تھیں جو اس کے حواس

چھائی ہوئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ نہیں بولے گا تو وہ آنکھیں اس کے لیے موت بن جائیں گی۔

وہ غسل کر رہا تھا اور ٹھنڈے دماغ سے سوچ رہا تھا کہ اس عالم سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا ہے۔ اب اس کی آنکھوں کا سحر باقی نہیں ہے مگر وہ آنکھیں دماغ سے چپکی ہوئی ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ کہیں چھپ کر دیکھ رہا ہے کچھ بھی ہو وہ اس کے حواس پر بری طرح چھا گیا تھا۔

اس نے کمرے میں آ کر لباس تبدیل کیا ایک گھنٹا گزر چکا تھا۔ اس نے پلنگ پر بیٹھ کر سبز رنگ کے بٹن کو دبایا۔ سامنے دیوار پر بڑا سا اسکرین روشن ہو گیا۔ وہی بیڈ روم کا منظر تھا۔ مادام کرینا مسکراتے ہوئے بول رہی تھی: "ہیلو مسٹر برائٹ! تم تو چھپے رستم نکلے۔ جس ٹرانسفارمر مشین کے لیے ساری دنیا دیوانی ہے اسے تم نے چھپا رکھا تھا۔"

"ہاں میں سمجھ رہا ہوں کہ اب میرا کوئی راز تم لوگوں سے چھپا ہوا نہیں ہے لہٰذا پہلی فرصت میں اسے قبر سے نکال لینا چاہیے۔"

"میجر برائٹ! تمھیں یہ سن کر افسوس ہوگا کہ وہ مشین کوئی نکال کر لے گیا ہے۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "یہ جھوٹ ہے۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ مجھ سے فراڈ کیا جا رہا ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے میرے دماغ سے معلومات حاصل کی گئیں۔ پھر مجھے سلا دیا گیا۔ میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ تم لوگوں نے کل رات ہی اس مشین کو وہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ چھپا دیا ہے۔"

مادام کرینا نے چند کاغذات اٹھائے۔ وہ کاغذات پورے اسکرین پر دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی تحریر صاف پڑھی جا سکتی تھی۔ مادام کی آواز سنائی دے رہی تھی: "دیکھو اور غور سے پڑھو۔ یہ مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ ہے۔ تم نے تنویمی عمل کے دوران سارے طریقے بتائے اور ہم نے اسے نوٹ کر لیا۔ تمھارے کہنے کے مطابق وہ مشین ہمارے پاس ہوتی تو پھر تمھیں زندہ رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ مشین بھی ہمارے پاس تھی۔ طریقہ بھی ہمیں آ گیا تھا۔"

وہ چپ رہا۔ مادام کرینا اسکرین پر نظر آ رہی تھی۔ وہ آئرن سیف کھول کر اس کاغذ کو رکھ رہی تھی پھر اسے لاک کر رہی تھی۔ وہ پلٹ کر بولی۔ "میجر برائٹ! تمھیں زندہ رکھنے کی چند وجوہات ہیں۔ انھیں سن لو اور ہمیشہ یاد رکھو۔ پہلی بات یہ کہ ہمیں اس مشین کو تلاش کرنا ہے معلوم کرنا ہے کہ اسے کون وہاں سے لے گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ تم بہت اعلیٰ درجے کے میکینکل انجینئر ہو کسی بھی مشین کی رگ رگ کو سمجھ لیتے ہو۔ ہمیں تمھارے جیسے آدمی کی ضرورت ہے۔ تیسری اور اہم بات یہ ہے کہ تم مفرور ہو۔ اس حکومت کے اہم رازوں سے واقف ہو۔ قانون کے محافظوں کو تمھاری تلاش ہے تم نے اپنے چہرے پر پلاسٹک سرجری کرا رکھی ہے۔ کوئی تمھیں نہیں جانتا صرف میں جانتی ہوں اور ہمارا باس آئرن ہارڈی جانتا ہے۔ آئندہ تم اس وقت تک زندہ رہو گے اور محفوظ بھی رہو گے جب تک ہمارے وفادار غلام رہو گے۔ اگر تم نے

ہمارے کسی حکم کی تعمیل سے انکار کیا تو ہم کچھ نہیں کریں گے۔ میں مادام کرینا ایک معزز شہری ہوں۔ محبّ الوطن ہوں۔ میں تمھیں اپنے وطن کے رکھوالوں کے حوالے کر دوں گی۔ اس طرح میں اونچی سوسائٹی میں اور حکومت کی نظروں میں اور زیادہ معزز ہو جاؤں گی۔"

وہ گم صم ہو کر اس کی باتیں سن رہا تھا۔ بری طرح پھنس گیا تھا۔ ان لوگوں سے عداوت رکھنا سراسر حماقت ہوتی۔ یہ بات برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ ایک علیحدہ سنڈیکیٹ کا بگ باس تھا اور یہ اسے اپنا غلام بنا رہے تھے۔ کہاں آسمان پر پہنچنا چاہتا تھا اور کہاں زمین کی پستیوں میں پھینکا جا رہا تھا۔

مادام کرینا کی باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا وہ فراڈ نہیں کر رہی ہے۔ مشین سچ مچ کوئی اٹھا لے گیا ہے مگر کون لے جا سکتا ہے؟ اس نے پوچھا: "کیا وہ قبر کھلی ہوئی تھی؟"

"صرف وہی نہیں، آس پاس کی کتنی قبریں کھودی گئی تھیں اور اسی طرح چھوڑ دی گئی تھیں۔ تم نے تنویمی عمل کے دوران کہا تھا، ایک قبر ایسی ہے جس کی بغلی دیوار کو کھود کر تم نے مشین چھپائی تھی۔ باس نے اس قبر کو خاص طور پر دیکھا۔ اس کی بغلی دیوار کھدی ہوئی تھی لیکن مشین نہیں تھی۔ اس قبر کی حالت بتا رہی تھی کہ اسے ایک یا دو دن کے اندر ہی کھودا گیا ہے۔"

وہ شکست خوردہ انداز میں بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر سوچنے لگا: "کون ایسا کر سکتا ہے۔ سپر ماسٹر؟ کرنل جم؟ یا جنرل ڈیکورا؟"

مادام کرینا نے کہا: "تمھارے تنویمی بیان کے مطابق ان تین ساتھیوں میں سے کسی نے مشین پر ہاتھ صاف کیا ہے۔ ہم نے تمھاری زبان سے تینوں کا نام اور پتا ٹھکانا معلوم کر لیا تھا۔ کل تمام رات ہم اور ہمارے آدمی مصروف رہے۔ پتا چلا، ان تینوں کو عہدوں سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ وہ کہاں گئے، یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا البتہ چھ ماہ قبل اخبارات میں جنرل ڈیکورا کی تصویریں شائع ہوئی تھیں۔ اسے مفرور قرار دیا گیا تھا۔ اسے تلاش کرنے یا اس کا پتا ٹھکانا بتانے والوں کو انعام دینے کا بھی لالچ دیا گیا تھا۔ کیا تم بتا سکتے ہو وہ قانون کی نظروں میں مفرور کیوں ہے۔ اس نے کیا جرم کیا ہے۔ کیا تم لوگوں نے اس تہ خانے میں ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ جو سلوک کیا اور ایک نئی مشین تیار کی، اس کا علم حکومت کو ہو چکا ہے؟"

"شاید یہی بات ہے۔ میرے چلے آنے کے بعد جو دوسرا میکینکل انجینئر میری جگہ آیا ہوگا اس نے بھانڈا پھوڑ دیا ہوگا کہ وہ مشین بے کار ہے شاید اس طرح وہ سب قانون کی زد میں آ گئے ہوں گے اور جنرل ڈیکورا گرفتار ہونے سے پہلے ہی فرار ہو گیا ہوگا۔"

مادام کرینا نے کہا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ سپر ماسٹر اور کرنل جم قید خانے میں ہیں یا انھیں ایسی سزا دی گئی ہے جس کا علم عوام کو نہیں ہو سکتا۔ جنرل ڈیکورا زندہ ہے، آزاد ہے اور کہیں چھپا ہوا ہے۔ ہم فرض کر لیتے ہیں، وہ بھی تمھاری طرح ایک سنڈیکیٹ بنانا چاہتا تھا۔ اس کے پاس اچھے خاصے

دولت کی ایک فوج ہو گی۔ اس نے کسی طرح اس بات کا پتا چلا لیا ہوگا کہ وہ مشین کہاں چھپا کر رکھی گئی ہے۔ پھر اس نے وہاں سے دوسری جگہ اسے منتقل کر دیا ہوگا۔"

"تم یہ بات فرض کرنے کے لیے کہہ رہی ہو۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں، تمھارے بیان کے مطابق وہاں ایک نہیں کئی قبریں کھودی گئی ہیں کسی کو کیا ضرورت ہے کہ اتنی ساری قبریں کھودتا پھرے۔ پھر ایسی مشین لے جائے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتی، جسے کوئی آپریٹ نہیں کر سکتا۔ صرف جنرل ڈیکورا ہی اسے سمجھتا ہے اور آپریٹ کر سکتا ہے۔"

"میجر برائٹ! تم فرہاد علی تیمور کو بھول رہے ہو۔ تم نے تنویمی عمل کے دوران بتا دیا ہے کہ اس مشین کو سمجھنے اور آپریٹ کرنے والی تین ہستیاں ہیں۔ فرہاد علی تیمور، آر مراد اور سوریتا۔"

وہ بے بسی سے بولا: "میری سمجھ میں نہیں آتا۔ فرہاد، آر مراد اور سوریتا کو ہمارے بارے میں کیسے علم ہو سکتا ہے۔"

"ہمیں کیسے علم ہو گیا۔ کیا تم کبھی سوچ سکتے تھے؟"

وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ مادام کرینا نے کہا: "اب یہاں سے اٹھو اور جنرل ڈیکورا کو تلاش کرو۔ اس سلسلے میں جتنے آدمیوں کی ضرورت ہے، تمھیں مل جائیں گے جس انداز میں تم ایک نیا سنڈیکیٹ بنا رہے تھے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کافی مالدار ہو۔ تمھارے پاس رہنے اور گھومنے پھرنے کے سلسلے میں گاڑیوں کی کمی نہیں ہے۔ اگر کمی ہو تو ہمیں بتا دینا لیکن ہم سے رابطہ رکھنا ہم سے چھپ کر رہنے کی حماقت کرو گے تو حرام موت مارے جاؤ گے۔ اب جا سکتے ہو۔"

وہ اٹھ گیا۔ وہ کتنا بے بس اور مجبور تھا۔ ایک عورت کے حکم کے مطابق اسے وہ کمرہ چھوڑنا پڑ رہا تھا۔ اس کوٹھی سے نکلنا پڑ رہا تھا۔ سب سے بڑی ٹریجڈی یہ کہ اس کا راز فاش ہو گیا تھا۔ اس کی بہت سی کمزوریاں مادام کرینا اور اس کے باس کو معلوم ہو گئی تھیں۔ وہ اتنا حقیر ہو گیا تھا کہ اس سے ایک عورت بات کر رہی تھی مگر باس نے اس کے سامنے آنا اور اس سے بات کرنا گوارا نہیں کیا تھا۔

میجر برائٹ تقریباً بازی ہار چکا تھا۔ اب مشین کے سلسلے میں اس کی کوئی اہمیت نہیں رہی تھی، سوائے اس کے کہ وہ ایک اچھا میکینکل انجینئر تھا۔ مشین کے سلسلے میں کسی کو بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ اس نے جس شخص کو اسکرین پر مادام کرینا کے ساتھ دیکھا تھا اس کا نام آئرن ہارڈی تھا۔ وہ آئرن یعنی فولاد بھی تھا اور ہارڈی یعنی سخت اور مضبوط بھی۔ وہ کمال کا ہنر جانتا تھا۔ صرف آنکھیں دکھا کر میجر برائٹ سے سب کچھ اگلوا چکا تھا۔

ابھی اس کا نام کسی کو نہیں معلوم تھا۔ میں جو داستان سنا رہا ہوں، میں بھی اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ یہ ساری باتیں بعد میں معلوم ہونے والی تھیں۔ چونکہ بعد میں داستان زیادہ الجھ جاتی لہٰذا اسے اپنی ترتیب سے سنا رہا ہوں۔

دنیا کا کون ایسا مجرم ہے جو ٹیلی پیتھی سیکھنا نہ چاہتا ہو۔ آئرن ہارڈی بھی چاہتا تھا۔ میجر برائٹ سے تنویمی عمل کے ذریعے سب کچھ اگلوانے کے بعد اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اب وہ اپنی ایک خفیہ رہائش گاہ میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ اس رہائش گاہ کا علم مادام کرینا کو بھی نہیں تھا۔ اس نے اپنے خاص ماتحتوں کو حکم دیا: "اس ملک میں جتنے مجرم ہیں سب سے ملاقات کرو اور یہ معلوم کرتے رہو کہ کون کس کے لیے کام کرتا ہے۔ ان سے ضرورت مند بن کر ملاقات کرو کہ تم بھی کسی کے لیے کام کرنا چاہتے ہو۔ وہ ضرور تمھیں کسی نہ کسی کے پاس پہنچائیں گے بلکہ کسی ایسے گروہ میں پہنچائیں گے جس کا حال ہی میں قیام عمل میں آیا ہو۔"

آئرن ہارڈی نے کہا: "خاص طور پر ایسے گروہ یا تنظیم کے متعلق معلوم کرو جس کا سرغنہ کسی کے سامنے نہ آتا ہو۔ پراسرار بن کر گوشہ گمنامی میں رہتا ہو اور چھپ کر احکامات صادر کرتا ہو۔ اس طرح وہ کم از کم اپنی آواز سناتا ہوگا لہٰذا اس آواز کو ریکارڈ کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے صبح و شام رپورٹ ملنا چاہیے کہ تم لوگ اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو۔"

اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ پھر دیوار پر لگے ہوئے بڑے سے ٹی وی اسکرین کو دیکھا۔ قریب ہی میز پر ایک بڑا سا ٹیلیفون سیٹ رکھا ہوا تھا۔ اس نے مائک کو آن کیا۔ پھر ڈائل کے بٹن کو دبانے لگا۔ اس نے ایک سبز رنگ کے بٹن کو دبایا۔ سامنے والا اسکرین آن ہو گیا۔ ایک بڑا سا کمرہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں ٹیلیفون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر کوئی شخص آیا۔ اس نے اپنے ٹیلیفون سیٹ کے مائک اور اسپیکر کو آن کر دیا۔ اس کے بعد پلٹ کر بولا: "ہیلو آئرن۔"

اِدھر والے نے کہا: "ہیلو ہارڈی۔"

اگر اس وقت کوئی ان دونوں کو دیکھ لیتا تو حیران رہ جاتا۔ اِدھر بھی وہی آئرن ہارڈی تھا اور اُدھر اسکرین پر بھی وہی آئرن ہارڈی نظر آ رہا تھا لیکن اسکرین والے نے اِدھر والے کو آئرن کہہ کر مخاطب کیا تھا اور آئرن نے اُدھر والے کو ہارڈی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب تک جس نے میجر برائٹ پر تنویمی عمل کیا تھا اور مادام کرینا کے ساتھ نظر آتا رہا تھا، اس کا نام ہارڈی تھا۔ دونوں نے اپنا نام ملا کر آئرن ہارڈی رکھا ہوا تھا۔ پتا نہیں وہ دونوں جڑواں بھائی تھے یا اتفاقیہ ہمشکل تھے یا دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا نقال تھا۔ وہ دونوں کیسے عجوبے تھے، یہ بعد میں معلوم ہونے والا تھا۔

آئرن نے کہا: "میں نے میجر برائٹ سے حاصل ہونے والی تمام معلومات کمپیوٹر کو فیڈ کر دی تھیں۔"

اسکرین پر نظر آنے والے ہارڈی نے کہا: "میں نے مانیٹر ٹی وی پر وہ پوری تفصیل پڑھ لی ہے۔"

"میجر برائٹ کی زبان سے سوریتا، مس امریکا کا نام سن کر مجھے یاد آیا، اب سے کوئی چھ سات ماہ پہلے وہ ایک نیگرو کے ساتھ دیکھی گئی تھی

اخباروں اور رسالوں میں اس کا تذکرہ ہوا کہ اتنی حسین عورت نے ایک کالے کو گوروں پر ترجیح دی ہے اور اس کے ساتھ راتیں کالی کرتی ہے۔ اس کے بعد مورینا یہاں سے غائب ہو گئی۔ ایک آدھ بار کسی اخبار میں یہ پڑھا گیا کہ مورینا گمنامی کی زندگی گزار رہی ہے یا پھر یہ ملک چھوڑ کر چلی گئی ہے۔"

ٹی وی پر نظر آنے والے ہارڈی نے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں، یہاں نسلی فسادات کی وجہ سے وہ نیگرو فرینڈ کے ساتھ ملک سے باہر گئی ہے۔ ایسا یہاں کی کتنی ہی عورتوں اور مردوں نے کیا ہے۔ جو کالے مرد ہمارے ہاں کی گوری عورتوں سے شادی کر چکے تھے، بچوں کے باپ بن چکے تھے۔ وہ بڑے بڑے شہر چھوڑ کر چھوٹے علاقوں میں چلے گئے، جہاں فسادات نہیں ہوتے۔ اور جو دولت مند ہیں، وہ ملک سے باہر جا چکے ہیں۔"

آئرن نے کہا۔ "میں یورپ جا رہا ہوں۔ وہ نیگرو کے ساتھ گئی ہے تو انگلینڈ نہیں جائے گی۔ فرانس، جرمنی، اٹلی اور ترکی جیسے شہروں میں ہو گی۔ میں وہاں جاؤں گا۔ ہر اس عورت پر نظر رکھوں گا جو نیگرو کے ساتھ دیکھی جائے گی۔ وہاں ہمارے آدمی بھی ایسی عورتوں کو تاڑتے رہیں گے۔ تم اپنے آدمیوں کو امریکا کے جنوبی جزیروں میں بھیج دو، خصوصاً جزیرہ ہوائی پر نظر رکھو۔ دولت مند عورتیں اور مرد وہاں تفریح ویکیشن کے لیے جاتے ہیں۔ میں آج رات تک کسی بھی فلائٹ سے چلا جاؤں گا۔ یہاں کی ذمے داریاں تم سنبھالو گے، جنرل ڈیگورا کو ڈھونڈ نکالنا تمہاری بہت بڑی کامیابی ہو گی۔"

ہارڈی نے مسکرا کر کہا۔ "میرے ہمزاد! اطمینان سے جاؤ، جنرل ڈیگورا نے اس مشین کو قبر سے نکالا ہے۔ میں مشین حاصل کیے بغیر جنرل کو قبر میں جانے نہیں دوں گا۔"

ان دونوں کا مشترکہ نام آئرن ہارڈی تھا۔ میں ایک ہی نام سے دو شخص کا ذکر کروں گا تو پڑھنے والے اُلجھ جائیں گے لہٰذا اس ایک کو آئرن۔ ہارڈی کہوں گا اور اسکرین پر نظر آنے والے ہم شکل کو اس کا ہمزاد کہا کروں گا۔ آئرن ہارڈی اس رات اپنے منصوبے کے مطابق وہاں سے روانہ ہوا۔ دوسرے دن پیرس پہنچ گیا۔ ان دنوں ہم سب پیرس میں تھے۔ صرف غیبا، پارس اور جوجو کے ساتھ تل ابیب میں تھی۔ ہم بڑے عیش و آرام سے تھے۔ کون جانتا تھا، دشمن اپنی چالوں میں مصروف ہیں اور ہمارے بہت قریب ہیں۔ آئرن ہارڈی اور اس کے آدمی یورپ کے ہر ملک، ہر شہر میں مورینا کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ ہر ایسی عورت کا محاسبہ کرتے تھے جو کسی نیگرو کے ساتھ دیکھی جاتی تھی۔ آئرن ہارڈی بہت ہی مستقل مزاج تھا۔ مسلسل ناکامی سے مایوس ہونا نہیں جانتا تھا۔ اب اس کی زندگی کا مقصد یہی رہ گیا تھا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے ہاتھ آجائے اور وہ ایک بار یہ علم سیکھ لے پھر کچھ اور سیکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

وہ پانچ ماہ تک یورپ کے ہر ملک، ہر شہر میں گھومتا رہا۔ اپنے آدمیوں کو ادھر سے اُدھر دوڑاتا رہا۔ آخر اٹلی کے شہر روم میں اس کی نظر مورینا پر پڑ گئی۔ وہ میک اَپ میں تھی۔ پہچانی نہیں جاسکتی تھی لیکن اس کے ساتھ ایک نیگرو اس کی شناخت بن گیا۔ عارضی میک اَپ اور پلاسٹک سرجری میں فرق یہ ہے کہ پلاسٹک سرجری سے چہرے کی بیرونی بناوٹ بھی بدل جاتی ہے اور عارضی میک اَپ میں صرف چہرہ بدلتا ہے چہرے کی ساخت نہیں بدلتی۔ مورینا نے اپنا چہرہ تبدیل کیا تھا لیکن ہیئر اسٹائل وہی تھا کیونکہ وہ اسے بہت پسند تھا۔ پھر اس کی ہزاروں تصویریں رسالوں میں شائع ہو چکی تھیں۔ ملکۂ حسن کے متعلق ایک ایک تفصیل شائع ہوئی تھی۔ جس طرح درزی کپڑوں کا ناپ لیتا ہے اسی طرح رسالے والے اس کے سینے، اس کی کمر اور اس کے کولھے وغیرہ کا ناپ بھی لکھتے تھے۔ اس کے دیوانے اس کے قد اور اس کی جسامت سے بھی اس کا اندازہ کر سکتے تھے اور آئرن ہارڈی تو دیوانوں سے زیادہ دیوانہ تھا۔ ایک تو وہ حسینہ اپنی ذات میں کچھ کم نہیں تھی، دوسرے ٹیلی پیتھی کا علم اسے دینے والی تھی۔

اس نے پہلی نظر میں ہی اندازہ کر لیا یہی مورینا ہو سکتی ہے۔ وہ دور ہی دور سے نگرانی کرنے لگا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے آدمیوں کو بھی حکم دیتا رہا کہ مورینا اور اس نیگرو کے اطراف اپنا محاصرہ تنگ رکھیں لیکن انھیں شبہ نہ ہونے دیں۔

اِدھر مورینا اور غلام باقی کے تعلقات کی بنیاد ہل چکی تھی۔ وہ اکثر تفریح کے لیے تنہا نکلتی تھی۔ اس کی نگاہیں دور دور تک بھٹکتی تھیں کوئی ایسا ساتھی ملے جو غلام باقی کا جواب ہو اور جسے پاکر وہ اس کالے کو بھول جائے۔ اس کے ہزاروں دل دیوانے تھے۔ وہ کسی کو بھی اپنا کر ساری زندگی عیش کرتی۔ بیشک مورینا جیسی عورتیں زیادہ سے زیادہ دولت چاہتی ہیں لیکن دولت سے زیادہ غلام باقی جیسے مردوں پر مرتی ہیں۔

پھر اسے ایک ایسا ہی مرد نظر آگیا۔ وہ کیسینو میں بیٹھی پتے کھیل رہی تھی۔ زیادہ سے زیادہ رات گزار کر جانا چاہتی تھی تاکہ غلام باقی کے ساتھ کم سے کم وقت گزارے، وہاں اس پر نظر پڑی۔ وہ غلام باقی جیسا قد آور اور پہاڑ جیسا تھا۔ بہت ہی خوبصورت کسرتی بدن تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے غلام باقی نے اپنے کالے جسم پر گوری چمڑی کی سرجری کرالی ہو اور اسے نئے سرے سے دیوانہ بنانے آگیا ہو۔

اب پتے کھیلنے میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ بازی چل رہی تھی اور وہ جان بوجھ کر ہار جانا چاہتی تھی تاکہ کھیل ختم ہو جائے۔ اُدھر وہ چاروں طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو، وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہا تھا تاکہ مورینا بھی اسے دیکھے اور کسی حد تک متاثر ہو۔ پھر وہ وہاں سے جانے لگا۔ مورینا نے فوراً پتے پھینک کر کہا۔ "سوری، مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے۔"

وہ اپنا پرس اُٹھا کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس کے پیچھے جانے لگی۔ دونوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ وہ کیسینو سے نکل کر اس کے انڈر گراؤنڈ پارکنگ گیراج میں جا رہا تھا۔ جب وہ گیراج میں داخل ہو گیا تو یہ بھی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اندر آئی۔ دیکھنا چاہتی تھی، وہ کس گاڑی کی طرف جا رہا ہے۔ اسی وقت کسی نے اس کی کنپٹی سے ریوالور لگا دیا۔ پھر کہا۔

بھی حرکت کرو گی تو گولی مار دوں گا۔"

ہم سب نے مورینا کو اچھی طرح سمجھایا تھا۔ خواہ کچھ ہو، کبھی سرِعام خوانی کا مظاہرہ نہ کرنا۔ اگر جان پر بن آئے یا اور کوئی مجبوری ہو تو اس میں خیال خوانی کرنا کہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ اس وقت واقعی جان پر بن آئی موت سیدھی آکر اس کی کنپٹی سے لگ گئی تھی۔ اس نے پھر بھی حوصلہ ہوئے پوچھا۔ "تم کون ہو، کیا چاہتے ہو؟"

اس کے ساتھ ہی خیالات پڑھنا چاہتی تھی لیکن اس نے سختی سے زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ایک دو تین کہوں گا اور چلا دوں گا۔ آواز زیادہ دور تک نہیں جائے گی۔ سائلنسر لگا ہوا ہے۔"

وہ سمجھ گئی، موت یقینی ہے اور اپنا بچاؤ بھی لازمی ہے لہٰذا اس نے ف پر قبضہ جماتے ہی ریوالور دور پھینک دیا لیکن اپنی جگہ کھڑی رہی۔ ابھی بات کی پریکٹس نہیں تھی کہ خیال خوانی کے دوران کس طرح حرکت کرتے ہنا چاہیے۔ وہ اس کے دماغ سے نکل آئی۔ فوراً حاضر دماغ ہو کر ریوالور طرف جانا چاہتی تھی۔ اسی وقت ایک گھونسا ریوالور والے کے منہ پر ا۔ وہ جہاں تھی، وہیں رُک گئی۔ وہی قد آور خوبرو جوان ریوالور والے کی پٹائی رہا تھا۔ وہ دو چار ہاتھ کھاتے ہی وہاں سے بھاگ گیا۔ یہ بالکل فلمی سین تھا اور یہ ڈراما آئرن ہارڈی نے ہی ترتیب دیا تھا تاکہ مورینا کے سلسلے میں تصدیق ہو سکے اور اس نے خیال خوانی کا مظاہرہ کر کے دشمن کے ہاتھ سے ریوالور گرا کر ثابت کر دیا تھا کہ وہی ٹیلی پیتھی جاننے والی مورینا ہے۔

مار کھانے والا ماتحت بھاگ گیا تھا۔ جب وہ اس کی طرف پلٹا تو وہ اس کے چہرے کو اور خصوصاً اس کی آنکھوں کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ ان آنکھوں میں ہرنی کی سی معصومیت اور چیتے کی سی چمک اور درندگی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کھنچی جا رہی ہے۔ وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر بولا۔ "تمھیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچا؟"

اس کا ہاتھ لگتے ہی وہ کانپنے لگی تھی۔ اسے پتا نہ چلا کس طرح اس سے جا کر لگ گئی تھی۔ وہ حیرانی سے سوچ رہی تھی۔ "اس کی آنکھوں میں کیوں جھانک رہی ہوں۔ اپنی نظریں کیوں نہیں ہٹا لیتی؟"

وہ اس کی بات کا جواب بھی نہ دے سکی۔ اس کی آواز میں ایسی دھیمی دھیمی گھن گرج تھی جو سیدھی دل میں اترتی تھی اور دیر تک بجتی رہتی تھی۔ اس نے کچھ کہا۔ پھر یوں لگا جیسے وہ زبان سے نہیں آنکھوں سے بول رہا ہو۔ "میں تمہارے دل کی دھڑکنیں سن رہا ہوں۔ تمہارا بدن کانپ رہا ہے۔ تم سر سے پاؤں تک صرف ایک ہی تمنا کر رہی ہو کہ میں تمھیں گرفتار کر لوں۔"

وہ سچ مچ گرفتار ہونا چاہتی تھی مگر وہ تو اسے پکڑ نہیں رہا تھا۔ چھوڑ چکا تھا۔ پیچھے ہٹ رہا تھا لیکن عجیب بات تھی۔ اس نے نگاہوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ وہ جب سے سامنے آیا تھا تب سے نگاہیں ہٹا نہیں سکتی تھی۔ شاید اسی کو گرفتاری کہتے ہیں۔ اس نے اسی گھن گرج سے کہا۔ "آؤ میرے ساتھ ساتھ چلی آؤ۔"

وہ گھوم کر جانے لگا۔ یہ اس کے پیچھے ایسے چلنے لگی جیسے خواب دیکھ رہی ہو اور نیند کی حالت میں چل رہی ہو۔ چونکہ وہ آگے چل رہا تھا، اس لیے یہ اب اس کی پشت کو دیکھ رہی تھی جیسے وہاں بھی اس کی آنکھیں ہی دکھائی دے رہی ہوں اور بول رہی ہوں۔ "چلی آؤ۔ میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔ تمہارے لیے دروازہ کھل گیا ہے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھ گئی۔ دروازہ بند ہو گیا۔ وہ دوسری طرف سے گھوم کر اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آگیا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ سیٹ کے پیچھے ایک ننھی سی سرچ لائٹ تھی، وہ آن ہو گئی۔ اس نے کہا۔ "مورینا میری طرف دیکھو۔"

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ سرچ لائٹ کی روشنی میں وہی طلسمی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ انھیں دیکھتے ہی پھر نگاہیں جم کر رہ گئیں۔ وہاں سے ہٹ نہ سکیں۔ وہی گھن گرج والی سرگوشی سنائی دی۔ "تم نے گیراج میں خیال خوانی کا مظاہرہ کیا تھا؟"

"ہاں میں اپنا دفاع کرنا چاہتی تھی۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔"

"تم مورینا ہو؟"

"ہاں، میں مورینا ہوں۔"

"وہ نیگرو کہاں ہے؟"

"ہوٹل کے کمرے میں ہو گا۔"

"کیا وہ تمہارا تعاقب نہیں کرتا؟"

"کرتا ہے، آج بھی کر رہا تھا۔ میں ایک ایسے کلب میں داخل ہو گئی جہاں کالوں کا داخلہ ممنوع ہے۔ میں اس کلب میں آکر ایک پیگ پینے کے بعد دوسرے دروازے سے نکل کر اس کیسینو میں چلی آئی تھی۔"

"کیا تمہارا دماغ حساس ہے۔ تم سانس روک لیتی ہو؟"

"ہاں، میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتی ہوں۔"

"کیا فرہاد، سونیتی اور رشیا تمہارے دماغ میں آتے ہیں؟"

"صرف فرہاد دماغی رابطہ قائم کرتا ہے، میں اسے آنے کی اجازت دیتی ہوں۔"

"کیا فرہاد ابھی تمہارے دماغ میں آسکتا ہے؟"

"وہ جب چاہے آسکتا ہے لیکن میں نہیں آنے دوں گی۔"

"کیوں نہیں آنے دو گی؟"

"میں نے سوچ لیا تھا کہ کوئی تمہارے جیسا خوبرو جوان ملے گا تو میں اسی لمحے اپنے دماغ میں فرہاد کا داخلہ بند کر دوں گی ورنہ وہ میرے چور خیالات پڑھ لے گا اور سمجھ لے گا کہ میں غلام باقی کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔"

"تم اپنی مرضی سے میرے ساتھ آرہی ہو؟"

"تم مرضی پوچھتے ہو۔ یہاں تو میرا دل، دماغ، میری روح، میرا جسم سب تمہارا ہو گیا ہے۔ آج سے میرے ارادے، میری آرزوئیں اور میری جوانی کی تمام راتیں تمہارے لیے وقف ہو کر رہ گئی ہیں۔"

"تم میرے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کرو گی؟"

"میں تمھارے ہر جائز اور ناجائز حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"اب ہماری گاڑی رُک رہی ہے۔ تم یہاں سے نکل کر میرے ساتھ چلتی رہو گی لیکن یہ نہیں سمجھ پاؤ گی کہ کہاں ہو۔ کہاں جا رہی ہو۔ تمھیں میری آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔"

وہ اس بات کو تسلیم کر رہی تھی کہ اب صرف اس کی آنکھیں ہی آنکھیں دکھائی دے رہی ہیں۔ باقی ساری دنیا گم ہو چکی ہے۔ وہ کار سے نکل کر دوسری طرف سے گھومتا ہوا آیا۔ پھر اس کے لیے دروازہ کھول کر اپنا ہاتھ بڑھایا۔ وہ ہاتھ تھام کر باہر آئی پھر ساتھ چلنے لگی۔ وہ اگر سمجھنا چاہتی کہ کہاں ہے اور کہاں جا رہی ہے تو شاید سمجھ جاتی لیکن اپنے ساحر کے سوا نہ کچھ دیکھنا چاہتی تھی نہ سمجھنا چاہتی تھی۔

وہ بے خودی کے عالم میں چلتی ہوئی کسی کمرے میں آئی۔ پھر وہاں آرام سے بستر پر لیٹ گئی۔ اب وہ اس کے سامنے آگیا۔ چہرے کے سامنے چہرہ اور آنکھوں کے سامنے آنکھیں تھیں۔ وہ ان آنکھوں سے چپک کر رہ گئی تھی۔ وہ جو بول رہا تھا، وہ سن رہی تھی۔ جو کہہ رہا تھا، وہ کر رہی تھی۔

اب سے پہلے برنارڈ سلیری نے اس پر تنویمی عمل کیا تھا لیکن موجودہ ساحر کا طریقۂ کار بالکل مختلف تھا۔ وہ تو پہلی نظر میں دل کو قابو میں کر لیتا تھا۔ پھر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا حکم منواتا تھا۔ اس نے حکم دیا "آئندہ تم سانس نہیں روکو گی۔ ہاں مگر تمھارا ذہن حساس رہے گا۔"

اس نے کہا "آئندہ میں سانس نہیں روکوں گی لیکن میرا ذہن حساس رہے گا۔"

"تم پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ہی آنکھیں بند کر لو گی اور تمھارے کان آس پاس کی آوازوں سے بہرے ہو جائیں گے۔"

اس نے وعدہ کیا "ایسا ہی ہوگا۔"

"تم میری بیماری یا کسی کمزوری کے دوران کبھی میرے دماغ میں نہیں آؤ گی۔"

"میں تمھاری بیماری یا کسی کمزوری کے دوران کبھی تمھارے دماغ میں نہیں آؤں گی۔"

"تم مجھ سے کبھی غداری نہیں کرو گی۔ زندگی بھر میری تابعدار بن کر رہو گی۔"

اس نے وعدہ کیا، وہ زندگی بھر اس کی تابعدار بن کر رہے گی اور کبھی اُس سے غداری نہیں کرے گی۔

اُس نے کہا "اب تم میری آنکھوں میں نہیں دیکھو گی۔ تمھاری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی ہیں۔ تم صبح تک گہری نیند سوتی رہو گی۔"

اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو گئیں۔ وہ نیند میں ڈوب گئی تھی۔ آئرن ہارڈی وہاں سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر اُس نے ایک ہوٹل کا نمبر ڈائل کرنے کے بعد پوچھا "کیا کمرہ نمبر ٹو ٹو فور میں گیسٹ آگئے ہیں؟"

"جسٹ اے منٹ، ابھی بتاتا ہوں۔"

پھر آواز آئی "جی ہاں کیا آپ کسی سے بات کرنا چاہتے ہیں؟"

"پلیز، مادام کرینا سے رابطہ کرا دیں۔"

چند سیکنڈ کے بعد ہی کرینا کی آواز سنائی دی "ہیلو۔"

آئرن ہارڈی نے پوچھا "تم کب آئی ہو؟"

"ابھی ایئرپورٹ سے سیدھی چلی آ رہی ہوں۔"

"کیا وہ لڑکی ساتھ آئی ہے؟"

"ہاں ابھی کمرے میں موجود ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسرے کمرے میں جھانک کر دیکھا، مورینا گہری نیند میں تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کاٹیج سے باہر آگیا۔ بیرونی دروازے کو باہر سے لاک کرنے کے بعد کار میں بیٹھ کر اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل لا شیلا کے کمرہ نمبر دو سو چوبیس میں پہنچ گیا۔ وہاں مادام کرینا ایک لڑکی کے ساتھ موجود تھی۔ دونوں اُٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ آئرن ہارڈی نے ذرا قریب آکر لڑکی کو دیکھا۔ پھر کہا "ذرا آہستہ آہستہ چاروں طرف گھومتی جاؤ۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق آہستہ آہستہ چاروں طرف گھومنے لگی۔ ہر زاویے سے خود کو دکھانے لگی۔ اس نے مطمئن ہو کر کہا "ٹھیک ہے قد اور جسامت میں مورینا جیسی ہے۔ تمھارا نام کیا ہے؟"

لڑکی نے کہا "نینسی وان۔"

"نینسی، تم اپنا میک اپ اتار دو۔ یہاں سے سیدھی ہیرالڈ کے پاس پہنچو۔ تمھارے پاس رقم ہے؟"

"یس سر، میں ہیرالڈ تک بہ آسانی پہنچ جاؤں گی۔"

وہ آئینے کے سامنے جا کر میک اپ اتارنے لگی۔ مادام کرینا نے لفافے سے نینسی کی بڑی بڑی تصویریں نکالیں۔ آئرن ہارڈی نے کہا "ٹھیک ہے، ابھی وہ سو رہی ہے۔ چھ بجے بیدار ہوگی۔ دو گھنٹے کے اندر ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو جائے گی۔ دس بجے تک اس پر نینسی کا میک اپ ہو جائے گا۔ ہیرالڈ کو فون کرو۔ کل دوپہر تک کسی بھی فلائٹ میں میرے اور مورینا کے لیے سیٹ ریزرو ہو جائے۔ تمھیں بھی سیٹ مل جائے تو اچھی بات ہے ورنہ بعد میں آسکتی ہو۔"

مادام کرینا نے مسکرا کر پوچھا "کیا اب مورینا پر دل آگیا ہے؟"

اس نے یکبارگی مادام کرینا کے جبڑوں کو ایک ہتھیلی کے شکنجے میں لے لیا۔ وہ مسکرانا بھول گئی۔ وحشت زدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ گرفت اتنی مضبوط تھی جیسے ابھی جبڑے ٹوٹ جائیں گے۔ اس نے بڑی سفاکی سے کہا "کام کے وقت کام کی بات کرو ورنہ کسی کام کی نہیں رہو گی۔"

یہ کہہ کر اس نے دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی سیدھی ٹیلیفون کے پاس جا کر گری۔ پھر اسے تکلیف سے کراہنے کی جرأت بھی نہ ہوئی۔ جلدی سے ریسیور اٹھا لیا اور ہیرالڈ سے رابطہ قائم کرنے لگی۔ اُدھر امریکا میں ہمزاد ہارڈی کو اطلاع مل گئی تھی کہ آئرن اپنے ساتھ نینسی وان کو لا رہا ہے۔ نینسی وان کا مطلب تھا، مورینا آ رہی ہے۔ اب اسے مشین کے سلسلے میں اپنی کوششوں کو اور تیز

۔ اِدھر چار پانچ مہینوں میں اس نے جنرل ڈیکورا کو تلاش کرنے میں کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس کے آدمی تمام مجرموں سے ملتے تھے۔ ان کے دوسرے گروہ میں شامل ہوتے تھے تاکہ اس گروہ کے باس کا پتا معلوم ہو سکے لیکن جنرل ڈیکورا تک رسائی نہیں ہو رہی تھی۔

میجر برائٹ ہر رات ہمزاد ہارڈی کے ایک خاص اڈے پر حاضری ۔ وہاں سب لوگ دن بھر کی رپورٹ پیش کرتے تھے۔ ہمزاد ہارڈی بیٹھا ان کی رپورٹ سنتا رہتا تھا۔ دو چار آلۂ کار ایسے بھی تھے جو کسی نہ ئے گروہ میں جاتے تو پاکٹ ریکارڈر کے ذریعے ان کی آواز بھی ریکارڈ ے آتے تھے۔ ایسے ہی ایک آلۂ کار نے جب ایک ریکارڈ کی آواز سنائی تو میجر برائٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا "میں اس آواز وں میں پہچان سکتا ہوں۔ یہ جنرل ڈیکورا بول رہا ہے۔"

ہمزاد ہارڈی کو امید کی کرن نظر آئی۔ اس نے آواز ریکارڈ کرنے والے ار سے پوچھا "ٹونی، یہ آواز تم نے کیسے ریکارڈ کی؟"

"ہاں، میں نے ایک شخص سے دوستی کی جو ایک ایسی تنظیم میں کام کر رہا جسے قائم ہوئے ابھی پورا ایک سال بھی نہیں گزرا۔ میں نے جس سے دوستی وہ بہت پیتا ہے اور عورتوں کا رسیا ہے۔ میں نے اسے خوب پلائی، خوب کھلایا اور اس بات پر آمادہ کر لیا کہ آئندہ جب بھی ٹیلیفون یا ٹرانسمیٹر کے ذریعے اس کی آواز سنے تو جیب میں ریکارڈر رکھے اور اسے ریکارڈ کرے۔ اس نے یہ آواز آج ہی ریکارڈ کی ہے۔ میں فوراً آپ کے پاس لے آیا۔ مجھے خوشی ہے کہ میری کوشش کامیاب رہی۔"

ہمزاد ہارڈی نے حکم دیا "تم میں سے جتنے لوگ جنرل ڈیکورا کی تنظیم میں شامل ہو سکتے ہو، ہو جاؤ اور اندر ہی اندر سرنگ بناتے رہو۔ اس سلسلے میں کوئی جلد بازی نہ کرو۔ کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔ یہ ایسا منصوبہ ہے جس میں کسی کی غلطی برداشت نہیں کی جائے گی۔ فوراً گولی مار دی جائے گی لہٰذا جنرل ڈیکورا کی تنظیم میں شامل ہونے کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کرو جو صبر و تحمل اور ذہانت سے کام لیتے ہیں۔"

اس نے میجر برائٹ کو رُکنے کے لیے کہا۔ باقی تمام لوگوں کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ وہ سب جانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد میجر برائٹ نے اپنے آس پاس دیکھا۔ پھر خود کو تنہا پا کر بولا "معلوم ہوتا ہے آج میری خاص ضرورت پڑ گئی ہے۔"

ہمزاد ہارڈی نے کہا "میری تابعداری کرنے والے مجھے باس کہتے ہیں یا سر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ تم نے آج تک ایسا اندازِ تخاطب اختیار نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہے خود کو ابھی تک ہم سے برتر سمجھتے ہو یا برابر۔"

"میں ایک فوجی افسر رہ چکا ہوں۔ ہمیشہ سینہ تان کر چلتا ہوں۔ کسی کے سامنے جھکنا نہیں جانتا۔ پھر یہ کہ میں نے اپنی ایک تنظیم بنانے کی کوشش کی تھی۔ تقدیر نے ساتھ نہیں دیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمھارے سامنے جھک جاؤں۔ میں تم میں سے کسی سے بھی کم نہیں ہوں۔"

تم یہ ثابت کر دو کہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہو تو ہم تمھیں اپنے برابر بٹھائیں گے۔ پھر ہمارے درمیان کوئی کمتر اور برتر نہیں ہوگا۔"

"میں کام کا آدمی ہوں۔ اگر وہ مشین تم لوگوں کو حاصل ہو جائے گی تو میں تمھارے لیے بہت اہمیت اختیار کر جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے اس میں کوئی خرابی پیدا ہو یا اسے آپریٹ کرنے میں کوئی دشواری ہو کوئی ایسی گڑبڑ ہو جائے جسے میں ہی سمجھ سکتا ہوں اور میں ہی اسے دور کر سکوں گا۔"

"میں مانتا ہوں لیکن تم ہمارے لیے اس سے بھی زیادہ کر سکتے ہو۔"

"پہیلیاں بجھوانے کی کیا ضرورت ہے۔ صاف اور سیدھی بات ہونا چاہیے۔"

"تمھارے پاس اس مشین کا نقشہ تھا، اس کی پوری تفصیلات بھی تھیں۔ پھر تم نے اس مشین کو کئی بار کھولا اور جوڑا تھا۔ کیا پھر ایک بار نئی مشین تیار نہیں کر سکتے؟"

یہ اہم سوال تھا۔ میجر برائٹ بہت تجربہ کار ماہر تھا۔ کیسی ہی پیچیدہ مشین ہو، اسے ایک بار دیکھ کر سمجھ لیا کرتا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ تو وہ کئی بار کھیل چکا تھا۔ اسے اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو ایک نئی مشین تیار کر سکتا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا "اگر میرے لیے یہ آسان ہوتا تو کیا اب تک جنرل ڈیکورا کو تلاش کرتا؟"

"دشواری کیا ہے؟"

"میں نے مشین کے ساتھ اس کا نقشہ اور اس کی تفصیلات بھی پلاسٹک کے تھیلے میں رکھ کر قبر میں چھپائی تھیں۔ جنرل ڈیکورا مشین کے ساتھ وہ کاغذات لے گیا ہے۔"

"میجر برائٹ! تم باتیں بنا رہے ہو۔ اس مشین کو اتنی بار کھول چکے ہو اور جوڑ چکے ہو، اس کی نقلیں بھی بناتے رہے ہو اور اصل بھی بنایا ہے، کیا وہ نقشہ تمھارے ذہن میں نقش نہیں ہو گیا؟"

"مسٹر گمنام! وہ ٹرانسفارمر مشین کچھ اتنی پیچیدہ ہے کہ تم وہ نقشہ دیکھ لو تو تمھارا سر چکرا کر رہ جائے۔ میں نے ایک اصل مشین بنائی، باقی پانچ نقل بنائیں۔ اصل اور نقل کا نقشہ میرے دماغ میں گڈمڈ ہو گیا ہے۔ پھر اتنی پیچیدگی ہے کہ شاید میں دوبارہ اس کا نقشہ تیار نہ کر سکوں۔"

"میجر برائٹ! تم نے لفظ 'شاید' استعمال کیا ہے۔ اس سے اُمید بندھ رہی ہے، اگر کوشش کرو تو کامیاب ہو سکتے ہو۔ آخر کوشش کرنے میں حرج کیا ہے، ہم تمھارے لیے تمام آسائشیں مہیا کریں گے۔ تم ملک کے جس حصے میں چاہو گے، وہاں تمھاری عمدہ رہائش کا انتظام ہوگا۔ تمھاری ہر جائز و ناجائز ضرورت پوری کی جائے گی۔ مشین کے سلسلے میں بھی جو ضرورت ہوگی، ہم پوری کرتے رہیں گے۔ تمھیں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دیں گے۔"

میجر برائٹ نے ایک گہری سانس لی۔ پھر کہا "اس طرح آپ مجھے ایک گوشے میں بٹھا دینا چاہتے ہیں جبکہ میں جنرل ڈیکورا تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"اسے ہم ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"جب ڈھونڈ نکالو گے تو دوسری مشین تیار کرنے کی دردسری کیوں

مول لینا چاہتے ہو پہلے وہ مشین ہمارے ہاتھ آنے دو۔"
ہمزاد ہارڈی نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ہاتھ آنے دو کا مطلب کیا ہوا؟ کیا وہ مشین تمہارے بھی ہاتھ لگے گی؟ میجر برائٹ! اس خیال کو ہمیشہ کے لیے دل اور دماغ سے نکال دو۔ اس مشین تک ہمارے سوا کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ تمھیں کسی گوشے میں بٹھا کر ایک مشین تیار کروانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ تم اس معاملے سے دور رہو اور ایک نئی مشین تیار کرنے میں مصروف ہو جاؤ۔ میں تمھیں زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کا وقت دوں گا۔ اگر تم نے وہ مشین تیار کر لی تو اپنی طبعی عمر تک زندہ رہو گے اور عیش کرتے رہو گے ورنہ تمھاری زندگی صرف ایک ماہ کی ہو گی۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "یہ ظلم ہے، زیادتی ہے۔ مجھ سے زبردستی کام نہیں لیا جا سکتا۔ میں تمھارا کام نہیں کروں گا۔ میں تمھارا تابعدار نہیں ہوں، تم مجھے سمجھتے کیا ہو؟"

وہ غصے سے چیخ رہا تھا مگر اسے جواب نہیں مل رہا تھا۔ تب اسے احساس ہوا وہ بہت دیر سے ہذیانی انداز میں چیخ رہا ہے اور جواب دینے والا کوئی نہیں ہے۔ شاید وہ جا چکا ہے اور اس اعتماد سے آزاد چھوڑ کر گیا ہے کہ وہ نافرمانی نہیں کر سکے گا۔ غداری کرے گا تو اسے میجر برائٹ کے حوالے سے قانون کے حوالے کر دیا جائے گا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر آہستہ آہستہ بیٹھنے لگا، جیسے کسی گمنام شخص کی بچھائی ہوئی دلدل میں دھنستا جا رہا ہو۔

طیارہ ہزاروں فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہا تھا۔ میں کھڑکی کے باہر بادلوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایئر ہوسٹس کی سریلی آواز نے پوچھا۔ "آپ کیا پینا پسند کریں گے؟"

میں نے سر گھما کر دیکھا، وہ ایک ٹرالی پر شراب کی بوتلیں اور ٹھنڈے مشروبات لے کر آئی تھی۔ طیارے پر سفر کرنے والے بیشتر کوک اور سیون اپ پی رہے تھے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔ "بچوں کے ساتھ بچہ بننے کو جی چاہتا ہے۔ ایک کوک پلا دو۔"

اس نے کوکا کولا کا ایک ٹن میرے حوالے کر دیا۔ اس طیارے کے تمام مسافر تقریباً مغربی ممالک سے ہی تعلق رکھتے تھے، اس لیے سبھی شراب پینے والے تھے۔ کتنے ہی منچلے ایسے تھے جو اپنی محبوباؤں کو آغوش میں لیے ہوئے تھے۔ وہاں کوئی اعتراض کرنے والا نہیں تھا کیونکہ ان کی تہذیب یہی تھی۔

اس طیارے میں مادام کرینا بھی سفر کر رہی تھی۔ وہ آئرن ہارڈی اور مورینا کے ساتھ نہیں جا سکی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا، مادام کرینا کون ہے۔ میں آئرن ہارڈی اور اس کے ہمزاد کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتا تھا بلکہ سپر ماسٹر، جنرل ڈیکورا، کرنل جم اور میجر برائٹ کے درمیان جو کھیل تماشے ہو چکے تھے، ان سے بھی بے خبر تھا۔

طیارے میں مادام کرینا پر نظر پڑی ہو گی لیکن میں نے توجہ نہیں دی اور نہ ہی اس کے خیالات پڑھے۔ دن رات کتنی ہی حسین عورتیں نگاہوں کے سامنے سے گزرتی ہیں۔ میں سب کے خیالات پڑھ نہیں سکتا۔ قدرت اگر ہمارا ساتھ دیتی ہے، کسی نہ کسی کو ہم سے یوں ٹکرا دیتی ہے کہ اس سے سلسلہ جوڑتے جوڑتے ہم اصل دشمن تک پہنچ جاتے ہیں۔

اس بار بھی قدرت کو منظور ہوتا تو میں کسی نہ کسی بہانے مادام کرینا تک پہنچ جاتا۔ اس کی آواز سنتا، اس کے دماغ میں پہنچتا، تمام حالات معلوم کرتا، پھر مشین تک نہ سہی مورینا تک پہنچنا آسان ہو جاتا لیکن قدرت کو یہ منظور نہیں تھا۔ ہم نیویارک تک ہم سفر رہے اور اجنبی رہے پھر ہمارے راستے جدا ہو گئے۔ حالانکہ منزل ایک ہی تھی۔ ہم دونوں ہی کینساس سٹی جا رہے تھے۔ مجھے وہاں تک جانے کے لیے ماسک مین کی طرف سے ایک ہیلی کاپٹر مل گیا تھا۔

میں نے راستے میں خیال خوانی کے ذریعے کنگ فرنانڈو سے رابطہ کیا۔ اس نے کہا۔ "بھئی، میں بے چینی سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔ کب پہنچ رہے ہو؟ مجھے تو تم نے ہیلی کاپٹر بھیجنے سے بھی منع کر دیا تھا۔"

"تمھاری بھلائی کے لیے منع کیا تھا ورنہ انٹیلی جنس والے پیچھے پڑ جائیں گے اور مجھے بھی تاڑنا شروع کر دیں گے۔"

"تم کہاں ہو؟"

"ہیلی کاپٹر میں ہوں۔ تمھارے پاس آ رہا ہوں۔ تمھاری خفیہ رہائش گاہ کا پتا اچھی طرح یاد ہے۔ میں موقع دیکھ کر کسی طرح چھپ چھپا کر تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا مگر ذرا صبر سے انتظار کرو۔"

میں کینساس سٹی پہنچ کر فوراً ہی فرنانڈو تک نہ پہنچ سکا۔ پہلے ایک ہوٹل میں قیام کیا، پھر تفریح کے خیال سے نکل گیا تاکہ معلوم ہو سکے، میری نگرانی ہو رہی ہے یا نہیں؟

کئی گھنٹوں کی آوارہ گردی کے بعد یقین ہو گیا، کوئی میرا تعاقب نہیں کر رہا تھا۔ میں چپکے سے فرنانڈو کے پاس آ گیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی دوڑتا ہوا آیا، پھر گلے سے لگ گیا۔ "یار، تم اتنے عرصے کے لیے نہ جایا کرو، اسی لیے میں شادی نہیں کرتا۔"

میں نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم نے مجھ سے شادی کی ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل جب میں کسی کو چاہتا ہوں تو بہت ٹوٹ کر چاہنے لگتا ہوں۔ پھر اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے زندگی میں صرف دو ہستیوں سے محبت کی ہے۔ ایک میری بھتیجی ہے جس کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ دوسرے تم ہو۔ بھتیجی سے تو اس کے ہاسٹل میں جا کر ملاقات کر لیتا ہوں لیکن تمھیں کہاں ڈھونڈتا پھروں گا۔ بیوی ہوتی تو مجھے چھوڑ کر چلی جاتی۔ میں اس کا تعاقب کرتا رہتا۔ وہ میری نظروں میں رہتی لیکن تمھارا تعاقب کیسے کروں۔ تم جاتے ہو تو ڈھونڈنے سے خواب میں بھی نہیں ملتے۔"

میں نے اس کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ "محبت کرو مگر جذبات میں ڈوب کر نہ کرو۔ بعد میں بہت دکھ ہوتا ہے۔"

پھر ہم ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ اس نے پوچھا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟

"معاملہ بڑا گمبھیر ہے۔ مورینا ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ میں یقین کے ساتھ آیا ہوں کہ اسے اغوا کر کے یہیں لایا گیا ہو گا۔"

"اسے کیسے ڈھونڈو گے؟"

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا جو جو کینساس سٹی کے آس پاس کسی خفیہ تہ خانے میں لایا گیا تھا۔ اس مشین سے تعلق رکھنے والے مجرم یہیں نزدیک یا دور کے علاقوں میں ہوں گے مگر اسی ریاست میں ہوں گے۔"

میں اندازہ کر رہا تھا مگر یہ بات درست تھی۔ میری لاعلمی میں آئرن ہارڈی بڑی تیزی سے جنرل ڈیکورا تک پہنچنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ جب وہ مورینا کو لے کر یہاں پہنچا تو یہ خوشخبری ملی کہ اس کے آدمی جنرل ڈیکورا تک پہنچ گئے ہیں بلکہ اس کی تنظیم میں بھی شامل ہو گئے ہیں۔

آئرن ہارڈی نے اپنے ہمزاد سے کہا۔ "جب ڈیکورا کا کیسٹ مل گیا ہے تو پھر پریشانی کی کیا بات ہے۔ ہماری مورینا اس کی آواز سنے گی اور خیال خوانی کے ذریعے دماغ میں پہنچ جائے گی۔ وہ کیسٹ فوراً لاؤ، اسے سناؤ۔"

مورینا بست عوش تھی۔ آئرن ہارڈی کے ساتھ لگی رہتی تھی۔ اب غلام باقی یاد نہیں آتا تھا۔ اس کے سامنے ایک کیسٹ ریکارڈر رکھا گیا پھر وہی کیسٹ اس میں رکھ کر آن کیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جنرل ڈیکورا کی آواز سنائی دینے لگی۔ جنرل ڈیکورا کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ روپوش رہ کر اپنے ماتحتوں کو اپنی اصلی آواز میں احکامات سنایا کرتا تھا اور موجودہ روپ میں آزادانہ زندگی گزارنے کے لیے آواز اور لہجہ بدل کر بولتا تھا۔ اس وقت کیسٹ سے جو آواز آ رہی تھی، وہ اس کی اپنی تھی، اپنا لہجہ تھا۔ مورینا تھوڑی دیر تک سنتی رہی پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس آواز اور لب و لہجے کو گرفت میں لیتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے اس کے دماغ میں جیسے ہی پہنچی، اس نے سانس روک لی۔

وہ آنکھ کھول کر آئرن ہارڈی کو دیکھنے لگی۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

وہ بولی۔ "میں وہاں تک پہنچ رہی تھی مگر اس نے سانس روک لی۔"

آئرن ہارڈی نے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میجر برائٹ نے تنویمی عمل کے دوران جو بیان دیا تھا، اس کے مطابق سپر ماسٹر، کرنل جم اور جنرل ڈیکورا کے دماغوں میں صلاحیتیں عارضی طور پر منتقل کی گئی تھیں۔ بہرام گنگولی کی یہ سانس روکنے والی صلاحیت اور اس کے حساس دماغ کی خوبیاں جنرل ڈیکورا کے دماغ میں ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں تھیں۔ پھر جنرل ابھی تک کس طرح سانس روک لیتا ہے؟"

اس کا ہمزاد اسکرین پر نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ وہ فوج میں جنرل رہ چکا ہے۔ آج بھی حیرت انگیز طور پر صحت مند ہے۔ ہو سکتا ہے، سانس روکنے کی مشقیں کر رہا ہو۔"

آئرن ہارڈی نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ سانس روکنے کی مشق نہیں کر رہا ہے تو کسی تنویمی عمل کے ذریعے اپنے دماغ کو حساس بنا لیا ہو گا۔ آج کے دور میں کوئی بات ناممکن نہیں رہی۔"

اس کے ہمزاد نے کہا۔ "میری جان! مورینا کی خیال خوانی نے جنرل ڈیکورا کو چونکا دیا ہو گا۔ ذرا اس نکتے کو یاد رکھنا۔"

جنرل ڈیکورا چونک گیا تھا۔ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا۔ "یہ آج اتنے عرصے بعد کون میرے دماغ میں آنا چاہتا ہے۔"

پھر اس نے خود ہی جواباً سوچا۔ "فرہاد، رسونتی یا ثنیا ہو سکتے ہیں یا پھر کوئی خطرناک تنظیم ہے۔ کوئی سپر پاور ہے جس نے کسی خیال خوانی کرنے والے کو قابو میں کر لیا ہے۔ اب اسے مشین کی ضرورت ہے اور اس نے کسی طرح میرا سراغ لگا لیا ہے۔ مجھے فوراً یہ جگہ چھوڑ دینا چاہیے۔"

وہ بُری طرح گھبرا گیا تھا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی کہ خطرہ آس پاس منڈلا رہا ہے۔ اس نے جلدی جلدی ضروری سامان اٹیچی میں رکھا۔ ایک ریوالور کو لوڈ کیا۔ اسے جیب میں رکھا۔ پھر ایک انگوٹھی پہنی۔ اس نے خاص طور پر یہ انگوٹھی بنوائی تھی۔ اس کے اوپری حصے کا ڈیزائن ایسا تھا جیسے کوئی بند کلی ہو۔ نیچے ایک ننھا سا بٹن تھا۔ وہ دوسری انگلی کے ناخن سے اس بٹن کو دباتا تو اوپر والے حصے سے ایک سوئی نکل آتی پھر وہ جس کے بدن میں چبھتی اس کی تمام رگوں میں زہر پھیلا دیتی۔ اسے مشکل سے دو چار سانس لینے کا بھی موقع نہ دیتی۔ اس نے اوپری جیب میں ایک قلم رکھا۔ وہ قلم بھی اسی قسم کا تھا۔ اس میں ایک ایسا بٹن تھا جسے دباتے ہی ایک زہریلی سوئی نکل کر اپنے ٹارگٹ تک پہنچتی تھی۔

وہ اسی قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر وہاں سے نکلا۔ کوٹھی کے تمام دروازوں کو لاک کیا۔ پھر گاڑی میں بیٹھ کر دوسری رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ جگہ بدلنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر انجانے دشمن اسے موجودہ رہائش گاہ میں گھیرتے اور وہ مارا جاتا تو اسٹور روم کی کھدائی کے بعد وہ مشین ضرور

بر آمد ہوتی۔

وہ کسی دوسری جگہ جاکر دشمنوں سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا اور اس امید پر زندہ رہنا چاہتا تھا کہ ایک دن کوئی خیال خوانی کرنے والی ہستی ہاتھ آئے گی تو ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کرلے گا اور اگر ایسا نہ ہوا اور وہ مرگیا تو اس رہائش گاہ تک کوئی پہنچ نہیں سکے گا۔ اگر پہنچے گا یا اس کی موت کے بعد کوئی اسے خریدے گا تو یہ کبھی نہیں جان سکے گا کہ اسٹور روم کے فرش کے نیچے کیا ہے۔

وہ شہر سے باہر تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے کاٹیج میں آیا۔ اس کاٹیج کے آس پاس خوبصورت سا باغیچہ تھا۔ پیچھے ایک بڑا سا اندھا کنواں تھا۔ ایک پرانے زمانے کی پن چکی تھی۔ ہوا کے بہاؤ پر پنکھے کی طرح اس کے دو بلیڈ گھومتے رہتے تھے۔ امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک میں ان چیزوں کا اب تصور نہیں کیا جاتا لیکن یہ چیزیں پرانے زمانے کی یادگار کے طور پر یونہی چھوڑ دی گئی تھیں۔

اس نے کاٹیج میں اپنا سامان رکھا۔ شام ہو رہی تھی۔ پینے کو جی چاہ رہا تھا لیکن وہاں چاروں طرف اداسی اور ویرانی تھی۔ دور دور تک نظریں دوڑاؤ تو کوئی ایک آدھ آدمی دکھائی دیتا تھا۔ شہر میں رہنے کا عادی تھا۔ اس نے پھر کار کی اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی، اسے اسٹارٹ کیا اور شہر کی طرف چل پڑا۔ اُدھر میجر برائٹ نے اپنے چہرے پر عارضی میک اپ کرلیا تھا۔ وہ آئرن ہارڈی اور اس کے آدمیوں کی نظروں میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اگر ان کا تابعدار بن کر رہے گا تو وہ اسے کہیں لے جاکر قید کردیں گے اور مشین کا نقشہ بنانے پر مجبور کرتے رہیں گے۔ یوں بھی انھوں نے ایک ماہ کا وقت دیا تھا۔ اگر وہ مشین تیار نہ کرتا تو یقیناً مار ڈالا جاتا۔ فوری طور پر کسی پلاسٹک سرجری والے کا انتظام نہیں ہوا تھا، اس لیے اس نے عارضی طور پر خود کو میک اپ کے ذریعے چھپا لیا تھا۔

ریکریشن کلب میں بڑے بڑے ڈاکٹر اور انجینئر وغیرہ شامیں گزارنے آتے تھے۔ وہ اسی ارادے سے آیا کہ شاید وہاں کوئی پلاسٹک سرجری کا ماہر نظر آجائے تو اس سے دوستی ہوسکے اور پھر ایک بار اپنا چہرہ تبدیل کرنے کے لیے کوئی ٹھوس منصوبہ بنایا جاسکے۔

اس نے پارکنگ ایریا میں جاکر اپنی کار روکی۔ انجن کو بند کیا پھر دروازہ کھول کر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ ٹھٹک گیا۔ اس کے قریب ایک اور کار آکر رُکی تھی، اس میں سے ایک شخص نکل رہا تھا۔ اس کے قد اور جسامت کو دیکھ کر یکبارگی ایسا لگا جیسے جنرل ڈیکورا کو دیکھ رہا ہو لیکن وہ صورت شکل سے کوئی اور تھا۔ میجر برائٹ اپنی کار میں بیٹھا رہا۔ اسے جاتے دیکھتا رہا اور اسے دیکھ دیکھ کر دل دھڑکتا رہا۔ وہ بہت بڑے فوجی افسر کے سے انداز میں چل رہا تھا۔

میجر برائٹ نے دروازے کو بند کیا۔ جیب سے ٹرانسمیٹر کو

نکالا۔ پھر اپنے دستِ راست سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا "ہماری منزل نظر آرہی ہے۔ تم لوگ بہت دنوں سے بے کار بیٹھے ہو۔ فوراً اپنی اپنی گاڑیوں میں نکل پڑو۔ ریکریشن کلب کی طرف آؤ۔ ایک کار کا نمبر اور اس کا رنگ، اس کا ماڈل نوٹ کرو۔ وہ کار جہاں بھی جائے گی، اس کے آگے پیچھے دور تک چلتے رہو تاکہ اسے تعاقب کا شبہ نہ ہو۔ میں پھر رابطہ قائم کروں گا۔"

اس نے کار کا نمبر، رنگ اور ماڈل بتایا۔ پھر ٹرانسمیٹر کو آف کردیا۔ اسے ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ کر کار اسٹارٹ کی۔ اسے اطمینان سے ڈرائیو کرتا ہوا کلب کے احاطے سے نکلا۔ دس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد ایک بہت بڑے ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے رک گیا۔ کار سے اتر کر اندر گیا۔ وہاں اس نے ایک ٹائم پیس خریدا۔ پوری طرح اس کی چابی بھر کر ذرا دور رکھتے ہوئے اسے سنا۔ ٹک ٹک ٹک ٹک کی آواز مسلسل آرہی تھی۔ وہ اسے لے کر پھر اسی کلب کے احاطے میں واپس آیا۔ گاڑی کو ٹھیک اسی جگہ پارک کیا۔ اپنی کار سے نکل کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پارکنگ ایریا میں صرف گاڑیوں والے آتے تھے پھر اپنی گاڑیاں کھڑی کرکے چلے جاتے تھے۔

وہ ٹہلتا ہوا جنرل ڈیکورا کی کار کے پاس آیا۔ کوئی اسے دیکھنے والا نہیں تھا۔ اس نے جلدی سے بونٹ کو اٹھایا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ٹائم پیس تھا، اس نے جھک کر اس ٹائم پیس کو انجن کے پاس رکھ دیا پھر بونٹ کو گرادیا۔ ایک قدم پیچھے ہٹ کر کان لگا کر سننے لگا۔ ٹک ٹک کی آواز نہیں آرہی تھی۔ وہ مطمئن ہوکر کلب کے اندر آگیا۔ دروازے پر کھڑے ہوکر دور تک نظریں دوڑائیں۔ جنرل ڈیکورا ایک میز پر کسی عورت کے ساتھ تھا۔ اس کے ساتھ ہنستے بولتے ہوئے پی رہا تھا۔ کتنے ہی جوڑے آرکسٹرا کی دھن پر ڈانس کر رہے تھے۔ اس نے سوچا، اگر یہاں بیٹھ کر پیے گا تو جنرل ڈیکورا کسی وقت بھی اُٹھے گا اور ڈانس کرنے والوں کی بھیڑ سے گزرتا جائے گا تو نظر نہیں آئے گا۔

اس نے ایک بوتل خریدلی۔ اسے لے کر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ اسے کھول کر منہ سے لگایا۔ دو چار گھونٹ پیے۔ پھر ایک طرف رکھ کر اپنی جیب سے ریوالور کو نکالا۔ اس کے چیمبر کو چیک کیا پھر واپس جیب میں رکھ لیا۔ پھر اس نے دو چار گھونٹ پیے۔ بوتل کو ایک طرف رکھ کر ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ اپنے دستِ راست کی مصروفیات کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اس نے کہا "اپنے آدمیوں سے کہہ دینا اس گاڑی کا صرف تعاقب کریں اور یہ دیکھیں کہ کہاں جاتی ہے اور کہاں رکتی ہے۔ اس کے بعد تم لوگ آگے نکل جاؤ گے، گاڑی والے کو نہیں چھیڑو گے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر رکھ دیا۔ پھر پینے لگا۔ اِدھر یہ پی رہا تھا۔ اُدھر کلب کے اندر

نے والی تھی۔ ہتھیار ہاتھ میں لے کر لڑنے سے پہلے وہ اپنی اپنی بوتل لڑ رہے تھے۔ یا تو نشہ انھیں پٹخ دیتا یا وہ بوتل کو خالی کرکے پھینک دیتے۔ ویسے دونوں میں فرق یہ تھا کہ میجر برائٹ بہت ہی اضطراب میں مبتلا تھا۔ بے چینی سے بار بار کلب کے دروازے کی طرف دیکھتا اور اُسے دل ہی دل میں گالیاں دیتا تھا۔ پتا نہیں وہ کب آئے گا اور کب اپنے ٹھکانے تک اسے پہنچائے گا۔ اس کے برعکس جنرل ڈیکورا نہایت اطمینان سے ایک حسین عورت کے ساتھ پینے میں مصروف تھا۔ اسے خبر تھی، باہر نکلنے کے بعد اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ انسان کو پہلے سے موت کی خبر نہیں ہوتی۔ وہ جنرل ڈیکورا کی طرح تھوڑی دیر تک ہی سہی، بے فکری سے عیش تو کرلیتا ہے۔

آخر دو گھنٹے بعد وہ باہر نکلا۔ میجر برائٹ نے اسے دیکھتے ہی اپنی کار کا دروازہ بند کیا۔ بوتل بھی بند کی۔ اسے ایک طرف سیٹ پر پھینکا۔ پھر کار اسٹارٹ کرکے آہستہ آہستہ پارکنگ ایریا سے نکالنے لگا۔ اُدھر جنرل ڈیکورا جھومتا ہوا اپنی کار کی طرف جارہا تھا۔ وہ اپنی کار کے پاس پہنچ کر رک گیا۔ جیب سے چابی نکالنے لگا۔ پھر چابی سے دروازہ کھولنے کے لیے جھکا تو ایک دم سے چونک گیا۔ کان لگا کر سننے لگا۔ جلدی سے آگے بڑھ کر بونٹ کے پاس گیا۔ پھر اس سے کان لگا کر سنتے ہی وہاں سے چیختے ہوئے بھاگنے لگا "بھاگو، بھاگو، پارکنگ ایریا سے دور بھاگو۔ کسی نے میری کار میں ٹائم بم رکھ دیا ہے۔"

میجر برائٹ مسکرانے لگا۔ اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ وہ جنرل ڈیکورا ہے جو دور کی آوازیں بھی سن لیتا ہے۔ ایک عام آدمی اس ٹک ٹک کو کبھی نہ سن پاتا جو کار کے انجن کے پاس سے آرہی تھی اور بونٹ گرا ہوا تھا۔ ایسے میں آواز باہر نہیں آرہی تھی لیکن ڈیکورا نے سن لی تھی۔

کلب کے باہر ہنگامہ برپا ہوگیا تھا۔ سب اِدھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ پولیس والے پہنچ گئے تھے لیکن کسی میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ جنرل ڈیکورا کی کار کے قریب جاتا۔ پولیس والوں نے سامنے والے مین روڈ کو بھی بند کردیا تھا کیونکہ دھماکا ہوتا تو سامنے والی سڑک تک اس کا اثر ہوسکتا تھا۔ سب دہشت میں مبتلا تھے اور بہت دور تک چلے گئے تھے۔ آدھا گھنٹا گزر گیا، کچھ نہیں ہوا۔ پھر اور آدھا گھنٹا گزر گیا تو ایک پولیس والے نے حوصلے سے کام لیا، دوڑتا ہوا گیا۔ پھر بونٹ کو کھول کر دیکھا تو اسے ایک ٹائم پیس نظر آیا۔ اس نے اٹھا لیا۔ الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر ہاتھ اٹھا کر بولا "یہ تو ایک معمولی گھڑی ہے۔ کسی نے شرارت کی ہے۔"

میجر برائٹ کار ڈرائیو کرتا ہوا مین روڈ پر آگیا تھا۔ سڑک کے کنارے رک کر جنرل ڈیکورا کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی کار احاطے سے نکلی۔ پھر سڑک پر دوڑتی ہوئی اس کے قریب سے گزرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ وہ بڑے اطمینان سے اس کے پیچھے

چلانے لگا۔ یہ فکر نہیں تھی کہ وہ آگے جاکر کہیں گم ہوجائے گا۔ ٹرانسمیٹر کے ذریعے اسے اطلاع مل رہی تھی۔ اس کا دستِ راست بڑی کامیابی سے اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔

پھر اسے اطلاع ملی کہ جنرل شہر سے باہر ایک چھوٹے سے بنگلے کے احاطے میں داخل ہوگیا ہے۔ اس کا تعاقب کرنے والا بنگلے سے بہت دور آگے جاکر رک گیا تھا۔ میجر برائٹ کو گائیڈ کرتا جارہا تھا۔ آخر میجر نے اس بنگلے کے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی۔ وہاں سے پیدل بنگلے کے احاطے تک آیا۔ بڑا سا مین گیٹ بند تھا۔ وہ وہاں سے چلتا ہوا دوسری طرف گیا۔ پھر ایک جگہ احاطے کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گیا۔

میجر سے یہی ایک غلطی ہوگئی۔ دو گھنٹے پہلے اس نے جنرل کی کار میں ٹائم پیس رکھا تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ دور کی آواز سن لیتا ہے لیکن احاطے کی دیوار سے کودتے وقت بھول گیا کہ دھپ کی آواز جنرل کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔ اچانک کاٹیج کے اندر سے گرج دار آواز سنائی دی "ہو از دیئر۔ خبردار! ذرا بھی حرکت ہوئی تو گولی ماردوں گا۔ جلدی بتاؤ، کون ہو تم؟"

میجر کودنے کے بعد جہاں پہنچا تھا وہیں زمین پر دبک کر رہ گیا۔ منزل تک پہنچنے کی خوشی میں ایک حماقت کر بیٹھا تھا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے بڑی آہستگی سے رینگتے ہوئے جگہ بدل رہا تھا۔ دوسری طرف جنرل برآمدے

میں رینگتا ہوا آگیا تھا اور فرش سے کان لگا کر سُن رہا تھا۔ واقعی اس کے سُننے کی حس حیرت انگیز تھی۔ اس نے اندازہ کر لیا کہ احاطے کی دیوار کے پاس کوئی زمین پر رینگ رہا ہے۔ اس نے کروٹ لی فرش پر اوندھا ہوا پھر اسٹین گن سے تڑا تڑ فائرنگ شروع کر دی لیکن جتنی دیر میں وہ کروٹ لے کر اوندھا ہوتا اتنی دیر میں میجر زمین سے اٹھ کر دوڑتا ہوا کاٹیج کے پیچھے جا رہا تھا۔ اگر وہ ذرا بھی دیر کرتا تو جنرل کی گولیوں سے کبھی بچ نہ پاتا۔

جنرل اٹھ کر تیزی سے کاٹیج کے اندر گیا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا پچھلے دروازے پر آیا۔ اُس کا دشمن بھاگتا ہوا اندھے کنوئیں کی منڈیر کے پیچھے چلا گیا تھا۔ تاریکی میں ایک دوسرے کو دیکھا نہیں جا سکتا تھا صرف آواز یا آہٹوں سے سمت پہچانی جا سکتی تھی۔ جنرل زمین پر لیٹ کر رینگتے ہوئے اندھے کنوئیں کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت میجر نے کہا۔ "یہ میری بدنصیبی ہے کہ میں تمہاری آہٹ بھی نہیں سُن سکتا۔ تم میری آواز سُن کر پہچان سکتے ہو تو پہچان لو۔ ہم کبھی بہترین دوست تھے۔ مشین نے ہمیں دشمن بنا دیا۔ اگر تم چاہو تو ہم پھر دوست بن سکتے ہیں۔"

جنرل ڈیکورا نادان نہیں تھا۔ اگر اس کی بات کا جواب دیتا تو جواب میں سنسناتی ہوئی گولیاں آتیں۔ وہ رینگتا ہوا کنوئیں کی منڈیر کے پاس آگیا۔ اُسے منڈیر کے دوسری طرف آہٹ سُنائی دی۔ اُس نے آہٹ کی سمت تڑا تڑ فائرنگ کی۔ پھر کہا۔ "میجر! یُو چیٹ! تم نے مجھے جعلی مشین دی تھی۔ آدمی ایک ہی آزمائش میں پہچانا جاتا ہے۔ تم دوست نہیں، سانپ ہو اور سانپ کو کبھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن میجر نے آواز کی سمت فائرنگ شروع کر دی۔ رات کے سناٹے میں دور تک فائرنگ کی آواز جا رہی ہوگی۔ کسی وقت بھی قانون کے محافظ وہاں پہنچ سکتے تھے۔ اُن دونوں کو اپنی زندگی اور موت کا فیصلہ جلد ہی کرنا تھا۔ دونوں کو فائرنگ سے بچنے کے لیے کنوئیں کی منڈیر مل گئی تھی۔ اسی لیے دونوں کے حملے ایک دوسرے پر ناکام ہو رہے تھے۔

کچھ دیر تک گہری خاموشی رہی۔ میجر برائٹ دم سادھے بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی پوزیشن نہیں بدل سکتا تھا۔ جنرل ڈیکورا بھی سمجھ رہا تھا کہ دشمن قریب ہے۔ اگر پوزیشن بدلنے کی آہٹ ہوگی تو دوسری طرف سے گولی چلے گی۔ ویسے وہ ساری رات تو بیٹھے نہیں رہ سکتے تھے۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ آخر میجر برائٹ نے قریب پڑے ہوئے ایک پتھر کو اُٹھایا پھر اُسے منڈیر کے دائیں طرف پھینکا۔ گہری خاموشی میں اس پتھر نے دھماکے کی آواز پیدا کی۔ اس کے ساتھ ہی تڑا تڑ فائرنگ کی آواز گونجنے لگی۔ دوسری طرف سے بھی ٹھائیں ٹھائیں گولیاں چل رہی تھیں۔ پھر ایک چیخ سنائی دی۔ منڈیر پر ایک اوندھے منہ گرا۔ اس کے بعد اُلٹ کر کنوئیں کی اندھی گہرائی میں چلا گیا۔ مگر وہ کون گیا؟

موت کے اس اندھے کنوئیں میں جانے والا میجر برائٹ تھا۔

اور اسے ہی مرنا چاہیے تھا۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ایک غلطی کر چکا تھا۔ یہ اچھی طرح جانتے ہوئے کہ جنرل ڈیکورا نیم تاریکی میں دور تک دیکھ کر کسی کو پہچان سکتا ہے۔ زمین سے کان لگا کر بتا سکتا ہے کہ ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک یا ایک سے زیادہ لوگ گزر رہے ہیں۔ کسی شخص کو یا کسی چیز کو چھو کر اس کا درجۂ حرارت بتا دیتا تھا۔ کسی چیز کو چکھ کر اس کے مُضر اثرات کا اندازہ کر لیتا تھا اور دور سے سونگھ کر بتا دیتا تھا کہ انسان آرہا ہے، جانور آرہا ہے یا کوئی گاڑی۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے یہ ساری خوبیاں میجر برائٹ میں بھی منتقل ہو گئی تھیں لیکن آدمی اسی لیے طبعی عمر سے پہلے مرتا ہے کہ وہ غلطی کرتا ہے۔

اس نے جنرل ڈیکورا کو بے نقاب کرنے کے لیے بہت اچھا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اس کی کار کے انجن کے پاس ٹائم پیس رکھ دی تھی اور یہ معلوم کر لیا تھا کہ دور سے ٹک ٹک کی آواز سننے والا ڈیکورا ہی ہے مگر اتنا کچھ معلوم کرنے کے بعد پہلی غلطی یہ ہوئی کہ وہ بڑے آرام سے کاٹیج کے احاطے میں داخل ہو گیا تھا اور جنرل کی دور سے سننے والی صلاحیت کو بھول گیا تھا۔

وہ اپنی پہلی غلطی سے بچ گیا۔ جنرل نے آہٹ کی سمت گولی نہیں چلائی۔ پہلے وہ جاننا چاہتا تھا، کاٹیج کے احاطے میں کون آیا ہے۔ اس طرح میجر برائٹ کو جان بچانے کا موقع مل گیا۔ وہ قدموں سے چلنے کے بجائے لیٹ گیا تھا اور لڑھکتا ہوا اندھے کنوئیں کی طرف گیا تھا۔ اتنی چالاکی دکھانے کے باوجود اس نے دوسری غلطی کی۔ پتھر اٹھا کر جنرل ڈیکورا کی طرف پھینکا۔ اس کا خیال تھا، جیسے ہی پتھر اس کے قریب گرے گا وہ اندھیرے میں اسی طرف گولی چلائے گا۔

یہ اس کی سب سے بڑی بھول تھی۔ جنرل ڈیکورا اتنا حساس تھا کہ وہ آہٹ سے بتا دیتا تھا، پتہ کھڑک رہا ہے، انسان کے پاؤں کی آہٹ ہے یا کسی جانور کے پاؤں کے کھُر ہیں۔ زمین پر ہلکی چیز گری ہے یا بھاری؟ اور میجر برائٹ کے مقابلے میں وہ پتھر بہت ہلکا تھا۔ جنرل ڈیکورا نے چالاکی سمجھ لی تھی، فوراً ہی اسٹین گن کا رُخ منڈیر کے اس حصے کی طرف کیا تھا جہاں وہ چُھپا ہوا تھا۔ چوں کہ اسٹین گن تھی اس لیے وہ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں فائرنگ کرتا چلا گیا۔ ایسے میں میجر برائٹ نے اُٹھ کر ریوالور سے گولیاں چلائیں تو اسے مسلسل فائرنگ کی زد میں آنا پڑا اور وہ آگیا۔ گولیاں کھا کر منڈیر کے اوپر جھکا پھر اُلٹ کر اندھے کنوئیں میں چلا گیا۔

جنرل ڈیکورا سر جھکائے کنوئیں کی گہرائی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ دن کے وقت بھی اس کی گہرائی نظر نہیں آتی تھی، اب تو تاریکی تھی لیکن وہ بے ساختہ ایسا کر رہا تھا۔ یقین کرنا چاہتا تھا کہ ایک

من ختم ہو چکا ہے۔

میجر برائٹ ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں سب سے زیادہ اہم تھا۔ وہ اس مشین کی رگ رگ سے واقف تھا۔ اگر وہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ جاتا پھر سے اس کا نقشہ بناتا اور اس سلسلے میں اس کے لیے سہولتیں فراہم کی جاتیں تو وہ ایک نئی مشین تیار کر سکتا تھا۔

دیکھا جائے تو دو ہی شخص مشین بنا سکتے تھے۔ ایک نثار پرا اور دوسرا میجر برائٹ اور دونوں ہی ختم ہو چکے تھے۔ ان دونوں کی موت سے ہی مشین بنائے جانے کا اندیشہ ختم ہو چکا تھا۔ مگر ہاں، ایک اندیشہ تو رہ گیا تھا۔ مشین کا مکمل نقشہ اور اس کی پوری تفصیلات جو مختلف کاغذات میں درج تھیں، وہ اس مشین کے ساتھ پلاسٹک کے تھیلے میں رکھی ہوئی تھیں جہاں جنرل ڈیکورا نے اسے چُھپا رکھا تھا۔

نثار پرا اس مشین کا موجد تھا اور موجد بہت کم ہوتے ہیں جب ایک چیز تیار ہو جائے تو اس کا نقشہ دیکھ کر اس کی تفصیلات معلوم کر کے پھر ویسی ہی چیز دوبارہ بنائی جا سکتی ہے۔ میجر برائٹ بہت ہی ذہین اور تجربہ کار مکینک تھا لیکن وہ دنیا میں ایک ہی نہیں تھا اور بھی کئی تجربہ کار اور ذہین مکینک ہو سکتے تھے۔ آئندہ جس کے ہاتھ بھی وہ نقشہ لگے گا مشین دوبارہ تیار ہو سکے گی۔

وہ تھوڑی دیر تک تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کنوئیں میں دیکھتا رہا پھر وہاں سے پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا کاٹیج میں آیا۔ وہ اپنے ساتھ بہت سا سامان لایا تھا تاکہ کچھ عرصہ وہاں گزار سکے لیکن یہاں آتے ہی دشمن پیچھے پڑ گئے تھے۔ برائٹ کی موت کے بعد وہ اس خوش فہمی میں نہیں رہ سکتا تھا کہ میجر تنہا آیا ہوگا۔ یقیناً اس کے بھی کچھ کام کرنے والے ہوں گے جنھوں نے اس کاٹیج کو دیکھا ہوگا۔ پھر سب سے زیادہ خطرہ اس سے تھا جو آج اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس نے بے اختیار سانس روک لی تھی۔

آئرن ہارڈی کے حکم پر سونیا نے خیال خوانی کی پرواز کی تھی اور جنرل ڈیکورا کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی، پھر واپس آکر بتایا تھا کہ اس کا دماغ حساس ہے اور وہ سانس روک لیتا ہے اس کی اس حرکت نے جنرل ڈیکورا کو خوفزدہ کر دیا تھا۔ خیال خوانی کوئی بھی کرے پہلا خیال فرہاد علی تیمور کی طرف جاتا ہے اور یہ دہشت طاری ہو جاتی ہے کہ وہاں ایک نہیں تین خیال خوانی کرنے والے ہیں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی وقت اسے گھیر لیں گے۔

اس نے ایک چھوٹی سی اٹیچی کھولی، اس میں اپنا بہت ضروری سامان رکھنے لگا۔ باقی سامان وہیں چھوڑ دیا۔ کاٹیج کے سامنے گاڑی کھڑی ہوئی تھی، وہ گاڑی بھی تعاقب کرنے والوں کی نظروں میں آئی ہوگی۔ فی الحال مجبوری تھی۔ اسی میں شہر تک جانا تھا اور وہاں جا کر گاڑی تبدیل کرنا تھی۔

وہ ڈرائیو کرتا ہوا کاٹیج کے احاطے سے باہر آیا۔ پھر مین روڈ پر پہنچ کر رفتار تیز کی۔ سو گز کے فاصلے پر پہنچتے ہی اس نے رفتار سست کر لی۔ وہاں ایک کار کھڑی ہوئی دکھائی دی۔ وہ میجر برائٹ کی کار تھی۔ وہ یہاں گاڑی چھوڑ کر پیدل چلتا ہوا کاٹیج کے احاطے میں پہنچا تھا۔ ویسے جنرل ڈیکورا کو معلوم نہیں تھا کہ یہ میجر کی کار ہے۔ اس کے باوجود خطرہ محسوس ہوا۔ اس نے سوچا۔ میجر برائٹ کے بعد اس کے ساتھی گاڑی روک کر پیدل کاٹیج کی طرف گئے ہیں۔ فائرنگ کی آواز دور تک گئی ہوگی اور وہ یقیناً میجر کی حفاظت کے لیے اُدھر دوڑے گئے ہوں گے۔ یہ سوچ کر اس نے اپنی گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ کچھ دور جا کر اسے روکا، پھر اٹیچی لے کر اُتر گیا۔ سڑک کو چھوڑ کر دوڑتا ہوا دوسری سمت جانے لگا۔

یوں دیکھا جائے تو فی الحال اسے کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن جو مجرمانہ زندگی گزارتے ہیں، وہ ہمیشہ دہشت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اُدھر میجر برائٹ نے مرنے سے پہلے اپنے دستِ راست سے کہہ دیا تھا کہ جنرل ڈیکورا کا تعاقب کیا جائے لیکن اسے چھیڑا نہ جائے، صرف دیکھا جائے کہ وہ کہاں جاتا ہے۔

میجر کے دستِ راست نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ اس نے دیکھ لیا تھا وہ کہاں جاتا ہے پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے اطلاع دے دی تھی۔ اس کے بعد اس کی ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی۔ اب کوئی جنرل ڈیکورا کی نہ تو نگرانی کر رہا تھا نہ ہی تعاقب کر رہا تھا لیکن کاٹیج سے سو گز کے فاصلے پر ایک کار دیکھ کر ڈیکورا خوفزدہ ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا، اسے چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس لیے اس نے اپنی گاڑی بھی چھوڑ دی۔ صرف اٹیچی لی اور سڑک چھوڑ کر ایک فارم میں دوڑتا چلا گیا۔

اس نے چند خفیہ اڈے بنا رکھے تھے جہاں وہ محفوظ رہ سکتا تھا لیکن رات کو سکون سے سو نہیں سکتا تھا۔ رہ رہ کر چونک جاتا تھا۔ گہری نیند کبھی نہ آتی تھی۔ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی اس کی شہ رگ تک پہنچ گیا ہے۔

وہ پلاسٹک سرجری کے ذریعے محفوظ تھا۔ کوئی اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس نے اپنی آواز، لب و لہجہ بدل لیا تھا۔ اونچی سوسائٹی

میں جاتا تھا۔ اس کے بعد کار ڈرائیو کرتے وقت یا کسی کلب یا کسی تقریب میں وقت گزارتے وقت محتاط نظروں سے چاروں طرف دیکھتا رہتا تھا کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا ہے، کوئی اسے پہچان تو نہیں رہا ہے؟

آخر وہ فوج میں جنرل رہ چکا تھا۔ بزدل نہیں تھا، وہ کبھی اتنا خوف زدہ نہ ہوتا لیکن مورینا کی خیال خوانی نے اس کا سکون درہم برہم کر دیا تھا۔ یہ فکر اسے کھا رہی تھی کہ آخر وہ کون ہے جو اس کے دماغ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہائے ری، ٹرانسفارمر مشین، تو آدمی کو کہاں تک دوڑائے گی۔ یہ جو آدمی ہوتا ہے، یہ بہت ضدی ہوتا ہے۔ اسے جس بات سے روکو، اسے کرنے کے لیے جنت سے نکل جاتا ہے۔ اسے موت کی دھمکی دو تو یہ قبر تک پہنچ جاتا ہے لیکن اپنی ضد سے باز نہیں آتا اور انسان کی یہی ضد نت نئے تماشے دکھاتی ہے۔ ابھی جنرل ڈیکورا جانے کتنے جان لیوا تماشوں سے گزرنے والا تھا۔

★

میں گنگ فرنانڈو کی ایک ایسی خفیہ رہائش گاہ میں تھا جہاں انٹیلی جنس والے بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ فرنانڈو بہت پہلے ہی اس رہائش گاہ میں آ کر چھپ گیا تھا تاکہ میرا استقبال کر سکے اور میرے ساتھ کچھ وقت گزار سکے۔ اگر وہ بعد میں آنا چاہتا تو میں اس کی اجازت کبھی نہ دیتا کیوں کہ انٹیلی جنس والے اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ فرہاد سے کب اور کیسے ملاقات کرتا ہے؟

میں نے اس سے پوچھا "تم میری خاطر یہاں آ کر چھپ گئے ہو، کیا انٹیلی جنس والوں کو یہ تشویش نہیں ہوگی کہ تم کہاں غائب ہو گئے ہو اور جب تم نمودار ہو گے تو وہ تم سے کیسے کیسے سوالات کریں گے؟"

اس نے کہا "میں نے سوچ رکھا ہے، وہ مجھ سے پوچھیں گے، میں کہاں تھا، میں کہوں گا، یہ بزنس کے معاملات ہیں اور ایسے معاملات ہیں جنھیں میں تفصیل سے کسی انٹیلی جنس والے کے سامنے بیان نہیں کر سکتا اور نہ ہی حکومت کو بتا سکتا ہوں۔ میں ہر سال دس لاکھ ڈالر انکم ٹیکس ادا کرتا ہوں، اس کے بعد حکومت کو میرے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ اگر کسی قسم کا شبہ ہو تو انٹیلی جنس والے مجھ سے معلوم کرتے پھریں۔ جب میں گرفت میں آ جاؤں گا، میرا جرم ثابت ہو جائے گا تو میں خود کو قانون کے حوالے کر دوں گا۔"

وہ فطرتاً بہت ہی زندہ دل تھا۔ میرے لیے اس کا دل دریا نہیں، سمندر تھا۔ میں جو چاہتا، اس سے منوا سکتا تھا۔ اس نے خفیہ رہائش گاہ میں زیادہ بھیڑ نہیں لگائی تھی۔ ایک بہت ہی قابلِ اعتماد باورچی تھا جو ہمیں نہایت لذیذ کھانے کھلاتا تھا اور دو حسین لڑکیاں تھیں۔

فرنانڈو نے کہا "تمھاری بہت بری عادت ہے، ایک گھونٹ بھی نہیں پیتے۔ جو بزدل ہوتے ہیں، وہ نشے سے ڈرتے ہیں۔ تمھیں فرہاد علی تیمور کس نے بنا دیا؟ کون کہتا ہے تم دلیر ہو؟"

وہ نشے میں بہت کچھ بول جاتا تھا اور میں ہنس کے ٹال دیتا تھا کیوں کہ وہ بہت ہی صاف دل کا آدمی تھا۔ میرے لیے کسی وقت بھی جان کی بازی لگا سکتا تھا۔ وہ پیتے ہوئے بُرا سا منہ بناتا تھا۔ تنہا پیتا تھا اور اکثر کہتا تھا "تم اوّل درجے کے نالائق مسلمان ہو۔ کیا میں نے مسلمانوں کو دیکھا نہیں ہے۔ وہ یورپ سے لے کر امریکا تک شراب پانی کی طرح پیتے ہیں۔ پھر بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ تم کس قسم کے مسلمان ہو جو پرہیز کرتے ہو۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "فرنانڈو! اسلام تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ تم اس بحث میں نہ پڑو، کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات تو بس یہی دو حسین ترین لڑکیاں رہ گئی ہیں۔ میں نے سوچ سمجھ کر ان کا انتخاب کیا ہے لہٰذا ان کے ساتھ اچھا وقت گزارو۔"

"کیا تم مجھے خیال خوانی کا موقع نہیں دو گے۔ مجھے اپنے معاملات سے نمٹنے نہیں دو گے۔ جانتے ہو، مورینا دشمنوں کی گرفت میں آ گئی ہے۔ پتا نہیں، وہ اس سے کس طرح کام لے رہے ہوں گے۔ مجھے جلد از جلد اس کا سراغ لگانا ہے۔"

اس نے کہا "کام بھی کرو، آرام بھی کرو۔ طیش بھی دکھاؤ، عیش بھی کرو، یہی زندگی ہے۔"

مجھے جب بھی خیال خوانی سے فرصت ملتی تھی، وہ کم بخت مجھے عیش دسترت میں ڈبو دیتا تھا۔ وہ کہتا تھا "تم مجھے یاد کرو گے اور میں چاہتا ہوں، جب بھی مجھ سے دور جاؤ تو مجھے ہی یاد کرتے رہو۔ تم تو مجھ سے ایک برس دو مہینے کے لیے جُدا ہوئے تھے۔ جانے کیوں مجھے یہ خوش فہمی ہے کہ میں ہمیشہ کے لیے جُدا ہو جاؤں یا مر جاؤں تو تمھاری آنکھ میں میرے لیے آنسو ضرور آئیں گے۔"

وہ جذباتی باتیں کرتا تھا اور رونے لگتا تھا۔ نشے کی زیادتی اسے اچھا خاصا کارٹون بنا کر رکھ دیتی تھی۔ بہر حال، مجھے اس سے بڑے فائدے حاصل ہو رہے تھے۔ میں اس کی خفیہ رہائش گاہ میں محفوظ تھا۔ کسی کی نظر مجھ پر نہیں پڑ سکتی تھی۔ کوئی مجھ پر شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی کرتا تھا۔ منصوبے بناتا تھا اور مجھے یقین تھا کہ میں بہت جلد مورینا تک پہنچ جاؤں گا۔

اس ملک میں میرے کام آنے والوں میں ریڈ پاور کے لوگ بھی تھے اور اسرائیلی ایجنٹ بھی شامل تھے۔ میں خیال خوانی کے ذریعے جو حکم دیتا تھا، وہ عمل کرنے کے لیے فوراً دوڑ پڑتے تھے۔ اور میرے اطمینان کی حد تک اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ اس کے باوجود ہم ابھی تک یہ معلوم نہیں کر سکے کہ مورینا کو کن لوگوں نے اغوا کیا ہے اور اسے کہاں چھپا کر رکھا ہے۔ یہ سوچ سوچ کر پریشانی بڑھ جاتی تھی کہ اغوا کرنے والوں نے مورینا کے ذریعے اس ٹرانسفارمر مشین

یہ ٹیلی پیتھی کا علم حاصل نہ کر لیا ہو۔ اگر ایسا ہو گیا ہے تو اس کا مطلب ہے، ہماری دنیا میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کچھ اور تعداد بڑھ گئی ہے۔

ایک رات کھانے کے بعد میں بستر پر آیا تو اچانک پرائی سوچ کی لہروں کا احساس ہوا۔ میں نے فوراً سانس روک لی۔ پھر ذرا سانس لی تاکہ رسونتی یا شیبا ہوں تو مخصوص کوڈ ورڈز ادا کر سکیں۔ مجھے آرمر کی آواز سنائی دی "مسٹر فرہاد! میں بول رہا ہوں۔"

"مسٹر آرمر! میں کیسے یقین کروں۔ یہاں شبہات یقین میں بدل رہے ہیں۔ شاید نئے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔"

"ان حالات میں شبہ ضرور ہوتا ہے۔ میں جا رہا ہوں، آپ تصدیق کے لیے میرے پاس چلے آئیں۔"

دوسرے ہی لمحے میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک بہت ہی عمدہ سجے سجائے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا "تم نے کیسے یاد کیا؟"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کی سفارش پر ماسک مین نے مجھے اتنے خوب صورت بنگلے میں منتقل کر دیا ہے، ویسے میں اب بھی قیدی ہوں لیکن اسپیشل پرزنر ہوں۔ میرے پینے کے لیے عمدہ اور مہنگی شراب مہیا کی جاتی ہے اور یہ کمرا آپ دیکھ ہی رہے ہیں، کتنا خوب صورت ہے۔ مجھے کتنے آرام سے رکھا گیا ہے۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "تم خوش ہو؟"

"میں پوچھتا ہوں، مجھ پر یہ مہربانی کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ تم اس کے بھائی ہو جسے ہم بیٹی کہتے ہیں۔"

"صرف یہی یا اور کچھ؟"

"اگر تمھیں کسی بات کا شبہ ہے تو بلا جھجک بیان کرو۔"

"یہاں خفیہ طور پر کچھ افسران آتے ہیں، یقیناً وہ ماسک مین کے آدمی ہیں۔ مجھے اس بات پر قائل کر رہے ہیں کہ میں اس مشین کا نقشہ تیار کروں۔ انھیں معلوم ہے، مشین ہم تین بھائیوں نے بنائی تھی۔ بے شک، اس میں شارپر کا زیادہ ہاتھ تھا لیکن اس کا نقشہ اور اس کی ساری تفصیلات ہم نے دیکھی ہیں، ہم نے پڑھی ہیں۔ ہم اس مشین کے متعلق بہت کچھ جانتے ہیں لہٰذا ماسک مین کا خیال ہے کہ میں اس کا نقشہ تیار کر سکتا ہوں۔"

"تمھارا اپنا کیا خیال ہے؟"

"میں مشین کے متعلق سب کچھ بھول چکا ہوں۔ اگر یاد ہوتا تب بھی اس کا نقشہ کاغذ پر نہ بناتا اور جو نقشہ میرے دماغ میں بنتا، میں شراب پی پی کر اسے نشے میں بہا دیتا۔"

"تم جو کہہ رہے ہو، وہ میرے دل کی باتیں ہیں۔ تمھیں یہی کرنا چاہیے۔"

وہ ایک سرد آہ بھر کر بولا "میں ایک قیدی کی زندگی گزار رہا تھا۔ جب آزاد تھا تب بھی دنیا والوں سے بے خبر تھا۔ آج بھی بے خبر ہوں۔ میں نہیں جانتا کہاں کیا ہو رہا ہے لیکن یہ خبر سن کر میرے دل پر بجلی گر پڑی تھی کہ دشمنوں نے جوجو کو اغوا کیا ہے۔ پھر یہ سن کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ تم لوگوں نے اسے چھپتے ہی دیکھتے رہائی دلائی اور اپنے پاس بلا لیا۔ میں اپنے خدا سے تم لوگوں کی سلامتی اور طویل عمری کی دعائیں مانگتا رہتا ہوں۔ تم لوگوں کے دم سے جوجو کی زندگی بھی ہے اور عزت آبرو بھی۔"

"مسٹر آرمر! تمھیں اب اپنی ذات کے خول سے نکلنا چاہیے۔ دنیا کو دیکھنا چاہیے۔ کم از کم ان معاملات میں بھرپور حصہ لینا چاہیے جو تمھاری بہن جوجو سے تعلق رکھتے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "عجیب بات ہے۔ میں دنیا کو چھوڑنا چاہتا ہوں اور دنیا والے مجھے چھوڑنا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ ضد کر رہے ہیں کہ میں مشین کا نقشہ بناؤں۔ ابھی ایک گھنٹا پہلے انھوں نے ایک کیسٹ سنایا۔ اس میں کچھ لوگوں کی آوازیں ریکارڈ کی گئی تھیں۔ کیسٹ سنانے والے افسر نے کہا۔ جن کی یہ آوازیں ہیں، وہ سپر ماسٹر کے ملک سے تعلق رکھتے ہیں، وہاں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ ان میں سے دو آوازیں ایسی ہیں جنھیں سن کر تمھیں ان کے دماغوں میں پہنچنا ہے۔ ہمیں شبہ ہے کہ ٹرانسفارمر مشین انھی آدمیوں میں سے کسی کے پاس ہے۔"

آرمر نے اُن سے پوچھا "آپ کو یہ شبہ کیسے ہوا؟"

"ہمارے کچھ خفیہ ذرائع ہیں۔ ان ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ سپر ماسٹر پھر تبدیل ہو چکا ہے۔ اب کوئی نیا آیا ہے۔ پرانا لاپتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ٹرانسفارمر مشین ان کی تحویل میں ہے لیکن وہ استعمال نہیں کر رہے ہیں۔ کیوں نہیں کر رہے ہیں، یہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا۔ ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ ٹرانسفارمر مشین ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے یا پھر اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے یا کسی نے چُرا لی ہے۔"

"یعنی آپ ان دو آدمیوں کی آوازیں سنا رہے ہیں جن پر شبہ ہے کہ انھوں نے ٹرانسفارمر مشین چُرائی ہے؟"

"ہاں، ابھی ہمارا یہی اندازہ ہے۔ امریکا میں مجرموں کی چھوٹی بڑی بے شمار تنظیمیں ہیں جو چھوٹی بڑی وارداتوں کی مرتکب ہوتی رہتی ہیں، ان میں سے دو سنڈیکیٹ ایسے ہیں جن کے سرغنہ کی آواز ہمارے آدمیوں نے ریکارڈ کر لی ہیں۔ اب تم وہ آوازیں سن کر ان کے دماغ میں پہنچ کر تصدیق کر سکتے ہو کہ ہمارا اندازہ کس حد تک درست ہے۔"

انھوں نے کیسٹ کو آن کیا۔ وہ دو آوازیں سنائیں، ان میں سے ایک آواز جنرل ڈیکورا اور دوسری میجر برائٹ کی تھی۔ مجھے یا آرمر کو یا آوازیں سنانے والوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جن کی یہ آوازیں ہیں، وہ کبھی جنرل ڈیکورا یا میجر برائٹ کہلایا کرتے تھے۔ آواز سنانے والے نے پہلے میجر برائٹ کی آواز سنائی پھر کہا "پہلے تم اس کے دماغ میں پہنچ کر دیکھو، یہ کون ہے، کہاں ہے اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

آرمر مجھے یہ تمام باتیں سنا رہا تھا۔ اس نے کہا "مسٹر فرہاد! ان

کی فرمائش پر میں نے وہ آواز سنی۔ خیال خوانی کی پرواز کی لیکن میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔ مجھے اس کا دماغ نہیں ملا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا، مر چکا ہے۔"

آرمر نے یہی بات مانسک مین کے آدمیوں کو بتائی۔ پہلے تو وہ یقین نہیں کر رہے تھے، پھر انھوں نے کہا "اچھی بات ہے۔ اب دوسری آواز سنو۔"

دوسری آواز سننے کے بعد آرمر نے پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ اس کے دماغ میں پہنچا مگر فوراً واپس آگیا، کیوں کہ اس نے سانس روک لی تھی۔ آرمر مجھے جو باتیں سنا رہا تھا، اس کے مطابق میجر برائٹ مر چکا تھا اور جنرل ڈیکورا سانس روک لیتا تھا۔ مانسک مین کے بھیجے ہوئے افسران نے کہا "مسٹر آرمر! تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم ان لوگوں تک پہنچ چکے ہو لیکن ہم سے چھپا رہے ہو۔"

آرمر نے کہا "جو سچ ہے، وہ میں نے کہہ دیا۔ اگر تم جھوٹ سمجھ رہے ہو تو مجھے گولی مار دو۔ تم اور تمھارے بڑے دیکھ ہی رہے ہیں کہ مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

ریڈ پاور کے افسران مایوس ہو کر چلے گئے تھے۔ آرمر نے مجھ سے کہا "فرہاد صاحب! میں سچ کہتا ہوں، پہلے جس کی آواز سنی، وہ مر چکا ہے، دوسری بار جس کی آواز سنی، وہ سانس روک لیتا ہے۔ اگر پہلا نہ مرتا اور دوسرا سانس نہ روکتا اور ان کے پاس وہ ٹرانسفارمر مشین ہوتی تب بھی میں یہی کہتا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں یا سانس روک لیتے ہیں۔ یہ کبھی نہ بتاتا کہ انھوں نے کہیں مشین چھپا رکھی ہے۔ وہ جہاں بھی چھپی ہو، خدا کرے وہاں سے کبھی نہ نکل سکے۔"

میں نے کہا "میری بھی یہی دعا ہے لیکن جب سے مورینا کو اغوا کیا گیا ہے تب سے یہ تشویش بڑھتی جا رہی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین سے شاید ان اغوا کرنے والوں کے پاس ہے اور انھوں نے مورینا کے ذریعے یہ علم حاصل کر لیا ہے۔"

"ایسی بات نہ کرو۔ مجھے یہ دنیا تاریک نظر آتی ہے۔ شیطان ہی شیطان دکھائی دیتے ہیں اور ہمارے معصوم بچے ان کے جنگل میں نظر آتے ہیں۔ میں جوجو کو لہولہان دیکھتا ہوں، خدایا! اس وقت ہم تینوں بھائیوں کو موت کیوں نہ آئی جب ہم مشین کی تیاریوں میں دن رات مصروف تھے۔ اپنی کامیابیوں پر خوش ہوتے جا رہے تھے، مستقبل کی ذرا فکر نہ تھی کہ آئندہ اس مشین سے کتنے شیطان پیدا ہوں گے۔"

اس نے خلا میں تکتے ہوئے کہا "فرہاد! ان سب کو مار ڈالو جو مشین تک پہنچتے ہیں۔ ان سب کو ختم کر دو جو ٹیلی پیتھی سکھانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اگر مورینا اغوا کی گئی ہے تو اسے بھی ختم کر دو۔ اگر کسی کے ہاتھ میں مشین آگئی ہے اور وہ مجھے بھی اغوا کر کے لے جانا چاہیں تو تم مجھے بھی مار ڈالنا۔ ذرا لحاظ نہ کرنا۔ اگر کوئی شیطان جوجو کے ذریعے ٹیلی پیتھی سیکھنا چاہے تو جوجو کو بھی۔۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ بات اس کے حلق میں اٹک گئی۔ وہ جوجو کو بہن نہیں، بیٹی سمجھتا تھا۔ اس قدر ٹوٹ کر پیار کرتا تھا کہ آج تک کسی سے نہ کیا ہوگا۔ وہ مجھ سے التجا کر رہا تھا میں ہر اس خیال خوانی جاننے والی ہستی کو مار ڈالوں جو ٹرانسفارمر مشین تک پہنچائی جائے اور ان کے ذریعے کوئی شیطان علم حاصل کرنا چاہے۔ میں سب کو مار ڈالوں لیکن جوجو کا نام آتے ہی اس کی آواز اٹک گئی، حلق میں آنسو بھر گئے۔ وہ دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ کر رونے لگا۔ اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اسی نے بھائیوں کے ساتھ مل کر وہ مشین بنائی تھی اور وہی اس ایجاد پر ماتم کر رہا تھا۔

میں دماغی طور پر حاضر ہو گیا۔ پھر ایک اسرائیلی ایجنٹ سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے رپورٹ حاصل کی۔ اس نے کہا "جناب! کینساس سٹی سے پانچ میل دور ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں دور دور پر کاٹیج ہیں۔ پچھلی رات وہاں ایک کاٹیج میں زبردست فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ پولیس والے معلوم کرتے پھر رہے ہیں کہ کن لوگوں نے فائرنگ کی تھی۔ کاٹیج کھلا ہوا پایا گیا۔ ایک بیڈ روم میں بستر پر سامان بکھرا پڑا تھا۔ مردانہ کپڑے اور شیونگ وغیرہ کا سامان تھا۔ یہ اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ کسی نے کسی کو قتل کیا، پھر بڑی عجلت میں وہاں سے فرار ہو گیا۔ اپنی تمام چیزیں سمیٹ کر نہ لے جا سکا۔"

میں نے پوچھا "اتنی لمبی رپورٹ سنانے کا مقصد کیا ہے؟ ایسی وارداتیں تو ہر ملک اور ہر شہر میں ہوا کرتی ہیں۔"

"جناب! اس کی خاص وجہ ہے۔ جس کاٹیج کے پیچھے واردات ہوئی وہاں ایک اندھا کنواں ہے۔ کنوئیں کی منڈیر پر خون کے دھبے پائے گئے۔ یہ نتیجہ اخذ کیا جا رہا ہے کہ قاتل نے کسی کو ریوالور یا اسٹین گن سے قتل کیا اور اسے اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔ پولیس والے یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کنوئیں میں اور کیا ہو سکتا ہے۔ ہائی ڈی وے زہریلی گیس بھی ہو سکتی ہے۔"

"تمھاری اس رپورٹ کا مقصد سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ کتنے ہی گھروں کے پیچھے اندھے کنوئیں ہوتے ہیں اور قاتل کسی کو قتل کر کے کنوئیں میں پھینک دیتا ہے۔"

"خاص بات یہی ہے کہ کاٹیج کے پیچھے اندھا کنواں ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ٹرانسفارمر مشین اس اندھے کنوئیں میں چھپائی گئی ہو۔"

میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے بڑے کام کی بات بتائی تھی۔ اگر اندھے کنوئیں کی تہ میں زہریلی گیس نہیں ہو گی تو کسی نے وہیں ٹرانسفارمر مشین چھپائی ہو گی۔ یہ بات میں نے اس رپورٹ دینے والے ایجنٹ سے نہیں کہی اور نہ ہی اس کی تائید کی۔ بلکہ مخالفت کرتے ہوئے کہا "میں تمھارے خیال سے اتفاق نہیں کرتا۔ تم چاہو تو اپنی تسلی کے لیے وہاں رہ کر معلوم کر سکتے ہو کہ اندھے کنوئیں سے کیا نکلنے والا ہے؟"

میں نے یہ کہنے کو تو کہہ دیا مگر یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہاں سے مشین

ہو اور اگر برآمد ہو تو اسرائیلی ایجنٹ، مانسک مین کے آدمی یا ...ور کے لوگ وہاں موجود ہوں۔ میں نے اس ایجنٹ سے پوچھا ...دات کل رات ہوئی کیا ابھی تک اس کنوئیں کی گہرائی کے متعلق کچھ معلوم ...یا گیا؟"

"پولیس والوں کا خیال ہے، کنوئیں میں اترنا موت کو دعوت دینا ...لہٰذا پہلے مہم جو افراد کی ایک چھوٹی سی ٹیم ترتیب دی گئی۔ اس کے ...ہ پوری طرح ہتھیاروں سے لیس ہو کر کنوئیں میں اترنے گئے ہیں۔ ابھی ...ہمیں نتیجہ معلوم نہیں ہو سکا۔"

"میں انتظار کر رہا ہوں۔ کسی وقت بھی رابطہ قائم کر کے نتیجہ معلوم ...ں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ ابھی میں اندھیرے میں تھا۔ میں نہیں ...جانتا تھا، وہ ٹرانسفارمر مشین سپر ماسٹر کے اس تہ خانے میں بگاڑ دی گئی ...ہ اب کبھی کام نہیں آئے گی اور سابقہ سپر ماسٹر اور کرنل جم مارے ...گئے ہیں۔ میں ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ آرمر کے ذریعے پتا چلا کہ ...دو شخص ایسے ہیں جن کے پاس مشین ہو سکتی ہے۔ جن میں سے ایک مر ...چکا ہے اور دوسرا سانس روک لیتا ہے۔ ان حالات میں یہی اندازہ کیا جا ...سکتا تھا کہ وہ مشین اسی طرح خفیہ تہ خانے میں رکھی ہوئی ہے اور نیا سپر ماسٹر ...اس کا نگران ہے یا پھر اس شخص کے پاس ہے جو سانس روک لیتا ہے۔ ...میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ مشین اندھے کنوئیں کی تہ میں ...ہو گی۔ اگر وہاں ہوتی تو قاتل اس مشین کے بغیر وہاں سے فرار نہ ہوتا۔ اتنا ...سمجھتا ہو گا کہ دیر تک فائرنگ کی آواز گونجتی رہی ہے۔ آس پاس کے ...لوگوں کو وہاں ہونے والی واردات کی خبر ہو چکی ہے۔ پولیس والے بھی پہنچیں ...گے، پھر اندھے کنوئیں سے لاش نکال کر تفتیش کرنا چاہیں گے تو وہ ٹرانسفارمر ...مشین بھی برآمد ہو گی۔ وہ قاتل جس نے ایک قتل کیا اور نہ جانے اس سے ...پہلے کتنے قتل کیے ہوں گے، وہ مشین کو یونہی چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

میں نے مانسک مین سے رابطہ قائم کیا۔ اسے بتایا کہ کینساس سٹی ...سے پانچ میل کے فاصلے پر ایک کاٹیج کے پیچھے واردات ہوئی ہے۔

اس نے کہا "مجھے معلوم ہے۔ میرے دو آدمی پریس رپورٹر اور فوٹوگرافر ...کی حیثیت سے وہاں موجود ہیں۔ ہماری نظر اس اندھے کنوئیں پر ہے۔"

"جتنی جرائم پیشہ تنظیمیں ہوں گی، سب کی نظریں اسی کنوئیں پر ہوں گی۔"

...میرا ایسے مقام پر تھا جہاں میری ٹیلی پیتھی کام نہیں آ سکتی تھی، جہاں ذہانت ...اور سراغ رسانی کی ضرورت تھی۔ اس لیے فرنانڈو سے کہہ دیا "اب ...یہاں سے نکل رہا ہوں۔ پتا نہیں کب واپسی ہو گی لیکن رابطہ قائم کرتا ...رہوں گا۔"

...لمتے بڑے ملک میں وہ میرا بہت بڑا مددگار تھا۔ اس کے ذریعے ...ہر طرح کی سہولتیں حاصل ہو جاتی تھیں۔ میں نے میک اپ کیا، ایک ...عمدہ سوٹ پہنا۔ اس کے اوپر اوور کوٹ، پھر فلیٹ ہیٹ سر پر رکھی، ...پیشانی پر جھکا لی۔ اس طرح میں کسی انگریزی فلم کا جاسوس دکھائی دے

رہا تھا۔ بس ہونٹوں میں ایک سگار کی کمی تھی۔

فرنانڈو نے میرے لیے جو کار منگوائی تھی، وہ بہت مہنگی اور غیر معمولی تھی۔ اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھنے کے بعد ہر کام بٹن دبانے سے ہو جاتا تھا۔ دروازے خود بخود لاک ہو جاتے تھے۔ شیشے خود بخود چڑھ جاتے تھے۔ گیئر بھی آٹومیٹک تھے۔ کار کے شیشے اور بیرونی باڈی بلٹ پروف تھی۔ سامنے ہی ڈیش بورڈ پر ایک چھوٹا سا اسکرین تھا۔ مختلف بٹنوں کو دباتے رہنے سے کار کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے کا منظر دکھائی دینے لگتا تھا۔

اس خفیہ رہائش گاہ سے نکلنے کے بعد میری دوسری حیثیت تھی۔ میں فرنانڈو کا نیا جنرل منیجر تھا۔ میرے رہنے کے لیے اسی شہر میں ایک عالی شان بنگلا تھا۔ اس کے جنرل منیجر کی حیثیت سے میرا شناختی کارڈ بن چکا تھا۔ تمام ضروری کاغذات بھی موجود تھے۔ مورینا اور مشین تک پہنچنے کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں مختلف ہوٹلوں، کلبوں اور قمار خانوں میں جاتا رہوں۔ قمار خانوں میں نچلے درجے سے لے کر اونچے درجے کے مجرموں تک سے سامنا ہوتا رہتا ہے۔ بڑے بڑے کلبوں میں سوسائٹی کے بڑے بڑے معزز مجرم پائے جاتے ہیں اور ہوٹلوں میں بین الاقوامی سطح پر کام کرنے والے ایجنٹ مختلف ممالک سے آتے رہتے ہیں۔ اس دن سے میرا یہی کام رہ گیا تھا۔ دن کے وقت کسی نہ کسی بڑے ہوٹل میں ناشتا کرتا تھا۔ کسی دوسرے ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھاتا تھا۔ رات کو کلبوں میں وقت گزارتا تھا پھر رات کے دس گیارہ بجے کسی نہ کسی قمار خانے میں پہنچ جاتا تھا۔ مجھے جس پر شبہ ہوتا تھا، اس سے کسی بہانے بات کرتا تھا، پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر معلومات حاصل کر لیتا تھا۔ میں نے چار دنوں میں نہ جانے کتنے چھوٹے بڑے مجرموں کے دماغوں کو کھنگال ڈالا۔ بھانت بھانت کے مجرم تھے۔ ان کے متعلق عجیب و غریب معلومات حاصل ہوئی تھیں لیکن کوئی آدمی ایسا نہیں ملا تھا جو مجھے مورینا یا اس مشین تک پہنچا سکتا۔

میں پانچویں دن ڈنر کے لیے ایک کلب میں پہنچا۔ میرے لیے مشکل یہ تھی کہ میں پی نہیں سکتا تھا۔ وہاں ہر کلب، ہر ہوٹل اور قمار خانے میں لوگ پیتے تھے، بے تحاشا پیتے تھے۔ ایسے ماحول میں نہ پینے والے کو عجیب نظروں سے دیکھا جاتا تھا بلکہ اسے عجوبہ سمجھا جاتا تھا۔ میں نے اس کا حل تلاش کر لیا تھا۔ وسکی سنہرے رنگ کی ہوتی ہے۔ میں ایک بوتل میں سنہرے رنگ کا مشروب رکھتا تھا۔ کسی بھی کلب میں پہنچ کر ڈبل پیگ کا آرڈر دیتا تھا پھر کسی ایسی میز پر بیٹھتا تھا جس کے قریب خوب صورت پودوں کے گملے ہوتے تھے۔ بیرا ایک گلاس میں ڈبل پیگ لا کر رکھ دیتا تھا۔ میں محتاط نظروں سے ہر طرف دیکھتا تھا۔ جب یقین ہوتا کہ کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا ہے تو میں چپکے سے وہ شراب گملے میں ڈال دیتا، اس کے بعد جیب سے چھوٹی سی بوتل نکالتا تھا۔ اس کا مشروب تھوڑا

ساگلاس میں ڈالنے کے بعد ذرا کھنگال کر پھر گملے میں پھینک دیتا تھا۔ اس طرح شراب کا وہ گلاس کسی حد تک دُھل جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ مشروب گلاس میں ڈالتا، پھر بوتل بند کر کے جیب میں رکھتا اور ایک گھونٹ پینے کے بعد دوسرا گھونٹ پینے میں کئی کئی منٹ لگا دیتا تھا تاکہ اس گلاس میں دیر تک شراب نظر آتی رہے اور کوئی مجھے شراب نہ پینے والا عجوبہ نہ سمجھے۔

میں نے سنہرے مشروب کا ایک گھونٹ لینے کے بعد کلب کے ماحول کا جائزہ لیا۔ ان ڈور گیم کھیلنے والے دوسرے حصّے میں تھے۔ میں جہاں تھا وہاں میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ وہاں محبت کی، کاروبار کی اور سیاست کی باتیں کرنے والے لوگ اپنی اپنی عورتوں کے ساتھ بیٹھتے ہوئے تھے۔ کچھ میزیں خالی بھی تھیں۔ حسین عورتیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ رہی تھیں اور میزیں بھرتی جا رہی تھیں۔ ایسے ہی وقت میں نے ایک نہایت حسین لڑکی دیکھی۔ میں نے کیا سبھی نے سر گھما کر اس کی جانب دیکھا۔ اسے دیکھنے کی وجہ ایک اور تھی۔ اس کے پیچھے ایک بہت ہی قد آور باڈی بلڈر نظر آیا۔ میں نے غلام باقی کا بہت ہی خوب صورت کسرتی جسم دیکھا تھا۔ آج اس باڈی بلڈر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اس حسین لڑکی کا باڈی گارڈ ہو۔

وہ چاروں طرف یوں نظریں دوڑا رہی تھی جیسے کسی خالی میز کی تلاش میں ہو۔ کوئی میز خالی نہیں تھی۔ دو میزیں ایسی تھیں جن پر صرف ایک ایک شخص نظر آ رہا تھا۔ ایک میں تھا، میری میز کے اطراف تین کرسیاں خالی تھیں۔ دوسرا ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا جو مجھ سے ذرا فاصلے پر تھا۔ وہ بھی تنہا تھا۔ دنیا میں حسیناؤں کی کمی نہیں ہے، ایک سے بڑھ کر ایک حسن جلوہ نما رہتا ہے لیکن اس لڑکی میں ایسی کوئی بات تھی جو مجھے بار بار دیکھنے پر مجبور کر رہی تھی۔ میں اس وقت سمجھ نہیں پایا۔ صرف اسے دیکھتا رہا کہ اس کے قدم کس طرف اٹھنے والے ہیں۔

مجھے خوش فہمی تھی، وہ میری طرف آئے گی لیکن وہ ادھیڑ عمر کے شخص کے پاس پہنچی، مسکرا کر کچھ کہنے لگی۔ اس شخص نے اخلاقاً اٹھ کر کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے ساتھ آنے والے باڈی بلڈر نے کرسی کو تھام کر ذرا کھسکایا، وہ لڑکی بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے ساتھ آنے والے کو دیکھا۔ پھر کچھ کہا۔ باڈی بلڈر نے یوں سر جھکایا جیسے حکم کی تعمیل پر رضامند ہو۔ اس کے بعد وہ پہلوانوں کے سے انداز میں چلتا ہوا اس دروازے کے پاس پہنچا جہاں سے لڑکی کے ساتھ داخل ہوا تھا۔ پھر وہاں دونوں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

یہ انداز بتا رہا تھا کہ اس لڑکی میں کوئی خاص بات ہے، یا تو وہ بہت ہی امیر ترین باپ کی بیٹی ہے یا پھر ایسی زندگی گزار رہی ہے جس کے لیے ایسے پہلوان نما باڈی گارڈ کی ضرورت پیش آتی ہے۔ وہ مسکرا کر اس بوڑھے سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ اتنی پیاری، اتنی دل نشیں تھی کہ وہ نرس ہوتی تو بیمار اٹھ کر بیٹھ جاتے۔

ہمارے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ میں اس کی یا بوڑھے کی آواز سُن نہیں سکتا تھا۔ اتنی دور سے ان کی آنکھوں میں جھانک نہیں سکتا تھا۔ اپنی جگہ سے اُٹھ کر وہاں جانا اور ان کے ساتھ بیٹھنے کی درخواست کرنا مناسب نہیں تھا۔ اگر وہ دوشیزہ یا وہ بوڑھا جرائم کی دنیا سے تعلق رکھتے ہوں گے تو مجھ پر شبہ کر سکتے تھے۔ پھر اس باڈی گارڈ کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ لڑکی کے قریب کسی کو بیٹھنے نہیں دے گا۔

ویٹر نے آکر مجھ سے پوچھا "سر! کچھ اور چاہیے؟"

میں نے جیب سے دس دس ڈالر کے پانچ نوٹ نکالے۔ پھر بیرے کو اشارہ کیا، وہ میرے قریب جُھک گیا۔ میں نے وہ نوٹ اسے دیتے ہوئے کہا "وہ جو حسین لڑکی بوڑھے کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے اور جس کا باڈی گارڈ دروازے پر کھڑا ہوا ہے، اگر تم ان تینوں کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر سکو تو ایسے ہی پانچ نوٹ اور دوں گا۔"

ویٹر نے کہا "اس بوڑھے کا نام آرتھر ہے مجھے پورا نام یاد نہیں آ رہا ہے۔ میں رجسٹر دیکھ کر بتا دوں گا۔"

"صرف پورا نام ہی نہیں، اس کا پورا ایڈریس اور جس کار میں آیا ہے، اس کا نمبر بھی بتاؤ گے۔"

"یس سر! میں ابھی آکر بتاؤں گا۔"

"تم نے لڑکی کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

"سر! یہ آج پہلی بار یہاں آئی ہے۔ ہم بھی اس کے باڈی گارڈ کو دیکھ کر حیران ہیں۔ دیکھیے، کیسا غضب کا آدمی ہے۔ دیکھ کر ہی ڈر لگتا ہے۔"

"کلب میں آنے والے کاؤنٹر پر اپنا نام پتا درج کرتے ہیں۔ دستخط کرتے ہیں، تب یہاں آتے ہیں۔ تم اس لڑکی کے متعلق معلوم کر کے آؤ۔ اس کی کار کا نمبر بھی نوٹ کرو۔ دیکھو، بہت رازداری سے، کسی کو شبہ نہ ہونے پائے۔"

"آپ اطمینان رکھیں، میں آپ کا کام ہوشیاری سے کروں گا۔"

وہ چلا گیا۔ اس نے پندرہ منٹ کے اندر ہی تمام معلومات فراہم کر دیں۔ اس بوڑھے کا پورا نام آرتھر ڈگلس تھا۔ اس کی کار کا نمبر بھی معلوم ہو گیا۔ حسین دوشیزہ کا نام جیسی نیلسن تھا۔ چوں کہ کلب میں آنے والے ہر شخص کا نام لکھوانا ضروری ہوتا تھا لہٰذا باڈی گارڈ کا نام بھی لکھوایا گیا تھا اور اس کا نام پیٹر پال تھا۔

میں نے ویٹر سے کہا "تم اس باڈی گارڈ کے پاس جاؤ، اس سے کہو میں اسے اپنی میز پر کھانے کی دعوت دے رہا ہوں۔"

ویٹر میرے حکم کے مطابق اس کے پاس گیا، پھر بولا "مسٹر! اس بالکونی والی میز پر ایک صاحب تنہا بیٹھے ہیں، وہ آپ کے ساتھ کھانے میں خوشی محسوس کریں گے۔"

باڈی گارڈ پیٹر پال نے گھور کر میری طرف دیکھا پھر ویٹر کو ...واری سے دیکھا اور بولا "میری شہزادی بڑی فراخدل ہے۔ میں ...کے ساتھ بیٹھ کر کھانا چاہوں تو وہ خوشی محسوس کرے گی لیکن میں اپنی ...یت پہچانتا ہوں، اسی لیے دروازے پر کھڑا ہوں۔ اس شخص سے کہہ ...یا میرے ذریعے شہزادی تک پہنچنے کی حماقت نہ کرے۔"

میں اس کی آواز سُن چکا تھا لیکن اس کا پہلوانی جسم بتا رہا تھا کہ ...ن کا دماغ حساس ہو سکتا ہے، وہ پرائی سوچ کی لہر محسوس کرتے ...ی سانس روک سکتا تھا۔

ویٹر نے اسے مخاطب کیا تھا اور میری وجہ سے مخاطب کیا ...ھا لہٰذا اسے خیال خوانی کے سلسلے میں مجھ پر شبہ ہو سکتا تھا۔

میں نے شہزادی جیسی نیلسن کو ذرا توجہ سے دیکھا، بہت ...ی خوب صورت جسم تھا، معلوم ہوتا تھا، وہ بھی صبح شام ورزش ...نے کی عادی ہے، ہو سکتا ہے یوگا کی مشقیں کرتی ہو۔ اس کے ...ماغ میں جانا مناسب نہیں تھا۔ میں نے اپنی میز کے ویٹر کو اس کی ...یز کے ویٹر سے بات کرنے پر مجبور کیا۔ اس طرح میں دوسرے ویٹر ...کے ذریعے ان کی میز تک پہنچ گیا۔ وہ کھانے کا آرڈر لے رہا تھا، جیسی ...ہہ رہی تھی "مسٹر آرتھر! آپ آرڈر ضرور دے رہے ہیں، پے منٹ میں ...روں گی۔"

"مس جیسی! آپ خلاف اصول باتیں کر رہی ہیں، آپ میری ...میز پر ہیں، میری مہمان ہیں۔ اگر آپ نے ادائیگی کی تو میں انسلٹ محسوس ...کروں گا۔"

میں نے آرتھر کی آواز سُن لی۔ وہ بوڑھا تھا اگرچہ اچھا صحت مند ...نظر آتا تھا لیکن اس عمر میں توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ سانس روک ...سکے گا اور اس کا دماغ حساس ہو گا۔ میں نے اس کے لب و لہجے کو ...ذہن میں دُہرایا، پھر خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچا ...لیکن دوسرے ہی لمحے واپس چلا آیا۔ اس نے سانس روک لی تھی۔

میں نے بڑی جلدی کی تھی اور اسی جلدی میں غلطی کر بیٹھا تھا۔ ...آرتھر گھبرا رہا تھا۔ پریشان ہو رہا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ سے سر کو ...تھام لیا تھا۔ جیسی کچھ کہہ رہی تھی۔ اب تو میں دور ہی سے انھیں ...دیکھ سکتا تھا۔ ایک کے دماغ میں پہنچ کر غلطی کی تھی۔ دوسری کے ...دماغ میں جا کر دوسری غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے دیکھا، وہ بوڑھا اٹھنا چاہتا تھا۔ لڑکی نے اپنا ہاتھ ...اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ شاید جانا چاہتا تھا اور وہ روک رہی تھی۔ ...انداز کچھ سمجھانے کا تھا جیسے اس کی پریشانی پوچھ رہی ہو۔ اچانک اٹھ ...کر جانے کی وجہ معلوم کرنا چاہتی ہو اور اسے تسلیاں بھی دے رہی ہو۔ ...وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر ایسا اشارہ کر رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو، دل ...گھبرا رہا ہے، طبیعت خراب ہو رہی ہے اور وہ جانا چاہتا ہے۔ ...آخر وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس دوران وہ بار بار چاروں طرف دیکھتا جاتا تھا جیسے کسی نادیدہ دشمن کو ڈھونڈ نکالنا چاہتا ہو۔ پھر وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا دروازے تک پہنچا، ذرا رُک کر ایک نظر اس کے باڈی گارڈ پیٹر پال پر ڈالی پھر دروازے کے باہر چلا گیا، نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جیسی اتنی حسین تھی کہ اسے تنہا دیکھ کر کوئی بھی لفٹ لینے آ سکتا تھا۔ اس سے پہلے ہی میں اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ مشروب کا وہ گلاس ہاتھ میں لیے اس کی میز کے پاس آیا۔ پھر مسکرا کر بولا "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟"

اس نے مجھے دیکھا، پھر مسکرا کر بولی "میں تمھیں بیٹھنے کی اجازت نہ دوں تو تمھارا دل ٹوٹ جائے گا لہٰذا بیٹھ جاؤ۔"

میں شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کرسی پر بیٹھ گیا جسے آرتھر خالی چھوڑ گیا تھا۔ وہ بولی "کیا تم کوئی جادو جانتے ہو؟"

میں نے پوچھا "یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟"

"میں دیکھ رہی ہوں، ادھر وہ بوڑھا پریشان ہو کر بلکہ خوف زدہ ہو کر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی تم آ گئے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "میری دعا میں بہت اثر ہے۔ میں ایک بوڑھے کو تمھارے ساتھ دیکھ کر کڑھ رہا تھا۔ جوانی پر بڑھاپے کا سایہ نہیں پڑنا چاہیے۔ میں نے کئی بار آزمایا ہے، جب دل کی گہرائیوں سے کوئی دعا مانگتا ہوں تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ میں حیران ہوں، اس وقت بھی دعا قبول ہو چکی ہے، وہ اُٹھ کر چلا گیا ہے۔"

وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے بولی "عجیب بات ہے، میں بھی دل کی گہرائیوں سے کوئی دُعا مانگتی ہوں تو فوراً قبول ہو جاتی ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم بھی دعا مانگ رہی ہو؟"

"ہاں، جب کوئی خوبرو جوان میرے پاس آتا ہے تو میں کہتی ہوں، یہ جوان گفتار کے غازی ہوتے ہیں۔ باتوں ہی باتوں میں دل لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ خدایا! ایسے جوانوں سے محفوظ رکھ۔"

یہ کہتے ہی وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

"میری دعا قبول ہو چکی ہے، میں جا رہی ہوں، گڈ نائٹ اینڈ ڈونٹ بی سو فولش ٹو فالو می۔ شب بخیر، میرا پیچھا کرنے کی حماقت نہ کرنا۔"

وہ ایسا نہ کہتی تب بھی میں اس کا تعاقب نہ کرتا۔ اس کے باڈی گارڈ کو خواہ مخواہ طیش دلانا دانشمندی نہیں تھی۔ ان کے نام اور پتے معلوم ہو چکے تھے، میں بعد میں وہاں تک پہنچ سکتا تھا۔ میں نے ویٹر کو کھانے کا آرڈر دیا۔ پھر ان کے متعلق سوچنے لگا۔ مجھے انتظار تھا۔ میں کچھ وقت گزارنے کے بعد جیسی اور اس کے باڈی گارڈ کے دماغ میں پہنچنے والا تھا۔

اچانک میں نے سانس روک لی، پھر آہستہ آہستہ سانس

لینے لگا۔ اگر رسونتی یا شیبا ہوگی تو کوڈ ورڈز کے ساتھ آئے گی۔ میں نے چند سیکنڈ تک انتظار کیا۔ اتنی دیر تک میں پرائی سوچ کی لہریں کو محسوس کرتا رہا، پھر میں نے سانس روک لی۔ یہ مورینا کی چال ہو سکتی تھی، وہ کسی تنویمی عامل کے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی۔ شاید اسی کے حکم کے مطابق میرے متعلق معلومات حاصل کرنے آئی ہوگی۔

ویٹر میرے سامنے کھانے کی ڈشیں رکھ رہا تھا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے اپنی پلیٹ میں ذرا سا سوپ لیا، آہستہ آہستہ پیتے ہوئے خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے مورینا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ جیسے ہی پہنچا اس نے آنکھیں بند کرلیں، اس کے دماغ میں ایسا سناٹا چھا گیا جیسے وہ قبر کی تنہائی میں ہو اور کوئی آواز سُنائی نہ دیتی ہو۔ وہ تنویمی عمل کے اثر سے وقتی طور پر بہری ہوگئی تھی۔ میں نے مخاطب کیا۔ "ہیلو مورینا!"

اس نے کہا۔ "ہیلو فرہاد!"

"تم ابھی میرے دماغ میں آئی تھیں۔"

"میں نہیں آئی تھی۔"

"جھوٹ مت بولو، تم اس تنویمی عامل کے اشاروں پر چل رہی ہو، وہ تمھارے ذریعے معلوم کرنا چاہتا ہے، میں کہاں ہوں اور کیا کررہا ہوں۔"

"فرہاد! میں تمھیں پہلے ہی کہہ چکی ہوں، میرے دماغ میں آکر میرے متعلق کوئی بات کروگے تو جواب ملے گا، کسی اور کے متعلق گفتگو کروگے تو گونگی بہری بن جاؤں گی۔"

"میں صرف تمھارے متعلق سوال کرتا ہوں۔ تم ابھی ایک فرضی نام سے کلب میں آئی تھیں۔"

"میں نہیں آئی تھی۔"

"تم جھوٹ بولتی ہو۔"

"تم کب تک میرے دماغ میں رہوگے؟"

"میں تمھارے ہی متعلق سوال کررہا ہوں، تم کہاں ہو؟"

"میں وہاں ہوں جہاں اندھیرا ہے، سناٹا ہے، خاموشی ہے۔ نہ کچھ دکھائی دیتا ہے نہ کچھ سنائی دیتا ہے۔"

میں اس پر لعنت بھیج کر دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ آہستہ آہستہ موجودہ حالات پر غور کرنے لگا۔ اگر مورینا سچ کہہ رہی تھی اور وہ میرے دماغ میں نہیں آئی تھی تو تھوڑی دیر پہلے کون آیا تھا؟

بہت دیر ہوگئی۔ اب میں جیسی کی خبر لینا چاہتا تھا۔ میں نے اس کا تصور کیا۔ اس کی آواز اور لب و لہجے کو یاد کیا۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرکے جیسے ہی پہنچنا چاہا، واپس چلا آیا۔ اس نے بھی سانس روک لی تھی۔

یا حیرت! کیا ابھی مورینا اپنے عاشق باڈی گارڈ کے ساتھ یہاں آئی تھی؟ جیسی کے سانس روکنے پر پہلے تو یہی خیال آیا کہ وہ میک اپ میں تھی، اس بوڑھے کو کسی وجہ سے پہچاننا چاہتی تھی جس کی جگہ بیٹھا ہوا تھا، پھر اس کے جانے کے بعد خود اُٹھ کر چلی گئی تھی۔ لیکن ذرا غور کرنے سے بات سمجھ میں آئی۔ وہ مورینا نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ اور اسے اغوا کرنے والے سمجھتے تھے، میرے دماغ میں اوّل تو کوئی نہیں آسکے گا اور آئے گا تو معلومات حاصل نہیں کرسکے گا۔ مورینا اور اس کا عامل ایسی بچکانہ حرکت نہیں کرسکتے تھے۔

اب جیسی پُراسرار بن گئی تھی۔ وہ کہاں سے آئی اور کہاں گئی تھی؟ کیا اس نے کلب کے رجسٹر میں صحیح نام اور پتا لکھوایا ہوگا؟ پتا معلوم ہوچکا تھا، میں کسی وقت بھی وہاں تک پہنچ جاؤں گا یا پھر اس کے دماغ میں جگہ مل جائے گی لیکن جو دماغ تک نہ آنے دیتی ہو، وہ گھر تک آنے کا پتا کیسے دے گی؟

موجودہ حالات میں مورینا میرے دماغ میں آنے کی حماقت نہیں کرسکتی تھی۔ آرمر اجازت لے کر آتا تھا۔ شیبا اور رسونتی آتی ہی کوڈ ورڈز استعمال کرتی تھیں۔ میں نے جوجو کے دماغ میں بھی پہنچ کر دیکھ لیا۔ وہ میرے پاس نہیں آئی تھی۔ اب دو ہی باتیں سمجھ میں آرہی تھیں۔ ایک تو یہ کہ مورینا کے ذریعے وہ ٹرانسفارمر مشین اس عامل کے ہاتھ آگئی ہے۔ اس نے یہ علم سیکھ لیا ہے اور خیال خوانی کرتا پھر رہا ہے۔

دوسری بات یہ کہ وہ مشین کسی کے ہاتھ نہیں آئی ہے۔ ہمارے علاوہ ایک اور خیال خوانی کرنے والی ہستی رہ گئی ہے جو ہم سے دور ہے اور ہمارے لیے اجنبی ہے۔ وہ کون ہے؟

میرے حساب سے جیسی بن کر آنے والی ثنانہ ہی ہو سکتی تھی۔

★

جنرل ڈیکورا بہت پریشان تھا۔ ایک برس چار ماہ گزر چکے تھے اور اس مشین سے کوئی فائدہ اٹھانے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے بلکہ نت نئی مصیبتیں گلے پڑ رہی تھیں۔ اگرچہ وہ حوصلہ ہارنے والا نہیں تھا۔ بہت ہی مستقل مزاج اور مضبوط قوتِ ارادی کا مالک تھا لیکن بعض اوقات پریشان ہوکر سوچتا تھا، آخر کب تک یہ چکر چلتا رہے گا؟

جب سابقہ سپر ماسٹر، کرنل جم اور میجر برائٹ کے ساتھ مل کر کام کرنے کا سمجھوتا ہوا تھا اور وہ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ایک دوسرے کی صلاحیتیں اپنے اپنے دماغوں میں منتقل کرا رہے تھے، اسی وقت وہ سمجھ گیا تھا کہ ٹیلی پیتھی ایسا علم ہے جسے جو کوئی بھی حاصل کرنا چاہے گا وہ اس میدان میں کسی دوسرے کو نہیں آنے دے گا۔ کیوں کہ یہ انسان کی ازلی فطرت ہے۔ وہ محبت تقسیم کرسکتا ہے، دولت تقسیم کرسکتا ہے لیکن اقتدار تقسیم نہیں کرسکتا۔ وہ تنہا حکومت کرنا چاہتا ہے۔ ان چاروں میں سے ہر ایک کی خواہش یہی ہوگی کہ وہ باقی تینوں سے برتر رہے۔

یہی سوچ کر اس نے میجر برائٹ سے خفیہ معاہدہ کیا تھا۔ ٹرانسفارمر مشینیں دو عدد بنائی گئیں۔ اس کم بخت میجر برائٹ نے دو کیا چھ عدد بنائیں۔ پانچ نقلی اور ایک اصلی اور اصلی لے کر فرار ہوگیا۔ یہ تو قسمت نے ساتھ دیا کہ اصلی مشین پھر اس کے ہاتھ لگ گئی اور میجر برائٹ مارا گیا۔ یقیناً سابقہ سپر ماسٹر اور کرنل جم بھی مارے گئے ہوں گے۔ اگر زندہ ہوتے تو ان کی کوئی سُن گن ملتی رہتی لیکن اُدھر سے بالکل خاموشی تھی۔ یقیناً وہ مرگئے ہوں گے۔

بہرحال وہ تینوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد بڑے اطمینان سے ایک پُراسرار شخص بن کر آہستہ آہستہ ایک تنظیم قائم کررہا تھا۔ اسے ہر پہلو سے مضبوط بنانا چاہتا تھا۔ مشین حاصل کرنے کے تقریباً چار پانچ ماہ بعد اسے خیال آیا کہ جو خاص ماتحت اور آلۂ کار اس کا کام کررہے ہیں ان کی وفاداریوں کو پرکھنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان پر وقتاً فوقتاً تنویمی عمل کیا جائے اور ان کے اندر کی بات معلوم کی جائے۔

ان چاروں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے جو پہلا علم اپنے دماغ میں منتقل کیا تھا، وہ بہرام گنگولی کا سانس روکنے کا عمل اور تنویمی عمل تھا۔ جہاں تک سانس روکنے کی بات ہے، وہ محسوس کررہا تھا کہ اب اس کی سانسیں قابو میں نہیں رہتی ہیں۔ بھلا کیسے رہتیں؟ وہ شراب پیتا تھا اور خوب پیتا تھا۔ اس نے سوچا، کوئی بات نہیں۔ یہ ہنر نہ سہی مگر تنویمی عمل تو آتا ہی ہوگا۔ لہٰذا اس نے آزمائش کے طور پر اپنے ایک آلۂ کار کو چپ چاپ اپنی رہائش گاہ میں آنے کا حکم دیا۔ وہ بے چارہ آیا تو اسے ایک کمرے میں جانے کا حکم دیا۔ وہ کمرے میں پہنچا۔ وہاں ایک بستر بچھا ہوا تھا۔ جنرل ڈیکورا اتنے عرصے بعد پہلی بار کسی ایک آلۂ کار کے سامنے آیا تھا۔ اس کے بغیر وہ تنویمی عمل نہیں کرسکتا تھا۔

وہ آلۂ کار بستر پر لیٹ گیا۔ جنرل ڈیکورا نے کہا۔ "اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دو اور میری طرف دیکھو۔ اپنے دماغ میں یہ خیال قائم کرلو کہ تم ذہنی طور پر خود کو میرے حوالے کررہے ہو۔ میں جو کہوں گا تم اس کی تعمیل کرتے رہوگے۔"

وہ اس کے حکم کے مطابق اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔ جنرل ڈیکورا نے کہا۔ "تم میری آنکھوں میں دیکھ رہے ہو۔ اب تمھاری آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہورہی ہیں۔"

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں بند کرلیں۔ جنرل ڈیکورا نے کہا۔ "اب تمھاری آنکھیں بند رہیں گی۔ بند آنکھوں کے پیچھے تم مجھے تصور میں دیکھتے رہوگے۔ میری آنکھیں تمھارے حواس پر مسلط رہیں گی۔ تمھارے کان دنیا کی کوئی آواز نہیں سنیں گے، صرف میری آواز سنتے رہیں گے۔"

وہ اسی طریقے سے عمل کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے محسوس کیا، اس کا معمول بے حس و حرکت بستر پر پڑا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

اس کے ہونٹوں میں لرزش پیدا ہوئی، پھر اس نے کہا۔ "ہاں، سن رہا ہوں۔"

"کیا تم میرے معمول ہو؟"

"میں آپ کا معمول ہوں۔"

"کیا تم میری ہر بات کا درست جواب دوگے؟"

"میں آپ کی ہر بات کا درست جواب دوں گا۔"

"سچ سچ بتاؤ، کیا تم میرے وفادار ہو؟"

"میں آپ کا وفادار اور جاں نثار ہوں۔"

"کیا تمھارے دماغ میں کبھی یہ بات نہیں آتی کہ کسی طرح چھپ کر میرا سراغ لگانا چاہیے، میں کون ہوں اور کہاں رہتا ہوں؟"

"میرے دماغ میں کبھی ایسی بات نہیں آتی۔ میں نمک حرام نہیں ہوں۔"

جنرل ڈیکورا اپنے اطمینان کے لیے طرح طرح کے سوالات کرتا رہا اور اس کے جواب سے مطمئن ہوتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "اب تم ایک گھنٹے کے لیے سوجاؤ گے۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد میری شکل و صورت بھول جاؤ گے۔ یہاں سے چپ چاپ اٹھ کر جاؤ گے اور ایک میل جانے کے بعد اس رہائش گاہ کا پتا بھول جاؤ گے۔"

وہ آنکھیں بند کیے اسی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔ جنرل ڈیکورا تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا، پھر دبے قدموں چلتا ہوا دروازے تک گیا۔ دروازہ کھول کر جانے سے پہلے اس نے پلٹ کر دیکھا تو ٹھٹک گیا۔ وہ تنویمی نیند سونے والا اپنی ناک کھجا رہا تھا۔ ڈیکورا نے غصے سے دروازے کو بند کیا، پاؤں پٹختا ہوا اس کے قریب آیا، پھر گرج کر بولا۔ "ابے او اُلّو کے پٹھے! تو تنویمی نیند سو رہا ہے تو ناک کیسے کھجا رہا ہے؟"

باس کی گرجدار آواز سن کر وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر بیٹھ گیا پھر ہکلاتے ہوئے بولا۔ "مم... میں کوشش کررہا تھا مگر نیند نہیں آرہی تھی۔"

اس نے پوچھا۔ "کیا تو میرا معمول نہیں بنا تھا؟"

"باس! معمول تو اسے کہتے ہیں جو اپنے باس کے ہر حکم پر عمل کرے۔ میں تو سوتے جاگتے آپ کا معمول ہوں، پھر آپ مجھے کیوں سُلانا چاہتے ہیں؟"

ڈیکورا نے اس کے منہ پر ایک اُلٹا ہاتھ رسید کیا۔ "جاؤ یہاں سے نکل جاؤ، فوراً بھاگ جاؤ۔"

وہ اچھل کر بستر سے نیچے آیا، پھر دوڑتے ہوئے جانے لگا۔ ڈیکورا نے گرج کر کہا۔ "رُک جاؤ۔"

وہ سہم کر رُک گیا۔ اس نے حکم دیا۔ "تم یہاں سے سیدھے چلڈرن پارک میں جاؤ گے۔ وہاں تم سے ایک اہم کام لیا جائے گا۔"

وہ یس باس کہتا ہوا پلٹ گیا، پھر تیزی سے چلتا ہوا بنگلے سے باہر نکل گیا۔ ڈیکورا نے دوسرے کمرے میں آکر کھڑکی سے دیکھا۔ وہ جا رہا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر اٹھایا۔ اپنے دست راست سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "تمھارا آلۂ کار ٹوٹی چلڈرن پارک میں ہے۔

اس سے کوئی سوال کیے بغیر گولی مار دو۔ میں اس کی موت کی خبر سننا چاہتا ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ چوں کہ ٹونی اس بنگلے میں آچکا تھا۔ اسے دیکھ چکا تھا۔ اس پر تنویمی عمل کا اثر نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ وہ جنرل ڈیکورا کے بارے میں کسی سے کچھ کہتا' اس کا مر جانا بہتر ہوتا۔ تقریباً چالیس منٹ کے بعد اس کے دستِ راست نے اطلاع دی۔ وہ ختم ہو چکا ہے۔

وہ کتنی مصیبتوں کو ختم کر سکتا تھا۔ ٹرانسفارمر مشین نئی نئی مصیبتیں پیدا کرتی جا رہی تھی۔ وہ اسے حاصل کرنے سے پہلے ہی میجر برائٹ سے زبردست دھوکا کھا چکا تھا۔ اس کم بخت نے مشین کو غلط طریقے سے آپریٹ کیا تھا جس کے نتیجے میں جتنی بھی صلاحیتیں دماغ میں منتقل ہوئی تھیں' وہ سب عارضی تھیں۔ نہ وہ سانس روک سکتا تھا۔ نہ تنویمی عمل کر سکتا تھا۔ نہ سپر ماسٹر کی طرح شطرنجی چالیں سوچ سکتا تھا۔ اگرچہ وہ کند ذہن نہیں تھا۔ اپنے طور پر ذہین اور حاضر دماغ تھا لیکن ذہین ہونا اور بات ہے' چالاک ہونا اور بات ہے۔ یہ چالاکی اسے سپر ماسٹر کے دماغ سے حاصل ہوئی تھی، وہ بھی ختم ہو چکی تھی۔

اب اپنے دشمنوں اور آلۂ کاروں کو ختم کرنے سے کیا ہو سکتا تھا۔ مشین اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہی تھی۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہاتھ نہیں آ رہی تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح مورینا تک پہنچنا چاہیے۔ لے دے کے ایک مورینا ہی رہ گئی تھی۔ وہ فرہاد، سونیا اور شیبا تک پہنچنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ آر مز ماسک مین کی قید میں تھا۔ لہٰذا وہ مورینا کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا کہ آخر مس امریکا کہاں غائب ہو گئی ہے؟

ایک صبح وہ بیدار ہوا تو اپنے اندر عجیب سی تبدیلی محسوس کی۔ اس میں ایک عجیب سی خود اعتمادی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا' وہ تنویمی عمل کر سکتا ہے، اس کا دماغ بہت حساس ہے کوئی پرائی سوچ کی لہر آئے تو سانس روک سکتا ہے۔

وہ تھوڑی دیر تک اپنے متعلق سوچتا رہا۔ پھر سر کو جھٹک کر بڑبڑانے لگا۔ "کیا حماقت ہے۔ پتا نہیں' میں کیوں ایسا سوچ رہا ہوں۔"

وہ بستر سے اُٹھ کر باتھ روم میں گیا، وہاں سے نکل کر کچن میں آیا۔ چوں کہ بالکل تنہا زندگی گزارتا تھا' اس لیے صبح کی چائے اور ناشتا خود تیار کرتا تھا۔ باقی دو وقت ہوٹلوں میں کھایا کرتا تھا۔ جب وہ جوانی میں ایک معمولی سپاہی تھا تو کسی حد تک چولھے ہانڈی کا کام کر لیا کرتا تھا لیکن افسر بننے کے بعد ترقی کرتے ہوئے جنرل کے عہدے تک پہنچتے پہنچتے یہ سارے کام بھول گیا تھا۔ اسے کام کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اب پُراسرار زندگی گزارنے کے دوران ضرورت محسوس ہوئی تو وہ اچھی طرح اپنے لیے ناشتا تیار نہیں کر سکتا تھا لہٰذا بٹر، توسٹ اور جیلی وغیرہ سے گزارا کر لیا کرتا تھا۔ اس روز وہ کچن میں آیا تو اس نے اپنے لیے دو انڈوں کے پوچ بنائے، کوئی اناڑی انڈوں کا پوچ نہیں بنا سکتا۔ یا تو زردی ٹوٹ جاتی ہے یا بہت زیادہ پک جاتی ہے لیکن اس نے بڑی عمدگی سے پوچ تیار کیے۔ اس میں بڑی مناسبت سے نمک اور کالی مرچ کا چھڑکاؤ کیا۔ کھاتے وقت اسے بڑا لطف آیا۔ پھر اس نے چائے بنائی تو ایک گھونٹ پی کر حیران رہ گیا۔ اتنی بہترین چائے اس نے پہلے کبھی نہیں بنائی تھی۔ اسے یوں لگتا رہا جیسے اس کے اندر کوئی انجانی قوت ہے جو اس سے یہ کام اتنی عمدگی سے کراتی جا رہی ہے۔

اس نے چائے پینے کے دوران سوچا "مجھے امریکا سے باہر جا کر مورینا کو تلاش کرنا چاہیے۔ وہ یورپ کے کسی ملک میں ہو سکتی ہے۔"

پھر اس نے سوچا' اوہ نو، میں یورپ کے کون کون سے ملک میں اسے تلاش کرتا پھروں گا۔ پھر میرے پاس کام کرنے والے اتنے آدمی نہیں ہیں۔ دوسرے ممالک میں نئے آدمیوں سے کام لینا ہو گا۔ پتا نہیں' وہ قابلِ اعتماد ہو سکتے ہیں یا نہیں؟'

پھر اس کے دماغ نے کہا' قابلِ اعتماد ہو سکتے ہیں۔ میں تنویمی عمل کے ذریعے ان کے اندر پہنچ جاؤں گا۔ اگر وہ وفادار ثابت ہوئے تو کام لوں گا ورنہ جس طرح ٹونی کو ختم کیا تھا' اسی طرح انھیں بھی ختم کر دوں گا۔'

اس نے پھر سوچا' یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ مجھے تنویمی عمل نہیں آتا ہے۔ میں ایک بار آزما چکا ہوں۔ دوسری بار حماقت کروں گا تو پھر کسی کے سامنے جا کر عمل کرنا ہو گا۔ وہ مجھے شکل و صورت سے پہچانے گا پھر ناکامی کے بعد اسے بھی ختم کرنا ہو گا۔ آخر میں کیوں کسی کی زندگی سے کھیلوں؟'

وہ ایک پیالی سے زیادہ نہیں پیتا تھا۔ اس روز اس نے دوسری پیالی بنائی۔ چائے بہت عمدہ تھی۔ بار بار پینے کو جی چاہتا تھا۔ وہ پی رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ کال بیل کی آواز سن کر چونک گیا۔ وہاں صرف ایک ملازمہ صفائی کے لیے آتی تھی۔ وہ ہر کام اپنے ہاتھ سے کر سکتا تھا مگر پورے بنگلے کی صفائی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے لیے ایک ملازمہ ضروری تھی۔ اس نے بیرونی دروازے کو کھول دیا۔ وہ سر جھکا کر اندر آئی۔ اس نے دروازے کو بند کر دیا۔ یہ روز کا معمول تھا۔ وہ چپ چاپ آتی تھی۔ اپنا کام کرتی تھی اور چلی جاتی تھی۔ اسے جنرل ڈیکورا کی حیثیت سے کبھی پہچان نہیں سکی تھی۔

وہ پھر ڈائننگ ٹیبل پر آ کر بیٹھ گیا۔ دوسری پیالی سے ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔ اس دوران وہ کام کی بات سوچنا چاہتا تھا لیکن بار بار اس کا دھیان اسی ملازمہ کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے اندر یہ شدید خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ اسے اس ملازمہ پر تنویمی عمل کرنا چاہیے۔

وہ پریشان ہو گیا۔ آخر یہ خواہش کیوں پیدا ہو رہی ہے۔ وہ کیوں دوبارہ تنویمی عمل کی صلاحیتوں کو آزمانا چاہتا ہے؟ اس نے کبھی اس ملازمہ سے بات نہیں کی تھی۔ بہت ضرورت ہوتی تو اسے ہدایات دیتا

تھا کہ ایسا کام کرنا چاہیے، ویسا کام کرنا چاہیے۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان خاموشی رہتی تھی۔

وہ دوسری پیالی ختم کرتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ دل ہی دل میں فیصلہ کرنے لگا۔ کیا اسے تنویمی عمل کرنا چاہیے؟

وہ فیصلہ کر رہا تھا لیکن اس کے اندر جیسے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا تھا۔ وہ اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر اندر آیا۔ وہ صفائی میں مصروف تھی۔ پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ ایک نوجوان بیوہ تھی۔ اپنے ایک بچے کی خاطر اب تک دوسری شادی نہیں کی تھی ویسے شادی کے متعلق سوچ رہی تھی۔ جنرل ڈیکورا نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔ "ادھر آؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ اس نے حکم دیا۔ "بستر پر لیٹ جاؤ۔"

وہ ذرا شرمانے، ذرا مسکرانے لگی۔ اس کی سمجھ میں آیا۔ بوڑھے صاحب کا دل آگیا ہے۔ وہ چپ چاپ پلنگ پر لیٹ گئی۔ ڈیکورا پلنگ کے سرے پر آیا۔ پھر بولا۔ "اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دو اور میری آنکھوں میں دیکھتی رہو۔"

وہ اس کی ہدایات پر عمل کرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ وہ فوجی انداز میں بڑے رعب سے حکم دے رہا تھا۔ "تم میری آنکھوں میں دیکھتی رہو گی اور دیکھتے ہی دیکھتے آنکھیں بند ہو جائیں گی۔"

تھوڑی دیر بعد اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ تنویمی عمل کے طریقۂ کار کے مطابق اسے ٹرانس میں لانے لگا۔ اس سے بھی یہی کہنے لگا کہ وہ بند آنکھوں کے پیچھے صرف اسے دیکھ رہی ہے اور اس کے کان دنیا کی آوازوں کو نہیں سن رہے ہیں' صرف اس کی آواز سن رہے ہیں۔

اس نے پانچ منٹ کے بعد محسوس کیا' وہ بالکل ساکت ہو گئی ہے اور ٹرانس میں آگئی ہے۔ اس کی معمولہ بن کر اس کے احکامات کی تعمیل کر سکتی ہے۔ اس نے آزمائش کے طور پر اس سے چند سوالات کیے اور معقول جواب سنتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "تم میرے متعلق کیا سوچتی ہو؟"

اس نے کہا۔ "تم بہت پُراسرار ہو۔ ہمیشہ خاموش رہتے ہو۔ میں نے آج تک اس بنگلے میں تمھارا کوئی ملاقاتی نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا ہے تم گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر چکے ہو۔"

"تم میرے متعلق کیوں سوچتی ہو؟"

"یونہی تجسس پیدا ہوتا ہے اور میں سوچنے لگتی ہوں۔"

"میں تمھاری نگرانی نہیں کرتا۔ تم پورے بنگلے کی صفائی کرتی رہتی ہو۔ کیا تمھارا جی نہیں چاہتا کہ کوئی چیز چرا کر لے جاؤ؟"

"ہاں۔ کرسمس قریب ہے۔ میں اپنے بچے کے لیے ڈھیر سارے کھلونے اور نئے کپڑے خریدنا چاہتی ہوں۔ میں نے کئی مرتبہ تمھارے تکیے کے نیچے بڑے بڑے نوٹ دیکھے لیکن کبھی چرانے کی نیت نہ ہوئی۔ آج میں سوچ کر آئی تھی کم از کم ایک نوٹ چرا کر لے جاؤں گی اور اپنے بچے کے لیے بہت ساری چیزیں خریدوں گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں، تم ایک گھنٹے تک تنویمی نیند پوری کرو گی' بیدار ہونے کے بعد یہ بھول جاؤ گی کہ تم پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔"

"میں یہ بھول جاؤں گی کہ مجھ پر تنویمی عمل کیا گیا تھا۔"

"تمھارے بیدار ہونے کے بعد میں اس کمرے میں نہیں رہوں گا۔ تم چپ چاپ میرے تکیے کے نیچے سے پانچ سو ڈالر نکال کر لے جاؤ گی۔"

"میں چپ چاپ تکیے کے نیچے سے پانچ سو ڈالر چرا کر لے جاؤں گی۔"

"اب تم سوتی رہو۔ ایک گھنٹے بعد بیدار ہو جاؤ گی۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ تنویمی نیند میں ڈوب گئی تھی۔ ڈیکورا تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے پاس گیا۔ وہاں سے بھی پلٹ کر دیکھا کہیں یہ بھی ناک نہ کھجائے؟ ایسی بات نہیں تھی۔ وہ بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔ وہ کمرے سے باہر آگیا۔ بڑی بے چینی سے ایک گھنٹہ گزارنے لگا۔ جب اس کے بیدار ہونے کا وقت آیا تو وہ بیڈ روم کے باہر ایک کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اندر سے پردے کو ذرا سا سرکا دیا تھا تاکہ باہر سے دیکھ سکے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔

وہ چھت کو تک رہی تھی پھر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھی۔ چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس کے انداز سے پتا چل رہا تھا جیسے مالک کے بستر پر وہ خود کو پا کر حیران پریشان ہو رہی ہے۔

وہ فوراً ہی بستر سے اُتر گئی، چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھنے لگی۔ پہلے اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر کھڑکی کی طرف نظر دوڑائی۔ ڈیکورا فوراً ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر ذرا آگے بڑھ کر جھانکنے لگا۔ اب وہ آہستہ آہستہ بستر کی طرف آ رہی تھی اور تکیے کے پاس جھک رہی تھی۔ اس نے تکیے کو اُٹھا کر دیکھا۔ وہاں سو سو ڈالر کے کئی نوٹ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے پانچ نوٹ نکال کر اپنے گریبان میں چھپا لیے۔

جنرل ڈیکورا کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا۔ اسے بہت غصہ آ رہا تھا۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف جاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ "یہ کم بخت چور ہے' بے ایمان ہے، اسے سخت سزا دینا چاہیے۔"

لیکن اس کا دماغ سمجھا رہا تھا۔ 'وہ چور نہیں ہے۔ حالات نے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ ایک ماں ہے' اپنے بچے کو کرسمس کی خوشیاں دینا چاہتی ہے۔'

'کرسمس کی خوشیوں کے لیے چوری کرنا جائز تو نہیں ہے۔'

'وہ تنویمی عمل کے دوران اعتراف کر چکی ہے' اس سے پہلے بھی کئی بار سرہانے نوٹ دیکھ چکی ہے لیکن کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ آج اس کے ساتھ جو مجبوری ہے اسے سمجھنا چاہیے اور پانچ سو ڈالر اس خوشی

میں الجھا دینا چاہیے کہ تنویمی عمل کامیاب رہا ہے۔

وہ بھول گیا تھا کہ عمل کامیاب رہا ہے۔ وہ اس کے احکامات پر تعمیل کرتی جا رہی ہے۔ جب وہ ڈرائنگ روم میں آئی تو ڈیکورا نے اس کی طرف طنزیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ”ہیپی کرسمس۔“

وہ ایک دم سے چونک گئی۔ سہم کر اسے تکنے لگی۔ پھر جلدی سے مسکراتے ہوئے بولی۔ ”تھینک یو۔ ہم غریبوں کی خوشیاں تو نہیں ہیں کہ کرسمس کے دن دوسروں کو خوشیاں مناتے دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔“

”کیا تمھیں کچھ رقم کی ضرورت ہے؟“

”جی نہیں، شکریہ۔“

”کیا گھر کا سارا کام ہو چکا ہے؟“

”جی ہاں، میں جا رہی ہوں۔“

”تم ابھی کہاں سے آ رہی ہو؟“

”آپ کے بیڈ روم سے۔“

”وہاں کیا کر رہی تھیں جب کہ ایک گھنٹا پہلے بھی وہاں موجود تھیں۔“

وہ ایک دم سے گھبرا گئی۔ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ پھر جلدی سے اس کے قدموں پر گر کے رونے لگی۔ ”مالک! مجھے معاف کر دیجیے، مجھ سے بڑی بھول ہوئی۔ میں نے زندگی میں کبھی ایسا کام نہیں کیا، مگر اپنے بچے کی خوشیوں کے لیے چور بن گئی۔“

اس نے گریبان سے سو سو کے پانچ نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔ ڈیکورا نے پوچھا ”کیا تمھیں کسی نے چوری کرنے کے لیے کہا تھا؟“

”مجھے کون چوری کرنے کے لیے کہہ سکتا ہے۔ میں بُرے لوگوں کی صحبت سے دور رہتی ہوں تا کہ میرے بچے پر بُرا اثر نہ پڑے۔“

”میں تھوڑی دیر پہلے اپنے بیڈ روم میں گیا تھا تم وہاں گہری نیند سو رہی تھیں۔“

وہ پھر گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے سامنے فرش پر گھٹنے ٹیک دیے۔ کہنے لگی ”مجھے معاف کر دیجیے، میری سمجھ میں نہیں آتا میرے ساتھ کیا ہوا تھا۔ کیسے نیند آ گئی تھی۔ کیسے میں بستر پر جا کر سو گئی تھی۔“

”کوئی بات نہیں۔ اُٹھ جاؤ۔“

وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی طرف نوٹ بڑھائے تو اس نے کہا ”تم سچی اور ایماندار ہو۔ میرے پیچھے آؤ۔“

وہ سہمے ہوئے انداز میں اس کے پیچھے چلنے لگی۔ پھر اس کے بیڈ روم میں آئی۔ اس نے اپنے بستر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”وہاں جاؤ اور تکیے کے نیچے جتنے نوٹ پڑے ہیں، اٹھا لو۔“

وہ حیرانی اور بے یقینی سے دیکھنے لگی۔ اس نے کہا ”میرا منہ کیا تک رہی ہو۔ یہ میرا حکم ہے۔“

وہ ہچکچاتے ہوئے بستر کے پاس گئی۔ تکیے کو ہٹایا ڈھیر سارے

نوٹ تھے، کم از کم چار پانچ ہزار ڈالر ضرور ہوں گے۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ان نوٹوں کو اٹھاتے ہوئے پوچھا ”مالک! کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟“

”نہیں، میں تمھاری سچائی سے خوش ہوں۔ جاؤ اپنے بیٹے کے ساتھ کرسمس کی خوشیاں مناؤ، آج میں بھی خوش ہوں، بہت خوش ہوں۔“

وہ ہنستے ہوئے کمرے سے باہر چلا گیا۔ ملازمہ حیران اور پریشان تھی۔ نوٹوں کو تہ کر کے کچھ گریبان میں رکھ رہی تھی ۔۔۔ کچھ جیبوں میں ٹھونس رہی تھی۔ اتنے نوٹ تھے کہ آج رکھنے کے لیے جگہ نہیں تھی۔

جنرل ڈیکورا ڈرائنگ روم میں آ کر اِدھر سے اُدھر ٹہل رہا تھا۔ خوشی سے کانپ رہا تھا اور سوچ رہا تھا ’یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ اچانک کھوئی ہوئی صلاحیتیں پھر واپس کیسے آ گئی ہیں؟‘

اب اس کے اندر یہ ترغیب پیدا ہو رہی تھی کہ امریکا سے باہر جانا چاہیے۔ یورپ کے ملکوں میں مورینا کو تلاش کرنا چاہیے۔ اب وہ کسی بھی اجنبی ملک میں کسی بھی اجنبی شخص کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا آلۂ کار اور وفادار بنا سکتا تھا۔

اس نے ٹرانسفارمر مشین کے متعلق سوچا۔ اس کے دماغ نے کہا ’مشین کی فکر نہیں کرنا چاہیے، وہ اسٹور روم کے فرش میں اس طرح چھپی ہوئی ہے کہ کوئی شبہ نہیں کرے گا۔ میں ساری دنیا گھوم کر آ جاؤں گا، وہ مشین وہاں محفوظ رہے گی۔‘

وہ اس بات پر حیران تھا کہ جس بات کا فیصلہ کرنے سے ہچکچاتا تھا، دماغ میں آپ ہی آپ اس فیصلے کا اہم نکتہ سامنے آ جاتا تھا۔ اور وہ قائل ہو جاتا تھا کہ اسے ایسا کرنا چاہیے۔ پہلے وہ باقاعدہ ناشتا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے خلافِ توقع بہت ہی عمدہ انڈے کا پوچ بنا کر ناشتا کیا۔ پھر وہ کسی پر بھی تنویمی عمل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا دماغ اسے کشاں کشاں اس عمل کی طرف لے گیا۔ اب وہ ملک سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا۔ لیکن سمجھ رہا تھا، اس کے اندر کوئی ایسی قوت پیدا ہو گئی ہے جو اسے بے اختیار کامیابی کی طرف لے جا رہی ہے۔ لہٰذا اب اُسے یورپ جا کر مورینا کو تلاش کرنا چاہیے۔

اس نے دوسرے ہی دن یورپ جانے والی کسی بھی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرانے کی کوشش کی مگر دو دن بعد اسے ایک فلائٹ میں جگہ ملی۔ ان دو دنوں میں اس نے اپنے دستِ راست کو بلایا۔ وہ پہلی بار اس کے سامنے آیا اور اس پر تنویمی عمل کیا جو کامیاب رہا۔ اس کا دستِ راست تنویمی نیند پوری کر کے چپ چاپ چلا گیا تھا۔ اسے نہ تو اپنے باس کا چہرہ یاد رہا تھا اور نہ یہ یاد رہا تھا کہ وہ باس سے ملنے کس رہائش گاہ میں آیا تھا اور اس پر کس طرح تنویمی عمل کیا گیا تھا۔ وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔ اس طرح جنرل ڈیکورا کو یقین ہو گیا کہ اس کا دستِ راست بہت ہی وفادار اور جاں نثار ہے اور اسے کبھی دھوکا نہیں دے گا۔

روانگی سے پہلے اس نے ملازمہ کو بُلا کر چار ہفتے کی پیشگی تنخواہ دے کر اسے چھٹی کرنے کے لیے کہا۔ پھر وہاں سے یورپ کے لیے روانہ ہوا۔ اس نے راستے میں سوچا ’میں تلاش کرنے کا آغاز کہاں سے کروں گا۔ کس طرح کروں گا۔ کس طرح اسے پہچان سکوں گا؟‘

اس کے دماغ میں خیال پیدا ہوا ’مورینا کسی نیگرو کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے۔‘

اس نے تعجب سے سوچا ’یہ بات میرے دماغ میں کیسے آ رہی ہے۔ بھلا وہ کسی نیگرو کے ساتھ کیوں رہے گی؟‘

اس کے دماغ نے کہا ’میں نے شاید کسی اخبار میں پڑھا ہے۔ آج کل وہ ایک نیگرو میں دلچسپی لے رہی ہے اور ملک سے باہر نکل گئی ہے۔‘

حالاں کہ اس نے کسی اخبار میں پڑھا نہیں تھا۔ چوں کہ ان دنوں بہت مصروف رہا تھا۔ پریشان بھی تھا۔ مختلف مسائل میں اُلجھا ہوا تھا۔ اس لیے سوچا ’شاید ہفتوں یا مہینوں پہلے کسی اخبار میں پڑھا ہو اور بھول گیا ہو اور اب یہ بات یاد آ رہی ہو۔‘

اسے کبھی کبھی شبہ ہوتا تھا ’کہیں کوئی میرے دماغ میں گھسا ہوا تو نہیں ہے جو خود کو ظاہر نہیں کر رہا ہے لیکن اپنی مرضی کے مطابق مجھ سے عمل کرا رہا ہے۔‘

ایسی سوچ کے جواب میں دوسری سوچ پیدا ہوتی ’میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ بھلا کون میرے دماغ میں آ سکے گا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے کسی کو معاف نہیں کرتے۔ اگر کوئی میرے دماغ میں آتا تو سب سے پہلے مشین کے متعلق معلومات حاصل کرتا۔ پھر مجھے مار ڈالتا۔ میرے گھر میں گھس کر، فرش توڑ کر وہ مشین نکال کر لے جاتا لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔‘

وہ پہلے پیرس پہنچا۔ وہاں اس نے دو دن تک پورے شہر کا چکر لگانے کے بعد ایک کام کے آدمی کو تلاش کیا۔ اس پر عمل کر کے اسے اپنا آلۂ کار بنایا۔ پھر اسے بھی حکم دیا ”تم اٹلی جاؤ۔ روم شہر میں دو چار کام کے آدمی تلاش کرو تا کہ وہ اس لڑکی کو تلاش کر سکیں۔ میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں۔“

وہ دوسرے دن روم پہنچا۔ وہاں پہنچنے کے چھ گھنٹے بعد ہی دماغ میں خوامخواہ یہ بات آنے لگی ’مجھے واپس جانا چاہیے۔ مورینا یہاں نہیں ہے۔ اسے کوئی اغوا کر کے امریکا لے گیا ہے۔ مجھے یہاں نہیں رہنا چاہیے۔‘

پہلے تو اس نے اس خیال کو دماغ سے جھٹک دیا۔ باہر جانے کی تیاری کرنے لگا تا کہ پورے روم شہر کا چکر لگاتے اور اپنے آلۂ کاروں سے رابطہ بھی قائم کرتا رہے مگر باہر جانے سے پہلے بار بار یہ خیال دماغ میں آ رہا تھا ’مجھے ابھی امریکا جانے والی پہلی فلائٹ میں سیٹ ریزرو کرانا چاہیے۔‘

وہ آئینے کے سامنے تیار ہو رہا تھا۔ اس نے جھنجلا کر اپنے عکس کو گھونسا دکھاتے ہوئے کہا ”میں تمھارا منہ توڑ دوں گا۔ اُلو کے پٹھے۔ فوج میں جنرل رہ چکے ہو اور دماغ اتنا کمزور ہے کہ یہ جیسے نچاتا ہے ویسے ناچتے ہو۔ تمھارا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ تمھاری اپنی مستقل مزاجی نہیں ہے۔ تم اپنی پلاننگ پر عمل نہیں کر سکتے۔ خوامخواہ امریکا سے یہاں چلے آئے اور یہاں سے واپس امریکا بھاگنا چاہتے ہو۔“

اس نے ہیئر برش پھینک کر آئینے کے عکس کو مارتے ہوئے کہا ”میں نہیں جاؤں گا۔ سمجھے، میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔“

وہ پوری طرح تیار ہو کر وہاں سے جانا چاہتا تھا۔ دماغ میں خیال آیا ’اگر مورینا سچ مچ اغوا کر لی گئی ہے اور امریکا پہنچائی جا رہی ہے تو اسے اغوا کرنے والے اب مشین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ میرے متعلق پہلے سے کچھ جانتے ہوں اور میری عدم موجودگی میں میری رہائش گاہ تک پہنچ جائیں اور تمام بنگلے کا فرش کھود کر اس مشین تک پہنچ جائیں۔‘

یہ سوچتے ہی وہ لرز گیا۔ یہ تو خواب میں بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا کہ کوئی اس مشین کو ہاتھ لگا رہا ہے۔ ابھی وہ مطمئن تھا کہ کوئی اس رہائش گاہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا لیکن مورینا کو واقعی اغوا کیا گیا ہے اور اسے امریکا پہنچایا جا رہا ہے تو اس مشین کے لیے خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور ایسی صورت میں اسے پہلی فلائٹ سے امریکا جانا چاہیے تھا۔

وہ تھک ہار کر بستر کے سرہانے بیٹھ گیا۔ کبھی دماغ میں یہ خیال آتا تھا کبھی وہ آتا تھا۔ کبھی وہ اِدھر جاتا تھا کبھی اُدھر جاتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، آخر کون سا راستہ اختیار کرے کہ مورینا ہاتھ لگ جائے، مشین سے فائدہ اٹھائے۔ اس کے بعد وہ اسے سمندر میں لے جا کر پھینک دے گا۔

وہ اپنے کمرے سے نکلا۔ تیزی سے چلتا ہوا ہوٹل کے کاؤنٹر تک آیا۔ وہاں اپنی چابی دے کر جانا چاہتا تھا کہ رُک گیا۔ قریب ہی کھڑے ہوئے دو اشخاص میں سے ایک شخص نے مورینا کا نام لیا تھا۔ وہ سگریٹ سلگانے کے بہانے رُک گیا۔ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا

تھا: "وہ یہاں سے روانہ کر دی گئی ہے۔"

دوسرے نے کہا: "باس کا خیال ہے، اسے لے جانے والے امریکا لے گئے ہیں۔"

پہلے شخص نے کہا: "یہ کیا چکر ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر ایک عورت بہت زیادہ حسین ہے اور مس امریکا کہلاتی ہے تو یہ بڑی بڑی طاقتیں اس کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہیں؟"

جنرل ڈیکورا نے سگریٹ کا کش لے کر دھواں چھوڑا، پھر ایک گہری سانس لے کر ان دونوں پر سرسری نظر ڈالتا ہوا باہر آیا۔ ہوٹل کی کار میں بیٹھ کر سیدھا ائیر لائن کے دفتر میں گیا۔ اپنے لیے پہلی فلائٹ میں سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ حیرانی سے سوچ رہا تھا: جانے کس نے مورینا کو اغوا کیا ہے؟ جانے وہ اسے کہاں لے جا رہا ہے لیکن میرے دماغ میں یہ بات کیسے آ گئی کہ اسے اغوا کیا گیا ہے اور اسے امریکا لے جایا جا رہا ہے۔ یہ تو ایک اتفاق تھا کہ میں نے کاؤنٹر کے پاس کھڑے ہوئے ان دو آدمیوں کی باتیں سن لیں اور میرے دماغ میں آنے والے خیال کی تصدیق ہو گئی لیکن میرے دماغ میں ایسے خیالات کیسے آ جاتے ہیں؟'

وہ جتنا سوچتا تھا، اتنا ہی الجھتا چلا جاتا تھا۔ کبھی کبھی اپنے دماغ کے اندر آوازیں دیتا تھا: "تم کون ہو؟ میرے دماغ میں خاموش کیوں ہو؟ اگر خیال خوانی کے ذریعے مجھ تک پہنچ گئے ہو تو باتیں کرو۔ اگر دوست ہو تو دوستی کرو۔ دشمن ہو تو مجھے مار ڈالو مگر اضطراب میں مبتلا نہ کرو۔"

وہ بولتا تھا اور جواب کا انتظار کرتا تھا لیکن کوئی اس کے اندر نہیں بولتا تھا۔ وہ مجبور ہو کر التجا کرنے لگتا تھا، گڑگڑانے لگتا تھا: "پلیز میرے اندر کی بے چینی کو سمجھو۔ اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے گھر میں ٹائم بم چھپا دیا گیا ہے اور وہ اسے تلاش کرتا ہے اور تلاش کرنے کے بعد بھی وہ بم نہ ملے اور اس کی بلاسٹنگ کا وقت قریب آتا جائے تو اس کی کیا حالت ہو گی۔ یہی حال میرا ہے، تم ایک ٹائم بم کی طرح میرے اندر چھپے ہوئے ہو، ایسا لگتا ہے جیسے موت کا دھماکا ہونے ہی والا ہے۔ جیسے تم مجھے اچانک موت کی پستی میں دھکیل دو گے۔ اس سے اچھا ہے کہ مجھے پہلے سے بتا دو۔"

وہ اپنے اندر بڑبڑاتا جاتا تھا مگر جواب نہیں ملتا تھا۔ آخر وہ واپس اپنی خفیہ رہائش گاہ میں آ گیا۔ آتے ہی سب سے پہلے اس نے اسٹور روم میں جھانک کر دیکھا۔ اس کا فرش جوں کا توں تھا۔ جو چیز جہاں رکھی ہوئی تھی، وہیں موجود تھی۔ اسے اطمینان ہوا کہ مشین محفوظ ہے۔ وہ ایک صوفے پر آ کر آرام سے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اپنے دماغ کے اندر پکارنا شروع کیا لیکن جواب نہیں ملتا تھا۔ دماغ کے اندر کا سناٹا بولتا تھا، کوئی ہو گا تو جواب ملے گا۔ جب نہیں ہے تو بڑبڑاتے رہنے سے کیا فائدہ۔ اگر وہ اسی طرح چلتے پھرتے لوگوں کے درمیان بھی بڑبڑانے لگا تو پاگل کہلائے گا۔

وہ رفتہ رفتہ مطمئن ہونے لگا کہ دماغ میں کوئی نہیں ہے، صرف وہم ہے۔ اس نے مشین کے ذریعے تنویمی عمل کی جو صلاحیتیں حاصل کی تھیں، وہ وقتی طور پر کمزور پڑ گئی تھیں، اسی لیے وہ ایک شخص پر تنویمی عمل کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اس کے بعد وہ صلاحیتیں پھر بحال ہو گئی تھیں اور یہ شاید اس لیے ہے کہ اب وہ اپنی صحت کا بہت زیادہ خیال رکھنے لگا ہے۔ پھر صبح اٹھ کر دوڑ لگاتا ہے، اس طرح پہلے جیسی پریشانی نہیں ہے۔ دماغ میں پہلے سے زیادہ توانائی محسوس ہوتی ہے اور یہ خیال غلط ہے کہ کوئی اس کے اندر بیٹھ کر اس کے دماغ کو توانا بنا رہا ہے اور چپ چاپ ساری معلومات حاصل کر کے شاید اسے نقصان پہنچانا چاہتا ہے جب کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔

وہ یورپ سے واپس آنے کے بعد صرف چوبیس گھنٹے تک مطمئن رہ سکا۔ اس کے بعد پھر اطمینان غارت ہو گیا۔ یہ وہ لمحات تھے جب آئرن ہارڈی نے مورینا کو ایک کیسٹ سنایا تھا۔ اس کیسٹ کی آواز اور لب و لہجہ سن کر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی تھی اور جنرل ڈیکورا کے دماغ تک پہنچ رہی تھی۔ وہ دماغ میں آنے والی تو نہ آ سکی۔ واپس چلی گئی لیکن ڈیکورا کا سکون برباد ہو گیا۔ وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔ دہشت زدہ نظروں سے کبھی دائیں، کبھی بائیں، کبھی آگے کبھی پیچھے دیکھتا تھا۔ "کوئی آ گیا ہے؟ کون آ گیا ہے؟"

اس پر عجیب طرح کی دہشت طاری ہو گئی تھی۔ وہ کبھی کھڑکی کے پاس جا کر باہر دیکھتا تھا۔ ہاتھ میں ریوالور مضبوطی سے پکڑے رہتا تھا۔ ایک ایک کمرے میں جا کر محتاط نظروں سے دیکھتا تھا۔

کون ہے؟

جب کوئی نظر نہیں آیا تو اس نے جھنجلا کر ریوالور کو فرش پر بیٹخ دیا۔ بڑبڑانے لگا: "میں پاگل ہوتا جا رہا ہوں۔ میں پاگل ہو گیا ہوں۔ میرے حساس دماغ نے پرائی سوچ کی لہر محسوس کی تھی اور میں نے سانس روک لی تھی، کوئی میرے اندر آنا چاہتا تھا۔ مجھے اندر تلاش کرنا چاہیے۔ میں اپنے گھر کے اندر تلاش کر رہا ہوں۔ مجھے کیا ہو گیا ہے، کیا میں سٹھیا گیا ہوں، کیا اب میں کسی کام کا نہیں رہا، میرا دماغ اب کام نہیں کر رہا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، کوئی اس کی آواز اور لب و لہجے کو کیسے بھول سکتا ہے؟

اس کے دماغ نے کہا: "سیدھی سی بات ہے، میں اپنے آلۂ کار کو نی اصل آواز میں احکامات سناتا ہوں، وہ اس پر عمل کرتے ہیں، سی آلۂ کار نے میری آواز ریکارڈ نہیں کی ہو گی اور ریکارڈ کرنے کے یسی خیال خوانی کرنے والے کے پاس نہیں پہنچائی ہو گی؟

یہ بات سمجھ میں آتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جلدی سے اپنا وری سامان سمیٹ کر گاڑی میں رکھا۔ اس کا دماغ اسے سمجھا رہا تھا: ے فوری طور پر یہ رہائش گاہ چھوڑ دینا چاہیے، جو دماغ تک پہنچ ا ہے، وہ گھر تک بھی پہنچ سکتا ہے لہٰذا اسے گھر کا پتا نہیں معلوم دنا چاہیے۔

وہ وہاں سے فرار ہو کر کینساس سٹی سے پانچ میل دور اسی ایج میں پہنچا تھا جہاں میجر براؤنٹ سے ٹکراؤ ہوا تھا، پھر نتیجے کے ور پر میجر کنوئیں کے اندر چلا گیا تھا۔ وہ کاٹیج میں بھی قیام نہ کر سکا۔ روری سامان سمیٹ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ اس نے کینساس سٹی یں اپنے رہنے کے لیے تین اڈے بنائے تھے۔ ایک وہ تھا جہاں اس نے مشین چھپا کر رکھی تھی۔ دوسرا وہ کاٹیج تھا جہاں اب وہ رہ نہیں سکتا تھا۔ تیسری جگہ پہنچنے سے پہلے اس نے اپنی گاڑی ایک جگہ چھوڑ دی تھی۔ ضروری سامان لے کر پیدل چلتا ہوا بہت دور گیا تھا، پھر وہاں سے ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنی تیسری رہائش گاہ تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے تینوں رہائش گاہوں کے لیے تین مختلف نام سے اپنے شناختی کارڈ بنوائے تھے۔ تیسری رہائش گاہ میں اس کا نام آرتھر ڈگلس تھا۔

اور یہ وہی آرتھر ڈگلس تھا جسے میں نے کلب میں ایک میز پر تنہا دیکھا تھا۔ بعد میں جیسی اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ آئی تھی، پھر اس سے اجازت حاصل کر کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ یہاں میری وجہ سے جنرل ڈیکورا عرف آرتھر کا سکون برباد ہوا۔ جب میں نے ویٹر کے ذریعے اس کی آواز سنی اور دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تو اس نے فوراً سانس روک لی تھی۔ گھبرا کر اٹھ گیا۔ جیسی کے روکنے کے باوجود وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں وہاں کیا کرتا رہا، یہ بیان کر چکا ہوں۔ کہا بھی جنرل ڈیکورا کے نقطۂ نظر سے داستان سنا رہا ہوں۔ بہرحال، وہ گھبرا کر ہوٹل سے نکلا تھا، پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ڈرائیو کرتا ہوا تیسری رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ وہاں بھی اس کا دل گھبرا رہا تھا۔ وہ یہی سوچ رہا تھا، کسی نے اسے کلب میں دیکھا ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی ہے اور ناکام رہا ہے۔ کیا اس ناکام رہنے والے نے تیسری رہائش گاہ تک اس کا تعاقب نہیں کیا ہو گا؟

وہ بہت محتاط تھا۔ کار ڈرائیو کرتے وقت عقب نما آئینے میں برابر دیکھتا رہا تھا۔ کسی پر تعاقب کا شبہ نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود خوفزدہ تھا۔ پچھلے پانچ دنوں میں یہ کسی نے دوسری بار اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی۔ ابھی تک ایک ہی بات اطمینان بخش تھی کہ وہ سانس روک لیتا ہے، کسی کو دماغ میں آنے نہیں دیتا۔ اس بات نے اس پہلو سے بھی مطمئن کیا کہ اس کے دماغ میں کوئی چھپا نہیں رہ سکتا۔ اگر کوئی آنا چاہتا تو اس کے لیے بھی اسی طرح دماغ حساس ہوتا اور وہ سانس روک لیتا۔ کوئی اس کے دماغ میں نہیں ہے، یہ قدرت کی دین ہے۔ اس کے دماغ میں آپ ہی آپ توانائی کا اضافہ ہوا ہے اور وہ بہت حساس ہو گیا ہے اور اب تنویمی عمل کر سکتا ہے اور ہر آنے والی نئی مصیبت کا سامنا کر سکتا ہے۔ دشمنوں کو منہ توڑ جواب دے سکتا ہے۔

وہ اس انداز میں سوچتا جا رہا تھا اور مطمئن ہوتا جا رہا تھا۔ یوں دیکھا جائے تو وہ ابھی خطرے سے دور تھا۔ مورینا اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ نہ ہی اس کا سراغ لگا سکتی تھی۔ اسی طرح میں نے اسے آرتھر سمجھ کر دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی اور ناکام رہا تھا۔ میں بھی اس کی اصلیت نہیں جانتا تھا اور نہ ہی مجھے اس کی رہائش گاہ کا علم تھا جہاں مشین چھپا کر رکھی گئی تھی۔

جب ہم دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ناکام رہے تھے تو کوئی تیسرا اس کے پاس کیسے پہنچ سکتا تھا۔ اس لحاظ سے وہ فی الحال محفوظ تھا لیکن دہشت نے اسے آدھا کر دیا تھا۔ اگرچہ اب بھی دماغ سمجھا رہا تھا، اسے حوصلے سے کام لینا چاہیے۔ کوئی اس کے سائے تک نہیں پہنچ سکے گا لیکن اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ بس یہی فکر کھائے جاتی تھی، کون اس کے دماغ تک پہنچ رہا ہے؟ کس نے اس کی آواز سن لی ہے؟

اس کے دماغ نے کہا: "اس طرح میں گھل گھل کر مر جاؤں گا۔ وہ مشین میرے کسی کام نہیں آئے گی۔ مجھے اب ایک نیا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔"

وہ سوچنے لگا: "نیا راستہ کیا ہو سکتا ہے؟"

پھر اس کے دماغ نے کہا: "مجھے اعلان کر دینا چاہیے کہ ٹرانسفارمر مشین میرے پاس ہے۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر آئینے میں دیکھتے ہوئے بولا: "کیا میرا دماغ چل گیا ہے، کیا میں خود کو ظاہر کر کے موت کو دعوت دوں؟"

دماغ نے سمجھایا: "مجھے سکون سے اس پہلو پر غور کرنا چاہیے کہ میں خود کو ظاہر نہ کروں۔ اپنا نام بھی نہ بتاؤں۔ کسی فرضی نام سے، اشارے کنائے میں یہ ظاہر کرنا شروع کروں کہ مشین میرے پاس ہے اور میں کسی ایسے فرد یا گروہ سے سمجھوتا کر سکتا ہوں جو میرے لیے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی مہیا کرنے کا یقین دلائے۔"

وہ اس خیال سے الجھنے لگا۔ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، دماغ

نے پھر سمجھایا: "مجھے اچھی طرح ٹھنڈے دماغ سے غور کرنا چاہیے۔ اگر میں فرضی نام سے یہ اعلان کروں گا تو جس شخص یا جس تنظیم کے قبضے میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی ہوگی وہ مجھ سے ضرور رابطہ کریں گے۔"

جنرل ڈیکوما نے سوچا: "لیکن کیسے رابطہ قائم کریں گے جب کہ میں فرضی نام سے اعلان کروں گا؟"

"سیدھی سی بات ہے، یہ کام اخبارات کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ اشتہارات کے کالم میں نمایاں طور پر یہ اعلان شائع کیا جائے کہ ہمارے پاس ایک مشین ہے جو ایک چیز دوسری جگہ منتقل کر دیتی ہے۔ اگر کسی کے پاس کوئی ایسی غیر معمولی چیز ہو جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرانا چاہتا ہو تو اخبارات کے انہی کالم میں اپنا نام، پتا یا کم از کم فون نمبر شائع کر دے۔ اس سے رابطہ قائم کر کے تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔"

جنرل ڈیکوما خلا میں تکنے لگا۔ سوچنے لگا: "اتنی عمدہ تدبیر میرے دماغ میں کیسے آ رہی ہے؟ یہ میرا دماغ مجھے کیا کیا سمجھا رہا ہے؟ آخر اسے اس قدر سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی قوت کیسے حاصل ہو گئی ہے۔ مجھ میں اتنی دماغی توانائی کہاں سے آ گئی ہے؟"

دماغ نے کہا: "میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں۔ میں کوئی غیر معمولی بات نہیں سوچ رہا ہوں۔ فوج کا جنرل رہ چکا ہوں۔ مجھ میں بھی ذہانت ہے چالاکی ہے۔ میں ایسی باتیں سوچ سکتا ہوں۔ لہٰذا جو سوچ رہا ہوں اس پر فوراً عمل کرنا چاہیے۔"

اس نے ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے دستِ راست سے رابطہ قائم کیا۔ وہ بہت قابلِ اعتماد تھا۔ اس کی آواز اس کے ذریعے دشمنوں تک نہیں پہنچتی تھی۔ کسی اور کی شرارت تھی۔ اس نے حکم دیا: "میں ایک اعلان اخبارات میں شائع کرانا چاہتا ہوں۔ اسے نوٹ کرو۔"

وہ کاغذ قلم لے کر نوٹ کرنے لگا۔ جنرل ڈیکوما نے کہا: "اس اعلان کا عنوان ہوگا 'ٹرانسفارمر مشین'، اس کا مضمون کچھ یوں ہوگا۔ 'میرے پاس ایک مشین ہے جو کسی چیز کو ایک خانے سے دوسرے خانے میں منتقل کر دیتی ہے۔ اگر کسی کے پاس ایسی کوئی غیر معمولی چیز ہو جسے وہ ایک خانے سے دوسرے خانے میں منتقل کرانا چاہے تو اخبار میں اپنا نام پتا یا کم از کم فون نمبر شائع کرا دے۔ میں اس سے رابطہ قائم کر کے تفصیلی معاملات طے کروں گا۔'"

اس نے مختصر سے مضمون کی اشاعت کا حکم دے کر ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ وہ رفتہ رفتہ اس بات کا قائل ہو رہا تھا کہ آج کل دماغ میں جو باتیں پیدا ہوتی ہیں، وہ فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اخبارات میں یہ مضمون شائع ہوگا تو سونیا کو اغوا کرنے والے ضرور مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے یا وہ اخبارات میں اپنا کوئی عارضی پتا یا ایسا ٹیلیفون نمبر شائع کرائیں گے جس کے ذریعے ان سے رابطہ قائم ہو سکے گا۔

اب سوال پیدا ہوتا تھا۔ صرف رابطہ قائم کرنے سے کیا ہو سکتا ہے؟ اگر وہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو پیش کریں گے تو مجھ سے مطالبہ کیا جائے گا کہ میں ٹرانسفارمر مشین لے کر آؤں اور میں ایسا نہیں کروں گا، اس مشین پر کسی کا سایہ نہیں پڑنے دوں گا۔ پھر اتنا چکر چلانے کا فائدہ کیا ہوگا؟

اس کے دماغ نے کہا: "چکر چلنے دو، بات بنے گی۔ اتنا تو معلوم ہوگا کہ رابطہ قائم کرنے والے کس شہر کا پتا یا فون نمبر دے رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ خیال خوانی کرنے والی ہستی مجھ سے کتنی دور ہے؟"

وہ قائل ہو گیا۔ دماغ بڑے پتے کی بات کہتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ خیال خوانی کرنے والی اور کوئی بھی ہستی ہو جو کہیں چھپی ہو، ظاہر نہ ہوتی ہو۔ اور اس کے ذریعے کوئی دوسرا خیال خوانی سیکھنا چاہتا ہو۔

پھر دماغ میں بات آئی: "بے شک خیال خوانی کرنے والی صرف ایک سونیا نہیں ہے، اس کی ایک بہن بھی ہے جو کہیں گم ہو گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی دوسری پارٹی اس کی بہن کو ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں پیش کرنا چاہے۔"

وہ دماغ میں آنے والی باتیں سمجھ رہا تھا اور خوش ہو رہا تھا۔ دوسرے دن کے کئی اخبارات میں ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں وہ مضمون شائع ہوا۔ اگر وہ اپنا پتا شائع کراتا تو اس کے پاس نہ جانے کتنے ٹیلیفون آتے اور کتنے مجرم اس کے دروازے پر موجود ہوتے۔ اس بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیتے۔ اگر مشین نہ ملتی تو اس کے ٹکڑے ہو جاتے۔ وہ اسے آپس میں تقسیم کر کے لے جاتے۔

بہرحال، وہ مضمون اب نئے ہنگاموں کو جنم دینے والا تھا۔

★

میں اطمینان سے کھانا کھا رہا تھا۔ کسی بات کی جلدی نہیں تھی۔ جیسی اور اس بوڑھے آرتھر کا پتا اور ان کے کار نمبر وغیرہ معلوم ہو چکے تھے۔ یہ بات میرے لیے نہایت دلچسپ تھی کہ دونوں کے ہی دماغ حساس تھے اور انھوں نے میری سوچ کی لہروں کو روک دیا تھا۔

میں نے کھانا ختم کر کے کافی طلب کی۔ ویٹر کافی کی ٹرے لے آیا پھر جھک کر آہستگی سے بولا: "ایک اطلاع ہے۔"

میں نے جیب سے دس ڈالر کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ خوش ہو کر اسے لیتے ہوئے بولا: "مس جیسی یہاں سے نکل کر کاؤنٹر کلرک سے آپ کے بارے میں پوچھ رہی تھیں۔ کلرک نے اس کے سامنے رجسٹر رکھ دیا جس پر آپ نے اپنا نام اور پتا لکھا تھا۔"

میں بے اختیار مسکرانے لگا۔ اسے یقین تھا کہ میں بہروپیا ہوں اور اس کی ٹوہ میں لگا ہوا ہوں لہٰذا وہ بھی میرے متعلق تصدیق کرانا چاہتی تھی کہ میں امریکا کے ایک بہت بڑے بزنس مین کنگ فرنانڈو کا جنرل منیجر ہوں یا نہیں اور اس میں جو رہائشی پتا اور فون نمبر لکھا ہے وہ درست ہے یا فرضی؟

میں نے کھانے کا بل ادا کیا۔ پھر کلب سے نکل کر کار میں بیٹھتے ہوئے سوچتا رہا۔ پہلے کدھر جانا چاہیے۔ جیسی محتاط تھی۔ اس کے مقابلے

میں آرتھر غیر محتاط تھا۔ اس نے مجھے کلب میں نہ تو دیکھا تھا نہ ہی شبہ کر سکتا تھا کہ میں نے ہی خیال خوانی کی ہوگی لہٰذا میں اسی بوڑھے کی طرف جانے لگا۔ اس کی رہائش گاہ ایسی جگہ تھی جہاں ٹریفک برائے نام ہوا کرتی تھی۔ پھر رات کا وقت تھا۔ میں آرام سے ڈرائیو کرتا جا رہا تھا۔ ایک جگہ سڑک کے کنارے پولیس کی کار کھڑی ہوئی تھی۔ میں قریب جا کر رک گیا۔ کار سے اتر کر اس کے قریب پہنچا۔ وہ اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھا وسکی پی رہا تھا۔ میں نے پوچھا: "ایکس کیوز می، مجھے ذرا گائیڈ کر دیں۔ پناما اسٹریٹ جانا چاہتا ہوں۔"

"آگے جا کر دائیں مڑ جاؤ۔ کچھ دور جانے کے بعد پولیس کار نظر آئے گی، وہاں سے تمھیں رہنمائی حاصل ہو جائے گی۔"

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ بوتل اٹھا کر منہ سے لگانا چاہتا تھا مگر اسی حالت میں ساکت رہ گیا۔ میں نے اس کی اوپری جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کا شناختی کارڈ نکالا پھر اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ کر بولا: "بہت بہت شکریہ۔"

وہ پریشان ہو کر اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کو دیکھ رہا تھا، اور سوچ رہا تھا: "کیا میں کچھ غافل ہو گیا تھا؟"

میں نے پھر اسے مخاطب کیا: "جناب! میں آپ کا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔"

وہ چونک کر بولا: "اوہ دیٹس آل رائٹ۔"

اس نے پھر بوتل منہ سے لگا لی۔ میں اپنی کار میں آیا۔ اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گیا۔ مجھے پناما اسٹریٹ نہیں جانا تھا۔ اس سے وہ شناختی کارڈ حاصل کرنا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد میں آرتھر کے بنگلے کے سامنے تھا۔ گیٹ بند تھا۔ چوکیدار نے قریب آ کر پوچھا: "آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

میں نے کہا: "گیٹ کھولو، مجھے مسٹر آرتھر سے کچھ کام ہے۔"

"سوری جناب! وہ سو رہے ہیں۔"

میں نے کارڈ نکال کر اسے دکھایا۔ وہ جلدی سے سلام کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے آگے بڑھ کر میرے لیے گیٹ کھول دیا۔ میں ڈرائیو کرتا ہوا اندر گیا۔ پورچ میں گاڑی روکی پھر دروازے پر آ کر کال بیل کے بٹن کو دبایا۔ اندر کہیں گھنٹی بجنے کی دھیمی سی آواز سنائی دی۔ ذرا انتظار کر کے میں نے پھر بٹن دبایا۔ وہ خیال خوانی کے بعد بری طرح گھبرایا ہوا تھا۔ اتنی جلدی باہر نہیں آ سکتا تھا۔ تیسری بار بٹن دبانے کے بعد وہ دروازے کی سائیڈ ونڈو سے نظر آیا۔ قریب آ کر پوچھا: "تم کون ہو؟ اس وقت کیا چاہتے ہو؟"

"اے مین فرام انٹیلی جنس۔"

یہ کہتے ہوئے میں نے وہ کارڈ نکال کر کھڑکی کے سامنے کر دیا۔ اس نے اسے غور سے دیکھا پھر دروازے کو کھولتے ہوئے کہا: "قانون کے محافظوں سے تعاون کرنا ہمارا فرض ہے لیکن آپ کا بھی فرض ہے کہ اتنی رات کو ہماری نیند خراب نہ کریں۔ کیا صبح ملاقات نہیں ہو سکتی تھی؟"

"میں اس یقین کے ساتھ آیا ہوں کہ تم جاگ رہے ہو گے۔"

اس نے ناگواری سے پوچھا: "کیا مجھے اپنی نیند کا ثبوت دینا ہوگا؟"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اسی کلب میں تھا جہاں سے تم اٹھ کر آئے ہو۔"

وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ میرا منہ تکنے لگا۔ میں نے کہا: "پولیس والوں سے سوچ سمجھ کر جھوٹ بولنا چاہیے۔ تمھارے ہاں بیٹھنے کی جگہ تو ہوگی؟"

وہ چونک کر بولا: "ہاں، ہاں، ہاں، ضرور، اندر آ جاؤ۔"

میں ایک کمرے میں آ کر چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ اس نے پوچھا: "آپ کو کسی کی تلاش ہے؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "جس کی تلاش ہوتی ہے میں سیدھا اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔ پچھلی رات شہر سے پانچ میل دور ایک کاٹیج کے پیچھے زبردست فائرنگ ہوئی۔ اس فائرنگ میں ایک آدمی مر گیا۔ دوسرا زندہ رہ گیا۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو، میرا اس فائرنگ سے کوئی تعلق ہے؟"

"میرے کچھ کہنے سے پہلے خود کہہ دو۔ میں پہلے وارننگ دے چکا ہوں، پولیس والوں سے سوچ سمجھ کر جھوٹ بولنا چاہیے۔"

وہ بری طرح خوف زدہ تھا مگر ڈھیٹ بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا: "شیرف! تم غلط جگہ آئے ہو، غلط آدمی کا محاسبہ کر رہے ہو۔ اگر میرے خلاف کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو ورنہ میرا وقت برباد نہ کرو۔"

"تم پچھلی رات واردات کی جگہ موجود تھے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ میں وہاں سے گزر رہا تھا لیکن میں نے فائرنگ کی آواز نہیں سنی۔ ہو سکتا ہے، فائرنگ سے پہلے یا فائرنگ کے بعد میرا گزر ہوا ہو لیکن آپ ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"اس سے پہلے کہ جرم ثابت ہو جائے، میں چاہتا ہوں، تم خود سچ سچ کہہ دو۔"

"میں کیا کہہ دوں؟ آپ مجھ سے کیا کہلوانا چاہتے ہیں؟"

"وہی جو تم مجھ سے کہنا نہیں چاہتے۔"

"آپ بات کو الجھا رہے ہیں۔"

"مسٹر آرتھر! جب تم کلب سے اٹھ کر جا رہے تھے تو ایک گمنام آدمی نے ہمیں فون کیا۔ اس نے تمھارا نام اور پتا لکھوایا۔ اس کے بعد کہا، تم پچھلی رات ہونے والی واردات کا ایک اہم کردار ہو اور تمھارا تعلق ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے تکنے لگا۔ میں نے پوچھا: "اب کیا ہوا، خاموش کیوں ہو گئے۔ حقیقت سامنے آ رہی ہے؟"

"ہاں، جو حقیقت ہوگی اُسے تسلیم کروں گا لیکن میرا تعلق ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے نہیں ہے، بلکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اس نے مجھے کلب میں پریشان کیا۔ میں وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔ اس کے بعد شاید اس نے تمھیں بھیجا ہے۔"

"شکریہ مسٹر آرتھر! تم نے یہ تو تسلیم کیا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کسی نہ کسی طور تمھارا تعلق ہے۔ چلو کوئی تمھیں پریشان کر رہا ہے لیکن کیوں پریشان کر رہا ہے؟ ظاہر ہے تم کسی معاملے میں خاص اہمیت رکھتے ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ وہ معاملہ کیا ہے؟"

"معاملہ صرف اتنا ہے کہ میں یوگا کا ماہر ہوں، سانس روک لیتا ہوں، پرائی سوچ کی لہریں میرے دماغ میں نہیں آسکتیں۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھ سے یہی عداوت رکھتے ہیں۔ وہ میرے خیالات پڑھ نہیں سکتے۔"

"وہ کون سے خیالات ہیں جو وہ پڑھنا چاہتے ہیں؟"

"اگر میں اُنھیں خیالات پڑھنے دیتا تو تمھیں بھی بتا دیتا۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"ویل مسٹر آرتھر! اب مجھے جانا چاہیے۔"

"آپ یہاں سے جا کر مجھ پر بڑا کرم کریں گے۔"

"جانے سے پہلے اتنی نصیحت کر دوں اس رہائش گاہ کو چھوڑنے کی حماقت نہ کرنا۔ تمھاری نگرانی ہو رہی ہے۔"

وہ اور زیادہ پریشان ہو گیا مگر بڑی ڈھٹائی کا ثبوت دے رہا تھا۔ میں آگے آگے چلتا ہوا دروازے کے پاس آیا پھر پلٹ کر بولا۔ "میرے جانے کے بعد اس پہلو پر غور کرنا کہ روپوش رہ کر زندگی گزار رہے ہو تو اب روپوشی نہ رہی، کم از کم میں رُوبرو آگیا ہوں۔ جلد ہی پھر آؤں گا۔"

میں تیزی سے چلتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ جلدی سے میرے پاس آگیا۔ پھر کار کی کھڑکی سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیا تم واقعی ٹیلی جنس سے تعلق رکھتے ہو؟"

"کیا تمھیں کارڈ دیکھنے کے بعد بھی شبہ ہے؟"

"میں نے کینساس سٹی میں آج تک کسی پولیس والے کے پاس نئی مہنگی گاڑی نہیں دیکھی۔ یہ مہنگی بھی ہے اور کچھ غیر معمولی بھی لگتی ہے۔"

"تم گاڑی کے متعلق نہیں، اپنے متعلق زیادہ سوچو تو زیادہ محفوظ سکو گے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو میں غیر محفوظ ہوں؟"

"میں نادان نہیں ہوں۔ کوئی نادان ہوتا تو وہ بھی تمھارے رے سے خوف اور پریشانی کو پڑھ لیتا۔"

وہ کار کی کھڑکی سے پیچھے ہٹ گیا جیسے اپنے چہرے کو اور اپنے خوف اور پریشانی کو چھپا رہا ہو۔ میں نے گاڑی اسٹارٹ کی اور ں سے چل پڑا۔ اس کے بعد مجھے جیسی کی رہائش گاہ کو بھی دیکھ لینا چاہیے تھا لیکن وہاں جانے سے پیٹر پال دیوار بن جاتا۔ اُس سے لازمی ٹکراؤ ہوتا اور میں ٹکراؤ نہیں چاہتا تھا۔ ان کے متعلق چُپ چاپ معلومات حاصل کرنے میں دانش مندی تھی۔

واپس جاتے وقت سڑک کے کنارے وہی پولیس کار نظر آئی۔ وہ پولیس افسر گاڑی سے نکل کر باہر کھڑا ہوا تھا۔ ابھی تک اس کے ہاتھ میں بوتل تھی۔ وہ بوتل سے منہ لگانا چاہتا تھا۔ میں اس کے دماغ پر قابض ہو گیا۔ وہ جیسا تھا ویسا ہی ساکت کھڑا رہ گیا۔ میں نے قریب آکر گاڑی روکی۔ اسے اپنی طرف آنے دیا۔ پھر اس کا شناختی کارڈ اس کی اوپر والی جیب میں رکھ دیا۔ گاڑی کو آگے بڑھا دیا۔ کچھ دور جا کر میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ پھر ایک بار چونک گیا۔ سوچنے لگا۔ ابھی اسے کیا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کو دیکھا۔ اسے یاد تھا کہ وہ بوتل کو منہ سے لگانے جا رہا تھا۔ شاید تھوڑی دیر کے لیے رُک گیا تھا یا دماغی طور پر غافل ہو گیا تھا یا نشہ چڑھ رہا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا، اب زیادہ نہیں پیے گا۔

میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اپنی رہائش گاہ میں پہنچ کر دروازہ کھولا۔ اندر آکر اسے لاک کیا۔ پھر بتی جلاتا ہوا اپنے بیڈ روم میں پہنچا۔ آرام سے بیٹھ کر جوتے اُتارے، لباس تبدیل کیا۔ اس کے بعد تھکے ہوئے انداز میں آکر بستر پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

میں نے سر گھما کر ٹیلیفون کی طرف دیکھا۔ یہ رہائش گاہ میرے لیے بالکل نئی تھی۔ کوئی مجھے پہچانتا نہیں تھا۔ ابھی تک میں نے کسی کو اپنا ٹیلیفون نمبر نہیں دیا تھا۔ ہاں، جیسی یہ نمبر نوٹ کر کے لے گئی تھی۔ ہو نہ ہو اسی کا فون ہو سکتا ہے۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا پھر کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو۔"

خلافِ توقع دوسری طرف سے بھاری بھر کم مردانہ آواز سنائی دی۔ "ہیلو، کون بول رہا ہے؟"

میں نے کہا۔ "فون تم نے کیا ہے، تم بتاؤ کون بول رہے ہو؟"

"میں مسٹر جونی اسمارٹ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میں جونی اسمارٹ بول رہا ہوں۔"

"ویل مسٹر اسمارٹ! ڈونٹ ٹرائی ٹو بی سو اسمارٹ (اچھی بات ہے مسٹر اسمارٹ! زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو)۔"

"اپنے اس فقرے کا مطلب بھی سمجھا دو۔"

"ایک طرف آرتھر خوف زدہ ہے، دوسری طرف وہ پولیس آفیسر حیران و پریشان ہے۔ تم دوسروں کے پیچھے جاتے وقت بھول جاتے ہو کوئی تمھارا بھی پیچھا کر رہا ہے۔"

"میں یہ کبھی نہیں بھولتا مگر تم ایک بات بھول رہے ہو۔"

"وہ کیا؟"

"ہولڈ آن کرو۔ میں ابھی بتاتا ہوں۔"

میں نے ریسیور کو ایک طرف رکھ دیا پھر وہاں سے چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں دوسرا ٹیلیفون تھا۔ میں نے اس کا ریسیور اٹھا کر جیسی کے نمبر ڈائل کیے۔ وہاں سے انگیج کی ٹون مل رہی تھی یعنی اس نمبر پر کوئی بات کر رہا ہوگا یا پھر ریسیور کان سے لگا کر انتظار کر رہا ہوگا۔ مجھے پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا جیسی کے گھر سے ہی یہ فون کیا جا رہا ہے اور اس کا باڈی گارڈ آواز بدل کر بول رہا ہے۔

میں نے وہ ریسیور رکھ دیا۔ بیڈ روم میں آکر پہلے والے ریسیور کو اٹھا کر کہا۔ "مسٹر پیٹر پال! ناؤ جونی اسمارٹ ریپیٹ یور سینٹینس، ڈونٹ ٹرائی ٹو بی سو اسمارٹ۔ (مسٹر پیٹر پال! اب جونی اسمارٹ تمھارا فقرہ دہرا رہا ہے کہ زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو) ایک باڈی گارڈ کو اس کی حد میں رہنا چاہیے۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا، جیسی اور پیٹر پال کو آخر یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں نے آرتھر کو خوف زدہ کیا ہے جب کہ آرتھر ان کے لیے اجنبی تھا۔ پھر یہ کیسے پتا چلا کہ پولیس آفیسر حیران و پریشان ہے۔ کیا جیسی اور پیٹر پال پولیس افسر کے پاس گئے تھے۔ اگر گئے تھے تو انھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ پریشان تھا جب کہ اس کے شناختی کارڈ کے جیب سے نکلنے اور واپس جیب میں پہنچ جانے کا علم اسے نہیں تھا۔ اگر میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور چند سیکنڈ کے لیے اسے ساکت کر دیا تھا تو یہ اس کے لیے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہو سکتی تھی کیوں کہ وہ نشے کی حالت میں تھا اور اگر وہ پریشانی ظاہر کرتا کہ چند سیکنڈ کے لیے غافل ہو گیا تھا تو نشہ کرنے والے کی بات کا کوئی یقین نہ کرتا۔ پھر جیسی اور پیٹر پال کو کیسے یقین ہو گیا تھا؟

ٹیلیفون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا، کان سے لگایا [illegible] جیسی کی شریلی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "باڈی گارڈ کو اس کی حد میں رہنا چاہیے اور مجھے؟"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "تمھارا حسن لامحدود ہے۔ یہ کسی حد میں نہیں رہ سکتا۔ وہاں سے یہاں تک آسکتا ہے۔"

"اپنے پاس بلانے کا انداز کیا خوب ہے۔"

میں نے کہا۔ "کلب میں کھانے کے دوران میں نے بے اختیار سانس روک لی تھی۔"

اس نے کہا۔ "میں نے بھی کلب سے نکل کر کار میں جانے کے دوران بے اختیار سانس روک لی تھی۔"

میں ہنسنے لگا۔ وہ بھی ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔ "شاید میں تمھیں پہچان رہی ہوں۔"

"تم شاید کا لفظ استعمال کر رہی ہو اور میں یقین کے ساتھ تمھیں پہچان رہا ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔ "اوہ تو، فار گاڈ سیک، خدا کے لیے سچ سچ نہ پہچان لینا۔ مجھے بڑا مان ہے کہ میں خود کو روپوش رکھ سکتی ہوں۔"

"چلو، میں تمھارا مان رکھ لیتا ہوں۔ مجھے روپوش رہ کر پُراسرار بننے کا شوق نہیں ہے۔ مجبوری کی حالت میں خود کو چھپا لیتا ہوں پھر ظاہر ہو جاتا ہوں۔"

"مجھے کلب میں کچھ شبہ ہوا تھا مگر میں یقین کرنا چاہتی تھی۔ اب جیسے جیسے یقین ہو رہا ہے میرا دل خوشی سے دھڑک رہا ہے۔ کیا میں اتنی بڑی ہستی تک پہنچ رہی ہوں۔ میں ایسا سوچتے وقت خود کو ایک چھوٹی سی بچی محسوس کر رہی ہوں۔"

"انسان اپنے قد سے نہیں اپنے عمل سے چھوٹا اور بڑا ہوتا ہے۔ ابھی میں تمھارے متعلق زیادہ جانتا نہیں ہوں۔ جب جان لوں گا، پہچان لوں گا تو بتا دوں گا کہ تم چھوٹی ہو یا بڑی۔"

"ایک بات کہوں؟"

"ضرور کہو، میں سن رہا ہوں۔"

"میں اپنے اطمینان کے لیے تمھارے دماغ میں آنا چاہتی ہوں۔"

"دروازہ کھلا ہے چلی آؤ۔"

میں نے ریسیور رکھ دیا۔ بستر پر چاروں شانے چت ہو کر چھت کو تکنے لگا۔ مجھے پرائی سوچ کی لہریں محسوس ہو رہی تھیں اور میں مسکرا رہا تھا۔ میرا خیال تھا، وہ میرے دماغ کی تہ تک پہنچے گی اور میرے بہت اہم راز معلوم کرنے کی کوشش کرے گی لیکن ذرا دیر بعد ہی وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں نے کہا۔ "تم ہنستی ہو تو امرت رس کی پھوار محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح نہ ہنسا کرو۔ کوئی اٹھا کر لے جائے گا۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی۔ "یہ تعریف کر رہے ہو یا بد دعا دے رہے ہو۔ بائی دی وے، آج میں بہت خوش ہوں۔ تمھارے دماغ میں آکر ایسا لگتا ہے جیسے میں نے سب کچھ پا لیا ہے۔ میں ایک طویل عرصے سے اپنی حفاظت تنہا کرتی آرہی ہوں۔ آج لگتا ہے جیسے ایک محفوظ قلعے میں پہنچ گئی ہوں۔"

"تم بہت پہلے بھی آسکتی تھیں۔"

"میں پہلے خود اعتمادی پیدا کرنا چاہتی تھی۔ جب میری سسٹر مورینا کو تمھارے پاس پناہ مل سکتی ہے تو مجھے کیوں نہ ملتی لیکن میں نے سوچ لیا تھا، تنہا رہ کر اپنی صلاحیتوں کو خوب نکھاروں گی۔ جب کسی مصیبت میں اس طرح پھنس جاؤں گی کہ نکلنا ناممکن ہو جائے گا تب خیال خوانی کے ذریعے تمھیں آواز دوں گی۔ خدا کا شکر ہے میرے پاؤں ٹیلی پیتھی کے میدان میں مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ ابھی تک کوئی مجھے اکھاڑ نہیں سکا۔ یہ میرے لیے فخر کی بات ہے۔ میں مدد مانگنے کے لیے تمھارے پاس سر جھکا کر نہیں آئی مگر یہ بھی میرے لیے فخر کی بات ہوگی کہ کبھی ناکام ہوئی تو تمھارے ہی پاس سر جھکا کر آؤں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں، تمھارے جیسی خوددار لڑکی کو سر جھکا کر نہیں آنے دوں گا۔ کوشش کروں گا، تم میرے پاس آؤ یا دشمن کرے

میں جاؤں تو سر اُٹھا کر ہی جاؤں۔"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولی "فرہاد! کیا تمھیں شبہ نہیں ہے کہ میں تمھیں باتوں میں لگا کر تمھارے دماغ کی تہ میں اُتر رہی ہوں اور اہم باتیں معلوم کر رہی ہوں۔"

میں برسوں سے ٹیلی پیتھی کی رگ رگ سے واقف ہوں۔ اچھی طرح سمجھتا ہوں پرائی سوچ کی لہریں میرے دماغ کے کس حصے میں ہیں۔ ایسے وقت میں محتاط رہتا ہوں کہ نادانستگی میں ایسی بات نہ سوچوں جو میرا راز فاش کر دے۔ میں اس سے باتیں کر رہا تھا اور محتاط تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی، میں اس کی باتوں سے بہل رہا ہوں۔

بات کچھ اور تھی۔ جب سے ٹرانسفارمر مشین کا چکر چلا تھا، کسی وقت بھی کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا ہو سکتا تھا۔ ایسی صورت میں دانشمندی یہی تھی کہ جو ٹیلی پیتھی سیکھ لے، اسے دشمن بنانے کے بجائے اپنا دوست بنا لیا جائے۔ اسے اپنے اعتماد میں لے لیا جائے، اسی لیے میں نے مورینا کو اپنے اعتماد میں لیا تھا۔ اس کے بعد تنانہ کو اعتماد میں لے رہا تھا۔

میں نے اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا "صرف میرے دل میں وسعت نہیں ہے، دماغ میں بھی ہے۔ جب میری زندگی میں پہلی بار ٹیلی پیتھی جاننے والی رسونتی آئی تو میں نے اسے تمھاری طرح ہی آزادی دی۔ اس کے بعد شیبا آئی، وہ بھی میری دوستی اور فراخدلی کی قائل ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے مورینا کو موقع دیا۔ اسے اپنی ٹیم میں شامل کیا۔ مجھے افسوس ہے، وہ مستقل مزاج نہ نکلی۔ دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے پہلے ہی وہ غلام باقی کو چھوڑ دینا چاہتی تھی۔ کسی نئے ساتھی کی تلاش میں تھی اور اسی تلاش نے اسے دشمنوں کے ہاتھوں میں پہنچا دیا۔"

وہ نادم ہو کر بولی "فرہاد! پلیز، مورینا کے بارے میں زیادہ مت بولو۔ مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ کچھ بھی ہو، وہ میری بہن ہے۔ مجھے بہت چاہتی ہے۔ اگر وہ عمر میں مجھ سے بہت زیادہ بڑی ہوتی تو میں اسے ماں کہتی۔ بے شک وہ غلطیاں کرتی آ رہی ہے لیکن ہمارا تمھارا فرض ہے کہ اسے سنبھالنے کی کوشش کریں۔"

"مجھے مورینا سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں آج بھی اسے دشمنوں کے جنگل سے نکال لانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن دشمن نے کچھ اس طرح تنویمی عمل کیا ہے کہ وہ میرے قابو میں نہیں آ رہی ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں، تم یقیناً ایسا کر رہے ہو گے۔ میں بھی یہی کر رہی ہوں۔ میں بھی اس کے پاس جاتی ہوں لیکن وہ میرے قابو میں نہیں رہی ہے۔"

میں نے پوچھا "تم دونوں بہنوں نے برنارڈ سلیری کے ذریعے تنویمی عمل کروایا تھا۔ اپنے اپنے دماغ میں ایک دوسرے کے لہجے بھلا دیا تھا۔ پھر تمھیں مورینا کا لہجہ کیسے یاد آ گیا؟"

"وہ تنویمی عمل دیرپا نہیں تھا۔ اب ہم دونوں بہنیں ایک دوسرے کے لب و لہجے کو یاد کر لیتی ہیں۔"

"کیا وہ تمھارے دماغ میں نہیں آتی؟"

"بے شک آتی ہے لیکن میں اس کے ساتھ وہی سلوک کرتی ہوں جو وہ میرے ساتھ کرتی ہے یعنی جب میں اس کے پاس پہنچتی ہوں تو وہ آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ اس کے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ تنویمی عمل کے زیر اثر ہے۔ جب میرے پاس آتی ہے تو میں سمجھ لیتی ہوں، وہ اپنے عامل کے اشارے پر میرا سراغ لگانا چاہتی ہے حالاں کہ مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرنے والی بہن ہے لیکن دشمن کے ہاتھوں دشمن بن چکی ہے۔ میں ایسے میں اسے کچھ معلوم کرنے کا موقع نہیں دیتی، اپنے دماغ کے دروازے بند کر لیتی ہوں۔"

"تم میرے دماغ میں کتنی دیر رہو گی؟"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تم مجھے بھگا رہے ہو؟"

"اب میں تمھارے پاس آنا چاہتا ہوں۔ بھئی! میں نے تمھیں مہمان رکھا۔ کیا تم مجھے مہمان نہیں بناؤ گی؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "میں جا رہی ہوں۔ میرے دروازے پر کوئی تختی نہیں لگی ہے۔"

دروازے پر تو یہی تختی لگی ہوتی ہے "اندر آنا منع ہے۔" لیکن ممانعت نہیں تھی۔ میں سیدھا اس کے دماغ میں یوں پہنچ گیا جیسے دروازے پر لکھا ہو۔

"آؤ صنم، جاؤ صنم، گھر تمھارا ہے۔"

وہ بستر پر اوندھی پڑی ہوئی تھی۔ تکیے میں منہ چھپا رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ میں نے کہا "جب خرگوش کو چھپنے کی جگہ نہیں ملتی تو وہ کہیں بھی منہ چھپا لیتا ہے اور سمجھتا ہے، شکاری اسے نہیں دیکھ رہا ہے۔ بھئی! میں شکاری نہیں ہوں، دوست ہوں۔ چلو دوست بھی نہ سہی، ایک اجنبی مہمان ہوں، خوش آمدید تو کہو۔"

وہ ہنسنے لگی۔ وہ بات بات پر ہنستی تھی، اس کی ہنسی میں خوبصورتی تھی۔ ابھی میں نے اسے آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا، دیکھنے سے پہلے ہی عادت سے مجبور ہو کر اس اَن دیکھی خوبصورتی سے متاثر ہو رہا تھا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ دنیا کی کوئی بھی ہستی اگر ہنستی ہوئی نظر آئے تو سب سے زیادہ خوب صورت لگتی ہے۔

وہ کبھی ہنس رہی ہے، کبھی منہ چھپا رہی ہے، کبھی کھلکھلا رہی ہے، کبھی اس کروٹ ہو رہی ہے، کبھی اُس کروٹ۔ جب تک مخملی بستر پر ریشمی جوانی لوٹ پوٹ ہوتی رہے، پارے کی طرح مچلتی رہے تب تک میں اس کی نہایت ہی دلچسپ داستان آپ کو سنا دوں کیوں کہ اب وہ میری داستان سے منسلک ہو چکی ہے۔

★

یہ اس وقت کی بات ہے جب تنانہ نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا، اس کا سہرا اس کی بہن مورینا کے سر تھا۔ وہ اپنی چھوٹی بہن کو بہت چاہتی تھی، اس کی خواہش تھی کہ کوئی اس کے حسن و شباب پر بُری نظر نہ ڈالے اور اسے جبراً اپنی ہوس کا نشانہ نہ بنائے، یہی سوچ کر اس نے بہن کو بھی ٹیلی پیتھی کے علم سے مالا مال کر دیا تھا۔

وہ دن تھا اور آج کا دن، تنانہ اپنی بہن مورینا کو ماں سے زیادہ چاہتی تھی۔ اگر اس کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ ٹپکتا تو یہ اپنے جسم کا سارا خون نچوڑ کر رکھ دیتی اور یہی کہتی کہ اب بھی اس نے بڑی بہن کی محبت کا حق ادا نہیں کیا ہے۔ یہ بڑی بہن کی محبت تھی جس نے تنانہ کو خود سر، خود مختار بنا دیا تھا اور اس میں خود اعتمادی سے جینے کا حوصلہ پیدا کیا تھا۔

دونوں بہنیں ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہونا چاہتی تھیں لیکن ٹیلی پیتھی کا علم بڑا جان لیوا ہوتا ہے۔ کسی وقت بھی دونوں کو ایک ساتھ ختم کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ ایک دوسرے سے دور ہو گئیں تاکہ بیک وقت کوئی ان پر حملہ نہ کر سکے۔ اگر ایک پر مصیبت آئے تو دوسری اس کے کام آئے۔ کام آنے کے سلسلے میں انھوں نے طے کیا تھا کہ تنویمی عامل برنارڈ سلیری کے ذریعے ایک دوسرے کے لب و لہجے کو بھلا دیں گی۔ گویا ایک دوسرے کی حفاظت کے لیے ایک دوسرے کو بھول جائیں گی، صرف ایک مخصوص وقت میں ٹی وی کی مشہور اداکارہ مارتھا اسمتھ کے دماغ میں آئیں گی، ایک دوسرے سے ملاقات کریں گی اور ایک دوسرے کے حالات معلوم ہونے کے بعد رخصت ہو جائیں گی۔ اگر کسی پر کوئی مصیبت آئے گی تو اُسی وقت معلوم کر لیں گی کہ مصیبت کہاں سے آ رہی ہے، کیوں آ رہی ہے اور اس کا حل کیا ہو سکتا ہے۔

دونوں بہنوں نے بڑی احتیاطی تدابیر اختیار کی تھیں لیکن حالات اتنی تیزی سے بدل رہے تھے کہ انھیں کبھی مارتھا اسمتھ کے دماغ میں آ کر ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ نتیجہ صاف ظاہر تھا کہ اس کے علاوہ دونوں بہنیں کہیں ملاقات نہیں کر سکتی تھیں۔ ایک دوسرے کی آواز اور ایک دوسرے کا لب و لہجہ بھولی ہوئی تھیں۔ تنانہ تو بہرحال گمنامی کی زندگی گزار رہی تھی لیکن مورینا مس امریکا کے نام سے بہت مشہور تھی۔ اخباروں اور رسالوں میں اس کی تصاویر شائع ہوتی تھیں۔ تنانہ اس کی تصویر دیکھتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتی تھی پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہتی تو وہ سانس روک لیتی۔ پہلے ایک آدھ بار اس نے سانس روک کر پھر سانس لیتے ہوئے پوچھا تھا۔ کون ہے؟ وہ سمجھتی تھی، شاید شارپر اس کے دماغ میں آ رہا ہے۔ تنانہ کہتی۔ "میں تمھاری بہن ہوں۔ میری آواز پہچانو۔"

لیکن وہ آواز نہیں پہچان سکتی تھی۔ اس کے دماغ پر بھی برنارڈ سلیری نے تنویمی عمل کیا تھا کہ وہ اپنی بہن تنانہ کی آواز اور اس کا لب و لہجہ بھول جائے گی۔ جب بھول ہی گئی تھی تو بہن کے یاد دلانے سے اسے یاد نہیں آ سکتا تھا۔

وہ مورینا سے جُدا ہونے کے بعد اتنی دور چلی گئی تھی کہ فوراً واپسی ممکن نہیں تھی۔ وہ خود کو چھپائے رکھنے کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ حاصل کرنے کی خاطر بہت مصروف ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا، بہن آج اسے دماغ میں آنے نہیں دیتی ہے، کوئی بات نہیں، وہ جلد ہی اپنی رہائش کا معقول انتظام کر کے برنارڈ سلیری کے اپارٹمنٹ کی طرف جائے گی اور اس سے ملاقات کرے گی، لیکن جب اُسے فرصت ہوئی اور اُس نے اُدھر کا رُخ کیا تو تین ماہ گزر چکے تھے۔ اس وقت تک مورینا وہاں سے جا چکی تھی۔ برنارڈ سلیری کو بھی اس کے متعلق کچھ علم نہیں تھا۔

لڑکی جوان ہو، حسن کی دولت سے مالا مال ہو، اداؤں سے بھرپور ہو تو اُسے گھورنے والے ہر دوسرے تیسرے قدم پر مل جاتے ہیں۔ پہلے تنانہ گھر سے نکلتی تھی تو بہت محتاط رہتی تھی۔ اندر سے کچھ سہمی ہوئی ہوتی تھی کہ کہیں کسی ویران گلی یا راستے میں غنڈے شرارت نہ کریں۔ خود کو کسی حد تک محفوظ رکھنے کے لیے اس نے جمناسٹک کا کورس مکمل کیا تھا۔ جوڈو، کراٹے بھی سیکھتی رہی تھی۔ اس کے باوجود وہ اکیلی ہو گی اور غنڈے پانچ دس ہوں گے تو وہ کیا کرے گی؟ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسا علم حاصل ہو جائے گا جس کے ذریعے پانچ دس تو کیا، غنڈوں کی پوری فوج کو اپنے سامنے جھکا سکے گی۔

بہن سے بچھڑنے کے بعد وہ اس لحاظ سے خوش تھی کہ ایک لڑکی ہو کر مرد کی طرح تنہا زندگی گزار سکتی ہے۔ وہ پہلے دن جینز اور جیکٹ میں ملبوس تھی۔ دوسرا کوئی لباس نہیں تھا، جیب میں صرف سو ڈالر تھے۔ سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی لیکن اسے یقین تھا کہ یہ ساری دنیا اس کی دونوں مٹھیوں میں ہے۔

شام کا وقت تھا۔ بھوک محسوس ہو رہی تھی، وہ ہلکا سا ناشتا کرنے کے لیے ایک ریستوران میں آ گئی۔ وہاں عورتوں اور مردوں کا ہجوم تھا۔ پاپ موسیقی کی تیز دھن میں قہقہے گونج رہے تھے۔ شراب کے پیالے کہیں کھنک رہے تھے، کہیں چھلک رہے تھے۔ سوسائٹی گرل جیسی عورتیں منچلے نوجوانوں سے بے تکلف ہو رہی تھیں، اور ان کی جیبیں ہلکی کرتی جا رہی تھیں۔ تنانہ نے ایک ٹرے اٹھائی، سیلف سروس کے طور پر اپنے لیے سینڈوچز لیے، کافی کی پیالی لی، پھر ایک میز پر آ کر بیٹھ گئی۔ وہ ایک گوشے میں تھی تاکہ سب سے الگ تھلگ رہ کر چُپ چاپ کھاتی رہے، کافی پیتی رہے اور سوچتی رہے کہ اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ ویسے سوچنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہاں داخل ہوتے ہی تمام لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن گئی تھی، تین ہٹے کٹے جوان اس کی میز پر آ گئے۔ ایک نے اس پر جھکتے ہوئے کہا "ہائے۔"

وہ چُپ چاپ سینڈوچز کھاتی رہی اور کافی پیتی رہی۔ دوسرے نے کہا "جوانی شراب میں ڈبونے کے لیے ہوتی ہے اور اس عمر میں تم کافی پی رہی ہو۔"

وہ پہلے ہی فیصلہ کر چکی تھی، کوئی ہنگامہ نہیں کرے گی۔ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گی جس سے ٹیلی پیتھی کا عام مظاہرہ ہو اور وہ نادیدہ دشمنوں کی نگاہوں کا مرکز بن جائے۔

وہ اس کے دماغ میں پہنچ گئی جس نے ابھی آواز سنائی تھی۔ وہ یک

بیک سیدھا ہوکر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ "یہ بے چاری اپنے کسی مسئلے پر غور کررہی ہے۔ ہمیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہیے۔ چلو یہاں سے۔"

دوسرے نے کہا۔ "یار تم عجیب ہو۔ ابھی دعویٰ کرکے آئے تھے، اسے اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔ یہ اچانک ارادہ کیسے بدل گیا؟"

اس نے پریشان ہوکر کچھ سوچا۔ تنانہ کو دیکھا۔ پھر اس کی مرضی کے مطابق بولا۔ "آخر ہم انسان ہیں۔ کبھی کبھی ہمارے اندر بھی شرافت کروٹ لیتی ہے۔ ہم یہاں کی ہر حسین لڑکی کو جبراً اپنے کوارٹر میں لے جا سکتے ہیں، لیکن کسی تنہا لڑکی کو اس کے حال پر چھوڑ دینا بہت بڑی مردانگی ہے۔ چلو یہاں سے۔"

وہ دونوں اس کے حکم پر چلتے تھے لہٰذا اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ کافی پینے لگی۔ ذرا دیر بعد ہی دو عورتیں آکر اس کے آس پاس بیٹھ گئیں، دونوں نے بہت گہرا میک اَپ کیا ہوا تھا۔ عمر کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ ایک نے تنانہ کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے یاد پڑتا ہے، میں نے تمھیں کہیں دیکھا ہے۔"

تنانہ نے کہا۔ "دیکھا ہوگا۔"

دوسری عورت نے پوچھا۔ "کیا تم میڈم سلوا کی اجازت سے آئی ہو؟"

"میں کسی میڈم سلوا کو نہیں جانتی۔"

"اس علاقے میں دھندا کرنے سے پہلے میڈم کو جان لو اور پہچان لو۔ اس کی اجازت کے بغیر یہاں ایک قدم بھی نہیں چل سکو گی۔ ایسے غائب کردی جاؤ گی کہ پولیس والے بھی سراغ نہیں لگا سکیں گے۔"

"میں تمھاری میڈم سے ضرور ملوں گی۔"

"بائی دی وے، تمھیں یہاں آنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اتنی حسین ہو، کم عمر ہو، تمھیں تو ہزاروں روپے ماڈلنگ میں مل جایا کریں گے۔"

"میں تم دونوں کے مشوروں پر غور کروں گی۔ پلیز، مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

"کچھ مغرور بھی لگتی ہو۔"

ایک شخص میز کے قریب آگیا، اسے دیکھتے ہی دونوں عورتیں اُٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔ اس نے گھور کر کہا۔ "کیوں ایک سیدھی سادی لڑکی کو پریشان کررہی ہو۔ چلی جاؤ یہاں سے۔"

وہ دونوں چُپ چاپ چلی گئیں، اُس نے پوچھا۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔"

تنانہ اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ جسامت میں اتنا پھیلا ہوا تھا کہ آدمی سے زیادہ بلڈوزر دکھائی دے رہا تھا۔ چہرے سے چھٹا ہوا بدمعاش لگ رہا تھا لیکن معصوم بننے کی انتہائی کوشش کررہا تھا۔ تنانہ نے کہا۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ اس کے قریب ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا پھر بولا۔ "تم کون ہو؟ کہاں سے آئی ہو؟"

"کیا تم پولیس والے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "نہیں، بس یونہی پوچھ رہا ہوں۔ تمھارے جیسی حسین لڑکی ایسے ریستوران میں نہیں آتی۔ میں نے ان تین بدمعاشوں کو دیکھا تھا، سوچ رہا تھا اگر وہ شرارت کریں گے تو ان کی پٹائی کروں گا۔ قسمت اچھی تھی جو چُپ چاپ چلے گئے۔"

تنانہ نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تم تنہا ان تینوں کی پٹائی کرسکتے ہو؟"

وہ پھر ہنستے ہوئے بولا۔ "ارے یہ تین کیا ہیں۔ میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں ایسے تین سو ملازم رکھ سکتا ہوں۔"

وہ باتوں کے دوران اس کے اندر کی باتیں معلوم کررہی تھی، اگر اسے خیال خوانی نہ آتی، تب بھی اتنا تو سمجھ ہی لیتی کہ کوئی ایک جوان اور خوبصورت لڑکی کے پاس کیوں آتا ہے اور کیا چاہتا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "اگر تم قبول کرو تو میں بہت بڑی آفر دے رہا ہوں۔ تمھیں ویکلی دس ہزار ڈالر ملا کریں گے۔ تم میری پرسنل سیکریٹری بن کر رہو گی۔"

تنانہ اپنی کرسی ... طرف کھسکا کر قریب ہوگئی۔ وہ خوش ہوگیا۔ چڑیا پھنس رہی تھی۔ وہ اور زیادہ بولنے لگا۔ "میرے پاس رہو گی تو عیش کرو گی، تمھارے لیے ایک کار اور ایک چھوٹا سا بنگلا ہوگا۔"

وہ بولتا جارہا تھا اور وہ سمجھتی جارہی تھی کہ اس کی ایک طرف کی جیب میں دس ہزار ہیں اور دوسری طرف کی جیب میں دو ہزار۔ اس نے چند ساعت کے لیے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اسے اسی طرح بولتے رہنے پر مجبور کیا۔ پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر دس ہزار روپے کی گڈی نکالی، اسے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اور اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ وہ اسی طرح بولتا جارہا تھا۔ پھر یک بیک رُک گیا۔ تنانہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "سوری، پتا نہیں، میں کیا کچھ بولتا رہا ہوں۔ دراصل تمھیں دیکھ کر کوئی بھی ہوش میں نہیں رہ سکتا۔ بولو کیا ارادہ ہے؟"

"آج تم نے آفر دی ہے۔ میں آج ہی جواب نہیں دے سکتی۔ کل ملاقات کروں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم کل کی بات کررہی ہو۔ یہ شکاگو کا سب سے بدنام علاقہ ہے۔ باہر رات کا اندھیرا پھیل چکا ہے۔ یہاں ایک سے ایک خطرناک مجرم رہتا ہے۔ وہ تمھیں میرے پاس واپس آنے کا موقع ہی نہیں دیں گے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولی۔ "مجھے افسوس ہے، میں اتنی بڑی آفر اتنی جلدی قبول نہیں کرسکتی۔"

وہ کوئی جواب سنے بغیر جانے لگی۔ وہ دانت پیستے ہوئے اُسے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا، "آخر کہاں جائے گی، میں اس علاقے سے باہر جانے کا موقع ہی نہیں دوں گا۔ آج آدھی رات سے پہلے یہ میرے بیڈروم میں ہوگی۔"

وہ ریستوران سے باہر نکلی۔ تھوڑی دیر اس ماحول میں رہنے کے بعد خیال پیدا ہوا، کیوں نہ ایسے مجرموں کو اپنا آلۂ کار بنایا جائے۔ یہ سچ ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ جرائم سے بھری ہوئی دنیا میں زندہ رہنے کے لیے مجھے انھی مجرموں سے دوسرے مجرموں کو کاٹنا چاہیے۔

وہ ایک اسٹال کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔ شام کو شائع ہونے والے تمام اخبارات اسٹال کے اسٹینڈ پر لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک ایسا اخبار خریدا، جس میں زیادہ تر جرائم کی رپورٹ شائع ہوتی تھیں اور چھوٹے بڑے ...وں کے متعلق معلومات حاصل ہوتی تھیں۔

اس نے اخبار خریدا۔ پھر ایک ٹیکسی روک کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ...ے ایک ہوٹل کا پتا بتایا اور اخبار کھول کر دیکھنے لگی۔ وہ تنہائی اور فرصت ...ے وقت اسے پڑھنا چاہتی تھی۔ بظاہر اسے کھولے ہوئے تھی تاکہ ویکلی ...ہزار کی آفر دینے والے کے متعلق معلوم کرسکے۔ پتا چلا، یہ ٹیکسی ڈرائیور اسی کا آدمی ...ہے۔ اسی کے بنگلے کی طرف اسے لے جارہا ہے۔ اس نے اخبار کو تہ کرتے ہوئے کہا۔ "سامنے جو بڑی سی دکان ہے وہاں گاڑی روکو۔ مجھے ایک ضروری چیز خریدنا ہے، صرف ایک منٹ میں آجاؤں گی۔ تمھیں میٹر سے زیادہ دوں گی۔"

وہ دکان کے سامنے رک گیا۔ یہ پچھلی سیٹ سے نکل کر تیزی سے چلتی ہوئی دکان کے اندر گئی۔ جیب میں دس ہزار ڈالر تھے۔ اس نے اپنے لیے خوبصورت لباس خریدے اور ضرورت کی دوسری چیزیں خریدتی رہی۔ دکان کے دوسرے حصّوں میں جاکر باہر ٹیکسی والے کو دیکھتی رہی، وہ اپنی گاڑی سے نکل آیا تھا، وہ کبھی دکان کے سامنے آکر کھڑا ہوتا تھا۔ کبھی ایک شوکیس کے پاس جاتا تھا کبھی دوسرے شوکیس کے پاس جاکر اس کے آر پار اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ آخر وہ دکان کے اندر آگیا۔ مسکراتے ہوئے بولا۔ "لائیے، میں کچھ سامان اُٹھا کر لے چلوں۔"

تنانہ نے بل ادا کیا۔ پھر سامان کے ساتھ پچھلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھالی۔ اس کے بعد اپنی منزل کی طرف جانے لگا۔ کچھ دور جانے کے بعد تنانہ اس کے دماغ پر قابض ہوگئی۔ اس نے ایک ہوٹل کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ دروازہ کھول کر اپنا سامان اُٹھانے لگی۔ ہوٹل کا بوائے دوڑتا ہوا آیا۔ پھر اس کا تمام سامان اُٹھانے لگا۔ اس نے دروازے کو بند کردیا۔ گاڑی پھر آگے بڑھ گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک اس ٹیکسی کو جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ ابھی خیال خوانی کی ابتدا تھی، چلتے پھرتے کسی کے دماغ میں مستقل نہیں رہ سکتی تھی جبکہ اس نے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ جب وہ دور نکل گیا تو اس نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا مگر پچھلی سیٹ کی طرف دیکھنے کا موقع نہیں دیا۔ ایسی حالت میں ہر شخص سوچتا ہے، وہ تھوڑی دیر تک دماغی طور پر کیسے غافل ہوگیا تھا۔ تنانہ نے اُسے سوچنے دیا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی ہوٹل کے اندر آئی۔ اپنے لیے ایک کمرا لیا۔ وہاں اس نے اپنا نام صوفیہ آگرن لکھایا۔ اسے کمرے کی چابی مل گئی۔ وہ ہوٹل کے بوائے کے ساتھ لفٹ کے ذریعے ساتویں منزل پر پہنچ گئی۔ اپنے کمرے میں آئی پھر ویٹر بوائے کو ٹپ دے کر رخصت کردیا۔ دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ اور آرام سے صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگی۔ صرف نام بدلنے سے کام نہیں چلے گا۔ مورینا مِس امریکا کی حیثیت سے بہت مشہور تھی۔ شکاگو میں تنانہ کو اس کی بہن کی حیثیت سے لوگ جانتے تھے۔ اسے سونیا کی طرح میک اپ کرکے چہرہ بدلنا نہیں آتا تھا اور وہ سب کچھ سیکھنا چاہتی تھی لیکن اس کے لیے کہیں پُرسکون رہائش کی ضرورت تھی۔

وہ اخبار کھول کر پڑھنے لگی۔ ان صفحات میں پچھلے جرائم کا ذکر تھا کہ مجرم کس طرح پکڑے گئے۔ کس طرح ان پر مقدمات چل رہے ہیں یا کس طرح مجرموں کو تلاش کیا جارہا ہے۔ پھر تازہ ترین وارداتوں کی بھی خبریں شائع کی گئی تھیں۔

ایک صفحے پر دو عورتوں کی تصویریں تھیں۔ ایک کا نام ویلی وارڈ اور دوسری کا نام پامیلا آرک تھا۔ دونوں پر الزام تھا کہ وہ ڈاکے ڈالتی ہیں۔ اُنھوں نے پانچ قتل کیے ہیں۔ مقدمے کے دوران انھیں بڑی شہرت حاصل ہوئی تھی۔ پولیس اور انٹیلی جنس والے بھرپور کوششوں کے باوجود ان کے خلاف کوئی الزام ثابت کرنے میں ناکام رہے تھے۔ آج صبح ان دونوں کو باعزت طور پر بری کردیا گیا تھا۔

تنانہ کبھی ان کے متعلق پڑھ رہی تھی، کبھی تصویریں دیکھتی جارہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ یہ دُنیا مردوں کی ہے۔ عورتوں کو جرائم کی دنیا میں لانے والے بھی مرد ہوتے ہیں۔ انھیں کسی نہ کسی طرح مجبور کرتے ہیں، اغوا کرکے بازاروں میں پہنچا دیتے ہیں۔ یورپ کا کوئی ملک، امریکا کی کوئی اسٹیٹ، کوئی شہر ایسا نہیں ہے، جہاں کے کلب اور قمار خانے عورتوں کے بغیر چلتے ہوں۔ وہاں عورتیں ضروری ہوتی ہیں اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے انھیں مجبوراً جرائم کی طرف دھکیلا جاتا ہے۔ اور تو اور اسکول جانے والی معصوم لڑکیوں کو بھی یہ درندے نہیں چھوڑتے۔ تنانہ نے سوچا اگر میں خطرناک عورتوں کی ایک تنظیم قائم کروں تو یہ زخم کھائی ہوئی عورتیں دوسری عورتوں کا تحفظ کریں گی اور میرے بھی کام آتی رہیں گی۔

اس نے ویلی وارڈ اور پامیلا آرک کی تصویروں کو باری باری غور سے دیکھنا شروع کیا۔ ان کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ اس طرح وہ پہلے ویلی کے دماغ میں پہنچی۔ اگرچہ قتل اور ڈکیتی کے سلسلے میں دونوں پر مقدمات چلتے رہے تھے لیکن دونوں کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ پامیلا کینساس سٹی میں رہتی تھی۔ ویلی، سینٹ لوئیس کی رہنے والی تھی۔ کینساس سٹی میں آکر واردات کرتی تھی پھر اپنے شہر چلی جاتی تھی۔

ویلی اس وقت اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے مختلف صوفوں پر چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا تعلق ایک بہت ہی مشہور رسالے سے تھا۔ اس رسالے کا کروڑپتی مالک بھی بیٹھا ہوا تھا، اس سے کہہ رہا تھا۔ "مس ویلی! تم نے دو مہینوں میں کافی شہرت حاصل کی ہے۔ میں اپنے رسالے میں تمھارا ایک سنسنی خیز انٹرویو شائع کرنا چاہتا ہوں۔ اگر انٹرویو کے ساتھ کچھ خاص تصاویر بنوانے پر راضی ہو جاؤ تو پچیس ہزار ڈالر دوں گا۔"

ویلی نے حقارت سے دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہیرے کا سودا پتھر کے مول کرنے آئے ہو۔ کیا تم مجھے ناداں سمجھتے ہو۔ بدنام زمانہ میگزین پلے بوائے کی طرف سے ایک لاکھ ڈالر کی آفر ہے۔ لیکن میں اپنی بے لباس تصویریں شائع نہیں کرانا چاہتی، نہ میں کوئی ماڈل گرل ہوں، نہ ہی کوئی پیشہ کرنے والی ہوں۔"

ویلی اپنے سامنے بیٹھے ہوئے مرد سے گفتگو کرکے سمجھ لیتی تھی، وہ کتنے پانی میں ہے اور کتنی دور تک اس کا ساتھ دے گا۔ وہ اندازہ کررہی تھی اور تنانہ اس شخص کے دماغ میں رہ کر معلوم کررہی تھی کہ وہ دولت مند ہے مگر کنجوس ہے۔ ویلی پر اس کا دل آگیا ہے۔ وہ بول رہا تھا۔ "میرا اخبار پلے بو...

سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ میں نے جو پیشکش کی ہے، اس کی رقم میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ کیا ہم تنہائی میں تھوڑی دیر بات کر سکتے ہیں؟"

"بے شک، میرے بیڈروم میں آجائیں۔"

وہ دونوں بیڈروم میں آگئے۔ اُس نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا تم اپنے ہی بیڈروم میں بلاتی ہو یا ہمارے بیڈروم میں بھی آسکتی ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولی "تنہائی ملتے ہی مطلب کی بات پر آگئے۔"

"میں کاروباری آدمی ہوں۔ وقت ضائع نہیں کرتا۔"

"مجھ پر جو مقدمہ چل رہا تھا، اس کی تفصیل تمھیں معلوم ہے۔ جس دولت مند نے مجھے اپنی خواب گاہ میں بلایا تھا، وہ دوسری صبح مُردہ پایا گیا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "پہلی بات تو یہ کہ کوئی تمھیں قاتل ثابت نہیں کر سکا۔ دوسری بات یہ کہ قاتلوں کے تیور کچھ اور ہوتے ہیں، ان کے انداز کچھ اور ہوتے ہیں۔ تم میں یہ باتیں نہیں ہیں۔ تیسری بات یہ کہ میں کوئی اناڑی نہیں ہوں، تمھیں گلے سے لگاؤں گا مگر گردن تک نہیں پہنچنے دوں گا۔"

اس نے بریف کیس کھول کر نوٹوں کی پانچ چھوٹی گڈیاں نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ پچیس ہزار ہیں۔ میرے ساتھ ملو، ڈرائنگ روم میں باقاعدہ ایگریمنٹ ہوگا۔ لیکن وہ ایگریمنٹ صرف انٹرویو اور تصویروں کے سلسلے میں ہوگا۔ اس کے بعد میں تمھیں اور پچیس ہزار دوں گا۔"

ویلی نے مسکرا کر نوٹوں کی گڈیاں لیں۔ پھر انھیں بستر پر پھینک کر کہا۔ "اپنی گاڑی اور ڈرائیور چھوڑ جاؤ، میں دو گھنٹے بعد پہنچ جاؤں گی۔"

"مس ویلی! میں بڑی محبت سے وارننگ دے رہا ہوں۔ اپنے ساتھ ایک ننھا سا ہتھیار بھی نہ لانا، بلکہ پرس بھی لانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ پلنگ کی طرف گئی۔ اس کے سرہانے والی میز سے ایک پرچی نکالی، پھر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ ایک معروف لیڈی ڈاکٹر کا نسخہ ہے، میں اس کے مطابق دوائیں استعمال کر رہی ہوں۔ اس میں دو دوائیں ایسی ہیں جنھیں میں رات کے ایک بجے استعمال کرتی ہوں، اگر تمھیں اعتراض ہو گا تو مجھے افسوس ہے، میں نہیں آسکوں گی۔ مجھے اپنی زندگی عزیز ہے، پہلے اپنا علاج کراؤں گی۔"

"تمھیں کیا ہوا ہے؟"

"جو بھی ہوا ہے، تمھیں تشویش میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ میں دوائیں لے کر آؤں گی۔ ہماری سوسائٹی کی ہر عورت کے پاس ایک پرس لازمی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ چلتے پھرتے ہونٹوں کی سُرخی درست کرتی ہے، چہرے پر لیپ کرتی ہے۔ اپنے ناخنوں پر فائل کرتی ہے۔ تم لوگوں کی نظروں میں خوب سے خوب تر نظر آنے کے لیے پرس بے حد لازمی ہے۔ لہٰذا میں خالی ہاتھ نہیں آؤں گی۔ بائی دی وے، جب میں تمھارے دروازے پر آؤں تو اچھی طرح چیک کر لینا، پھر داخل ہونے کی اجازت دینا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکراتے ہوئے، آگے بڑھتے ہوئے بولا "آل رائٹ، بائٹ اِز ڈَن۔"

وہ اسے پکڑنا چاہتا تھا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "پلیز ڈونٹ پنچ می، ابھی ہمارا ایگریمنٹ نہیں ہوا ہے۔"

"لیکن میں پچیس ہزار دے چکا ہوں۔"

"یہ رقم بلانے کے لیے ہے، ہاتھ لگانے کے لیے نہیں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "اچھی بات ہے۔ میں اپنی گاڑی اور ڈرائیور چھوڑ کر جا رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ تنانہ اسے چھوڑ کر پامیلا کے پاس پہنچی اور بالکل صحیح وقت پر پہنچی۔ اس وقت وہ سہمی ہوئی سی ایک دیوار کے ساتھ چپک گئی تھی۔ اس کے سامنے تین ہٹے کٹے جوان تھے۔ ایک نوجوان ریوالور دکھاتے ہوئے کہہ رہا تھا "ہم اسے استعمال نہیں کرنا چاہتے۔ احتیاطاً رکھ لیا ہے۔ اگر شور مچاؤ گی اور ہم کوئی خطرہ محسوس کریں گے تو مجبوراً اس کی گولیاں تمھارے خوبصورت جسم میں اتار دیں گے۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟"

ریوالور والے نے کہا "تم نے جسے قتل کیا، وہ میرا باپ تھا۔"

دوسرے نے کہا "تم نے اس کے ایک ہفتے بعد جسے قتل کیا، وہ میرا بہنوئی تھا۔ تم نے میری بہن کو بیوہ بنا دیا، اس کا گھر اُجاڑ دیا۔ میرے بہنوئی کو قتل کرنے سے پہلے اس کی بہت بڑی جائداد اپنے نام لکھوالی۔"

ریوالور والے نے کہا "میرا باپ جس بیڈروم میں مردہ پڑا ہوا تھا، وہاں کی تجوری کھلی ہوئی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق اس میں پانچ لاکھ ڈالر تھے۔ تم نے پوری تجوری کا صفایا کر دیا۔"

وہ بولی "یہ ثابت ہو چکا ہے کہ میں جائے واردات پر موجود نہیں تھی، میرا دونوں قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"بکواس مت کرو، ہم جیسا کہتے ہیں، اس پر عمل کرو۔ ہم اس کرسی پر بٹھا کر تمھارے ہاتھ پاؤں باندھ دیں گے اور پورے مکان کی تلاشی لیں گے۔ چوری کی ہوئی رقم اور جائداد کے کاغذات یہیں کہیں رکھے ہوں گے اور اگر نہ بھی ہوئے تو میں قانونی طور پر یہ کاغذات لایا ہوں، ان میں تمھارے دستخط ہوں گے۔ اس کی رُو سے تم میرے بہنوئی کی اس جائداد سے محروم ہو جاؤ گی جو وہ تمھارے نام لکھ گیا ہے۔"

وہ چُپ چاپ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ اس کے ہاتھ پیر باندھنے لگے۔ وہ دل ہی دل میں تلملا رہی تھی اور سوچ رہی تھی "میں نے آج تک کسی کو معاف نہیں کیا۔ جو مجھے ایک طمانچہ مارتا ہے، میں اُسے ایک ٹھوکر میں قبر تک پہنچا دیتی ہوں۔"

وہ انتقاماً ایسا سوچ رہی تھی اور پریشان ہو رہی تھی، اس نے نقد رقم اور جائداد کے کاغذات قالین کے نیچے چھپا کر رکھے تھے۔ تنانہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پامیلا کو اس کی جائداد کے کاغذات اور تمام رقم کے ساتھ بچانا ضروری تھا اور خیال خوانی کا مظاہرہ بھی نہیں کرنا تھا۔

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی، کمرے سے نکلی، اُسے لاک کیا، لفٹ کے ذریعے نیچے آئی۔ کاؤنٹر پر چابی جمع کی۔ پھر ہوٹل سے باہر آکر تھوڑی دور جانے کے بعد ایک ٹیلیفون بوتھ میں داخل ہو گئی۔ وہاں سے اس نے پولیس ڈپارٹمنٹ

کے ایمرجنسی شعبے میں فون کیا۔ فوراً ہی جواب ملا "ہیلو، کیا بات ہے؟"

"میں ایک ٹیلیفون بوتھ سے بول رہی ہوں۔ ابھی سامنے والی بیکری سے کچھ خرید رہی تھی، وہیں میں نے دو آدمیوں کو باتیں کرتے ہوئے سنا کہ ابھی کینساس سٹی میں پامیلا آرک کو قتل کیا جائے گا۔"

حیرانی سے پوچھا گیا "یہ کون پامیلا آرک ہے؟"

"وہی جس کا مقدمہ چلتا رہا اور جسے آج بری کر دیا گیا۔"

اس نے پامیلا کے گھر کا پتا نوٹ کرایا پھر کہا "آپ فوراً اس کی حفاظت کریں۔ اس مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیں۔ ان دو اجنبیوں کی باتوں سے پتا چلا ہے، پامیلا کو قتل کرنے تین آدمی جائیں گے۔"

"کیا وہ اجنبی وہاں موجود ہیں؟"

"وہ ابھی ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کہیں جا چکے ہیں۔"

"کیا تم فراڈ کر رہی ہو؟"

"پلیز اسے فراڈ نہ سمجھیں۔ آپ اپنے وسیع ذرائع سے فوراً میری بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے فون کا ریسیور رکھا۔ بوتھ سے باہر آئی۔ اسی طرح چلتی ہوئی کاؤنٹر پر پہنچی۔ اپنے کمرے کی چابی لی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے میں تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے اسی پولیس افسر کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ اتنی دیر میں اس نے کینساس سٹی کے پولیس ڈپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کر لیا تھا اور پامیلا کے گھر کا پتا بھی بتا چکا تھا۔ وہاں کی پولیس حرکت میں آگئی تھی۔ تنانہ یہاں سے مطمئن ہو کر پھر پامیلا کے پاس پہنچ گئی۔

وہ کچھ سوچ سمجھ کر ہی کرسی پر بیٹھ گئی تھی تاکہ اسے باندھ دیا جائے۔ کیونکہ جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھی، اسی جگہ قالین کے نیچے سو سو ڈالر کے نوٹ بکھرے ہوئے تھے۔ جائداد کے کاغذات بھی وہیں رکھے ہوئے تھے۔ وہ تینوں کمرے کی ایک ایک چیز کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے، اتنے میں فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ سب چونک گئے۔ فون کی طرف دیکھنے لگے، پھر انھوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک نے پامیلا کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا "سوچ سمجھ کر فون پر بات کرنا۔ اگر کسی کو اشارہ کیا یا یہاں بلایا تو ہم گولی مار دیں گے۔"

دوسرے نے ریسیور اٹھا کر اپنے کان سے لگایا۔ دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا "ہیلو، ہیلو، ہم مس پامیلا آرک سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

اس نے ریسیور پامیلا کے کان سے لگا دیا۔ پھر اشارے سے کہا "بولو۔" ایک جوان پامیلا کے سر سے سر لگا کر ریسیور سے آنے والی آواز سُن رہا تھا۔ وہ بولی "ہیلو، میں پامیلا بول رہی ہوں۔"

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم خطرے میں ہو۔ کیا یہ درست ہے؟"

وہ ذرا ہچکچائی، ریوالور والے نے گھور کر دیکھا۔ تو وہ جلدی سے بولی۔ "نہیں، میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔"

وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔ دوسری طرف سے کہا گیا "ہم سامنے والے بنگلے سے بول رہے ہیں۔ پولیس نے چاروں طرف سے تمھارے مکان کو گھیر لیا ہے۔ اگر خطرے میں نہیں ہو تو مکان سے باہر آجاؤ۔"

ایک نے ریسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر پامیلا سے سرگوشی میں کہا "اُسے جواب دو، تم بیمار ہو، باہر نہیں آسکتیں۔"

پامیلا نے کہا "کیسی باتیں کرتے ہو، شام تک سب نے مجھے اچھی طرح چلتے پھرتے دیکھا ہے۔ یہ بیان کام نہیں آئے گا۔"

"جو ہم کہہ رہے ہیں، وہ کہتی جاؤ۔"

اس نے ماؤتھ پیس سے ہاتھ ہٹا لیا۔ پامیلا نے کہا "مجھے افسوس ہے، میں باہر نہیں آسکتی، بیمار ہوں۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "بیماری کی پروا نہ کرو، تم جیسے ہی باہر آؤ گی، ہم تمھیں اسپتال لے جائیں گے۔"

ریوالور والے نے سر کے اشارے سے نہیں کہنے کے لیے حکم دیا۔ وہ بولی "میں نہیں آسکتی۔ آپ مجبور نہ کریں۔"

دوسرے نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر تینوں ایک دوسرے کو تشویش بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ ایک نے کہا "یہ پولیس یہاں کیسے پہنچ گئی؟" ریوالور والا آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا۔ پردے کو ذرا سا ہٹا کر باہر کی طرف دیکھا۔ وہاں سچ مچ پولیس والے نظر آرہے تھے۔ ایسے ہی وقت تنانہ صرف چند سیکنڈ کے لیے اس کے دماغ پر قابض ہوئی۔ اس نے ریوالور سے کھڑکی کے شیشے کو توڑا۔ پھر وہاں سے فائر کیا۔ تنانہ نے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس کے ساتھیوں نے چونک کر پوچھا "یہ کیا حماقت کی تم نے؟"

پہلے تو وہ سٹپٹایا۔ پریشان ہوا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ پھر ڈھیٹ بن کر بولا "اور کیا کرتا، پولیس والوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، ہمیں فائرنگ کرتے ہوئے یہاں سے نکلنا ہوگا۔"

فائرنگ ہوتے ہی پولیس والے گھیرا تنگ کرنے لگے تھے۔ انھوں نے ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے کہا "ہمیں معلوم ہوا ہے تم تعداد میں تین ہو، یہاں سے فرار ممکن نہیں ہے۔"

وہ تینوں دوڑتے ہوئے مکان کے پچھلے دروازے کی طرف گئے، ایک نے دروازے کو ذرا سا کھول کر دیکھنا چاہا۔ اسی وقت کسی نے زور کی لات ماری۔ تینوں لڑکھڑا کر پیچھے گئے۔ پولیس والوں نے ٹھائیں ٹھائیں کی دہشت زدہ کرنے والی آواز کے ساتھ چھت کی طرف فائرنگ کی تاکہ تینوں محفوظ رہیں اور زندہ گرفتار کیے جا سکیں۔ ریوالور والا پلٹ کر بھاگنا چاہتا تھا، آفیسر نے مجبور ہو کر اس کی ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا، پھر پولیس والے دندناتے ہوئے اندر آئے۔ ان کا کھیل ختم ہو چکا تھا۔ پامیلا محفوظ تھی۔ تنانہ نے اس کے بہت سے راز معلوم کر لیے تھے۔ اب اسے کسی وقت بھی اپنی آلۂ کار بنا سکتی تھی۔ لہٰذا خیال خوانی کے ذریعے ویلی کے پاس پہنچ گئی۔

وہ پچیس ہزار ڈالر وصول کرنے کے بعد اس کے گھر پہنچ گئی تھی۔ مزید پچیس ہزار وصول کرنا چاہتی تھی۔ ارادہ تھا اس کی تجوری میں اور جو کچھ ہو گا، اس کی بھی صفائی کر کے جائے گی۔ اس کے پرس میں دواؤں کی دو چھوٹی شیشیاں تھیں جنھیں وہ رات کے ایک بجے استعمال کرنے کی غرض سے لائی

تھی۔ لیکن ایک شیشی کی دوا اپنے شکار کے حلق تک پہنچانا چاہتی تھی۔

وہ جانتی تھی، ایسے لوگ عورتوں کو اپنے گھر میں بلا کر موڈ میں آنے کے لیے پیتے ہیں، ایک نہیں کئی پیگ پیتے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی جام میں دوا گھول سکتی تھی۔ ویسے وہ بہت ہوشیار تھا۔ اس نے ولی کو گھر کے اندر بلانے سے پہلے اس کے پرس کو چیک کیا تھا۔ اب اس کے ساتھ بیٹھ کر پی رہا تھا۔ اپنے جام کو نگاہوں کے سامنے ہی رکھتا تھا۔ جس بوتل سے پی رہا تھا، اُسے بھی ادھر سے اُدھر نہیں ہونے دیتا تھا۔ جب ولی اسے اُٹھا کر اپنے لیے جام بناتی تو وہ غور سے دیکھتا تھا۔ اور جب کسی کام سے اُٹھ کر جانا ہوتا تو ایک ہاتھ میں بوتل پکڑ لیتا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ سے جام اُٹھا کر جس کام سے جاتا تھا، وہ کر کے واپس آجاتا تھا۔

وہ پریشان ہوگئی، اُس کا داؤ نہیں لگ رہا تھا۔ ایسے میں تنانہ نے مشکل آسان کردی، وہ آدھی بوتل پینے کے بعد اُٹھ گیا کہنے لگا "میں باتھ روم سے آتا ہوں۔"

وہ لڑکھڑاتا ہوا باتھ روم میں گیا پھر دروازے کو بند کرلیا۔ ولی نے بڑی پھرتی سے وہ دوا نکالی۔ وہ ادھورا جام چھوڑ کر گیا تھا اس نے دوا کے چند قطرے اس میں ٹپکا دیے۔ پھر شیشی پرس میں رکھ لی۔

وہ باتھ روم کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔ ڈگمگاتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "یہ جو نشہ ہوتا ہے آدمی کو الو بنا دیتا ہے۔ میں اتنی دیر سے بڑا محتاط تھا۔ اچانک ترنگ میں اُٹھا اور باتھ روم میں چلا گیا۔ کہیں تم نے میری شراب میں کچھ ملایا تو نہیں ہے؟"

ولی نے اپنا جام اس کے سامنے رکھ دیا۔ پھر اس کا جام اُٹھاتے ہوئے بولی۔ "تمھیں شبہ ہے تو میری شراب تم پیو۔ تمھاری شراب میں پیتی ہوں۔"

اس نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ سے اپنا جام لیتے ہوئے بولا۔ "میں نے پی ضرور ہے مگر ابھی ہوش میں ہوں۔ ہو سکتا ہے تم نے اپنے جام میں کچھ ملایا ہو اور اب بہانے سے میری طرف بڑھا رہی ہو۔ چلو اپنا ہی جام اُٹھاؤ۔"

وہ جان بوجھ کر ہچکچانے لگی جیسے واقعی یہ غلطی کر بیٹھی ہو اور اب اپنے جام میں سے ایک گھونٹ بھی نہیں پینا چاہتی ہو۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "آخر پکڑی گئی نا، میں اُڑتی چڑیا کے پَر گن لیتا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے جام کو ہونٹوں سے لگایا، پھر غٹاغٹ خالی کردیا۔ جام کو میز پر رکھتے ہوئے بولا۔ "تم نے ابھی تک نہیں پی۔"

ولی نے اپنے جام کو اُٹھایا۔ پھر اسے ہونٹوں سے لگا کر خالی کردیا۔ کہنے لگی۔ "جو لوگ خود کو بہت زیادہ عقلمند سمجھتے ہیں، وہ کبھی عقل کا کام نہیں کرتے اور جنھیں احمق سمجھا جاتا ہے، وہ کبھی کبھی عقل مندی کا ثبوت دیتے ہیں۔ تم لوگ عورتوں کو احمق ہی سمجھتے ہو نا؟"

وہ دھپ سے صوفے پر گر پڑا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام کر آنکھوں کو بھینچ کر اپنے سامنے غور سے دیکھنے لگا۔ جیسے کچھ نظر نہ آرہا ہو۔ پھر کہنے لگا۔ "سب کچھ نظر آرہا ہے، یہ کیسی عجیب سی بات ہے، ابھی میں اتنے نشے میں تھا۔ اور اب کچھ محسوس نہیں ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے، میں نے ایک گھونٹ بھی نہیں پی ہے۔"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہوا۔ پھر بولا۔ "اے، تم نے نشے کو پانی کرنے والی دوا تو نہیں ملا دی؟"

وہ اُٹھ کر کھڑا ہوا تھا، دوسرے ہی لمحے لڑکھڑا کر صوفے پر گر پڑا۔

وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولی۔ "مجھے مرد نشے میں اچھے نہیں لگتے جو کچھ سامنے ہوتا ہے اسے مدہوشی میں دیکھتے ہیں اور اسے خواب سمجھتے ہیں لیکن میں تمھارے سامنے خواب بن کر نہیں رہنا چاہتی۔"

وہ ٹیپ ریکارڈر کے پاس گئی۔ پھر اسے آن کیا، کمرے کی خاموشی میں ایک بہت ہی درد بھری موسیقی کی آواز ابھرنے لگی۔ وہ بولی۔ "میں یہ کیسٹ چھپا کر لائی تھی۔ جہاں جاتی ہوں، اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہوں۔ ذرا توجہ سے سنو۔"

وہ اُدھر دیکھنے لگا۔ اچانک ہی کسی کی چیخ سنائی دی۔ پھر مردانہ قہقہے گونجنے لگے۔ کوئی عورت چیخ رہی تھی، تڑپ رہی تھی، فریاد کر رہی تھی۔ لیکن وحشی درندوں کے قہقہے اس کی فریاد پر غالب آرہے تھے۔ پھر وہ فریاد آہوں اور سسکیوں میں ڈوبنے لگی۔ ڈوبتے ڈوبتے آخر گم ہوگئی۔

ولی نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہ جو آواز تم نے سنی، میری تھی اور جو موسیقی سُن رہے ہو، یہ میری پسندیدہ دُھن ہے۔ میں ایک رات اس دُھن کو ریکارڈ کر رہی تھی۔ اچانک کچھ درندے میرے کمرے میں گھس آئے۔ تم نے میری چیخیں سنی ہیں، یہ چیخیں میرے پڑوسی بھی سنتے رہے تھے۔ لیکن وہ اس علاقے کے بہت بڑے بدمعاش سے ٹکرانے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے۔ یہ چیخیں اپارٹمنٹ کے سامنے سے گزرنے والے سپاہیوں نے بھی سنی ہوں گی لیکن وہ کان بند کرکے چلے گئے، کیونکہ انھیں بہرا بن کر رہنے کی فیس مل چکی تھی۔"

اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں اپنے اندر کچھ عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔ تم نے کچھ پلایا ہے۔ اور... اور تم یہ کیسٹ کیوں سُنا رہی ہو؟"

"اس لیے کہ آج میں آنسو نہیں بہاؤں گی، نہ چیخوں گی، نہ چلاؤں گی، نہ فریاد کروں گی لیکن تم قہقہے بھی نہیں لگا سکو گے۔ تم انسان ہو، انسان ہی رہو گے، درندے نہیں بن سکو گے۔ اگر بن سکتے ہو تو آؤ، مجھے بتاؤ تم کتنے شہ زور ہو؟"

وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی بستر کے پاس آئی۔ پھر اس پر چاروں شانے چت ہوگئی۔ اس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ ہاتھ کے اشارے سے بلانے لگی۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "میں محسوس کر رہا ہوں جیسے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔ میرے اندر کوئی جذبہ نہیں اُبھر رہا ہے۔ مجھے کمزوری کا احساس ہو رہا ہے۔ تم نے کیا کیا ہے، سچ سچ بتاؤ، تم نے کیا کیا ہے؟"

وہ نفرت سے اُٹھ کر بولی۔ "وہی جو اُس رات نہ کرسکی۔ کیونکہ اس رات میں ایک معزز گھرانے کی شریف زادی تھی۔ اب میں یہ کیسٹ اپنے ساتھ

لیتی ہوں۔ تم جیسے لوگوں کو سُناتی ہوں اور پوچھتی ہوں، آخر تم لوگوں کا پیٹ کیوں نہیں بھرتا؟ تم لوگوں کی ہوس پوری کرنے کے لیے بے شمار بازاری عورتیں ہیں۔ پھر تم شریف زادیوں کی زندگی کیوں برباد کرتے ہو؟ تمھیں اپنی مردانگی پر اتنا غرور کیوں ہو؟ اور غرور ہے تو پھر وہاں کیوں بیٹھے ہو۔ ذرا اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر تو دکھاؤ؟"

اس کی باتیں سُن کر اسے طیش میں آنا چاہیے تھا۔ آخر مرد تھا اور مرد کو کمزور پر غصہ دکھانے اور اس پر چھا جانے کا حق ہوتا ہے۔ وہ جوش میں آکر اُٹھ گیا۔ دونوں پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔ مگر یوں لگ رہا تھا جیسے طویل بیماری کے بعد بستر سے اُٹھ کر کھڑا ہوا ہے۔ دوسرے ہی لمحے وہ بیٹھ گیا۔ اس کے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ کمر میں زور نہیں رہا تھا۔ کھڑے رہنے کے لیے گھٹنے اور کمر کی مضبوطی لازمی ہے۔ وہ خود کو کھڑا رکھنا چاہتا تھا مگر ناکام ہو رہا تھا۔

وہ بولی۔ "میں اپنے شکار کو قتل نہیں کرتی۔ اسے زندہ رکھتی ہوں لیکن کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑتی۔ آئندہ تم کسی عورت کو صرف اپنے بیڈ روم کی چیز نہیں سمجھو گے۔ ادھر آؤ، میں تمھیں بستر تک پہنچا دوں۔"

وہ اس کے قریب آئی۔ ہاتھ بڑھا کر اسے سہارا دیا۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا پھر آہستہ آہستہ ڈگمگاتے ہوئے کسی طرح بستر پر پہنچ گیا۔ وہ بولی۔ "یہ جوانی کا بستر تمھارے لیے بڑھاپے کا بستر بن گیا ہے۔ تم سہارے کے بغیر یہاں آکر لیٹ بھی نہیں سکتے۔ ویسے صبح سو کر اُٹھو گے تو خود کو تازہ محسوس کرو گے۔ چلتے پھرتے، ہنستے بولتے رہو گے لیکن آئندہ کسی عورت کو بازاری نظر سے نہیں دیکھ سکو گے۔"

وہ اُسے سُلا کر اس کی تجوری پر ہاتھ صاف کرنا چاہتی تھی۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ولی نے پوچھا۔ "کیا اس وقت تمھارا فون آنے والا تھا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ کاروباری آدمی ہوں۔ کوئی بھی فون کر سکتا ہے۔ پلیز تم اٹینڈ کرو۔ کہہ دینا سو رہا ہوں۔"

"تم بڑے عزت دار آدمی ہو۔ تمھ... بیڈ روم میں میری آواز سنائی دے گی تو کیا تمھاری عزت پر حرف نہیں آئے گا؟"

"پلیز، آواز بنا کر بولو۔ خود کو اس گھر کی گورنس بتاؤ۔ کوئی مجھ پر شبہ نہیں کرے گا۔"

ولی نے آگے بڑھ کر ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے تنانہ بول رہی تھی۔ "ہیلو مس ولی! تم مجھے نہیں جانتی ہو لیکن میں تمھاری رگ رگ کو پہچانتی ہوں۔"

"کون ہو تم؟"

"تمھارا درد جانتی ہوں، اس لیے ہمدرد ہوں۔"

وہ ناگواری سے بولی۔ "کیا میں ریسیور رکھ دوں۔"

"اسے رکھنے کے بعد یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گی۔"

"کیا مطلب؟"

"میرے مشوروں پر عمل کیے بغیر اس کی تجوری کھولنے کی حماقت نہ کرنا۔"

تنانہ نے ایک نمبر بتاتے ہوئے کہا۔ "اسے ذہن نشین کرلو تجوری اسی نمبر سے کھلے گی۔ لیکن کھلتے ہی اندر ہاتھ نہ ڈالنا۔ اس کے اندر کی کسی چیز کو ہاتھ لگاتے ہی بجلی کا جھٹکا لگے گا اور وہ ہاتھ اس وقت تک تجوری سے نہیں نکلے گا جب تک تمھاری جان نہیں نکلے گی۔"

"میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"تجوری کو نمبرز کے ذریعے کھولنے کے بعد ذرا دور ہٹ جانا پھر اس کے اندر کوئی چھوٹی سی چیز پھینک دینا۔"

"چلو مان لیا، اس کے اندرونی حصے میں کرنٹ دوڑ رہا ہے، اسے کس طرح بند کیا جاسکتا ہے؟"

"جہاں وہ لیٹا ہوا ہے، اس پلنگ کے نچلے حصے میں سرہانے کی طرف ایک بٹن ہے، اسے آف کردو۔ اس کے بعد تجوری کی ہر چیز تمھاری ہوگی۔"

"میں ابھی آزماتی ہوں۔ لیکن تم کون ہو؟"

تنانہ نے اس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "ریسیور رکھنے کے بعد دس منٹ تک انتظار کرنا۔ جب وہ سو جائے تب تجوری کی طرف جانا۔"

"میں پوچھتی ہوں، تم کون ہو؟"

جواب سنائی دیا۔ "ہمدرد۔" اس کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا۔

وہ ہیلو، ہیلو کہہ کر پکارتی رہی۔ پھر اس نے ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ گھڑی دیکھ کر دس منٹ تک انتظار کرنے لگی۔ تنانہ اس شخص کو تو نیمی نیند سُلا رہی تھی۔ وہ دس منٹ سے پہلے ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔ وہ اطمینان سے چلتی ہوئی آہنی سیف کے پاس گئی۔ پھر تنانہ نے جو نمبر بتایا تھا، اس کے مطابق اسے کھولنے لگی۔ اسے یقین نہیں تھا، کوئی اجنبی عورت یوں اس کو اتنا قیمتی مشورہ دے گی۔ بس اس کی ایک ہی بات دل کو لگ رہی تھی کہ وہ عورت ہے لہٰذا اس کی ہمدرد ہے۔

آئرن سیف کا پٹ فوراً ہی کھل گیا۔ ولی اندر رکھی ہوئی دولت کو حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔ نوٹوں کی کئی گڈیاں تھیں، پھر ہیروں کا جگمگاتا ہوا ہار اور کئی دوسرے قیمتی زیورات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے پلنگ کے سرہانے رکھے ہوئے سگریٹ کیس کو اُٹھایا۔ پھر تجوری سے ذرا فاصلے پر کھڑے ہو کر اسے پھینکا جیسے ہی وہ اندر پہنچا، روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا۔ ولی کی اوپر کی سانس اُوپر رہ گئی۔ فون پر ملنے والی اطلاع سو فی صد درست تھی۔ اگر وہ ہاتھ ڈالتی تو واقعی دم نکلنے کے بعد ہی ہاتھ وہاں سے نکلتا۔

وہ تیزی سے چلتے ہوئے پلنگ کے سرہانے آئی۔ نیچے لیٹ گئی۔ پھر کروٹ بدل کر دیکھا نیچے ایک ننھا سا سُرخ بلب روشن تھا۔ اس کے پاس ہی ایک بٹن تھا۔ اس نے بٹن کو دبایا تو سُرخ روشنی بجھ گئی۔ سبز نظر آنے لگی۔ وہ دوبارہ کروٹ بدل کر نیچے سے نکلی، اُٹھ کر کھڑی ہوئی پھر پلنگ کے سرہانے سے لائٹر اُٹھا کر تجوری کے قریب پہنچ کر اسے

اندر کی طرف پھینکا۔ اس بار روشنی کا جھماکا نہیں ہوا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر تجوری کے اندر لے جا کر جگمگاتے ہوئے ہیروں کے ایک نیکلس کو اُٹھایا۔ کوئی خطرہ نہیں تھا' وہ محفوظ تھی۔ اس نے اُسے اٹھا کر اپنے پرس میں رکھا۔ پھر تجوری کے باقی مال پر ہاتھ صاف کرنے لگی۔

تنانہ دماغی طور پر حاضر ہو گئی۔ اس نے ریسیور اُٹھا کر آپریٹر سے کہا۔ "ہوٹل کے کسی ٹریولنگ ایجنٹ سے رابطہ قائم کرائیے۔"

تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "میں کل صبح کسی فلائیٹ سے کینساس سٹی جانا چاہتی ہوں۔"

دوسری طرف سے جواب ملا۔ "جسٹ لے منٹ۔"

وہ انتظار کرنے لگی۔ پھر کہا گیا۔ "کل ایک بجے کی فلائیٹ سے سیٹ مل جائے گی۔"

"ٹھیک ہے کنفرم کرو اور میرے کمرے میں آکر رقم لے جاؤ۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ اس نے ہوٹل کے ملازم کو بلا کر دس ڈالر کا نوٹ دیا۔ پھر کہا۔ "مجھے کینساس سٹی سے شائع ہونے والا کوئی اخبار چاہیے' اس میں سے جو باقی بچے تم رکھ لو۔"

وہ چلا گیا۔ تنانہ اخبار کے ذریعے معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کینساس سٹی میں کتنے مکانات برائے فروخت ہیں اور وہ کن علاقوں میں ہیں۔ اسے ایک بات کھٹک رہی تھی' وہ بہت کم عمر نظر آتی تھی۔ پھر تنہا تھی۔ بہت بڑی جائداد خریدے گی تو فروخت کرنے والا اسے شبے کی نظر سے دیکھے گا۔ بات پولیس اور انٹیلی جنس تک پہنچ سکتی تھی۔ اس کی خفیہ نگرانی ہو سکتی تھی، انٹیلی جنس والوں کو اپنے پیچھے لگانا دانش مندی نہ ہوتی۔ وہ رفتہ رفتہ اس بات کی تہ تک پہنچ سکتے تھے کہ ایک کم سن لڑکی اتنی دولت اور جائداد ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاصل کر رہی ہے۔

اس نے ایک گہری سانس لی۔ ٹیلی پیتھی جیسا غیر معمولی علم حاصل کرنے کے بعد بھی اس دنیا میں عورت تنہا رہ کر کچھ نہیں کر سکتی۔ اسے کسی نہ کسی مرحلے پر مرد کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اب اسے ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو ذرا عمر رسیدہ ہو، تجربے کار ہو اور اس کے پرسنل سیکریٹری کے فرائض انجام دے سکتا ہو۔

وہ خیالات سے چونک گئی' دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ اس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

آواز سنائی دی۔ "میں ٹریولنگ ایجنسی سے آیا ہوں۔ آپ کینساس سٹی جانا چاہتی ہیں؟"

اس نے دروازہ کھول دیا۔ اسے اندر بلایا۔ ہوٹل کا ملازم اخبار لے آیا تھا۔ اس نے اخبار لے کر دروازہ بند کر دیا۔ ٹریولنگ ایجنٹ کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ پھر اس سے رقم پوچھی' پرس سے نوٹ نکال کر گنے اور مطلوبہ رقم اس کے حوالے کر دی۔ وہ کاغذ قلم سنبھالتے ہوئے بولا۔ "مس! آپ کا نام؟"

"صوفیہ آرگن۔"

اس نے نام لکھنے کے بعد پوچھا۔ "آپ کینساس سٹی کہاں جانا چاہتی ہیں؟"

"کیا یہ بتانا ضروری ہے؟"

"آپ ایک اسٹیٹ سے دوسری اسٹیٹ جا رہی ہیں۔ آپ کو یہاں کا اور وہاں کا مکمل پتا لکھوانا ہوگا۔"

وہ ٹہلنے کے انداز میں اس سے ذرا دور ہو گئی۔ پھر پلٹ کر بولی۔ "میں کون ہوں' کہاں سے آئی ہوں' میرا پتا ٹھکانا کیا ہے۔ مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ میں سب کچھ بھول چکی ہوں اور جو بھول چکی ہوں' اسے یاد نہیں کرنا چاہتی۔"

"کیا اپنے گھر سے ناراض ہو کر آئی ہو؟"

"مجھے اپنا کوئی گھر یاد نہیں ہے۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے بولا۔ "بے بی! میں تمھیں ہوٹل کے باہر دو بار دیکھ چکا ہوں۔ پتا چلا' تم نے یہاں قیام کیا ہے۔ شبہ ہوا شاید تم گھر سے بھاگ کر آئی ہو یا تمھارے ساتھ ایسا کوئی پرابلم ہے کہ تم دوسروں سے چھپ رہی ہو۔"

وہ بولی۔ "مسٹر....؟"

"مجھے مورگن کہتے ہیں۔"

"مسٹر مورگن! میں ذرا باتھ روم سے آتی ہوں۔ تب تک آپ سوچ کر بتائیں' میں یہاں سے وہاں کیسے جا سکتی ہوں۔"

وہ باتھ روم میں آگئی۔ دروازے کو بند کر لیا۔ پھر اس کے خیالات پڑھنے لگی۔ وہ پریشان ہو کر پھر کرسی پر بیٹھ گیا تھا اور سوچ رہا تھا' "پتا نہیں' یہ کون ہے۔ کہاں بھٹک رہی ہے؟" ایسا سوچتے وقت اسے اپنی جوان بیٹی یاد آرہی تھی۔ ایک دشمن کے بیٹے نے اُسے اپنے عشق میں گرفتار کر لیا تھا اور اسے بھگا کر لے گیا تھا۔ بیٹی نے فون پر کہا تھا۔ "ڈیڈی! میں اپنی پسند کے نوجوان کے ساتھ یہاں آگئی ہوں اور شادی کر رہی ہوں۔ میں جانتی ہوں' آپ اسے دشمن سمجھتے ہیں۔ اس لیے شادی پر اعتراض کریں گے۔ اگر اعتراض نہ ہو تو اگلے سنڈے کو آجائیے۔ میں دلہن بننے والی ہوں۔"

وہ اگلے سنڈے دلہن نہ بن سکی۔ اخبار میں اس کی تصویر شائع ہوئی تھی اور یہ خبر تھی کہ کچھ نامعلوم لوگوں نے اسے بڑی اذیتیں پہنچا کر قتل کیا ہے اور اس کی لاش ایک گٹر میں پائی گئی ہے۔

تنانہ نے ایک سرد آہ بھر کر سوچا۔ اُس دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جو مکمل طور پر خوش اور مطمئن ہو' ورنہ ہر شخص کے ساتھ ایک المناک کہانی ہوتی ہے۔ وہ روزانہ دو چار آدمیوں کے خیالات پڑھتی رہے تو اس حساب سے دنیا والوں کو پڑھتے پڑھتے عمر گزر جائے' ان کے کام آتے آتے زندگی ختم ہو جائے لیکن یہ دُکھ درد ختم نہیں ہوں گے۔

کمرے میں مورگن سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔ تنانہ کو دیکھ کر بیٹی کا غم تازہ ہو گیا تھا۔ وہ کینساس سٹی کا رہنے والا تھا۔ جوانی میں ایک لڑکی سے محبت ہو گئی تھی۔ اس لڑکی کا ایک اور طلب گار تھا لیکن شادی مورگن سے ہوئی۔ یہاں سے دشمنی کی ابتدا ہوئی۔ ناکام ہونے والے رقیب نے مورگن کو پھر کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیا۔ اس کے کاروبار کو تباہ کر دیا۔

طرح طرح سے مصائب میں مبتلا کرتا رہا۔ آخر اس نے مجبور ہو کر کینساس کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا اور شکاگو میں رہنے لگا۔ جب وہ یہاں آیا تو بیٹی برس کی تھی۔ جس بیوی کے لیے اتنا کچھ ہوا تھا' وہ مر چکی تھی۔ یہاں وہ کچھ تک سکون سے رہا لیکن بیٹی کے جوان ہوتے ہی دشمن کی طرف سے چھاڑ شروع ہو گئی' دیکھا جائے تو ایک معمولی سی بات تھی۔ ایک لڑکی دو طلب گار تھے' ایک کے ساتھ شادی ہو گئی' دوسرا دشمنی پر اُتر آیا لیکن بھی کیا دشمنی کہ انسان' انسان کا جینا حرام کر دے۔ ایک ذرا سی بات کے اس کا گھر تباہ کر دے۔ اسے اپنا شہر' اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کر دے اور دشمنی آئندہ نسل تک قائم رکھے۔ بیٹی جوان ہوئی تو کسی نوجوان کے ذریعے سے ٹریپ کیا۔ اس معصوم لڑکی کو محبت کے جال میں پھنسایا۔ اسے گھر سے بھاگنے پر مجبور کیا۔ پھر اس کا جو انجام ہوا' اسے باپ آج بھی سوچتا تھا تو حقیقت سے نظریں چُرانے کے لیے آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ اس کے باوجود بیٹی کی لاش ایک گٹر میں دکھائی دیتی تھی۔

تنانہ باتھ روم سے باہر آئی۔ مورگن نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر کہا۔ "میں تمھاری زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا۔ ایک بزرگ کی حیثیت سے مشورہ دیتا ہوں۔ گھر واپس چلی جاؤ۔ یہاں ٹریولنگ ایجنٹ ایک نہیں' بے شمار ہیں۔ کسی دوسرے سے اپنا ٹکٹ منگوالو۔"

"مسٹر مورگن کیا تم اس دنیا میں تنہا ہو؟"

"پہلے ایک بیوی اور ایک بیٹی تھی۔ بیوی مر گئی۔ بیٹی گھر سے بےگھر ہو گئی۔ میرے دشمنوں نے اسے بُری طرح اذیتیں دے دے کر مار ڈالا؟"

"تم اسی لیے نہیں چاہتے کہ میں تنہا بھٹکتی رہوں۔"

"تم سمجھ دار ہو۔"

"کیا میں دوسرے ایجنٹ کے ذریعے کینساس سٹی جاؤں گی تو تنہا نہیں رہوں گی۔ کیا مجھے اگلے کسی موڑ پر کوئی دشمن نہیں ملے گا؟"

"جب تم یہ سمجھتی ہو تو کیوں تنہا ہو؟"

"تم مجھے بیٹی بنا لو تو تنہائی دور ہو جائے گی۔"

اس نے چونک کر اُسے دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ اُٹھتے ہوئے بولا۔ "نہیں بیٹی' نہیں' میں بہت کمزور باپ ہوں۔ میں ایک کی حفاظت نہیں کر سکا تو دوسری کی ذمے داری کیسے قبول کر سکتا ہوں۔"

"میں اپنی حفاظت خود کروں گی۔ مجھے صرف سہارا چاہیے۔ دنیا والے تمھارے ساتھ دیکھ کر مجھے تنہا نہیں سمجھیں گے۔"

"ہاں' جب تک بیٹی میرے سائے میں تھی کوئی کچھ نہیں کہتا تھا۔ جب وہ مجھے چھوڑ کر گئی تو ایک محفوظ پناہ گاہ سے نکل گئی۔ تم بھی چلی جاؤ گی۔ غنڈے بدمعاش تمھیں اغوا کریں گے تو میں کیا کر سکوں گا؟"

"میں اپنی حفاظت خود کر لوں گی۔ مجھے صرف اپنے سر پر ایک سایہ چاہیے۔"

"بیٹی! تم غنڈوں' بدمعاشوں کو کھیل سمجھ رہی ہو۔ ان سے تو پولیس والے بھی پناہ مانگتے ہیں۔"

وہ اس کے قریب آیا۔ پھر سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "مجھے معاف کرنا' جب میں یہ سوچتا ہوں کہ اپنی بچی کی حفاظت نہ کر سکا تو شرم سے مر جاتا ہوں۔ میں دوسری بار شرمندہ نہیں ہونا چاہتا۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹ گیا۔ پھر تیزی سے چلتا ہوا دروازے کے پاس پہنچا' وہاں رک گیا۔ جیسے کشمکش میں مبتلا ہو' جیسے اپنی بیٹی جیسی ایک جوان لڑکی کو بے یارومددگار چھوڑنا نہ چاہتا ہو۔ اس کے باوجود حوصلہ نہ پاتا ہو۔

پھر اس نے دروازے کو کھول دیا۔ باہر جانا چاہتا تھا۔ مگر ٹھٹک گیا۔ کھلے ہوئے دروازے کے سامنے وہی شخص کھڑا ہوا تھا جس کی جیب سے تنانہ دس ہزار ڈالر نکال کر لائی تھی۔ وہ اسے دیکھتے ہی ذرا پیچھے ہٹ گئی۔ مورگن نے اس شخص سے پوچھا۔ "مسٹر جیرالڈ! تم یہاں کیسے آئے ہو؟"

وہ کمرے میں کھڑی ہوئی تنانہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "جیرالڈ کسی کے دروازے پر نہیں آتا۔ جسے چاہتا ہے' اپنے ہاں بلا لیتا ہے۔ مگر اس لڑکی نے مجھے آنے پر مجبور کر دیا۔"

مورگن نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "دیکھو جیرالڈ! تم شہ زور ہو۔ تمھارے پاس طاقت بھی ہے' دولت بھی ہے لیکن یہ لڑکی کمزور ہے' تنہا ہے' اسے معاف کر دو۔ اس کا پیچھا چھوڑ دو۔"

اس نے مورگن کو ایک طرف دھکا دیا۔ پھر اندر آکر دروازے کو بند کر لیا۔ اس کے بعد آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "تم میری توقع سے زیادہ چالاک اور پھرتیلی ثابت ہوئیں' میری طرف کوئی دیکھنے کی جرأت نہیں کرتا اور تمھاری نظر میری جیب تک پہنچ گئی۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولی۔ "تم کیا کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔"

"تم یہ بھی کہو گی کہ مجھے پہچانتی نہیں ہو' مجھے کبھی دیکھا نہیں ہے۔"

"بے شک' میں نے دیکھا ہے۔ تم مجھے ایک ریستوران میں پھانسنا چاہتے تھے لیکن میں نے انکار کر دیا۔ یہاں آگئی تو تم یہاں تک میرا پیچھا کرتے ہوئے پہنچ گئے ہو۔"

مورگن نے ان دونوں کے درمیان آکر تنانہ کے سامنے ڈھال بنتے ہوئے کہا۔ "دیکھو جیرالڈ! میں ایک نظر میں لڑکیوں کو پہچان لیتا ہوں' یہ معصوم ہے' اکیلی ہے' اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ پلیز' یہاں سے چلے جاؤ' اسے ہاتھ لگانے کے متعلق کبھی نہ سوچو۔"

"اور اگر میں سوچوں تو؟"

"تو پھر مجھ سے برداشت نہیں ہوگا۔ تمھیں میری لاش پر سے گزر کر اس کے پاس پہنچنا ہوگا۔"

وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "کیا تم نہیں جانتے' کیا پولیس والے نہیں جانتے کہ میں کتنی لاشوں پر سے گزر چکا ہوں۔"

"وہ لاوارثوں کی لاشیں ہوں گی' کوئی ان کا حساب کرنے والا نہیں ہوگا۔ لیکن اس لڑکی کا حساب کرنے والا میں ہوں' میں نے اسے بیٹی کہا ہے اور کوئی باپ اتنا بے غیرت نہیں ہو سکتا کہ اس کے سامنے

بیٹی کو میلی نظر سے دیکھے اور وہ خاموش تماشائی بن کر رہے۔"

جیرالڈ نے [illegible] پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا ذرا دور گیا۔ پھر سینٹرل ٹیبل پر اوندھے منہ گر پڑا۔ تنانہ اس کے دماغ میں بیٹی کا تصور پیش کر رہی تھی۔ اس کے دماغ میں بار بار بول رہی تھی "ڈیڈی! مجھے بچالو۔ ڈیڈی! میں پھر ایک بار لٹنے والی ہوں۔ میں پھر ایک بار مرنے والی ہوں۔ مجھے بچالو ڈیڈی! پلیز مجھے بچالو۔"

اتنی دیر میں جیرالڈ نے تنانہ کی گردن دبوچ لی تھی اور پوچھ رہا تھا۔ "کہاں ہیں میرے دس ہزار ڈالر، میں تیرے جسم کی ایک ایک بوٹی سے رقم وصول کروں گا۔"

وہ جان سے مارنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے خوفزدہ کرنے کے لیے گردن دبوچ رہا تھا۔ پھر تنانہ کون سی خوفزدہ ہونے والی تھی۔ وہ اس کے بھی دماغ میں پہنچ کر معلوم کر سکتی تھی کہ وہ کیا چاہتا ہے اور کیا کرنے والا ہے جب گردن پہ ہاتھ کا دباؤ زیادہ پڑتا تو وہ اس کے دماغ میں پہنچ کر اس کی قوت کو ذرا کم کر دیتی تھی۔ ہاتھوں کا دباؤ بھی کم ہو جاتا تھا۔ پھر وہ مورگن کے دماغ میں پہنچ کر اس کی بیٹی بن کر چیخنے لگتی تھی۔ ایسے ہی وقت مورگن نے پیچھے سے آکر جیرالڈ کے بالوں کو مٹھی میں لے کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے آیا تو اس کے پیٹ میں ایک گھونسا پڑا۔ وہ تکلیف سے کراہتا ہوا جھکا۔ تو منہ پر دوسرا گھونسا پڑا۔ وہ الٹ کر پیچھے فرش پر گر پڑا۔ لڑھکتا ہوا ذرا دور گیا۔ پھر سر اُٹھا کر حیرانی سے دیکھنے لگا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مورگن جیسا سیدھا سادا، شریف آدمی اس پر اس انداز میں حملہ کر سکتا ہے۔

اتنی سی دیر میں تنانہ نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ جیرالڈ اچانک کس طرح اُٹھ کر حملہ کرنے والا ہے۔ وہ غصے سے تلملا کر اٹھا، ایک کمزور آدمی کے ہاتھ سے مار کھانے کے بعد اس کی بوٹی بوٹی کر دینا چاہتا تھا۔ اس نے فرش پر سے اُٹھتے ہی ایک چھلانگ لگائی۔ اس کے قریب آکر ایک گھونسا مارنا چاہا۔ تنانہ نے مورگن کو جلدی سے بٹھا کر اُٹھا دیا۔ اس کے بیٹھنے سے جیرالڈ کا گھونسا خالی گیا۔ اٹھنے سے مورگن کا گھونسا منہ پر پڑا۔ اب مورگن کا حوصلہ بڑھتا جا رہا تھا۔ تنانہ اس کی سوچ میں کہہ رہی تھی "انسان جب تک شریف رہتا ہے، لوگ اس کی شرافت کو کمزوری سمجھتے ہیں۔ آج ایک بیٹی کے لیے میں بدمعاشوں کے لیے بدمعاش بن چکا ہوں۔"

تنانہ اس کے دماغ میں بولنے کے دوران جیرالڈ کو ذرا دیر کے لیے بھول گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اُٹھ کر مورگن پر بھرپور حملہ کیا۔ وہ مار کھا کر پیچھے جاتا ہوا بستر پر گر پڑا۔ اس کے بعد ہی تنانہ نے پھر اسے سنبھال لیا۔ مورگن نے اسے دونوں ٹانگوں پر رکھ کر اوپر کی طرف اچھالا۔ وہ اُلٹ کر بستر کے دوسری طرف جا گرا۔ فوراً ہی جھنجلا کر اُٹھا۔ وہاں سے اس پر چھلانگ لگائی لیکن مورگن ایک طرف ہٹ گیا، وہ اوندھے منہ فرش پر آیا جیسے ہی اُٹھا، مورگن نے اس کے منہ پہ لات ماری پھر اسے مارتا ہوا دروازے تک لے گیا۔ تنانہ نے دروازہ کھول دیا تھا۔ اس نے ایک اور لات ماری تو وہ لڑکھڑاتا ہوا باہر گیا پھر بالکونی کی ریلنگ سے ٹکرا گیا۔ اب تو مورگن کے دماغ میں مقتول بیٹی کے لیے جذبات تازہ ہو گئے تھے، اسے یوں لگ رہا تھا جیسے بیٹی ابھی زندہ ہے، بدمعاش اسے نوچنا کھسوٹنا چاہتے ہیں اور وہ اس کی حفاظت کر رہا ہے۔ بدمعاشوں کو مار رہا ہے۔ اور وہ مارتا ہوا اسے بالکونی سے سیڑھی کی طرف لے گیا۔ پھر وہاں سے ایک لات ماری تو وہ سیڑھی پر لڑھکتا ہوا نیچے جانے لگا۔ اس وقت تک ہوٹل میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ منیجر نے پولیس والوں کو بلا لیا تھا۔ سب دور کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے اور اس بات پر حیران تھے کہ جیرالڈ جیسے بدمعاش کو ایک سیدھا سادہ ٹریولنگ ایجنٹ مار رہا ہے بلکہ بُری طرح اس کی پٹائی کر رہا ہے۔

جیرالڈ کو اب تک خوش فہمی تھی کہ وہ مورگن پر غالب آجائے گا۔ اور اسے ایسا سبق سکھائے گا کہ آئندہ اس کے سامنے سر نہ اٹھا سکے۔ بلکہ اسے اپاہج بنا کر چھوڑ دے گا۔ جب ہوٹل والوں کے سامنے بھی پٹائی ہونے لگی اور پولیس والے آگئے تو اس نے فوراً ریوالور نکال کر کہا "خبردار! ذرا حرکت نہ کرنا، کوئی میری طرف ہتھکڑی لے کر بڑھے گا تو میں مورگن کو گولی مار دوں گا۔"

پولیس والے اپنا اپنا ریوالور نکال کر اسے نشانے پہ رکھ چکے تھے۔ لیکن دور تھے۔ جانتے تھے اِدھر یہ گولی چلائیں گے اُدھر وہ مورگن کو ختم کر دے گا۔ تنانہ نے مورگن کے دماغ میں کہا "میں تین تک گنتی گنوں گا۔ تین بولتے ہی اس کے ریوالور پہ ٹھوکر ماروں گا۔"

یہ سوچتے ہی اس نے کہا "ایک، دو،" اس کے تین کہنے سے پہلے ہی تنانہ جیرالڈ کے دماغ میں پہنچ گئی تھی، ریوالور کو اس کی گرفت میں ڈھیلا کر دیا تھا۔ اُدھر اُس نے تین کہتے ہی ٹھوکر ماری۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر اُڑتا ہوا ایک پولیس والے کے قدموں تک پہنچ گیا۔ دوسرے سپاہی دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ وہ غصے میں چھلانگ لگاتے ہوئے مورگن کے پاس آیا۔ پھر ایک گھونسا مارنا چاہا۔ یہ اس کی بدقسمتی تھی۔ اس کے لڑنے کی صلاحیتیں کام نہیں آرہی تھیں۔ مشکل سے دو چار حملے کامیاب ہوئے تھے ورنہ وہ برابر مار کھاتا رہا تھا۔ اس نے پھر آخری بار مار کھائی۔ اس کے ساتھ ہی سپاہیوں نے آکر اسے چاروں طرف سے جکڑ لیا۔ مورگن نے بیان دیا۔ "میں ایک ٹریولنگ ایجنٹ ہوں۔ یہاں اپنی کلائنٹ سے فضائی سفر کے متعلق باتیں کر رہا تھا کہ یہ آکر پریشان کرنے لگا۔"

جیرالڈ نے چیختے ہوئے کہا "اس لڑکی نے میرے دس ہزار ڈالر چرا لیے ہیں۔"

تنانہ نے کہا "تم جیسے بدمعاشوں کو جو لڑکی پسند آتی ہے، تم اسے اپنا مقروض بنا لیتے ہو۔ پولیس والوں کے سامنے اپنی طاقت سے حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جھوٹے الزامات لگا کر مجبور کر دیتے ہو کہ وہ تمھارے سامنے جھک جائے۔ لیکن میں تمھارے سامنے جھکنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

پھر وہ پولیس افسر سے بولی۔ "جیسا کہ مسٹر مورگن نے بیان دیا ہے، میں کل صبح کی فلائیٹ سے جا رہی ہوں۔ لہٰذا جو قانونی کارروائی ہے، اسے

جیسے مقدمے کے سلسلے میں پیشی ہوگی تو حاضر ہو جاؤں گی۔"

پولیس والے جیرالڈ کو پکڑ کر لے گئے۔ مورگن اس کے ساتھ زینے پر ہوا کمرے میں پہنچا۔ وہ بہت خوش تھا۔ جذبات سے بھرا ہوا تھا۔ بستہ کانپ رہا تھا۔ اس نے تنانہ کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا "بیٹی! ے پتا چلا، سب سے زیادہ طاقت انسان کی غیرت میں ہوتی ہے۔ غیرت مند ہو تو کمزوری آڑے نہیں آتی۔ وہ بڑے بڑے بدمعاشوں زاسکتا ہے۔ آج میں جیرالڈ سے ٹکرا کر بہت خوش ہوں۔ آج میں نے ی حفاظت کر کے اپنی بیٹی کی روح کو خوش کر دیا ہے۔"

"مسٹر مورگن! تم کبھی کمزور نہیں تھے۔ جب تمھاری بیٹی کو اغوا کیا گیا وجود نہیں تھے۔ اسے جہاں اذیتیں پہنچائی گئیں، جہاں قتل کیا گیا، تم جگہ سے واقف نہیں تھے۔ اگر وہاں پہنچ جاتے تو آج ہی کی طرح جوش بذبے میں آکر تمام شیطانی قوتوں سے ٹکرا جاتے۔ کیا میں سمجھوں کہ اب تنہا نہیں ہوں؟"

مورگن نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا "تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ مجھے اپنے سر پر سایہ چاہیے۔ کیا تم میرے ساتھ رہنا پسند رگے؟"

"لیکن میں یہاں ملازمت کرتا ہوں۔"

"بیٹی کی خاطر بزدلی چھوڑ سکتے ہو، کیا ملازمت نہیں چھوڑ سکتے؟"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا "آج تو میں تمھاری خاطر دنیا چھوڑ ینے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اس جوش اور جذبے نے، آج یہ سبق سکھایا ہے کہ دور تک بدمعاشوں کے درمیان چرچا ہو گا کہ شریف آدمی سوئے ہوئے شیر طرح ہوتا ہے۔ اسے جگانا نہیں چاہیے۔"

"تمھیں یہ سبق ایک بار نہیں، بار بار سکھانے کے لیے میرے ساتھ ہنا چاہیے۔"

"تمھارا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ تم آخر کہاں جانا چاہتی ہو، کہاں رہنا چاہتی ہو؟"

"تم ساتھ رہو گے تو ٹھکانا بھی بن جائے گا۔"

"بیٹی! ایک دوسرے کے ساتھ پیار محبت سے رہنے کے لیے اعتماد ضروری ہے۔ تم مجھ پر اعتماد نہیں کر رہی ہو۔ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتا رہی ہو۔ پھر میں کس بھروسے پر تمھارے ساتھ کہیں جا سکتا ہوں؟"

تنانہ اس دوران اس کے خیالات اچھی طرح پڑھ چکی تھی۔ موقع ملنے پر کئی بار اس کے چور خیالات بھی پڑھ چکی تھی۔ وہ کوئی مجرم نہیں تھا، کوئی گناہ گار نہیں تھا، کسی کو دھوکا نہیں دیتا تھا۔ ایسے میں چور خیالات نہ ہونے کے برابر تھے۔ وہ کبھی چوری چھپے سے کچھ سوچتا تو اس میں بھی اس کی معصومیت اور مجبوری ہوتی تھی۔ مثلاً اپنی بیٹی کے قاتلوں کو وہ پکڑ نہیں سکتا تھا، ان سے انتقام نہیں لے سکتا تھا تو سوچتا تھا اُسے کوئی غیبی طاقت حاصل ہو جائے، اتنی دولت مل جائے کہ وہ کرائے کے قاتلوں سے کام لے کر اپنی بیٹی کا انتقام لے سکے۔

تنانہ نے کہا "میں تمھیں اپنی زندگی کا ایسا راز بتا رہی ہوں، جو کسی اور کو نہیں بتا سکتی۔ میں تمھاری وہ بیٹی ہوں جو تمھارے [illegible] خیالات کو حقیقت میں بدلنے آئی ہے۔"

اس نے پوچھا "کیسے چور خیالات؟"

"ہاں، تم بہت مجبور ہو کر سوچتے ہو نا کہ تمھیں کہیں سے غیبی طاقت حاصل ہو جائے یا دولت حاصل ہو جائے۔ تاکہ تم اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکو۔"

وہ ذرا جھینپ کر دوسری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "ایسا تو ہر کمزور آدمی سوچتا ہے۔"

"صرف سوچنے سے کچھ نہیں ملتا۔ کچھ پانے کے لیے حوصلہ کرنا پڑتا ہے۔ عملی اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔"

وہ ذرا چپ ہوئی پھر بولی "اس وقت تم سوچ رہے ہو، لڑکی ٹھیک کہتی ہے۔ آج تک مجھ میں عملی قدم اُٹھانے کا حوصلہ نہیں تھا۔ آج میں وہی حوصلہ پا رہا ہوں جو یہ لڑکی بیان کر رہی ہے۔"

وہ چونک کر بولا "تمھیں کیسے پتا کہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟"

"تم خاموش ہو کر کچھ اور سوچو تو میں بتا دوں گی۔"

"کیا یہ لڑکی جادو جانتی ہے؟"

وہ مسکرا کر بولی "میں جادو نہیں جانتی۔ ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں، میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے جیرالڈ کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ اسے واپس جانے پر مجبور کر سکتی تھی۔ لیکن میں اس کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ پہلے میں نے سوچا، تمھارا حوصلہ آزماؤں گی۔ میری حفاظت پر آمادہ ہو جاؤ گے تو خیال خوانی کے ذریعے تمھاری مدد کروں گی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے اپنی طاقت اور صلاحیت سے جیرالڈ کا مقابلہ نہیں کیا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم نے اپنی بھرپور صلاحیتوں اور طاقت کا مظاہرہ کیا۔ جہاں تمھارے لیے خطرہ پیش آتا تھا، وہاں میں نے مدد کی۔ مثلاً تم ریوالور کی زد میں تھے۔ میں نے تمھیں قائل کیا کہ تم تین تک گنتے ہی اس کے ہاتھ پہ ٹھوکر مارو گے۔ اِدھر تم نے تین تک گنا۔ اُدھر میں نے ریوالور پر اس کی گرفت ڈھیلی کر دی۔"

"کیا تم نے صرف ایک بار میری مدد کی؟"

"لڑائی کے دوران جب بھی اس نے بھرپور حملہ کرنا چاہا، میں نے تمھاری حفاظت کی۔ جب وہ چھلانگ لگا کر تمھارے پاس آیا تو میں نے فوراً تمھیں بٹھا دیا۔ وہ فرش پر اوندھے منہ گر پڑا۔ اسی طرح دو چار بار میں نے تمھاری مدد کی، ورنہ تم نے خود اس کا مقابلہ کیا ہے۔ حوصلہ تمھارا تھا، طاقت تمھاری تھی، صرف میں لڑائی کے انداز کو سمجھ رہی تھی اس کے مطابق تمھاری حفاظت کرتی جاتی تھی جس کے نتیجے میں تمھارا حوصلہ بڑھتا جاتا تھا، اور تم خود اس پہ

ملے کرتے جاتے تھے۔"

"یعنی ہم دونوں نے مل کر جبرالڈ کو نیچا دکھایا ہے؟"

"ہاں، اور ہم دونوں مل کر رہیں گے تو دشمنوں کو نیچا دکھاتے رہیں گے۔"

"تم مجھے خود غرض نہ سمجھو تو میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور کہو۔"

"کیا تم مجھے میری بیٹی کے قاتلوں تک پہنچا سکتی ہو، کیا ہم دونوں مل کر ان سے انتقام لے سکتے ہیں؟"

"میں چشم زدن میں ایسا کر سکتی ہوں، لیکن ہمیں اطمینان سے کام کرنا چاہیے۔ یہ میرا وعدہ ہے، تم اپنی بیٹی کے قاتلوں سے گِن گِن کر بدلے لو گے۔"

وہ خوش ہو کر بولا۔ "پھر تو میں ساری زندگی تمھارے ساتھ رہوں گا۔ ساری عمر تمھاری خدمت کرتا رہوں گا۔"

"خدمت کا لفظ استعمال کرکے مجھے شرمندہ نہ کرو، میں تمھیں اپنا بزرگ بنا کر ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔"

"میں اسی لمحے سے تمھارے ساتھ ہوں۔ کیا تمھارا کینساس سٹی جانا ضروری ہے؟"

"یہاں شکاگو میں میرے بوڑھے والدین ہیں۔ میں یہاں رہوں گی تو دشمن کسی نہ کسی طرح میرا ان سے ناتا معلوم کرنے کے بعد انھیں پریشان کر سکتے ہیں۔ لہٰذا میں یہ شہر چھوڑ دینا چاہتی ہوں۔"

"کیا بوڑھے والدین تمھارے لیے پریشان نہیں ہوں گے۔"

"تم ان کا پتا نوٹ کر لو۔ ہر ہفتے یا ہر مہینے ان کے لیے ایک معقول رقم بھیجتے رہو۔ اور میری خیریت سے مطمئن کرتے رہو۔ میں انھیں بڑھاپے میں ہر طرح کا سُکھ دوں گی۔ لیکن وہ ہم دو بیٹیوں کو کبھی نہیں دیکھ سکیں گے اور اسی میں ان کی بھلائی ہے۔"

"کینساس سٹی میں میرا ایک کاٹیج ہے جو برسوں سے بند پڑا ہے کیا تم وہاں رہنا پسند کرو گی؟"

"فی الحال رہوں گی، لیکن تم وہاں جاتے ہی میرے لیے شہر کے اندر اور باہر دو چار بنگلے اور کوٹھیاں خریدو گے۔"

اس نے حیرانی سے پوچھا: "دو چار بنگلے اور کوٹھیاں؟ جانتی ہو اس کے لیے کم از کم پچاس لاکھ ڈالر کی ضرورت ہو گی؟"

"میں اس سے بھی زیادہ دوں گی۔"

وہ سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "میں سمجھ گیا، ٹیلی پیتھی کے ذریعے حاصل کرو گی مگر تعجب ہے کس طرح اتنی رقم حاصل ہو گی؟"

"کل ہم یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد تم آنکھوں سے دیکھتے رہو گے۔"

دوسرے دن وہ کینساس سٹی پہنچ گئے۔ برسوں سے بند پڑا ہوا کاٹیج گرد اور مکڑی کے جالوں سے اٹا ہوا تھا۔ مورگن نے کہا: "تم ایک روز ہوٹل میں قیام کرو۔ میں کچھ آدمی لگا کر اس کی صفائی کروا لیتا ہوں۔ اسے پوری طرح تمھاری رہائش کے قابل بناتا ہوں۔ پھر تم یہاں چلی آنا۔"

اس نے کہا: "تم کچھ آدمی اس کام کے لیے لگاؤ اور خود میرے کام سے لگ جاؤ۔ اخبارات میں جائداد کی خرید و فروخت کے سلسلے میں جو اشتہارات دیکھے تھے، ان سب سے رابطہ قائم کرو۔ میں تمھارے دماغ میں رہوں گی۔ ہم ایک دوسرے سے مشورہ کرتے رہیں گے اور اپنے مطلب کے بنگلے اور کوٹھیاں خریدتے رہیں گے۔"

"لیکن تم نے ابھی تک رقم کا انتظام نہیں کیا ہے؟"

"سب ہو جائے گا، فی الحال یہ پانچ ہزار ڈالر رکھو۔"

اس نے رقم لیتے ہوئے کہا: "تم سے جو رقم ملے گی، میں ہر ہفتے اس کا حساب پیش کرتا رہوں گا۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "اتنی زحمت اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے، جب بھی میرا جی چاہے گا میں تمھارے دماغ سے حساب معلوم کر لوں گی۔ اور تمھیں پتا بھی نہیں چلے گا۔"

وہ جھینپ کر بولا۔ "میں بھول جاتا ہوں کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔"

مورگن نے کرائے پر ایک کار حاصل کی۔ پھر مختلف اسٹیٹ ڈیلروں سے ملاقاتیں کرنے لگا۔ ان کے ساتھ جا جا کر فروخت ہونے والے بنگلوں کو اندر اور باہر سے دیکھتا تھا۔ ثنانہ اس کے دماغ میں رہ کر اپنی پسند اور ناپسند کا اظہار کرتی رہتی تھی۔ ایک ڈیلر نے مورگن کے پاس کرائے کی کار دیکھ کر طنزیہ انداز میں کہا: "مسٹر! آپ جس بنگلے کے متعلق معلومات حاصل کر رہے ہیں، اس کی قیمت پچیس لاکھ ڈالر ہے۔ ایک خریدار ابھی پانچ لاکھ ڈالر ایڈوانس کے طور پر ادا کرنے والا ہے۔"

مورگن نے پوچھا: "کیا تمھارا خیال ہے، میں اتنی رقم ادا نہیں کر سکتا؟"

"پہلے اپنے لیے ایک گاڑی تو خرید لیں؟ پچیس ہزار کی گاڑی خریدنے کے بعد ہی پچیس لاکھ ڈالر کے بنگلے کا خواب دیکھنا مناسب ہو گا۔"

ان باتوں کے دوران وہی خریدار پانچ لاکھ ڈالر ایڈوانس لے کر آ گیا۔ اس نے پوچھا: "کیا کاغذات تیار ہیں؟"

"پیشگی رقم کے سلسلے میں کاغذات تیار ہیں۔ باقی قانونی کارروائی اور مکمل رقم کی ادائیگی کے بعد کاغذات مکمل ہو جائیں گے۔"

اس نے بریف کیس کھول کر دکھایا۔ اس میں نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ ڈیلر نے اس رقم کو گننا شروع کیا۔ پھر مطمئن ہو کر وہ کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ دونوں نے دستخط کیے، معاملہ طے ہو گیا۔ پیشگی رقم ادا کرنے والا دوسرے دن آنے کو کہہ کر چلا گیا۔ ڈیلر نے مورگن سے کہا۔ "مسٹر! اسے کہتے ہیں، اس ہاتھ دے اور اُس ہاتھ لے۔ یہ ڈالر کا کھیل ہے۔ آپ کسی چھوٹے موٹے ڈیلر کے پاس جائیں اور کوئی چھوٹا موٹا سا مکان خرید لیں۔"

مورگن نے کہا: "آپ ڈیلر کہلاتے ہیں مگر آپ کو ڈیلنگ نہیں آتی۔ ہر خریدار کے ساتھ یکساں سلوک ہونا چاہیے۔ خواہ وہ کتنا ہی معمولی خریدار کیوں نہ ہو۔"

وہ اُٹھ کر باہر آ گیا۔ اپنی کار کی اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسٹارٹ کرنا چاہتا تھا۔ ثنانہ نے کہا: "ابھی نہ جانا، ذرا انتظار کرو۔ کار کی پچھلی کھڑکی کا شیشہ نیچے کر دو۔"

وہ ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈیلر بریف کیس لے کر نکلا۔ اپنی کار کی طرف جانے لگا۔ پھر اچانک پلٹ کر اس کی طرف آیا۔ کار کے پچھلے دروازے کے پاس رُک کر وہ بریف کیس کھول کر اس میں سے نوٹوں کی گڈیاں نکال نکال کر کھڑکی کے ذریعے پچھلی سیٹ پر پھینکنے لگا۔ جب اس نے تمام گڈیاں پھینک دیں۔ بریف کیس خالی ہو گیا تو اسے بند کرکے اپنی کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ خالی بریف کیس اپنے ساتھ والی سیٹ پر رکھ دیا۔ اطمینان سے کار اسٹارٹ کرکے ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ مورگن حیرانی سے آنکھیں پھاڑے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ بار بار پلٹ کر پچھلی سیٹ پر بھی دیکھتا تھا۔ وہاں نوٹوں کی گڈیاں اس طرح بکھری ہوئی تھیں جیسے کوئی کچرا پھینک کر چلا گیا ہو۔ وہ حیرت سے سوچ رہا تھا، "اوہ گاڈ! کیا ٹیلی پیتھی ایسے کمالات دکھاتی ہے؟"

ثنانہ کی آواز سُنائی دی: "سوچنے اور حیران ہونے میں وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً یہاں سے نکل چلو۔"

آخر وہ کب تک حیران ہوتا۔ اس کے کام سے جہاں جاتا تھا، ٹیلی پیتھی کے حیرت انگیز کمالات دیکھتا تھا۔ وہ ثنانہ کے ساتھ دوپہر کو کینساس سٹی پہنچ گیا۔ دوسرے دن دوپہر تک اس کے پاس ستر لاکھ ڈالر جمع ہو چکے تھے۔

اگر وہ دولت حاصل کرنے کے خواب دیکھتا، دولت مند بننے کی دعائیں مانگتا تو اپنی حیثیت کے مطابق خواب دیکھتا، اپنی حیثیت کے مطابق دعائیں مانگتا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس جیسے ایک معمولی آدمی کو چوبیس گھنٹے میں ستر لاکھ ڈالر مل سکتے ہیں۔ اس نے ان دو عورتوں کو بھی دیکھا تھا جو حالیہ مقدموں کی وجہ سے بہت مشہور ہو گئی تھیں۔ جن میں ایک کا نام ویلی اور دوسری کا نام پامیلا تھا۔ وہ دونوں آدھی رات کے بعد نیند کی حالت میں چلتی ہوئی آئی تھیں۔ اُنھوں نے نقد رقم کے علاوہ زیورات بھی ثنانہ کو دیے تھے۔ پھر چُپ چاپ چلی گئی تھیں۔

ثنانہ نے دوسرے دن ٹیلی فون کے ذریعے ویلی سے رابطہ قائم کیا۔ ویلی نے پوچھا: "تم کون ہو؟"

"مجھے اپنی ایک سہیلی یا بزنس پارٹنر سمجھ لو۔"

ویلی نے تعجب سے پوچھا: "بزنس پارٹنر؟ میں تو کوئی کاروبار نہیں کرتی۔ پھر تم کس بات کی پارٹنر ہو۔"

"تم تو غضب کا کاروبار کرتی ہو۔ سرمایہ نہیں لگاتیں اور سرمایہ حاصل کر لیتی ہو۔ تم نے ایک رات پہلے کسی کی خواب گاہ میں جا کر جو کچھ حاصل کیا، میں نے وہ تین حصے وصول کر لیا ہے۔ ایک حصہ تمھارے پاس چھوڑ دیا ہے۔"

"تم کون ہو؟ کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"ویلی! تمھارے ڈرائنگ روم میں ایک صوفہ ہے جس کے نچلے حصے میں چھ لاکھ ڈالر اور جگمگاتے ہوئے ہیروں کا ایک ہار اور مختلف قسم کے زیورات رکھے ہوئے تھے۔"

ویلی یہ سُن کر حیران ہو رہی تھی۔ ثنانہ کہہ رہی تھی: "تم جتنی سمجھ دار ہو، اتنی ہی احمق بھی ہو۔ سمجھ داری یہ ہے کہ تم نے اتنی بڑی رقم اور قیمتی زیورات ڈرائنگ روم کے صوفے میں چھپا کر رکھے۔ کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جہاں عام ملاقاتی آ کر بیٹھتے ہیں، وہاں مال چھپا کر نہیں رکھا جاتا۔ میں تمھاری ذہانت کی داد دیتی ہوں لیکن حماقت یہ ہے کہ تم زیورات چُراتی ہو جنھیں خود استعمال نہیں کر سکتیں۔ جگمگاتے ہیروں کا وہ ہار استعمال کرو گی تو پکڑی جاؤ گی۔ لہٰذا میں نے یہ ساری چیزیں لے لی ہیں تمھاری ضرورت کے لیے صرف دو لاکھ ڈالر چھوڑ دیے ہیں۔"

ویلی ریسیور پھینک کر دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئی۔ صوفے کو ایک طرف گرا کر اس کے نچلے حصے کو دیکھا۔ نچلے حصے میں کپڑا منڈھا ہوا تھا لیکن زپ کے ذریعے علیحدہ ہو سکتا تھا۔ اس نے زپ کو ایک طرف سرکایا۔ پھر ہاتھ ڈال کر دیکھا تو صرف دو لاکھ ڈالر ہی ہاتھ آئے، باقی سارا مال غائب ہو چکا تھا۔ وہ بے اختیار چیخ پڑی۔ "نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی میری کمائی پر ہاتھ صاف نہیں کر سکتا۔ بھلا یہاں کون آ سکتا ہے اور کیسے آ سکتا ہے، اسے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ میں نے مال کہاں چھپا کر رکھا ہے؟"

پھر وہ چونک کر کھڑی ہو گئی۔ دوڑتی ہوئی بیڈ روم میں آئی۔ ریسیور اٹھا کر چیختے ہوئے بولی۔ "تم کون ہو؟"

"تم یہ سوال تیسری بار کر رہی ہو۔ میں جواب دے چکی ہوں۔ اپنی سہیلی سمجھ لو یا بزنس پارٹنر۔"

"میں تمھیں قتل کر دوں گی۔"

"فون پر قتل کی دھمکی نہیں دیتے۔ یہ بات ریکارڈ ہو سکتی ہے۔"

"مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ ایک بار میرے سامنے آ جاؤ، میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"ابھی تم غصے میں ہو، عقل کی باتیں سمجھ میں نہیں آئیں گی لہٰذا پھر رابطہ قائم کروں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ دوسری طرف سے ویلی "ہیلو، ہیلو" کہتی ہوئی چیخ رہی تھی۔ اسے گالیاں دے رہی تھی، غصے سے تلملا رہی تھی۔ اس کا اتنا بڑا نقصان ہوا تھا۔ وہ اس نقصان کو اتنی جلدی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ ثنانہ نے اسے برداشت کی عادت ڈالنے کے لیے چھوڑ دیا۔

پھر اس نے پامیلا سے رابطہ قائم کیا: "ہیلو، میں تمھاری ایک سہیلی اور بزنس پارٹنر بول رہی ہوں۔"

پامیلا نے پوچھا: "تمھارا نام کیا ہے؟"

"نام سہیلی ہے۔ کام بزنس میں پارٹنرشپ۔"

"کیسا بزنس! میں کوئی کاروبار نہیں کرتی۔"

"غضب کا کاروبار کرتی ہو، جو مال ہاتھ آتا ہے اسے قالین کے نیچے

چھپا کر رکھتی ہو۔"

وہ پریشان ہو کر بولی: "تم کون ہو؟"

"کہا نا، تمھارے کام میں شریک ہوں، تمھارے مال میں شریک ہوں۔ میں نے قالین کے نیچے تمھاری جائداد کے کاغذات اور ایک لاکھ ڈالر چھوڑ دیے ہیں، باقی چار لاکھ لے آئی ہوں۔"

یہ سنتے ہی پامیلا کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ گیا، وہ دوڑتی ہوئی قالین کے ایک سرے تک آئی۔ پھر اسے پکڑ کر دوسری طرف الٹنے لگی۔ اسے الٹتی چلی گئی۔ اسے سو سو ڈالر کے نوٹوں کی چار گڈیاں اور جائداد کے کاغذات نظر آئے۔ اس نے قالین کو اور اُلٹنا شروع کیا۔ اس کے اُلٹنے سے کرسیاں، صوفے، سینٹر ٹیبل اور دوسری چیزیں بھی اُلٹتی جا رہی تھیں لیکن باقی رقم نظر نہیں آ رہی تھی۔ فون پر بولنے والی کی بات درست تھی، چار لاکھ ڈالر غائب ہو چکے تھے۔

وہ ہانپ رہی تھی۔ جھنجلا رہی تھی۔ غصّے سے ریسیور کی طرف دیکھ رہی تھی جو میز پر سے لٹک کر جھول رہا تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی آئی، ریسیور اُٹھا کر چیخنے لگی: "تم کون ہو؟ یہاں کیسے آئی تھیں، میں نے مال کہاں چھپایا ہے، تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"وہ کوئی چھپانے کی جگہ نہیں تھی۔ تین غنڈوں نے تمھیں کرسی سے باندھ کر کمرے کی تلاشی لی۔ ان کا دھیان قالین تک نہیں پہنچا۔ وہ اناڑی تھے۔ اگر چالاک مجرم ہوتے یا پولیس والے ہوتے تو قالین اُلٹ کر ضرور دیکھتے۔"

"میں پوچھتی ہوں، تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"مجھے تمھارے ہر معاملے کی خبر رہتی ہے۔ اگر میں وقت پر پولیس والوں کو اطلاع نہ دیتی اور وہ وقت پر نہ پہنچتے تو وہ تینوں ناکام ہونے کے بعد تمھیں قتل کر دیتے۔ ایک بات یاد رکھو۔ میں حرام کی کمائی نہیں کھاتی، محنت کرتی ہوں۔ کام آتی ہوں، پھر اپنے کام کا معاوضہ لے جاتی ہوں۔ میں نے تمھاری جان بچائی۔ اس کے عوض چار لاکھ ڈالر لے گئی ہوں۔ آئندہ بھی اسی طرح کام آتی رہوں گی۔"

"تم کون ہو؟ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے۔ تم مجھ سے کبھی نہیں مل سکو گی لیکن ہم ایک دوسرے کے کام آتے رہیں گے۔"

"مجھے تم سے کوئی کام نہیں لینا ہے۔ میں کہتی ہوں، میری رقم واپس کرو، میں اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں کروں گی۔"

"بڑی ناشکری ہو۔ تمھاری جان بچ گئی اور میں نے بچائی۔ اس کا حساب نہیں کرو گی۔ کیا چار لاکھ ڈالر تمھاری جان سے زیادہ قیمتی ہیں؟"

"انسان دولت کے لیے جیتا ہے، دولت کے لیے مرتا ہے۔ میں چار لاکھ ڈالر کے لیے مرنا پسند کروں گی۔ مگر تمھیں دینا پسند نہیں کروں گی۔ ایک بار میرے سامنے آؤ۔ میں تمھیں خاک میں ملا کر رکھ دوں گی۔"

"میں احمق نہیں ہوں۔ جب چھپ کر رہنے سے بڑی بڑی رقمیں مل سکتی ہیں تو سامنے آنے کی حماقت کیوں کروں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اسی شام ڈیلی اور پامیلا دو مختلف نائٹ کلب میں وقت گزارنے کے لیے آئیں۔ انھیں اپنے نقصانات کے سلسلے میں بڑا صدمہ تھا۔ وہ غم غلط کرنے کے لیے پی رہی تھیں۔ دونوں نے قسم کھائی تھی کہ ان کا مال ہڑپ کرنے والی سامنے آ جائے تو وہ سزائے موت کی پروا کیے بغیر اسے قتل کر دیں گی۔

پامیلا سوچ رہی تھی اور پی رہی تھی، اسے آواز سنائی دی: "ہیلو پامیلا"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ سارہ جون نظر آئی۔ وہ بھی جرائم کی دنیا سے تعلق رکھتی تھی۔ پامیلا نے اسے سامنے دیکھ کر حیرت سے پوچھا: "ارے سارہ تم کہاں ہو آج کل؟"

"پہلے یہ بتاؤ، تمھارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ پتا چلا ہے ایک رات پہلے تمھارے ہاں تین غنڈے گھس آئے تھے۔ تمھیں قتل کرنا چاہتے تھے کہ پولیس عین وقت پر پہنچ گئی۔"

"ہاں، جان بچ گئی ورنہ پامیلا تمھیں یہاں نظر نہ آتی۔"

"تم بڑے بڑے ہاتھ مارنا چاہتی ہو۔ اس لیے جان کا خطرہ رہتا ہے۔ میں کہتی ہوں، چھوٹا موٹا دھندا کرو۔ آمدنی کم ہوتی ہے لیکن جان کا خطرہ نہیں رہتا۔"

"تم آج کل کیا کر رہی ہو؟"

"میرے ساتھ آؤ۔ میں بتاتی ہوں۔"

وہ سارہ جون کے ساتھ کلب کے اس حصّے میں گئی جہاں صرف خاص لوگ ہی جا سکتے تھے۔ وہ کلب کے مالک کا ایک پرائیویٹ کمرا تھا۔ سارہ نے ایک مسلح پہرے دار سے کہا: "جاؤ، باس سے کہو، میں آئی ہوں۔"

وہ اندر گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آ کر بولا: "باس نے تمھیں تنہا بلایا ہے۔"

وہ بولی: "پامیلا! تم ذرا انتظار کرو، میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ کمرے کے اندر گئی۔ پندرہ منٹ کے بعد واپس آ گئی۔ بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ کہنے لگی: "میرے ساتھ گھر چلو، میں تمھیں نیا دھندا سکھاؤں گی اور خوب پلاؤں گی۔"

"ہاں، میں پینا چاہتی ہوں۔ غم غلط کرنا چاہتی ہوں۔ آج میں نے بہت بڑا نقصان اُٹھایا ہے۔"

وہ دونوں کلب سے باہر آ کر کار میں بیٹھ گئیں۔ راستے میں پامیلا نے اسے بتایا کہ کس طرح اس کے لاکھوں ڈالر چوری ہو گئے ہیں اور چوری کرنے والی ان کی طرح کوئی عورت ہے۔ سارہ نے ساری روداد سن کر کہا: "عورت ہے تو ہم سے بچ کر کہاں جائے گی۔ ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔"

وہ ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں پہنچ گئیں۔ دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ پھر سارہ نے اپنی میکسی اتارتے ہوئے کہا: "میں اسمگلنگ کا دھندا کر رہی ہوں۔ ایک طرف سے چرس لے جاتی ہوں۔ کلب کے باس کو دیتی ہوں۔ وہاں سے پیمنٹ لے کر آتی ہوں۔ مجھے ایک ٹرپ کے پانچ ہزار ڈالر ملتے ہیں۔"

جب اس نے میکسی اتاری تو پامیلا نے حیرانی سے دیکھا، اس کے

لاسٹک کا ایک خول مٹکے کی طرح بندھا ہوا تھا۔ اس نے اس مٹکے کو ...ے سے الگ کیا۔ اندر نوٹ بھرے ہوئے تھے۔ وہ بولی: "جب ...ے ساتھ کلب کے باس کے پاس گئی تو اس میں چرس بھری ہوئی ...نے مال اس کے حوالے کیا اور دام لے کر آ گئی۔"

"لیکن یہ تو بڑے بڑے نوٹ ہیں۔ آخر تم کتنا مال لے گئی تھیں؟"

سارہ جون خوشی سے نوٹوں کو دیکھ رہی تھی۔ اُٹھا اُٹھا کر گن رہی تھی۔ ...گننے میں اس کی مدد کر رہی تھی۔ پھر وہ دونوں حیرت زدہ رہ گئیں۔ ...ڑھ لاکھ ڈالر تھے، وہ ایک ٹرپ میں زیادہ سے زیادہ تیس چالیس ہزار کا مال لے جاتی ...ے مصنوعی پیٹ میں کبھی ڈیڑھ لاکھ ڈالر کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ سارہ نے آگے بڑھ کر ریسیور اُٹھایا: "ہیلو۔"

دوسری طرف سے آواز آئی: "ہیلو، میں تمھاری سہیلی یا بزنس پارٹنر ...ی ہوں۔"

سارہ نے حیرت سے پوچھا: "سہیلی؟ بزنس پارٹنر! آخر تم کون ہو؟"

"اتنی جلدی تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ پامیلا تمھارے پاس ...ہے، اس سے پوچھ لو۔"

سارہ نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر کہا: "کوئی مجھ سے فون پر بات ...ی ہے اور کہتی ہے، وہ میری سہیلی اور بزنس پارٹنر ہے اور تم اس کے ...ے میں جانتی ہو۔"

پامیلا نے ایک دم سے جھپٹ کر ریسیور اس سے چھین لیا۔ پھر چیخ ...ا چاہتی تھی: "اُلو کی پٹھی تم یہاں بھی پہنچ گئیں۔"

لیکن وہ بول نہ سکی۔ اس سے پہلے ہی اس کی زبان دانتوں کے درمیان ...اور وہ تلملا کر رہ گئی۔ سارہ نے ریسیور لے کر پوچھا: "تم کون ہو، کیا ...ن ہو؟ تم نے میری سہیلی کے چار لاکھ ڈالر چرا لیے۔ مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں محنت کرتی ہوں، تب معاوضہ لیتی ہوں۔ تم جس وقت باس کے ...ے میں گئیں، میں وہاں چھپی ہوئی تھی۔ تم چالیس ہزار کا مال لے کر گئی تھیں ...ڈیڑھ لاکھ ڈالر لے کر آئی ہو۔ اس کا مطلب ہے، ایک لاکھ دس ہزار زیادہ ...ہو، اسی میں میرا حصّہ ہے۔ ایسی آمدنی کے تین حصّے میرے ہوتے ہیں۔ اب ...ا یہ ہے کہ اس رقم میں میرا حصّہ ستر پچھتر ہزار ڈالر سے زیادہ نہیں بنتا اور ...ہزار کی گنتی پسند نہیں کرتی۔ لہٰذا جب تمھارے پاس دو چار لاکھ ڈالر جمع ہو ...یں گے تو میں اپنا حصّہ تم سے لے جاؤں گی۔"

"تم بہت اسمارٹ بننے کی کوشش کر رہی ہو۔ میرے اپارٹمنٹ میں ...ے کے بعد واپسی کا راستہ نہیں ملے گا۔"

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں آؤں گی اور اپنا حصّہ لے جاؤں گی۔ مگر اس ...دو چار دن لگیں گے۔ اس عرصے میں تمھارا کام کرتی رہوں گی۔ تمھارے ...وعی پیٹ میں لاکھوں ڈالر آتے رہیں گے۔ مجھے یقین ہے، تم عقل سے ...لو گی۔ ایک ٹرپ میں پانچ ہزار کمانے سے بہتر ہے کہ تمھارے حصّے میں ...چالیس ہزار آیا کریں۔ تم صرف بڑھتی ہوئی آمدنی کو دیکھو، نادان عورتوں

کی طرح اس حسد اور جلاپے میں مبتلا نہ ہو کہ میں تمھارے مقابلے میں زیادہ رقم لے جایا کروں گی۔ سو فار۔ پھر ملیں گے۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ سارہ نے جھنجلا کر ہیلو، ہیلو کہا۔ پھر ریسیور کو کریڈل پر پٹخ دیا۔ پامیلا نے پوچھا: "کیا وہ اپنا حصّہ مانگ رہی تھی؟"

"وہ مانگتی کہاں ہے، حکم دیتی ہے۔ بڑی بڑی باتیں کرتی ہے کہ ہزار کی گنتی نہیں جانتی۔ جب میرے پاس دو چار لاکھ ہو جائیں گے تب یہاں آئے گی اور اپنا حصّہ لے جائے گی۔ آنے دو اس کو۔ میں اسے زندہ نہیں جانے دوں گی۔"

پامیلا نے چٹکی بجا کر کہا: "یہ اچھا موقع ہوگا۔ میں بھی تمھارے اپارٹمنٹ پر نظر رکھوں گی۔ دیکھوں گی، کون یہاں چھپ کر آتی ہے اور تمھیں لوٹ کر جانا چاہتی ہے۔ میں اپنی رقم سود کے ساتھ وصول کروں گی۔"

سارہ نے پوچھا: "جب وہ تمھارے گھر میں داخل ہوئی اور اتنی بڑی رقم لے گئی تو تمھیں کوئی خبر نہ ہو سکی؟"

"میں بے خبر سو رہی تھی، اس نے میری غفلت سے فائدہ اُٹھالیا۔ اس بار کامیاب نہیں ہو سکے گی۔"

"ہاں پامیلا! تم رات کو میرے پاس رہا کرو۔ وہ کہہ رہی تھی، دو چار دن میں میرے پاس دو چار لاکھ ہو جائیں گے۔ تب وہ لینے آئے گی۔ میں کیسے یقین کروں کہ وہ میرے لیے بھی کچھ چھوڑ جائے گی۔ جب چور ہے تو پوری طرح صفایا کر کے جائے گی۔"

پامیلا نے کہا: "بے شک وہ چور ہے، مکّار ہے۔ ہمیں لوٹ رہی ہے لیکن اس کی تعریف ضرور کرنا چاہیے۔ وہ اپنی زبان کی پابند ہے۔ دھندے میں ایماندار ہے۔ بے ایمان ہوتی تو میرے پاس ایک لاکھ ڈالر چھوڑ کر نہ جاتی۔ ایک لاکھ کوئی معمولی رقم تو نہیں ہوتی۔"

سارہ شکست خوردہ انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی: "اگر وہ اتنی ایماندار ہے کہ ہمارا حصّہ چھوڑ جاتی ہے تو پھر کوئی نقصان نہیں ہے۔ میں روز ایک ٹرپ کرتی ہوں اور پانچ ہزار ڈالر کماتی ہوں۔ وہ مجھے روزانہ تیس چالیس ہزار کی آمدنی کرائے گی پھر بُرائی کیا ہے؟"

"اگر ہم اسے چوری کرتے ہوئے پکڑ لیں تو میرے چار لاکھ ڈالر وصول ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہم اس سے نمٹ لیں گے۔"

سارہ جون نے کہا: "ہاں، وہ کون ہے، کہاں رہتی ہے اور کس طرح گھروں میں گھس کر لوگوں کو لوٹ لیتی ہے، اس کا سراغ لگانا ہی ہوگا۔"

ڈیلی ایک قمار خانے کے بار میں بیٹھی پی رہی تھی اور وہ بھی قسمیں کھا رہی تھی کہ اسے لوٹنے والی سامنے آ جائے تو زندہ نہیں چھوڑے گی خواہ اسے پھانسی پر چڑھنا پڑے یا بجلی کی کرسی پر بیٹھنا پڑے۔ رات کے دس بجے شور ہوا: "پرنس آ رہا ہے، پرنس ...."

ڈیلی نے سر گھما کر دیکھا۔ ایک خوبرو نوجوان دو حسین عورتوں کو ساتھ لیے ہنستا ہوا چلا آ رہا تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ بڑا زبردست شاطر ہے۔ تاش کی گڈی ہاتھ میں آتی ہے تو بازی بھی اس کے ہاتھ آ جاتی ہے۔ جب سے

قمار خانے میں جاتا ہے، صبح ہونے تک دو چار لاکھ ہار کیا جیت کر ہی اُٹھتا ہے۔
پرنس حسیناؤں کو ساتھ لیے یوں چل رہا تھا جیسے حسین بیساکھیوں کے سہارے چل رہا ہو۔ ویلی پر نظر پڑتے ہی وہ چلتے چلتے رُک گیا۔ ویلی کو دیکھنے لگا پھر حسین عورتوں کو چھوڑ کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "میں نے تمھاری تصویر اخباروں میں دیکھی تھی، اگر میں بھول نہیں رہا ہوں تو تم مس ویلی ولرڈ ہو۔"
اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ ویلی نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایک بار دیکھنے والے کبھی نہیں بھولتے۔ پھر تصویر دیکھنے کے بعد تم کیسے بھول سکتے ہو۔"
وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "جو عورت مجھے پسند آجاتی ہے، میں اسے قمار خانے میں اپنے ساتھ بٹھاتا ہوں۔ دوسری صبح اپنی جیت کا ایک حصّہ اسے دیتا ہوں..... آج تم میرے ساتھ بیٹھنا پسند کرو گی؟"
"سوری، آج میں تنہا رہنا چاہتی ہوں۔ پھر سہی۔"
وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "میں صرف ایک بار کہتا ہوں۔ اس کے بعد کبھی عورت کی خوشامد نہیں کرتا۔"
یہ کہتے ہوئے پرنس نے اپنی جیب سے بایاں ہاتھ نکالا تو اس کے ساتھ ہی کار کی چابی نیچے گر پڑی۔ چابی خود نہیں گری تھی، تنانہ نے گرائی تھی۔ وہ کاؤنٹر کے پاس کھڑے ہو کر ایک پیگ پینے کے بعد اپنی حسین ساتھیوں کے ساتھ چلا گیا۔ اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ بار کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے ہوئے شخص نے ریسیور اُٹھا کر ہیلو کہا۔ پھر دوسری طرف کی آواز سُن کر ریسیور ویلی کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "مس تمھارا فون۔"
وہ ریسیور کو کان سے لگاتے ہوئے بولی۔ "ہیلو۔"
دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ "میری آواز سُن کر ریسیور نہ رکھنا۔ اسی وقت تین لاکھ ڈالر تمھاری مٹھی میں آسکتے ہیں۔"
وہ اس کی آواز سننے کے بعد واقعی ریسیور رکھ دیتی، لیکن تین لاکھ کی بات سُن کر پوچھا۔ "تم کوئی فراڈ کرنا چاہتی ہو؟"
"سیدھی سی بات کہہ چکی ہوں۔ میں ایک بزنس پارٹنر ہوں۔ تمھیں تین لاکھ کا بزنس دے رہی ہوں۔ بعد میں اپنا حصّہ لے جاؤں گی۔"
ویلی کو غصّہ آرہا تھا لیکن تین لاکھ کی رقم میں بڑی کشش تھی۔ اس نے غصّے کو ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔ "وہ رقم کہاں ہے؟"
"تمھارے قدموں کے پاس۔"
اس نے بے اختیار نظریں جُھکا کر دیکھا۔ وہاں کار کی چابی پڑی ہوئی تھی۔ ریسیور سے آواز آئی۔ "اس چابی کو اٹھالو۔ ابھی پرنس جیفرسن تمھارے پاس آیا تھا۔ یہ اس کی کار کی چابی ہے۔ وہ جُوا کھیلنے کے لیے تین لاکھ نقد لے کر آیا ہے۔ وہ ابھی تھوڑی دیر بیٹھ کر پیئے گا۔ رات کا کھانا کھائے گا۔ اس کے بعد کار سے تین لاکھ ڈالر نکال کر قمار خانے کے کاؤنٹر سے ٹوکن حاصل کرے گا۔ جتنی جلدی ہو سکے، چابی لے کر انڈر گراؤنڈ گیراج میں جاؤ۔ میں کار کا نمبر بتا رہی ہوں۔"
وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ اس کے قدموں کے پاس کسی کی کار کی چابی گری ہوئی ہے۔ اور اس کار میں تین لاکھ ڈالر رکھے ہوئے ہیں لیکن وہ پوچھ نہیں سکتی تھی۔ آس پاس پینے والے بیٹھے ہوئے تھے۔ قریب ہی بار کاؤنٹر کے پیچھے وہ شخص کھڑا ہوا ایک گاہک کو ڈبل پیگ بنا کر دے رہا تھا۔ ویلی نے پرس کھول کر دس ڈالر کا نوٹ نکالا۔ اپنے آخری پیگ کی قیمت وہاں رکھی۔ پھر جُھک کر کار کی چابی اُٹھاتے ہوئے وہاں سے چلنے لگی۔ انڈر گراؤنڈ گیراج میں بے شمار کاریں ترتیب سے کھڑی ہوئی تھیں۔ تنانہ نے اسے نمبر بتا دیا تھا۔ وہ ٹھیک اس کار کے پاس پہنچی۔ کار کا دروازہ کھولا۔ پھر ڈیش بورڈ کے خانے کو کھول کر دیکھا فون پر ملنے والی اطلاع درست تھی۔ نوٹوں کی گڈیاں بتا رہی تھیں کہ وہ تین لاکھ سے کم نہیں ہیں۔ زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ جلدی سے گڈیاں نکال کر رکھنے لگی۔ پرس چھوٹا پڑ گیا تھا۔ اس نے اپنا اسکارف کھولا پھر اس میں تمام رقم رکھ کر اچھی طرح لپیٹ لیا۔ کار کی چابی کو اسٹیئرنگ کے کی ہول میں لگا دیا۔ اور باہر نکل کر دروازے کو بند کر دیا۔ پھر تیزی سے چلتی ہوئی اپنی کار کے پاس آئی۔ اس میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا پھر ڈرائیو کرتی ہوئی انڈر گراؤنڈ گیراج سے نکل کر مین روڈ پر آئی اور تیزی سے گھر کی طرف جانے لگی۔
اب وہ سوچ رہی تھی۔ "تین لاکھ ڈالر کہاں چُھپا کر رکھے جا سکتے ہیں؟ وہ فون پر اطلاع دینے والی خود کو سہیلی اور بزنس پارٹنر کہنے والی ضرور اپنا حصّہ لینے آئے گی۔ آج میں رات بھر جاگتی رہوں گی، دیکھوں گی کہ وہ کب آتی ہے اور کیسے آتی ہے۔"
اس نے گھر پہنچ کر رقم الماری میں رکھی۔ ابھی وہ سوچنا چاہتی تھی کہ اس کے لیے محفوظ جگہ کون سی ہو سکتی ہے۔
تنانہ نے اس کی سوچ میں کہا۔ "مجھے خود غرض نہیں بننا چاہیے۔ خود کو بزنس پارٹنر کہنے والی اگر اپنا حصّہ لے جاتی ہے تو مجھے بھی حصّہ دیتی ہے۔ اگر وہ ایک رات میں تین لاکھ کا بزنس دیتی ہے اور اس میں سے مجھے پچاس ہزار ڈالر حصّے میں ملتے ہیں تو کیا بُرا ہے۔ اگر ہر روز اتنی آمدنی ہو تو میں کروڑ پتی اور ارب پتی بن جاؤں گی۔"
اس نے سوچا۔ "جب میں تنہا واردات کر سکتی ہوں۔ تنہا کما سکتی ہوں تو کسی کو بزنس پارٹنر بنانے کی کیا ضرورت ہے؟"
تنانہ نے پھر اس کی سوچ میں کہا۔ "کیا میں ایک رات پہلے اس کی تجوری سے لاکھوں ڈالر اور ہیرے موتی سے جڑے ہوئے زیورات لا سکتی تھی۔ کیا مجھے معلوم تھا کہ تجوری کھولتے ہی بجلی کا جھٹکا لگتا ہے۔ یہ اطلاع تو اسی نے ٹیلیفون پر دی تھی، اسی نے تجوری کھولنے کا نمبر بتایا تھا۔ کیا ابھی مجھے پتا چل سکتا تھا کہ پرنس جیفرسن کی کار میں تین لاکھ ڈالر رکھے ہوئے ہیں اور کار کی چابی میرے قدموں میں پڑی ہوئی ہے۔"
وہ جواباً کچھ نہ کہہ سکی، اسے قائل ہونا پڑا کہ وہ جو کچھ کما رہی ہے اس کے پیچھے اس سہیلی بزنس پارٹنر کا ہاتھ ہے۔ وہ فون کی گھنٹی سُن کر چونک گئی۔ فوراً ہی دماغ میں بات آئی، اُس سہیلی بزنس پارٹنر کا فون ہو سکتا ہے

نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"
دوسری طرف سے ایک غرّاتی ہوئی نسوانی آواز سنائی دی۔ "کیا تم آواز سے پہچان سکتی ہو؟"
ویلی نے پریشان ہو کر کہا۔ "ہاں، تم کیٹی کوئین ہو، مگر مجھے کیوں فون ہے؟"
"آج کل تم بہت لمبے ہاتھ مار رہی ہو۔"
"تمھیں کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔"
"ویلی! مجھ سے اُڑنے کی کوشش نہ کرو۔ میں اپنے علاقے میں دو سو کمانے والی عورتوں کو نظر انداز کر دیتی ہوں۔ مگر تم تو ہزاروں لاکھوں پہنچ گئی ہو۔ کیا تم مشہور و معروف رسالے کے مالک اینڈرلیو تھامسن گھر نہیں گئی تھیں۔ کیا تم نے اس کی تجوری کا صفایا نہیں کیا ہے؟"
"وہ جھوٹ بولتا ہے۔"
"وہ سچ بولتا ہے۔ پولیس والوں کو رپورٹ نہیں دے سکتا۔ اس کی مجبوریاں ہیں۔ جس چوری کی رپورٹ پولیس کو نہیں دی جاتی، وہ مجھے مل جاتی ہے۔ اینڈرلیو تھامسن نے مجھے پچاس ہزار ڈالر کی آفر دی ہے، اگر میں ن کا تمام مال واپس دلوا دوں۔ لہٰذا تمھیں صرف دو گھنٹے کی مہلت دیتی ہوں س کا تمام مال سمیٹ کر ایک اٹیچی میں رکھو اور میرے آدمیوں کا انتظار کرو۔"
"میں قسم کھا کر کہتی ہوں، میرے پاس اس کا مال نہیں ہے۔ تمھارے آدمی خالی ہاتھ واپس جائیں گے۔"
"میرے آدمی کبھی خالی ہاتھ نہیں جاتے۔ مال نہ ملا تو تمھیں لے جائیں گے۔"
دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ وہ "ہیلو، ہیلو" کہہ کر پکارتی ا۔ پھر ریسیور رکھ کر سوچنے لگی۔ ایک اور نئی مصیبت آگئی تھی کیٹی کوئین علاقے کی بہت ہی بدنام عورت تھی۔ کتنے ہی خطرناک غنڈے اس کے اموں پر ڈاکے ڈالتے تھے۔ لڑکیوں کو اٹھالے جاتے تھے جس کے جانثن بن جاتے تھے۔ اس کی جان لے کر ہی ٹلتے تھے۔
ویلی کے گھر میں وہ مال نہیں تھا جو اینڈرلیو تھامسن کے گھر سے لائی ی لیکن ابھی اس میں سے تین لاکھ ڈالر موجود تھے۔ اور وہ رقم بھی تھی جسے انہ اس کے حصّے کے طور پر چھوڑ گئی تھی۔ وہ جلدی جلدی تمام رقم سمیٹ کر ب اٹیچی میں رکھنے لگی۔ اتنی بڑی رقم چُھپانے کی کوئی خاص جگہ نہیں تھی۔ ن نے سوچا، فی الحال سیدھی ریلوے اسٹیشن جائے گی۔ وہاں ایک لاکر ے کر مال اس میں رکھ دے گی۔ کیٹی کوئین کے آدمی اسے نہیں چھوڑیں گے ل برآمد نہ ہونے پر اس کی پٹائی کریں گے۔ طرح طرح سے اذیتیں دیں گے۔ ہ برداشت کرے گی لیکن اتنی بڑی رقم ان کے حوالے نہیں کرے گی۔
اس نے ریلوے اسٹیشن پہنچ کر ایک لاکر حاصل کیا۔ وہاں اٹیچی رکھی، سے بند کیا۔ پھر چابی اپنے پرس میں رکھ لی۔ اب چابی کو چُھپانے کا مسئلہ تھا ن نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اسے ذرا فاصلے پر پامیلا نظر آئی۔ اس کے ساتھ سارہ جون کھڑی ہوئی تھی۔ وہ تینوں آپس میں دوست نہیں تھیں لیکن پیشے کے اعتبار سے ایک دوسرے کو خوب جانتی اور پہچانتی تھیں۔ ویلی نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے تمھیں کیٹی کوئین پریشان کر رہی ہے۔"
پامیلا نے چونک کر پوچھا۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"
"تمھارے چہرے سے پریشانی ظاہر ہو رہی ہے۔ پھر میں نے آج صبح کا اخبار پڑھا ہے۔ تین غنڈے تمھیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ پولیس عین وقت پر پہنچ گئی۔ غنڈوں کا بیان ہے کہ تمھارے پاس لاکھوں ڈالر ہیں۔ اور زمین جائداد کے کاغذات ہیں۔ جب اتنی دولت ہے تو یقیناً کیٹی کوئین کی نظر تم پر ہو گی۔ اور وہ اپنا حصّہ وصول کرنا چاہتی ہو گی۔"
پامیلا اس کی باتیں سن رہی تھی اور اسے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ "جسے جوتا کاٹتا ہے، وہی جانتا ہے کہ تکلیف کہاں ہو رہی ہے اور کتنی ہو رہی ہے۔"
"معلوم ہوتا ہے تم بھی یہی تکلیف محسوس کر رہی ہو۔"
"ہاں، ایک اینڈرلیو تھامسن نامی شخص نے میرے خلاف کیٹی کوئین کے کان بھرے ہیں۔ میں بھی لاکھوں ڈالر کی مالک ہوں۔ اس نے وارننگ دی ہے کہ میں وہ تمام مال ایک اٹیچی میں رکھ کر اس کے آدمیوں کا انتظار کروں اور اگر ایسا نہیں کروں گی تو مجھے اُٹھوا لیا جائے گا۔"
سارہ جون نے کہا۔ "میرے ساتھ بھی یہی مصیبت ہے۔ کیٹی کوئین نے فون کیا تھا، میں پانچ ہزار ڈالر روزانہ کما رہی ہوں۔ للہٰذا مجھے بھی غنڈہ ٹیکس ادا کرنا چاہیے۔"
"یعنی ہم تینوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں اور اس کشتی کو کیٹی کوئین ڈبونا چاہتی ہے۔"
پامیلا نے کہا۔ "اب ہمارے سامنے اس چابی کا مسئلہ ہے۔ ہمیں اپنے اپنے لاکر کی چابی کہاں چُھپانا چاہیے؟"
ویلی نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "بعض اوقات ہم بہت ہی بے بس ہو جاتی ہیں۔ نہ اپنی حفاظت کر سکتی ہیں نہ اپنے مال کی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہاں جائیں۔ دنیا بہت چھوٹی لگتی ہے۔"
وہ تینوں باتیں کرتی ہوئی ریلوے اسٹیشن سے باہر آئیں پھر ایک چھوٹے سے بار میں آکر بیٹھ گئیں۔ اپنے لیے ایک ایک پیگ کا آرڈر دیا۔ آج رات وہ تینوں محفوظ نہیں تھیں لیکن اپنے اپنے لاکر کی چابیاں کہیں چُھپا دینا چاہتی تھیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا، کہاں چُھپانا چاہیے۔
وہ آہستہ آہستہ پی رہی تھیں اور سوچ رہی تھیں۔ پھر تینوں ہی چونک گئیں۔ کاؤنٹر پر رکھا ہوا ٹیلیفون چیخ رہا تھا، جیسے خطرے کی گھنٹی سنا رہا ہو، جیسے کہہ رہا ہو۔ کیٹی کوئین سے بچ کر جانا ناممکن ہے۔
بار مین نے ریسیور اُٹھا کر کہا۔ "ہیلو" پھر دوسری طرف کی آواز سُن کر تینوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "جی ہاں، یہاں تین عورتیں بیٹھی ہیں۔"
وہ تینوں اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ دوسری طرف کی باتیں سن کر بولا۔ "کیا تمھارے نام ویلی، پامیلا اور سارہ ہیں؟"
تینوں نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ اس نے ویلی کی طرف ریسیور

بڑھا دیا۔ اس نے کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "ہیلو، تم کون ہو؟"

آواز سنائی دی۔ "بزنس پارٹنر، تمھاری سہیلی، تمھاری محافظ۔ جیب میں تم لوگوں کے مال میں سے حصہ لیتی ہوں تو تمھاری حفاظت کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہے۔ اپنے اپنے لاکر کی چابیاں اپنے گلے میں لٹکالو جیسے نیکلس پہنتے ہیں تاکہ دور سے کٹی کوئین کو نظر آئے۔ میں تم تینوں کو یقین دلاتی ہوں، اس کا کوئی آدمی تمھیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔"

ولی نے خوش ہو کر پامیلا اور سارہ سے کہا "وہی سہیلی ہے بزنس پارٹنر کہتی ہے ہماری حفاظت کرے گی اور مشورہ دے رہی ہے، ہمیں اپنے اپنے لاکر کی چابیاں گلے میں لٹکالینا چاہئیں تاکہ دور سے کٹی کوئین کو نظر آئیں اور وہ دعویٰ کر رہی ہے کہ اس کا کوئی آدمی ہمیں ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔"

پامیلا نے حیرانی سے پوچھا "اور تم یقین کر رہی ہو، کیا تم نہیں جانتیں کٹی کوئین کس بلا کا نام ہے اور اس کے غنڈے کیسے سفاک قاتل ہیں۔"

ولی نے کہا "تم اس نادیدہ بلا کو نہیں جانتیں۔ وہ جو کہتی ہے، کر بھی گزرتی ہے۔"

پامیلا نے کہا "میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ بھی میرے ساتھ جو کہتی آئی ہے وہی کرتی آئی ہے لیکن یہ نہ بھولو، وہ ایک عورت ہے اور کٹی کوئین کے پاس غنڈوں کی ایک پوری فوج ہے۔"

ریسیور سے آواز آئی "میں تم لوگوں کی باتیں سن رہی ہوں۔ میری بات کا یقین کرو یا نہ کرو۔ میں ہر حال میں تمھاری حفاظت کروں گی، کیونکہ تم تینوں سے آئندہ مجھے بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔"

پامیلا نے ریسیور لے کر پوچھا "کیا تم ہماری حفاظت کے سلسلے میں کوئی ضمانت دے سکتی ہو؟"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم تینوں بُری طرح پھنسی ہوئی ہو، میری بات نہیں مانو گی تو کٹی کوئین کی بات ماننا ہو گی۔ بہرحال جو بہتر سمجھتی ہو وہ کرو۔ میں جو بہتر سمجھتی ہوں، وہ کر رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا۔ پامیلا نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا "اس نے فون رکھ دیا ہے۔ میں ابھی اس پر بھروسا نہیں کر سکتی۔ فی الحال میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ آج رات ہم تینوں کو ایک ساتھ رہنا چاہیے۔"

سارہ نے کہا "ایک سے تین بھلے۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

ولی نے جام کو میز پر زور سے رکھتے ہوئے کہا "دل میں ایسی دہشت ہے کہ شراب بھی پانی لگتی ہے۔"

پامیلا نے ذرا دور کھڑے ہوئے بارمین کو دیکھا۔ وہ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ اس نے ولی اور سارہ سے سرگوشی میں کہا "اگر ہم اپنی اپنی چابیاں اس بوڑھے کے پاس امانت کے طور پر رکھ دیں تو کیا حرج ہے۔ دو گھنٹے گزرنے ہی والے ہیں۔ کٹی کوئین کے آدمی ہمیں کہیں نہ کہیں پکڑ لیں گے۔ کم از کم ہماری چابیاں تو محفوظ رہیں گی۔"

ولی نے بوڑھے بارمین کو قریب بلا کر کہا "تم صورت شکل سے رحم دل نظر آتے ہو۔ ہم مصیبت میں گرفتار ہیں۔ کچھ بدمعاش ہمارا پیچھا کر رہے ہیں، کیا ہماری ایک چیز امانت کے طور پر رکھو گے؟"

"اگر میں تمھارے کام آسکتا ہوں تو ضرور آؤں گا اور تمھاری امانت کو جان سے زیادہ عزیز رکھوں گا۔"

تینوں نے اپنی اپنی چابیاں اس کے ہاتھ پر رکھ دیں۔ اس نے کہا۔ "یہ تو ریلوے لاکر کی چابیاں ہیں۔"

"ہاں، ہم نے وہاں ضروری سامان چھپا کر رکھا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا "معلوم ہوتا ہے، مجھ پر بھروسا کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ بہرحال میں تم لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔"

وہ شراب کا بل ادا کر کے نکلیں۔ پھر ریلوے کے پارکنگ ایریا میں پہنچیں لیکن اپنی گاڑیوں کے پاس چند بدمعاش قسم کے لوگوں کو دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔ ایک نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا "تم تینوں گھڑی دیکھنا بھول گئی ہو۔ دو گھنٹے پورے ہو چکے ہیں۔ کیا شرافت سے چلنا پسند کرو گی یا جبر کیا جائے؟"

ولی نے پوچھا "تم لوگ کون ہو؟"

"انجان بن کر چھٹکارا حاصل نہیں کر سکو گی۔ تمھارے چاروں طرف جو لوگ کھڑے ہیں، اُن کے ہاتھ اوور کوٹ کی جیبوں میں ہیں، ریوالور کا رُخ تم تینوں کی جانب ہے۔ زندہ رہنا چاہتی ہو تو چل کر اس گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ مجبور اور بے بس تھیں۔ سر جھکا کر ان کے درمیان چلتی ہوئی گاڑی کے اندر بیٹھ گئیں۔ پھر وہ گاڑی چل پڑی۔ ان کے آگے پیچھے ریوالور والے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا "تم ریلوے اسٹیشن کے لاکر کے پاس نظر آئی تھیں۔ یقیناً مال وہیں چھپایا ہے، چابیاں کہاں ہیں؟"

تینوں کا جواب ایک ہی تھا، نہ ان کے پاس لاکر کی چابیاں ہیں اور نہ ہی اُنھوں نے کچھ چھپایا ہے۔ ان کا سفر آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ وہ شہر کے مختلف علاقوں سے گزرتے ہوئے ایک بڑے سے ورکشاپ کے سامنے پہنچے، اس کے گیٹ میں داخل ہونا چاہتے تھے، اسی وقت پولیس گاڑیوں کا سائرن سنائی دیا۔ راستے کے دونوں جانب سے گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی چلی آرہی تھیں۔ ورکشاپ کا چوکیدار بڑا سا گیٹ کھولنا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی گاڑیوں نے اس ویگن کار کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پولیس والے بڑی پھرتی سے نکل کر ریوالور دکھاتے ہوئے کہنے لگے "خبردار! کوئی چالاکی نہ دکھائے۔ اپنے اپنے ہاتھ اٹھا کر سب باہر آجائیں۔"

ایک نے گاڑی سے باہر آکر ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہا "آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم اس ورکشاپ میں کام کرتے ہیں۔"

پولیس افسر نے کہا "تم ان تین عورتوں کو اغوا کر کے لا رہے ہو۔"

ابھی وہ سب کے سب باہر نہیں آئے تھے۔ ایک نے چُپ چاپ ریوالور دکھاتے ہوئے ولی، پامیلا اور سارہ سے کہا "اگر کسی نے ہمارے خلاف بیان دیا تو ہم قانون سے نہیں ڈریں گے، فوراً گولی مار دیں گے۔ چلو، باہر نکل کر کہہ دو کہ تم تینوں اس ورکشاپ میں ملازمت کرتی ہو۔"

وہ یکے بعد دیگرے باہر آکر ہاتھ اٹھاتے گئے۔ پامیلا نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا "ہم یہاں ملازمت کرتی ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ہم پر شبہ کر رہے ہیں۔"

افسر نے تمام بدمعاشوں کو دیوار کی طرف منہ کر کے ہاتھ دیوار سے لگا کر کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ وہ حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ پولیس والے ان کی تلاشی لے رہے تھے۔ پھر تین آدمیوں کی جیبوں سے تین ریوالور برآمد ہوئے۔ افسر نے پوچھا "اچھا تو تم ریوالور لے کر ورکشاپ میں مزدوری کرتے ہو؟"

ولی نے کہا "انھوں نے ہمیں دھمکی دی تھی کہ ہم ان کے خلاف بیان دیں گے تو یہ ہمیں گولی مار دیں گے۔"

افسر نے کہا "ہم نے بھی گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ تمھارے چہرے سے پہچان گئے تھے کہ تم پر جبر کیا جا رہا ہے۔"

ایک شخص نے کہا "آفیسر! ہماری بھی بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان تینوں نے اینڈرلو تھامسن کے گھر چوری کی ہے اور چوری کا مال ریلوے لاکر میں چھپایا ہے۔ یقین نہ ہو تو ان سے چابی طلب کریں اور لاکر کھلوا کر دیکھیں۔"

ان چاروں بدمعاشوں کو ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ افسر نے ولی سے پوچھا "کیا تم تینوں اپنی بے گناہی کے ثبوت میں لاکر کی چابیاں دے سکتی ہو؟"

وہ اگرچہ مجرمانہ زندگی گزار رہی تھیں لیکن قانون کے محافظوں سے ٹکرانے کی جرأت نہیں کرتی تھیں۔ ولی نے ہاں کے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہمیں ان بدمعاشوں سے خطرہ تھا، اس لیے ہم نے اپنی چابیاں بارمین کے پاس امانت کے طور پر رکھ دی تھیں۔"

"لاکر میں کیا رکھا ہوا ہے؟"

پامیلا نے جلدی سے کہا "ہمارا کچھ ضروری سامان ہے۔"

وہ سب پولیس والوں کے ساتھ اس بار میں پہنچے جہاں چابیاں امانت کے طور پر رکھی گئی تھیں۔ بارمین نے وہ چابیاں انھیں واپس کر دیں۔ وہ تینوں اندر ہی اندر گھبرائی ہوئی تھیں۔ جھوٹ کہہ دیا تھا مگر اب لاکر کھلنے پر سچ ظاہر ہونے والا تھا۔ انھیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے تنانہ انھیں اپنے جھوٹ پر قائم رہنے کے لیے مجبور کر رہی ہے۔

وہ لاکر کے پاس آئے۔ پھر باری باری پامیلا اور ولی کے لاکر کو کھول کر دیکھا۔ پامیلا کے لاکر میں ایک گڑیا، کچھ کپڑے اور عورتوں سے متعلق رکھنے والا کچھ ضروری سامان رکھا ہوا تھا۔ ولی کے لاکر میں بھی کچھ اسی قسم کی چیزیں تھیں۔ جو اصل مال رکھا تھا، وہ غائب ہو چکا تھا۔

آفیسر نے حیرانی سے پوچھا "تم عورتوں نے یہ معمولی سا سامان لاکر میں کیوں رکھا ہے؟"

ولی نے تنانہ کی مرضی کے مطابق کہا "ہم ان بدمعاشوں کو دھوکا دینا چاہتے تھے اور یہ معلوم کرنا چاہتے تھے، آخر یہ ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہیں۔ پتا چلا، انھیں کسی نے ہمارے بارے میں غلط اطلاع دی ہے اور یہ ہم پر چوری کا الزام لگا رہے ہیں۔"

پولیس والوں نے ان تینوں کو چھوڑ دیا۔ بدمعاشوں کو پکڑ کر لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد پامیلا نے مایوسی سے کہا "یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ پولیس والوں سے نجات مل گئی۔ ان لوگوں سے چھٹکارا بھی نصیب ہو گیا۔ لیکن ہمارا مال غائب ہو گیا۔"

ولی نے کہا "میرا دل کہتا ہے کہ مال غائب نہیں ہوا ہے۔ اس میں سے ہمارا حصہ پوری ایمانداری کے ساتھ ملے گا۔"

پامیلا نے تائید میں سر ہلا کر کہا "یہ تو میں نے بھی آزمایا ہے۔ چلو اب گھر چلتے ہیں۔ شاید وہ نادیدہ عورت ٹیلی فون پر ہم سے باتیں کرنا چاہتی ہو۔"

وہ تینوں اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر سیدھی پامیلا کے گھر پہنچیں۔ دروازہ کھولا۔ پھر بیڈروم میں پہنچ کر دیکھا جہاں ٹیلی فون رکھا ہوا تھا، وہیں تین لفافے نظر آئے۔ تینوں پر تینوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے کھول کر دیکھا تو پامیلا کے لفافے میں اس کے زمین و جائداد کے کاغذات کے ساتھ ایک لاکھ چالیس ہزار ڈالر تھے۔ ولی کے لفافے سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار ڈالر برآمد ہوئے اور سارہ جون کے لفافے سے چالیس ہزار ڈالر نکلے۔ یعنی ان تینوں کے پاس ان کا حصہ پہنچ گیا تھا۔ پھر فون کی گھنٹی سنائی دی۔ پامیلا نے لپک کر ریسیور اُٹھایا۔ پھر کہا "ہیلو، میں پامیلا بول رہی ہوں۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "کیا خوش ہو؟"

"ہم بہت خوش ہیں۔ واقعی تم نے وعدے کے مطابق ہماری حفاظت کی ہے۔ ہمیں ان غنڈوں سے بچایا ہے، لیکن یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ہماری چابیاں اس بارمین کے پاس تھیں پھر..."

دوسری طرف سے بات کاٹ کر کہا گیا "زیادہ سوالات نہ کیا کرو۔ اپنے کام سے کام رکھو اور دیکھتی رہو کہ تمھارا حصہ ایمانداری سے ملتا ہے یا نہیں۔"

"تم زبان کی دھنی ہو، جو کہتی ہو، وہ کرتی ہو۔ ہم تم سے ملنا چاہتی ہیں۔"

"یہ حسرت تم سب کے دل میں رہے گی مگر ملاقات کبھی نہیں ہو سکے گی۔"

"دیکھو! ریسیور نہ رکھنا۔ ایک خدشہ اور مٹا دو۔ کیا کٹی کوئین کے آدمی دوبارہ ہمیں پریشان نہیں کریں گے؟"

"صبح ہونے تک کٹی کوئین کے غبارے سے ہوا نکل چکی ہو گی۔ کوئی تمھاری طرف رُخ نہیں کرے گا۔ آرام سے سو جاؤ۔"

پامیلا نے اطمینان کی سانس لے کر ریسیور رکھ دیا۔ پھر ولی اور سارہ کو فون پر ہونے والی گفتگو کے متعلق بتانے لگی۔ وہ سن رہی تھیں اور خوش ہو رہی تھیں اور دل ہی دل میں تسلیم کر رہی تھیں کہ وہ نادیدہ بزنس پارٹنر جو بھی ہے جیسی بھی ہے، ان کے لیے ایماندار ہے اور انھیں ہر مصیبت سے محفوظ رکھنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔

تنانہ اسی وقت کٹی کوئین کے دماغ میں پہنچ گئی تھی، جب وہ ولی کو دھمکی دے رہی تھی اور اسے دو گھنٹے کی مہلت دے کر کہہ رہی تھی کہ اگر

اس نے پچھلی رات کا لوٹا ہوا تمام مال اس کے حوالے نہ کیا تو اس کے آدمی اسے اُٹھا لے جائیں گے۔

اس نے سوچا تھا کٹی کوئین کے دماغ میں پہنچ کر اسے اتنا موقع نہیں دے گی کہ وہ اپنے غنڈے دلی کے لیے روانہ کرسکے۔ لیکن اس کے دماغ میں پہنچ کر ارادہ بدل دیا۔ وہ ایک بہت ہی خفیہ اڈے میں تھی اور وہ ایسا محفوظ اڈا تھا جس کی تنانہ کو ضرورت تھی۔ اس نے اسی لمحے فیصلہ کرلیا کہ آہستہ آہستہ وہ کٹی کوئین کے قدم وہاں سے اکھاڑ دے گی اور خود اس اڈے کی مالکہ بن جائے گی۔ اسی لیے اس نے ریلوے اسٹیشن کے قریب ہارمین کے دماغ پر قبضہ جما کر چابی حاصل کی۔ لاکر سے تمام سامان غائب کیا۔ پھر چابی واپس ہارمین کے پاس پہنچا دی۔ دوسری طرف پولیس کو اطلاع دی کہ چند غنڈے تین عورتوں کو اغوا کرکے فلاں جگہ پہنچا رہے ہیں۔

وہ ان معاملات سے نمٹ کر سیدھی اس اڈے میں پہنچی۔ اگرچہ جان کا خطرہ تھا تاہم اس نے خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرلیا تھا، کٹی کوئین کے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ جتنے بھی تھے، ان کی آواز اور لہجے کو سُن لیا تھا۔ اس نے وہاں قدم رکھنے سے پہلے فون پر رابطہ قائم کیا "ہیلو کٹی! تمھیں اپنے آدمیوں کی گرفتاری کی خبر مل چکی ہوگی۔"

"تم کون ہو؟"

"میں ان عورتوں کی محافظ ہوں جن سے تم غنڈہ ٹیکس وصول کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے ہی تمھارے آدمیوں کو گرفتار کرایا ہے۔"

"اچھا تو تم کسی جاسوسی ناول کا پُراسرار کردار ہو۔ اپنا تعارف نہیں کراؤگی؟"

"تم تعارف کی بات کررہی ہو۔ میں خود تمھارے سامنے پہنچ رہی ہوں۔"

کٹی کوئین نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "نادان بچی لگتی ہو۔ میں جہاں ہوں، وہاں قانون کے محافظ تو کیا موت بھی نہیں پہنچ سکتی۔"

"اسے بڑا بول کہتے ہیں۔ دنیا کی کوئی جگہ موت سے خالی نہیں ہے۔ یہاں کے ذرّے ذرّے پر فنا کی مہر لگی ہوئی ہے۔ کٹی! اس دنیا میں ایک آتا ہے، ایک جاتا ہے۔ تمھارے بھی چل چلاؤ کا وقت آچکا ہے۔ مجھے تم سے زیادہ اس جگہ کی ضرورت ہے۔ لہٰذا وہ جگہ تم سے حاصل کرنے کے لیے آرہی ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی۔ مورگن نے کار اسٹارٹ کی۔ پھر آگے بڑھاتے ہوئے بولا "کہاں چلنا ہے؟"

"چلتے رہو۔ خود ہی منزل تک پہنچ جاؤگے۔"

دوسری طرف کٹی پریشان تھی۔ وہ اپنے تین قابلِ اعتماد محافظوں سے انٹرکام پر کہہ رہی تھی "تم تینوں کے سوا کوئی اس خفیہ اڈے کو نہیں جانتا ہے۔ جسے بھی یہاں لایا جاتا ہے، اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی جاتی ہے۔ پتا نہیں فون پر بات کرنے والی کون تھی۔ آواز سے نوخیز لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ ویسے کوئی چھٹی ہوئی بدمعاش ہوسکتی ہے۔ ڈینگیں ماررہی تھی کہ یہاں پہنچنے والی ہے۔ کیا تم میں سے کوئی بتا سکتا ہے، وہ کہاں تک درست کہہ رہی تھی؟ اور اگر واقعی یہاں پہنچ جائے تو تم تینوں کیا کروگے؟"

ایک نے کہا "اوّل تو ہم یقین نہیں کرسکتے کہ اس خفیہ اڈے کے خفیہ چور دروازوں کا راز کوئی معلوم کرسکتا ہے۔ اگر کسی طرح راز فاش ہوجائے اور کوئی یہاں آئے تو ہم اسے زندہ نہیں جانے دیں گے۔ آج اس آنے والی کو پہلے زندہ تمھارے سامنے پیش کریں گے۔ پھر تمھارے فیصلے کے مطابق عمل کریں گے۔"

مورگن کار ڈرائیو کرتا ہوا شہر سے باہر چھ میل دور ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا۔ ایک طرف پہاڑی تھی، دوسری طرف دریا بہتا تھا۔ بہت ہی خوبصورت جگہ تھی۔ دور دور تک کاٹیج بنے ہوئے تھے۔ وہاں دولت مند لوگ تفریح کی غرض سے آتے تھے۔ ہر سمت رنگینیاں بکھری دکھائی دیتی تھیں، وہ جگہ کبھی ویران رہتی تھی اور کبھی حسین عورتوں سے آباد ہوجاتی تھی۔ اس پہاڑی پر پچاس فٹ کی بلندی پر کٹی کوئین کا کاٹیج تھا۔

دراصل وہ غار کا دہانہ تھا۔ کچھ عرصہ پہلے کٹی کوئین نے اپنی دولت سے اس دہانے پر کاٹیج بنالیا تھا جس کے نتیجے میں اب غار نظر نہیں آتا تھا۔ صرف وہ کاٹیج دکھائی دیتا تھا۔ جن مزدوروں اور کاریگروں نے وہ کاٹیج چور دروازوں کے ساتھ بنایا تھا، انھیں کٹی نے قتل کرادیا تھا۔ مورگن نے کاٹیج کے سامنے گاڑی روک دی۔ پھر پلٹ کر مسکراتے ہوئے بولا "بے بی! میں بھول جاتا ہوں کہ تم سے کچھ پوچھنا نہیں چاہیے۔ کمال ہے، میں آپ ہی آپ ڈرائیو کرتا ہوا یہاں پہنچ گیا!"

وہ دروازہ کھول کر اترتے ہوئے بولی "تم جاسکتے ہو۔"

"کیا واپس نہیں جاؤگی؟"

"میرے دشمن واپس پہنچا دیں گے۔ تم یہاں رہوگے تو مجھے خیال خوانی کے ذریعے تمھارا خیال بھی رکھنا پڑے گا۔"

وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا چلا گیا۔ کاٹیج کے برآمدے پر مسلح چوکیدار کھڑا ہوا تھا۔ تنانہ کو دیکھتے ہی بولا "یہاں کوئی نہیں ہے، تم کس سے ملنا چاہتی ہو؟"

اسے جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ گھور کر دیکھ رہی تھی۔ چوکیدار نے سر کو جھکا لیا۔ وہاں سے گھوم کر دروازے کی طرف گیا۔ جیب سے چابی نکالی۔ پھر اسے کھول دیا۔ وہ ایک عرصے سے وہاں چوکیداری کرتا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی مالکن کٹی کوئین جب اپنے تین باڈی گارڈ کے ساتھ کاٹیج میں جاتی ہے تو وہاں کیا کرتی ہے۔ کیا کاٹیج کے پیچھے بھی کوئی راستہ ہے؟

وہ چوکیدار اس سلسلے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے حکم تھا جب کٹی اپنے آدمیوں کے ساتھ کاٹیج میں داخل ہوجائے تو وہ باہر سے دروازے کو مقفل کردیا کرے۔ کسی بھی آنے والے کو جواب دے کہ وہاں کوئی نہیں رہتا۔ تنانہ نے کھلے ہوئے دروازے سے اندر آتے ہوئے کہا "دروازے کو باہر سے لاک کردو۔"

اس نے حکم کی تعمیل کی۔ وہ بھی یہی چاہتی تھی کہ مسلح چوکیدار کو اس کاٹیج کے اندرونی معاملات کا علم نہ ہو۔ اس نے بند کاٹیج کے پہلے کمرے کو گھوم کر دیکھا بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں آئی۔ وہاں سے ایک کوریڈور میں پہنچی۔ کوریڈور کے آخری سرے پر اندھیرا تھا۔ وہاں کوئی شخص دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا ہوا تھا۔ وہ اپنے قد اور جسامت کے لحاظ سے پہاڑ نظر آرہا تھا۔ اس نے کہا "بے بی! ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے، تم یہاں آؤگی۔ میں تمھاری اس جرأت پر حیران ہوں۔"

"تم مجھے بے بی کہہ رہے ہو تو پھر اس بچی کو جانے کا راستہ دو۔"

"راستہ کہاں ہے؟"

"تمھارے پیچھے ہے۔"

"میرے پیچھے دیوار ہے۔"

"دیوار کے پیچھے غار ہے۔"

"تعجب ہے، تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ایسے سوال کبھی کسی سے نہ کرو جن کے جواب کی توقع نہ ہو۔"

"کیا یہ بھی سوال نہ کروں کہ کاٹیج کا دروازہ باہر سے لاک تھا۔ تم نے چوکیدار سے کیسے کھلوایا، کیسے اندر آئیں؟"

"کٹی نے کہا تھا کہ موت بھی یہاں نہیں پہنچ سکتی۔ کیا موت سے یہ کوئی پوچھتا ہے، کس طرح وہ تالا کھول کر آگئی؟"

"تمھیں کٹی کوئین سے کیا دشمنی ہے؟"

"وہ ایک دلاّلہ ہے، مجبور عورتوں کی کمائی کھاتی ہے۔ اس کے برعکس میں اپنے کام آنے والی عورتوں کی کمائی نہیں کھاتی۔ ان کے اندر حوصلہ پیدا کرتی ہوں، انھیں نہ تو کوئی خرید سکتا ہے، نہ ان سے کوئی کچھ چھین سکتا ہے۔ اگر تمھاری ماں، بہن، بیٹی ہے تو میری بات کو سمجھائے بغیر سمجھ لو۔"

اس کے سامنے جو پہاڑ جیسا شخص کھڑا ہوا تھا، وہ پیٹر پال تھا۔ تنانہ اس کے خیالات پڑھ کر سمجھ گئی تھی، وہ اس سے متاثر ہوتا جارہا ہے۔ وہ مسکراتے ہوئے ایک طرف ہٹ گیا۔ کہنے لگا "بے بی! میں پہلی نظر میں تمھیں پسند کرنے لگا ہوں۔ تمھیں راستہ معلوم ہے تو راستہ نہیں روکوں گا۔ تمھاری دلیری کی انتہا دیکھوں گا۔"

سامنے والی دیوار سے ایک ٹیلی فون چسپاں تھا۔ ریسیور ہک سے لٹک رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ڈائل کرنے کے لیے کئی بٹن دکھائی دے رہے تھے۔ وہ آگے بڑھ کر ریسیور کو اٹھانے کے بعد مخصوص نمبروں کے بٹن دبانے لگی۔ صرف چھ نمبر دباتے ہی اچانک کھٹکا سا سنائی دیا۔ دیوار کا ایک حصہ ایک طرف سرکنے لگا۔ پیٹر پال نے کہا "تم حیران کررہی ہو۔ یہ نمبر کٹی کوئین کے صرف تین باڈی گارڈ جانتے ہیں۔ تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

اس نے مسکرا کر دیکھا۔ پھر کھلے ہوئے دروازے سے اندر چلتے ہوئے بولی "تم پھر وہی سوال کررہے ہو جس کا جواب صرف دوستوں کو دیا جاتا ہے۔"

وہ کہنا چاہتا تھا "بے بی! میرا دل تمھارا دوست بنتا جارہا ہے" لیکن اس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ اس کے پیچھے چلنے لگا۔ تنانہ ایک غار میں پہنچ گئی تھی۔ چاروں طرف اونچی نیچی پتھروں کی دیواریں تھیں، وہ اس غار سے گزرتی ہوئی دائیں طرف مڑ گئی، وہاں پتھروں سے تراشا ہوا ایک بڑا سا ہال تھا۔ اسپیکر کے ذریعے کٹی کوئین کی آواز سنائی دی۔ وہ سخت لہجے میں پوچھ رہی تھی۔ "پیٹر پال! یہ کیا حماقت ہے۔ تم نے اس لڑکی کو یہاں آنے کیوں دیا؟"

"میڈم! سچ بات تو یہ ہے کہ میں نے زندگی میں پہلی بار اتنی کم سن اور دلیر لڑکی دیکھی ہے جو نہایت کامیابی سے اس خفیہ اڈے تک پہنچ گئی ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، آئندہ کیا ہونے والا ہے؟"

"جب تمھارے جیسا محافظ ہتھیار ڈال دے تو اور کیا ہوگا؟ کیا تم میری تباہی چاہتے ہو؟"

"ابھی آپ کے پاس زبردست باڈی گارڈ ہیں۔ ان سے کہہ دیجیے کہ اس کا راستہ روک لیں۔"

"کیا تم چیلنج کررہے ہو۔ کیا تم اس کا ساتھ دے رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں، میں صرف تماشائی بن کر رہوں گا۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر اس ہال کے ایک طرف کا دروازہ کھلا۔ دو پہلوان قسم کے باڈی گارڈ نظر آئے۔ ان کے پیچھے کٹی کوئین دکھائی دی۔ وہ تنانہ کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے، آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہی تھی "تم بالشت بھر کی چھوکری یہاں تک چلی آئی ہو، آخر تم کون ہو؟"

"تم نے کہا تھا کہ موت بھی یہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ میں تمھیں بتانے آئی ہوں، وہ پہنچ چکی ہے۔"

"تم اپنے قد سے اونچی بات کررہی ہو۔"

پھر اس نے اپنے ایک باڈی گارڈ کو اشارہ کیا۔ اس نے اپنا ریوالور کٹی کوئین کے حوالے کرتے ہوئے کہا "جسے چٹکی سے مسلا جاسکتا ہے، اس کے لیے ریوالور استعمال کرنا سراسر حماقت ہے۔"

پھر اس نے تنانہ کی طرف پلٹ کر ایک ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لاؤ بے بی! اپنا وہ ہاتھ میرے ہاتھ میں دو جس سے چور دروازہ کھول کر آئی ہو، تم آئندہ اپنے گھر کا دروازہ بھی نہیں کھول سکوگی۔"

تنانہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ دونوں کی انگلیاں آپس میں گڈمڈ ہوگئیں۔ باڈی گارڈ پنجہ لڑانے کے انداز میں ایک جھٹکا دے کر اس کی انگلیاں موڑنا چاہتا تھا مگر پتا چلا، وہ ہوشیار ہے، اسے موڑنے نہیں دے رہی ہے۔ اس نے ذرا سی طاقت کا مظاہرہ کیا تو پتا چلا لڑکی نازک اندام ہے لیکن اچھی خاصی قوت کا مظاہرہ کررہی ہے۔ وہ آسانی سے اس کا پنجہ موڑ نہیں سکے گا۔ یہ اس کے لیے بڑی شرم کی بات تھی۔ وہ تو اسے چٹکی میں مسلنے آیا تھا۔ اس نے پوری قوت کا مظاہرہ کیا۔ اسے دھکیلتے ہوئے پیچھے لے جانے لگا۔ یہ بھی اس کی خوش فہمی تھی کہ وہ اسے دھکیل رہا تھا۔ وہ خود ہی پیچھے ہٹتے ہوئے اچانک نیچے گری۔ پھر دونوں پاؤں پر رکھ کر اسے پیچھے کی طرف اچھال دیا۔ وہ اُچھلتا ہوا پتھریلی دیوار سے

جاکر ٹکرایا تو آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ تنانہ نے یہ داؤ استعمال کرتے ہی اس کے دماغ پر قبضہ جما کر سر کو زور سے دیوار کے ساتھ ٹکرا دیا تھا۔ وہ چکرا کر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ تنانہ نے اٹھتے ہوئے کہا "کیٹی! اب دوسرے کو بھیجو۔"

وہ ریوالور کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولی۔ "میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ تم بہت خطرناک لڑکی ہو۔ دکھائی کچھ دیتی ہو اور اندر سے کچھ اور ہو۔ تم میری موت بن کر آئی ہو۔ لو، میں تمھاری موت بن رہی ہوں۔"

اس نے ٹریگر دبایا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور اس کے مقابلے پر آکر فرش پر گرنے والا ایک دم سے تڑپنے لگا۔ گولی اس کے شانے پر لگی تھی۔ دوسری بار پھر ٹھائیں کی آواز گونجی اور وہ تڑپتے تڑپتے ایک دم سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب کیٹی کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ اپنے ہی آدمی کو کیسے مار ڈالا؟

وہ اچانک قہقہہ لگانے لگی۔ پیٹر پال حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ حیرانی اسی بات کی تھی کہ کیٹی کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور تنانہ اطمینان سے کھڑی ہوئی تھی جیسے ریوالور نہیں کھلونا ہو۔ وہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی "میں نے مار ڈالا، اپنے آدمی کو اپنے ہی ہاتھ سے مار ڈالا۔ اسے کہتے ہیں، موت۔ اب میں تسلیم کرتی ہوں کہ موت کیسے آتی ہے لیکن میں مرنے سے پہلے سب کو مار ڈالوں گی۔"

اس نے اچانک پلٹ کر اپنے دوسرے باڈی گارڈ پر فائر کیا۔ وہ اس بات کے لیے تیار نہیں تھا۔ فائرنگ کی زد میں آگیا۔ تڑپ کر لڑکھڑاتا ہوا پیچھے دیوار سے جا کر لگ گیا۔ گولی صحیح نشانے پر لگی تھی وہ کھڑا نہ رہ سکا۔ اوندھے منہ فرش پر گر کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔ پیٹر پال نے فوراً ہی ریوالور نکال کر گولی چلائی۔ کیٹی کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا۔ وہ بولا "تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ اس لڑکی کو موت کے روپ میں دیکھ کر ہماری جان کی دشمن ہو گئی ہو۔ لیکن میں مرنا نہیں چاہتا۔ تمھارے حصے کی موت آئی ہے، تم مرو۔"

وہ فائر کرنا چاہتا تھا لیکن انگلی ٹریگر کو نہ دبا سکی۔ اس نے حیرانی سے اپنے ریوالور کو دیکھا۔ پھر فائر کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ تنانہ نے کہا "پیٹر پال! تم گولی نہیں چلا سکو گے۔ اسے اپنی موت آپ مرنے دو۔"

وہ حیرانی سے بولا "لیکن ایسی کیا بات ہے۔ میری انگلی کام کیوں نہیں کر رہی ہے؟"

تنانہ نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ کیٹی کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ کیٹی کا دایاں ہاتھ زخمی ہو گیا تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ریوالور کو اٹھا لیا۔ پھر اس کی نال کو اپنی کنپٹی سے لگاتے ہوئے بولی "اب میری سمجھ میں آگیا ہے، اس دنیا میں سدا کوئی اپنے مقام پر نہیں رہ سکا۔ دوسروں کے لیے جگہ خالی کرنا پڑتی ہے لہٰذا میں اس لڑکی کے لیے جگہ خالی کر رہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلائی۔ پھر دھڑام سے فرش پر گر پڑی۔

پیٹر پال گم صم کھڑا تنانہ کو دیکھ رہا تھا۔ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "یہ غیر معمولی قوتوں کی مالک ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی ہتھیار استعمال نہیں کر سکتا اور ہتھیار کے ہوتے ہوئے بھی کوئی اس سے لڑ نہیں سکتا۔ یہ اپنے شکار کو اپنے ہاتھوں سے نہیں مارتی، اُسے خود مرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ایسی شہ زور بلا کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ او گاڈ! کیٹی کس طرح اپنے ہی ہاتھوں حرام موت مر گئی۔"

وہ سوچ رہا تھا، اُسے دیکھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب یوں آرہا تھا جیسے بے اختیار اس بے بی شخصیت کے آگے کھنچا جا رہا ہو۔ اس نے تنانہ کے سامنے پہنچ کر دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھ لیے، سر کو جھکا لیا۔ پھر جھکتے ہوئے اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔

★

میں تنانہ کے خیالات پڑھتا جا رہا تھا۔ اس نے بڑے اعتماد سے مجھے اپنے دماغ میں جگہ دی تھی۔ ایسی بے باک لڑکی میں نے پہلی بار دیکھی جو اپنے چور خیالات پڑھنے کی آزادی دے رہی تھی۔ ورنہ لڑکیاں فطری طور پر اپنے نازک جذبوں کو اپنے آئیڈیل سے چھپائے رکھتی ہیں۔ میں نے کہا "تم تو کھلی ہوئی کتاب ہو۔"

وہ بولی "میں جس کے لیے دُنیا میں آئی ہوں، اس کے لیے کھل رہی ہوں۔ اس کتاب کو کھولنے کی جرأت کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔"

تنانہ کے قدم کینسا اس سٹی میں مضبوطی سے جمے ہوئے تھے۔ وہ کیٹی کوئین کے خفیہ اڈے کی مالکہ بن چکی تھی۔ اس کے علاوہ تین اور رہائش گاہیں تھیں جہاں وہ مختلف حیثیتوں سے رہ سکتی تھی۔ ڈیلی، پامیلا اور سارہ جون کے علاوہ اور کئی چھٹی ہوئی بدمعاش عورتیں اس کی آلۂ کار بن گئی تھیں۔ تنانہ کے دماغ سے پتا چلا، وہ جنرل ڈی کورا تک کیسے پہنچی تھی۔ وہاں تک پہنچنے کا راستہ نہایت آسان تھا۔ جن دنوں جنرل اپنی ٹرانسفارمر مشین کے ساتھ روپوش ہو گیا تھا تو سرکار کی طرف سے اس کے خلاف اخبارات میں تصویریں شائع کرائی گئی تھیں، اسے مفرور مجرم اور قانون کا مطلوب قرار دیا گیا تھا۔ تنانہ نے ایک اخبار میں اس کی تصویر دیکھی تھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی دماغ میں پہنچ گئی تھی۔

اگرچہ سرکار نے اسے مفرور مجرم قرار دیا تھا۔ لیکن ٹرانسفارمر مشین کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ تنانہ کو مجرم آلۂ کاروں کی ضرورت تھی لہٰذا اس نے جنرل کے دماغ میں جگہ بنائی۔ تب پتا چلا اس جنرل کے پیچھے ٹرانسفارمر مشین چھپی ہوئی ہے۔

جنرل ڈی کورا پوری طرح اس کے قبضے میں تھا لیکن کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کی موجودگی سے بے خبر تھا۔ اسے خوش فہمی تھی کہ وہ ایک تنظیم کا سرغنہ ہے کسی کا آلۂ کار نہیں ہے۔ جب کہ وہ معمولی آلۂ کاروں سے بھی گیا گزرا تھا۔ تنانہ جب چاہتی اس سے انڈوں کا پوشچ اور چائے بنوا لیتی تھی۔ وہ اس کی مرضی سے موریتا کو تلاش کرنے یورپ گیا تھا اور اسی کی مرضی سے واپس آکر اپنے خاص ماتحت کو حکم دیا تھا کہ اخبارات میں ٹرانسفارمر مشین کے متعلق

اعلان چھپوایا جائے۔

جب دوسرے دن کے اخبارات لوگوں کے ہاتھوں میں آئے تو مشین دلچسپی رکھنے والی خطرناک تنظیمیں اور جرائم پیشہ افراد چونک گئے۔ سُپر ماسٹر نفیہ طور پر احکامات جاری کیے "امریکا میں جتنی ریاستیں ہیں، جتنے ور جتنے ٹیلی فون ایکسچینج ہیں، وہاں وہ تمام گفتگو ریکارڈ کی جائے جو ٹرانسفارمر ن سے متعلق ہو اور یہ سراغ لگایا جائے کہ بات کرنے والے کس اسٹیٹ کس شہر سے یا کس ٹیلی فون ایکسچینج سے تعلق رکھنے والے علاقے سے بول رہے ہیں۔"

ہم نہیں جانتے تھے سُپر ماسٹر جنرل ڈی کورا کو گھیرنے کیلئے کیسے انتظامات ا تھا۔ یہ باتیں بعد میں معلوم ہوئیں۔ اسی طرح آئرن ہارڈی نے تمام رفیات ترک کر دی تھیں۔ موریتا کو ہر لحظہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اسے سمجھاتا کہ اس شخص کے دماغ میں جاتی رہا کرو جس کی آواز کیسٹ کے ذریعے گئی ہے۔ وہ اس کی ہدایات پر عمل کرتی تھی لیکن ڈی کورا کے دماغ میں نہیں ملتی تھی۔ وہ فوراً سانس روک لیتا تھا۔

آئرن ہارڈی یقین سے کہتا تھا، وہ مشین اسی سانس روکنے والے کے ں ہے۔ اب اُمید ہو چلی تھی کہ فون کے ذریعے رابطہ قائم ہوتے پر شاید موریتا ں کے دماغ میں پہنچ سکے۔ اس نے دوسرے دن کے اخبارات میں کچھ اس ح کا مضمون چھپوایا "تمھارے پاس مشین ہے، ہمارے پاس مال ہے، ے ایک خلا سے دوسرے خلا میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔ فون نمبر نیچے درج ہے، ہم سے فوراً رابطہ قائم کرو۔"

اسی دن کے اخبارات میں ماسک مین کی جانب سے بھی ایسا ہی مضمون شائع کرایا گیا "تمھارے پاس مشین ہے، ہمارے پاس مال ہے۔ ں مال کو ہمارے خلا سے اپنے خلا میں منتقل کرانا چاہتے ہو تو نیچے ایک درجن ن نمبر درج ہیں، جس نمبر پر چاہو رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

آئرن ہارڈی کے پاس موریتا تھی۔ ماسک مین کے پاس آرمر تھا۔ رائیلی حکام نے شیبا سے درخواست کی "تم اگر تعاون کرو تو ہم اس مشین تک نچ سکتے ہیں۔"

شیبا نے جناب برشح الفارس سے ہدایت چاہی۔ شیخ صاحب نے کہا۔ لی! وہ جو کہتے ہیں کرتی جاؤ۔ وہ مشین فرہاد اور تنانہ کی دسترس میں ہے۔ تم کسی ت کا اندیشہ نہ کرو۔"

شیبا نے اسرائیلی حکام سے کہا "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ مشین ہمارے ہاتھ لگ جائے، اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟"

اسرائیلی حکومت کی طرف سے بھی اخبارات میں ایسا ہی مضمون شائع ہوا۔ تمھارے پاس مشین ہے، مگر ہمارے مال کے بغیر بے کار ہے۔ ہمارا مال پنی طرف منتقل کرنا چاہتے ہو تو مندرجہ ذیل ٹیلیفون نمبر پر رابطہ قائم کرو۔"

یہ تین اشتہارات سمجھ میں آتے تھے۔ ہر ایک کے پاس مال تھا لیکن ایسے بے شمار اشتہارات تھے، جن میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ ان کے پاس بھی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی موجود ہے۔ لہٰذا ٹرانسفارمر مشین والے کو فوراً ان سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔

ایک اشتہار شائع کرانے والے نے تو انتہا کر دی۔ اس نے دعویٰ کیا تھا۔ "تمھارے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے، ہمارے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والی تنانہ ہے۔ تم جب چاہو گے، وہ تم سے دماغی رابطہ قائم کرے گی۔ لہٰذا ہم سے فوراً رابطہ قائم کرو۔"

تنانہ یہ اشتہار پڑھتے ہی ہنسنے لگی۔ ہنسی کے ترنم سے اس کا چہرہ گلاب کی طرح کھل جاتا تھا۔ اس کا بدن ہنسی کی ہر تال پر پھول کی پنکھڑیوں کی طرح کھلتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے موت جسم سے روح کھینچ لیتی ہے، ویسے ہی وہ بلا کی ہنسی سینے سے دل کھینچ لیتی تھی۔

وہ ہنستے ہنستے بولی... "کیا دیکھ رہے ہو؟ اب یہی کہو گے نا، یوں نہ ہنسا کرو، کوئی اٹھا کر لے جائے گا۔"

میں نے کہا "اب نہیں بولوں گا کیونکہ تمھاری ہنسی مجھے یہاں اٹھا لائی ہے۔"

وہ اور کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں نے کہا "جس اشتہار کو پڑھ کر ہنس رہی ہو، اس کے سنجیدہ پہلو پر غور کرو۔"

"بھلا اس کا سنجیدہ پہلو کیا ہو گا؟"

میں نے کہا "آج تک کسی بھی خطرناک تنظیم نے تمھارا نام نہیں لیا تھا۔ سُپر ماسٹر، ماسک مین، اسرائیلی حکام وغیرہ یہ جانتے ہیں کہ موریتا نے اپنی ایک بہن کے دماغ میں یہ علم منتقل کرایا تھا۔ مگر وہ بہن کہاں ہے؟ اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ وہ کہیں روپوش ہے یا اب اس دُنیا میں نہیں رہی، کسی کو تمھارے سلسلے میں زیادہ جستجو نہیں رہی۔"

تنانہ نے کہا "اس کی وجہ صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے۔ ہماری دُنیا میں کافی ٹیلی پیتھی جاننے والے لوگ موجود ہیں۔ دن رات ان سے نمٹنا پڑتا ہے۔ کسی کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ ایک روپوش ہونے والی لڑکی کو تلاش کرے۔ میں نے کبھی کھل کر ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ نہیں کیا، کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لیے میں ان کے لیے نہ ہونے کے برابر ہوں۔"

"لیکن اب کسی نے دعویٰ کیا ہے کہ تنانہ کے دماغ سے ٹیلی پیتھی منتقل کرائے گا۔ طویل گمنامی کے بعد تمھارا نام سُن کر سبھی چونک جائیں گے۔ یہ سب ہی چاہتے ہیں کہ اب کوئی نیا ٹیلی پیتھی جاننے والا پیدا نہ ہو اور آج کے اشتہار میں تم پیدا ہو چکی ہو۔"

وہ پھر ہنسنے لگی "میں اتنی بڑی ہوں۔ تمھارے دل کی دھڑکنوں تک آتی ہوں اور کہہ رہے ہو آج پیدا ہوئی ہوں۔"

وہ ہنستے ہنستے سنجیدہ ہو گئی۔ مجھ سے الگ ہو کر بولی "یہ تو بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ ڈیلی اور پامیلا جیسی چالیس تیز طرار عورتیں میری آلۂ کار ہیں۔ وہ میری مدد سے مشکل ترین وارداتوں میں کامیابیاں حاصل کرتی ہیں۔ ناممکن باتوں کو ممکن بنا لیتی ہیں۔ ان سب کی ایک مشترکہ حیرانی یہ ہے کہ میں ان کے گھروں سے اپنا حصہ کس طرح لے جاتی ہوں۔ اب میرا نام عام ہو گا تو وہ یقین کی حد تک شبہ

کریں گی۔ مجھے اپنی نادیدہ سہیلی اور بزنس پارٹنر سمجھیں گی، جہاں جائیں گی، وہاں میرا ذکر لے بیٹھیں گی۔ اس طرح خطرناک تنظیم کے لوگ میری تنظیم میں سرنگ بنانا شروع کردیں گے۔"

"اب تمھاری کھوپڑی میں بات آئی ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے لیے جس طرح لوگ پہلے مورینا کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، اسی طرح اب تمھارے پیچھے پڑ جائیں گے۔"

کسی کم بخت نے غلط دعویٰ کیا تھا کہ تنانہ اس کے پاس ہے۔ بے شک اس نے جھوٹ کہا تھا مگر یہ جھوٹ اب تنانہ کو مہنگا پڑنے والا تھا۔

دوسری طرف آئرن ہارڈی، ماسک مین اور اسرائیلی حکام جنرل ڈی کورا کے سامنے اپنے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے پیش کرنا چاہتے تھے۔ دیکھنا یہ تھا کہ جنرل ان سب سے کیسے نمٹے گا اور کسی سے ٹیلی پیتھی کا سودا کرنے کے لیے کون سا طریقۂ کار اختیار کرے گا۔

نہ جانے وہ مشین آنے والے لمحات میں کیا گل کھلانے والی تھی۔

آدمی صحیح منصوبے کے مطابق اقدامات کرے تو صحیح نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ جنرل ڈی کورا نے تنانہ کے منصوبے کے مطابق اخبارات میں اشتہار چھپوایا تھا۔ اب توقع سے زیادہ ہی جوابات موصول ہو رہے تھے۔ یوں لگتا تھا ہر دعویٰ کرنے والے کے گھر میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا موجود ہے۔ ہر شخص ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لیے اپنے ہاں ایسا علم جاننے والے کو پیدا کرچکا تھا۔

تنانہ کا منصوبہ یہ تھا کہ اشتہار کے جواب میں جو لوگ جنرل ڈی کورا سے رابطہ قائم کریں گے، وہ جنرل کے دماغ میں رہ کر اُن لوگوں تک پہنچ جائے گی۔ اس کی بہن مورینا اُسے اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتی تھی۔ آئرن ہارڈی نے اُس پر عجیب طرح کا سحر پھونک دیا تھا۔ مورینا اُس کے لیے ساری دنیا کو حتیٰ کہ اپنی عزیز ترین بہن تنانہ کو بھی بھلا چکی تھی۔

تنانہ چاہتی تھی، ان اشتہارات کے جواب میں جنرل سب سے پہلے آئرن ہارڈی سے رابطہ قائم کرے تاکہ بہن مورینا تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ ہاتھ آئے۔ میں نے کہا: "ایسی بے چینی کیا ہے۔ جنرل ہر ایک سے رابطہ قائم کرے گا۔ تم خاموش تماشائی بنی دیکھتی رہو۔"

تنانہ نے کہا: "ایک بے چینی ہو تو صبر کرلوں۔ میں یہ بھی جلد سے جلد معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کس کمبخت نے مشین تک پہنچنے کے لیے میرے نام کا اعلان کیا ہے۔"

"یہ بھی معلوم ہوجائے گا۔ فی الحال کام کی بات کرو۔ ہم دونوں کو جنرل ڈی کورا کے دماغ میں باری باری رہنا چاہیے۔"

"یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔"

"مسئلہ ہے۔ تم نے جانے جنرل پر کیسا عمل کیا ہے۔ میرے پہنچتے ہی سانس روک لیتا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی: "میں نے تنویمی عمل کے ذریعے اُس کے دماغ میں یہ بات نقش کردی ہے کہ وہ صرف میری آواز اور لب و لہجے کو محسوس نہیں کرے گا۔ باقی تمام پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گا۔ میں سمجھتی ہوں، یہ تمھارے لیے مسئلہ نہیں ہے۔ جب میں اس کے دماغ میں پہنچوں گی، دروازہ کھلا رہے گا۔ تم بھی چپ چاپ چلے آنا۔"

"چلو ایسا ہی کرکے دیکھ لیتے ہیں۔"

اُس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میں اُس کے پیچھے پیچھے چلا۔ وہ جنرل کے دماغ میں پہنچی، میں بھی پہنچا، اُسی لمحے اُس نے سانس روک لی۔ ہم دونوں باہر آ گئے۔ وہ حیرانی سے بولی: "فرہاد! یہ کیا ہوا؟"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "اِسے تجربہ کہتے ہیں۔ تم نے تنویمی عمل کے ذریعے اُس کی کھوپڑی میں صرف اپنے لیے جگہ بنائی ہے، وہ باقی سب کو محسوس کرلیتا ہے۔ پھر میں اُس کے پاس تنہا جاؤں یا تمھارے ساتھ، وہ ہر حال میں محسوس کرے گا۔"

"اب کیا ہوگا؟"

"وہی جو ہوتا آیا ہے۔ تم اُس کے دماغ میں رہو گی۔ میں تمھارے دماغ سے اُس کی باتیں معلوم کرتا رہوں گا، لیکن آج رات اُس کے خوابیدہ دماغ کو تم پھر ترپ کرو گی اُس پر دوبارہ تنویمی عمل کرو گی، اُسے میرا لب و لہجہ سناؤ گی اور حکم دو گی کہ آئندہ وہ میری سوچ کی لہروں کو بھی محسوس نہ کرے۔"

"ٹھیک ہے آج رات یہی ہوگا۔"

وہ جنرل کے پاس پہنچ گئی۔ وہ بہت پریشان تھا۔ سوچ رہا تھا "آج پھر میرے دماغ میں کسی نے آنے کی کوشش کی ہے۔ اچھا ہوا میں نے سانس روک لی۔ پتا نہیں یہ کون میرے پیچھے پڑ گیا ہے یا پڑ گئی ہے۔"

تنانہ نے اُس کی سوچ میں کہا: "بائی دی وے مجھے پروا نہیں کرنا چاہیے۔ میں سانس روک لیتا ہوں، وہ ہمیشہ ناکام واپس جایا کرتا ہے یا کرتی ہے۔ مجھے اپنے معاملات پر توجہ دینا چاہیے۔"

اُس نے قائل ہوکر کہا: "یقیناً کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہ چاہتا ہے کہ میں ٹرانسفارمر مشین کے سلسلے میں کسی سے رابطہ قائم نہ کروں، کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنے پاس نہ بلاؤں۔ یہ علم اپنے دماغ میں منتقل نہ کروں۔ وہ مجھے ڈسٹرب کر رہا ہے۔ کسی نہ کسی طرح رکاوٹ بننا چاہتا ہے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ اشتہار کے جواب میں آنے والے تمام ٹیلیفون نمبر نوٹ کرچکا تھا۔ اُس نے ٹیلی فون کا کنکشن جوڑنے اور توڑنے کے چند ضروری آلات لیے۔ پھر ایک پرانی سی گاڑی میں بیٹھ کر شہر سے دور نکل آیا۔ چند کلو میٹر جانے کے بعد ایک ایسے راستے پر مڑ گیا جو تقریباً ویران سا تھا۔ کبھی کبھی کوئی گاڑی گزرتی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ اُس نے ٹیلی فون کے ایک پول کے سامنے گاڑی روک دی۔ ڈکی سے ایک تہ کی ہوئی سیڑھی نکالی، اُسے کھول کر

...ن کے پول کی بلندی تک اونچا کیا۔ پھر مختلف آلات کے ساتھ ...تا ہوا اوپر پہنچ گیا۔ اگر وہ اپنی رہائش گاہ سے یا کسی ٹیلی فون بوتھ سے ...کرتا تو اُسے ڈیٹیکٹ کرلیا جاتا۔ سراغ لگانے والے اس کے ...پہنچ جاتے۔

اُس نے تار جوڑنے کے بعد ایک ٹیلی فون نمبر پر رابطہ قائم کیا اور ...واز بدل کر کہا: "میں اشتہار کے مطابق گفتگو کر رہا ہوں، میرے پاس ...ہے، اگر تم مال والے ہو تو اپنا تعارف کراؤ۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا: "کیا تم اپنا مکمل تعارف کرا سکتے ہو؟"

جنرل نے کہا: "میں سوال نہیں، جواب چاہتا ہوں۔"

"تمھارا جواب ہی ہمارا جواب ہوگا۔"

"جب تک تم پر اعتماد نہیں ہوگا، میں اپنا نام اور پتا نہیں بتاؤں گا۔"

"ہمارا بھی یہی جواب ہے۔ تمھاری ٹرانسفارمر مشین جتنی اہم ہے، ...ہی ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی اہم ہے۔ تمھیں اندیشہ ہے، میں دھوکا ...گا اور مشین اُڑا لے جاؤں گا۔ مجھے بھی اندیشہ ہے، تم دھوکے سے ...ال اُڑا لے جاؤ گے۔"

"پھر بات کیسے بنے گی؟"

"اخبار میں تم نے آفر دی تھی۔ تمھارے ذہن میں کوئی معقول طریقۂ کار ...ا چاہیے۔"

"میں پہلے تمھارے متعلق اچھی طرح چھان بین کروں گا، پھر مطمئن ہونے ...بعد تمھیں ایک خفیہ اڈے میں بلاؤں گا۔"

"جہاں بلاؤ گے، وہاں پہنچ جاؤں گا، لیکن پھر وہی سوال پیدا ہوتا ...میں اپنا اصل نام اور پتا نہیں بتاؤں گا۔ تم کیسے چھان بین کرو گے؟"

جنرل نے کہا: "فی زمانہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی کمی نہیں ہے۔ تم ...متعلق کچھ نہیں بتاؤ گے تو میں دوسری پارٹی سے معاملات طے ...وں گا۔"

"کوئی بھی پارٹی ہو، اعتماد قائم ہونے کے بعد ہی اپنے ٹیلی پیتھی جاننے ...ے کو تمھارے پاس لائے گی۔"

جنرل نے ہنستے ہوئے کہا: "ایک پارٹی ایسی ہے جو تمھیں اور ...ن سے دلچسپی رکھنے والی ہر تنظیم کو چونکا دے گی۔ اُس پارٹی کا نام ...نہ ہے۔"

دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا: "تنانہ؟ کیا مورینا کی بہن ...بات کر رہے ہو؟"

"ہاں مورینا کی بہن۔ کیا مورینا تمھارے پاس ہے؟"

"ہاں، پھر تو ہم رشتے دار ہوگئے۔ ایک بہن میرے پاس ہے، ...سری بہن سے تمھارا رابطہ ہو رہا ہے۔ کیا وہ تم پر اعتماد کرتی ہے؟"

"بے شک کرتی ہے۔ اس کے پیچھے کوئی پارٹی یا دلال وغیرہ ...نہیں ہے؟"

"کیا تم مجھے دلال کہہ رہے ہو؟"

"رشتے دار کہہ نہیں سکتا۔ دلال کہوں تو برا مانتے ہو۔ تم سے معاملات طے نہیں ہوں گے۔"

"دیکھو، رابطہ ختم نہ کرنا۔ مورینا اپنی بہن سے ملنا چاہتی ہے۔ ہم دونوں بہنوں کو ملا کر محبت اور دوستی کا مضبوط رشتہ قائم کرسکتے ہیں۔ یقین کرو، تمھیں دوسروں سے دھوکا ہوگا۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک ناقابلِ شکست ٹیم بنا سکتے ہیں۔"

"ایسا ہے تو اپنا نام اور پتا بتاؤ۔"

"بتا سکتا ہوں۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ہماری باتیں کوئی اور نہیں سن رہا ہے؟"

"میں ایسی جگہ سے فون کر رہا ہوں جہاں سے ہمیں کوئی ڈیٹیکٹ نہیں کرسکتا۔"

"ٹیلی پیتھی جاننے والے کہیں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ کوئی تمھارے ذریعے میری اصلیت معلوم کرسکتا ہے۔ مسٹر اَن نون! تمھارے طریقۂ کار میں کمزوری ہے۔ میری ایک بات مان لو۔"

"منوا سکتے ہو تو منوا لو۔"

"تم دماغ کے دروازے صرف اتنی دیر کھلے رکھو جتنی دیر تنانہ تم سے گفتگو کرے۔ ویسے زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ مورینا اپنی بہن کا لب و لہجہ بھول گئی ہے۔ تمھارے دماغ سے سنتے ہی بہن کے پاس پہنچ جائے گی۔ دو بچھڑی ہوئی بہنوں کو ایک دوسرے سے ملانا بہت بڑی نیکی ہے۔"

"میں یہ نیکی ضرور کروں گا۔ تنانہ سے رابطہ قائم ہوگا تو اُس سے کہوں گا کہ اپنی ایک تصویر اخبار میں شائع کرائے۔ مورینا اس تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر بچھڑی ہوئی بہن کے پاس پہنچ جائے گی۔"

"تم بہت کمینے ہو۔"

"کمینگی تم سے سیکھ رہا ہوں۔ مشین کے معاملات پر غور کرتے کرتے مجھے نیکی سکھانے لگے تھے۔ تمھارے جیسے چالبازوں سے کوئی سودے بازی نہیں ہوگی۔"

جنرل ڈی کورا نے رابطہ ختم کردیا۔ تنانہ نے کہا: "فرہاد! یہ وہی شخص ہے، جس کے قبضے میں میری بہن ہے۔"

"تمھاری بہن اتنی معصوم نہیں ہے۔ عورت بظاہر مرد کے قبضے میں رہتی ہے۔ حقیقتاً مرد کو ساری عمر اپنے قبضے میں رکھتی ہے۔"

"کام کی بات کرو۔ میں نے اس شخص کی آواز سنی ہے۔ اُس کے دماغ میں جا رہی ہوں۔"

"میں خدا حافظ نہیں کہوں گا۔ تم چشم زدن میں واپس آنے والی ہو۔"

میری بات درست نکلی۔ وہ گئی اور مایوس ہوکر واپس آگئی۔ میں نے کہا: "اُس شخص نے مورینا پر عجیب و غریب انداز میں تنویمی عمل کیا ہے۔ ایسا شخص مضبوط اعصاب، صحت مند جسم اور غیر معمولی قوتوں کا حامل ہوگا۔

وہ اس اعتماد سے براہِ راست جنرل سے گفتگو کر رہا تھا کہ کوئی اُس کے دماغ تک نہیں پہنچ سکے گا۔"

"کیا میں اپنی بہن تک نہیں پہنچ سکوں گی؟ اُس نے میرے اندر غیر معمولی صلاحیتیں پیدا کیں۔ آج میں تم سے دوستی کرنے کے قابل ہو گئی۔ کیا ہم اُسے اس شخص سے نجات نہیں دلا سکتے؟"

"نجات دلائیں گے تو وہ کسی تیسرے عاشق کے پاس چلی جائے گی۔ جس عورت کو اپنے حسن و شباب پر ناز ہوتا ہے، وہ پاؤں کی جوتی کی طرح عاشق بدلتی رہتی ہے۔"

"میری بہن کے خلاف بولو گے تو جھگڑا کر لوں گی۔ وہ جیسی بھی ہے میری بہن ہے۔ میری ماں ہے۔ میں اُس کے لیے جان دے دوں گی یا دشمنوں سے اُس کی جان چھڑاؤں گی۔"

"طیش میں نہ آؤ۔"

"میں تم سے بات نہیں کروں گی۔"

"اچھا بھئی غلطی ہو گئی۔ تمھاری بہن نیک پروین ہے۔ میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"آج سے تم میری اجازت کے بغیر میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔"

"ارے اچانک یہ پابندی کیوں؟"

"میری مرضی۔"

"کیا اتنی جلدی مجھ سے دل بھر گیا؟"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں آخری سانس تک تمھاری رہوں گی۔ میرے دماغ میں آنے کی پابندی اُس وقت تک رہے گی جب تک اپنی بہن کو دشمن کے قبضے سے نکال نہیں لاؤں گی۔"

"میں تمھارا ساتھ دوں گا۔"

"سوری، میں تنہا یہ کام کروں گی۔"

"خود اعتمادی اچھی چیز ہے، مگر اپنے چاہنے والے کو بھی اعتماد میں لینا چاہیے۔"

"یہ کام مجھے اپنے بل پر کرنے دو۔ کہیں ٹھوکر لگے گی، کسی مصیبت سے نکل نہیں سکوں گی تو تمھیں ہی آواز دوں گی۔"

"میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔ مجھ پر پابندی عائد کرنے سے پہلے ٹرانسفارمر مشین کو برباد کر دو۔"

"کر دوں گی، مجھ پر بھروسا کرو۔"

"جب تک میں تمھارے دماغ میں آزادی سے آتا جاتا رہا، مجھے بھروسا تھا۔ اب میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تم کسی موقع پر غلطی کر بیٹھو گی اور وہ مشین دوسرے کے ہاتھ لگ جائے گی۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ تم کوئی نجومی نہیں ہو۔ آئندہ کیا ہو گا اور کیا نہیں ہو گا ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔"

وہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی، پھر شکست خوردہ انداز میں بولی "ایک مرد سے دل لگانے کا یہی ایک نقصان ہے، خواہ مخواہ اس کی بات کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔ ٹھیک ہے، آج ہم جنرل ڈی کورا کے ساتھ مصروف ہیں، رات کو بھی اس پر تنویمی عمل کرنا ضروری ہے۔ کل صبح ہم اس خفیہ رہائش گاہ میں جائیں گے اور اُس مشین کے کچھ پرزے نکال کر آپس میں بانٹ لیں گے۔ کوئی اُسے چرا کر لے جائے گا تو وہ اُس کے کام نہیں آئے گی۔ ہم بھی ایک دوسرے سے وہ خاص پرزے حاصل کیے بغیر مشین کو استعمال نہیں کر سکیں گے۔"

میں نے اس سلسلے میں بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ سوچا اُس کے کچھ پرزے حاصل کرنے کے بعد انھیں ضائع کر دوں گا، بعد میں کہہ دوں گا کہ وہ کہیں گم ہو گئے ہیں۔ میں اگر چاہتا تو تنانہ کو دھوکے میں رکھ کر پوری مشین کو ناکارہ بنا سکتا تھا لیکن تنانہ کو ناراض کرنا دانشمندی نہیں تھی۔ ایک تو وہ مورنیا کے برعکس میری بے حد وفادار تھی۔ میں اُس کے خیالات اچھی طرح پڑھ چکا تھا۔ دوسرے تنانہ کی آمد سے میری ٹیم میں ایک اور خیال خوانی کرنے والی کا اضافہ ہو گیا تھا۔ آئندہ یہ اضافہ دشمنوں کے لیے دھماکا ثابت ہونے والا تھا۔

تنانہ نے کہا "ہم خواہ مخواہ اپنی باتوں میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ میں جنرل کی خبر لیتی ہوں۔ لیکن تم میرے دماغ میں نہیں آؤ گے۔ وہاں جو کچھ ہو گا میں تمھیں آ کر بتاتی جاؤں گی۔"

"اور تب تک میں تمھارا منہ تکتا رہوں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "یہ منہ تمھیں بہت پسند ہے، تکتے رہو۔"

وہ جنرل ڈیکورا کے پاس چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد آ کر بولی "بازی پلٹ رہی ہے۔ جنرل کی شامت آ گئی ہے۔"

تنانہ کے بیان کے مطابق جنرل نے مورنیا کے عاشق سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔ دوسرے نمبر پر رابطہ قائم کرنے سے پہلے اُس نے پول کی بلندی سے دُور دُور تک نظریں دوڑائیں، کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ پول کے قریب سے ایک گاڑی گزر رہی تھی۔ گاڑی والوں نے اس پر شبہ نہیں کیا تھا۔ اُسے ٹیلی فون کے تار چیک کرنے والا سرکاری لائین مین سمجھا ہو گا۔

اُس نے دوسرے نمبر پر رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو، کیا تم مشین کے متعلق بات کرنا چاہتے ہو؟"

"کیا تمھارے پاس مال ہے؟"

"میں ہر معاملے میں مالا مال ہوں۔ سیدھی اور صاف بات سنو، میرا تعلق سپر ماسٹر سے ہے۔"

جنرل یہ سنتے ہی رابطہ ختم کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف سے کہا گیا "رابطہ ختم کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ صبح سے ان تمام ٹیلی فون لائنوں کی

نگرانی ہو رہی ہے جو ویران علاقوں سے گزرتی ہیں۔ تم نارتھ زون کے ایک ویران علاقے سے بول رہے ہو۔ دُور دُور تک نظریں دوڑا رہے ہو، تمھیں کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ کمال ہے جنرل، تم نے یہ نہیں سوچا کہ قانون کے محافظ جھاڑیوں کے پیچھے اور گھنے درختوں میں بھی چھپے رہ سکتے ہیں۔ تم جیسے ہی پول سے نیچے اُترو گے، تمھیں گرفتار کر لیا جائے گا۔"

اُس نے گھبرا کر دور تک دیکھا۔ جھاڑیاں اور درخت خاموش تھے۔ اُس نے ڈھٹائی سے کہا "تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں جنرل نہیں ہوں۔"

جواب ملا "نیا سپر ماسٹر تمھاری رگ رگ سے واقف ہے۔ سابقہ سپر ماسٹر اپنے ساتھی کرنل بم کے ساتھ مارا گیا ہے۔ تم چار ساتھی تھے، تیسرا میجر برائٹ اور چوتھے تم جنرل ڈی کورا! تم لاکھ پلاسٹک سرجری کرا لو تمھیں پہچاننا مشکل نہیں رہا کیونکہ میجر برائٹ کی لاش اندھے کنوئیں سے برآمد ہو چکی ہے۔ چار میں سے تم تنہا رہ گئے ہو۔"

وہ سُن رہا تھا اور دل ہی دل میں تسلیم کر رہا تھا کہ بُری طرح پھنس چکا ہے۔ وہ دوسری طرف سے کہہ رہا تھا "ہمیں اس بات سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے کہ تم جنرل ڈی کورا ہو یا نہیں۔ تھوڑی دیر پہلے ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو نے ثابت کر دیا ہے کہ مشین تمھارے پاس ہے اور ہمیں تمھاری نہیں، مشین کی ضرورت ہے۔ پول سے اُتر جاؤ، تمھارا پول لب کھل چکا ہے۔"

اب وہ ساری زندگی اوپر بیٹھا نہیں رہ سکتا تھا۔ نیچے تو اُترنا ہی تھا۔ اس نے اُتر کر دیکھا۔ جھاڑیوں کے پیچھے سے مسلح سپاہی نمودار ہو رہے تھے۔ دو ایک گھنے درختوں سے بھی سپاہی کود کر نیچے آ رہے تھے۔ اُس نے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھا۔ جلدی سے گاڑی میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کیا۔ وہ تین اطراف سے گھیرے میں تھا۔ ایک سمت فرار کے لیے دکھائی دی۔ اُس نے پوری رفتار سے گاڑی دوڑائی۔ کچھ دُور گیا، پھر ایک دھماکا ہوا۔ ہینڈ گرنیڈ پھینکا گیا تھا۔ اسٹیرنگ پر ہاتھ بہکا، گاڑی اِدھر سے اُدھر بھٹکی پھر رُک گئی۔ اُس نے گاڑی سے نکل کر دونوں ہاتھ اُٹھا لیے۔ عقل آ گئی کہ دوسرے ہینڈ گرنیڈ سے گاڑی تباہ ہو گی، وہ بھی سلامت نہیں رہے گا۔

اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ گئیں۔ تنانہ نے کہا "فرہاد، کیا چاہا تھا اور کیا ہو گیا۔"

"جو ہو رہا ہے خوب ہو رہا ہے۔ جب وہ مشین کے متعلق بتانے پر مجبور ہو گا تو دیکھا جائے گا۔"

"اسے مجبور ہونے دو، بتانے دو، ہمارا کیا بگڑے گا۔ اسٹور روم میں کسی کو مشین نہیں ملے گی۔"

"میں یہ چاہتا ہوں کہ جنرل آخری وقت تک اسی خوش فہمی میں مبتلا رہے۔ کسی کے سامنے زبان نہ کھولے۔"

"اس کا فائدہ کیا ہے؟"

"نقصان پوچھو، اگر کسی کو مشین اسٹور روم میں نہیں ملے گی تو تمام خطرناک تنظیمیں تم پر شبہ کریں گی۔ کیونکہ تمھارا نام اخبارات میں آ چکا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جنرل ڈی کورا نے بڑے اعتماد سے کہا ہے کہ تنانہ اس پر اعتماد کرتی ہے۔ تم میری پیشین گوئی یاد رکھو۔ انھیں مشین نہ ملی تو سب تمھاری تلاش میں نکل پڑیں گے اور تمھاری آلۂ کار عورتیں اُن کا ذریعہ بنتی رہیں گی۔"

"کیا مصیبت ہے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی پھر جنرل ڈی کورا کے پاس چلی گئی۔ جنرل ڈی کورا تقریباً ایک برس چار ماہ پہلے فرار ہوا تھا اور اب گرفتار ہو چکا تھا۔ اسی خفیہ اڈے میں اُسے پہنچایا گیا، جہاں کبھی جوجو کو لایا گیا تھا اور جہاں وہ ٹرانسفارمر مشین تھی جسے جنرل ڈی کورا، میجر برائٹ، کرنل بم اور سابقہ سپر ماسٹر نے تباہ کر دیا تھا۔

اُس نے خفیہ تہ خانے میں نئے سپر ماسٹر کو دیکھا اور نہ دیکھنے کے برابر دیکھا کیونکہ وہ دھندلے شیشوں کے کیبن میں تھا۔ صرف اُس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ تنانہ نے خیال خوانی کی پرواز کی، اُس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی، پھر میرے پاس آ کر بولی "فرہاد، میں نئے سپر ماسٹر کی آواز سُن رہی ہوں مگر وہ آواز اور وہ لہجہ اُس کے دماغ تک نہیں لے جا رہا ہے۔"

میں نے اُسے سمجھایا "نیا سپر ماسٹر ایک ایسے مائک کے سامنے بول رہا ہے، جہاں سے اُس کی آواز مختلف آلات سے گزرتی ہے اور تبدیل ہو کر اسپیکر کے ذریعے سنائی دیتی ہے۔ اُس کا اصل لب و لہجہ نہ تمھارے کانوں تک پہنچے گا نہ تم اُس کے دماغ تک پہنچ سکو گی۔"

بہرحال اُدھر سپر ماسٹر کہہ رہا تھا "ڈی کورا، تم مجرم بننے کے بعد جنرل کہلانے کے مستحق نہیں رہے۔ اس کے باوجود تمھیں ایک معزز شہری کی حیثیت دی جاتی ہے بشرطیکہ تم پھر ایک بار حکومت سے وفاداری کی قسم کھاؤ اور اپنی وفاداری کا ثبوت دو۔"

جنرل نے شکست خوردگی سے کہا "میں بہک گیا تھا۔ جرائم کے راستوں پر نکل گیا تھا۔ میں نے غداری کی۔ میں مجرم ہوں، یقیناً مجھے سزا ملنا چاہیے اور وہ موت کی ہی سزا ہو سکتی ہے۔ لیکن مجھے زندگی سے بہت پیار ہے، جتنی زندگی رہ گئی ہے، اسے پورا کرنا چاہتا ہوں۔"

سپر ماسٹر نے کہا "تمھیں سزائے موت نہیں ہو گی، طبعی عمر تک زندہ رکھا جائے گا۔ تمھارے لیے زندگی کی تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی، بولو اور کیا چاہتے ہو؟"

"مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ میں وہ ٹرانسفارمر مشین یہاں لے آؤں گا، لیکن . . ."

وہ کہتے کہتے رُک گیا۔ سپر ماسٹر نے کہا "اپنی بات پوری کرو۔"

اُس نے بات مکمل کرتے ہوئے کہا "لیکن مجھے یقین ہونا چاہیے

کہ ہمارے پاس کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا والی ہے۔"

"تم اِس کی فکر نہ کرو۔"

"جناب! سب سے پہلی فکر یہی ہے، آپ کسی خوش فہمی میں نہ رہیں، میں اپنی زبان سے بتاؤں گا کہ مشین کہاں چھپا رکھی ہے تو دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں اور ٹیلی پیتھی جاننے والے کان لگائے بغیر سُن لیتے ہیں۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آسکتے۔ لیکن آپ کی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہستی کو دماغ میں آنے کی اجازت دوں گا۔ اس طرح وہ مشین کے متعلق چُپ چاپ معلومات حاصل کرے گی۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے ایسا انتظامات کرے گی کہ دشمن دیکھتے رہ جائیں گے اور مشین یہاں پہنچ جائے گی۔"

"ڈی کورا! تمھاری باتوں میں وزن ہے، کیا تم مشین کی موجودہ پوزیشن لکھ کر دے سکتے ہو؟"

"بات زبان سے نکلے یا تحریر سے، وہ پرائی ہو جاتی ہے۔ یہ راز صرف ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک پہنچے گا۔ وہ مشین کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے ذریعے ہی بحفاظت لائی جاسکتی ہے۔ میں کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا۔ "مجھے زندگی عزیز ہے۔ جتنی زندگی رہ گئی ہے اُسے عیش و آرام سے گزارنا چاہتا ہوں۔ مجھے مجبور نہ کیا جائے اور میں مجبور ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں آپ کے پاس ہوں تو سمجھیے مشین بھی آپ کے پاس ہے۔ اب آپ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کی فکر کریں۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "ہم تمھارے تعاون سے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو یہاں تک لاسکتے ہیں۔ ہم نے اخبارات میں دیکھا ہے، کتنے ہی لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اُن کے پاس یہ علم جاننے والی ہستی ہے۔ اُن تمام لوگوں کے فون نمبر تمھارے پاس ہیں۔ تم ایک سے رابطہ قائم کر چکے ہو، یہاں بیٹھ کر باقی لوگوں سے معاملات طے کرو۔ شاید کسی سے کوئی بات بن ہی جائے۔"

"میں آپ کی ہر خدمت کے تیار ہوں۔"

"لیکن اب تم ڈی کورا کی حیثیت سے نہیں، میرے نمائندے بن کر بات کرو گے۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے۔"

اُس نے آرام سے بیٹھ کر ایک فون نمبر ڈائل کیا۔ اس فون کے ساتھ ایک بڑا سا اسپیکر منسلک تھا۔ سپر ماسٹر دُور کیبن میں بیٹھ کر دوسری طرف سے ہونے والی گفتگو سُن سکتا تھا۔ دوسری طرف سے کسی نے پوچھا۔ "ہیلو، کیا تم مشین کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہو؟"

ڈی کورا نے کہا: "ہاں میں وہی ہوں۔"

"پلیز ذرا ہولڈ آن رکھیں۔"

تھوڑی دیر بعد آواز سنائی دی: "ہیلو، میں ماسک مین بول رہا ہوں، اگر واقعی تمھارا تعلق مشین سے ہے اور تمھیں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے نام یاد ہیں تو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا آرمر میرے پاس ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

ماسک مین نے کہا: "میں نے اپنا تعارف کرا دیا ہے، تم اپنا تعارف کراؤ۔"

"میں سپر ماسٹر کا نمائندہ ہوں۔ آپ کو یہ خوش خبری سنانا چاہتا ہوں کہ ٹرانسفارمر مشین ہمیں واپس مل گئی ہے۔"

"میں سپر ماسٹر کو مبارک باد دیتا ہوں۔ فی الحقیقت ہم دو سپر پاورز ہیں۔ ایک سپر پاور کے پاس ٹیلی پیتھی جاننے والا آرمر ہے، دوسرے سپر پاور کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ یعنی ہمیشہ کی طرح ہمارے درمیان طاقت کا توازن ہے۔ آئندہ بھی یہ توازن برقرار رکھنے کے لیے ہم ایک دوسرے کے کام آسکتے ہیں۔"

"ہم کس طرح ایک دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟"

"سیدھی سی بات ہے کسی غیر جانبدار علاقے میں سپر ماسٹر وہ مشین لائے گا، میں آرمر کو لے کر آؤں گا۔ اس مشین کے ذریعے میرے کچھ آدمی اور سپر ماسٹر کے کچھ آدمی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں حاصل کریں گے۔ اس کے بعد مشین کے دو حصے کیے جائیں گے۔ ایک حصہ میں لے جاؤں گا تاکہ سپر ماسٹر مکمل مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج نہ بنالے۔"

"ہم آدھی مشین تو کیا، اس کا ایک پُرزہ بھی کسی کے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے۔ تمھاری کوئی شرط منظور نہیں ہے۔ ہمیں اور بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے مل سکتے ہیں۔ بے شک تم سپر پاور ہو۔ اب سپر ماسٹر ٹیلی پیتھی کے ذریعے تم سے زیادہ طاقتور بننے والا ہے۔"

ڈی کورا نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس کے بعد اسرائیلی ایجنٹ سے رابطہ قائم ہوا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ مشین سپر ماسٹر کے پاس ہے تو اُس نے خوش ہو کر کہا: "یہ تو ہمارے گھر کی بات ہو گئی۔ امریکیوں اور یہودیوں کا جنم جنم کا گٹھ جوڑ ہے۔ ہم اپنی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو نیویارک لائیں گے اُس کے ذریعے ہمارے اور تمھارے چند آدمی ٹیلی پیتھی۔ ۔ ۔"

ڈی کورا نے بات کاٹ کر کہا: "مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم جانتے ہیں، شیبا تمھارے پاس ہے۔ شیبا کو نیویارک بلانے کا مطلب ہے، ہم فرہاد کو اپنے سر پر مسلط کر لیں۔ سوری، ہم یہ خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہیں۔"

اُس نے مزید کچھ کہے سنے بغیر رابطہ ختم کر دیا۔ پھر سپر ماسٹر سے کہا: "جیسا کہ سب ہی جانتے ہیں، مہرینا نے اپنی ایک بہن کے دماغ میں بھی ٹیلی پیتھی کی صلاحیتیں منتقل کرائی تھیں، اُس کی بہن کا نام تنانہ ہے۔ ایک نامعلوم پارٹی نے دعویٰ کیا ہے کہ تنانہ اُن کے پاس ہے۔ معلوم ہوتا ہے، یہ لڑکی حالات کی ماری ہے اور ایسی ویسی پارٹی کے ہاتھ لگ گئی، اگر

[اُس] کے ہاتھ آجائے تو کسی خطرناک تنظیم سے معاملات کرنے کی [ضر]ورت نہیں پڑے گی۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "ایسی بات ہے تو وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اُس [سے] بات کرو۔"

اُس نے رابطہ قائم کیا۔ پھر کہا: "میں مشین والا ہوں، تم [تنانہ] کی بات کرو۔"

دوسری طرف سے کہا گیا: "ہم نے مال کے سلسلے میں صاف طور [پر ا]خبارات میں لکھ دیا تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والی تنانہ ہمارے پاس ہے۔ [ت]م جہاں مشین لاؤ گے وہاں ہم تنانہ کو لے آئیں گے۔"

اُس کی آواز سنتے ہی ادھر تنانہ نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اُس [ک]ے دماغ میں پہنچی۔ اُس نے فوراً سانس روک لی، یہ فوراً ڈی کورا کے پاس آگئی۔ وہ سانس روکنے والا کہہ رہا تھا: "مجھ سے چالبازی ہو رہی ہے۔ تمھارے پاس مشین ہو یا نہ ہو مگر ٹیلی پیتھی جاننے والی ایک ہستی ضرور موجود ہے۔ تم جھوٹا اشتہار دے کر ہمیں ٹریپ کرنا چاہتے ہو۔"

ڈی کورا نے ناگواری سے پوچھا: "یہ کیا بکواس ہے؟"

"بکواس تم کرتے ہو۔ کیا ابھی تم میں سے کسی نے خیال خوانی نہیں کی؟ اگر میں سانس نہیں روکتا تو تم لوگ میری اصلیت معلوم کر لیتے۔"

"مسٹر! تمھاری اس بات میں کتنی صداقت ہے؟ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو تم میں سے کسی کو گھاس نہ ڈالتے۔ کیا واقعی تمھارے دماغ میں کوئی آنا چاہتا تھا؟"

"ہاں، آنا چاہتا تھا۔ میں پوچھتا ہوں، کوئی اب سے پہلے کیوں نہیں آیا۔ تم سے رابطہ ہوتے ہی اُس نے میری آواز کیسے سُن لی؟ اگر تم سچے ہو تو یقین کر لو، کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بڑی خاموشی سے تمھارے اندر چھپا ہوا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے، کوئی میرے اندر نہیں آسکتا۔ میں پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کر لیتا ہوں اور پھر فوراً ہی سانس روک لیتا ہوں۔"

"اگر تمھارے قریب ابھی کوئی دوسرا موجود ہے تو پھر خیال خوانی کرنے والا اُس کے دماغ میں ضرور رہتا ہے۔"

ڈی کورا نے پریشان ہو کر سپر ماسٹر کی جانب دیکھا۔ اس وقت تہ خانے میں وہی اُس کے قریب تھا۔ سپر ماسٹر کیبن کے اندر سے ساری باتیں سُن رہا تھا۔ وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔ سوچ رہا تھا، یہ ناممکن تو نہیں ہے کوئی میرے دماغ میں جگہ بنا سکتا ہے مگر مجھے یقین نہیں آتا۔

پھر اُس نے بلند آواز میں کہا: "ڈی کورا! وہ شخص فون پر بکواس کر رہا ہے۔ میں ٹرانسفارمر آلات کے ذریعے اپنی آواز سناتا ہوں، کوئی میرے دماغ میں نہیں آسکتا۔ اس سے کہو، وہ تنانہ کے متعلق بات کرے۔"

اُس شخص نے کہا: "بات تو ختم ہو چکی ہے، تمھارے درمیان کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی موجودگی ثابت کرتی ہے کہ وہ تم سب کو اُلّو بنا رہا ہے۔ وہ کسی کو مشین استعمال کرنے کا موقع نہیں دے گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم نے جہاں مشین چھپائی ہو، وہ اب وہاں موجود نہ ہو۔ اگر موجود ہو تو وہ اُسے ناکارہ بنا چکا ہو۔"

اُس کی باتیں دل کو لگ رہی تھیں۔ ڈی کورا اور سپر ماسٹر دونوں ہی تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وہ شخص کہہ رہا تھا: "میرا نیک مشورہ ہے پہلے مشین کی خبر لو۔ میری ایک بات یاد رکھنا، اگر وہ مشین موجود نہ ہو تو سمجھ لینا، یہ دھاندلی صرف فرہاد کی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اُس کے مخالف خیال خوانی کرنے والے پیدا ہوتے رہیں۔ اگر مشین ہو تو مجھ سے معاملات طے کر لینا، میں انتظار کروں گا۔"

اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب اُن کے اندر بے چینی سی پیدا ہو گئی تھی۔ ڈی کورا نے کیبن کی طرف دیکھتے ہوئے سپر ماسٹر سے پوچھا: "کیا ہماری گفتگو کوئی تیسرا سُن رہا ہے؟"

"نہیں۔ اس تہ خانے میں میری اجازت کے بغیر کوئی نہیں آسکتا۔"

"سپر ماسٹر! کیا تم یہ تسلیم نہیں کرو گے کہ ہم میں سے کسی کے دماغ میں کوئی موجود ہے۔"

"تمھارے دماغ میں ہوسکتا ہے۔"

"میرا دماغ حساس ہے، تمھارا نہیں ہے۔"

"وہ شخص جھوٹ کہتا ہے، کوئی اُس کے دماغ میں نہیں گیا تھا وہ ہمیں اُلجھا رہا ہے۔"

"ہمیں اُلجھا کر اُسے کیا ملے گا۔ وہ تو ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پیش کرنا چاہتا تھا۔ وہ ہمارے کام آنے والا تھا۔ اُسے خطرہ محسوس ہوا تو وہ ہم سے کترا گیا۔ وہ بھی خوف زدہ ہے کہ فرہاد اُس کی تنانہ کو نہ لے اُڑے۔"

سپر ماسٹر نے کہا: "اُس شخص کی سچائی ثابت ہوسکتی ہے، اگر ہم مشین کی خبر لیں۔ فرہاد شیطانی دماغ کا نام ہے۔ وہ سمندر کی تہ میں اور پاتال میں پہنچ کر چھپی ہوئی چیزیں نکال لاتا ہے۔"

"میں اندیشوں میں گھر گیا ہوں، ایسا ہوسکتا ہے۔"

"سوچنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ خاموشی سے ایک کاغذ پر لکھ کر بتاؤ، وہ مشین کہاں ہے۔ میں وہاں مسلح فوجیوں کا سخت پہرا لگاؤں گا۔ ایک چیونٹی بھی اُدھر سے نہیں گزر سکے گی۔"

ڈی کورا کے اندر اندیشے جنم لے رہے تھے۔ وہ مشین کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔ تنانہ نے اُس کی سوچ میں سمجھایا: "میں خواہ مخواہ ہی پریشان ہو رہا ہوں۔ فون پہ بات کرنے والا کوئی چال باز ہے۔ اُس کے دماغ میں کوئی نہیں آیا تھا۔ وہ چاہتا ہے۔ میں اُس کی باتیں سچ مان کر مشین

کے خفیہ مقام تک جاؤں اور وہ شخص بھی تعاقب کرتا ہوا پہنچ جائے۔ نہیں مجھے عقل سے کام لینا چاہیے۔ میری سلامتی اسی میں ہے کہ میں سپر ماسٹر کو اپنی خواب گاہ کے اسٹور روم میں لے جاؤں۔"

اِدھر تنانہ اُسے سمجھا رہی تھی۔ اُدھر سپر ماسٹر ضد کر رہا تھا: "میں کہتا ہوں کاغذ پر لکھ کر دو۔ مشین کہاں ہے؟ یا مسلح فوجیوں کے ساتھ جاؤ، تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

پتا نہیں وہ شخص کون تھا، جو تنانہ کا حوالہ دے کر معاملات طے کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے ایک تو روپوش رہنے والی تنانہ کو عام کر دیا تھا۔ دوسرے یہ اندیشہ پیدا کر دیا تھا کہ شاید وہ مشین اپنی جگہ پر موجود نہیں ہے۔

آخر ڈی کورا مجبور ہو گیا۔ وہ مسلح فوجیوں کے ساتھ اپنی رہائش گاہ میں آیا۔ اُس کی ہدایت پر اسٹور روم کے فرش کو کھودا گیا۔ وہاں کچھ نہ تھا۔ فرش کے نیچے خالی گڑھا تھا۔ وہاں مشین اہم کاغذات کے ساتھ چھپائی گئی تھی۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے مصداق، وہاں سے ایک چوہا بھی نہ نکلا۔ فوج کے ایک اعلیٰ افسر نے ڈی کورا کا گریبان پکڑ کر ایک جھٹکا دیتے ہوئے کہا: "ہم سے فراڈ کرتے ہو۔ ہمارے جوانوں کو ایسی جگہ کھودنے کے لیے کہا، جہاں پہلے ہی خالی گڑھا تھا۔ بتاؤ، وہ مشین کہاں ہے؟"

ڈی کورا کا سر چکرا رہا تھا۔ اتنی اہم مشین ہاتھ سے نکلنے کے بعد اُس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تھا۔ اُس نے کہا: "آفیسر! اگر میں فراڈ ہوں، تو کیا گریبان پکڑنے سے مشین کی صحیح جگہ بتا دوں گا؟"

افسر نے فوراً ہی اُسے چھوڑ دیا۔ پھر کہا: "تمھاری سلامتی اسی میں ہے کہ ہمارا وقت ضائع نہ کرو۔ ہمیں مشین تک لے چلو۔"

"میں بھی یہی مشورہ دیتا ہوں، اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ مجھے سپر ماسٹر کے پاس لے چلو۔"

اُسے پھر اُسی تہ خانے میں لایا گیا۔ اس بار مزید تین افسران تھے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں، اس تہ خانے کے چار انچارج ہوتے تھے۔ پہلے سابقہ سپر ماسٹر جنرل ڈی کورا، کرنل جم اور میجر برائٹ تھے۔ اب اُن کی جگہ نئے سپر ماسٹر کے ساتھ تین نئے عہدیدار آ گئے تھے۔ ڈی کورا نے کہا: "میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ مشین میرے قبضے سے نکل چکی ہے۔ تم لوگ مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔ لیکن مرنے سے پہلے تم تینوں کو یہ اہم راز بتا دوں کہ نیا سپر ماسٹر تمھارے لیے خطرناک ہے۔ یہاں سے فون پر ایک پارٹی سے گفتگو ہوئی تھی۔ اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ فرہاد میرے یا میرے قریب والے کے دماغ میں موجود ہے۔ میں سانس روک لیتا ہوں، سپر ماسٹر ایسا نہیں کر سکتا۔ سات پردوں میں چھپنے سے کیا ہوتا ہے۔ فرہاد تو ٹرانسفارمر ساؤنڈ سسٹم کی دیواریں توڑ کر بھی دماغوں میں پہنچ جاتا ہے۔"

سپر ماسٹر نے گرج کر کہا: "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ میں نے اسے گرفتار کرایا۔ اب اسے موت کی سزا ملنے والی ہے۔ یہ مرتے وقت مجھ سے انتقام لینے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ میرے دماغ میں کوئی نہیں آ سکتا، کوئی نہیں آ سکتا۔ یہ غدار ہے، اس کی باتوں میں نہ آؤ۔"

"بے شک میں نے غداری کی، لیکن مرنے سے پہلے اپنے ملک کی بھلائی کے لیے کہتا ہوں، سپر ماسٹر بدل دو۔ ورنہ فرہاد اس کے اندر رہ کر تم پر حکمرانی کرے گا۔"

وہ تینوں عہدیدار، وہاں کوڈ ورڈز میں بلیک شپ کہلاتے تھے۔ ایک بلیک شپ نے کہا: "سپر ماسٹر! اس کی باتیں کہاں تک درست ہیں، اس کا فیصلہ خفیہ عدالت میں ہوگا۔ فی الحال تم مشکوک ہو، لہٰذا عدالتی فیصلہ ہونے تک یہ کرسی چھوڑ دو۔"

سپر ماسٹر کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا کیبن سے باہر آیا۔ پہلے اُس نے ڈی کورا کو گھور کر دیکھا۔ پھر تینوں بلیک شپ سے کہا: "عدالتی کارروائی کے دوران جج اور جیوری ہوں گے، اُن تمام لوگوں کے سامنے مجھے ٹرانسفارمر آلات کے بغیر بولنا ہوگا۔ سب ہی میری آواز اور لب و لہجہ سن لیں گے۔ سپر ماسٹر کی رازداری ختم ہو چکی ہے۔ میں نہیں جانتا پہلے کوئی میرے دماغ میں تھا یا نہیں، مگر اب آسانی سے آ سکے گا۔"

تنانہ نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ اُسے بڑی آسانی سے سپر ماسٹر کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ میرے پاس آ کر ہنستے ہوئے بولی: "اُس نامعلوم شخص نے میرے نام کا اخبارات میں حوالہ دیا، مجھ سے دشمنی کی مگر ایک طرح سے دوستی بھی کی۔ میں اُس کم بخت کے غلط اندازے کے باعث سپر ماسٹر تک پہنچ گئی ہوں۔"

میں نے کہا: "یہ کوئی کامیابی نہیں ہے۔ اب وہ سپر ماسٹر نہیں رہے گا، ایک عام آدمی بن جائے گا۔ لہٰذا ایک عام آدمی کے ساتھ وقت ضائع نہ کرو۔"

"کیا جنرل ڈی کورا کو چھوڑ دیا جائے؟"

"وہ تمھارا رشتے دار نہیں ہے، اُسے چھوڑ دو۔ وہ ہر حال میں مرے گا۔"

"ہم تمام دن جنرل ڈی کورا کے ساتھ لگے رہے۔ آخر فائدہ کیا ہوا۔ جب کہ ہم مشین پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں۔"

"فائدہ یہ ہوا کہ ہمیں کچھ اہم معلومات حاصل ہو گئیں۔ یہ معلوم ہوا کہ نیا سپر ماسٹر اپنی کرسی چھوڑ چکا ہے۔ اب کوئی دوسرا سپر ماسٹر آئے گا۔ ٹرانسفارمر مشین اور ٹیلی پیتھی کے موضوع پر جنرل ڈی کورا کی اہمیت ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے لیے اس کا جینا مرنا برابر ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اب تمھاری آزادی اور اطمینان کے دن ختم ہو چکے ہیں۔"

"میں سمجھ رہی ہوں، یہ بات چھپی نہیں رہے گی کہ مشین پھر کہیں گم ہو گئی ہے۔ سپر ماسٹر موجودہ ہو یا نیا، وہ سب تم پر شبہ کریں گے۔ دوسری تنظیم والے مشین اُڑا لے جانے کا الزام مجھ پر رکھیں گے۔ اس طرح سب ہی میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔ مجھے اب اپنی آلۂ کار عورتوں سے زیادہ رابطہ نہیں رکھنا چاہیے۔"

"یہ ہوئی عقل کی بات۔ اب دوسری عقل مندی دکھاؤ۔ یہاں سے تم اور خفیہ رہائش گاہ میں چلو۔ ہم ابھی اس مشین کے پرزے نکالیں گے۔"

وہ بیٹھی رہی۔ مجھے خاموشی سے تکتی رہی۔ میں نے پوچھا: "کیا اپنا وعدہ پورا نہیں کرو گی؟ تم جانتی ہو میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ پیش آنے والے خطرات کو محسوس کر لیتا ہوں۔ ہمیں اس مشین کے پرزوں کو آپس میں بانٹ لینا چاہیے۔"

"فرہاد! بے شک تم بہت تجربہ کار ہو۔ میرا ایمان ہے میں کوئی غلطی کروں گی تو تم مجھے سنبھال لو گے اور تمھارے مشورے کے بغیر کوئی قدم اٹھاؤں گی تو مجھے معاف کر دو گے۔"

"صاف صاف بولو۔ کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"ہم دونوں نے جہاں مشین لے جا کر رکھی تھی، میں نے وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کرا دی ہے۔"

میں نے اُسے ناگواری سے دیکھا، پھر کہا: "تم تمام دن میرے ساتھ رہیں۔ پھر مشین دوسری جگہ کیسے پہنچ گئی؟"

"میں نے خیال خوانی کے ذریعے اپنے باڈی گارڈ پیٹر پال کو حکم دیا تھا کہ وہ مشین کو دوسری جگہ چھپا دے اور فی الحال مجھے بھی اس کے متعلق کچھ نہ بتائے۔"

میں نے کہا: "تمھیں خدشہ تھا، میں تمھارے دماغ میں آ کر پھر مشین کی موجودہ جگہ معلوم کر لوں گا۔"

اُس نے جواب نہیں دیا۔ مجرموں کی طرح سر جھکائے بیٹھی رہی۔ میں نے کہا: "اگر تمھارا سر ندامت سے جھک رہا ہے تو ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ پیٹر پال سے پوچھو اور مجھے بتاؤ، مشین کہاں ہے؟"

"مت پوچھو، خدا کے لیے مت پوچھو۔ میں اپنی بہن کو اُس خطرناک عامل سے نجات دلاؤں گی۔ مورنیا سحر زدہ ہے۔ میں ایک نہ ایک دن اُسے اپنے ساتھ لاؤں گی۔ تنویمی عمل کے ذریعے پہلے اُس کا برین واش کروں گی۔ آج تک اُس کے دماغ میں جو عمل کیے گئے ہیں، اُن سب کو دماغ سے دھو ڈالوں گی۔ ہو سکتا ہے ٹیلی پیتھی بھی دھل جائے۔ ایسے وقت مجھے ٹرانسفارمر مشین کی ضرورت ہوگی۔ ایک دن مورنیا نے اس مشین کے ذریعے مجھے یہ علم سکھایا تھا۔ آئندہ میں اُس کا برین واش کر کے دوبارہ اُسے یہ علم سکھاؤں گی۔ یہ میرا فرض، میری محبت ہے، بہن کے لیے جذبات ہیں۔ خدا کے لیے ہم بہنوں کے راستے میں نہ آؤ۔ اس مشین کے حصول سے باز آ جاؤ۔"

میں نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر کہا: "میں تم دونوں بہنوں کے راستے میں نہیں آؤں گا، لہٰذا مجھے جانا چاہیے۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر گلے کا ہار بن گئی: "اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

"تنانہ! تمھارے حسن و شباب کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ میں یہ بھول گیا تھا کہ تم دونوں بہنوں کی رگوں میں ایک ہی خون دوڑ رہا ہے۔ آج تم نے مشین کے لیے فریب دیا۔ کل اپنی بہن کی طرح محبت کے سلسلے میں بھی فریب دے سکتی ہو۔"

"نہیں، کبھی نہیں، میں مر جاؤں گی مگر تمھارے سوا کسی کو منہ نہیں لگاؤں گی۔ مجھے غلط نہ سمجھو۔ مجھ پر مورنیا کی محبتوں کا قرض ہے۔ ایک بار یہ قرض اُتار لینے دو۔ میں ایک بار اُس کے کام آؤں گی۔ پھر اُسے اپنے ساتھ وفاداری اور ایمانداری سے رہنے پر مجبور کروں گی۔ اگر وہ مان جائے گی تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔ اگر پھر غلط راستے پر جائے گی تو میں صبر کر لوں گی۔ آئندہ کبھی اس کی حمایت نہیں کروں گی۔ پلیز فرہاد، مجھے غلط نہ سمجھو۔ تمھاری نظروں میں یہ میری غلطی ہے، صرف اسی ایک غلطی کو معاف کر دو۔"

"میں بہن کے لیے تمھارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ یہی بات تم پہلے بھی کہہ سکتی تھیں لیکن پہلے تم نے دھوکا دیا۔ تمھیں یقین تھا کہ تم اپنی من مانی کرنے کے بعد معافی مانگو گی تو میں معاف کر دوں گا۔ خوش ہو جاؤ کہ میں نے معاف کرا دیا ہے۔"

وہ بے یقینی سے بولی: "کیا سچ کہہ رہے ہو؟ صورت سے تو تم ناراض لگتے ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "تم سے کیسے ناراض ہو سکتا ہوں۔ تم نے تو بڑا زبردست سبق سکھایا ہے کہ عورت کی محبت اور وفاداری کی قدر کرنا چاہیے لیکن وہ چاہے کتنی ہی وفادار ہو، اس پر اندھا اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔"

"دیکھو آخر ناراض ہوئے نا؟ اب مجھ پر بھروسا نہیں کرو گے؟"

"صاف بات ہے، مرتے دم تک کسی عورت پر بھروسا نہیں کروں گا۔"

"میں پھر بھی تم سے پیار کرتی رہوں گی۔ تم پر جان دیتی رہوں گی۔"

"میں تمھاری مہربانیوں کا شکریہ ادا کرتا رہوں گا۔"

"ناراض ہو کر تو نہ جاؤ۔"

"میں دنیا سے نہیں جا رہا ہوں، ضرورت ہو تو آواز دے دینا، چلا آؤں گا۔"

میں نے ایک جھٹکے سے خود کو چھڑایا۔ تیزی سے چلتا ہوا دروازے تک آیا، پھر پلٹ کر کہا: "میں نے ابھی دعویٰ کیا تھا کہ میں گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکا ہوں، مگر آج کہتا ہوں، عورت کے گھاٹ سے پینے والا نہ دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا۔ آج فرہاد علی تیمور مشین کے سلسلے میں تم سے دھوکا کھا کر جا رہا ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے کمرے سے نکل کر دروازے کو زوردار آواز سے بند کیا۔ اس کی رہائش گاہ سے باہر آیا۔ غصے سے کار میں بیٹھ کر اُسے اسٹارٹ کیا، پھر ڈرائیو کرتے ہوئے احاطے سے باہر نکل آیا۔ اس کے بعد مین روڈ پر پہنچتے ہی مسکرانے لگا۔

اس میں کیا شک ہے۔ میں نے صرف گھاٹ گھاٹ کا پانی نہیں پیا۔ دوسروں کو بھی پلایا ہے۔ جب میں نے تنانہ کے ساتھ اس مشین کو

ایک رہائش گاہ میں منتقل کیا تھا، تب ہی اُس کی نظر بچا کر دو اہم پُرزے نکال لیے تھے۔

وہ دونوں پُرزے دریائے مسوری کی تہ میں ہوں گے۔

طیارہ بادلوں کے دوش پر پرواز کر رہا تھا۔ غلام باقی آرام سے ایک سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایئر ہوسٹس نے اُس پر جھکتے ہوئے مُسکرا کر پوچھا۔ تمام مسافر پی رہے ہیں، تم پیاسے کیوں ہو؟"

غلام باقی نے حسین ہوسٹس کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں صرف شراب سے نہیں شباب سے بھی پرہیز کرتا ہوں۔ ذرا فاصلہ رکھ کر بات کرو۔"

وہ "اونہہ" کہہ کر چلی گئی۔ مَیں نے اُسے مخاطب کیا۔ "باقی!"

"میرے آقا!" وہ ایک دم سے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ایک مورنیا کے چلے جانے سے تم مُسکرانا بھُول گئے ہو۔"

"مَیں کیا کروں، مجھے عورتوں سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔"

"کیا مَیں بھی رسونتی اور سونیا سے نفرت کرنا شروع کر دوں؟"

"میرے آقا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ کی تمام چاہنے والیاں محبت اور وفا کی دیویاں ہیں۔"

"یعنی تم مانتے ہو کہ عورتوں میں محبت اور وفا ہوتی ہے۔ سب ہی مورنیا جیسی نہیں ہوتیں۔"

"مانتا ہوں میرے آقا! آئندہ کسی عورت سے نفرت نہیں کروں گا، ہمیشہ خوش دلی سے مُسکرا کر بات کروں گا۔ لیکن کسی سے دل لگانے کی حماقت نہیں کروں گا۔"

"یہ تمھاری مرضی ہے لیکن ہر حال میں خوش مزاجی لازمی ہے۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ نے یہ نہیں بتایا، مجھے امریکا پہنچ کر کیا کرنا ہے۔ وہاں کن حالات سے گزرنا ہے، کچھ معلوم ہو جائے تو مَیں ذہنی طور پر پہلے سے تیار رہوں گا۔"

"مورنیا امریکا میں ہے۔"

"شاباش! تم مورنیا سے کوئی دلچسپی نہیں رکھو گے، لیکن اُس کے دیوانے کی ایکٹنگ تو ضرور کرو گے؟"

"ضرور کروں گا۔ اس کا مقصد بتا دیجیے۔"

"جس نے مورنیا کو اغوا کیا ہے، وہ تمھیں کینساس سٹی میں دیکھ کر بدک جائے گا۔ مورنیا ابھی اُس کے لیے جان سے زیادہ قیمتی ہے۔ وہ نہیں چاہے گا کہ تم دوبارہ اُسے اغوا کرو۔ وہ تمھیں نقصان پہنچانے کے لیے براہِ راست یا بالواسطہ ٹکرائے گا۔ مَیں چاہتا ہوں، وہ اپنے بِل سے نکلے اور میری نظروں میں آ جائے۔"

"سمجھ گیا۔ مَیں وہاں پہنچ کر مورنیا، مس امریکا کے لیے آہیں بھروں گا۔"

"تمھیں لندن ایئر پورٹ پر مورنیا کی بہت سی تصویریں ملیں گی۔ تم کینساس سٹی کے ہوٹلوں اور گلیوں میں وہ تصویریں دکھا کر اُس کا پتا ٹھکانا پوچھا کرو گے۔"

"اُس بَلا کی تصویریں مجھے چبھتی رہیں گی مگر مَیں اپنے پاس رکھوں گا۔ کیا مجھے لندن پہنچ کر جہاز سے اُترنا ہو گا؟"

"نہیں، ایک بین الاقوامی شہرت رکھنے والا جاسوس منگل پانڈے تل ابیب سے لندن پہنچ چکا ہے۔ وہاں سے وہ تمھارے ساتھ امریکا تک سفر کرے گا اور تمھیں مورنیا کی تصویریں دے گا۔"

"یہ منگل پانڈے اپنا آدمی ہے؟"

"اپنا خاص آدمی ہے۔ بس دیکھنے کی چیز ہے۔ اُسے تمھاری تصویر دکھائی گئی ہے، وہ تمھیں مورنیا کی تصویریں دے کر اجنبی بن جائے گا۔ مَیں جا رہا ہوں۔ ذرا دیکھوں، وہ انٹرنیشنل جاسوس کیا کر رہا ہے۔"

غلام باقی کا طیارہ لندن پہنچنے ہی والا تھا۔ اس سے پہلے میں منگل پانڈے کے پاس آ گیا۔ وہ امریکا جانے والے مسافروں کے ساتھ ویٹنگ ہال میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر نہایت قیمتی سوٹ تھا۔ نکٹائی کی وجہ سے اس کی گردن تن گئی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ گردن جھکائے گا تو نکٹائی کی گرہ چھپ جائے گی۔ اسے دکھانے کے لیے وہ اپنا سر بگلے کی طرح اٹھائے رکھتا تھا۔ چونکہ دن بہ دن شہرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ لہٰذا مکمل طور پر جاسوس نظر آنے کے لیے اُس نے پائپ پینا شروع کر دیا تھا۔ اس وقت بھی اُس کے ہونٹوں کے درمیان پائپ دبا ہوا تھا۔ وہ آنکھیں سکیڑ کر دُور تک بیٹھے ہوئے مسافروں کو یُوں دیکھ رہا تھا جیسے خطرناک مجرموں کو تاڑ رہا ہو۔ نہ جانے کس کی شامت آنے والی تھی۔

ایک شخص نے قریب آ کر پوچھا۔ "آپ جاسوس منگل پانڈے ہیں؟"

پھر اُس شخص نے اپنی ساتھی کو آواز دی۔ "روزی! کم آن۔ ہری اَپ، یہ جاسوس منگل پانڈے ہیں۔"

ایک لڑکی تیزی سے چلتی ہوئی آئی۔ اُس کے شانے سے کیمرا لٹک رہا تھا۔ منگل پانڈے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ روزی نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ نے تل ابیب میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیے ہیں۔ مَیں ایک امریکی رسالے میں کرائم رپورٹر ہوں۔ پلیز، مجھے چند تصویریں اتارنے کی اجازت دیجیے۔"

منگل پانڈے نے اُس کے گورے گورے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر مصافحہ کرنے کا چانس لیتے ہوئے کہا۔ "ذرا جلدی تصویریں اُتار لیں۔"

"جلدی کیوں؟"

وہ سرگوشی میں بولا۔ "کسی سے نہ کہنا۔ مَیں ایک بین الاقوامی مجرم کا پیچھا کر رہا ہوں۔"

"مَیں کسی سے نہیں کہوں گی۔"

وہ کیمرا سنبھال کر تصویریں اتارنے لگی۔ دائیں بائیں سے دوسرے لوگ بھی تصویریں اُتارنے لگے۔ ویٹنگ ہال میں چرچا ہو رہا تھا کہ جاسوس

منگل پانڈے وہاں موجود ہے۔ وہ دراصل کسی مجرم کا پیچھا نہیں کر رہا تھا، یونہی دھونس جمانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ بھلا ایک لڑکی کے پیٹ میں یہ بات کیسے رہتی۔ بات ایک کان سے دوسرے کانوں تک پہنچتی چلی گئی۔ ایک شخص نے گھبرا کر منگل پانڈے کی طرف دیکھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے کامیاب میک اپ کے باوجود ایک ہندوستانی جاسوس اُسے تاڑ لے گا۔

مجرم ٹونی بیکر بدنامِ زمانہ اسمگلر اور قاتل تھا۔ اُس نے پریشان ہو کر سوچا۔ "کیا منگل پانڈے نے مجھے پہچان لیا ہے یا اس فلائیٹ سے کوئی اور مجرم سفر کرنے والا ہے جسے یہ جاسوس تاڑ رہا ہے؟"

ٹونی بیکر نے ایسا سوچتے وقت منگل پانڈے کو دیکھا۔ یہ اتفاق ہی تھا، ٹھیک اُسی وقت منگل پانڈے نے پائپ کا کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے ٹونی بیکر کو دیکھا۔ مَیں منگل پانڈے کے دماغ میں تھا۔ اس نے دیکھا، ٹونی نے گھبرا کر دوسری طرف مُنہ پھیر لیا تھا۔ مجھے شُبہ ہوا۔ مَیں نے کہا۔ "پانڈے! مَیں فرہاد بول رہا ہوں۔ شاید تمھیں تنکا ملنے والا ہے۔ اب تمھارا دماغ جو کہتا ہے وہ کرتے جاؤ۔"

اُس نے میری مرضی کے مطابق دونوں ہاتھ اُٹھا کر تمام فوٹو گرافروں سے کہا۔ "مجھ ناچیز کی تصویریں اُتارنے والی خواتین و حضرات! تنہا میری تصویر مزہ نہیں دے گی۔ میں کسی کو ساتھ لے کر پوز بنوانا چاہتا ہوں۔"

وہ بڑی شان سے چلتا ہوا ٹونی بیکر کے پاس آیا۔ وہ پریشان ہو کر کھڑا ہو گیا۔ پانڈے نے کہا۔ "آؤ، ہم تصویر بنوائیں۔"

ٹونی نے ذرا پیچھے ہٹ کر کہا۔ "نہیں، مجھے تصویر اتروانے سے دلچسپی نہیں ہے۔"

مَیں نے پانڈے سے کہا۔ "اسے باتوں میں اُلجھاؤ۔"

پانڈے نے کہا۔ "بھئی تم تو لڑکیوں کی طرح شرما رہے ہو، اگر تم معزز شہری ہو تو مجھ جیسے جاسوس کے ساتھ تصویر اُتروانے میں فخر محسوس کرنا چاہیے۔"

پھر اُس نے فوٹو گرافروں سے کہا۔ "اِدھر آؤ۔ ذرا ان کے شرماتے اور کتراتے کی تصویریں اتارو۔"

مَیں نے کہا۔ "پانڈے! اس کا اصل نام ٹونی بیکر ہے۔ یہ جعلی نام اور پاسپورٹ کے ذریعے سفر کر رہا ہے۔ میک اپ میں ہے۔ اب تم اپنا کام دکھاؤ۔"

فوٹو گرافر اُن کی تصویریں اُتار رہے تھے۔ منگل پانڈے نے کہا۔ "اب ذرا ٹھہرو، اِن صاحب کا میک اپ اتارنے کے بعد تصویریں اُتاری جائیں گی۔"

ٹونی بیکر ایک دم سے اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر ریوالور نکالتے ہوئے بولا۔ "خبردار! کوئی اپنی جگہ سے ہلے گا تو گولی مار دوں گا۔ اور تم... تم جاسوس منگل پانڈے! مَیں نے سُنا تھا، تم بے حد خطرناک ہو۔ آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مَیں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بلا سے مَیں گرفتار ہو جاؤں اور موت کی سزا پاؤں۔ تمھیں مار ڈالنے کے بعد میرے دوسرے مجرم بھائی تو محفوظ رہیں گے۔"

اُس نے ٹریگر دبانا چاہا مگر نہ دبا سکا۔ پانڈے نے اشارہ سمجھ لیا۔ اُس نے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ ریوالور ہاتھ سے نکل کر دُور چلا گیا۔ وہ ریوالور کی طرف جانا چاہتا تھا۔ منگل پانڈے اس کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ بُری طرح پٹائی کر رہا تھا۔ پھر ایئر پورٹ کی سیکیورٹی فورس نے انھیں گھیر لیا۔ سیکیورٹی فورس کے افسر نے پوچھا۔ "کیا ثبوت ہے کہ یہ مسافر مجرم ہے؟"

پانڈے نے کہا۔ "آپ کو زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی۔ صرف اس کے چہرے پر وینشنگ کریم لگا دیجیے۔ اس کا اصل چہرہ سامنے آ جائے گا۔"

منگل پانڈے کے مشورے پر عمل کیا گیا۔ وینشنگ کریم منگوائی گئی۔ اُس کے چہرے پر لگائی گئی پھر تولیے سے پونچھا گیا۔ افسر نے حیرانی سے کہا۔ "ارے یہ تو بدنامِ زمانہ اسمگلر اور قاتل ٹونی بیکر ہے۔"

منگل پانڈے اور ٹونی بیکر کی تصویریں اُتاری جانے لگیں۔ پانڈے نے کہا۔ "ٹونی بیکر! یہ ایک جاسوس کی بدنصیبی ہے کہ اُس کی تصویریں ہمیشہ بدمعاشوں کے ساتھ اتاری جاتی ہیں۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ کسی شریف آدمی کے ساتھ میری تصویر اُتاری گئی ہو۔"

ذرا سی دیر میں ایئر پورٹ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاسوس کے کارنامے کی دھوم مچ گئی تھی۔ ہر ایک کی زبان پر منگل پانڈے کا نام تھا اور پانڈے کی گردن اور تن گئی تھی تاکہ نکٹائی کی گرہ نظر آتی رہے۔ اُس نے باقاعدہ جاسوس نظر آنے کے لیے پھر سے پائپ سلگا لیا تھا اور اسٹیم انجن کی طرح بھکا بھک دُھواں چھوڑتا جا رہا تھا۔ جیسے یہ کوئی علامت ہو کہ وہ مجرموں کو پکڑتا ہے اور دھوئیں کو چھوڑتا جاتا ہے۔

کوئی ایک گھنٹے بعد وہ اسی طیارے میں سفر کر رہا تھا، جس میں غلام باقی موجود تھا۔ مَیں نے اُن دونوں کو ٹوائلٹ کی طرف ایک ساتھ بھیجا۔ پہلے منگل پانڈے ٹوائلٹ میں گیا۔ وہاں مورنیا کی تصویروں کا لفافہ چھوڑ کر آ گیا۔ اس کے بعد غلام باقی گیا اور وہ لفافہ لے کر اپنی سیٹ پر پہنچ گیا۔ وہ لفافہ بیگ میں رکھنا چاہتا تھا۔ مَیں نے کہا۔ "دیوانے کی اداکاری اسی لمحے سے شروع کرو۔ مورنیا کی تصویریں دیکھو اور آہیں بھرو۔"

وہ جھینپ کر بولا۔ "میرے آقا! میرے ساتھ والی سیٹ خالی ہو گئی تھی، لندن سے ایک عورت یہاں آئی ہے۔ نہ جانے کیوں یہ مجھے بار بار دیکھتی ہے۔ مجھے اس کی موجودگی میں مورنیا کی تصویر دیکھ کر آہیں بھرتے ہوئے شرم آئے گی۔"

"تمھاری زندگی میں ایسے کئی مرحلے آئیں گے جب تمھیں بے شرم بننا پڑے گا۔ نہیں بنو گے تو کام بگڑ جائے گا۔ اگر تم کام بگاڑنا چاہتے

ہو تو کوئی بات نہیں۔"

"نہیں میرے آقا! میں آپ کا کام بگاڑنے سے پہلے مرجانا پسند کروں گا۔"

"تو پھر شروع ہو جاؤ۔"

وہ بیگ سے تصویریں نکال کر دیکھنے لگا۔ پاس بیٹھی ہوئی حسینہ ذرا قریب ہو کر دیکھنے لگی۔ غلام باقی نے مورنیا کی ایک تصویر کو دیکھ کر سرد آہ بھری۔

پاس بیٹھی ہوئی حسینہ ہنسنے لگی "یہ تو مس امریکا مورنیا ہے، تم تو اس کے دیوانے لگتے ہو۔"

غلام باقی نے پوچھا "کیا تم بتا سکتی ہو، مورنیا مجھے کہاں مل سکتی ہے؟"

وہ پھر ہنسنے لگی "یہ مس امریکا ایسی جگہ ہے، جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

"اس کا مطلب ہے تم جانتی ہو یہ کہاں ہے۔"

"پورے امریکا کی پولیس اور نہ جانے کتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے تلاش کر رہے ہیں، مگر یہ نہیں ملتی۔ اسی مناسبت سے میں نے کہا کہ یہ ایسی جگہ ہے جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ خیال خوانی کرنے والے اسے تلاش کر رہے ہیں؟"

"شاید تم اخبارات اور رسالے نہیں پڑھتے۔ مس امریکا کے متعلق عجیب عجیب سی کہانیاں شائع ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے ٹیلی پیتھی والی بات محض کہانی ہو، مگر وہ حسین ہے، مس امریکا ہے، اگر ٹیلی پیتھی والے بھی اسے ڈھونڈ رہے ہوں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی۔"

میں نے کہا "غلام باقی! اس عورت کا تعلق مورنیا یا اس کے اغوا کرنے والے سے نہیں ہے۔ وقت ضائع نہ کرو، امریکا پہنچنے تک نیند پوری کر لو۔"

وہ میری ہدایات پر عمل کرنے لگا۔ میں نے اسے خیال خوانی کے ذریعے سلا دیا۔ اس کے پاس بیٹھی ہوئی حسینہ نے کہا "میں نے پڑھا تھا کہ مس امریکا کسی نیگرو پر مرمٹی ہے۔ کیا تم وہی نیگرو ہو؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ نیگرو خراٹے لے رہا تھا۔

نیویارک پہنچنے پر پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز نے منگل پانڈے کو گھیر لیا۔ چاروں طرف سے فلیش لائٹس بجلی کی طرح چمکنے لگیں، صحافی سوالات کر رہے تھے "آپ نے لندن میں بدنام زمانہ اسمگلر اور قاتل ٹونی بیکر کو میک اپ میں کیسے پہچان لیا؟"

منگل پانڈے نے جواب دیا "آپ ایک جاسوس سے ایسے سوالات کر رہے ہیں جیسے کسی قصائی سے پوچھا جائے کہ وہ بھیڑ اور بکری کو کیسے پہچان لیتا ہے۔ اس کا تعلق اس ٹریننگ سے ہے جو میں نے اپنے بھارت دیس میں حاصل کی ہے۔"

کئی رپورٹرز نے سوال کیا "آپ پہلی بار امریکا تشریف لائے ہیں، کیا یہاں آنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟"

پانڈے نے کہا "جی ہاں، میں ایک عرصے سے ٹرانسفارمر مشین کا چرچا سنتا آ رہا ہوں۔ میں نے سوچا اس مشین کا قصہ ہی ختم کر دینا چاہیے لہٰذا میں یہاں آیا ہوں تو اب وہ مشین کسی کے پاس نہیں رہے گی۔ میں اسے ایک ہفتے کے اندر اپنے ملک ہندوستان لے جاؤں گا۔"

ایک نے سوال کیا "کیا آپ کو امریکی سرکار اس بات کی اجازت دے گی؟"

پانڈے نے سوال کیا "ابھی وہ مشین جس کے قبضے میں ہے کیا امریکی سرکار نے اسے اجازت دے رکھی ہے؟ یہ احمقانہ سوال ہے۔ آپ لوگ اس وقت کا انتظار کریں جب وہ مشین میرے ہاتھ آئے گی اور وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے۔"

منگل پانڈے کا یہ بیان شام کے اخبارات میں شائع ہوا تو مشین سے دلچسپی رکھنے والی تمام تنظیموں میں ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ یہ بیان نئے سپر ماسٹر کے لیے بھی ایک چیلنج تھا کہ ایک ہندوستانی جاسوس کس طرح مشین تک پہنچتا ہے اور کیسے ہندوستان لے جاتا ہے۔

تمام خطرناک تنظیمیں محتاط ہو کر منگل پانڈے کی نگرانی کرنے لگیں۔ اس کے بیان سے ثنا نہ چونک گئی تھی کیونکہ مشین اس کے پاس تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھا "فرہاد! یہ منگل پانڈے کون ہے؟ اخبارات اور رسالے والے اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھک رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے یہ کینسا اس سٹی میں قدم رکھتے ہی مشین تک پہنچ جائے گا۔"

میں نے انجان بن کر کہا "میں نے بھی منگل پانڈے کے متعلق سنا ہے۔ بہتر ہے تم اس کی تصویر دیکھ کر اس کے دماغ میں پہنچ جاؤ۔ ساری معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

میں جانتا تھا، ثنا نہ اس کے دماغ میں پہنچ کر بھی اس سے ہمارا تعلق معلوم نہیں کر سکے گی۔ پانڈے کو یہاں روانہ کرنے سے پہلے ہی شیبا نے اس پر تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ ہمیں کھلی آنکھوں سے اور بیدار ذہن سے پہچانے گا لیکن کبھی یہ نہیں سوچے گا کہ اس سے ہمارا کوئی تعلق ہے۔ اس طرح ثنا نہ مورنیا یا اور کوئی خیال خوانی کے ذریعے پانڈے سے ہمارا تعلق معلوم نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ وہ ہمارے متعلق کبھی نہ سوچتا، اور آدمی سوچ کے ذریعے ہی خیال خوانی کرنے والوں کے ہاتھوں پکڑا جاتا ہے۔

ثنا نہ نے اس کی تصویر دیکھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دماغ میں پہنچی۔ منگل پانڈے نے فوراً سانس روک لی۔ وہ واپس آ کر بولی "فرہاد! وہ سانس روک لیتا ہے۔"

میں نے کہا "ظاہر ہے، اتنا بڑا جاسوس ہے۔ کچھ غیر معمولی صلاحیتیں رکھتا ہوگا۔"

منگل پانڈے یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ یقیناً شیبا نے تنویمی عمل کے

[ذر]یعے اس کے دماغ کو حساس بنایا ہوگا۔

ثنا نہ نے پوچھا "فرہاد! تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ مشین تک [پہن]چ جائے گا۔ پلیز کچھ تو مشورہ دو۔"

میں نے کہا "سوری، اس مشین نے میرے اور تمہارے درمیان [فاص]لہ پیدا کر دیا ہے۔ جب تم اپنی بہن کی محبتوں کا قرض اتار دو گی اور [ت]ب تمہاری محبت صرف میرے لیے ہوگی تو میں مشین کے سلسلے [می]ں بات کروں گا۔ ابھی دوسری بات کرو۔"

وہ غصے سے بولی "تم کیا سمجھتے ہو، میں تمہاری محتاج ہوں۔ [م]یں اپنی مشین اور اپنی بہن کی حفاظت کر سکتی ہوں۔ میں جاسوس منگل پانڈے کو فنا کر دوں گی۔"

"جب تم ایسا کر سکتی ہو تو اس طرح کیوں چیخ رہی ہو، مجھے اپنا [ک]ام کرنے دو۔ میرا وقت ضائع نہ کرو۔ پلیز یہاں سے جاؤ۔"

وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی "تم خود غرض ہو، ہرجائی ہو، مجھ سے اچھی طرح کھیل کر دل بھر گیا تو بے رخی دکھا رہے ہو۔"

"تم اتنی حسین، اتنی دل نشین، اتنی پیاری پیاری سی ہو کہ تم سے کبھی دل نہیں بھر سکتا۔ میں ہر سانس میں تمہاری تمنا کرتا رہوں گا۔ دوسری بات کرو۔"

میری زبان سے اس انداز میں اپنی تعریف سن کر وہ دوسری باتیں بھول گئی، اس نے میٹھی ناراضگی کا اظہار کیا اور دماغ سے چلی گئی۔ اب اسے منگل پانڈے کی طرف سے فکر ہو گئی تھی۔ صرف اسے ہی نہیں، مشین سے دلچسپی رکھنے والے ہر فرد کی سوچ یہی تھی۔ کیا منگل پانڈے اس بار بھی اپنے کارنامے سے حیرت زدہ کر دے گا؟

جو لوگ ایسا سوچ رہے تھے، وہ کسی نہ کسی بہانے پانڈے کے قریب رہ کر معلوم کرنا چاہتے تھے، آخر وہ کس طرح مشین تک پہنچتا ہے۔ یوں قریب آنے والوں میں ایک لیڈی کرینا بھی تھی، اسے آئرن ہارڈی نے بھیجا تھا۔ اس وقت تک میں لیڈی کرینا اور آئرن ہارڈی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب کرینا نے ہوٹل کے ایک کمرے میں آ کر پانڈے کو مخاطب کیا تو مجھے کرینا اور پھر آئرن ہارڈی کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں دیر نہیں لگی۔

میں اپنے منصوبے میں کامیاب رہا تھا۔ کرینا کے دماغ تک پہنچتے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ ریتا خطرناک تنویمی عامل آئرن ہارڈی کے قابو میں ہے۔ کرینا نے ہوٹل کے کمرے میں آ کر کہا "ہیلو مسٹر منگل پانڈے! میرا تعلق ایک امریکی رسالے دی اسٹائل سے ہے۔ ہمارے رسالے میں جرائم کے متعلق مضامین شائع ہوتے ہیں۔ کیا ٹرانسفر مشین کا تعلق جرائم کی دنیا سے ہے۔"

منگل پانڈے نے جواب دیا "ہر وہ چیز جو دنیا میں تباہی پھیلاتی ہو، جرائم بلکہ بدترین جرائم سے تعلق رکھتی ہے۔"

کرینا نے کہا "میں آپ کی فین ہوں۔ آپ کے کارنامے شوق سے پڑھتی ہوں۔ کیا آج رات کا کھانا میرے ساتھ کھانا پسند کریں گے؟"

پانڈے نے مسکرا کر کہا "میں یقین سے کہتا ہوں، وہ رات کا کھانا کسی ہوٹل میں نہیں، کسی رہائش گاہ میں ہوگا۔"

"یقیناً میں اپنی رہائش گاہ میں بلا رہی ہوں۔"

"میں پوری تیاری کے ساتھ رات کے آٹھ بجے حاضر ہو جاؤں گا۔"

"پوری تیاری کا مطلب کیا ہوا؟"

"بھئی، میں جاسوس ہوں، ایک ریوالور اور چند جاسوسی آلات کے ساتھ آؤں گا۔ مجھے کسی وقت بھی ایسی چیزوں کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "آپ ضرور ایسی تیاریوں کے ساتھ آئیں۔ میں صاف دل کی عورت ہوں۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

وہ مسکراتے ہوئے چلی گئی۔ اس کے بعد بہرام گنگولی آیا۔ اس نے پانڈے کو گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا "تم کون ہو؟"

پانڈے نے جواب دیا "میرا نام آج کے تمام اخبارات میں ہے۔ جاؤ پہلے اخبار پڑھ کر آؤ۔"

بہرام گنگولی نے غراتے ہوئے کہا "میں تمہارا نام جانتا ہوں۔ نام معلوم ہوتے ہی میں نے تمہارا زائچہ تیار کیا تھا۔ پھر میں نے منتروں کے ذریعے دیوی ماتا کو رام کیا۔ تب پتا چلا تم پر کئی اَن دیکھے سائے ہیں، جو تمہاری حفاظت کرتے ہیں، تم غیر معمولی قوتوں کے حامل ہو، بتاؤ تم کون ہو؟"

"تم کون ہو؟"

"میں بہرام گنگولی ہر موجودہ سپر ماسٹر کا وفادار ہوں، میں نے سابقہ سپر ماسٹر کو وارننگ دی تھی کہ جنرل ڈی کورا پر کسی کا سایہ ہے۔ یہ سایہ سپر ماسٹر کو لے ڈوبے گا۔ میرا علم اور دیوی ماتا کا گیان غلط نہیں ہوتا۔ لیکن سپر ماسٹر نے میری بات نہیں مانی جس کے نتیجے میں اسے پاگل بنا کر پاگل خانے بھیج دیا گیا ہے۔ اب نیا سپر ماسٹر ہے، جب میں نے اسے تمہارا زائچہ بتایا تو وہ تم سے دوستی کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔"

پانڈے نے پوچھا "میرا زائچہ کیا کہتا ہے۔ ذرا میں بھی تو سنوں۔"

بہرام گنگولی نے کہا "تم سپر ماسٹر سے دوستی کر کے ہمیشہ عیش کرتے رہو گے۔ تمہارا زائچہ بتا رہا ہے، وہ مشین تمہارے ذریعے دوسروں تک پہنچے گی۔ وہ دوسرا سپر ماسٹر بھی ہو سکتا ہے۔"

پانڈے نے کہا "فرہاد، ماسک مین اور اسرائیلی ایجنٹ بھی ہو سکتے ہیں۔"

بہرام نے کہا "کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ کامیابی تمہارے ذریعے سپر ماسٹر کو ملنا چاہیے۔"

"مسٹر گنگولی! کیا یہ مانتے ہو کہ جو مرد ہو کر چھپتے ہیں، وہ بزدل ہوتے ہیں یا مجرم؟"

"بے شک بزدل یا مجرم چھپتے ہیں۔"

"اور میں جاسوس ہوں، ہر چھپی ہوئی چیز کو باہر نکال لاتا ہوں۔ سپر ماسٹر مجھ سے کوئی لین دین چاہتا ہے تو چھپ کر نہ رہے، ورنہ میں اسے بھی سات پردوں سے نکال لاؤں گا۔"

وہ غرا کر بولا "تو بہت بڑا بول بولتا ہے۔ یہ ہاتھ دیکھ رہا ہے ایک

سر پر رکھ دوں تو زمین میں دھنس جائے گا۔"

"ارے بڑے بھائی! میں شریف جاسوس ہوں۔ تمھارے جیسے دیو سے مار پیٹ نہیں کروں گا۔ تمھیں دیکھ کر یقین ہو گیا کہ سُپر ماسٹر کی کھوپڑی میں مغز نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو وہ میرے پاس صلح صفائی والے آدمی کو بھیجتا۔ جاؤ پہلوانی کرو۔ میرا وقت ضائع نہ کرو۔"

بہرام گنگولی نے اس کے جبڑوں کو ایک ہاتھ کے شکنجے میں لیا پھر اسے اُوپر اٹھاتا گیا۔ وہ گھبرا کر بولا "ارے۔ ارے یہ تو کمال ہو گیا۔ کبھی میری ماں نے بھی ایک ہاتھ سے نہیں اٹھایا تھا۔ دیکھو اُوپر سے چھوڑ نہ دینا، میں کمزور ہڈی کا آدمی ہوں۔"

پھر اس نے سوچ کے ذریعے مجھے مخاطب کیا "فرہاد صاحب! بھگوان کے لیے اس دیو سے بچائیے۔ یہ میرا کچومر نکال دے گا۔"

"میں نے آج تک نہیں دیکھا، آدمی کا کچومر کیسا ہوتا ہے، نکل لینے دو۔"

"ارے جناب! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟"

"جاسوس کو کبھی مار بھی کھانا پڑتی ہے۔ جتنی لات، جوتے کھاؤ گے، پکے اور ڈھیٹ جاسوس بنتے جاؤ گے۔"

بہرام گنگولی نے اسے سر سے بلند کیا۔ پھر ایک طرف پھینک دیا۔ وہ قالین پر گر کر کراہنے لگا "ہائے میں مر گیا۔ ہائے میری کمر۔"

میں نے پوچھا "پانڈے! وہ دوا کہاں ہے، جو ایسے موقعوں کے لیے ہوتی ہے؟"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میری جیب میں ہے۔"

"اسے دروازے کی طرف پھینک دو، اور بہرام گنگولی سے دوستی کرو۔"

اس نے بہرام کی نظر بچا کر دوا پھینکی، پھر کہا "میں ایک شرط پہ دوستی کر سکتا ہوں۔"

"میں ناکام واپس نہیں جاؤں گا۔ تجھ سے ہر شرط پہ دوستی کروں گا۔"

"ذرا بیل بجا کر ویٹر کو بلاؤ۔"

اس نے بیل بجائی، پھر پوچھا "کیا شرط پوری ہو گئی؟"

"ارے، بیل بجانے کی بھی کوئی شرط ہوتی ہے۔ تم نے میرا جوڑ جوڑ ہلا دیا ہے۔ دوستی اسی شرط پر ہو گی کہ تم میرے بدن کی مالش کرو۔"

وہ غرّا کر بولا "تو مجھے مالش کرنے کو کہہ رہا ہے... اُلو کے پٹھے، میں سُپر ماسٹر کا دایاں ہاتھ ہوں۔"

"تو بائیں ہاتھ سے مالش کر دو۔ جب تک میں اُٹھ کر بیٹھنے کے قابل نہیں ہوں گا، دوستی نہیں ہو گی۔"

بہرام نے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا... اس کا زائچہ کہہ رہا تھا، دوستی لازمی ہے۔ یہ شخص مشین تک پہنچے گا۔ دوستی ہو گی تو مشین سپر ماسٹر تک پہنچے گی۔ وہ مجبور ہو کر اس کے بدن کی مالش کرنے لگا۔ ویٹر کے آنے پر منگل پانڈے نے پوچھا "تمھارا نام کیا ہے؟"

ویٹر نے نام بتایا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ پانڈے نے دو ٹھنڈی بوتل کا آرڈر دیا۔ بہرام گنگولی نے کہا "میں نہیں پیوں گا۔"

"پھر دوستی نہیں ہو گی۔"

وہ غصے سے بولا "میں مالش تو کر ہی رہا ہوں۔"

"جب ایک ساتھ بوتل نہیں پیئیں گے تو دوستی کیسے ہو گی؟"

وہ گھونسا دکھا کر بولا "پی لوں گا۔"

ویٹر جانے لگا۔ جب وہ دروازے کے پاس پہنچا تو میں نے اس سے فرش پر پڑی ہوئی پلاسٹک کی شیشی اٹھوالی۔ وہ دوا لے کر چلا گیا۔ بہرام گنگولی مالش کر رہا تھا اور غصے سے پیچ و تاب کھا رہا تھا، کہہ رہا تھا "گدھے کے بچے! میں بہت خطرناک آدمی ہوں، قتل کرنا میرا شغل ہے۔ میں کالی مائی کے چرنوں میں لوگوں کی گردنیں کاٹتا ہوں۔ میں پاؤں زمین پر مارتا ہوں، تو زمین دھنس جاتی ہے، اور تو مجھ سے مالش کروا رہا ہے۔"

"گنگولی بھائی! پاؤں زمین پر کیوں مارتے ہو، زمین دھنس جائے تو تمھیں ایک پیسہ نہیں ملتا۔ مالش کا دھندا کرو، چار پیسے کما لو گے۔"

وہ شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے بولا "میں تمھاری گردن توڑ دوں گا۔"

"پھر سُپر ماسٹر کے پاس کیسے لے جاؤ گے؟"

بہرام گنگولی سختی سے ہونٹ بھینچ کر مالش کرنے لگا۔ میں اس دوران ویٹر کے ساتھ لگا رہا۔ اس کے ذریعے میں نے ایک بوتل میں دوا کے چند قطرے ٹپکائے۔ وہ ان بوتلوں کو ٹرے پر رکھ کر لایا۔ پانڈے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ دونوں آمنے سامنے صوفوں پر آ گئے۔ ویٹر چلا گیا۔ پانڈے نے میری مرضی کے مطابق ایک بوتل اٹھائی، ٹرے پر ایک رہ گئی تھی جسے بہرام گنگولی نے اُٹھا لیا۔ اسے جلدی جلدی پیتے ہوئے بولا "تم نے میرا بہت وقت برباد کیا ہے۔ جلدی پیو اور چلو۔"

پانڈے نے بوتل خالی کرنے کے بعد اُٹھ کر کہا "چلو۔"

بہرام گنگولی سر تھام کر بیٹھ گیا پھر بولا "یہ تو نے کیسی بوتل پلائی ہے۔ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔ تو ایک ہے، مجھے دو نظر آ رہے ہیں۔"

"گنگولی بھائی! ابھی سر ٹھیک ہو جائے گا۔ مگر دماغ کمزور رہے گا۔ آدمی خواہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو، وہ کمزور دماغ سے جسمانی قوت کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ پہلے میں تمھاری طرح شہ زور نہیں تھا۔ اَب طاقت کا توازن قائم ہو گیا ہے۔ چلو اٹھو۔ دو، دو ہاتھ ہو جائیں۔ میں تمھارے تمام دانت حلق میں اتار دوں گا۔"

وہ غصے سے اُٹھ کر بولا "میں تجھے دوست بنانا چاہتا ہوں تو تُو سر پر چڑھ رہا ہے۔ اَب تجھے زبردستی اُٹھا کر لے جاؤں گا۔"

اب اس کا سر نہیں چکرا رہا تھا۔ وہ خود کو نارمل محسوس کر رہا تھا مگر یہ محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ دماغ میں کوئی موجود ہے۔ پرائی سوچوں کو سمجھ لینے والی غیر معمولی حس ختم ہو گئی تھی۔ اس نے پانڈے کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچنا چاہا۔ وہ اُچھل کر پیچھے چلا گیا۔ اس نے غصے سے چھلانگ لگائی۔ پانڈے پھر ایک طرف ہو گیا۔ بہرام اوندھے منہ فرش پر آیا۔ میں اِدھر

[...]نا تھا کہ وہ کس انداز میں حملہ کرے گا۔ اِدھر میں حملہ ہوتے ہی پانڈے [...]ا تھا۔ اس نے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ بہرام گنگولی توہین کے احساس [...]ا گیا۔ ایک درندے کی طرح غرّاتا ہوا وہ فرش پر سے اُٹھا۔ اسے پکڑنے [...] دوڑا، پھر جنون میں آکر دوڑتا چلا گیا۔ وہ ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ اسے [...]ے اُدھر نچا رہا تھا۔ پھر وہ اُسے دوڑاتا ہوا باہر آ گیا۔

باہر بالکونی تھی، نیچے بڑا سا ڈائننگ ہال تھا۔ پانڈے نے بالکونی [...]ک کے پاس آکر بہرام کے منہ پر تھوک دیا پھر تو وہ حد سے باہر ہو گیا۔ [...]ے پاگل ہو کر شیر کی طرح گرجتا ہوا چھلانگ لگانے کے انداز میں [...]پر آیا۔ وہ بیٹھ گیا۔ بہرام ریلنگ سے ٹکرا کر آدھا اِدھر آدھا اُدھر [...] پانڈے نے اس کی دونوں ٹانگیں اٹھا کر دوسری طرف اُلٹا دیا۔

نیچے دور تک بچھی ہوئی لمبی چوڑی میز پر کسی تقریب کے سلسلے [...]ھانا ہو رہا تھا۔ وہ اُوپر سے آکر میز پر ایک دھماکے سے گرا۔ اس کے [...]ں سے کانچ کے برتن، جگ اور گلاس چُور چُور ہو گئے۔ میز کے ٹکڑے [...]ے۔ وہ اندر فرش کی طرف گیا۔ عورتیں چیخ مار کر بھاگنے لگیں۔ دوسرے [...] بھی حواس باختہ تھے۔ نہ جانے کانچ کے کتنے گلاس اور برتن ٹوٹ کر [...]ں کے جسم میں پیوست ہو گئے تھے۔ وہ سر سے پاؤں تک لہو میں بھیگ [...] تھا۔ اس کے باوجود جنون میں مبتلا تھا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا۔ [...]ھے یہاں آنے سے پہلے اپنے ستارے بھی دیکھ لینا چاہیے تھے۔ اَب [...]زت اسی میں ہے کہ میں بے ہوش ہو جاؤں۔"

"نہیں۔" وہ درندے کی طرح غرّاتا ہوا اُٹھنے لگا۔ لوگ سہم کر دور [...]ٹنے لگے، بہت سے لوگ اُوپر دیکھ رہے تھے۔ وہ بالکونی کی ریلنگ کے [...]س دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا تھا۔ کہہ رہا تھا "میں ہوں انٹرنیشنل [...]جاسوس منگل پانڈے! میں یہاں کی انتظامیہ کو وارننگ دیتا ہوں۔ آئندہ یہ [...]شخص یہاں نظر آیا تو میں اس کے ساتھ ہوٹل والوں کا بھی حلیہ بگاڑ دوں گا۔"

یہ وارننگ دے کر وہ بالکونی سے چلا گیا۔ بہرام گنگولی تیزی سے اُٹھ کر زینے کی طرف جا رہا تھا۔ ہوٹل کے تمام ملازم اسے گھیرنے اور منع کرنے لگے، لیکن وہ اُوپر پانڈے کی طرف جا رہا تھا۔ تمام ملازموں نے اسے چاروں طرف سے جکڑ لیا۔ وہ کسی کے بس کا نہیں تھا۔ ایک ایک کو اُٹھا کر پھینک رہا تھا۔ اتنے میں پولیس آ گئی۔ وہ پولیس کے قابو میں بھی نہ آتا لیکن اسے کئی ریوالوروں کی زد میں رکھ لیا گیا تھا۔

لیڈی کرینا ابھی اسی ہوٹل میں تھی۔ اس نے منگل پانڈے سے رخصت ہونے کے بعد بہرام گنگولی کو اس کمرے میں جاتے دیکھا تھا۔ مورینا نے تنویمی عمل کے دوران آئرن ہارڈی کو اپنی پوری ہسٹری سنائی تھی۔ اس نے بہرام گنگولی کا بھی ذکر کیا تھا اور جیسا ہیبت ناک حلیہ بیان کیا تھا، ویسے حلیے کے آدمی کو ہوٹل میں دیکھ کر لیڈی کرینا ٹھٹک گئی تھی — کاؤنٹر پر جاسوس سے ملاقات کرنے والوں کا نام اور پتا لکھا جاتا تھا۔ یہ ہدایت منگل پانڈے نے دے رکھی تھی۔ بہرحال کرینا نے کاؤنٹر پر آکر بہرام گنگولی کا نام پڑھ لیا۔ پھر وہ وہیں بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔

مورینا کے بیان کے مطابق بہرام گنگولی سُپر ماسٹر کا قابلِ اعتماد ماتحت تھا۔ کرینا سوچ رہی تھی "اگر میں بہرام سے دوستی کر لوں تو اس پہاڑ کے ساتھ میری راہیں روشن ہو جائیں گی۔ پھر میں اس کے ذریعے سُپر ماسٹر کی اہم باتیں آئرن ہارڈی تک پہنچاؤں تو وہ مجھے اور مالا مال کرتا رہے گا۔"

اس نے ہوٹل میں بیٹھ کر آئرن ہارڈی کو فون کیا۔ اسے تمام باتیں بتانے کے بعد پوچھا "کیا میں بہرام گنگولی سے دوستی کر لوں؟"

"اگر تم اس سے دوستی کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو تمھیں منہ مانگا انعام دوں گا۔"

"جاسوس کا کیا ہو گا؟"

"اسے میرے آدمی گھیر کر لے آئیں گے۔"

ایسے ہی وقت دھماکا سنائی دیا تھا۔ آئرن ہارڈی نے پوچھا "یہ آواز کیسی ہے؟"

لیڈی کرینا حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی کہنے لگی۔ "آئرن! مجھے آنکھوں سے دیکھ کر بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔ اس جاسوس نے پہاڑ جیسے بہرام گنگولی کو اُٹھا کر گراؤنڈ فلور پر پھینک دیا ہے۔"

آئرن ہارڈی نے کہا "اس کا مطلب ہے جاسوس جسمانی طور پر بھاری ٹکّر کا آدمی ہے۔"

کرینا نے کہا "کیا خاک ہے۔ جاسوس منگل پانڈے جسمانی طور پست قد، موٹا اور بھدا ہے۔ وہ تمھارے اور بہرام کے سامنے چیونٹی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، اس نے کس طرح بہرام کو اُوپر سے نیچے پھینک دیا۔"

"زیادہ کمنٹری نہ کرو، بہرام کے پاس جاؤ۔"

"اسے پولیس لے جا رہی ہے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ سُپر ماسٹر کا آدمی ہے۔ پولیس اسٹیشن پہنچنے سے پہلے ہی چھوٹ جائے گا۔ اس کا پیچھا کرو۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ لیڈی کرینا بھی ریسیور رکھ کر جانا چاہتی تھی مگر ہوٹل کے دروازے کی جانب دیکھتے ہی چونک گئی۔ جلدی سے ریسیور اُٹھایا۔ پھر نمبر ڈائل کیے۔ چند لمحوں کے بعد آئرن ہارڈی کی آواز سنائی دی۔ کرینا نے کہا "میں بول رہی ہوں۔"

غصے سے پوچھا گیا "کیا آج تمھیں بولنے کا مرض ہو گیا ہے؟"

"ایک بہت اہم اطلاع ہے۔ میں غلام باقی کو دیکھ رہی ہوں۔ وہ ہوٹل میں داخل ہو کر کاؤنٹر کی طرف جا رہا ہے۔"

"کیا؟ غلام باقی اور یہاں؟ تم تھوڑی دیر کے لیے رُک جاؤ۔ معلوم کرو کہ وہ یہاں کیا کرتا پھر رہا ہے؟"

کرینا ریسیور رکھ کر کاؤنٹر کے پاس آئی۔ غلام باقی کاؤنٹر گرل کو مورینا کی تصویر دکھا رہا تھا۔ کاؤنٹر گرل نے ہنستے ہوئے کہا "اسے کون نہیں جانتا، یہ تو مس امریکا ہے۔"

میں نے کہا: "باقی دشمن کا ایک مہرہ تمھارے قریب ہے۔ تم اس سے انجان رہو، مگر اغوا کرنے والے کو چیلنج کرو۔"

غلام باقی نے کاؤنٹر گرل سے تصویر لیتے ہوئے کہا: "تم نے شاید اخباروں اور رسالوں میں پڑھا ہوگا کہ مورینا ایک نیگرو کی دیوانی ہو گئی ہے، وہ نیگرو میں ہوں۔"

"اچھا!" لڑکی نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں، میں اسے پیرس سے گیا تھا۔ ایک شیطان اغوا کرکے یہاں لے آیا ہے۔ میں اسی کی تلاش میں آیا ہوں، اس شیطان کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اپنی مورینا کو واپس لے کر رہوں گا۔ وہ میری ہے، میری رہے گی۔"

اس نے جیب سے سو ڈالر کا ایک نوٹ نکال کر کاؤنٹر گرل کے ہاتھ میں رکھتے ہوئے کہا: "میں ہوٹل انٹرکام کے روم نمبر دو سو تین میں ایک ہفتے تک رہوں گا۔ اگر تمھیں مورینا کا پتا ملے تو پلیز فون پر فوراً اطلاع دینا۔ میں سو ڈالر اور دوں گا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ کرینا پھر پبلک کال کاؤنٹر پر آئی۔ ریسیور اٹھا کر رابطہ قائم ہونے کے بعد کہا: "غلام باقی ایک دیوانے کی طرح مورینا کو تلاش کر رہا ہے اور چیلنج کر رہا ہے کہ اغوا کرنے والے کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"یہ بُرا ہوا؟"

"کیا تم اس نیگرو کی آمد سے پریشان ہو؟"

"میں ایسے دس غلام باقی کو نچوڑ کر رکھ دوں گا لیکن اس کے پیچھے فرہاد کی ٹیلی پیتھی جاننے والی پوری ٹیم ہے۔ میں جان دے دوں گا لیکن مورینا کو نہیں جانے دوں گا۔ میرے سر پر خطرہ منڈلا رہا ہے۔"

"ہوٹل انٹرکام کے روم نمبر دو سو تین میں اس کا قیام ہے۔"

"آج ہوٹل میں اس کا آخری دن ہوگا۔ تم بہرام گنگولی کی خبر لو۔"

ان کے درمیان رابطہ ختم ہو گیا۔ میں نے غلام باقی سے کہا: "تمھارے لیے تیر کمان پر چڑھ گیا ہے۔ کسی بھی اندھیرے سے آ سکتا ہے۔ ہوٹل پہنچ کر وہاں کے کسی بھی ملازم سے بات کرو۔ میں اس کے ذریعے کچن اسٹاف تک پہنچوں گا۔ تاکہ کوئی تمھارے کھانے پینے کی چیز میں زہر نہ ملائے۔"

غلام باقی کو مارنے کے لیے جتنے پوشیدہ ذرائع استعمال کیے جا سکتے تھے، میں ان سب پر نظر رکھنے لگا۔ اگر آئرن ہارڈی یا اس کے آدمی سامنے آ کر حملہ کرتے تو غلام باقی ان کے قابو میں کبھی نہ آتا۔ ایک گھنٹے بعد میرا شبہ درست نکلا۔ غلام نے چائے کا آرڈر دیا۔ کچن کے انچارج نے قہوہ خود تیار کیا، اس میں ایک زہریلا سفوف حل کیا۔ پھر ایک بیرے کو چائے کی ٹرے دینا چاہتا تھا، میں نے ایسا کرنے نہیں دیا۔ اس انچارج کو وہ چائے پینے پر مجبور کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس کی موت کی خبر کچن سے باہر نکلی۔ انتظامیہ اس بات کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہاں قیام کرنے والوں کو معلوم ہوتا کہ اتنے بڑے اور معتبر ہوٹل کے کچن میں زہر پلائی جاتی تھی تو لوگ وہاں کا پانی بھی نہ پیتے، بلکہ ہوٹل چھوڑ دیتے۔

میں نے اپنی خفیہ رہائش گاہ کے فون کا ریسیور اٹھایا۔ آئرن ہارڈی سے رابطہ قائم کیا۔ پھر اس کی آواز سنتے ہی کہا: "تم دماغ میں آنے نہیں دو گے اس لیے فون کو ذریعہ بنایا ہے۔"

"کون؟ فرہاد علی تیمور؟"

"ہاں، میں تمھارے ہر معاملے کے قریب تر ہوں۔ اسی لیے کچن کے انچارج نے میرے آدمی کے حصے کا زہر پی لیا ہے۔"

اُسے چُپ لگ گئی۔ میں نے کہا: "میری پہلی اور آخری وارننگ ہے، تمھارا کوئی آدمی غلام باقی کے قریب نہ جائے۔ دانش مندی یہی ہے کہ مورینا کو آزاد کر دو۔ میں تو کھل کر سامنے آ گیا ہوں۔ سونیا اور شیبا کی ٹیلی پیتھی کس طرح سرنگ بنا رہی ہے، یہ معلوم ہوگا تو اس وقت تک تمھارے ہوش اُڑ چکے ہوں گے۔"

یہ کہتے ہی میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اس کے ہوش اُڑانے کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا۔ غلام باقی نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا تاکہ اس پر اچانک کہیں سے حملہ نہ ہو سکے۔ میں نے اسے خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتا کر کہا: "پورے شہر میں بھٹکتے پھرو۔ جب یقین ہو جائے کہ تعاقب نہیں ہو رہا ہے تو میرے پاس چلے آنا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوا۔ اسی وقت پرائی سوچ کی لہر محسوس ہوئی۔ مورینا کی آواز آئی: "سانس نہ روکنا۔ میں ہوں۔"

"واپس جاؤ۔ میں آ رہا ہوں۔"

میں نے سانس روک لی۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ آئرن ہارڈی رابطہ ختم ہونے کے بعد مورینا کو میرے پاس بھیجے گا۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مورینا کے دماغ میں جگہ مل گئی۔ وہ انتظار کر رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں اور کان بہرے ہو گئے تھے۔ میں نے کہا: "تم اس حالت میں مجھے آئرن ہارڈی تک پہنچنے نہیں دو گی اور وہ تمھیں میرے دماغ میں بھیج کر میرا ٹھکانا نہیں معلوم کر سکے گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ میں یہ کہنے آئی تھی کہ آئرن ہارڈی مجھے تمھارے حوالے کرنے کے متعلق سنجیدگی سے غور کر رہا ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"میں یقین دلاتی ہوں، وہ دو دن کی مہلت چاہتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے، اسے دو دن کے اندر مشین تک پہنچ جانے کا یقین ہے۔"

"تم کہاں کی بات کہاں لے جاتے ہو۔"

"بات کو جہاں پہنچنا تھا، وہاں پہنچ گئی۔ اس اطلاع کا شکریہ۔ میرے دماغ میں نہ آنا۔ جگہ نہیں ملے گی۔"

میں واپس آ گیا۔ مورینا میری بات آئرن ہارڈی کو پہنچا رہی ہوگی۔ وہ یہ سُن کر اور بوکھلا جائے گا کہ مجھے اس کے مشین تک پہنچنے کا علم ہو رہا ہے۔

یہی موقعوں پر بڑے بڑے مجرم کوئی غلطی کر بیٹھتے ہیں۔

میں نے تنانہ کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے پوچھا: "کون فرہاد! ہو؟ میں آ رہی ہوں۔"

میں واپس آ گیا۔ یہ جانتا تھا کہ وہ مجھے اپنے دماغ میں ٹھہرنے نہیں دے گی۔ نہ جانے بہن کے لیے کیا کرتی پھر رہی تھی۔ مجھ سے چھپا رہی تھی۔ وہ میرے پاس آ کر بولی: "کیسے یاد کیا؟"

"میں ابھی مورینا سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ بے چاری اپنے عاشق آئرن ہارڈی کے لیے پریشان ہے۔ جا کر بہن کو تسلیاں دو۔ میں بھی تمھیں زیادہ دیر اپنے دماغ میں نہیں رہنے دوں گا۔ اب جاؤ۔"

"ذرا ٹھہرو۔"

"کیا تم مجھے اپنے پاس ٹھہرنے دیتی ہو؟"

میں نے سانس روک لی۔ وہ باہر ہو گئی۔ پھر جھنجلا کر آئی: "اے میں تم سے سمجھ لوں گی۔ بتاؤ ابھی کہاں ہو، میں آ کے جھگڑا کروں گی۔"

"میرا موجودہ پتا نہ پوچھو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں، آئرن ہارڈی مجھ تک پہنچنے کے لیے کون کون سے راستے اختیار کرتا ہے، تم اس کے لیے راستہ نہ بنو۔"

میں نے اسے دماغ سے نکال دیا۔ ابھی اس کی بہن کی پریشانی کا ذکر کیا تھا۔ وہ اس کے پاس جا سکتی تھی۔ میں نے چند لمحوں تک انتظار کیا پھر مورینا کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس نے سانس نہیں روکی، نہ ہی مجھے محسوس کیا۔ دماغ کا دروازہ پہلے سے کھلا ہوا تھا کیونکہ تنانہ وہاں موجود تھی اور پوچھ رہی تھی: "مورینا! کیا تم پریشان ہو؟"

مورینا کی آنکھیں اسی طرح بند تھیں، کان بہرے تھے۔ وہ بہن کو بھی یہ جاننے کا موقع نہیں دیتی تھی کہ آئرن ہارڈی کے کس خفیہ اڈے میں رہتی ہے۔ اس نے تنانہ سے پوچھا: "تمھیں یہ خیال کیسے پیدا ہوا کہ میں پریشان ہو سکتی ہوں! کیا فرہاد نے تم سے کہا ہے؟"

تنانہ ہنستے ہوئے بولی: "فرہاد میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ میں تمھارے مشورے کے مطابق شروع سے گمنام زندگی گزار رہی ہوں۔"

"مجھے خوشی ہے۔ تم میرے مشوروں پر عمل کرتے ہوئے خطرناک لوگوں سے بہت دور اطمینان بخش زندگی گزار رہی ہو۔"

"لیکن اب تمھاری خاطر مجھے منظرِ عام پر آنا ہوگا۔"

"میری خاطر کیوں؟"

"میں تم سے چھوٹی ہوں، مگر نادان نہیں ہوں۔ جب تمھارے پاس آتی ہوں، تمھاری آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

"میں تمھیں بتا چکی ہوں، اپنی حفاظت کے لیے ایسا کرتی ہوں۔"

"تم مجھے بہلا رہی ہو۔ میں یقین سے کہتی ہوں، تم پر کسی نے سحر کیا ہے۔ یا تنویمی عمل کے زیرِ اثر بے اختیار اندھی اور بہری ہو جاتی ہو۔"

"تم کتنی بار یہ بات کہہ چکی ہو۔ آج میں نے آئرن ہارڈی سے تمھارا ذکر کیا تھا۔"

تنانہ نے انجان بن کر پوچھا: "یہ آئرن ہارڈی کون ہے؟"

"تمھارے بہنوئی ہیں۔"

"کیا شادی ہو چکی ہے؟"

"ابھی نہیں، مگر ہو جائے گی۔"

"جب تک نہ ہو کسی کو میرا بہنوئی نہ کہو۔ مجھے شرم آتی ہے۔ میں نے اخبارات میں ایک نیگرو کے ساتھ اسکینڈل پڑھا ہے۔ مورینا! تم ایسی بدنام زندگی کیوں گزار رہی ہو؟"

"میں نے نیگرو کے ساتھ جذباتی غلطی کی تھی مگر آئرن ہارڈی کے ساتھ دلی رشتہ ہے۔ ہم جلد ہی شادی کرنے والے ہیں۔"

"وہ کبھی شادی نہیں کرے گا۔ کرے گا بھی تو محض تمھاری ٹیلی پیتھی سے فائدہ اٹھائے گا۔ جس دن مشین حاصل ہو گی، وہ تمھاری خیال خوانی کی صلاحیتیں اپنے دماغ میں منتقل کر لے گا۔ پھر تمھیں دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکے گا۔"

"چُپ ہو جاؤ تنانہ! میں آئرن ہارڈی کے خلاف ایک لفظ سُننا پسند نہیں کرتی۔ تم نہیں جانتیں، وہ کتنا شہ زور اور سخت ہے۔ فرہاد کو ایک چٹکی میں مسل سکتا ہے۔ تمھیں بھی آئرن ہارڈی کی پناہ میں رہنا چاہیے۔ جب وہ ٹیلی پیتھی سیکھ لے گا تو ہم تین خیال خوانی کرنے والے فرہاد کے خیال خوانی کرنے والوں کے مقابلے پر آئیں گے۔ اس کی نہ ختم ہونے والی شہرت کو فنا کر دیں گے۔"

تنانہ نے کہا: "میں تمھاری بہن ہوں۔ تمھارا ساتھ ضرور دوں گی۔ بتاؤ ہماری ملاقات کب اور کہاں ہو سکتی ہے؟"

"تم کسی وقت بھی گھر سے چل پڑو۔ اپنے دماغ کو میرے لیے آزاد چھوڑ دو۔ میں تمھیں اپنے پاس لے آؤں گی۔"

"نہیں مورینا! میں جب تک آئرن ہارڈی کے متعلق خود چھان بین نہیں کر لوں گی، اس وقت تک تمھارے پاس نہیں آؤں گی۔ آؤں گی تو اجنبی لوگوں کے درمیان اُلجھ کر رہ جاؤں گی۔"

"میں تمھاری بہن ہوں، اجنبی نہیں ہوں۔"

"تم خود اپنے لیے بیگانی ہو۔ تمھیں پتا نہیں ہے کہ کسی نے تم پر تنویمی عمل کے ذریعے مکمل قبضہ جما لیا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اپنی آنکھیں کھولو۔ اپنے کانوں کو حساس بناؤ۔ مجھے اپنے آس پاس کی آوازیں سننے دو۔ اگر تم سحر زدہ نہیں ہو تو اپنے دماغ کو میرے لیے آزاد کر دو۔ جہاں ہو وہاں سے نکل پڑو۔ میں تمھیں اپنے پاس لے آؤں گی۔"

"تنانہ! تم اپنی عمر سے زیادہ چالاکی کی باتیں کر رہی ہو۔"

"مورینا! یہ تم نہیں، آئرن ہارڈی کی زبان بول رہی ہے۔ اگر تم ہوش میں ہوتیں تو میری چالاکی پر فخر کرتیں۔"

"میری بہن، مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں یہی پوچھنے آئی ہوں، تم پریشان کیوں ہو؟"

"فرہاد میرا مطالبہ کر رہا ہے۔ وہ اپنی پوری ٹیم کے ساتھ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ اگر میں اپنی خفیہ پناہ گاہ سے نکل کر تمھارے پاس آنے کے لیے دماغ کو آزاد چھوڑ دوں گی تو وہ میرے دماغ پر قبضہ جما کر مجھے قیدی بنا لے گا۔"

تنانہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی۔ پھر بولی "فرہاد سے بچ کر میرے پاس آنے کا ایک راستہ ہے۔"

"یہ راستہ ہر پہلو سے محفوظ ہو گا تو ضرور آؤں گی۔"

"میں آج رات تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ تمھارے دماغ میں یہ نقش کر دوں گی کہ تم صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرو گی۔ باقی دوسری سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لو گی۔"

مورینا نے کہا "اس کا مطلب ہے تم جب چاہو گی، میرے خیالات پڑھتی رہو گی اور مجھے پتا نہیں چلے گا۔"

"تو کیا ہوا۔ میں تمھاری بہن ہوں۔"

"نہیں، آئرن ہارڈی کو یہ منظور نہیں ہے۔"

"پھر مان لو کہ اس نے تمھیں سحر زدہ کر رکھا ہے۔ تم بہن سے زیادہ اسے اہمیت دیتی ہو۔"

"میں سحر زدہ نہیں، محبت زدہ ہوں۔ اسے دیوانگی کی حد تک چاہتی ہوں۔ ایسا کوئی راستہ اختیار نہیں کروں گی، جس سے اسے نقصان پہنچے۔"

"ہمارے درمیان یونہی بحث جاری رہے گی۔ میں جا رہی ہوں، میری طرف سے آئرن ہارڈی کو کہنا، اگر وہ مشین میرے پاس آجائے تو وہ تمھیں کیسے پابند رکھ سکے گا۔ کیا وہ پھر بھی تمھیں میرے پاس نہیں آنے دے گا۔ میں یقین سے کہتی ہوں، تم آئرن ہارڈی کو ٹیلی پیتھی سکھاتے خود ہی میرے پاس دوڑی آؤ گی۔"

"تم ابھی بچی ہو اور مشین بچوں کا کھیل نہیں ہے تنانہ!"

"اچھی بات ہے، بہت جلد معلوم ہو گا، میرے ہاتھ کتنے لمبے ہیں۔ میں جا رہی ہوں۔ سو فار، سی یو اگین۔"

تنانہ کے ساتھ میں بھی اُس کے دماغ سے نکل آیا۔ مجھے اس کی باتیں سُن کر بہت خوشی ہو رہی تھی۔ اگرچہ اس نے مشین کے سلسلے میں مجھے دھوکا دیا تھا تاہم وہ بہن پر بھی بھروسا نہیں کر رہی تھی۔ آئرن ہارڈی کے قریب میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ مورینا کو اپنے پاس آنے کے لیے کہہ رہی تھی اور یہی میں چاہتا تھا۔ اسے آئرن ہارڈی کے کسی خفیہ اڈے سے نکالنا ضروری تھا ویسے اس اڈے تک پہنچنے کے لیے منگل پانڈے کا راستہ ہموار ہو رہا تھا۔

میں بہرام گنگولی کے پاس آگیا۔ دوا کے دو تین قطرے چوبیس گھنٹے تک اثر دکھاتے تھے۔ بہرام غیر معمولی قوتِ برداشت رکھتا تھا۔ اس لیے میں نے اس کی بوتل میں چھ قطرے ٹپکائے تھے۔ واقعی اس نے دوا کی زہریلی شدت کو برداشت کر لیا۔ اب دماغی طور پر نارمل تھا صرف وہ غیر معمولی طور پر حساس نہیں رہا تھا اور مجھے محسوس نہیں کر رہا تھا۔

اس کے دماغ نے بتایا وہ پولیس والوں کے ساتھ ہوٹل سے چلا آیا تھا۔ اگر وہ اپنا خصوصی شناختی کارڈ دکھاتا تو پولیس والے اس سے دور ہٹ کر سلام کرتے لیکن وہ گہری سنجیدگی سے سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ ایک چھوٹے قد کا موٹا، بھدا سا آدمی اسے مارتا رہا اور اس کے خطرناک حملوں سے بچتا رہا۔ یہ ناممکن سی بات ہے۔ یقینی طور پر شبہ ہو رہا تھا کہ اس جاسوس کے پیچھے ٹیلی پیتھی کام کرتی رہی تھی۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں فضول سی بات سوچ رہا ہوں۔ صرف میرے جیسے لمبے تڑنگے لوگ شہ زور نہیں ہوتے۔ چھوٹے قد کے لوگ بھی حیرت انگیز جسمانی قوتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ منگل پانڈے نے بھرے ہوٹل میں کیا ہے۔ البتہ لڑنے سے پہلے ذرا چالاکی دکھائی ہے۔ بوتل میں کوئی ایسی چیز ملا کر مجھے پلائی ہے جس کے بعد میں باقاعدہ لڑنے کے قابل نہیں رہا۔ مجھے خواہ مخواہ غصہ آتا رہا۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگا "ہاں اب یاد آرہا ہے۔ وہ مجھ پر حملے کم کرتا تھا، غصہ زیادہ دلاتا تھا۔ ایک بار اس نے منہ پر ٹھوکر ماری۔ دوسری بار میرے منہ پر تھوک دیا۔ اوہ میں کیا کروں، اب بھی غصے سے لرز رہا ہوں۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "بس یہی غصہ مجھے لے ڈوبا۔ آخر میں ایسے وقت عقل سے کام کیوں نہیں لیتا۔ قہر و غضب میں اندھا کیوں ہو جاتا ہوں۔ بعد میں اپنی شرمندگی چھپانے کے لیے سوچتا ہوں۔ مجھے کسی انسان نے نہیں ٹیلی پیتھی نے شکست دی ہے۔"

میں نے رفتہ رفتہ اس کے دماغ سے یہ بات نکال دی کہ منگل پانڈے کے پیچھے ٹیلی پیتھی کام کر رہی ہے۔ وہ پولیس اسٹیشن پہنچ کر ایک جگہ سر جھکائے ہوئے بیٹھا تھا۔ ایک پولیس افسر نے اسے مخاطب کیا "تم کسی لیڈی کرینا کو جانتے ہو؟"

وہ غرا کر بولا "میں کسی عورت سے دوستی نہیں کرتا۔"

"ابھی اس لیڈی کا فون آیا ہے۔ وہ تمھاری ضمانت کے لیے آرہی ہے۔"

بہرام گنگولی نے سوچا "کون ہو سکتی ہے۔ کیا سُپر ماسٹر چاہتا ہے کہ میں اپنا اسپیشل شناختی کارڈ نہ دکھاؤں۔ اُوپر ہی اُوپر اس معاملے کو ختم کر دیا جائے۔ بہر حال مجھے انتظار کرنا چاہیے۔"

اس نے انتظار کیا۔ بیس منٹ کے بعد لیڈی کرینا آئی۔ وہ عورتوں سے دوستی نہیں کرتا تھا۔ لیکن دل ضرور بہلاتا تھا۔ اسے دیکھ کر دل ہی دل میں کہا۔ "زبردست عورت ہے۔ ایسی صحت، ایسا نظارہ کبھی کبھی دیکھنے کو ملتا ہے۔"

وہ قریب آکر مسکراتے ہوئے بولی "ہیلو، میں کرینا ہوں۔"

اس نے مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ پیش کیا۔ بہرام گنگولی نے اس کے ہاتھ کو سہلایا۔ چاول کا ایک دانہ بتا دیتا ہے کہ پوری ہانڈی پک چکی ہے۔

...نے ایک جھٹکے سے کھینچ کر اسے اپنے دونوں بازوؤں میں دبا لیا۔ وہ بولی ...سے کیا کرتے ہو؟ یہ پولیس اسٹیشن....."

بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کے ہونٹ بند ہو گئے۔ ایک ...سر نے سخت لہجے میں کہا "اے مسٹر! اسے چھوڑ دو اور ہمارے سوالوں ...جواب دو۔"

اس نے جواب دیا "جو مجھے پسند آجاتی ہے، میں اسے نہیں چھوڑتا۔ اس ...سے محبت کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتا۔ ویسے تمھارے سوالوں کا جواب ...ہے۔"

اس نے اپنا اسپیشل کارڈ دکھایا۔ سب الرٹ ہو کر سلام کرنے لگے۔ ...کرینا کو ایک شانے پر لاد کر ان کے درمیان سے گزرتا ہوا بڑے افسر کے ...رے میں آیا۔ افسر نے غصے سے اُٹھ کر پوچھا "کون ہو تم؟ یہ کیسے ...ائے ہو؟"

اس نے اسپیشل کارڈ افسر کو دیا۔ ایک ہاتھ سے اس کے میز پر رکھے ہوئے لکھنے پڑھنے کے کاغذات اور ٹیلی فون کو سمیٹ کر نیچے پھینکا۔ خالی میز پر کرینا کو پٹخ دیا۔ وہ تکلیف سے کراہنے لگی، مگر مسکرانے لگی۔ کیونکہ اس سے بہت سے اہم کام نکلنے والی تھی۔ بہرام نے افسر سے اپنا کارڈ لے کر کہا "آفیسر! یا ناڈ لوکیٹ آؤٹ۔"

اس نے بڑے افسر کو باہر کر کے دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ وہاں کے تمام سپاہیوں کو اور ذمے دار افسروں کو چُپ لگ گئی تھی۔ کرینا کے چیخنے اور فریاد کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ پریشان ہو رہے تھے۔ پولیس محکمہ اس کھلی دھاندلی سے بدنام ہونے والا تھا۔ بڑے افسر نے انٹیلی جنس کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ قائم کیا۔ اسے پوری رُوداد سنائی پھر بتایا "بہرام گنگولی از اے آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی فار سُپر ماسٹر۔"

ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے کہا "میں ابھی سُپر ماسٹر سے بات کرتا ہوں۔"

سُپر ماسٹر سے براہِ راست گفتگو نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ رپورٹ نائب سُپر ماسٹر کو پہنچائی گئی۔ وہاں سے سُپر ماسٹر کے پاس کمپیوٹر کے ذریعے خبر پہنچی۔ اس وقت تک بڑے افسر کا دروازہ کھل چکا تھا۔ اندر سے لیڈی کرینا کی مردہ سی آواز آرہی تھی "سؤر کے بچے! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ تو آدمی نہیں، شیطان کی اولاد ہے۔"

وہ مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا باہر آیا۔ بڑے افسر نے ڈرتے ڈرتے کہا "سر! یہ آپ نے کیا کیا؟ لیڈی کرینا بہت پہنچی ہوئی عورت ہے۔ وہ ہم سب کو کھلی عدالت میں کھینچ لائے گی۔"

بہرام گنگولی نے غرا کر دیکھا۔ افسر جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ اسی وقت ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ بہرام گنگولی نے جیب میں ہاتھ رکھا۔ تیزی سے چلتا ہوا ایک کمرے میں گیا۔ دروازے کو بند کر کے جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر آپریٹ کرتے ہوئے بولا "یس سر! بی جی اٹینڈنگ سر!"

سُپر ماسٹر کی آواز سنائی دی "گدھے کے بچے! کیا کرتے پھر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں سر! ایک پٹاخہ تھی، میرے پاس خود ہی پھٹ پڑنے آئی تھی۔ میں نے اس کی ساری بارود نکال دی۔"

"یو نان سنس۔ وہ خطرناک عورت ہے۔ کتنی ہی بھیانک وارداتوں میں اسی پر شبہ ہوتا ہے، لیکن وہ اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑتی۔ تمھاری اس حماقت کے باعث کل کے اخبارات سُپر ماسٹر پر بھی کیچڑ اُچھالیں گے۔"

"سر! اُس جاسوس منگل پانڈے نے مجھے غصے اور جنون میں مبتلا کر دیا تھا۔ ایسے میں اس عورت کی چھیڑتی ہوئی جوانی نے میری کھوپڑی اُلٹ دی۔ میں نے غم غلط کیا تو سب کچھ غلط ہو گیا۔"

"بکواس مت کرو۔ لیڈی کرینا کے پاس جاؤ۔ جب زیادتی کی ہے تو اور کرو۔ اُس سے اقبالِ جرم کراؤ۔ پھر پولیس والے اس سے نمٹ لیں گے۔ اگر ناکامی ہو تو اسے ختم کر دو، اس کی لاش چھپا دی جائے گی اور یہ بات پولیس اسٹیشن سے باہر نہیں جائے گی۔"

میں ان باتوں کے دوران سُپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ یہ میری بہت بڑی کامیابی تھی۔ سُپر ماسٹر کو پورا یقین تھا کہ بہرام گنگولی کا دماغ فولاد ہے۔ وہاں تک کوئی خیال خوانی کرنے والا پہنچ نہیں سکتا۔ اسی لیے وہ اکثر بند کمرے میں بہرام گنگولی سے رُوبرو گفتگو کرتا تھا۔ اس وقت ٹرانسمیٹر استعمال کیا جاتا تھا تاکہ کوئی تیسرا اس کی آواز نہ سُن سکے۔ آدمی موت سے یا مصیبت سے بچنے کے لیے بڑی بڑی احتیاطی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ لیکن موت اور مصیبت کسی نہ کسی راستے سے ضرور آتی ہیں۔ آخر سُپر ماسٹر پر بھی مصیبت آہی گئی۔

میں نے اپنی موجودگی ظاہر نہیں کی۔ اب لیڈی کرینا کے پاس آگیا۔ اس کی حالت قابلِ دید تھی۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ اُٹھ کر بیٹھ سکتی۔ وہ ابھی تک اسے گالیاں دے رہی تھی۔ انسان خواہ کتنا ہی درندہ بننا چاہے۔ مگر وہ تھوڑا بہت انسان ضرور رہتا ہے۔ بہرام گنگولی میں نام کو انسانیت نہیں تھی۔ وہ اسے دانتوں سے چبا تا رہا تھا۔ کرینا کا نصف سے زیادہ جسم زخموں سے چور تھا۔ لہو میں بھیگ رہا تھا۔ کوئی دوسری ہوتی تو دم توڑ چکی ہوتی۔ وہ بڑے دل گردے والی عورت تھی۔ لیکن دوبارہ بہرام گنگولی کو کمرے میں دیکھ کر کانپ گئی۔ وہ دوسرے افسران سے کہہ رہا تھا "باہر جاؤ۔"

وہ چلے گئے۔ اس نے دروازہ بند کیا تو وہ دہشت زدہ ہو کر چیخنے لگی "میں مر جاؤں گی، چلے جاؤ، اب میں مر جاؤں گی۔"

اس نے دانت پیس کر پوچھا "زندہ رہنا چاہتی ہو؟"

اس کے دونوں تھرتھراتے ہوئے ہاتھ اُوپر اٹھے، وہ ہاتھ جوڑ کر بولی "مجھے معاف کر دو، اس بار میں زندہ نہیں بچوں گی۔"

"ایک ہی شرط پر چھوڑ سکتا ہوں۔ آج تک جتنے جرائم میں ملوث ہو اس کی پوری ہسٹری بیان کرو۔ یہ بیان تم لکھتی جاؤ گی، بولتی جاؤ گی اور یہ

آڈیو ٹیپ میں ریکارڈ ہوتا جائے گا۔"

"میں کسی جرم میں ملوث نہیں ہوں۔"

وہ اس پر جھک گیا۔ وہ نہیں نہیں کہتی سر جھٹکنے لگی۔ اس درندے نے گورے بدن کے ایک حصے پر دانت گاڑ دیے۔ پھر ایک چھوٹی سی بوٹی نوچ کر لے گیا۔ ظلم کی اس انتہا پر اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ نکلنا چاہتی تھی۔ لیکن اس کا منہ فولادی ہاتھ کے شکنجے میں آگیا تھا۔ وہ مچھلی کی طرح پھڑپھڑا رہی تھی۔ یہ اطمینان سے کچی بوٹی چبا رہا تھا۔ آخر وہ کب تک فولادی پنجے میں تڑپتی رہتی۔ پہلے ہی سے کمزور ہو چکی تھی۔ اب بالکل ہی نڈھال ہو گئی۔

بہرام گنگولی نے ایک طرف تھوکتے ہوئے کہا۔ "میں پوچھتا جاؤں گا اور ہر انکار پر بوٹیاں نوچتا جاؤں گا۔"

وہ رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔ بہرام نے منہ پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ جلدی سے ہانپتے ہوئے بولی۔ "میں بیان دوں گی۔ فار گاڈ سیک، تم دور چلے جاؤ۔ میں ابھی بیان دوں گی۔"

بہرام گنگولی نے دروازہ کھول کر ایک افسر سے کہا۔ "تم اسے فوری طبی امداد پہنچاؤ۔"

اس نے دوسرے افسر سے کہا۔ "یہ تحریری اور تقریری بیان دے رہی ہے۔ لکھنے اور ریکارڈ کرنے کا تمام سامان فوراً لاؤ۔"

وہاں کا تمام عملہ بھاگ دوڑ میں مصروف ہو گیا۔ اسے طبی امداد پہنچائی گئی۔ اس کا بیان لیا گیا۔ میں ایک خاص مقصد کے لیے اتنی دیر لیڈی کرینا کے ساتھ لگا رہا۔ میں جانتا تھا، وہ آئرن ہارڈی کی وفادار ہے۔ اپنے بیان میں اس کا اور مورینا کا ذکر نہیں کرے گی۔ میں نے اس کی دماغی رو بہکا دی۔ وہ بے اختیار دونوں کا ذکر کرنے لگی۔ آئرن ہارڈی کے جتنے خفیہ اڈے تھے، اُن کے مکمل پتے نوٹ کرانے لگی۔

بہرام گنگولی نے پھر خفیہ طور سے رابطہ قائم کیا۔ سُپر ماسٹر سے کہا۔ "آپ مجھے گدھا کہتے ہیں۔ میں نے لیڈی کرینا پر ظلم کر کے مورینا کو ڈھونڈ نکالا ہے۔"

سپر ماسٹر نے چونک کر بے یقینی سے پوچھا۔ "کیا سچ کہہ رہے ہو؟"

"تھوڑی دیر میں اس کا تحریری اور ریکارڈ کیا ہوا بیان آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ وہ نہیں جانتی کہ آئرن ہارڈی نے مورینا کو کس اڈے میں چھپا رکھا ہے۔ لیکن وہ جتنے اڈوں کے متعلق جانتی ہے، ان کے پتے نوٹ کرا دیے ہیں۔ ہم نے ہر اڈے کے محلِ وقوع کا خاکہ تیار کر لیا ہے۔"

"شاباش گنگولی! تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ مورینا ہاتھ آگئی تو تمھیں یہاں کتنی جاگیروں، مختلف انعامات اور اعزازات سے نوازا جائے گا۔ وہ تمام پتے فوراً نوٹ کراؤ۔ ہماری خفیہ فوج کی ایک ٹیم تمھارے پاس پہنچ رہی ہے۔ یہ فوجی پولیس اسٹیشن کے کسی سپاہی اور افسر کو باہر نہیں جانے دیں گے۔ ٹیلی فون کے تمام رابطے ختم کر دیے جائیں گے۔ یہ تمام عملہ اس وقت تک پولیس اسٹیشن میں نظر بند رہے گا جب تک آئرن ہارڈی کے خفیہ اڈوں پر چھاپے پڑتے رہیں گے۔"

بہرام گنگولی نے تمام پتے نوٹ کروا دیے۔ میں سُپر ماسٹر کے پاس پہنچ گیا۔ پہلے تو اس نے پولیس اسٹیشن کو گھیرنے کے لیے خفیہ فوج کی ایک ٹیم روانہ کی۔ پھر فوج کے اعلیٰ افسران کو ہنگامی میٹنگ کے لیے بلایا۔ اس میٹنگ میں طے پایا کہ تمام اڈوں پر بیک وقت ریڈ کیا جائے گا۔ اس سے پہلے گوریلا فوج کے جوان سادہ لباس میں ایک ایک اڈے کا اس طرح محاصرہ کریں گے کہ ایک شخص کو بھی فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔

میں تمام کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔ مداخلت کی ضرورت نہیں تھی۔ مورینا اگر سُپر ماسٹر کے قبضے میں چلی جاتی تو کوئی بات نہیں تھی۔ سُپر ماسٹر میرے قبضے میں تھا۔ ویسے یہ سوچ رہا تھا کہ مورینا میرے اور تنانہ کے پاس آجائے تو اور اچھی بات ہو گی۔ اگر میں تنانہ کو موجودہ فوجی کارروائی کے متعلق بتاتا اور کہتا کہ وہ اپنی تمام آلۂ کار عورتوں کو خفیہ اڈوں کے قریب چھپا کر رکھے تو ان عورتوں سے حماقتیں سرزد ہو سکتی تھیں۔ پھر تنانہ مجھے اجازت کے بغیر دماغ میں نہیں آنے دیتی تھی۔ جس طرح مجھ سے مشین چھپائی تھی، اسی طرح مجھے بتائے بغیر اپنی کوئی چال چلتی تو آئرن ہارڈی یا سُپر ماسٹر ہوشیار ہو جاتے۔

آئرن ہارڈی کے ہوشیار ہو جانے سے مورینا پھر کبھی ہاتھ نہ آتی۔ اگر سُپر ماسٹر کو پتا چلتا کہ ٹیلی پیتھی جاننے والے مداخلت کر کے مورینا کو لے جانا چاہتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا کہ اتنی خفیہ فوجی کارروائی کا علم انھیں کیسے ہوا؟ کیا ٹیلی پیتھی جاننے والے بہرام گنگولی یا سُپر ماسٹر کے دماغ میں پہنچ سکتے ہیں؟ یہ شبہ ہوتے ہی پھر سُپر ماسٹر تبدیل کر دیا جاتا۔ میں کبھی ایسا نہ چاہتا۔ موجودہ سُپر ماسٹر میرے بہت کام آنے والا تھا۔

اس دوران میں نے میٹنگ میں حاضر ہونے والے افسران کا لب و لہجہ ایک ریکارڈر میں ریکارڈ کر لیا تھا۔ ہر اڈے پر چھاپا مارنے والے فوجی دستے کے اہم افسران کے دماغوں میں بھی پہنچتا جا رہا تھا۔ آئرن ہارڈی کی شامت آگئی تھی۔ چھاپے پڑنے سے پہلے وہ اپنی احتیاطی تدابیر سے کس قدر مطمئن ہو گا، یہ اطمینان ہی آدمی کو لے ڈوبتا ہے۔

میں پہلے بیان کر چکا ہوں، آئرن ہارڈی ایک شخص کا نہیں، دو مختلف افراد کا نام تھا۔ دونوں ہم شکل تھے، ایک جیسے قد اور پہلوانی جسم کے حامل تھے۔ دونوں کی آواز اور لب و لہجہ بالکل ایک تھا۔ دونوں کی آنکھیں بے حد خطرناک تھیں اور وہ آنکھوں کے ذریعے کسی کو بھی اپنا معمول بنا لیتے تھے۔ ان کے اُٹھنے بیٹھنے کے انداز میں بھی ذرا فرق نہ تھا۔ یوں لگتا تھا، ایک دوسرے کا ہم زاد ہے۔ شاید وہ ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے۔

لیکن وہ ایک ساتھ نہیں رہتے تھے۔ اپنے درمیان طویل فاصلہ رکھتے تھے۔ جب فوجیوں نے ریڈ کیا تو آئرن ایک خفیہ اڈے میں تھا۔ اور ہارڈی اس شہر سے کہیں دور تھا۔ لیڈی کرینا چونکہ آئرن کی داشتہ تھی، لہٰذا وہ صرف آئرن کے متعلق جانتی تھی۔ اس نے ہارڈی کو بھی دیکھا تھا۔ لیکن دوسرے شہروں میں اس کے خفیہ اڈوں کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی۔

یہ تمام باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں۔ میں ابھی ان کا ذکر کر رہا ہوں۔"

ایک بڑے سے آئینے کے سامنے پلتھی مارے بیٹھا تھا۔ اور اپنے
س کی آنکھوں کو گھور رہا تھا۔ جواباً عکس بھی اسے گھور کر دیکھ رہا تھا اور
ے طرح کا عمل تھا۔ اس طرح وہ چبھتی ہوئی نگاہوں کے خنجروں کو تیز تر
تھا۔ اس وقت مورینا اس کے دماغ میں بول رہی تھی۔ "آئرن! ابھی تنانہ
قی۔ دعویٰ کر رہی تھی، مشین اس کے پاس ہے۔"

آئرن نے کہا۔ "اگرچہ یہ بچکانہ دعویٰ ہے۔ تاہم کسی حد تک یقین کرنا چاہیے
شین بڑے پُراسرار انداز میں غائب ہوئی ہے۔ کسی گدھے کے ہاتھ
ے سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے، اتفاقیہ تنانہ کے ہاتھ لگ گئی ہو۔"

"وہ مجھے اپنے پاس بلا رہی ہے۔"

"تم اسے اپنے احسانات کا واسطہ دو۔ اسے اپنے پاس آنے پر مجبور کرو۔"

"تم نہیں جانتے، وہ بہت ہی مضبوط قوتِ ارادی کی مالک ہے۔
بات کا ارادہ کر لیتی ہے تو اس سے باز نہیں آتی۔"

اسی وقت پاس رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے
ے آپریٹ کیا۔ اس کے ماتحت کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔
! میں بلیو کیمپ سے بول رہا ہوں۔ مسلح فوجیوں نے چاروں طرف سے
رت کو گھیر لیا ہے۔ اور اب عمارت میں داخل ہو رہے ہیں۔"

آئرن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فوجیوں کو اس عمارت
بہ کیسے ہوا؟"

اس کی بات ختم ہوتے ہی فون کی گھنٹی چیخنے لگی۔ اس نے ٹرانسمیٹر
ے ذریعے کہا۔ "انھیں تہ خانے تک نہیں پہنچنا چاہیے۔ میں ابھی کال سے
ہوں گا۔"

فون کی گھنٹی چیخ رہی تھی۔ اس نے ٹرانسمیٹر آف کیا۔ ریسیور اُٹھا کر
منہ سے دہاڑتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہے؟"

"سر! فوجیوں نے ہماری رہائش گاہ کو گھیر لیا ہے۔ وہ اندر آگئے ہیں۔
پ تک پہنچنے ہی والے ہیں۔"

وہ بُری طرح بدحواس ہو گیا تھا۔ ابھی تو صرف دو جگہ فوجی کارروائی
ں اطلاع ملی تھی۔ آئندہ اور ہوش اُڑنے والے تھے۔ اس نے ریسیور رکھ کر
ہا۔ "مورینا! تم سن رہی ہو؟"

"ہاں، سن رہی ہوں۔"

"ہارڈی کو فوراً خطرے سے آگاہ کرو اور مسلسل میرے دماغ میں رہو۔
ں یہاں سے نکل رہا ہوں۔ جلد ہی تمھارے پاس پہنچوں گا۔"

وہاں سے فرار ہونے کے لیے ایک چور راستہ تھا۔ وہ ایک کمرے سے
نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ اب چور راستے تک پہنچنے کے لیے ایک
وریڈور کو عبور کرنا ضروری تھا۔ اس نے آہستگی سے دروازہ کھول کر دیکھا۔
وریڈور میں فوجی جوان دکھائی دیے۔ ایک جوان نے للکار کر کہا۔ "ہالٹ۔"
آئرن نے اسی لمحے میں چھلانگ لگائی۔ ایک کمرے کے دروازے سے دوسرے کمرے کے دروازے تک پہنچا۔ اس دوسرے کمرے میں چور دروازہ تھا۔ لیکن مقدر کی خرابی تھی۔ وہاں پہلے ہی فوجی موجود تھے۔ دو جوانوں نے اسے نشانے پر رکھ لیا۔ اسے دیوار کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ اٹھانے پر مجبور کیا۔ اس کی تلاشی لی۔ ایک ریوالور اور ننھا سا ٹرانسمیٹر ہاتھ آیا۔ آئرن بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔ فوجی ہر طرح کے ہتھیاروں اور آلات کے ساتھ آئے تھے۔ ایک ڈیٹیکٹو آلے کے ذریعے تہ خانے یا چور دروازے کا سراغ لگا رہے تھے۔

موجودہ صدی کی سائنسی ایجادات انسان کو اُوپر لے جائیں تو چاند ستاروں تک پہنچا دیتی ہیں۔ نیچے لے جائیں تو سمندر کی گہرائیوں اور زمین کی تہوں میں اتار دیتی ہیں۔ اُس سراغ رساں آلے نے چور دروازے کی نشان دہی کر دی ــــ اس دروازے نے انھیں ایک سرنگ تک پہنچایا۔ پھر ایک ایسے حصے میں لے گیا، جہاں افیون اور چرس کا ذخیرہ تھا۔

آئرن مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ اس کے ارادے فولادی ہوتے تھے۔ اس کی حاضر دماغی نے سمجھا دیا۔ مقابلہ کرنا نادانی ہو گی۔ لہٰذا وہ ڈھیٹ بنا کھڑا رہا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ چکی تھیں۔ ایک فوجی افسر نے کہا۔ "مختلف شہروں میں تمھارے جتنے خفیہ اڈے ہیں، سب کا محاصرہ بیک وقت کیا گیا ہے۔ تمھارا ایک آدمی بھی بچ کر نہیں جائے گا۔"

دوسرے افسر نے کہا۔ "تم اتنے بڑے ذخیرے کے ساتھ پکڑے گئے ہو۔ اگر اب بھی ہم سے تعاون کرو اور حکومت سے وفاداری کا ثبوت دو تو تمھیں رہا کر دیا جائے گا۔"

"میں ثبوت کیسے دے سکتا ہوں؟"

"اپنے ملک کو دوسرے سُپر پاور کے مقابلے میں ایک ناقابلِ شکست سُپر پاور بنانے کے لیے مورینا کو ہمارے حوالے کر دو۔"

آئرن نے حیرانی سے پوچھا۔ "کون مورینا؟"

"انجان بننے کی کوشش نہ کرو۔ تم ایک خطرناک عامل ہو۔ تم نے تنویمی عمل کے ذریعے ٹیلی پیتھی جاننے والی مورینا کو اپنے بس میں کر رکھا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "آپ قصے کہانیوں کی باتیں کر رہے ہیں۔ میں ایک اسمگلر ہوں۔ کالے دھندے کرتا ہوں۔ جیتی جاگتی حقیقت کی دنیا میں رہتا ہوں۔ میں اس بات پر یقین ہی نہیں کرتا کہ کوئی خیال خوانی کے ذریعے کسی کے دماغ میں پہنچ سکتا ہے اور آپ ہیں کہ کسی خیال خوانی کرنے والی کو میری ذات سے وابستہ کر رہے ہیں۔"

اسی وقت مورینا نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "آئرن! فوجی میری رہائش گاہ تک بھی پہنچ گئے ہیں اور مجھے حراست میں لے لیا ہے۔"

آئرن نے کہا۔ "حوصلے سے کام لینا۔ کبھی مورینا ہونے کا اعتراف نہ کرنا۔ نہ ہی کبھی مجبور ہو کر خیال خوانی کا مظاہرہ کرنا۔ زیادہ گھبراہٹ ہو تو تصور میں میری آنکھوں کو دیکھتی رہنا۔ تم اپنے اندر توانائی محسوس کرتی رہو گی۔"

میں سُپر ماسٹر کے پاس رہ کر معلومات حاصل کر رہا تھا۔ فوجی کارروائی

کے سلسلے میں اسے ایک ایکسپل کی رپورٹ مل رہی تھی۔ وہ کمپیوٹر اور مونیٹر ٹی وی کے سامنے رپورٹ پڑھتا جا رہا تھا۔ پہلے اطلاع ملی کہ لاکھوں ڈالر کی افیون اور چرس کے ساتھ آٹرن پکڑا گیا ہے۔ مجھے اس کی گرفتاری سے زیادہ ان عورتوں سے دلچسپی تھی، جو مختلف اڈوں میں تھیں اور فوجیوں کی حراست میں آ رہی تھیں۔ یوں تو بہت سی عورتیں تھیں لیکن چھ مختلف اڈوں سے ایسی چھ حسینائیں برآمد ہوئیں جو آٹرن کی خاص داشتائیں تھیں۔ ان میں سے ایک مورینا ہو سکتی تھی۔

فوجی افسران اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے ہر عورت کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے دس عورتیں میک اپ میں تھیں وہ کسی نہ کسی بڑے جرم کے سلسلے میں مطلوب تھیں۔ میک اپ کے ذریعے خود کو چھپائے ہوئے تھیں۔ لیکن ان میں مس امریکا نہیں تھی۔

فوجی افسران نے اس پہلو کو خاص اہمیت دی تھی کہ مورینا کو پلاسٹک سرجری کے ذریعے چھپایا گیا ہوگا۔ اینٹی میک اپ لینس کے ذریعے اسے ڈھونڈ نکالنا ممکن نہ ہوگا۔ لہٰذا وہ ہر عورت کو اہمیت دے رہے تھے۔ اور سبھی کو سخت پہرے میں رکھے ہوئے تھے۔

میں نے مورینا کے دماغ پر دستک دی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے کہا "تمھاری مشکلات بڑھتی جائیں گی۔ آٹرن اب تمھارے لیے کچھ نہیں کر سکے گا۔ اپنی سلامتی اور بہتری چاہتی ہو تو مجھ پر بھروسا کرو۔ آنکھیں کھولو مجھے اپنے آس پاس کی جگہ کو دیکھنے اور سمجھنے دو۔ میں ہر حال میں تمھیں وہاں سے نکال لے جاؤں گا۔"

وہ بولی "آنکھیں کھولنا اور آس پاس کی آوازیں سننا میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

"تم یہ تو بتا سکتی ہو کہ اس وقت کس خفیہ پناہ گاہ سے گرفتار کی گئی ہو؟"

"پرائی سوچ کی لہر دماغ میں آتی ہے تو میں سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ ایسا لگتا ہے میں نیند میں ہوں اور انسان نیند میں اپنے ماحول اور اپنی جگہ کو بھول جاتا ہے۔"

میں نے پریشان ہو کر کہا "اپنی حفاظت کے لیے کسی طرح بھی مجھ سے تعاون کرو۔ اچھا دیکھو میں ابھی جا رہا ہوں۔ میرے جاتے ہی تمھاری آنکھیں کھل جائیں گی۔ تم اپنے ماحول کو دیکھنے سمجھنے لگو گی۔ لہٰذا فوراً ایک کاغذ پر حرف "ایم" لکھ دو۔"

وہ بولی "تمھارے جاتے ہی آنکھ کھلے گی تو میں خیال خوانی کی باتیں بھول جاؤں گی۔ میرے ساتھ ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ خیال خوانی کرنے والے سے باتیں کرتے وقت میں اپنی دنیا کی ہر بات بھول جاتی ہوں۔ ٹیلی پیتھی کا رابطہ ختم ہونے کے بعد مجھے اپنی دُنیا نظر آتی ہے۔ مگر خیال خوانی کرنے والا یاد نہیں رہتا، نہ ہی اس کی باتیں یاد رہتی ہیں۔ مجھے حرف 'ایم' لکھنا یاد نہیں رہے گا۔"

مجھے یقین تھا وہ جھوٹ بول رہی ہے اگر وہ آنکھ کھولنے کے بعد بھول جاتی تھی تو ہماری باتیں کس طرح آٹرن کو سناتی تھی۔ میں بھی ایک ضدی ہوں۔ میں نے کبھی اس کے دماغ میں رہ کر زبردستی نہیں کی تھی۔ اب یہی راستہ رہ گیا تھا کہ ایک بار زبردستی کوئی بات منوا کر دیکھوں۔ شاید کامیابی ہو۔

میں نے پوچھا "یہ بتا دو، کس رنگ کا لباس پہنے ہوئے ہو؟"

"میں بھول گئی ہوں۔"

"تم اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے کو چھو سکتی ہو؟"

"ہاں، یہ کر سکتی ہوں، مگر تمھیں اس سے کیا ملے گا؟"

"مجھے کچھ حاصل ہو یا نہ ہو، تم چھو کر دکھاؤ۔"

وہ اپنا ایک ہاتھ اپنے رخسار تک لے گئی۔ اسی لمحے میں نے صرف چند ساعتوں کے لیے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمایا اور لمبے لمبے ناخنوں سے اپنے رخسار پر خراشیں ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے حلق سے کراہ نکلی۔ اس نے سانس روک لی۔ میں دماغ سے باہر آ گیا۔ فوراً ہی ان چھ اڈوں پر چھاپا مارنے والے افسروں تک باری باری پہنچنے لگا۔ جہاں سے آٹرن کی چھ خاص داشتائیں گرفتار کی گئی تھیں۔ ان میں سے تین گونگی تھیں۔ ایک افسر کے دماغ سے پتا چل گیا کہ گونگی حسینہ نے ابھی اپنے رُخسار پر ناخنوں سے خراشیں ڈالی ہیں۔

میں نے سب سے پہلے خداوندِ کریم کا شکر ادا کیا۔ "میرے مالک! تو نے مجھے ایسے موقعوں پر ذہانت اور حاضر دماغی سے کام لینے کا سلیقہ دیا ہے۔ میں تیرا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں۔"

جس گونگی حسینہ کے رخسار پر خراشیں پڑی تھیں، اس کے متعلق وہاں کی کنیزوں نے بتایا۔ اس کا نام باربرا گوئل ہے۔ وہ رہائش گاہ اسی کے نام کی تھی۔ آٹرن نے باربرا کے نام اس رہائش گاہ کے مالکانہ حقوق لکھوائے تھے۔ پاسپورٹ میں اس کی تصویر اسی نام سے تھی۔ مالکانہ حقوق کی کاغذی کارروائی اور پاسپورٹ وغیرہ پچھلے تین ماہ میں تیار ہوئے تھے۔ مورینا بھی تقریباً تین ماہ سے آٹرن کے قبضے میں تھی۔ ویسے باربرا کو مورینا کی حیثیت سے پہچاننے کے لیے اس کا زخمی چہرہ ہی کافی تھا۔

ایک افسر نے پوچھا "یو باربرا، ہم کیسے یقین کریں تم گونگی ہو؟"

وہ چُپ رہی۔ افسر نے کہا "میں پیدائشی گونگوں کو بھی بولنے پر مجبور کر دیتا ہوں۔ اس حسینہ کو بجلی کے جھٹکے پہنچاؤ، یہ ابھی بولے گی۔"

تھوڑی دیر بعد اسے پیہم بجلی کے جھٹکے پہنچائے گئے۔ وہ ہر بار ذبح کی جانے والی بکری کی طرح چیختی تھی مگر چیخنے کا انداز گونگوں جیسا تھا۔ منہ سے ایک لفظ ادا نہیں ہوتا تھا۔ بناوٹی گونگے خواہ کتنے ہی مضبوط اعصاب کے مالک ہوں، ایسے میں بے اختیار بول پڑتے ہیں مگر وہ بول نہیں پا رہی تھی۔

اس کے پس پردہ حقیقت کو سمجھنے کے لیے بہت زیادہ ذہانت کی ضرورت نہیں تھی۔ جو آٹرن خاموش آنکھوں کے ذریعے تنویمی عمل کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا تھا۔ جس کے زیرِ اثر خیال خوانی کے دوران مورینا کی آنکھیں بند ہو جاتی تھیں، کان بہرے ہو جاتے تھے، پھر زبان کیسے نہ گنگ ہوتی؟

بعد میں یہ حقیقت کھل گئی۔ آٹرن نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے غ میں یہ بات نقش کر دی تھی کہ وہ تنہائی میں صرف آٹرن سے باتیں کرے سی تیسرے کی موجودگی میں اس کی زبان سے ایک حرف بھی ادا نہیں ہوگا۔ یہ تنویمی عمل کا ہی اثر تھا کہ بجلی کے جھٹکے کھانے اور انتہائی کوششیں کرنے باوجود وہ ایک لفظ بھی بول نہیں پائی تھی۔

ان حالات میں سوچا جائے تو مورینا قابلِ رحم تھی۔ اگرچہ اس نے میرے ادار غلام باقی کو فریب دیا تھا۔ اسے ٹھکرا کر آئی تھی، لیکن اسے بہت سزا چکی تھی۔ غلام باقی میرے پاس پہنچ گیا تھا۔ میں نے کہا "اٹھو، تیار رہو ہم ابھی مورینا کو واپس لانے کی کوشش کریں گے۔"

باقی نے لباس تبدیل کیا۔ ایک ریوالور جیب میں رکھنا چاہتا تھا۔ نے کہا "خالی ہاتھ رہو۔ ایسی چیزیں ہمیں دشمنوں سے حاصل ہو جاتی ہیں۔"

وہ باہر گاڑی چیک کرنے چلا گیا۔ میں نے ایک چھوٹی سی سرنج اور انجکشن کرنے کے لیے بے ہوشی کی دوائی لی انھیں ایک ڈبیہ میں رکھ کر ب میں رکھ لیا۔ پھر رسونتی کو مخاطب کیا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا "میں ے یاد آ گئی؟"

میں نے کہا "مورینا کا سراغ مل گیا ہے۔ میں غلام باقی کے ساتھ اسے مل کرنے جا رہا ہوں۔ تم میرے پاس اور شیبا غلام باقی کے پاس مسلسل ہے گی۔ یہ بات شیبا سے کہہ دو۔ جناب شیخ صاحب سے کہو، وہ اں کے اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کریں۔ ہمیں یہاں کسی وقت بھی ہیلی کاپٹر د ایک خصوصی طیارے کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔"

وہ تھوڑی دیر کے لیے چلی گئی۔ میں کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ غلام باقی رائیو کرنے لگا۔ میں نے کنگ فرنانڈو کو مخاطب کیا۔ وہ خاموشی سے ہک کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "کوئی بکواس نہ کرنا۔ میں بہت صروف ہوں۔ ایگل فلائنگ کلب میں ایک ہیلی کاپٹر تیار رکھو۔ مجھے ابھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

وہ شراب کا بھرا ہوا گلاس غٹاغٹ پی رہا تھا۔ پھر فضا میں گھونسا دکھا کر بولا "اے او خود غرض، مطلب پرست فرہاد! تو نے میرا جینا حرام کر دیا ہے۔ اپنے عشق میں مبتلا کر کے دن رات انتظار کراتا ہے۔ میں تجھ سے پیار نہیں کروں گا۔ ہرگز نہیں ...."

میں نے اسے بڑبڑانے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس کے دماغ سے معلوم ہو چکا تھا کہ ایک ہیلی کاپٹر تیار ہے اور وہ مجھے جی کھول کر سنانے کے بعد اپنے خاص قابلِ اعتماد پائلٹ کو روانہ کرے گا۔ رسونتی نے آ کر کہا۔ "شیبا، باقی کے پاس موجود ہے۔"

نے کہا "اس سے کہو، وہ تھوڑی دیر میرے دماغ میں تمھارے ساتھ رہے۔ میں جن لوگوں کے پاس پہنچ رہا ہوں، ان کے لب و لہجہ کو یاد رکھے۔"

رسونتی گئی، پھر واپس آ کر بولی "ہم دونوں موجود ہیں۔"

میں ان دو افسروں کے پاس پہنچا، جنھوں نے مورینا عرف باربرا کو بجلی کے جھٹکے پہنچائے تھے۔ وہاں مورینا کے علاوہ پانچ عورتیں تھیں جو اس کی خدمت کے لیے وقف تھیں۔ ان سب کو سخت نگرانی میں رہائش گاہ سے نکال کر دو الگ الگ گاڑیوں میں بٹھایا جا رہا تھا۔ میں ایک افسر کو اس گاڑی کے ڈرائیور کی طرف لے گیا جس میں مورینا بیٹھی ہوئی تھی۔ رسونتی اور شیبا نے اس افسر کے ذریعے ڈرائیور کی آواز بھی سن لی۔ فوج نے وہاں کا ایک راستہ عارضی طور پر بند کر دیا تھا۔ میں نے باقی سے کہا "تم دوسرے راستے سے فورڈ ایونیو کی کراسنگ تک چلو۔"

میں نے رسونتی سے کہا "شیبا اب غلام باقی کے ساتھ رہے گی۔ ہماری گاڑی فورڈ ایونیو کی کراسنگ پر رُکے گی۔ غلام باقی ایک ٹیکسی والے سے بات کرے گا۔ شیبا اس ٹیکسی ڈرائیور کے دماغ پر قبضہ جما کر بیٹھ جائے گی۔ تم مورینا والی گاڑی کو ٹیکسی سے ذرا فاصلے پر رکواؤ گی۔ باقی اس گاڑی سے مورینا کو اٹھا کر ٹیکسی میں لے آئے گا۔"

میں بلند آواز سے کہہ رہا تھا تاکہ غلام باقی بھی سنتا رہے۔ میں نے اسے انجکشن کی ڈبیہ دی۔ رسونتی مورینا والی گاڑی کے پاس پہنچ گئی تھی — پہلے ہم اس کراسنگ پر پہنچے۔ غلام باقی کار سے اُتر کر چلا گیا۔ شیبا اس کے ساتھ تھی۔ میں اسٹیئرنگ سیٹ پر آ گیا۔ خیال خوانی کی پرواز کر کے اس افسر کے پاس پہنچ گیا جو گاڑی کے پچھلے حصے میں مورینا کے پاس بیٹھا ہوا تھا گویا اب میں مورینا کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں مزید دو عورتیں اور تین مسلح فوجی جوان تھے۔

گاڑی اچانک کراسنگ کے پاس رُک گئی۔ افسر نے میری مرضی کے مطابق ایک فوجی جوان سے اسٹین گن مانگی۔ وہ حکم کا بندہ تھا۔ اپنی گن دے دی۔ افسر نے چیک کیا۔ پھر یکبارگی ٹریگر دبا کر تڑاتڑ فائر کرنے لگا۔ عورتیں چیخنے لگیں، دو فوجی مارے گئے۔ جس نے گن دی تھی، وہ افسر پر جھپٹ پڑا۔ میں اس افسر کے اندر رہ کر لڑنے لگا۔ پچھلے دروازے کو کھولنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔

اسی وقت باہر سے کسی نے فائرنگ کی۔ دروازے کا لاک کھلتے ہی وہ کھل گیا۔ باہر کا منظر دُھواں دُھواں سا تھا۔ دو مسلح اشخاص نے فائرنگ کی تھی۔ وہ لڑنے والا افسر اپنے فوجی جوان کے ساتھ مر گیا۔ میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر حیرانی سے دیکھا۔ میں نے سوچا کیا اور کیا ہو رہا تھا۔

اس کراسنگ پر ہر طرف سفید سا دھواں پھیلا ہوا تھا۔ ٹریفک رُک گیا تھا۔ لوگ دُھندلے سے نظر آ رہے تھے۔ یقیناً مورینا کو اغوا کرنے والے اور لوگ بھی تھے، انھوں نے دُھوئیں کے بم پھینکے تھے۔ ان کے ہی آدمیوں نے فائرنگ کر کے گاڑی کے پچھلے دروازے کا لاک توڑا تھا۔ میں نے اس گاڑی کے ڈرائیور کے پاس پہنچ کر کہا "رسونتی تم جاؤ۔ غلام باقی کو ادھر بھیجو۔ مورینا ہاتھ سے نکلنے نہ پائے۔"

ڈرائیور میری مرضی کے مطابق اپنی گن لے کر گاڑی سے باہر نکلا۔ پھر دوڑتا ہوا پچھلے حصے کی طرف گیا۔ ایک شخص مورینا کو کاندھے پر لاد کر بھاگ رہا تھا۔ ڈرائیور کی فائرنگ سے لڑکھڑا کر گرا۔ مورینا کو دوسرے نے سنبھال

لیڈ تیسرے نے ڈرائیور پر تڑاتڑ گولیاں برسائیں۔ انجام کار ڈرائیور بھی میری خیال خوانی سے ہمیشہ کے لیے نکل گیا۔

میں غلام باقی کے دماغ میں پہنچا۔ وہ دھوئیں میں بھٹک رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "فوراً میرے پاس آؤ۔ راستہ نہ ملے تو یہاں سے دور نکل جاؤ۔ کہیں سے بھی اندھی گولی آسکتی ہے۔"

پھر میں نے باقی کا انتظار نہیں کیا۔ کار اسٹارٹ کرکے تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے دھوئیں کے دبیز بادلوں سے نکلا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا، مورینا کو کس گاڑی میں لے جایا جارہا ہے۔ اس راستے پر بے شمار گاڑیاں گڈمڈ ہوگئی تھیں۔ کسی کو آگے یا پیچھے جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میں ریورس گیئر پہ گاڑی کو چلاتا ہوا پھر دھوئیں کے بادلوں میں آیا۔ اسے تیزی سے مخالف سمت گھمایا، پھر ڈرائیو کرتا ہوا اس راستے پر آیا، جس پر ہم پہلے آئے تھے۔ آگے جاتے والی گاڑیوں کے برابر ہوکر دیکھتا گیا۔ شاید کسی میں مورینا نظر آجائے، مگر وہ ہاتھ سے نکل گئی تھی۔

رسونتی نے پوچھا۔ "یہ کیا ہوگیا فرہاد؟"

میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "کوئی ضروری تو نہیں کہ کامیابی ہمیشہ فرہاد علی تیمور کے قدم چومتی رہے۔"

شیبا کی آواز آئی۔ "رسونتی! میں ابھی مورینا کے دماغ میں گئی تھی۔ وہ کم بخت اندھی اور بہری ہوجاتی ہے۔ میں نے اسے سمجھایا۔ ہم اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ ہمیں دشمن سمجھتی ہے۔"

رسونتی نے پوچھا۔ "فرہاد! تمہارا کیا خیال ہے، اسے کس نے اغوا کیا ہے؟"

"آئرن کے ہم زاد ہارڈی نے یا تنانہ نے۔"

"تم تنانہ سے معلوم کرسکتے ہو۔"

"میں کوشش کرتا ہوں۔ تم دونوں آرام کرو۔ باقی سے کہہ دو، وہ رہائش گاہ میں میرا انتظار کرے۔"

میں نے تنانہ کو مخاطب کیا۔ اس نے سانس روک لی۔ پھر میرے پاس آکر بولی۔ "فرہاد! پلیز میرے پاس نہ آؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں ایک خوش خبری سناؤں گی۔"

"اچھا تو مورینا کو تم لے جارہی ہو؟"

"میں ابھی کچھ نہیں بتاؤں گی، پلیز میرا انتظار کرو۔"

وہ چلی گئی۔ مجھے تشویش میں مبتلا کرگئی۔ ابھی جس انداز میں مورینا کو اغوا کیا گیا تھا، اس سے ظاہر ہے، یہ تنانہ کے اکیلے کے بس کی بات نہیں تھی۔ کیا وہ کسی گروہ سے مل گئی تھی؟ یا کوئی خطرناک تنظیم اسے اپنے اعتماد میں لے چکی ہے۔ دونوں صورتوں میں کوئی گروہ اس کی خیال خوانی سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ جب وہ بہن کا برین واش کرکے ٹرانسفارمر مشین کا استعمال کرے گی تو وہ گروہ اس مشین اور خیال خوانی کرنے والی بہنوں کے قریب ہوگا۔ حالات بتا رہے تھے کہ تنانہ اپنی تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔

مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ وہ کیا کرتی پھر رہی تھی۔ جو بعد میں معلوم ہوا، میں اسے ابھی تفصیل سے بتارہا ہوں۔ میرے پاس کم بخت ایسے کردار آتے رہتے ہیں، جو میرے ساتھ میرے پڑھنے والوں کو بھی الجھاتے رہتے ہیں۔ بہرحال میں سلجھانے کی کوشش کررہا ہوں۔

جب تنانہ نے پہلی بار مجھے بغیر اجازت اپنے دماغ میں آنے سے منع کیا تب ہی میں سمجھ گیا تھا، وہ اپنی بہن کی خاطر الٹی سیدھی چالیں چلے گی۔

ایک بار مورینا نے اس سے کہا تھا۔ "تنانہ! اگر تم واقعی میری بہن ہو تو مجھے یقین دلاؤ کہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے سے تمہارا رابطہ نہیں ہے۔ پہلے مجھے مطمئن کرو، میری قسم کھاؤ کہ فرہاد سے تمہاری دوستی یا شناسائی نہیں ہے۔"

تنانہ مجھے دل و جان سے چاہتی تھی۔ مجھ سے دوستی توڑ نہیں سکتی تھی، بہن کو چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ اس نے جھوٹی قسم کھائی۔ "میری بہن! فرہاد کو میرے وجود کا بھی علم نہیں ہے۔ بلکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا یا جاننے والی یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ میں زندہ بھی ہوں یا مرچکی ہوں۔ یہ صرف تم جانتی ہو۔"

ادھر اس نے بہن کو یقین دلایا، ادھر مجھ سے التجا کی کہ میں بغیر اجازت اس کے دماغ میں نہ آؤں۔ کہیں ایسا نہ ہو، میں دماغ میں رہوں، ادھر سے مورینا آکے ہماری باتیں سن لے اور ہمارے تعلقات کو سمجھ لے۔

وہ مورینا کو بھی کو اپنے دماغ میں رہنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ یہ اس کی دانش مندی تھی۔ مورینا آکر باتوں کے دوران معلوم کرسکتی تھی کہ بہن کہاں رہتی ہے؟ اور فرہاد سے چور تعلقات ہیں۔ ادھر مورینا سحر زدہ تھی ہم سب کو آنے کی اجازت دیتی تھی، مگر اندھی اور بہری بن جاتی تھی۔

ایک بار میں نے مورینا کے دماغ میں پہنچ کر دونوں بہنوں کی باتیں سنی تھیں۔ تنانہ اسی بات پر بضد تھی کہ مورینا کو آئرن ہارڈی کے تنویمی سحر سے نکلنے کے لیے بہن کے پاس آنا چاہیے۔ پھر اس نے انکشاف کیا۔ "بہن مورینا! وہ ٹرانسفارمر مشین میرے پاس ہے۔ اگر آئرن ہارڈی اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو پہلے تمہیں تنویمی سحر سے آزاد کرے۔"

آئرن نے مورینا کے ذریعے کہلوایا۔ "اول تو ہمیں یقین نہیں ہے کہ اتنی اہم مشین اکیلی تنانہ حاصل کرے گی۔ اور اگر یہ درست ہے تو پہلے میرا نمائندہ تنانہ کے نمائندے سے ملاقات کرے گا۔ یا کوئی ایسا طریقہ کار متعین کریں گے جو دونوں کے لیے قابل قبول ہو۔"

تنانہ نے کہا۔ "مجھے منظور ہے۔ میری جانب سے جو لڑکی نمائندہ بن کر آئے گی اس کا نام "پامیلا" ہے۔"

مورینا نے کہا۔ "آئرن کی طرف سے جو نمائندہ آئے گا۔ اس کا نام جان ہارڈسے ہے۔"

"ایک بات اچھی طرح سے یاد رکھو، میری طرف سے آنے والی پامیلا یوگا کی ماہر ہے۔ تم [illegible] کے دماغ میں نہیں جاسکو گی۔ کوئی اہم بات [illegible]"

ان نمائندوں [illegible] ملاقات کے لیے ایک ہوٹل کا کمرہ ریزرو کروایا گیا۔ تنانہ، پامیلا کے نام [illegible] خود وہاں گئی۔ اپنے پرس میں ایک ایسی دوا رکھی

کھانے یا پینے کی چیز میں ملا کر دیتی تو وہ نمائندہ اعصابی کمزوری میں مبتلا اتا۔ وہ اس پر تنویمی عمل کرتی۔ پھر اسے معمول بنا کر آئرن ہارڈی کے پاس نے دیتی۔ اس طرح وہ مورینا اور آئرن کی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ سکتی تھی۔

اس نے سوچا تھا۔ "مورینا کا سراغ ملتے ہی میں فرہاد کو آزادی سے غ میں آنے کی اجازت دے دوں گی۔ وہ میری کارکردگی پر خوش ہوگا اور ینا کو وہاں سے نکال لانے میں میری مدد کرے گا۔"

اس کی پلاننگ عمدہ تھی لیکن دشمن کو نادان سمجھنا سب سے بڑی تی ہے۔ اس نے ہوٹل کے کمرے میں آئرن کے نمائندے مسٹر جان ہارڈسے ملاقات کی۔ وہ قد آور، صحت مند اور نہایت خوبرو شخص تھا۔ آنکھوں پر اہ گاگلس پہنے ہوئے تھا۔ اس نے قریب آکر مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ نہ نے مصافحہ کیا۔ اسی وقت وہ آنکھوں سے سیاہ گاگلس ہٹا کر بولا۔ "میں چ بھی نہیں سکتا تھا، یہاں ایک حسین دوشیزہ سے ملاقات ہوگی۔"

تنانہ نے مسکرا کر دیکھا تو دل کی دھڑکن اچانک ہی تیز ہوگئی۔ پہلے یس ہوا، مصافحہ کرنے والا ہاتھ اجنبی ہاتھ کی گرفت میں جکڑ گیا ہے۔ پھر مجھ میں آیا، اس کی آنکھیں اجنبی کی آنکھوں میں پیوست ہوگئی ہیں۔ اس نے وہاں سے نظریں ہٹانے کی کوشش کی۔ اجنبی نے کہا۔ "تم میری آنکھوں دیکھتی رہوگی۔ یہ آنکھیں تمہاری دنیا ہیں، یہ آنکھیں تمہاری کل کائنات ہیں۔ کائنات سے باہر نہیں جاسکو گی۔"

اور سچ مچ وہ نظریں ہٹانے میں ناکام رہی تھی۔ اس نے آج تک ایسی یں نہیں دیکھی تھیں۔ جو پہلی نظر میں ہی جکڑ لیتی ہیں۔ یوں لگ رہا تھا، نہیں بول رہا بلکہ آنکھیں حکم دے رہی تھیں۔ "بیٹھ جاؤ۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی، وہ بھی ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ تاکہ نگاہیں ایک رے سے اسی طرح لپٹی رہیں۔ پھر اُن حکمران آنکھوں نے پوچھا۔ "تمہارا نام؟"

وہ آنکھوں کی کائنات میں تنہا تھی، اور تنہا آدمی اپنے آپ سے جھوٹ بولتا۔ وہ بے اختیار بولی۔ "تنانہ۔"

"تم نے فرضی نام کیوں اپنایا تھا؟"

"میں سوچ کر آئی تھی، تم پر تنویمی عمل کروں گی۔ تمہیں اپنا معمول بنا کر اپنی ی خفیہ رہائش گاہ تک پہنچ جاؤں گی۔"

"یہی میں سوچ کر آیا ہوں۔ کیا تم میری معمولہ ہو؟"

"ہاں، میری کائنات میں تم ہی تم ہو۔ میں تمہاری معمولہ ہوں۔ مگر تم کون بنی؟"

"میرا نام ہارڈی ہے۔ میرے ہم زاد آئرن نے مورینا کو اپنی آنکھوں کے بلانے میں رکھا ہے۔ آج سے تم میری قید میں رہو گی۔ میری آنکھوں کو ہمیشہ رکھو گی۔ جب بھی یہ آنکھیں تمہیں بلائیں گی، تم ساری دنیا چھوڑ کر میرے لے میں آجاؤ گی۔"

"میں تمہارے قدموں میں مرجاؤں گی۔"

"اب اپنے متعلق بولتی جاؤ۔"

وہ بولنے لگی۔ اپنے ہوش سنبھالنے کی عمر سے لے کر آج تک کی تمام اہم باتیں بتانے لگی۔ اس نے بتایا۔ تقریباً پچاس کے قریب تیز طرار عورتیں اس کی آلۂ کار ہیں۔ اس شہر میں اس کی چار خفیہ رہائش گاہیں ہیں۔ اس نے ایک خفیہ اڈا کٹی کومین سے چھین لیا ہے۔ فرہاد علی تیمور سے کن حالات میں ملاقات ہوئی۔ اب اس سے دلی اور جذباتی تعلقات ہیں۔ "پچھلے دن سے اس نے فرہاد پر پابندی لگاری ہے۔ وہ بغیر اجازت کے اس کے دماغ میں نہیں آسکتا۔" تنانہ اُن شیطانی آنکھوں کے سامنے اپنے آپ کو بھول گئی تھی۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین کے متعلق بھی بتادیا۔

ہارڈی نے پوچھا۔ "فرہاد تمہاری خفیہ رہائش گاہیں دیکھ چکا ہے۔ کیا وہ مشین تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"فرہاد کو اس جگہ کا علم نہیں ہے، جہاں وہ مشین چھپائی گئی ہے۔ میرا رازدار صرف میرا باڈی گارڈ پیٹر ہال ہے۔"

"کیا تم ابھی باڈی گارڈ کے ساتھ آئی ہو؟"

"ہاں، وہ میرے ساتھ دن رات رہتا ہے۔ ابھی ہوٹل کے ویٹنگ روم میں ہوگا۔"

"تم اس کمرے سے نکلنے کے بعد باڈی گارڈ کو رخصت کردو گی۔ پھر مجھے اس ٹرانسفارمر مشین تک لے جاؤ گی۔ کسی حیل و حجت کے بغیر اسے میرے حوالے کردو گی۔"

"تمہارا ہر حکم میرے اندر خنجر کی طرح اترتا ہے۔ میں تعمیل کروں گی۔"

"میں نے سوچا تھا، ہم دو بھائیوں کے پاس تم دو بہنیں رہا کرو گی۔ لیکن فرہاد پہلے ہی تم پر ہاتھ صاف کرچکا ہے۔ میں تمہاری جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو فرہاد کے پاس چھوڑ نہیں سکتا۔ تم میرے حکم پر جان دو گی۔"

"میں جان دوں گی۔"

"میں تمہیں ایک ہفتے کی زندگی دے رہا ہوں۔ ٹرانسفارمر مشین کو آپریٹ کرنے اور ہم دو بھائیوں کے دماغوں میں ٹیلی پیتھی منتقل کرانے کے دوران شاید تمہاری ضرورت پڑسکتی ہے۔ لہٰذا ٹھیک ایک ہفتے بعد آج ہی کے دن خودکشی کرلو گی۔"

"میں ایک ہفتے کے بعد آج ہی کے دن خودکشی کرلوں گی۔"

"تم اپنے آخری لمحے تک فرہاد سے بدستور محبوبانہ انداز میں ملتی رہو گی۔ اسے شبہ نہیں ہونے دو گی کہ کسی نے تمہیں تنویمی سحر میں جکڑ رکھا ہے۔"

"میں فرہاد کو شبہ کرنے کا موقع نہیں دوں گی۔"

"تم ٹرانسفارمر مشین میرے حوالے کرنے کے بعد مجھے بھول جاؤ گی۔ تمہیں میرا نام بھی یاد نہیں رہے گا۔ تم غیر شعوری طور پر میری آنکھوں کے زیر اثر رہو گی۔ مورینا جب بھی میری آنکھوں کا حوالہ دے کر جو کہے گی تم اس پر عمل کرو گی۔"

وہ حکم دے رہا تھا۔ تنانہ اس کے ہر حکم پر عمل کرنے کا عہد کررہی تھی۔ پھر ہارڈی نے اپنی چبھتی ہوئی نظریں اس پر سے ہٹالیں۔ تنانہ نے ایک گہری سانس لی، جیسے منوں بوجھ اتر گیا ہو۔ پھر اس کا سر صوفے کی پشت

سے ٹک گیا۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ ہارڈی کھڑکی کے پاس آیا۔ اسے کھول کر جیب سے ننھا سا ٹرانسمیٹر نکال کر آپریٹ کرنے لگا۔ کھڑکی کے باہر دور تک پھیلا ہوا شہر دکھائی دے رہا تھا۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے کہا۔ "آئرن! خوش ہو جاؤ۔ میں ٹرانسفارمر مشین لے کر آ رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے آئرن کی آواز سنائی دی۔ وہ خوشی سے نعرہ لگا رہا تھا۔ ہارڈی نے کہا۔ "تنانہ میرے تنویمی سحر میں ہے۔ تم پوری تفصیل غور سے سنو۔ اس جگہ کا ایڈریس نوٹ کرو، جہاں وہ مشین ہے۔ اگر کوئی غیر متوقع بات ہو جائے۔ میں ایک گھنٹے کے اندر مشین نہ لا سکوں تو تم پوری تیاری کے ساتھ وہاں پہنچ جانا۔"

ہارڈی اپنے ہم زاد آئرن کو تفصیل سے پوری روداد سناتا رہا۔ پھر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تنانہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے تنویمی نیند سو رہی تھی۔ وہ اس کے پاس آ کر اس کے کان میں آہستہ آہستہ بولنے لگا۔ "ہارڈی کی آنکھیں تمہیں حکم دے رہی ہیں۔ بیدار ہو جاؤ۔ بیدار ہو جاؤ اور احکامات کی تعمیل کرو۔"

اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھول دیں۔ پھر ایک بھرپور انگڑائی لی۔ جیسے پورے بدن سے نیند کا خمار نکال رہی ہو۔ اس نے ہارڈی کی آنکھوں کو دیکھا، پھر سر جھکا کر ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔ رابطہ قائم ہونے پر کہا۔ "ویٹنگ روم میں مسٹر پیٹر پال ہیں۔ پلیز انھیں ریسیور دیجیے۔"

تھوڑی دیر بعد پیٹر پال کی آواز سنائی دی۔ تنانہ نے کہا۔ "میں مسٹر جان ہارڈے کے ساتھ کسی کام سے جا رہی ہوں۔ ابھی تمھاری ضرورت نہیں ہے۔ تم جاؤ۔"

پیٹر پال نے کہا۔ "لیکن مادام! آپ کا حکم تھا، میں کسی حال میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں۔"

وہ سخت لہجے میں بولی۔ "نو آرگومنٹس، میں حکم دے رہی ہوں۔ جاؤ یہاں سے۔"

"آل رائٹ مادام!"

رابطہ ختم ہو گیا۔ ہارڈی نے آنکھوں پر سیاہ عینک لگالی۔ دس منٹ انتظار کیا تاکہ پیٹر پال چلا جائے۔ پھر وہ تنانہ کے ساتھ ہوٹل کے باہر آیا۔ اسے اپنی گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھنے کے لیے کہا، پھر خود اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال لی۔ ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کے احاطے سے نکلا۔ تنانہ کے بتائے ہوئے پتے کی سمت کار دوڑاتے ہوئے بولا۔ "تم خیال خوانی کے ذریعے پیٹر پال کو جانے کا حکم دے سکتی تھیں، پھر فون کیوں استعمال کیا؟"

وہ بولی۔ "پتا نہیں کیوں میرے دماغ میں بات آئی کہ فون پر باڈی گارڈ سے ہونے والی گفتگو تمھیں بھی سننا چاہیے۔ خیال خوانی کی باتیں تم سن نہیں سکو گے۔ ویسے ہم ابھی کہاں جا رہے ہیں؟"

"ایسی جگہ جہاں تمھارے اور پیٹر پال کے سوا کوئی نہیں جا سکتا۔"

وہ پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہاں پہنچ گئے۔ تنانہ نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں تمھیں اس بنگلے کے اندر نہیں جانے دوں گی۔"

ہارڈی نے سیاہ عینک اتاری۔ وہ ساکت رہ گئی۔ اس نے کہا۔ "تم جب بھی انکار کرنا چاہو گی تمھیں یہ آنکھیں یاد آ جائیں گی۔"

"مجھے ان آنکھوں سے رہا کرو۔ میں انکار نہیں کروں گی۔"

ہارڈی نے نظریں ہٹالیں۔ دونوں کار سے اتر کر بنگلے کے اندر آئے۔ وہاں ایک کمرے میں بڑی سی تصویر تھی جو اصل میں چور دروازہ تھی۔ اس کے پیچھے ایک خفیہ کمرہ تھا۔ تنانہ نے مشین کو چار مختلف سوٹ کیسوں میں لاک کر دیا تھا۔ جب ہارڈی اس کے ساتھ خفیہ کمرے میں پہنچا تو ایک دم سے چونک گیا۔ چاروں سوٹ کیس ایک کے اوپر ایک رکھے ہوئے تھے اور ان سب کے اوپر پیٹر پال بیٹھا ہوا تھا۔

ہارڈی نے سخت لہجے میں پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں اپنی مالکہ کا وفادار ہوں۔ مالکہ نے حکم دیا۔ ہوٹل سے چلے جاؤ۔ یہ نہیں کہا، مجھے کہاں جانا چاہیے۔ لہٰذا یہاں آ گیا۔"

تنانہ نے کہا۔ "میں پھر حکم دیتی ہوں۔ یہاں سے چلے جاؤ۔"

"حکم کی تعمیل سے پہلے میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں، پیٹر پال کسی بے حیا کا باڈی گارڈ نہیں رہتا۔ اگر فرہاد صاحب کے بعد تم اس شخص کو اپنا راز دار اور تنہائیوں کا ساتھی بنا رہی ہو تو میں ابھی اس ملازمت کو ٹھکرا دوں گا۔"

تنانہ نے کہا۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔ مسٹر جان ہارڈے نے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔ میں بے حیا نہیں ہوں۔ میرا حکم مانو اور چلے جاؤ۔"

"میری مالکہ! تم نے کہا تھا، بہت مجبور ہو کر فرہاد صاحب سے مشین کو چھپا رہی ہو۔ آئندہ اپنی بہن مورینا کو حاصل کرنے کے بعد فرہاد صاحب ہی اس مشین کو آپریٹ کریں گے۔ میرے مالک کے سوا کوئی اور شخص یہاں نہیں آئے گا۔ پھر یہ کیسے آ گیا؟"

وہ غصے سے بولی۔ "تم فرہاد کے نہیں، میرے ملازم ہو، جاؤ یہاں سے۔"

ہارڈی نے کہا۔ "یہ یہاں سے زندہ جائے گا تو ہمارے لیے مصیبت بن جائے گا۔ میں اسے....."

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی پیٹر پال نے فضا میں چھلانگ لگاتے ہوئے ایک فلائنگ کک ماری۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا چور دروازے سے گزرتا ہوا کمرے میں آیا۔ پھر پیٹر پال کے مقابلے پر تل گیا۔ اپنی آنکھوں سے سیاہ عینک اتار کر ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا۔ "لڑنے والا اپنے مقابل کی آنکھوں میں دیکھتا ہے۔ تم بھی دیکھو۔"

پال نے اس کی آنکھوں کو دیکھا۔ اسے کچھ کمزوری کا احساس ہوا۔ دماغ نے سمجھایا۔ "یہ کسی جادوگر کی آنکھیں ہیں۔ مجھے نہیں دیکھنا چاہیے۔"

اس نے جلدی سے دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ ہارڈی نے ایک گھونسا رسید کیا۔ پھر دوسرا اور تیسرا گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ "ہاتھ ہٹاؤ، مردوں کی طرح آنکھیں ملا کر مقابلہ کرو۔"

پال نے اچانک کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ ہارڈی کا منہ دائیں گھوم ا۔ اس نے کراٹے کا دوسرا ہاتھ مارا۔ منہ بائیں طرف گھوم گیا، پھر اس نے وم کر ایک لات ماری۔ بڑی ہی نپی تلی کک تھی۔ ہارڈی کی باچھوں سے ن کی دھار بہنے لگی۔ وہ ایک کرسی سے ٹکرایا پھر دوسری طرف الٹ کر ش پر چلا گیا۔

دونوں کا قد چھ فٹ سے اوپر تھا۔ دونوں صحت مند فولادی جسم کے لک تھے۔ ہارڈی ایک مانا ہوا فائٹر تھا۔ اپنی طلسمی آنکھوں سے بھی یر کرتا تھا۔ آج اسے تسلیم کرنا پڑا، پیٹر پال سیر پر سوا سیر ہے۔ وہ آنکھوں سے بچ کر حملے کرے گا تو اسے صرف جسمانی قوت اور داؤ پیچ سے شکست نا ممکن نہ ہوگا۔

پیٹر پال نے پینترا بدلتے ہوئے کہا۔ "اٹھو۔ اپنی آنکھوں کو عورتوں کے لیے بچا کر رکھو۔ میرے ساتھ مردوں کی طرح مقابلہ کرو۔"

ہارڈی نے اب جم کر مقابلہ کیا۔ دونوں پاگل ہاتھیوں کی طرح ٹکرا رہے ۔ بھوکے شیر کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔ پھر مقابلہ برابر رہا۔ ہارڈی زخموں سے چور ہو رہا تھا۔ اس نے گرج کر کہا۔ "تنانہ! میری یں حکم دیتی ہیں، اسے ختم کر دو۔ اپنا پرس کھولو۔"

تنانہ کے حواس پر آنکھیں چھا گئیں۔ اس نے بڑی پھرتی سے پرس کھول یوالور نکالا۔ اپنے باڈی گارڈ کا نشانہ لیا۔ لیکن ایک ٹھوکر پڑتے ہی ریوالور سے نکل گیا۔ ہارڈی نے دوڑ کر اسے کیچ کرنا چاہا۔ اس کے پیٹ پر ٹھوکر ں وہ سنبھلتے سنبھلتے تنانہ سے ٹکرایا۔ تنانہ دیوار سے ٹکرائی۔ آگے سے پہاڑ ے ہارڈی کا بوجھ، پیچھے سے دیوار کی سختی نے اسے پیس کر رکھ دیا۔ وہ بے ہوش کر فرش پر آ گئی۔

پال نے ٹھائیں سے فائر کیا۔ ہارڈی کی ران میں ایک گولی پیوست کرتے ے بولا۔ "میں نے کبھی قتل نہیں کیا۔ ایسے موقعوں پر دشمن کو تعاقب کرنے ے قابل بھی نہیں چھوڑتا۔"

اس نے دوسری گولی دوسری ران میں اتار دی۔ ہارڈی فرش پر گر تڑپ رہا تھا۔ پال تیزی سے خفیہ کمرے میں گیا۔ جب واپس آیا تو اس دونوں بغل میں دو سوٹ کیس اور دونوں مٹھیوں میں اور دو سوٹ کیس تھے۔ ریوالور کی گولیاں ہارڈی کے جسم میں آگ لگا رہی تھیں۔ کوئی اور ہوتا تو ب تک بے ہوش ہو جاتا۔ وہ ایک لرزتا ہوا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "رک جاؤ۔ میں تمھیں مالا مال کر دوں گا۔ تمھیں کسی کا باڈی گارڈ بن کر نہیں رہنا پڑے گا۔ رک جاؤ۔ میری بات مان لو۔ رک جاؤ۔"

مگر وہ چلا گیا۔ دو منٹ کے بعد واپس آیا۔ ہارڈی تکلیف کے باوجود وش ہو کر بولا۔ "میں جانتا تھا تم آؤ گے۔ میں تمھیں نقد دس لاکھ ڈالر دوں گا۔ تمھارے دوسرے مطالبات بھی پورے کروں گا۔"

وہ بولتا رہا۔ پال اپنی بے ہوش مالکہ کو دونوں بازوؤں میں اٹھا کر لے گیا۔ وہ غصے سے گالیاں بکنے لگا۔ پھر بکتے بکتے آواز مردہ ہو گئی۔ وہ نڈھال سا ہو کر فرش پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ تھوڑا وقت گزرنے کے بعد بہت سارے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ آئرن ایک گھنٹا انتظار کرنے کے بعد اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو اس کا ہم زاد بے ہوش ہو چکا تھا اور فرش پر لہو بہہ رہا تھا۔

تنانہ کو ہوش آیا تو اس نے خود کو اپنے بیڈ روم کے آرام دہ بستر پر پایا۔ وہ آہستگی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ "کیا میں خواب دیکھ رہی تھی؟ کیا جو کچھ ہوا وہ ایک خواب تھا؟"

اسے گزرے ہوئے واقعات یاد آ رہے تھے۔ جو کچھ ہوا وہ اس کے منصوبے کے خلاف ہوا... وہ مشین کسی کے حوالے نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے باوجود دماغ سمجھا رہا تھا جو ہوا برا ہوا۔ ایک باڈی گارڈ پیٹر پال کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس نے پال کو مخاطب کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ وہ طویل بے ہوشی کے بعد ہوش میں آئی تھی۔ ابھی دماغ کمزور تھا۔ وہ خیال خوانی نہیں کر سکتی تھی۔

اسی وقت اس کا چیف سیکریٹری مورگن ایک ٹرالی کے ساتھ آیا۔ ٹرالی میں تازہ پھل، خشک میوے اور دودھ، اوولٹین وغیرہ سب کچھ تھا۔ مورگن نے کہا۔ "بیٹی! تم کمزور ہو گئی ہو، کچھ کھا کر دودھ پی لو۔"

"میں یہاں کیسے پہنچ گئی۔ پال کہاں ہے؟"

"وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں گیا ہے۔ بڑی جلدی میں تھا۔"

"اوہ مسٹر مورگن! وہ ٹرانسفارمر مشین لے گیا ہے۔"

"کیا کہہ رہی ہو بیٹی! نہیں، نہیں، اس کی وفاداری پر شبہ نہ کرو۔"

"وہ مشین ایسی ہے کہ پیدائشی وفاداروں کو بھی غدار بنا دیتی ہے۔"

"ایسا ہے تو خیال خوانی کے ذریعے معلوم کرو۔ وہ مشین کہاں لے گیا ہے؟"

"ابھی میرا دماغ کمزور ہے۔ اس کا سراغ لگانے کے لیے مجھے نارمل ہونا پڑے گا۔ کچھ کھانا پینا ضروری ہے۔"

وہ پھل کھانے اور دودھ پینے لگی۔ مورینا نے اسے مخاطب کیا۔ "سانس نہ روکنا۔ میں تمھاری بہن مورینا ہوں۔"

"سانس کیا خاک روکوں گی۔ تمھاری ہی خاطر وہ مشین ہاتھ سے نکل گئی۔ دماغ الگ کمزور ہو گیا۔ ابھی خیال خوانی کی کوشش کر رہی تھی، سر دکھنے لگا۔"

"مجھے سب معلوم ہو چکا ہے۔ آئرن اور ہارڈی کے آدمیوں نے تمھاری تمام خفیہ رہائش گاہوں اور کیتھی کوئین کے اڈے میں پیٹر پال کو تلاش کیا ہے۔ وہ کہیں نظر نہیں آیا۔ تم سوچ کر بتاؤ، وہ کہاں چھپ سکتا ہے۔ ویسے ہمارے آدمیوں نے شہر کے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کی ہے۔ وہ باہر نہیں جا سکے گا۔"

تنانہ نے پریشان ہو کر کہا۔ "مجھے ڈر ہے، کہیں وہ مشین لے کر فرہاد کے پاس نہ پہنچ جائے۔"

مورینا نے پوچھا۔ "تم نے ہارڈی کی آنکھوں کو فرہاد کا پتا کیوں

نہیں بتایا؟"

تنانہ کے حواس پر پھر وہی آنکھیں چھا گئیں۔ اس نے کہا "فرہاد نے اپنی رہائش گاہ تک کبھی پہنچنے نہیں دیا۔ پھر میں ان آنکھوں کو پتا کیسے بتاتی؟"

"تم پیٹر پال کی آواز اور لب و لہجہ یاد کرو۔ میں اس کے لب و لہجے کو یاد کروں گی۔ پھر تنانہ بن کر اسے مخاطب کروں گی۔ کچھ تو معلوم ہوگا، وہ ذلیل نمک حرام کہاں مر رہا ہے۔"

تنانہ سر جھکا کے آنکھیں بند کر کے پیٹر پال کا تصور کرنے اور اس کے لب و لہجے کو دہرانے لگی۔ اس نے خود کو ہلکا پھلکا سا محسوس کیا۔ پھر خوش ہو کر بولی "میں خیال خوانی کر سکتی ہوں، ابھی میں پال کے پاس پہنچی تھی۔ اس نے سانس روک لی۔"

اس نے پھر پال کو مخاطب کیا۔ وہ بولا "میری مالکہ! میں حاضر ہوں۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ تنانہ نے پھر مخاطب کیا۔ "یہ کیا حرکت ہے؟"

"میری مالکہ! میرے فون کا انتظار کرو۔"

اس نے پھر دماغ سے نکال دیا۔ تنانہ جھنجلا گئی۔ موریتا نے کہا۔ "کم بخت بہت چالاک ہے۔ میں نے چپکے سے معلوم کیا، وہ ایک پارک میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں سمجھ رہی تھی، وہ مشین کے پاس ہوگا۔"

دس منٹ کے بعد فون کی گھنٹی سنائی دی۔ تنانہ ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو"

آواز سنائی دی "میری مالکہ! میں حاضر ہوں۔"

"فون کے ذریعے کیوں بات کر رہے ہو؟"

"تمہاری بھلائی کے لیے۔ میں دماغ کا دروازہ تمہارے لیے کھولوں گا تو کوئی دوسرا چھپکے سے آ کر مشین کا ٹھکانا معلوم کرے گا۔"

"صرف میں تمہارے دماغ میں آؤں گی۔"

"سوری، تم قابل اعتماد نہیں رہیں۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"تمہارے ساتھ آنے والے اجنبی نے تم سے کہا کہ ہارڈی کی آنکھیں یاد کرو، اور مجھے ختم کر دو۔ تم سچ مچ مجھے ختم کرنے لگی تھیں۔ اور تب ہی میں سمجھ گیا تھا، تم اپنی بہن کی طرح سحر زدہ ہو گئی ہو۔ ان حالات میں صرف ایک شرط پر بھروسا کر سکتا ہوں۔"

"بولو، کیا شرط ہے؟"

"تم فرہاد صاحب کو تمام حالات سے آگاہ کرو، یا مجھے ان کا پتا بتاؤ۔ وہ تمہیں ضرور شیطانی آنکھوں کے طلسم سے نکالیں گے۔ جب تم نارمل ہو جاؤ گی تو میں پہلے کی طرح تمہارے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔"

"تم فرہاد کو اس معاملے میں نہ لاؤ۔"

"یعنی تم دشمنوں کو ترجیح دے رہی ہو۔"

"یہ تم فرہاد کے وفادار کب سے بن گئے؟"

"میں صرف تمہارا وفادار ہوں۔ اگر فرہاد صاحب تمہیں نقصان پہنچانے لگے تو تمہاری خاطر اُن سے بھی ٹکرا جاؤں گا۔ لیکن یہ میرا ایمان ہے کہ تمہیں موجودہ دلدل سے فرہاد صاحب ہی نکال سکتے ہیں۔"

تنانہ سوچ میں پڑ گئی۔ موریتا نے کہا۔ "اس سے کہو، ابھی فرہاد صاحب اس سے دماغی رابطہ قائم کریں گے۔ پھر میں فرہاد کے لب و لہجے میں اس سے بات کروں گی۔"

پیٹر پال نے پوچھا "میری مالکہ، خاموش کیوں ہو؟ میرے لیے خطرہ بڑھ رہا ہے۔ دشمن خاص ذرائع سے معلوم کر سکتے ہیں کہ میں کہاں سے بات کر رہا ہوں۔ بہتر ہے، تم ریسیور رکھ دو۔ اب میں بہت دور کسی دوسرے علاقے میں جا کر فون کروں گا۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب کی بار تنانہ اور موریتا کو آدھے گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا۔ پھر فون کی گھنٹی سنائی دی۔ تنانہ نے جلدی سے ریسیور اٹھا کر غصے سے پوچھا "کیا یہ تم ہو؟ تم نے اتنی دیر انتظار کیوں کرایا۔ کیا میں تمہاری ملازمہ ہوں؟"

"تم ناحق ناراض ہو رہی ہو۔ میں ریسیور رکھ کر تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا مشین کے خفیہ مقام تک گیا۔ مشین کے چاروں حصوں کو یکجا کیا۔ پھر ان کے درمیان ایک ٹائم بم رکھ دیا۔"

تنانہ نے چیخ کر پوچھا۔ "ٹائم بم؟ آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ دشمن مجھے کسی بھی ٹیلی فون بوتھ میں گھیرنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ تم یہ بات اُن شیطانی آنکھوں والوں تک پہنچا دینا۔ میں نے ٹائم بم کی بلاسٹنگ کے لیے پچاس منٹ کا وقت سیٹ کر دیا ہے۔ اگر کسی نے مجھے گرفتار کیا اور میں پچاس منٹ سے پہلے وہاں نہ پہنچا تو ایک زبردست دھماکہ ہوگا اور مشین کے پرزے پرزے ہو جائیں گے۔"

موریتا غصے سے چیخ کر بولی "تنانہ! یہ تم نے کس کمینے... کو باڈی گارڈ بنایا ہے۔ اس سے کہو، فوراً جائے اور ٹائم بم کو آف کر دے۔"

تنانہ نے کہا "پال! ابھی فرہاد صاحب تم سے دماغی رابطہ قائم کریں گے۔ تم فوراً جا کر ٹائم بم کو آف کرو۔"

"میں جا رہا ہوں۔ لیکن میرے دماغ میں کوئی بھی فرہاد صاحب بن کر بول سکتا ہے۔ اس لیے میں اُن کے رُوبرو گفتگو کرنا پسند کروں گا۔ دیٹس آل۔"

اس نے فون کا رابطہ ختم کر دیا۔ دونوں بہنیں تلملا کر رہ گئیں۔

اُدھر ہارڈی کی رانوں سے گولیاں نکال دی گئی تھیں۔ وہ اپنے ہی ایک پرائیویٹ اسپتال میں پڑا ہوا تھا۔ اگر ایک بھائی زخمی ہوتا تھا تو قدرتی طور پر دوسرا بھائی زخموں سے اٹھنے والی ٹیسوں کو محسوس کرتا تھا۔ دوسری طرف آئرن اپنے زخمی ہم زاد کی تکالیف محسوس کر رہا تھا اور بار بار بستر پر گر جاتا تھا۔ موریتا آئرن کے لیے پریشان تھی۔ اگر وہ مشین ہاتھ آ جاتی

تو دونوں بھائی اپنی ساری دُکھ بیماری بھول جاتے۔ لیکن مشین تھی کہ خواب ہوتی جا رہی تھی۔

پیٹر پال کسی کو اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتا تھا۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی پوچھتا تھا "کیا فرہاد صاحب کا پتا بتا رہی ہو؟" جواب میں کوئی دوسری بات کہی جاتی تھی تو وہ سانس روک لیتا تھا۔

اسے چکر دینے کے لیے کوئی پتا دیا جا سکتا تھا۔ جب وہاں پہنچتا تو اسے چاروں طرف سے گھیر لیا جاتا۔ لیکن اس نے پہلے ہی خطرے کی گھنٹی بجا دی تھی کہ وہ جب بھی فون کرنے یا ملاقات کرنے خفیہ پناہ گاہ سے نکلے گا تو مشین کو ٹائم بم سے منسلک کر کے آئے گا۔

دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کے لیے بڑی مشکل ہو رہی تھی۔ وہ مشین گلے میں ہڈی کی طرح اٹک گئی تھی نہ اسے نگلا جا سکتا تھا نہ اُگلا جا سکتا تھا۔ یوں دو دن اور دو راتیں گزر گئیں۔ ہارڈی کے زخم اتنی جلدی بھر نہیں سکتے تھے۔ لیکن تکلیف کم ہو گئی تھی۔ وہ پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر اور ہم زاد آئرن اپنے پیروں سے چل کر اِدھر اُدھر جانے کے قابل ہو گئے تھے۔ ایسے ہی وقت یہ دھماکہ خیز اطلاع ملی کہ فوج نے آئرن کے تمام خفیہ اڈوں کو گھیر لیا ہے۔

آئرن چاروں طرف سے گھر گیا تھا۔ ان کے خلاف بیان دینے والی لیڈی کرینا کا ہارڈی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لہٰذا وہ گرفتاری سے بچ گیا۔ آئرن نے موریتا کو سمجھایا "تم تنانہ اور ہارڈی سے رابطہ قائم کرو۔ فوجی جوان تمہیں دو ہی راستوں میں سے کسی ایک راستے سے لے جائیں گے۔ ہارڈی اپنے جان نثار بھیجے گا۔ تنانہ ان کے ساتھ رہے گی۔ راستے میں فوجیوں سے چھین کر نجات دلائے گی اور ہارڈی کے ایک خفیہ اڈے میں پہنچائے گی۔ تنانہ کو ہارڈی کے آدمیوں کے ساتھ رہنا چاہیے کیونکہ کسی مرحلے پر اس کی ٹیلی پیتھی بھی کام آ سکتی ہے۔"

آئرن اور ہارڈی کا یہی خفیہ آپریشن تھا جس نے میرے آپریشن کو ناکام بنا دیا تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تنانہ اپنی بہن کی طرح سحر زدہ ہو کر میرے خلاف آپریشن میں حصہ لے گی۔ جب میں نے اس کے دماغ پر دستک دی تو اس نے کہا "فرہاد! پلیز ابھی چلے جاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں ایک خوش خبری سناؤں گی۔"

وہ بہت خوش تھی۔ اسے مشین کے جانے کی پروا نہیں تھی۔ کیونکہ پیاری بہن مل گئی تھی۔ وہ دو مسلح جوانوں کے ساتھ اپنی گاڑی میں آئی۔ پتا چلا فائرنگ اور جوابی فائرنگ کے دوران اس گاڑی کا ایک پہیہ بے کار ہو گیا ہے۔ وقت کم تھا۔ مخالف پارٹی کا خوف تھا۔ وہ فوراً ہی موریتا کے ساتھ گاڑی سے نکل۔ دھوئیں کے دبیز بادلوں سے گزرتے ہوئے ایک کار کے پاس پہنچی۔ اس کا پچھلا دروازہ کھول کر موریتا کے ساتھ بیٹھ گئی۔ اس کے مسلح ساتھی نے پھرتی سے اگلا دروازہ کھولا۔ پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص کو ریوالور کی زد پر رکھ کر بولا۔ "فوراً چلو، ورنہ گولی مار دوں گا۔"

اس شخص نے پائپ کو منہ میں دبایا۔ اسے اطمینان سے سلگایا۔ تنانہ نے غصے سے کہا۔ "گاڑی چلاؤ، ورنہ کھوپڑی میں زلزلہ پیدا کر دوں گی۔"

اس نے پائپ سے ایک کش لیا۔ پھر دھواں چھوڑتے ہوئے پلٹ کر بولا۔ "انٹرنیشنل جاسوس منگل پانڈے کی گاڑی مرضی سے چلتی ہے۔ خاموش بیٹھے رہو۔"

یہ جو واقعات پیش آ رہے تھے، ان واقعات کے دوران اس مشین اور موریتا کے لیے دوسری جگہ بھی بہت کچھ ہو رہا تھا۔ اس کے متعلق بھی سنیے۔ ابھی یہ سمجھنا مشکل تھا کہ وہ مشین اور دو بہنیں کس خوش نصیب کے ہاتھ لگیں گی۔

سپر ماسٹر کو اطلاع مل گئی تھی کہ اتنی خاموشی اور راز داری سے چھاپے مارنے کے باوجود ناکامی ہو رہی ہے۔ خطرناک تنویمی عمل جاننے والا آئرن گرفتار ہو چکا ہے۔ لیکن موریتا جو اصل مہرہ تھی، اُسے اغوا کر لیا گیا ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے سپر ماسٹر نے بڑے سخت احکامات جاری کیے تھے۔ پورے ملک میں ریڈ پاور سے تعلق رکھنے والوں کو عارضی طور پر گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ماسکو میں سے کہہ دیا گیا تھا کہ آج بارہ گھنٹے تک اس کا کوئی طیارہ یا ہیلی کاپٹر کسی ایئرپورٹ میں نہیں آئے گا۔ اور نہ ہی کسی فلائنگ کلب سے پرواز کرے گا۔ اسرائیلی ایجنٹوں پر بھی یہی پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

میرے متعلق کنگ فرنانڈو پر شبہ تھا۔ اسے اس کی رہائش گاہ میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ اس کی تمام ٹرانسپورٹ اور ہیلی کاپٹروں کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا تھا۔ اس طرح سپر ماسٹر نے مجھے حاصل ہونے والی سہولتوں کو یکسر ختم کر دیا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں رہ کر اس کی عائد کردہ پابندیوں کا توڑ کرتا جا رہا ہوں۔

جب موریتا میرے ہاتھ سے نکل گئی اور تنانہ نے مجھے دماغ میں آنے سے روک دیا تو جی میں آیا، اسے دماغی جھٹکے پہنچاؤں۔ لیکن اس سے کچھ حاصل نہ ہوتا۔ ایک تو وہ بار بار سانس روکتی، دوسرے موریتا اسے سنبھالتی۔ اگر یہی سلوک موریتا سے کرتا تو تنانہ اسے سنبھالتی۔ ہو سکتا تھا، ان کے مسلح ساتھی انھیں بے ہوش کر دیتے۔ پھر میری ٹیلی پیتھی کام نہ آتی۔

سب سے اہم بات یہ کہ میں تنانہ کو نقصان پہنچا کر دشمن نہیں بنانا چاہتا تھا۔ وہ صرف موریتا کی محبت میں عارضی طور پر مجھ سے الگ ہوئی تھی۔ پھر میری ہی طرف لوٹ کر آنے والی تھی۔ میں نے سوچا۔ مجھے صبر کرنا چاہیے۔ اور سپر ماسٹر کے طریقۂ کار کو سمجھنا چاہیے۔ کہ اب وہ موریتا تک کیسے پہنچے گا۔

میں سپر ماسٹر کے پاس پہنچا۔ وہ ٹرانسمیٹر پر بہرام گنگولی سے کہہ رہا تھا "جب تمہارا علم یہ کہتا ہے کہ ہم جاسوس منگل پانڈے کے ذریعے مشین تک پہنچ سکتے ہیں تو تم موریتا کے لیے کیوں بھاگ رہے ہو؟ اس جاسوس کے ساتھ سائے کی طرح لگے رہو۔"

اس نے کہا۔ "سر! میرا علم غلط نہیں کہتا۔ میں گھوم پھر کر دوبارہ منگل پانڈے کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ ابھی میں نے اسے ہوٹل کی ایک رنیٹل کار میں دیکھا ہے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کار کی پچھلی سیٹ پر مورینا دکھائی دی تھی۔"

میں اور سُپر ماسٹر دونوں ہی چونک گئے۔ اس نے پوچھا "جلدی بتاؤ، کن راستوں سے وہ کار گزر رہی ہے۔ تم اسے نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔"

اب سُپر ماسٹر اپنے تمام ذرائع سے منگل پانڈے کی کار کو گھیرنے والا تھا۔ میں نے فوراً کار اسٹارٹ کی۔ پھر اس کی طرف دوڑ لگاتے ہوئے کار سے پہلے ہی اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سانس روکنے والا تھا۔ مخصوص کوڈ ورڈز سُن کر بولا۔ "میں بڑی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔ میری کار ٹیلی پیتھی جاننے والیوں سے مالا مال ہے۔ ساتھ میں ایک ریوالور والا بھی ہے۔"

میں نے پانڈے کے ذریعے کہا "تنانہ! تمھیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ یہ کار ڈرائیو کرنے والا میرا آدمی ہے۔"

ریوالور والے نے کہا "یو شٹ اپ۔ جدھر کہا جا رہا ہے۔ اُدھر چلتے رہو۔"

میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر ریوالور کو کھڑکی کے باہر پھینک دیا۔ پھر اس کے ذریعے کہا "مورینا اور تنانہ! میں نے اب تم پر کوئی زبردستی نہیں کی لیکن اب اندازہ ہو رہا ہے کہ ایک بہن کی طرح دوسری بہن بھی آئرن ہارڈی کی چال میں آگئی ہے.... تنانہ تم میری بہن ہونے کا دعویٰ کرتی ہو اور دشمنوں کا ساتھ دیتی ہو۔"

وہ ذرا چُپ رہی۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ہارڈی کو بتایا۔ کہ ان کی کار پر فرہاد کا قبضہ ہو چکا ہے۔ ہارڈی نے کہا "فرہاد کے ساتھ جاؤ۔ مجھے اطمینان ہے۔ تم دونوں بہنوں کی وفاداریاں ہم دونوں بھائیوں کے لیے ہمیشہ رہیں گی۔ ہم تمھارے ذریعے فرہاد تک پہنچ سکیں گے۔"

تنانہ نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا تم فرہاد کو نقصان پہنچاؤ گے؟ نہیں ایسا کرو گے تو میں مر جاؤں گی۔"

"میں تمھارے فرہاد کو کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تمھاری طرح اسے بھی دوست بناؤں گا۔ لیکن خبردار اسے ابھی ہماری دوستی کے متعلق کچھ نہ بتانا۔"

میں نے پوچھا "تنانہ تم خاموش کیوں ہو؟ کیا دماغ میں آؤں؟"

وہ چونک کر بولی "آں۔ نہیں پلیز دماغ میں نہ آؤ۔ میں سوچ رہی ہوں، تم نے اس کا ریوالور پھینک کر اچھا ہی کیا۔ اسے بھی رخصت کر دو۔ اور ہم بہنوں کو کسی محفوظ مقام تک پہنچا دو۔"

میں خوش ہو گیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ در پردہ کیا ہو رہا ہے۔ اور دشمن کس طرح ان بہنوں کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا "پانڈے! اگلا سگنل کراس کر کے گاڑی روک دو، میں آ رہا ہوں۔"

پھر میں بہرام گنگولی کے پاس آیا۔ وہ کامیابی سے منگل پانڈے کا تعاقب کر رہا تھا۔ ان دو گاڑیوں کے درمیان کئی اور گاڑیاں تھیں۔ میں نے اس کے ذہن کے ساتھ نگاہوں کو بھی بھٹکایا۔ اس کے ہاتھ سے اسٹیئرنگ بہک گیا۔ وہ ساتھ والی کار سے ٹکرایا۔ دوسری کار تیسری کار سے ٹکرائی۔ پھر آگے پیچھے والی گاڑیاں کچھ حادثے کا شکار ہوئیں، کچھ رُک گئیں۔ اتنی دیر میں میری کار پانڈے کی کار کے آگے رُک گئی تھی۔ دونوں بہنیں دوڑتی ہوئی میری کار میں آئیں۔ میں گاڑی آگے بڑھا کر رفتار بڑھاتا چلا گیا۔

پیچھے رُک جانے والا ٹریفک بحال ہو گیا تھا۔ بہرام تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا آیا۔ پانڈے اپنی کار سے نکل کر قریبی ریستوران میں جانا چاہتا تھا۔ وہ گرج کر بولا۔ "ہالٹ۔ اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔"

پانڈے نے سر گھما کر دیکھا۔ بہرام اپنی گاڑی سے نکل کر آ رہا تھا۔ پانڈے نے پوچھا "تمھارے ہاتھ میں ریوالور نہیں ہے۔ پھر تم نے مجھے ہالٹ کیوں کہا؟"

بہرام نے کار کے اندر جھانکنے کے بعد پوچھا "مورینا کہاں ہے؟"

"کیا یہ تمھاری بہن کا نام ہے؟"

"میں تمھارا منہ توڑ دوں گا۔ میں نے اسے اس کار کی پچھلی سیٹ پر دیکھا تھا۔"

"اے بھائی گنگولی! تم خواہ مخواہ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ مجھے کسی مورینا سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ جب کہ میں صرف ٹرانسفارمر مشین کے عشق میں یہاں آیا ہوں۔"

بہرام گنگولی ذرا نرم پڑ گیا۔ کار کی پچھلی سیٹ کی طرف دیکھ کر بولا "بے شک تم میرے علم کے مطابق مشین تک پہنچو گے۔ میں تمھارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن میں نے تمھاری کار میں مورینا کو دیکھا تھا۔ پلیز میرے دوست بن جاؤ۔ مجھ سے کچھ نہ چھپاؤ۔"

"میں ہماری تمھاری نئی دوستی کی قسم کھاتا ہوں۔ میں نے کسی مورینا کا سایہ تک نہیں دیکھا ہے۔ میرے ایک ماتحت جاسوس نے اطلاع دی ہے کہ جس شخص کے پاس مشین ہے، وہ سامنے والے ریستوران کے بار میں پی رہا ہے۔ مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔"

بہرام نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "جب مشین والا ریستوران میں ہے تو یہاں وقت ضائع کیوں کر رہے ہو، جلدی چلو۔"

وہ پانڈے کو ایک بغل میں دبوچ کر اسی طرح ریستوران کے دروازے پر آیا۔ "ارے چھوڑو مجھے۔ عقل سے کام لو۔ مشین والا تمھاری گود میں اتنا بڑا بچہ دیکھ کر بدک جائے گا۔"

اس نے پانڈے کو زمین پر کھڑا کرتے ہوئے کہا "کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟"

"میں اسے صورت شکل سے نہیں پہچانتا ہوں۔ مگر اس کی مخصوص عادتوں سے پہچان لوں گا۔ اگر تم اسی طرح سوالات کرتے رہے تو وہ نکل جائے گا۔"

وہ دونوں ریستوران میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک جانب پینے والوں کا کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ باقی دور تک ڈائننگ ہال نظر آ رہا تھا۔ نوجوان لڑکیوں

اور ان کے بوائے فرینڈز کی اچھی خاصی تعداد تھی۔ سگریٹ اور سگار کے دُھوئیں سے ماحول دھندلا رہا تھا۔ کھانے والے میزوں کے اطراف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پینے والے بھی بھرا ہوا گلاس لے کر کسی عمری جوانی کے ساتھ میز پر آجاتے تھے۔ وہیں پیٹر پال بھی تھا۔

پانڈے نے تو یونہی مشین والے کے متعلق جھوٹ کہہ دیا تھا۔ وہ جھوٹ اس کی نادانستگی میں سچ ہو رہا تھا۔ اس نے پیٹر پال کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اور نہ ہی کبھی اس کے متعلق کچھ سنا تھا۔ لیکن پال اسے دیکھتے ہی چونک گیا۔ پچھلے دو دنوں سے انٹرنیشنل جاسوس منگل پانڈے کی تصویریں اخبار میں چھپ رہی تھیں۔ اس کا بیان جلی حرفوں میں شائع ہوا تھا کہ وہ اس ملک میں ٹرانسفارمر مشین کا قصہ تمام کرنے آیا ہے اور جلد ہی اس مشین کو یہاں سے لے جائے گا۔

منگل پانڈے نے پال کو دیکھا۔ دونوں کی نظریں ٹکرائیں، پال نے فوراً منہ گھما لیا۔ پانڈے آخر پولیس والا تھا۔ نظریں چرانے والے کو مجرم سمجھتا تھا۔ بہرام گنگولی نے پوچھا "کیا وہ نظر آیا؟"

پانڈے نے ناگواری سے کہا "میرا بھوک سے بُرا حال ہے کچھ کھانے پینے دو۔ نظریں دوڑانے دو... وہ یہاں ہے تو مجھ سے بچ کر نہیں جائے گا۔"

وہ دونوں ایک میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ بہرام نے بہترین کھانوں کا آرڈر دے کر کہا "تم چاہو تو پورا ریستوران کھا لو۔ مگر اسے جلدی ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کرو۔"

منگل پانڈے نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے کہا "وہ جو بار کاؤنٹر کے ساتھ لگا کھڑا ہے۔ تمھارے جیسا لمبا تڑنگا ہے۔ اسی پر مجھے شبہ ہے۔"

میز پر کھانے کی ڈشیں رکھی جا رہی تھیں۔ بہرام نے کہا "اس سے باتیں کرو۔ ہو سکتا ہے، تمھارا شبہ درست ہو۔"

پانڈے نے کھانا شروع کرتے ہوئے کہا "دنیا کی کوئی بھی مشین انسان کے پیٹ سے زیادہ اہم نہیں ہے۔ مجھے پیٹ بھرنے دو۔"

کتنی ہی لڑکیاں اور لڑکے پانڈے کو دیکھ رہے تھے۔ کوئی دور سے مسکرا کر "ہائے" کہہ کر ہاتھ ہلاتی تھی۔ کوئی قریب آ کر پوچھتی تھی "آپ مسٹر منگل پانڈے ہیں نا؟"

وہ فخر سے سر ہلا کر جواب دیتا تھا "ہاں، میں ہی وہ جاسوس ہوں۔"

ایک لڑکی نے پوچھا "کیا یہ واقعی درست ہے؟ کیا ایسی کوئی مشین ہے جو ایک آدمی کی صلاحیتیں دوسرے کے دماغ میں منتقل کر دیتی ہے؟"

وہ لقمہ چباتے ہوئے بولا "اگر ایسی مشین نہ ہوتی تو میں بھی یہاں نہ ہوتا۔ میں وہ مشین حاصل کرنے ریستوران میں آیا ہوں۔"

لڑکیاں خوش ہو کر تالیاں بجانے لگیں۔ بہرام گنگولی نے غصے سے کہا "تم کیسے گدھے جاسوس ہو۔ وہ مشین والا سُنے گا تو یہاں سے بھاگ جائے گا۔"

پیٹر پال وہاں سے جانے ہی والا تھا۔ بہرام جلدی سے اُٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "مجھے بہرام گنگولی کہتے ہیں۔ اور تمھاری تعریف؟"

پال نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "تم مجھ سے تعارف حاصل کرنا کیوں چاہتے ہو؟"

"ہم دونوں قد آور اور پہلوانی جسم کے مالک ہیں۔ باقی یہاں سب مچھر ہیں۔ میں شیر ہوں۔ آخر شیر سے ہی دوستی کر سکتا ہوں۔"

"تم مجھ سے دوستی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"تم عجیب آدمی ہو۔ سوال کیے جا رہے ہو۔ اپنا نام تو بتاؤ، کون ہو، کہاں رہتے ہو؟"

"اگر میں نہ بتاؤں تو؟"

بہرام گنگولی نے جیب سے کارڈ نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی۔ تمھاری بہتری اسی میں ہے کہ مجھے مشین تک لے چلو۔"

"تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں مشینوں کا ڈیلر نہیں ہوں۔"

بہرام نے دور بیٹھے ہوئے پانڈے کی طرف اشارہ کر کے کہا "وہ بہت پہنچا ہوا جاسوس ہے۔ دور سے بین الاقوامی اسمگلروں کو بھانپ لیتا ہے۔ جس پر انگلی رکھ دیتا ہے، وہ ضرور مجرم ثابت ہوتا ہے اور اس نے تم پر انگلی رکھ دی ہے۔"

پال نے غصے سے کہا "وہ کوئی پاگل کا بچہ ہے۔ تم اتنے بڑے افسر ہو کر اُس کی باتوں میں آ گئے ہو۔ تمھیں اسپیشل ڈیوٹی دینے والا بھی پاگل ہی ہو گا۔"

"ہاں، وہ بہت ہی خطرناک پاگل ہے۔ وہ تمھارے ساتھ کیسا سلوک کرے گا، یہ تمھیں حوالات میں پتا چلے گا۔"

"میں چلنے کو تیار ہوں۔ مگر کسی شبہے کی بنا پر حوالات میں نہیں رکھ سکو گے۔"

ایسے وقت میں دونوں بہنوں کو لے کر اپنی خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گیا تھا۔ میرے یقین کے مطابق کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ میں نے مطمئن ہو کر سوچا۔ اب منگل پانڈے اور غلام باقی کی خیریت معلوم کرنا چاہیے۔ جب میں پانڈے کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا۔ بہرام گنگولی اس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ پھر میں بہرام کے پاس آیا۔ تو مجھے پیٹر پال کی آواز سنائی دی۔ وہ بہرام کے ساتھ قریبی پولیس اسٹیشن جانے کو تیار تھا۔

میں نے پال کو خاطب کیا۔ اس نے سوچ کے ذریعے کہا "میری مالکہ! تم فرہاد صاحب کی آواز بنا کر بول رہی ہو۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ میں نے تعجب سے سوچا۔ یہ کیا ماجرا ہے، پال تو تنانہ پر جان دیتا ہے۔ اس کا وفادار اور جاں نثار ہے۔ پھر تنانہ سے کیوں کترا رہا ہے۔ اس کی بات سے پتا چلا کہ وہ اس سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہے مگر وہ دماغ میں جگہ نہیں دیتا ہے۔ اسے شبہ ہے کہ وہ

میری آواز میں اسے دھوکا دے کر بات کرنا چاہتی ہے۔

میں نے پھر اسے مخاطب کیا "دیکھو سانس نہ روکنا۔ اتنا بتاؤ میں خود کو فرہاد کیسے ثابت کر سکتا ہوں؟"

اس نے کہا "اگر تم فرہاد ہو تو تنانہ سے ہوشیار رہو..... وہ اپنی بہن کی طرح دشمنوں سے سحر زدہ ہو گئی ہے۔ میں نے مشین کو دوسری جگہ چھپا دیا ہے۔ صرف تمھیں راز دار بنا سکتا ہوں۔ مگر یقین ہونا چاہیے کہ یہ تم ہی ہو۔"

"میں آدھے گھنٹے بعد تم سے رابطہ قائم کر کے بتاؤں گا کہ ہم رُو برو کہاں مل سکتے ہیں۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ مورینا اور تنانہ ایک بیڈ روم میں آرام کرنے گئی تھیں۔ میں نے دبے قدموں بیڈ روم کے قریب آ کر کھڑکی سے دیکھا۔ ایک صوفے پر، دوسری پلنگ پر سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کا سکوت ظاہر کر رہا تھا کہ دونوں خیال خوانی میں مصروف ہیں۔

میں آٹرن کا لب و لہجہ سُن چکا تھا۔ مورینا کی خیال خوانی سے یقین ہو گیا کہ اس کے دماغ کا دروازہ کھلا ہو گا۔ یہ یقین درست تھا۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ مگر اس ایک دماغ سے بولنے والا خود کو کبھی آٹرن اور کبھی ہارڈی ظاہر کر رہا تھا۔ میں پہلے وضاحت کر دوں کہ ایسا کیوں ہو رہا تھا۔

آٹرن اور ہارڈی کی آواز اور لب و لہجے میں ایک ذرا فرق نہیں تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا ایک کے لب و لہجے کو اپنا لیتا تو بیک وقت دونوں کے پاس پہنچتا۔ جس طرح ریڈیو سے کبھی بیک وقت دو اسٹیشنوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، اسی طرح مجھے مورینا اور تنانہ کے بیک وقت بولنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ مورینا کے جواب میں آٹرن اور تنانہ کے جواب میں ہارڈی بولتا تھا۔

بہر حال یہ بھید کھل گیا کہ تنانہ بھی ان کے تنویمی سحر میں آ چکی ہے... دونوں بہنوں نے دونوں ساحروں کو میری خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتا دیا تھا۔

ان بہنوں کو سمجھایا جا رہا تھا کہ ابھی فوجیوں سے بچنے کے لیے فرہاد کی پناہ میں رہو۔ اسے معلوم نہ ہو کہ تنانہ سحر زدہ ہو چکی ہے۔ موقع ملتے ہی دونوں بھائی آئیں گے۔ فرہاد سے دوستی کریں گے اور ان بہنوں کو لے جائیں گے۔

تنانہ کہہ رہی تھی "دیکھو دھوکا نہ دینا۔ فرہاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

ہارڈی نے کہا "اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ جس طرح تم نے میری آنکھوں سے دوستی کی ہے، اسی طرح فرہاد بھی ان آنکھوں کا دوست بن کر ہی رہے گا۔ ہمیں وہاں پہنچنے تو دو۔ فوجیوں کی سرگرمیاں نرم پڑتے ہی ہم آ جائیں گے۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہو کر ایک گہری سانس لی۔ تنانہ کو ڈھیل دے کر ایک زبردست دھوکا کھا چکا تھا۔ دشمنوں کو موجودہ رہائش گاہ کا علم ہو گیا تھا۔ ویسے اب بھی کچھ کر گزرنے کی گنجائش تھی۔ میں دونوں کو اس رہائش گاہ کے تہ خانے میں قید کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے لیے مناسب طریقۂ کار اختیار کرنا تھا۔ تاکہ وہ دونوں ہمارے دشمنوں کو تہ خانے تک نہ بلا سکیں۔

میں ڈرائنگ روم میں آ کر ٹہلنے لگا۔ اتنے میں غلام باقی آ گیا۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر کہا "زبان سے گفتگو نہیں ہو گی۔ میں سوچ کے ذریعے بول رہا ہوں۔"

میں نے اسے بتایا کہ یہاں دونوں بہنیں موجود ہیں۔ اور ہمارے لیے مصیبت بن گئی ہیں۔ باقی نے کہا "میرے آقا! انھیں فوراً بے ہوش کر دینا چاہیے۔"

"میں یہی سوچ رہا تھا۔ تم آ گئے ہو، یہ کام آسان ہو جائے گا۔ میں دوسرے بیڈ روم میں جا کر تنانہ کو بلاؤں گا۔ تم مورینا کے پاس چلے جانا۔ اسے خیال خوانی کا موقع نہ دینا۔"

میں وہاں سے اسی بیڈ روم میں گیا جہاں دونوں بہنیں تھیں۔ میں نے دور ہی سے آواز دی "تنانہ! تم کہاں ہو؟"

وہ کمرے سے باہر آ گئی۔ میں نے کہا "مورینا کو آرام کرنے دو۔ آؤ ہم کچھ ضروری باتیں کریں۔"

وہ میرے ساتھ دوسرے بیڈ روم میں آ گئی۔ میں نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا "تم نے یہ اندازہ کر لیا ہو گا کہ یہاں کا ہر کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "ہاں، یہ بہت ہی محفوظ پناہ گاہ ہے۔"

"میں نے تمھارے باڈی گارڈ پیٹر پال سے دماغی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"میں بھی کوشش کرتی ہوں۔ مگر وہ سانس روک لیتا ہے۔"

"وہ ایسا کیوں کرتا ہے تنانہ؟"

اس نے میرے قریب آ کر بانہوں کا ہار پہناتے ہوئے کہا "میں مورینا کو حاصل کرنے کے لیے پریشان تھی۔ اب مجھے اطمینان ہے لہٰذا اب یہ بتا رہی ہوں کہ پیٹر پال غدار، نمک حرام نکلا۔ ٹرانسفارمر مشین لے کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔"

"میں اس مشین تک پہنچ سکتا ہوں۔"

"پرسچ؟" وہ خوش ہو کر کمبل بننا چاہتی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو گردن سے ہٹایا۔ پھر دھکا دے کر بستر پر گراتے ہوئے کہا "وہ تمھارا باڈی گارڈ ہو کر مجھے مشین تک پہنچا رہا ہے۔ پھر تم سے نمک حرامی کیوں کر رہا ہے؟ سیدھی اور سچی بات کرو۔ اب میں تم سے دوستی قائم کرنے کے لیے دھوکا نہیں کھاؤں گا۔"

وہ بستر سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ خوشامدانہ لہجے میں بولی "اگر مشین تک پہنچ رہے ہو تو دیر نہ کرو۔ اسے حاصل کرو، میں مورینا کو آٹرن کے سحر سے نکالنا چاہتی ہوں۔"

میں نے ایک اُلٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا۔ وہ دوسری طرف

گھوم گئی۔ پھر میں نے کہا "تم خود سحر زدہ ہو، بہن کو اس دلدل سے نکالنے گئیں اور خود دھنستی چلی گئیں۔ چلو خیال خوانی کرو اور اپنے یار کو بتاؤ کہ یہ خفیہ رہائش گاہ اب اسے خالی ملے گی۔ فرہاد کے پاس خفیہ قید خانوں اور تہ خانوں کی کمی نہیں ہے۔ اب وہ دونوں بھائی تم دونوں بہنوں تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

وہ بپھر کر بولی "کسی کو میرا یار کہہ کر گالی نہ دو۔ تمھارے سوا کسی کا نام میرے نام کے ساتھ کبھی نہیں آئے گا۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ میں ان آنکھوں کو مانتی ہوں۔ ان کی پوجا کرتی ہوں۔ ان کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی۔ تم مجھے سحر زدہ کہہ لو، مگر میں سحر زدہ نہیں ہوں۔ ان آنکھوں کی عقیدت مند ہوں۔ یوں سمجھ لو، میں نے ایک نیا مذہب اختیار کیا ہے اور بے اختیار ان آنکھوں کے سامنے جھکتی رہتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں اس کے دماغ میں پہنچا تو وہ بولی "ہاں، آ جاؤ۔ اب تم سے چھپانے کے لیے کچھ نہ رہا۔ میں ان آنکھوں سے گفتگو کر رہی ہوں۔"

پھر اس نے مخاطب کیا "ہارڈی! میں تمھارے دماغ میں تنہا نہیں ہوں۔ فرہاد بھی ہے۔ پال نے میری تمھاری دوستی کا بھید کھول دیا ہے، اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ فرہاد کو اپنا دوست بنا لو۔"

ہارڈی نے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! مجھے پیٹر پال کھٹک رہا تھا۔ میں جانتا تھا اس کے ذریعے میرے اور تنانہ کے رابطے کا علم تمھیں ہو جائے گا۔ سب سے پہلے یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں نے تمھاری محبوبہ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔"

میں نے کہا "بے شک یہ جسمانی طور پر محفوظ ہے۔ مگر ذہنی طور پر تمھاری کنیز بن چکی ہے۔"

"مسٹر فرہاد! یہ دوستانہ لہجہ نہیں ہے۔"

"میں تمھاری یہ خوش فہمی ختم کر دوں گا کہ تمھاری آنکھیں مردوں کو غلام بنا سکتی ہیں۔ اپنی آنکھیں سنبھال کر رکھو، یہ میری امانت ہیں۔ جس روز سامنا ہو گا انھیں نکال کر لے جاؤں گا۔"

وہ بولا "تنانہ! تم ہی انصاف سے کہو۔ میں دوست بنانا چاہتا ہوں، یہ دشمن بن کر چیلنج کر رہا ہے۔ تم میری آنکھوں کا تصور کرو اور اسے دوستی کے لیے آمادہ کرو۔"

میں نے کہا "ہارڈی! یہ تنانہ کی آخری خیال خوانی ہے۔ میں دونوں بہنوں کو غائب کرنے کے تمام انتظامات مکمل کر چکا ہوں۔ اس رہائش گاہ سے نکلنے میں صرف پانچ منٹ لگیں گے۔"

یہ کہتے ہی میں نے تنانہ کو ایک ہاتھ رسید کیا۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں، وہ گھومنے والی تھی، میں نے اسے پکڑ لیا۔ پھر ایک بھرپور کراٹے کا ہاتھ اس کے سر پر مارا۔ سر پر جیسے ہتھوڑا لگا ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ وہ چکرا کر میرے بازوؤں میں آئی۔ پھر بے ہوش ہو گئی۔

دوسرے بیڈ روم میں مورینا سر جھکائے ہوئے بیٹھی ہوئی تھی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر اس نے سر اٹھایا۔ پھر غلام باقی کو دیکھتے ہی حیرت اور گھبراہٹ سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ باقی نے کہا "یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے۔ حلق پھاڑ پھاڑ کر اپنا اطمینان کر لو۔"

اس کی گھبراہٹ ختم ہو گئی۔ وہ مسکرا کر بولی "مجھے ہاتھ لگانے سے پہلے فرہاد سے پوچھ لو۔ اب ہم سب دوست بن گئے ہیں۔"

باقی نے ایک تھپڑ مارتے ہوئے کہا "میں نے قسم کھائی ہے کسی عورت سے دوستی نہیں کروں گا۔"

وہ اپنی توہین پر تلملا گئی۔ پاؤں پٹخ کر بولی "کمینے، کالے کتے! تو نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ آٹرن تجھے زندہ نہیں چھوڑے گا اور اس سے پہلے میں تجھے....."

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر باقی کے دماغ میں چھلانگ لگا کر اسے زبردست جھٹکا پہنچانا چاہا۔ اس نے فوراً سانس روک کر دوسرا تھپڑ رسید کیا۔ اس کا منہ دوسری طرف گھوم گیا۔ وہ بستر پر اوندھے منہ گر پڑی۔ پھر وہیں پڑی رہی۔ باقی نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنے لگی۔ باقی نے کہا "تم خیال خوانی کرنا چاہتی ہو۔ مگر نہیں کر سکو گی۔ اپنے کسی یار کو نہیں بلا سکو گی۔"

اس نے دو چار ہاتھ جمائے۔ پھر کہا "میں بہت ہلکے ہاتھ دکھا رہا ہوں تاکہ تمھیں یقین ہو جائے کہ تم کتنی بے بس ہو۔ مجھ پر ٹیلی پیتھی کا ہتھیار استعمال نہیں کر سکتیں۔ جس کے لیے مجھے چھوڑا، اسے یہاں بلا نہیں سکتیں۔ مجھے یقین ہے، تم نے اسے یہاں کا پتا پہلے ہی بتا دیا ہے۔ لیکن جب تک وہ یہاں آئے گا، تمھیں دوسری جگہ پہنچا دیا جائے گا۔"

اس نے باتوں کے دوران خیال خوانی کے ذریعے تنانہ کو بلانا چاہا۔ مگر اتنی مار پڑ چکی تھی کہ دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے پاس والے کمرے میں بہن کے پاس بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ ہر طرح سے بے بس ہو گئی ہے تو یکبارگی اس سے لپٹ گئی۔ اپنے حسن و شباب کا چارا ڈال کر اسے رجھانے کی کوشش کرنے لگی۔

غلام باقی نے اسے دھکا دیا۔ وہ الگ ہوئی پھر اس کے قدموں میں آ کر لوٹنے لگی۔ باقی نے ایک پاؤں اس کے منہ پر رکھ کر دبایا۔ تو وہ تکلیف سے تڑپنے لگی۔ اس نے کہا "اسی طرح ایک کالے کے پیروں میں رہو۔ بیوٹی کوئین مس امریکا کی یہی اوقات ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے منہ پر ایک ٹھوکر ماری۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی، منہ دوسری طرف گھوما۔ پھر بے ہوش ہو گئی۔

پیٹر پال کسی شہ زور کے سامنے جھکنا نہیں جانتا تھا۔ بہرام گنگولی سرکاری افسر بن کر آیا تھا۔ قانون کا احترام لازمی تھا، اس لیے وہ پولیس اسٹیشن تک جانے پر راضی ہو گیا۔ بہرام نے منگل پانڈے کو بھی اپنے

ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ وہ تینوں قریبی تھانے میں آئے۔ بہرام گنگولی نے انھیں حوالات میں بھیجا۔ پھر ایک کمرے میں ٹرانسمیٹر کے ذریعے سُپر ماسٹر سے باتیں کرنے چلا گیا۔

آہنی سلاخوں کے پیچھے پیٹر پال نے گھور کر منگل پانڈے کو دیکھا۔ پھر ناگواری سے پوچھا "تم نے اس سرپھرے افسر کو میرے پیچھے کیوں لگایا ہے؟"

پانڈے نے کہا "وہ میرے پیچھے بھی پڑا ہوا ہے۔ وہ ستاروں کی چال دیکھ کر یقین سے کہہ رہا ہے کہ مشین میرے ذریعے حاصل ہو گی۔ میں نے تو اس مشین کی صورت تک نہیں دیکھی ہے مگر وہ ضد کر رہا تھا۔ میں نے پیچھا چھڑانے کے لیے کہہ دیا 'مشین تمھارے پاس ہے۔'"

پال نے پریشان ہو کر پوچھا "کیا تم بھی کوئی علم جانتے ہو؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "ہا ہا ہا ہا۔ میں شکار کی بُو سونگھنے والا شکاری کُتا ہوں۔ محض ایسا آدمی بننے سے کیا فائدہ جو کسی کام نہ آئے۔ اس سے اچھا ہے آدمی کتا بن جائے۔ میری طرح بڑے بڑے کارنامے تو انجام دے سکتا ہے۔"

"میں پوچھتا ہوں، تم نے مشین کے سلسلے میں مجھے کیوں پھنسایا ہے؟"

"میرے پھنسانے سے کیا ہوتا ہے؟ اگر تمھارے پاس مشین نہیں ہے، تو تمھارا کچھ نہیں بگڑے گا۔"

"تمھیں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ تم بین الاقوامی شہرت رکھنے والے جاسوس ہو۔"

"اگر یقین نہیں ہے تو مشین کے سلسلے میں ڈرتے کیوں ہو؟"

منگل پانڈے کا جواب دینے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ پال الجھتا جا رہا تھا۔ وہ بار بار خود کو سمجھاتا تھا "یہ جاسوس کوئی جادوگر نہیں ہے۔ یہ مجھ پر محض شبہ کر رہا ہے۔ لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کم بخت کو مجھ پر ہی کیوں شبہ ہو رہا ہے؟"

تھوڑی دیر بعد ایک پولیس افسر چار سپاہیوں کے ساتھ آیا۔ آہنی دروازہ کھول کر بولا "چلو ہیڈکوارٹر میں تمھاری طلبی ہے۔"

وہ دونوں سپاہیوں کے نرغے میں وہاں سے نکلے۔ پال کے جی میں آ رہا تھا۔ ان سپاہیوں کو مار پیٹ کر نکل جائے۔ یہ اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔ لیکن اس طرح مشین کے سلسلے میں شبہ اور بڑھ جاتا۔ ابھی ایک شہر کی بات ہے۔ بعد میں وہ مفرور کہلاتا۔ پھر پورے ملک کی پولیس اسے تلاش کرتی پھرتی۔ دشمن پہلے ہی اس کے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ ان حالات میں اسے مسلسل چھُپ کر رہنا پڑتا اور وہ مستقل ایسی زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔

اسے اور پانڈے کو ایک گاڑی کے پچھلے حصے میں بٹھایا گیا۔ دروازے کو باہر سے بند کر دیا گیا۔ اندر گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ گاڑی کے اس حصے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی یا روشن دان بھی نہیں تھا۔ وہ دونوں اچانک ہی کھانسنے لگے۔ انھیں سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ پال دروازے کو پیٹنے اور لاتیں مارنے لگا۔ لیکن جلد ہی پانڈے کی طرح نڈھال ہو گیا۔ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے کرتے گر پڑا۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر اسے ہوش نہ رہا۔

مجھے پتا نہیں تھا، اُن پر کیا گزر رہی ہے۔ ان بہنوں نے ہمیں اُلجھا کر رکھ دیا تھا۔ انھیں کہیں مناسب جگہ چھُپا کر رکھنے کا مسئلہ تھا۔ ایک تہ خانہ اسی رہائش گاہ میں تھا۔ لیکن دشمن تہ خانے کا سراغ لگا سکتے تھے۔ میں نے گنگ فرنانڈو سے کہا "مجھے کسی خفیہ پناہ گاہ کی ضرورت ہے۔"

اس نے کہا "میری جان! دیکھ رہے ہو، تمھاری خاطر مجھے میرے ایک بنگلے میں نظر بند کر دیا گیا ہے۔ کوئی بات نہیں، دوستی میں ایسی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایک بہترین پناہ گاہ کا پتا نوٹ کرو۔"

میں نے پتا نوٹ کیا۔ غلام باقی نے گیراج سے ایک ویگن کار نکالی۔ اس نے مورینا کو اور میں نے تنانہ کو بازوؤں میں اٹھایا۔ ویگن کی پچھلی سیٹوں پر انھیں لٹا دیا۔ پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ فرنانڈو نے مجھے بتا دیا تھا کہ نئی پناہ گاہ کے دروازے چابیوں کے بغیر کس طرح کھولے جاتے ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد اطمینان ہو گیا۔ اس پناہ گاہ کا تہ خانہ ایئرکنڈیشنڈ تھا۔ ہم نے دونوں بہنوں کو وہاں پہنچا دیا۔

وہ ابھی بے ہوش پڑی ہوئی تھیں۔ ذرا ہوش میں آتے وقت میں تنانہ کے دماغ پر قبضہ جما کر پھر اسے سُلانے والا تھا۔ تاکہ اس کے خوابیدہ دماغ کو تنویمی عمل کے ذریعے متاثر کروں۔ اور یہ معلوم کروں کہ اس نے ہارڈی کو میرے اور اپنے کتنے راز بتائے ہیں۔

میں نے اس کے دماغ میں جھانک کر دیکھا وہ ہوش میں آنے والی تھی۔ مجھے منگل پانڈے اور پیٹر پال کا خیال آیا۔ اگرچہ وہ مشین مکمل نہیں تھی تاہم بہت اہم تھی۔ اس کے ساتھ ایک ایسا نقشہ تھا جسے دیکھ کر کوئی ماہر سمجھ لیتا کہ اس کے کتنے پُرزے غائب ہیں اور انھیں دوبارہ کس حساب سے بنایا جا سکتا ہے۔

میں نے باقی سے پوچھا "میں نے تمھیں انجکٹ کرنے والی دوا اور سرنج دی تھی۔"

"جی ہاں، میرے پاس موجود ہے۔"

"جب یہ دونوں ہوش میں آئیں تو انھیں کھانے پینے کے لیے ضرور کچھ دینا لیکن پہلے رسیوں سے اچھی طرح باندھ دو۔ تاکہ انجکشن لگانے میں دشواری نہ ہو۔"

میں اسے ضروری ہدایات دے کر منگل پانڈے کے پاس پہنچا۔ وہ ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ بہت کمزوری محسوس کر رہا تھا۔ جب اس کے دماغ سے پتا چلا کہ پیٹر پال کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا ہے تو میں فوراً پال کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک خالی کمرے میں بستر پر پڑا ہوا تھا۔ میرے پہنچنے سے چند سیکنڈ پہلے بہرام گنگولی نے اس کے بازو میں ایک دوا انجکٹ کی تھی جس کے نتیجے میں وہ اعصابی کمزوری محسوس کر رہا تھا۔

یعنی جو سلوک میں دو بہنوں سے کرنے والا تھا، وہی وہ میرے دو آدمیوں کے ساتھ کر رہا تھا۔ پانڈے کو محض بے ہوش کر کے لایا گیا تھا۔

اسے پال سے دور کہیں رکھا گیا تھا۔ ادھر بہرام گنگولی اس کے بازو میں دوا انجکٹ کرنے کے بعد کہہ رہا تھا "اب تمھاری تمام پہلوانی قوتیں اور تمھاری مستقل مزاجی ختم ہو رہی ہے۔ تم میری آنکھوں میں دیکھتے رہو گے اور میری گونجتی ہوئی آواز کو اپنے حواس پر مسلط ہونے دو گے۔"

پیٹر پال انتہائی کمزوری محسوس کرنے کے باوجود بہرام کی آنکھوں میں دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن کمزوری وہ بلا ہے جو آدمی کو کسی کام کا نہیں رہنے دیتی۔ اپنا کوئی راز چھُپانے کا حوصلہ نہیں دیتی۔ بہرام گنگولی اسے اپنا معمول بنانے کے بعد مشین کا پتا پوچھنے والا تھا۔ تنویمی عمل کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی بہت تیز رفتار ہوتی ہے۔ میں نے فوراً ہی پال کے کمزور دماغ سے معلومات حاصل کیں۔ پھر اپنی پناہ گاہ سے نکل پڑا۔

کار ڈرائیو کرنے کے دوران میں کبھی کبھی پال کے دماغ میں جاتا تھا۔ اور اسے بہرام کے تنویمی عمل سے بچائے رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اگر میں ایک جگہ جم کر بیٹھ جاتا اور پال کے دماغ پر قبضہ جما لیتا تو اس پر کسی عمل کا اثر نہ ہوتا۔ مگر میرے پاس جم کر بیٹھنے کا وقت نہیں تھا۔ میں تیزی سے کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا اور تنویمی عمل کے دوران محض مداخلت کر رہا تھا۔ تاکہ بہرام دیر سے مشین کا پتا معلوم کر سکے۔

مختصر یہ کہ میں مشین تک پہنچ گیا۔ وہ چار سوٹ کیس کھول کر دیکھے۔ مشین موجود تھی۔ لیکن اس کے کاغذات نہیں تھے۔ میں نے اُس جگہ کی تلاشی لی۔ زیادہ وقت نہیں تھا۔ سُپر ماسٹر کے آدمی کسی وقت بھی وہاں پہنچ سکتے تھے۔ میں مشین لے کر اپنی پناہ گاہ میں آ گیا۔

غلام باقی نے میری ہدایات پر عمل کیا تھا۔ مورینا اور تنانہ کے بازوؤں میں دوا انجکٹ کی تھی۔ وہ دونوں اعصابی کمزوریوں میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ کم از کم بارہ گھنٹے تک خیال خوانی نہیں کر سکتی تھیں۔ میں نے تنانہ کو دیکھا۔ وہ بستر پر چاروں شانے چت پڑی ہوئی تہ خانے کی چھت کو تک رہی تھی۔ مورینا اس تہ خانے کے دوسرے حصے میں تھی۔ میں نے پوچھا "تنانہ! کس حال میں ہو؟"

اس نے سر گھما کر مجھے دیکھا۔ پھر بڑی کمزوری محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے تم سے ایسی دشمنی کی اُمید نہیں تھی۔"

"تم آستین کا سانپ بن رہی تھیں۔ مجبوراً مجھے بھی بننا پڑا۔"

"کیا تمھیں میری ذات سے کوئی نقصان پہنچا ہے؟"

"تم ان آنکھوں سے سحر زدہ ہو۔ تمھیں پتا نہیں چلتا ہے کہ کس طرح مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی رہی ہو۔ تم نے اپنے دماغ میں آنے کی پابندی عائد کی۔ دوسری طرف ہارڈی کے فریب میں آ گئیں۔ میں اس بات سے بے خبر رہا۔ تم مورینا کو فوجیوں سے نجات دلانے کے لیے میرے خلاف ہارڈی کا ساتھ دے رہی تھیں۔ پھر تم نے اسے میری خفیہ رہائش گاہ کا پتا بتا دیا۔ اگر پیٹر پال بروقت صحیح صورتِ حال سے آگاہ نہ کرتا تو ابھی میں آئرن اور ہارڈی کی قید میں ہوتا۔ یا ان کے بُزدلانہ حملوں سے مارا جاتا اور تم پوچھ رہی ہو کہ تمھاری ذات سے مجھے کیا نقصان پہنچا ہے؟ بہتر ہے یہ بحث ختم کرو۔ یہ بات تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔"

"تم مجھے کمزور بنا کر کیوں رکھنا چاہتے ہو؟"

"تم اسی کمزوری میں ان آنکھوں کا تصوّر کرو۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد بولی "وہ آنکھیں مجھے بلا رہی ہیں۔ مجھے ہارڈی کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ وہ میرے پاس آنا چاہتا ہے۔"

میں نے کہا "اسی لیے کمزور بنا کر رکھا ہے۔ تم اس کے دماغ میں نہیں جا سکو گی۔"

"کیا تم مجھے ہمیشہ روکتے رہو گے؟"

"ہمیشہ کے لیے روک دوں گا۔ ٹرانسفارمر مشین تمھارے سرہانے رکھی ہوئی ہے۔ میں تمھارا اور مورینا کا برین واش کروں گا۔ تم بہنوں کے دماغ ننھے بچوں کی طرح خالی ہو جائیں گے۔ وہ طلسمی آنکھیں تمھاری زندگی سے ہمیشہ کے لیے مٹ جائیں گی۔"

"نہیں فرہاد! ایسا ظلم نہ کرو۔ میں نے اپنا تن من سب کچھ تمھیں دیا ہے۔ میری وفا کا کچھ تو صلہ دو۔"

"اگر تم اب بھی وفادار ہو تو بتاؤ۔ اس مشین کے کاغذات کہاں ہیں؟"

"مشین کے ساتھ ہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"میں سچ بول رہی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ آنکھیں بند کرو۔ میں تمھیں سُلا رہا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ اسے تھپک تھپک کر سُلایا۔ پھر اس کے خوابیدہ دماغ سے معلوم کیا۔ اس نے پہلے تو مجھ پر پابندی عائد کی تھی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ میں بغیر اجازت نہیں آ سکوں گا تو اس نے پیٹر پال کو رازدار بنایا۔ وہ مشین دوسری جگہ چھُپا

دی، لیکن اس سے پہلے وہ کاغذات اپنے پاس رکھ لیے۔ پیٹر پال کو بھی ان کاغذات کی ہوا لگنے نہیں دی۔ یہ اس کی دانش مندی تھی۔ مشین کے سلسلے میں باڈی گارڈ پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔

لیکن اس کی توقع کے خلاف ہارڈی کی آنکھوں نے اس سے سب کچھ اگلوا لیا۔ مشین تو پال لے کر فرار ہو گیا۔ وہ کاغذات ہارڈی کے ہاتھ لگ گئے۔ خود تنانہ نے سحر زدہ ہو کر ان کاغذات کو ہارڈی کے حوالے کر دیا۔ اور یہ بات بھول گئی۔ بھولنے کے بعد یہی سمجھ رہی تھی کہ کاغذات کے سلسلے میں مجھ سے جھوٹ نہیں بول رہی ہے۔

میں نے کہا۔ "تنانہ! اس وقت تمھارا دماغ پوری طرح میرے قابو میں ہے۔ تم میری معمولہ ہو۔ میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گی۔"

"میں تمھارے ہر حکم کی تعمیل کروں گی۔"

"میں حکم دیتا ہوں۔ ہارڈی کی آنکھوں کو بھول جاؤ۔"

"میں کیسے بھول جاؤں۔ میں تمھارے قبضے میں ہوں۔ میرا دل تمھارے لیے دھڑکتا ہے۔ مگر دماغ پر وہ آنکھیں مسلط رہتی ہیں۔ میں معمولہ بن کر تم سے جھوٹ نہیں کہوں گی۔"

"شاباش! تم بہت اچھی ہو۔ اب آرام سے چھ گھنٹے تک سوتی رہو۔"

میں اُسے تنویمی نیند سُلانے کے بعد سوچنے لگا۔ وہ آنکھیں میرے تنویمی عمل کے باوجود اس کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہیں۔ اس کا ایک ہی راستہ رہ گیا ہے۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دونوں بہنوں کا برین واش کیا جائے۔ اس طرح ٹیلی پیتھی کی صلاحیتوں کے ساتھ وہ آنکھیں بھی ان کے دماغوں سے دُھل جائیں گی۔ بعد میں ان کے دماغ کو ان کی عمر کے مطابق نارمل بنایا جا سکتا ہے۔

میں اب تک ٹرانسفارمر مشین کے خلاف تھا۔ ہاتھ آتے ہی اسے تباہ کر دینا چاہتا تھا۔ مگر اب اس کی افادیت معلوم ہو رہی تھی۔ آج دشمنوں نے دو بہنوں کو سحر زدہ کیا ہے۔ کل میری کسی ساتھی عورت کو بھی کر سکتے تھے۔ اتنے گہرے اور خطرناک عمل سے نکالنے کے لیے وہ مشین لازمی تھی۔ پھر آئرن اور ہارڈی بھی میرے ہتھے چڑھ سکتے تھے۔ میں اس مشین کے ذریعے ان کے برین واش کر کے آنکھوں کے طلسم کو ہمیشہ کے لیے ختم کر سکتا تھا۔ وہ مشین آئندہ میرے دونوں پارس کے بہت کام آ سکتی تھی۔ اگرچہ اس کے نقصانات بھی تھے، مگر ایسے بے شمار فائدے تھے جو وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہونے والے تھے۔

ہر پہلو سے جائزہ لینے کے بعد مجھے وہ دو اہم پُرزے یاد آئے، جنھیں میں نے مشین سے نکال لیا تھا۔ اور انھیں دریائے مسوری میں ڈبو دیا تھا۔ ویسے مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ میں نے دریا کے کس حصّے میں پہنچ کر انھیں پانی میں ڈالا تھا۔ چونکہ وہ لوہے کے وزنی پُرزے تھے لہٰذا وہ سیدھے اسی جگہ تہ میں گئے ہوں گے۔ وہ کہیں بہہ کر نہیں جا سکتے تھے۔

میں نے غلام باقی کو اُن پُرزوں کے متعلق بتایا۔ اُس نے بتایا۔ "آج کل دریا لبالب بھرا ہوا ہے۔ تیس چالیس فٹ کی گہرائی ہو سکتی ہے اگر گیس سلنڈر اور غوطہ خوری کا تمام سامان مِل جائے، تو میں وہ پُرزے نکال لاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ پہلے میں ذرا پانڈے کی خبر لے لوں۔ پھر کچھ کرتا ہوں۔ ویسے تمھارا باہر جانا مناسب نہیں ہوگا۔ ٹرانسفارمر مشین کے تمام دیوانے مورینا کے نیگرو دلوانے کو پہچان کر تعاقب کر سکتے ہیں اور یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔"

میں منگل پانڈے کے پاس آیا۔ بہرام گنگولی اُس مشین کو حاصل کرنے گیا تھا۔ اس کے ساتھ اچھی خاصی فوج تھی مگر مقدر میں ناکامی تھی۔ وہ غصے سے پیچ و تاب کھاتا ہوا واپس آیا۔ سُپر ماسٹر نے کہا۔ "میں دیکھ رہا ہوں تمھارا علم بھی درست تھا اور پیٹر پال معمول بن کر جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ میں حیران ہوں۔ اتنی جلدی کون وہاں سے مشین لے گیا ہے؟"

بہرام نے کہا۔ "پال نے اپنے ہوش و حواس میں رہ کر تنانہ اور فرہاد کو بھی وہ جگہ نہیں بتائی تھی۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ جس وقت پیٹر پال کو تم نے اعصابی کمزوری میں مبتلا کیا، اسی وقت خیال خوانی کرنے والے نے جگہ معلوم کی اور ہم سے پہلے پہنچ گیا۔"

"فی الحال خیال خوانی کرنے والی دو پارٹیاں ہیں۔ فرہاد، رسونتی اور شیبا۔ دوسری دو بہنیں ہیں۔ اُنھوں نے ہارڈی کو بتایا ہوگا۔ وہ مشین اب فرہاد یا ہارڈی کے پاس ہے۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "لیڈی کرینا اپنے بیان میں یہ واضح کر دیتی کہ آئرن اور ہارڈی دو الگ شخص ہیں تو ہم آئرن کو گرفتار کرتے وقت ہارڈی کو بھی ڈھونڈ نکالتے۔"

بہرام نے کہا۔ "سر! پیٹر پال نے تنویمی عمل کے دوران بتایا ہے کہ ہارڈی کے دونوں پاؤں زخمی ہیں۔ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہے۔ بے شک وہ ایک جگہ بیٹھ کر بھی اپنے آدمیوں کے ذریعے وہ مشین حاصل کر سکتا ہے۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے اسپتالوں میں ہارڈی کو تلاش کرنا ہوگا۔ مختلف ذرائع سے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ دو پاؤں کا زخمی کس علاقے میں ہو سکتا ہے۔ پچھلے دو دن کے اندر کس نے کس دکان سے دو پہیّوں والی کرسی خریدی ہے۔"

وہ اب ہارڈی کے پیچھے پڑ گئے تھے اور آئرن کو ٹارچر چیمبر میں لے جا کر طرح طرح سے اذیتیں دے کر ہارڈی اور مورینا کے متعلق سوالات کر رہے تھے۔ منگل پانڈے بھی ان کا قیدی تھا۔ اس سے بھی سختی سے پوچھا جا رہا تھا۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ مشین پیٹر پال کے پاس ہے؟"

پانڈے نے میری مرضی کے مطابق کہا۔ "مشینوں میں جو گریس لگائی جاتی ہے، میں اس کی بُو چند قدم کے فاصلے سے سونگھ لیتا ہوں۔ ریستوران میں پال کے قریب سے گزرتے وقت وہی بُو محسوس ہوئی۔ میں نے اندازہ لگایا اور بہرام گنگولی کو بتا دیا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ اب بھی کوئی ایسا شخص میرے پاس سے گزرے، جس کے پاس مشین ہو تو میں سونگھ کر بتا دوں گا۔ یہ اور بات ہے، وہ شخص دوسری مشینوں سے تعلق رکھتا ہو، مختصر یہ کہ میں مشین کی نہیں گریس کی بُو سونگھتا ہوں۔"

سُپر ماسٹر نے کہا۔ "گنگولی! مسٹر پانڈے بہت کام کا آدمی ہے۔ اسے قیدی نہ بناؤ۔ دوست بنا کر ساتھ رکھو۔ یہ فرہاد اور ہارڈی کے قریب سے گزرتے ہی انھیں پہچان لے گا۔"

منگل پانڈے اب ٹھاٹ باٹ سے رہنے والا تھا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں نے فرنانڈو کو مخاطب کیا۔ ایک جگہ نظر بند رہنے کے باعث کوئی مصروفیت نہیں رہی تھی۔ اس لیے وہ بے تحاشا پی رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "بس کرو، مر جاؤ گے۔"

وہ بولا۔ "اچھا ہے، مر جاؤں۔ اے سنگدل! تُو میری قبر پر تو آئے گا۔"

"دیکھ لو، میری دوستی کتنی مہنگی پڑتی ہے۔"

"مجھے حکومت کی طرف سے ہونے والی سختیوں کی پروا نہیں ہے۔ یہ میری لاش پر سے بھی گزر کر تمھاری خفیہ پناہ گاہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ لیکن میری جان کوئی ایسی صورت نکالو کہ کبھی تمھاری صورت نظر آ جایا کرے۔"

"ذرا سُپر ماسٹر کی سرگرمیاں کم ہونے دو۔ میں تم سے ضرور ملوں گا۔ فی الحال یہ بتاؤ، غوطہ خوروں کے متعلق تمھاری کیا معلومات ہیں؟"

"دریائے مسوری کے ساحلی علاقوں میں دور دور تک کئی اسکول ہیں جو غوطہ خوری کی ٹریننگ دیتے ہیں اور غوطہ خوری کے لیے تمام سامان بھی فراہم کرتے ہیں۔"

"ٹیلی فون ڈائرکٹری دیکھ کر کسی ایک اسکول کا نمبر بتاؤ؟"

"کیا میں فون کروں؟"

"نہیں، تمھارا ٹیلی فون ڈیٹیکٹ کیا جا رہا ہے۔ تم ایک غوطہ خور سے بات کرو گے۔ سُپر ماسٹر یہاں تمام غوطہ خوروں کے پیچھے پڑ جائے گا۔ مجھے صرف نمبر بتا دو۔"

اس نے ڈائرکٹری دیکھنے کے بعد دو اسکولوں کے نمبر بتلائے۔ غلام باقی نے ریسیور اٹھا کر ایک اسکول سے رابطہ قائم کیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "وی آر وی انڈر واٹر ٹرینر۔ یس پلیز۔"

میں نے اشارہ کیا۔ غلام باقی نے ریسیور رکھ دیا۔ اب میں اس ٹرینر کے دماغ میں تھا جو معقول معاوضہ لے کر غوطہ خوری کی تربیت دیتا تھا۔ وہ ایک لانچ کے عرشے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر کہہ رہا تھا۔ "یہ کسی نے تیسری بار شرارت کی ہے۔"

اس کے سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔ "کوئی لڑکی چھیڑ رہی ہوگی۔"

"چھیڑنے والی کو معلوم ہونا چاہیے، میں چار بچوں کا باپ ہوں۔"

"وہ فون پر تمھاری عمر کا اندازہ نہیں کر سکتی اور کر بھی لے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ عجیب زمانہ آ گیا ہے۔ آج کل کی لڑکیاں بیوی بچوں والے مرد کی تمنا کرتی ہیں۔"

میں باتیں سُن رہا تھا اور چُپ چاپ اس کے متعلق معلومات حاصل کر رہا تھا۔ وہ بیوی بچوں کے ساتھ اپنی ذاتی لانچ میں رہتا تھا۔ بیوی بچے نیاگرا فال دیکھنے اور وہاں کی سیر کرنے گئے ہوئے تھے۔ شام ہو رہی تھی۔ وہ ایک دوست کے ساتھ ۔۔۔ اسے زیادہ پینے سے روک دیا۔ اس نے دوست سے معذرت کی۔ "معاف کرنا، مجھے ابھی یاد آیا ہے۔ ایک غوطہ خوری سیکھنے والے کے ہاں مدعو کیا ہے۔ وہاں نہ گیا تو شکایت ہوگی۔"

دوست نے گلاس خالی کیا۔ پھر اُٹھتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے، جانے کی تیاری کرو۔ میں چلتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ ٹرینر نے اپنے اسسٹنٹ کو بلا کر کہا۔ "موٹر بوٹ چیک کرو۔ میں ڈائیونگ کے لیے جاؤں گا۔"

وہ حکم دے کر اپنے کیبن میں آیا۔ غوطہ خوری کا لباس نکال کر پہننے لگا۔ میں نے کہا۔ "باقی! اپنے چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کرو۔ ہم باہر جا رہے ہیں۔"

میں نے اسے بتایا کہ اسے کار ڈرائیو کرتے ہوئے کس مقام تک جا کر رُکنا ہے۔ پھر میں ٹرینر کے دماغ میں آیا۔ وہ حیرانی سے بیٹھا سوچ رہا تھا۔ "میں نے یہ غوطہ خوری کا لباس کیوں پہن لیا ہے۔ میں تو آرام سے بیٹھ کر پی رہا تھا۔ اور وہ میرا دوست واسٹن کہاں چلا گیا؟"

وہ اس کے آگے سوچ نہ سکا۔ میں نے پھر اس پر قبضہ جما لیا۔ اس وقت تک میں کار کی پچھلی سیٹ پر آ گیا تھا۔ غلام باقی نے ریڈی میڈ میک اپ سے کام چلایا تھا۔ اب وہ ڈرائیو کرتا ہوا میرے بتلائے ہوئے مقام تک جا رہا تھا۔

ٹرینر کے اسسٹنٹ نے اطلاع دی، موٹر بوٹ تیار ہے۔ وہ بوٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کا ماتحت بوٹ چلا رہا تھا۔ اور وہ میری مرضی کے مطابق ماتحت کو گائیڈ کر رہا تھا۔ میں نے جس حصّے میں وہ پُرزے ڈبوئے تھے، وہاں سے میکس فیکٹر والوں کا بڑا سا نیون سائن دکھائی دیتا تھا۔ بوٹ وہاں پہنچ کر رُک گئی۔ ماتحت اُس ٹرینر کی پُشت پر گیس سلنڈر باندھنے لگا۔ ٹرینر نے سر سے گردن تک واٹر پروف ماسک پہنا۔ ہاتھ میں ٹارچ لی۔ پھر پانی میں اُتر گیا۔

یہ اچھا ہوا کہ وہ پُرزے پھینکنے کے لیے مجھے دریا ہی ملا۔ اگر سمندر قریب ہوتا اور پُرزے وہاں پھینکے جاتے تو انھیں ڈھونڈ نکالنا بہت مشکل ہوتا۔ دریا کی گہرائی ایک غوطہ خور کے ۔۔۔ بڑے نام تھی۔ وہ تہ میں پہنچ کر ۔۔۔ پندرہ منٹ تک بھٹکتا رہا۔ پھر ٹارچ کی روشنی میں وہ پُرزے نظر آ گئے۔ اگر دریا کی تہ دلدلی ہوتی تو ان پُرزوں کا حصول تقریباً ناممکن ہوتا۔ بہرحال وہ دریا کی سطح پر اُبھرا۔ موٹر بوٹ میں آیا۔ چہرے سے ماسک اتارنے کے بعد اپنے ماتحت سے بولا۔ "وہ جو میکس فیکٹر کا نیون سائن نظر آ رہا ہے، ٹھیک اسی سمت چلو۔"

بوٹ اسٹارٹ ہو کر اسی سمت آئی۔ میں ساحل پر کھڑا ہوا تھا۔ وہ بوٹ سے اتر کر آیا۔ اس نے دونوں پُرزے میرے حوالے کیے۔ میں نے نوٹوں کی بھاری گڈی اس کے ہاتھ میں رکھی۔ اسے بوٹ پر واپس بھیجا۔ جب وہ لوٹ دور نکل گئی تو میں نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ ایک دم سے چونک کر اپنے

دی۔ لیکن اس سے پہلے وہ کاغذات
کاغذات کی ہوا لگنے نہیں دی۔ یہ امیر ہی بوٹ میں کیسے آگیا اور یہ لباس ...“
میں باڈی گارڈ پر بھروسا ہے میں نوٹوں کی گڈی رکھ کر آگے کچھ کہنا بھول گیا اس
لیکن اس نے کہا۔ ”سر آپ اپنی مرضی سے یہاں آئے۔ پانی میں گئے،
اگلوالیا۔ مشینیں لوہے کے کچھ پرزے نکلے۔ ساحل پر کھڑے ہوئے ایک
گئے۔ خود ان کو پرزے دیے۔ نوٹوں کی یہ گڈی لی۔ اور اب یوں حیران ہیں جیسے
بات خواب ہے۔ بیدار ہوئے ہوں۔“

میں ٹرینر کو اس کے حال پر چھوڑ کر کار کی پچھلی سیٹ پر آگیا۔ باقی نے کار اسٹارٹ کی پھر واپسی کے راستے پر چل پڑا۔ میں نے آرام سے بیٹھ کر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کیا۔ دونوں بہنیں گہری نیند میں تھیں۔ اگر بیدار ہوتیں، تب بھی تہ خانے سے نہ نکل پاتیں، اور نہ ہی وہ صبح تک خیال خوانی کے قابل ہو سکتی تھیں۔

ہم کسی روک ٹوک کے بغیر اپنی پناہ گاہ میں پہنچ گئے۔ میں نے وہ پرزے مشین کے جس حصے سے نکالے تھے وہیں لگا دیئے غلام باقی نے مورینا کی ڈائری کے اہم اوراق پھاڑنے کے بعد انھیں حفاظت سے نہیں رکھا تھا۔ مشین آپریٹ کرنے کے طریقے اچھی طرح یاد کرنے کے بعد انھیں جلا دیا تھا۔ اس کے باوجود مشین سے منسلک رہنے والے کمپیوٹر کو آن کیا۔ اس کمپیوٹر کو جتنی یادداشتیں فیڈ کی گئی تھیں، سب کا مطالعہ کیا۔ تنانہ نے اس کے اہم کاغذات ہارڈی کے حوالے کیے تھے۔ اگرچہ ان کی ضرورت نہیں تھی تاہم میں ہارڈی کے پاس پہنچ گیا۔

وہ زخمی ہونے کے باعث مجھے اپنے دماغ میں محسوس نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ آئرن ضرور محسوس کر لیتا۔ ان کا ایک ہی لب و لہجہ تھا۔ سوچ کی لہر کسی ایک کے دماغ میں جاتی تو دوسرا بھی محتاط ہو جاتا تھا۔ لیکن میرا مقدر ساتھ دے رہا تھا۔ سپر ماسٹر کے خاص ٹارچر چیمبر میں آئرن کو ایسی اذیتیں پہنچائی گئی تھیں جن کے نتیجے میں اس کا دماغ کمزور ہو گیا تھا... دونوں بھائی مجھے اپنے اندر محسوس نہیں کر سکتے تھے۔

میں تھوڑی دیر تک چپ چاپ اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا۔ ”تنانہ نے جو کاغذات دیے ہیں مجھے اب تک ان کا مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ابھی ذرا اطمینان ہے۔ انھیں کھول کر دیکھنا چاہیے۔“

اس نے ایک الماری کے خفیہ خانے سے وہ کاغذات نکالے وہیل چیئر کو خود چلاتا ہوا میز کے پاس آیا۔ پھر اس پر مشین کا نقشہ پھیلانے لگا۔ اس کے بعد اس نے دوسرے کاغذات نکالے۔ ان میں مشین کو آپریٹ کرنے کے طریقے لکھے ہوئے تھے۔ ادھر غلام باقی ان طریقوں کو زبانی بول رہا تھا۔ میں اسے سن کر ہارڈی کے ذریعے وہی باتیں ان کاغذات میں دیکھتا جا رہا تھا۔ پھر میں نے مطمئن ہو کر کہا۔ ”شاباش باقی! تمہاری یادداشت قابلِ رشک ہے۔ تمھیں ان کاغذات کا ایک ایک لفظ یاد ہے۔“

ہم نے مشین کے دونوں حصوں کو دو بستروں کے سرہانے نصب کیا۔ فی الحال برین واشنگ کے لیے ایک حصے کو آپریٹ کرنا تھا۔ اس مشین کے ذریعے برین واشنگ کا یہ پہلا تجربہ ہونے والا تھا۔ ہم نے پہلے تجربے کے لیے مورینا کو بستر پر لا کر ڈال دیا۔ وہ بیدار ہو چکی تھی۔ اس آپریشن سے گزرنا نہیں چاہتی تھی۔ مجبوراً اسے بستر سے باندھنا پڑا۔ اس کام سے فارغ ہو کر باقی نے اس کے سر پر آہنی کیپ پہنائی۔ پھر کمپیوٹر کے پاس آکر مشین کو آپریٹ کرنے لگا۔

اس دلچسپ داستان کے باقی واقعات
انیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیے۔